خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2019ء

جلد 17

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

خطبات مسرور

(جلد17)

Khutbat-e-Masroor – Volume 17 (Urdu)

A collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul-Masih V aba
in 2019

First published in the UK in 2023

© Islam International Publications Limited

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-205-6 (set vol. 13-20)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے.... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔" ("الفرقان" مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے ربّ رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے دردرکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اسکی آواز کو سننا باعثِ ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم اس امام ہمام کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکیں گے۔

اس جلد میں اخلاقی، روحانی تربیت اور ان کے علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔ نئے سال کی مبارکباد دیتے ہوئے ہمارے پیارے امام نے ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ سال کی حقیقی مبارکباد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں ایک اور سال کا سورج دکھایا ہے تو اس میں ہم اپنے اندر کی کمزوریوں اور اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ گزشتہ سال میں جو کمیاں اور کوتاہیاں ہو گئی ہیں ہم یہ عہد کریں کہ ہم انہیں دور کریں گے۔ اپنے اندر پہلے سے بڑھ کر وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے حصول کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عہد بیعت کیا ہے۔ مخالفین تو جماعت کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن اس مخالفت نے کچھ احمدیوں کو ایمان میں پہلے سے کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ اسی طرح اس جلد میں وقف جدید اور تحریک جدید کے سالوں کے بابرکت اختتام اور سالِ نو کے اعلان کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلصین جماعت احمدیہ کی مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ بھی ہے۔ یومِ مصلح موعودؓ اور یوم مسیح موعودؑ کی اہمیت کا بیان ہے اور حضرت مصلح موعود کی دلنشین اور ایمان افروز سیرت و سوانح کا بیان ہے۔ ضرورت زمانہ اور مسیح موعود کی صداقت کا ذکر ہے۔ انگلستان میں نئے مرکز احمدیت کے قیام اور اسلام آباد (برطانیہ) میں

مسجد مبارک کی تعمیر و افتتاح کا تاریخی تذکرہ بھی ہے۔ آیت استخلاف کی عرفان انگیز تفسیر اور عہدیداران کے فرائض اور اطاعت کا ذکر ہے۔ رمضان کے روزوں کی اہمیت اور جمعہ کے فضائل اور جمعۃ الوداع کے غلط تصور کی تردید کا بیان ہے۔ جلسہ سالانہ کی اہمیت، اور جرمنی جلسہ اور یو کے جلسہ کے حوالہ سے تفصیل کا بیان ہے۔ اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ کے دورۂ یورپ اور جلسہ سالانہ ہالینڈ میں بنفس نفیس شرکت اور مساجد کا افتتاح مذکور ہے۔

مختلف مقامات پر قرآن کریم کی تفسیر، احادیث نبویہ کی تشریح اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کا پاکیزہ معطر تذکرہ بھی ہے۔ اور خاص طور پر جنگ بدر میں شامل ہونے والے عشق وفا کے پیکر جاں نثار صحابہؓ کی سیرت و سوانح کا مسلسل بیان ہے۔ جو کسی بھی خلیفہ کی جانب سے اتنی تفصیل کے ساتھ پہلی بار ہو رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو بھی پورا کرنے والا ہے کہ "**جنگ بدر کا قصہ مت بھولو**"

دنیا بھر میں دہشت گردی کی مذمت کے علاوہ دہشت گردی کے اسباب کا بڑی گہرائی میں جا کر بڑی جرأت کے ساتھ اظہار بھی ہے۔ ہمارا امام ہر احمدی کو اس کا مقام اور اس کے فرائض بھی یاد دلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ خلافت جیسی عظیم نعمت کی قدر کرنے اور اس کے مقام کو سمجھنے کے سلیقے بیان کرتا ہوا بھی نظر آتا ہے۔ نیوزی لینڈ کی ایک مسجد میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعہ مذمت بھی ہے اور وہاں کی حکومت کے رد عمل پر داد تحسین بھی ہے۔ اس دردناک سانحہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا: ''کئی بے گناہ اور معصوم اور بچے مذہبی اور قومی منافرت کی بھینٹ چڑھ گئے اور شہید کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔ ان سے رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔۔۔ نیوزی لینڈ کی حکومت نے اور خاص طور پر وزیر اعظم نے جن اعلیٰ ترین اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے اور حکومت کے فرائض ادا کرنے کا حق ادا کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ کاش کہ مسلمان حکومتیں بھی اس سے سبق لیں اور مذہبی منافرت کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کرنے والی ہوں۔۔۔ وہاں مسجد میں بہت سے لوگ جو مسلمان تھے جن کو اس ظالم قاتل نے شہید کیا ان میں سے ایک خاتون کا ٹی وی پر انٹرویو آرہا تھا اور غیر معمولی صبر اور حوصلہ اس نے دکھایا۔ ان کا خاوند بھی اور 21 سالہ نوجوان بیٹا بھی اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور وہ اس طرح کہ لوگوں کی مدد کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جان دی ہے تو بہرحال ایک نیکی کی خاطر اور نیک مقصد کی خاطر جان دی۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم کا سلوک فرمائے۔''

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ جات خطبات مسرور سال 2019ء

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
1	04 جنوری 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	1-15

سال کی حقیقی مبارکباد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں ایک اور سال کا سورج دکھایا ہے، اس میں داخل کیا ہے تو اس میں ہم اپنے اندر کی کمزرویوں اور اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ گزشتہ سال میں جو کمیاں اور کوتاہیاں ہو گئی ہیں ہم یہ عہد کریں کہ ہم انہیں دور کریں گے۔ اپنے اندر پہلے سے بڑھ کر وہ وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے حصول کیلئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عہدِ بیعت کیا ہے۔ مخالفین تو جماعت کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن اس مخالفت نے کچھ احمدیوں کو ایمان میں پہلے سے کئی گناہ بڑھا دیا ہے۔ وقف جدید کے اکسٹھویں سال کے بابرکت اختتام اور سالِ نو کے اعلان کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلصین جماعت احمدیہ کی مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات اور سالِ نو کی حقیقی مبارکباد کا فلسفہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
2	11 جنوری 2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	16-28

حضرت خلّاد بن عمرو بن جموح اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ۔ امریکہ کی نیک مخلص بزرگ احمدی خاتون سسٹر عالیہ شہید احمد اہلیہ مکرم احمد شہید صاحب کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
3	18 جنوری 2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	29-40

ہجرتِ مدینہ کے دوران غارِ ثور میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت اور سفر میں معیت کی سعادت پانے والے، وفا کے پتلے، بدری صحابی حضرت عامر بن فُہیرہؓ کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
4	25 جنوری 2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	41-54

بدری اصحاب النبی ﷺ۔ حضرت طفیل بن حارث، حضرت سلیم بن عمرو انصاری، حضرت سلیم بن حارث انصاری، حضرت سلیم بن ملحان انصاری، حضرت سُلیم بن قیس انصاری، حضرت ثابت بن ثعلبہ، حضرت سماک بن سعد، حضرت جابر بن عبد اللہ بن رئاب، حضرت منذر بن عمرو بن خنیس، حضرت معبد بن عبّاد، حضرت عدی بن ابی زغباء انصاری، حضرت ربیع بن ایاس، حضرت عمیر بن عامر انصاری، حضرت ابو سنان بن محصن، حضرت قیس بن السّکن انصاری، ابو الیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا ایمان افروز اور دلنشین تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
5	01فروری2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	55-67

جنگ یمامہ میں شہادت کا عظیم مقام پانے والے بدری صحابی حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کی سیرتِ مبارکہ کا ایمان افروز اور دلنشین تذکرہ۔ پروفیسر سعود احمد خان صاحب کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
6	08فروری2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	68-82

حضرت اَبُو مُلَیل بن اَلْاَزْعَرؓ، حضرت انس بن معاذ انصاریؓ، اُبَیّ بن ثابتؓ، حضرت اَبُو بُرْدَہ بن نِیَارؓ، حضرت اَسْعَد بن یزیدؓ، حضرت تَمیم بن یَعَار انصاری، حضرت اوس بن ثابت بن منذرؓ، حضرت ثابت بن خنساء رضی اللہ عنہ اور حضرت اَوْس بن اَلصَّامِت رضی اللہ عنہ، حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت ثَعْلَبَہ بن عمرو انصاریؓ، حضرت ثَعْلَبَہ بن غَنَمَہؓ، حضرت جابر بن خالدؓ، حضرت حارث بن نعمان بن امیہؓ، حضرت حارث بن انس انصاریؓ، حضرت حُرَیْث بن زید انصاریؓ، حضرت حارث بن اصِمّہؓ کی سیرتِ مبارکہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
7	15 فروری2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	83-96

بدری اصحاب: حضرت خالد بن قَیْسؓ، حضرت حارث بن خَزَمَہؓ انصاری، حضرت خُنَیْس بن حُذَافہؓ، حضرت حارثہ بن نعمانؓ انصاری حضرت بشیر بن سعدؓ، ورثہ کی تقسیم کے قرآنی اصول کی حکمت، وصیت اور ہبہ جو کہ اپنی اولاد کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دین کے لئے ہوتا ہے جائز ہے۔ عمرہ قضاء کی تفصیل، نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے طریق کے متعلق رہنمائی، بنگلہ دیش میں مخالفین کی جانب سے جلسہ سالانہ کے انعقاد پر روکیں ڈالنے اور بلوائیوں کے حملہ کرنے کے افسوسناک واقعہ کا ذکر اور چند مخلصین کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
8	22 فروری2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	97-107

یومِ مصلح موعود کے حوالہ سے ہونے والے جلسوں کا تذکرہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت وسوانح کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
9	01مارچ2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	108-121

اطاعت اور اخلاص ووفا کے پیکر بعض بدری اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت خولیؓ، حضرت رَافِع بن اَلْمُعَلّٰیؓ، حضرت ذُوالشِّمَالَیْنِ عُمَیر بن عَبْدِ عَمْرٍوؓ، حضرت رافع بن یزیدؓ، حضرت ذَکْوَان بن عَبْد قَیْسؓ، حضرت خُوَاتُ بْنُ جُبَیْر انصاریؓ، حضورِ انور نے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا جس میں نبی کریم ﷺ کے اسوہ سے اپنے صحابہ کی تربیت کرنے کا نہایت عمدہ اور بے مثال طریق سامنے آتا ہے۔ نیز یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امامِ وقت سے کوئی بات نہیں چھپانی چاہیے نیز یہ کہ بلاوجہ لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سننا غلط چیز ہے۔ حضرت رَبِیْعَہ بن اَسْقَمؓ، حضرت رِفَاعَہ بن عَمْرو الْجُہَنِیؓ، حضرت زَیْد بن وَدِیْعَہؓ، حضرت رِبْعِی بن رَافِع اَلْاَنْصَاری اور حضرت زَیْد بن

مُزَیْن، حضرت عِیَاض بن زُہَیرؓ، حضرت رِفَاعَہ بن عَمْرو اَنْصاریؓ اور حضرت زِیَاد بن عَمْروؓ، حضرت سَالِم بن عُمَیر بن ثابتؓ، حضرت سُرَاقَہ بن کَعْبؓ، حضرت سَائِب بن مَظْعُونؓ، حضرت عَاصِم بن قَیْسؓ، حضرت طُفَیل بن مَالِک بن خَنْساء، حضرت طُفَیل بن نُعْمَانؓ، حضرت ضَحَّاک بن عَبْد عَمْروؓ، حضرت ضَحَّاک بن حَارِثَہؓ، حضرت خَلَّاد بن سُوَیدؓ، حضرت اَوْس بن خَوْلی انصاریؓ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
10	08مارچ2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	122-133

اطاعت اور اخلاص ووفا کے پیکر بدری صحابہ ٔرسول ﷺ حضرت قیس بن محصن اور حضرت جبیر بن ایاس رضی اللہ عنہما کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ۔ کیا آنحضرت ﷺ پر کسی جادو کا اثر ہوا تھا؟ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ بابرکت پر یہود کی جانب سے کئے جانے والے جادو کے شبہ کا ازالہ، اس کی حقیقت اور جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر کا تفصیلی بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
11	15مارچ2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	134-145

حضرت سائب بن عثمانؓ، حضرت ضمرہ بن عمرو جہنیؓ، حضرت سعد بن سہیل، حضرت سعد بن عبیدؓ، حضرت سہل بن عتیکؓ، حضرت سہیل بن رافعؓ، ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ کے مدینہ میں قیام، تعمیر مسجد نبوی، اصحاب صفہ، حضرت سعد بن خیثمہؓ۔ بیعت عقبہ ثانیہ کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
12	22 مارچ2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	146-163

23/مارچ (یومِ مسیح موعودؑ) کی مناسبت سے تفصیل، ضرورت زمانہ، آپؑ کے زندگی بخش ارشادات، نیوزی لینڈ میں ہونے والے افسوسناک واقعے کا تذکرہ، اس دردناک واقعے میں شہید ہونے والے افراد کے لیے بھی حضور انور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان سے رحم کا سلوک فرمائے۔ اسی طرح وہاں کے مسلمانوں کے صبر اور حوصلے کی بھی تعریف فرمائی۔ مولانا خورشید احمد انور صاحب وکیل المال تحریک جدید قادیان، طاہر حسین منشی صاحب، موسیٰ سسکو صاحب آف مالی کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
13	29مارچ2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	164-176

بدری صحابیؓ حضرت طُلَیب بن عُمَیرؓ، حضرت سالم مولیٰ ابنِ ابی حذیفہؓ، حضرت عِتبان بن مالکؓ۔ مکرم غلام مصطفیٰ اعوان صاحب مکرمہ امۃ الحئ صاحبہ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
14	05اپریل2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	177-190

بدری صحابہ: حضرت خراشؓ بن صمہ انصاری، حضرت عبید بن تیہانؓ، حضرت ابوحنہ مالک بن عمروؓ، حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہ، حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ کی سیرت، مکرم ملک سلطان ہارون خان صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
15	12اپریل2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	203-191

بدری صحابہ: حضرت حصین بن حارث، حضرت صفوانؓ بن وہب بن ربیعہ، حضرت مبشّر بن عبدالمنذرؓ، ورقہؓ بن ایاس بن عمرو، حضرت محرز بن نضلہؓ کا، حضرت سویبط بن سعدؓ کی سیرت وسوانح، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام "وَسِّعْ مَكَانَكَ" کے تحت نئے مرکز احمدیت "اسلام آباد" کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
16	19اپریل2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	215-204

بدری صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ۔ ہجرتِ حبشہ کی تفاصیل۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
17	26اپریل2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	229-216

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی سیرت کا تسلسل، جنت البقیع کا تعارف، حضرت وہب بن سعدؓ کی سیرت وسوانح، مرحومین مکرم ملک محمد اکرم صاحب مربی سلسلہ مانچسٹر، مکرم چوہدری عبدالشکور صاحب مربی سلسلہ، اور مکرم ملک صالح محمد صاحب معلم وقف جدید اور مکرم مویشیے جمعہ صاحب تنزانیہ کا ذکر خیر

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
18	03مئی2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	242-230

حضرت عبید بن ابو عبید انصاری اوسیؓ، حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ، حضرت عبداللہ بن عمیرؓ، حضرت عبداللہ بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن قیسؓ، حضرت سلمہؓ بن اسلم، حضرت عقبہ بن عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن سہلؓ، غزوۂ حمراء الاسد کی تفصیل حضرت عتبہؓ بن ربیعہ، جنگ یرموک کا بیان۔ مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
19	10مئی2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	256-243

روزوں کی فرضیت، اہمیت، اس ماہ میں مؤمنوں کی ذمہ داریوں اور دعا کی قبولیت کے طریق کا بیان۔ مکرم ڈاکٹر طاہر عزیز احمد صاحب ابن ارشد اللہ بھٹی صاحب آف اسلام آباد (پاکستان) اور مکرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ابن ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم آف امریکہ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
20	17مئی2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	269-257

نئے مرکزِ احمدیت 'اسلام آباد' (ٹلفورڈ) 'مسجد مبارک' کے افتتاح کے موقع پر یادگاری تختی کی نقاب کشائی اور پُر کیف سجدۂ شکر۔ اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں کے نزول پر تمام احمدیوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تلقین نیز مسجد

اور نئے مرکز کے بعض کوائف کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
21	24 مئی 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	270-281

آیتِ استخلاف سے پہلے اور اس کے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور حکموں پر عمل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کے نتیجے میں خلافت کا انعام دیے جانے کا وعدہ ہے۔ حضورِ انور نے اِن آیاتِ کریمہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بات کھول کر بیان فرما دی ہے کہ جب تک تم ہر امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم رہ کر اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر شرحِ صدر کے ساتھ عمل نہیں کرو گے تمہیں کامیابی نہیں مل سکتی۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مجھے پتا چلا ہے کہ بعض صدران نے جُون میں ٹرم ختم ہونے سے پہلے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ کیا یہ اس لیے کام کر رہے تھے کہ ہم نے مستقل عہدے دار رہنا ہے۔ یہ دینی کاموں میں خیانت اور باغیانہ سوچ اور خلافت کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکلنے والی بات ہے۔ حضورِ انور نے دور دراز ملکوں گنی بساؤ، مصر اور کیمرون کی بعض مثالیں پیش فرمائیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ لوگوں کی راہ نمائی فرما رہا ہے اور لوگ ایمان و اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں۔ آخر میں حضورِ انور نے مسجد مبارک کے سنگِ بنیاد کے حوالے سے فرمایا کہ سنگِ بنیاد کے وقت مَیں کینیڈا کے سفر پر تھا۔ اینٹ پر دعا کروا کے لے لی گئی تھی۔ چنانچہ اس مسجد کی بنیاد 10 / اکتوبر 2016ء کو مکرم عثمان چینی صاحب مرحوم نے رکھی تھی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چینی قوم کا بھی اس میں حصّہ ہے۔ مکرم عثمان چینی صاحب کو یہ خواہش اور فکر رہتی تھی کہ چین میں کسی طرح احمدیت اور اسلام کا حقیقی پیغام پہنچ جائے۔ پس ہمیں ان کے درجات کی بلندی کے ساتھ، چین میں بھی اور دنیا کے ہر ملک میں اسلام کے پھیلنے کے لیے بہت دعا کرنی چاہیے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
22	31 مئی 2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	282-291

جمعہ کی اہمیت اور فضیلت اور جمعۃ الوداع کے حوالہ سے غلط تصورات کی تردید۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
23	07 جون 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	292-302

بدری صحابہ؛ حضرت عبد اللہ بن طارقؓ بلوی، حضرت عاقل بن بکیرؓ، حضرت زید بن حارثہؓ کی سیرت و سوانح کا بیان، سفر طائف۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
24	14 جون 2019ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	303-314

حضرت زید بن حارثہؓ کی سیرت و سوانح، حضرت ام ایمن کا ذکر، حضورِ انور کا فرمانا کہ بدری صحابہ کے ذکر کے دوران اِن بزرگ خواتین کا ذکر ساتھ ساتھ کرتا رہتا ہوں تا کہ ان خواتین کے بلند مقام کا بھی پتا لگتا رہے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
25	21 جون 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	315-327

حضرت زید بن حارثہؓ کی سیرت، محترمہ مریم سلمان گل صاحبہ بنت مبارک احمد صدیقی صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
26	28جون2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	328-342
حضرت زید بن حارثہؓ، غزوہ موتہ میں ان کو سپہ سالار بنایا جانا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کا بیان، مکرم صدیق آدم دنبیا صاحب مبلغ آئیوری کوسٹ، مکرم میاں غلام مصطفیٰ صاحب میرک ضلع اوکاڑہ کا ذکر خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
27	05جولائی2019ء	جلسہ گاہ جرمنی DM Arena کالسروئے (Karlsruhe)	343-351
جلسہ سالانہ کی اہمیت، اس کے تقاضے اور ہماری ذمہ داریاں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
28	12جولائی2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	352-369
جلسہ جرمنی کا کامیاب اختتام، کارکنان کا شکریہ، اظہار تشکر اور مہمانوں کے تاثرات۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
29	19جولائی2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	370-385
بدری صحابی حضرت عامر بن سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن سراقہؓ، حضرت مالک بن ابوخولیؓ، حضرت واقد بن عبداللہؓ، حضرت نصر بن حارثؓ، حضرت مالک بن عمروؓ، حضرت نعمان بن عصرؓ، حضرت عویم بن ساعدہؓ، حضرت نعمان بن سنانؓ، حضرت عنترہؓ مولیٰ سلیم حضرت نعمان بن عمروؓ کی سیرت وسوانح۔ مکرم مودود احمد خان صاحب اور خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر جماعت کینیڈا کا ذکر خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
30	26جولائی2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	386-398
بدری اصحاب نبی ﷺ حضرت مظہر بن رافع، حضرت مالک بن قدامہ، حضرت خریم بن فاتک، حضرت معمر بن حارث، حضرت ظہیر بن رافع، حضرت مدلج بن عمرو، حضرت عبداللہ بن سہیل، حضرت یزید بن حارث، حضرت عمیر بن حُمام، حضرت حمید انصاری، حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان اَوسی، حضرت مسعود بن عمرو رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کی سیرتِ مبارکہ کا دلنشین تذکرہ۔ جلسہ سالانہ برطانیہ کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کیلئے دعا کی تحریک۔ ڈیوٹی کنندگان کو کوشش اور دعا کے ذریعے بہترین انداز میں حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کی تلقین۔ جلسے کے دنوں میں شعبہ ٹرانسپورٹ کو مہمانوں کو مسجد مبارک اسلام آباد نماز کی ادائیگی کے لئے لانے لے جانے کے لئے خاص انتظام کرنے کا ارشاد۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
31	02اگست2019ء	حدیقۃ المہدی آلٹن، ہمپشئر۔ یوکے	399-407
جلسہ سالانہ یوکے کی اہمیت، مرکزی جلسہ، مہمان نوازی اور دیگر شعبہ جات کے حوالہ سے نصائح			

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
32	09اگست 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	408-425

جلسہ سالانہ برطانیہ کا کامیاب اختتام، اظہار تشکر اور مہمانوں کے تاثرات کا بیان، مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
33	16اگست 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	426-437

حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ، جمعہ کے دن قبولیت دعا کی گھڑی، عبداللہ بن مظعونؓ کی سیرت وسوانح۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
34	23اگست 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	438-450

سیرت حضرت عاصم بن عدیؓ، حضرت عمروؓ بن عوف، حضرت معن بن عدیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی بطور خلیفہ بیعت کی تفصیلات۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
35	30اگست 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	451-463

بدری صحابی حضرت عتبہ بن مسعود ھذلیؓ، اصحاب صفہ، حضرت عبادہ بن صامت انصاریؓ تھا۔ مکرم طاہر عارف صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
36	06 ستمبر 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	464-476

گذشتہ خطبہ جمعہ کے تسلسل میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے آپؓ کی سیرتِ مبارکہ سے مزید واقعات وروایات۔ بنو قینقاع سے لڑائی اور اُن کی جِلاوطنی کی تفاصیل۔ سیریا کے سعید سوقیا صاحب، تیونس کے مکرم الطیب العبیدی صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ امۃ الشکور بیگم صاحبہ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
37	13 ستمبر 2019ء	اجتماع گاہ مجلس انصاراللہ برطانیہ، کنٹری مارکیٹ، بورڈن ہمپشئر، برطانیہ۔	477-489

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع، بدری صحابی حضرت نعمان بن عمروؓ، حضرت خبیب بن اسافؓ کی سیرت، اور محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمد سرور صاحب، مکرم محمد شمشیر خان صاحب صدر جماعت ناندی فجی اور مکرمہ فاطمہ محمد مصطفیٰ صاحبہ کردستان حال ناروے کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
38	20 ستمبر 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	490-504

بدری صحابی حضرت یزیدؓ بن رقیش۔ حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ تھا حضرت عمرو بن معبدؓ۔ حضرت نعمان بن مالکؓ۔ حضرت خبیب بن عدیؓ کی سیرت وسوانح کا بیان، اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شعبہ تاریخ احمدیت کی ویب سائٹ کے آغاز کا

اعلان فرمایا۔ اس ویب سائٹ پر اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تاریخ احمدیت اور سیرت و سوانح سے متعلق طبع شدہ جماعتی مواد فراہم کیا جائے گا۔ خطبہ جمعہ کے اختتام پر حضورِ انور نے پرانے مشنری مکرم صفی الرحمٰن خورشید صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
39	27 ستمبر 2019ء	جلسہ گاہ، نن سپیت، ہالینڈ	505-513

حضور انور نے فرمایا: آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہالینڈ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور کئی سال بعد مجھے بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے رہا ہے کہ آپ کے جلسے میں شامل ہوں۔ گذشتہ چند سالوں میں ہالینڈ جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ لٹریچر وغیرہ کی اشاعت بھی اب یہاں بہتر طریقے پر ہو رہی ہے۔ نئے سینٹر اور ایک مسجد بھی جماعت کو ملی ہے۔ حضورِ انور نے المیرے مسجد کے متعلق فرمایا کہ میں نے ابھی دیکھی تو نہیں لیکن خوب صورتی کی تعریف سنی ہے۔ ان شاء اللہ اگلے ہفتے اُس خوب صورت مسجد کا رسمی افتتاح بھی ہو گا۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھیں کہ تعداد میں اضافہ، مشن یا سینٹرز بنانا، مساجد تعمیر کرنا اُسی وقت فائدہ دیتا ہے جب ان کے مقاصد کو پورا کیا جائے۔ پس یہاں رہنے والے ہر احمدی کو جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا مقاصد ہیں جو ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آکر پورے کرنے ہیں۔ پچھلے چند سالوں میں پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کو مخاطب کر کے حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ کو یہاں مذہبی آزادی ہے، معاشی لحاظ سے بھی اپنی حالتوں کو بہتر بنانے کے مواقع حاصل ہیں۔ پس ہجرت کرنے والے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے؛ اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی روحانی، علمی اور اخلاقی حالتوں کو بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اِن جلسوں کے انعقاد کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر فرمایا تھا، تا کہ ان جلسوں کی وجہ سے ہم میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں، ہم دین کو دنیا پر مقدّم کرنے والے بنیں، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرنے والے بنیں۔ آج دنیا خدا تعالیٰ کے وجود کی انکاری ہے اور ہر سال کافی بڑی تعداد میں لوگ مذہب کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ پس ہمارا اتنا ہی کام نہیں کہ اپنے اندر خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا کریں بلکہ اپنی اولادوں اور نسلوں کے دلوں میں بھی خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت پیدا کرنے کے لیے بھی ہمیں بھرپور کوشش کرنی ہو گی۔ دنیا کو بھی خدا تعالیٰ کے وجود کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہو گا۔ آخر میں حضورِ انور نے فرمایا کہ یاد رکھیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اُس کے فضلوں کو جذب کرنے کے لیے بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
40	04 اکتوبر 2019ء	جلسہ گاہ، تنی شاتو، فرانس	514-523

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جلسے کو خاص دینی اجتماع قرار دیا ہے۔ پس شاملینِ جلسہ پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ ہم یہاں دینی، علمی اور روحانی بہتری اور ترقی کے لیے جمع ہیں۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق آنے والے اِس زمانے کے امام کو مانا ہے، پھر اس کے بعد اگر ہم اپنی حالتوں میں بہتری کی طرف توجہ نہیں کرتے تو ہمارا حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنا ایک ظاہری اعلان ہے جو روح سے خالی ہے۔ ہمارا عہدِ بیعت محض نام کا عہدِ بیعت ہے جسے ہم پورا نہیں کر رہے۔ پھر یہاں جلسے میں جمع ہونا ایک

دنیاوی میلے میں جمع ہونے کی طرح ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جلسے کی جو اغراض پیش فرمائی ہیں اگر اُن کو سامنے رکھ کر جائزے لیں تو ہم نہ صرف اِن تین دنوں کے مقصد کو پورا کرنے والے بن جائیں گے بلکہ شاملینِ جلسہ کے لیے جو حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں ہیں ان کو حاصل کرنے والے اور ان باتوں کو اپنی زندگیوں کا مستقل حصّہ بنا کر دنیا وعاقبت کو سنوارنے والے بن جائیں گے۔ جہاں دنیا خدا تعالیٰ اور دین سے دُور جارہی ہے، ہماری نسلیں خدا کے قریب ہونے والی اور دنیا کو خدا کے قریب لانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔ حضرت مسیح موعودؑ جلسے کی اغراض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جلسے پر آنے والوں کو یہاں کے ماحول میں رہ کر آخرت کی فکر ہو، خدا تعالیٰ کا خوف، تقویٰ اور نرم دلی پیدا ہو۔ بھائی چارے کی فضا، عاجزی اور انکساری پیدا ہو۔ سچائی پر قائم اور دین کے لیے سرگرم ہوں۔ بیعت کی شرائط کو بھی پڑھتے رہنا چاہیے تا کہ ہم دیکھتے رہیں کہ کیا ہم سچائی کے ساتھ اِن پر قائم ہیں یا نہیں۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
41	11 اکتوبر 2019ء	مسجد مہدی، Hurtigheim، (فرانس)	524-534

مسجد مہدی Hurtigheim ، حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک لمبے عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ فرانس کو ایک مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ حضورِ انور نے فرمایا مساجد تعمیر کرنے والوں کی یہ خصوصیات ہیں کہ وہ اللہ پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ ایمان کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا اور عبادت کرنا انتہائی ضروری ہے۔ مساجد تعمیر کرنے والوں کی ایک خصوصیت آخرت پر یقین ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقعے پر فرمایا کہ ایمان بالآخرت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ آخرت کے متعلق وساوس کا پیدا ہونا ایمان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں کہ جو نمازیں قائم کرنے والے ہیں۔ نماز قائم کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے والے ہیں۔ پھر زکوٰۃ کی طرف توجہ دلائی، مسجدیں آباد کرنے والوں کا یہ خاصہ ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے قربانیاں کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب کچھ کرنے والے ہی اُس کے نزدیک ہدایت یافتہ ہیں۔ پس نئے احمدیوں کو اور پرانے احمدیوں کو بھی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے، اور دعا کرتے رہنا چاہیے۔ پرانے احمدی، بالخصوص پاکستان سے آئے ہوئے احمدیوں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نئے آنے والوں کے لیے اپنے نمونے قائم کرنے ہیں۔ آخر میں حضورِ انور نے مسجد کے بارے میں بعض کوائف پیش فرمائے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
42	18 اکتوبر 2019ء	ایگزیبیشن سنٹر گیزن (Giesen)، جرمنی	535-548

بدری صحابی حضرت خبیب بن عدیؓ۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کی سیرت کا بیان، اور آخر میں مکرم خواجہ رشید الدین قمر صاحب کا ذکرِ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
43	25 اکتوبر 2019ء	مسجد بیت البصیر، مہدی آباد، Nahe، جرمنی	549-559

سو مساجد کی تحریک کے ذیل میں نَو تعمیر شدہ تین مساجد کے افتتاح کے متعلق سیّدنا امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جماعت

جرمنی مالی قربانی کر رہی ہے، اس کے ساتھ ہم نے اپنی عبادتوں کے معیار بھی بلند کرنے ہیں۔ یہاں ہم مسجدیں بنا رہے ہیں تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کے بعد اپنی روحانی اور اخلاقی حالتوں کو بہتر کریں۔ یہ سوچ ہے جس پر یہاں رہتے ہوئے ہر احمدی کو بھرپور عمل کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا مقصد مسجدیں بنانے سے پورا نہیں ہو گا بلکہ اس وقت پورا ہو گا جب وہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دیں گے۔ اپنی نمازوں کو قائم کریں گے۔ باجماعت نمازوں کے لیے مسجد آئیں گے۔ خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے اس مسجد کے بعض کوائف پیش فرمائے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
44	01نومبر 2019ء	مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	560-575

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: گذشتہ دنوں میں یورپ کے بعض ممالک کے دورے پر گیا تھا جہاں ہالینڈ اور فرانس کے جلسہ سالانہ ہوئے، مساجد کا افتتاح ہوا۔ فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں ایک تقریب ہوئی جس میں اسلامی تعلیم اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کا کردار بیان کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح برلن، جرمنی میں وہاں کے سیاست دانوں اور پڑھے لکھے طبقے کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کرنے اور اس غلط تصور کو رد کرنے کا موقع ملا کہ اسلام یورپ کے تمدّن اور تہذیب سے متصادم ہے۔ الحمدللہ کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے فضل دیکھنے میں آئے۔ اس وقت مَیں مختصراً بعض غیروں کے تاثرات بیان کروں گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کی تعلیم سمجھنے اور اپنے تحفظات دُور کرنے کا ہر جگہ موقع ملا۔ آخر پر حضورِ انور نے مکرم مولوی محمود احمد صاحب مبلغ سلسلہ کیرالہ کا ذکر خیر فرمایا۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
45	08نومبر 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن	576-589

حضورِ انور نے ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہاں ان ملکوں میں رہنے والے خاص طور پر خیال رکھیں کہ پاک مال کمائیں۔ زیادہ کمانے کے لیے حکومتی اداروں کو دھوکا نہ دیں۔ پھر جن کاموں کی اللہ تعالیٰ نے مناہی کی ہے ان کاموں سے کمایا ہوا مال بھی پاک مال نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں پاک مال سے کی گئی قربانی، جو میری توجہ کے لیے کی جائے مَیں نہ صرف اسے قبول کرتا ہوں بلکہ تمہیں پورا لوٹاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے، اس بات کا تجربہ اور ادراک رکھنے والے ہزاروں اور لاکھوں احمدی ہیں۔ حضورِ انور نے تحریکِ جدید کے نئے سال کے آغاز کے تناظر میں فرمایا کہ ہر قسم کے حالات میں قربانیاں کرنے والوں کے چند واقعات آج مَیں پیش کروں گا۔ حضورِ انور نے تحریکِ جدید کے 86ویں سال کے آغاز کا اعلان فرمایا اور بعض کوائف پیش فرمائے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
46	15نومبر 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	590-602

بدری صحابی حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول کی سیرت کا بیان اور اس ضمن جنگِ احد کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول کے رویّے، آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو تکالیف اور استہزا کی باتوں کی کچھ تفصیل۔ خطبہ کے آخر پر مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ

مولانا محمد عمر صاحب کیرالہ، مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب سابق مینیجر اور پبلشر ماہنامہ انصاراللہ پاکستان، مکرم راجہ مسعود احمد صاحب ابن مکرم راجہ محمد نواز صاحب پنڈ دادن اور مکرمہ صالحہ انور ابڑو صاحبہ اہلیہ انور علی ابڑو صاحب سندھ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
47	22نومبر 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	603-616

بدری صحابی حضرت مقداد بن عمروؓ کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
48	29نومبر 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	617-629

حضرت یزیدؓ بن ثابت۔ حضرت معوذؓ بن عمرو بن جموح۔ حضرت بِشر بن براءؓ کی سیرت کا بیان، آخر پر مکرم نصیر احمد صاحب ابن مکرم علی محمد صاحب آف راجن پور، مکرم عطاء الکریم مبشر صاحب ابن میاں اللہ دتہ صاحب کرتو ضلع شیخوپورہ حال کینیڈا کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
49	06دسمبر 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	630-642

بدری صحابی حضرت ہلال بن امیہ واقفیؓ کی سیرت کا بیان، اور آخر میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شعبہ وقفِ نو کی ویب سائٹ کے اجرا کا اعلان فرمایا۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
50	13دسمبر 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	643-654

حضرت ھِلَال بن امیہؓ۔ حضرت مرارہ بن ربیعؓ۔ حضرت عتبہ بن غزوان کی سیرت کا بیان، حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے روزنامہ "الفضل" کے ایک سو چھ سال مکمل ہونے پر لندن سے اِس کے آن لائن ایڈیشن کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد حضورِ انور نے مکرمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ اہلیہ مرزا حفیظ احمد صاحب مرحوم ابن حضرت مصلح موعودؓ کا اور امریکہ کی سسٹر حاجہ شکورہ نوریہ صاحبہ کا ذکر خیر فرمایا۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
51	20دسمبر 2019ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	655-665

حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے مزید تفاصیل، حضرت سعد بن عبادہؓ کی سیرت و سوانح۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
52	27دسمبر 2019ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، سرے، لندن	666-678

حضرت سعد بن عبادہؓ کی سیرت و سوانح کا تسلسل۔

1

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مؤرخہ 04/ جنوری 2019ء بمطابق 04/ صلح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج 2019ء کا پہلا جمعہ ہے۔ اس حوالے سے میں تمام دنیا کے احمدیوں کو پہلے تو نئے سال کی مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ سال ہمارے لئے مبارک کرے اور بے شمار کامیابیاں لے کر آئے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف رسمی مبارکباد کہہ دینے کا تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نہ ہی رسمی مبارکباد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتی ہے۔ سال کی حقیقی مبارکباد یہ ہے کہ ہم یہ عہد کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں ایک اور سال کا سورج دکھایا ہے، اس میں داخل کیا ہے تو اس میں ہم اپنے اندر کی کمزوریوں اور اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ گزشتہ سال میں جو کمیاں اور کوتاہیاں ہو گئی ہیں ہم یہ عہد کریں کہ ہم انہیں دور کریں گے۔ اپنے اندر پہلے سے بڑھ کر وہ پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے حصول کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت باندھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ ایک احمدی کو کیسا ہونا چاہئے فرمایا کہ:

"آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔" فرمایا کہ "..... کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو..... رات اور دن تضرع میں لگے رہو... زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔" نمازوں میں دعائیں تبھی ہوں گی جب نمازوں کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ انہیں سنوار کر پڑھنے والے ہوں گے۔ فرمایا کہ "..... نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا... خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے۔" فرمایا "عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرّہ بھر فساد نہ ہو۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 274-275)

پس یہ معیار ہے، یہ لائحہ عمل ہے جس پر اگر ہم اس سال میں عمل کرنے والے ہوں گے، ان باتوں کے حصول کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال کرنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً یہ سال ہمارے لئے مبارک اور بہت سی برکتیں لانے والا سال ہو گا۔ اور اگر یہ نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا ہمارے نئے سال کی مبارکباد رسمی مبارکباد ہے۔ نئے سال کے آغاز کی پہلی رات میں تہجد اور باجماعت فجر کی نماز پڑھ لینا تمام سال

کی نیکیوں پر حاوی نہیں ہو جاتا بلکہ اس کوشش کو حتی المقدور تمام سال پر جاری رکھنا اصل نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور حقیقت میں ہماری ذاتی زندگیوں میں بھی یہ سال بے شمار برکات لانے والا بنے اور جماعت کی غیر معمولی ترقیات بھی ہم دیکھنے والے ہوں۔

اس کے بعد اب میں آج کے دوسرے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جنوری سے وقف جدید کا سال شروع ہوتا ہے اور جنوری کے پہلے یا دوسرے خطبہ میں عموماً وقف جدید کے سال کا اعلان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالی قربانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا ایک خاص امتیاز ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ارشادات کی روشنی میں اس مالی قربانی کا خاص ادراک ہمیں عطا فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے مال کی ضرورت ہے بلکہ اس لئے کہ اس سے ہمیں فائدہ پہنچتا ہے۔ اور مجموعی لحاظ سے جماعتی ترقیات کو بھی ہم دیکھتے ہیں۔ جماعت کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن:17) یعنی پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس حد تک تمہیں توفیق ہے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ اور جو نفس کی کنجوسی سے بچائے جائیں تو یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ پھر اگلی آیت میں فرمایا کہ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ (التغابن:18) اگر تم اللہ کو قرضۂ حسنہ دو گے تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت قدر شناس اور بردبار ہے۔

پس اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر دیتا ہے جو اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس مالی قربانی سے انفرادی فائدہ بھی ہے اور جماعت کی ترقی بھی ہے جو پھر افراد کی ترقی کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخل سے بچو۔ یہ بخل ہی ہے جس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا۔

(سنن ابو داؤد کتاب الزکاۃ باب فی الشح حدیث1698)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو۔ (صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ... الخ حدیث1417)

یہ معمولی خرچ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دینا آگ سے بچاتا ہے۔ پس یہ مالی قربانیاں ہمیں فائدہ پہنچانے کے لئے ہیں۔ اس مالی قربانی کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔" فرمایا "پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر

کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ "ضائع ہو جائے گا۔ فرمایا کہ "یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اَور رنگ سے کوئی خدمت بجالا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔" فرمایا"..... تم یقیناً سمجھو یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔" (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497-498)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے قربانیوں اور خدمت کی اس روح کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے والوں نے سمجھا اور خوب سمجھا اور بڑھ چڑھ کر قربانی کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ جو ایک عرصے سے احمدیت کو قبول کئے ہوئے ہیں بلکہ نومبائعین بھی بیعت کے بعد اس مالی قربانی کی روح اور حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں لیکن مالی قربانیوں میں کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے اور اسی طرح قربانیاں کرتے ہیں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں آپؑ کے صحابہ نے کیں۔ بعض ایسے نمونے بھی ہیں اور جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت فرمایا تھا کہ میں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے ہیں۔ پھر آپؑ نے مثال دی، فرمایا جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین ہیں اور امام الدین کشمیری ہیں۔ فرمایا کہ یہ میرے گاؤں کے قریب رہنے والے ہیں وہ تینوں بھائی جو شاید تین چار آنہ روزانہ مزدوری کرتے ہیں سرگرمی سے ماہواری چندے دیتے ہیں چندے میں شریک ہیں۔

(ماخوذ از ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313 حاشیہ)

ان بزرگوں کی اس وقت اشاعت دین کے لئے یہ قربانیاں ہیں جو آج ان کی اولادیں اور ان کی نسلیں کشائش سے زندگی بسر کر رہی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ یہی روح ہمیں آج بھی نظر آتی ہے بعض جگہ پہ بلکہ بہت سی جگہوں پہ اور دور دراز کے رہنے والے غریب لوگوں میں نظر آتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے سو سال بعد پیدا ہوئے یا احمدی ہوئے اور کبھی خلیفہ وقت سے براہ راست ملے بھی نہیں۔ لیکن دین کی محبت، خلافت کی اطاعت، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد وفا اور عہد بیعت، دین کی خاطر قربانی کا جذبہ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اگر صرف اسی بات کو ہی دیکھا جائے تو یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ اور یہ جذبہ سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے کوئی دلوں میں پیدا نہیں کر سکتا۔ بعض لوگوں کی قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کے ان سے سلوک کے واقعات ہیں ان میں سے چند ایک پیش کرتا ہوں۔

گھانا کے ایک دوست فَرِمْ پونگ (Frimpong) صاحب کہتے ہیں کہ چند سال پہلے میں نے اپنی تعلیم کے حوالے سے پانچ ہزار پاؤنڈ فیس ادا کرنی تھی۔ اُس وقت میں کام بھی کر رہا تھا لیکن میری تنخواہ اتنی نہیں تھی۔ اگر میں بارہ مہینوں کی تنخواہ بھی جمع کر لیتا تو اتنی رقم نہیں بنتی تھی۔ بہرحال مجھے بنک سے تین ہزار پاؤنڈ کا قرض مل گیا اور میری تنخواہ کا چالیس فیصد ہر ماہ قرض کی ادائیگی میں چلا جاتا لیکن پھر بھی میں چندہ بھی پوری تنخواہ پر ادا کرتا تھا۔ یہ پرواہ نہیں کی کہ چالیس فیصد چلا جاتا ہے۔

کہتے ہیں ایک دن میں کُماسی مشن ہاؤس گیا۔ کماسی گھانا کا ایک شہر ہے، تو سرکٹ مشنری نے میرے وقف جدید کے وعدے کے حوالے سے یاددہانی کروائی۔ اس وقت میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو میرے وعدے کے مطابق رقم موجود تھی لیکن میں نے سوچا کہ اگر یہ رقم چندے میں ادا کر دی تو میرے پاس جاب پر جانے کے لئے باقی دنوں میں کرائے کے پیسے بھی نہیں بچیں گے۔ کہتے ہیں بہرحال میں نے وہ رقم اُسی وقت چندے میں ادا کر دی۔ میں مشن ہاؤس سے گھر واپس جا رہا تھا تو فون پر میسج آیا کہ میرے بنک اکاؤنٹ میں کچھ رقم منتقل ہوئی ہے جو اس سے پانچ گنا زیادہ تھی جو میں نے چندے میں ادا کی تھی۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑھا کر لوٹاتا ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے سوچا کہ شاید بنک کی طرف سے غلطی سے یہ رقم آگئی ہو جو وہ بعد میں واپس لے لیں گے کیونکہ تنخواہ تو پہلے ہی میرے اکاؤنٹ میں آچکی تھی لیکن اگلے روز جب میں کام پر گیا تو پتہ چلا کہ گورنمنٹ کی طرف سے یہ رقم ملی تھی جو گزشتہ مہینوں کے بقایاجات تھے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوف کے باوجود چندے کی رقم ادا کرنے کی ہمت عطا فرمائی۔ اس دن کے بعد پھر ہمیشہ میں اپنے وعدہ جات اور چندہ کی ادائیگی کی طرف بڑی توجہ دیتا ہوں۔ یہ افریقہ کے ہیں۔ دور دراز ملک میں رہنے والے ہیں۔

بورکینا فاسو افریقہ کا ایک اور ملک ہے جو فرنچ بولنے والوں کا ملک ہے۔ وہاں کے بوبو جلاسو (Bobo-Dioulasso) کے مبلغ لکھتے ہیں ۔ یہ وہاں کے شہر کا نام ہے کہ ایک نَو مبائع خادم زودی (zodi) صاحب کچھ عرصہ سے ذہنی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور نیند کی گولیاں استعمال کرتے تھے۔ ڈیپریشن ہوا اور وہ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ ایک دن ہمارے ہاں مشن ہاؤس آئے اور کہنے لگے کہ ان کا چندہ وقف جدید اور تحریک جدید کتنا ہے وہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے مشنری نے بتایا کہ یہ چندہ آپ حسب توفیق جتنا بھی ادا کرنا چاہیں ادا کر دیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ معیاری چندہ کتنا ہے؟ مشنری نے ان کو بتایا۔ انہوں نے خوشی خوشی چندہ ادا کیا اور چلے گئے۔

کچھ دن کے بعد پھر مشن ہاؤس آئے اور کہنے لگے کہ میں بیمار تھا اور چندے کی برکت سے اب میری حالت بہت بہتر ہے۔ میں نے نیند کی گولیاں کھانی بھی چھوڑ دی ہیں اور دلی سکون محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ چندہ دیا، عبادت کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے پھر فضل فرمایا جبکہ اس سے پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ خودکشی کرنے کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

یوکے کے ہی ایک دوست ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے مجھے فون پر چندہ تحریک جدید ادا کرنے کی یاددہانی کرائی گئی اور بتایا گیا کہ گزشتہ سال مَیں نے اتنی رقم ادا کی تھی۔ اس پر میں نے گزشتہ سال سے کچھ بڑھا کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس وقت میرے پاس پیسے بالکل نہیں تھے۔ مَیں نے دعا کرنی شروع کی کہ اللہ تعالیٰ کہیں سے خود ہی انتظام فرما دے۔ چنانچہ کہتے ہیں دو ہفتے کے بعد ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے مجھے خط موصول ہوا۔ میں نے دوران سال ٹیکس زیادہ دیا ہوا تھا اور وہ یہ رقم واپس کر رہے تھے۔ میں خود اکاؤنٹنٹ ہوں اور مجھے اپنے ٹیکس وغیرہ کے حساب کا اچھی طرح علم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر رقم کا یہ انتظام کر دیا کیونکہ میرے حساب سے تو پورا ٹیکس دیا گیا تھا۔

کہتے ہیں اس کے چند مہینے بعد صدر صاحب نے دوبارہ فون کیا، چندہ وقف جدید کے حوالے سے یاددہانی کروائی اور بتایا کہ گزشتہ سال میں نے اتنا چندہ ادا کیا تھا۔ اس پر میں نے گزشتہ سال کی نسبت کچھ بڑھا کر وعدہ لکھوا دیا۔ اتفاق سے اس وقت بھی میرے پاس پیسے نہیں تھے۔

پھر میں سوچنے لگا کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے ٹیکس ریٹرن (tax return) کی رقم بھجوا دی تھی اب بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ پھر کہتے ہیں میں دعا میں لگ گیا۔ ایک ہفتہ بعد ہی میں اپنے کاغذات دیکھ رہا تھا تو مجھے ایک بِل نظر آیا جس کے ساتھ کچھ آفر (offer) بھی تھی۔ میں نے کمپنی والوں کو فون کیا تو اس آفر کے مطابق مجھے پری پیڈ (pre-paid) کارڈ بنوا کر بھجوا دیا گیا اور اُس میں اُس سے زیادہ رقم موجود تھی جو میں نے چندے میں ادا کرنی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے وقف جدید کے چندے کا انتظام کر دیا۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف افریقہ میں نظارے دکھاتا ہے، بلکہ ہر جگہ جو نیک نیتی سے چندہ ادا کرنا چاہیں وہ ان کو ایسے نظارے دکھاتا ہے۔

بورکینا فاسو سے بشارت علی صاحب مبلغ ہیں، کہتے ہیں کہ بورومو (Boromo) ریجن کے ایک نومبائع احمدی کونے آدم (Kone Adama) صاحب کو گزشتہ سال وقف جدید کی تحریک کی گئی۔ اس پر انہوں نے جو ہر سال گاؤں کے مولوی کو دیتے تھے وہ چندے میں دے دیا۔ مسلمان تھے۔ بیعت کر لی تو انہوں نے کہا میں مولویوں کو دیتا تھا وہ چندے میں دے دیا۔ اُن کے والد کو اس کا علم ہوا تو بڑے ناراض ہوئے اور زمین کا ایک حصہ ان کو دے کر ان کو الگ کر دیا۔ کہتے ہیں اس سال انہوں نے اپنی فصل لگائی۔

اللہ کے فضل سے بہت اچھی فصل ہوئی اور بعض جگہ زیادہ بارشیں ہونے کی وجہ سے فصلیں خراب ہوئی تھیں لیکن ان کی جو پانی والی جگہ کی فصل تھی وہ بھی خراب نہیں ہوئی جبکہ ان کے والد اور باقی رشتہ داروں کی فصلیں زیادہ بارش کی وجہ سے خراب ہو گئیں۔ انہوں نے اپنے والد کی فصل دوبارہ لگانے میں ان کی مدد بھی کی اور اپنی اچھی فصل سے بھی اُن کو حصہ دیا۔ یہ مسلمان تھے اور مسلمانوں سے احمدی ہوئے تھے تو اس پر ان کے والد نے کہا کہ یقیناً تمہاری جماعت کو چندہ دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل کیا ہے۔ والد نے اس بات کو تسلیم کیا اور یہ بھی کہا کہ تمہاری جماعت سچی ہے تم اس پر قائم رہنا۔ میری مجبوری ہے کہ میں مولوی کو

چھوڑ نہیں سکتا۔ بعض پرانی رسمیں روایتیں ہیں جنہوں نے ان لوگوں کو باندھا ہوا ہے۔ اور اِس سال بھی انہوں نے اپنا چندہ دوگنا ادا کیا ہے۔

گیمبیا (Gambia) کیانگ (Kiang) ڈسٹرکٹ کے ایک گاؤں میں جماعت کے مخالفین نے ممبران کو احمدیت سے ہٹانے کی کوشش کی اور دعویٰ کیا کہ وہ سب احمدیوں کو احمدیت سے ہٹا دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس پر ہمارے ایک احمدی ممبر جالو نے معلم صاحب کو بتایا کہ مخالفین کی یہ کوشش ایک کھاد کا کام کر رہی تھی کیونکہ اس مخالفت سے پہلے مَیں فعال احمدی نہیں تھا لیکن اب نہ صرف چندہ وقف جدید اور تحریکات کا ادا کر رہا ہوں بلکہ وصیت کی بابرکت سکیم میں بھی مَیں شامل ہو گیا ہوں۔ تو مخالفین تو جماعت کو مٹانا چاہتے تھے لیکن اس مخالفت نے کچھ احمدیوں کو ایمان میں پہلے سے کئی گنا بڑھا دیا۔

گنی کناکری ایک ملک ہے وہاں کے ایک دوست اکوبی (Akobi) صاحب کہتے ہیں کہ مشنری انچارج نے جب وقف جدید کے حوالے سے گزشتہ سال کا میرا خطبہ جمعہ، جس میں چند مالی قربانیوں کے واقعات بیان کئے تھے وہ سنایا۔ تو کہتے ہیں میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ اگلے دن اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مَیں سیرالیون جا رہا تھا۔ میرے پاس سفر کے لئے صرف تین سو ڈالر تھے اور مجھے پیسوں کی کافی ضرورت تھی لیکن اس کے باوجود میں نے تین سو ڈالر میں سے ایک سو ڈالر علیحدہ کر کے لفافے میں ڈال دیا کہ یہ مَیں وقف جدید میں ادا کر دوں گا۔ اس کے بعد میں دوسرے کاموں میں لگ گیا اور لفافہ بھجوانا بھول گیا۔ کہتے ہیں ابھی اس بات کو دو گھنٹے ہی گزرے تھے کہ ایک شخص میرے دفتر میں داخل ہوا اور مجھے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ آپ کے فلاں دوست نے بھجوایا ہے۔ جب میں نے لفافہ کھول کر دیکھا تو اس میں تین سو ڈالرز تھے اور لکھا ہوا تھا کہ تم سفر پر جا رہے ہو یہ تمہارے سفر خرچ کے لئے بھجوا رہا ہوں۔ اس پر مجھے فوراً یاد آیا کہ میں نے تو ابھی وہ رقم بھجوائی بھی نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کئی گنا بڑھا کر مجھے لوٹا دی اور پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد سے میرا دل بھر گیا کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایمان بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا ناں کہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، اِس بات کی ان کو سمجھ آ رہی ہے۔

بینن کی ریجن بوھیکوں (Bohicon) کے مبلغ لکھتے ہیں کہ بوھیکوں (Bohicon) ریجن کی ایک جماعت ابومے (Abomey) کے صدر اہونگان جیکس (Ahouangan Jacques) صاحب کہتے ہیں کہ ان کے ذمہ ایک بڑی رقم قرض کی تھی جو ادا نہیں ہو رہی تھی۔ اسی دوران ان کے حلقے کے معلم نے چندہ وقف جدید کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ سال ختم ہو رہا ہے اور جس جس نے ابھی تک اپنی ادائیگی مکمل نہیں کی وہ جلد جلد مکمل کریں۔ صدر صاحب کہتے ہیں کہ میرے پاس اس وقت زیادہ پیسے نہ تھے لیکن قرض کے علاوہ یہ فکر بھی لگ گئی کہ وقف جدید کا چندہ بھی دینا ہے۔ چنانچہ اسی وقت میری جیب میں جو پانچ سو فرانک تھے وہ اس چندے میں دے دئے اور گھر چلا گیا۔ دعا کرتا رہا کہ قرض ہے وہ کیسے ادا ہو گا۔ کہتے ہیں کہ اگلے ہی

دن مجھے ایک کام ملا جو کہ چند دن کا تھا اور اس کی اجرت جو مقرر کی گئی وہ میرے قرض کی رقم سے کچھ زیادہ تھی اس لئے میں نے کام کی حامی بھر لی اور چند دن میں وہ کام ختم ہو گیا۔ سارا قرض بھی ادا ہو گیا اور گھر کے راشن کا بھی بندوبست ہو گیا۔ کہنے لگے کہ اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ چندے کی برکت ہے۔ یہ لوگ ان باتوں کو اتفاق نہیں سمجھتے بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے انتظام کر رہا ہے۔

مالی کے ریجن سکاسو (Sikasso) کے مبلغ کہتے ہیں کہ ایک نومبائع ابو بکر نے بتایا کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد چندہ جات کی عجیب برکتوں کو میں نے محسوس کیا ہے۔ میرا ایک بیٹا ہر سال بارشوں کے موسم میں شدید بیمار ہو جاتا تھا جس کے علاج پر بھاری رقم خرچ ہوتی تھی اور پریشانی اور کام سے چھٹیاں علیحدہ لینی پڑتی تھیں۔ لیکن جب سے میں نے چندے کی ادائیگی شروع کی ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ لڑکا بیمار نہیں ہوا اور اس بات میں مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

آئیوری کوسٹ کے ریجن سان پیدرو (San-Pédro) کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک گاؤں کاں ایلیفاں (Kamp Elephant) میں چند افراد کو قبول احمدیت کی توفیق ملی تھی۔ دوران سال نومبر 2018ء میں اس جماعت کا دورہ کیا۔ وہاں رات قیام کیا۔ رات دیر تک تبلیغ جاری رہی اور غیر احمدی احباب کی بھی ایک بڑی تعداد نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ اس کے بعد ایک احمدی دوست کے گھر میں ہی نماز فجر ادا کی گئی جس میں احمدی احباب نے شرکت کی اور ان چند احمدی احباب کو درس کے بعد بتایا گیا کہ اگلا مہینہ وقف جدید کے چندے کے حوالے سے آخری مہینہ ہے اور اس میں تمام احمدی افراد کوشش کر کے شامل ہوں۔

چنانچہ درس کے بعد لوگ گھروں میں چلے گئے۔ کہتے ہیں میں سوچ رہا تھا کہ غریب سی جگہ ہے۔ گاؤں ہے۔ زیادہ نہ سہی تو پانچ ہزار فرانک سیفا چندہ ان کی طرف سے آجائے گا اور ان لوگوں کے حساب سے یہ کافی ہو گا لیکن کہتے ہیں جب واپس آنے لگا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ایک دوست میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم معذرت چاہتے ہیں کہ فی الحال ابھی فصل تیار نہیں ہے اور حالات ابھی تنگ ہیں اس لئے صرف سترہ ہزار فرانک سیفہ کی رقم پیش کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارے کاروبار میں، فصلوں میں برکت دے تا کہ ہم زیادہ چندہ ادا کر سکیں۔

انڈیا سے ایک انسپکٹر اقبال صاحب لکھتے ہیں کہ کامور ریڈی جماعت میں وقف جدید کے حوالے سے تحریک کی گئی۔ ایک نوجوان نے اسی وقت اپنے مکمل چندے کی ادائیگی کر دی۔ بعد ازاں اسی دن انہیں ایک کافی موٹی رقم ملنے کی اطلاع ملی جس کا وہ آٹھ سال سے زائد عرصے سے انتظار کر رہے تھے۔ بلکہ اتنا وقت گزر گیا تھا کہ انہوں نے اس رقم کے ملنے کی امید ہی چھوڑ دی تھی۔ نہ صرف انہیں یہ رقم ملی بلکہ ان کی عارضی ملازمت بھی مستقل ہو گئی۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے معجزہ ہوا ہے اور اب وہ کہتے ہیں میں ہر سال اپنی پندرہ روزہ آمدنی وقف جدید کے چندے میں دیا کروں گا۔

رومانیہ جو مشرقی یورپ میں ہے وہاں کے مبلغ فہیم صاحب لکھتے ہیں: یہاں ایک مقامی احمدی رومانین ہیں۔ وہاں ٹیلرنگ کا کام کرتے ہیں۔ چندے کی ادائیگی میں بڑے باقاعدہ ہیں اور بہت بشاشت اور اخلاص سے چندہ دیتے ہیں۔ انہیں چندے کی یاددہانی کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ہمیشہ خود وقت پر ادا کر دیتے ہیں۔ پھر چندے کی ادائیگی میں بہت سلیقہ برتتے ہیں۔ ہمیشہ سادہ لفافے میں یا کسی سفید کاغذ میں رکھ کے چندہ پیش کرتے ہیں اور لفافے پر مالی قربانی کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک خط لکھا تھا، اسی خط کا حوالہ وہ مربی صاحب دیتے ہیں کہ اپنے مشاہدے کا ذکر کیا انہوں نے اس خط میں کہ اللہ کے فضل سے میں چندہ دیتا ہوں۔ جب سے میں نے چندہ دینا شروع کیا ہے یہ بات میرے مشاہدے میں ہے کہ خدا کی رضا کے لئے چندہ دینے کے ساتھ میرے گاہکوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ آمدنی میں خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے۔ ایک طرف میں اپنی جیب سے خدا کے رستے میں نکالتا ہوں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ میرے جیب میں وہی رقم بڑھا کر واپس لے آتا ہے کیونکہ چندے کے بعد میرے پاس کام کروانے کے لئے زیادہ گاہک آجاتے ہیں۔ پس یہ ہیں لوگ کہ ان کو اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں ،یورپین ملکوں میں رہتے ہوئے بھی، دنیاداری میں زندگی گزارنے کے باوجود جب احمدیت کی طرف لے کر آیا تو ان کو اپنے فضلوں سے نواز کر ان کے ایمان میں پختگی عطا فرما رہا ہے۔

انڈیا سے انسپکٹر سلیم صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت جَے پور میں ایک احمدی دوست جو کہ ایک پرائیویٹ سکول میں ٹیچر تھے گزشتہ سال انہیں چندہ وقف جدید کی تحریک کی گئی۔ ان سے درخواست کی گئی کہ آپ کا وعدہ تو آپ کی آمد سے پانچ ہزار ہونا چاہئے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میں تو ایک عام سے پرائیویٹ سکول کا ٹیچر ہوں اتنی رقم کہاں سے ادا کروں گا؟ بہرحال انہیں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ توفیق بھی دے گا۔ اس سال جب دوبارہ ان سے ملنے کے لئے گئے تو وہ اسی سکول میں پرنسپل کی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ چندے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت عطا کی ہے کہ میں نے یہ سکول خرید لیا ہے اور اس پر پھر ان کو تحریک کی گئی کہ اس سال پھر آپ کو اپنا وعدہ بڑھانا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید سکول خریدنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہنے لگے کہ ایک اَور سکول بھی خریدنے کی بات ہو رہی ہے اور مالک کا ابھی فون آیا کہ آپ آکر چابی لے جائیں اور انسپکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اب ان کے پاس چار سکول ہیں۔ پہلے ان کے مکان کی چھت ٹین کی ہوتی تھی۔ چھوٹا سا شیلٹر (shelter) سا مکان تھا۔ اب اللہ کے فضل سے ان کا تین منزلہ مکان بن گیا ہے جس میں سے ایک منزل انہوں نے نماز جمعہ کے لئے رکھی ہوئی ہے۔ یہ فضل جو ہے یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے ہے۔ اس کی وجہ سے ان کے ایمان میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

امیر صاحب لائبیریا کہتے ہیں کہ دسمبر میں ہماری تبلیغی ٹیم ایک گاؤں سوکر ٹاؤن (Sookar Town) پہنچی۔ یہ گاؤں منرووِیا (Monrovia) شہر سے فاصلے کے لحاظ سے زیادہ دور نہیں ہے لیکن موجودہ دَور کی سہولیات سے بالکل محروم ہے۔ راستہ بھی دشوار گزار ہے اور وہاں پہنچنے کے لئے تین منکی برجز (monkey bridges) یعنی رسیوں اور لکڑی سے بنائے گئے عارضی پل ہیں ان میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ نمازوں

کے بعد تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا۔ جماعت احمدیہ کی غرض وغایت بتائی۔ اس پر اس گاؤں کے ایک معمر بزرگ عثمان کمارا اٹھے اور اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے چند دن پہلے دیکھا تھا کہ آسمان گر گیا ہے اور ہر طرف کہرام مچا ہوا ہے۔ اسی اثنا میں سڑک پر ایک گاڑی رکتی ہے جس میں سفید لوگ بیٹھے ہیں جو ہمیں آواز دیتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہیں سلامتی دیں گے۔ اس پر یہ خواب ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کیسا خواب ہے؟ اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ آپ لوگوں کے آنے سے مجھے سمجھ آگئی کہ خواب کا مطلب کیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں کافی عمر کا ہو گیا ہوں۔ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ غیر افریقنوں کو، سفید لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہاں پر موجود سب لوگوں نے جماعت میں شمولیت کا فیصلہ کیا، بیعت کر لی اور وقف جدید کے سال کا بھی آخر ہی تھا۔ اُن کو بتایا گیا کہ چندوں کی طرف توجہ کریں۔ اس بیعت کے بعد جب انہیں چندے کی تحریک کی گئی تو انہوں نے چندہ بھی دیا اور ان میں ایمان اور اخلاص میں اضافہ ہو رہا ہے۔

صدر لجنہ کینیڈا کہتی ہیں کہ ایک مجلس کے دورے کے دوران ایک خاتون نے بتایا کہ ان کی بارہ سال کی بچی کو سکول کی طرف سے اسّی ڈالر کا انعام ملا۔ اس سے وہ اپنی مرضی کا کچھ خریدنا چاہتی تھی لیکن سیکرٹری وقف جدید کی تحریک پر اس نے انعام کی یہ ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اس طرح نوازا کہ اگلے دن عبد السلام سائنس فیئر میں اس کی پہلی پوزیشن آئی اور اسے تین سو ڈالر کا انعام مل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بچی کے ایمان اور اعتقاد کو پختگی عطا فرمائی۔

آجکل ایک نئی گیم فورٹ نائٹ (Fortnite) شروع ہوئی ہوئی ہے بعض بچے اس میں اپنی رقمیں ضائع کرتے ہیں۔ والدین کو بھی چاہئے اس سے ان کو روکیں اور تنظیموں کو، خاص طور پہ خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ کو بھی چاہئے کیونکہ ایک کے بعد اگلے سٹیپ (step) پہ جانے کے لئے پھر کارڈ لیتے ہیں، پھر پیسے خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ پچھلے دنوں میں ایک آرٹیکل تھا، ایک تحقیق تھی کہ بعض ایسے گروہ، گروپ بن گئے ہیں جو بچوں کے ساتھ رابطہ کرتے ہیں، ورغلاتے ہیں اور کارڈ لے کر دینے کے بہانے پھر ان کے والدین کے بنک اکاؤنٹ نمبر بھی لے رہے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد والدین کو پتہ لگتا ہے کہ ان کے بنک اکاؤنٹ میں رقمیں نہیں ہیں۔ اس گیم کی وجہ سے بچوں میں جو نشہ کی طرح کی عادت پڑھ رہی ہے اس سے نہ صرف ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے اور غلط قسم کی سوچیں پیدا ہو رہی ہیں بلکہ بعض والدین کو نقصان بھی ہوا ہے۔ اس چیز سے بچنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، یہ احساس بچوں میں خاص طور پر وقف جدید کے لئے تو پیدا کرنا چاہئے۔

انڈیا کے کرناٹک صوبہ کے ایک انسپکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک ریفریشر کورس منعقد ہوا جس میں کہتے ہیں کہ خاکسار نائب ناظم مال اور وقف جدید کے ساتھ شامل ہوا۔ وہاں پر نائب ناظم مال نے وہاں کے لوکل معلم کے گھر میں اس بات کا ذکر کیا کہ دوران سال کیرالہ میں شدید بارشیں ہوئی ہیں اور کافی نقصان ہوا ہے اس

لئے وقف جدید کی وصولی میں دقّت کا سامنا ہے اور اس کے بعد نائب ناظم مال نے معلم صاحب کے گھر سے جاتے ہوئے ان کے بچوں کو تحفۃً سو سو روپے دے دئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کہتے ہیں مَیں دوبارہ اس جماعت میں دورے پر گیا تو معلم صاحب کے بچوں نے وہی سَو سَو روپے جو ان کو بطور تحفہ ملا تھا چندہ وقف جدید میں ادا کر دئے اور کہنے لگے کہ کیرالہ کے حالات چونکہ اس وقت سیلاب کی وجہ سے خراب ہیں اس لئے ہماری طرف سے یہ چندے کے طور پر قبول کر لیں۔ باوجود چھوٹی عمر کے ان کے دل میں چندے کی اہمیت زیادہ تھی۔

یو۔کے کی جماعت سے ہی ایک خاتون لجنہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے 2010ء میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ بیعت کی وجہ سے گھر سے بھی نکال دیا گیا۔ اس وقت میرے پاس کوئی جاب (job) بھی نہیں تھا۔ مجھے بڑی شرمندگی ہوتی تھی کہ میں چندہ نہیں ادا کر سکتی۔ حالانکہ پہلے سال نومبائعین کے لئے چندہ جات دینا لازمی بھی نہیں ہے لیکن کہتی ہیں مجھے بہرحال فکر تھی۔ کہتی ہیں مَیں نے وعدہ کیا کہ جب مجھے جاب ملے گا تو میں نے جس دن سے بیعت کی ہے اسی وقت کے حساب سے چندہ ادا کروں گی۔ چند مہینے کے بعد مجھے جاب مل گیا۔ میں نے چندہ جات ادا کرنے شروع کر دئے۔ چندے کی برکات سے اللہ کے فضل سے ایک سال میں تین مرتبہ میری تنخواہ میں اضافہ ہوا۔ پھر کچھ عرصہ بعد پہلے والدین جنہوں نے مجھ سے رابطہ منقطع کیا تھا اُن سے رابطہ بھی بحال ہو گیا۔ تعلق قائم ہو گیا اور والدین کے ساتھ اچھے تعلقات بھی ہو گئے ہیں، شادی بھی ہو گئی ہے اور کہتی ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر چیز بھی میسر ہے۔

لائبیریا سے کیپ ماؤنٹ (Cape Mount) کاؤنٹی کے لوکل معلم کہتے ہیں کہ نگبینا (Ngbina) جماعت میں چندہ وقف جدید کے حوالے سے تحریک کی گئی۔ چند روز بعد ایک مخلص احمدی خاتون موسو کمارا (Musu Kamara) صاحبہ نے بتایا کہ جب آپ نے مالی قربانی کی برکات بیان کرتے ہوئے وقف جدید کے چندے کا ذکر کیا تو باقی لوگ اپنے چندے دے رہے تھے لیکن میرے پاس کچھ نہیں تھا اس لئے تحریک میں شامل نہ ہو سکی۔ کہتی ہیں کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ لوگ پھر آئے ہیں اور میں نے ایک سو لائبیرین ڈالر چندہ دیا لیکن صبح اٹھ کر حیران تھی کہ پیسے تو میرے پاس ہے نہیں۔

چندہ کیسے ادا ہو گیا لیکن خدا کا فضل ایسا ہوا کہ ابھی کچھ دیر پہلے ایک شخص آیا اور مجھے پانچ سو لائبیرین ڈالر دئے اور بتایا کہ یہ میرے بیٹے نے مجھے بھیجے ہیں۔ یعنی اس خاتون کے بیٹے نے۔ لہٰذا اپنی خواب کو پورا کرتے ہوئے سو لائبیرین ڈالر چندہ ادا کرنے آئی ہوں۔

بہت سے اور ایسے واقعات ہیں کہ عورتیں بعض دفعہ چندہ دینے میں بلکہ اکثر مردوں کی اصلاح کرتی ہیں ان کو چندوں کی طرف توجہ دلاتی ہیں اور اس اہمیت کو مردوں سے زیادہ سمجھتی ہیں۔

گنی کناکری کے ابوبکر صاحب لکھتے ہیں جو ایک جماعت کے صدر ہیں، زراعت کے شعبہ سے منسلک ہیں کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد مجھے اکثر جماعت کے مبلغین اور معلمین چندے کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے تھے لیکن میں تھوڑی بہت رقم ادا کر دیا کرتا جبکہ میری اہلیہ اس معاملے میں بڑی پابند تھی اور ہمیشہ

اہتمام سے چندہ ادا کرتی تھی اور مجھے بھی چندے کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتی تھی۔ اس پر میں اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ جب بہت زیادہ پیسے ہوں گے تو پھر چندہ دے دیا کروں گا۔ اِس پر وہ کہتی کہ زیادہ پیسے تب ہی ہوں گے جب اللہ تعالیٰ کا حق پورا کریں گے۔ اس طرح میری اہلیہ نے زبردستی مجھ سے چندہ ادا کروانا شروع کر دیا۔ جب میں نے پوری شرح کے ساتھ چندہ ادا کرنا شروع کیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بارش کی طرح نازل ہوتے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے اور زراعت کے شعبہ میں ڈگریاں لینے والوں کی فصلوں کو وہ پھل نہیں لگا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز اور ناسمجھ کو عطا کرنا شروع کیا۔ اب میں زمینوں سے فصل تب ہی گھر لاتا ہوں جب ان کا پورا حساب کر کے لوکل مشنری کو چندہ دے کر اس سے رسید کٹوا لیتا ہوں۔

آئیوری کوسٹ کے ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک دوست زابلو صاحب کو خواب کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی تھی۔ بیعت کے بعد باقاعدہ خطبات سنتے ہیں اور ایک پرجوش داعی الی اللہ ہیں۔ ذاتی رقم خرچ کر کے جماعتی لٹریچر خرید کر غیر احمدی احباب کو دیتے ہیں۔ زابلو صاحب ایک ہوٹل میں کام کرتے تھے اور اچھی پوسٹ پر تھے لیکن اب ان کے پاس نوکری نہیں ہے اور ان کی اہلیہ ہی گھر کے خرچ برداشت کرنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ کہتے ہیں کچھ دن پہلے انہوں نے فون پر کہا کہ میں تیس ہزار فرانک سیفا (CFA Frank) بطور چندہ وقف جدید بھیج رہا ہوں۔ اس پر میں نے انہیں کہا کیونکہ میں ان کے حالات سے واقف تھا، کہ آپ کے حالات اچھے نہیں تو بیشک کم ادا کریں۔ یہ رقم زیادہ ہے آپ کے لئے اور جلسہ سالانہ بھی آرہا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا تھا کہ بیس ہزار فرانک چندہ دیتے ہیں لیکن میری اہلیہ کا اصرار ہے کہ ہم نے تیس ہزار فرانک سیفا ہی دینا ہے اور اللہ کے فضل سے پھر وہ جلسہ میں بھی شامل ہوئے۔ تو اس طرح بہت سی جگہ عورتیں ہیں جو مردوں سے بھی قربانیاں کرواتی ہیں۔

آسٹریلیا کی ایک جماعت کے صدر بیان کرتے ہیں کہ ایک مخلص دوست اپنا چندہ وقف جدید ادا کر چکے تھے۔ 20/ دسمبر کو عاملہ ممبران کو ایک دفعہ پھر خصوصی تحریک کے ذریعہ بقایا ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ان سے رابطہ کیا گیا تو پھر انہوں نے ایک بہت خطیر رقم ادا کر دی۔ اگلے روز شام کو کہتے ہیں ان کا فون آیا اور بڑے جذباتی انداز سے کہنے لگے کہ خاکسار نے چندہ وقف جدید کی جو ادائیگی کی تھی وہ ایک ہی دن میں اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ کہنے لگے کہ مَیں تین سال سے ایک فوڈ ٹیک اوے چلا رہا ہوں اور پچھلے تین سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں آیا کہ اس قدر کسٹمر آئے ہوں، گاہک آئے ہوں جتنے اس دفعہ چندہ ادا کرنے کے بعد آئے۔

اسی طرح انڈونیشیا کا ایک واقعہ ہے۔ ایمان پر قائم رہنے کے یہ ایسے واقعات ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ انڈونیشیا میں ایک نومبائع جنہوں نے 2016ء میں بیعت کی تھی۔ بیعت کے بعد ان کی فیملی اور پڑوسیوں کی طرف سے سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ ایک روز ان کی فیملی کے کئی افراد نے ان کو کافی مارا اور انہوں نے جماعت چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ان کو مبلغ سے ملنے پر پابندی لگا دی۔ اس کے بعد وہ چھپ کر مبلغ سے ملتے تھے۔ ہمارے مبلغ نے انہیں بتایا کہ قربانی تو جماعت میں آنے کے بعد کرنی پڑتی ہے۔ اب آپ خود دیکھ

لیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ میں بہر حال قربانی کروں گا۔ مخالفت چاہے بڑھتی جائے۔ اور چندہ اور مالی قربانی کی اہمیت بھی ان کو بتائی گئی۔ موصوف نے بیعت کے ایک ماہ کے بعد ہی چندہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ مستقل نوکری ہی نہیں تھی۔ اس کے باوجود چھوٹے چھوٹے کاموں سے جو بھی اجرت ملتی اس سے فوراً کچھ رقم چندے کے لئے علیحدہ کر لیتے۔ لوگوں سے چھپ کر رات کے وقت مشن ہاؤس آتے۔ مشن ہاؤس جانے سے پہلے گاؤں کے مختلف چکر لگاتے تا کہ لوگ انہیں مشن ہاؤس جاتا نہ دیکھ لیں اور اس حالت میں بھی موصوف نے باقاعدگی سے مشن ہاؤس سے رابطہ رکھا اور چندہ ادا کرنے کے لئے آتے رہے۔

ایک اور واقعہ ہے۔ جو احمدی نہیں ان کو بھی بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس طرح تحریک ہوتی ہے۔ مالی کی جماعت کے مبلغ لکھتے ہیں کہ وقف جدید کے حوالے سے ریڈیو "احمدیہ کینٹا" پر میرا خطبہ چل رہا تھا۔ گزشتہ سال کے خطبہ کی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ اسی دوران وہاں شہر سے 45 کلومیٹر دور ایک گاؤں کے چیف نے فون کر کے ہمیں اپنے گاؤں میں تبلیغ کرنے کی دعوت دی۔ جب ہم تبلیغ کے لئے وہاں گئے تو چیف نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ جب خلیفۂ وقت وقفِ جدید کے حوالے سے مختلف ممالک کے ایمان افروز واقعات بتا رہے تھے تو انہیں سن کر، ہم گاؤں والوں پر ان کا عجیب حیرت انگیز اثر ہوا اور ہمیں افسوس ہوا کہ کیوں اب تک ہم اس پاکیزہ تحریک میں حصہ نہیں لے سکے تو اس لئے مَیں نے آپ کو فون کر کے بلایا ہے۔ وہاں احمدیوں کے ٹی وی لگے ہوئے ہیں جس پر وہ خطبہ دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے نہ کہ ریڈیو پہ۔ تب تبلیغ کا پروگرام بھی کیا گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی دن پچاسی افراد نے احمدیت قبول کی۔ گاؤں والوں نے اُسی وقت ایک بوری ملکئ اور ہزار فرانک وقف جدید کی بابرکت تحریک میں پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ بھی عجیب عجیب طریقے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو نہ صرف لوگوں تک پہنچا رہا ہے بلکہ مددگار بھی پیدا فرما رہا ہے۔

بینن کے لوکوسا (Lokossa) ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ لوکوسا کی ایک جماعت میں چندہ وقف جدید کی تحریک کی گئی۔ کچھ روز بعد ہمارا ریجنل جلسہ بھی تھا اس میں شامل ہونے کے لئے بھی تحریک کی گئی۔ کہتے ہیں اس وقت صدر جماعت غفار صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ انہوں نے کچھ رقم جلسہ میں شامل ہونے کی غرض سے جمع کر رکھی ہے لیکن چندہ بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کیا کرنا چاہئے؟ کہتے ہیں میں نے اس پہ کہا کہ جلسہ میں شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ چندہ بعد میں ادا کر دیں۔ کہتے ہیں چند روز کے بعد جب وہ جلسہ میں مجھے ملے تو کچھ رقم مجھے دے دی اور کہنے لگے یہ میرا چندہ لے لیں تو کہتے ہیں میں نے سیکرٹری مال کو کہا کہ ان کو رسید کاٹ کر دے دیں۔ اس پر سیکرٹری مال نے بتایا کہ غفار صاحب نے وہی رقم جو چندے میں ادا کی ہے جو انہوں نے جلسہ میں آنے کے لئے جمع کی تھی اور یہ خود بمع اپنے اہل و عیال کے پندرہ کلومیٹر کا پیدل سفر کر کے جلسہ میں شامل ہوئے ہیں۔

تو یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کو سنتے ہیں اور پھر تزکیہ نفس کے

سامان بھی کرتے ہیں، ہر قربانی کے لئے تیار بھی رہتے ہیں۔ اصل میں یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔ اگر ان اندھوں کو اللہ تعالیٰ عقل دے جو عقل کے اندھے ہیں تو ان کو نظر آجانا چاہئے کہ ان کا جو اخلاص اور وفا ہے اور قربانیاں ہیں کیا یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا واضح ثبوت نہیں؟ عقل پر ان کے پردے نہ پڑے ہوں تو یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے کا ثبوت ہے جو کافی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے آئے، دنیا میں پھیلانے کے لئے آئے اگر ان مسلمانوں کو یہ عقل آجائے اور کاش کہ عقل آجائے اور یہ حقیقت کو سمجھیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ اسلام جلد ہی دنیا پر غالب آسکتا ہے۔ اور مسلمانوں کی وہ جگ ہنسائی جو اسلام کو بدنام کرنے کے لئے ہو رہی اور جس طرح اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے وہ اس سے بالکل الٹ ہم دیکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن بہر حال ہمارا یہ کام ہے کہ اپنی اصلاح کریں، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور زیادہ سے زیادہ تبلیغ کی طرف بھی توجہ دیں۔ قربانیوں کی طرف بھی توجہ دیں اور اسلام کی حقیقت دنیا پر واضح کریں۔

اب میں کچھ کوائف بھی پیش کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا اکسٹھواں سال جو 31 دسمبر 2018ء کو ختم ہوا تھا اس میں افرادِ جماعت احمدیہ کو اکانوے لاکھ چونتیس ہزار پاؤنڈز کی قربانی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ یہ وصولی گزشتہ سال سے دو لاکھ اکہتر ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے۔ پاکستان اپنی پوزیشن جو ہے اُسے برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ جو پوزیشن والے پہلے دس ممالک ہیں ان میں برطانیہ نمبر ایک پہ ہے۔ تحریک جدید میں جرمنی تھا تو امیر صاحب نے کہا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وقف جدید میں ہم اوپر آئیں گے اور یہ کافی فرق سے اوپر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ افراد جماعت کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرمائے اور آئندہ بھی ان کو بڑھنے کی توفیق دے۔ پھر نمبر دو پہ جرمنی ہے۔ پھر امریکہ ہے۔ پھر کینیڈا ہے۔ میں امریکہ کو بھی بتا دیتا ہوں کہ ان کا اور کینیڈا کا بڑا معمولی سا فرق رہ گیا ہے۔ اگر انہوں نے زیادہ کوشش نہ کی تو یہ پہلے نمبر سے تیسرے نمبر پر آئے تھے تو اب شاید اَور پیچھے چلے جائیں۔ پھر کینیڈا چوتھے نمبر پر ہے۔ پھر ہندوستان ہے۔ پھر آسٹریلیا ہے۔ پھر انڈونیشیا ہے۔ پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر گھانا ہے۔ پھر وہاں مڈل ایسٹ کی ایک اور جماعت ہے۔

اور فی کس ادائیگی کے لحاظ سے امریکہ پہلے نمبر پر ہی ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے۔ پھر آسٹریلیا ہے۔

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے گھانا پہلے نمبر پر ہے۔ ماریشس۔ پھر نائیجیریا ہے۔ پھر تنزانیہ۔ پھر برکینا فاسو اور پھر بینن۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال وقف جدید میں سترہ لاکھ بتیس ہزار افراد چندے میں شامل ہوئے اور اس سال شاملین کی تعداد میں جو اضافہ ہے وہ ایک لاکھ تئیس ہزار کا ہے۔ اور تعداد میں اضافے میں جو نمایاں کام کیا ہے اس میں نائیجر، سیرالیون، نائیجیریا، کیمرون، بینن، گیمبیا، کونگو کنساشا، تنزانیہ، لائبیریا اور سینیگال شامل ہیں۔

وقف جدید میں چندہ بالغان اور اطفال علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے یہ خاص طور پر پاکستان میں اور کینیڈا میں بھی شروع ہے۔ اس میں بالغان میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں یہ ہیں۔ پہلے نمبر پر لاہور ہے دوسرے پر ربوہ پھر کراچی اور جو اضلاع ہیں وہ پہلے نمبر پر سیالکوٹ پھر اسلام آباد پھر فیصل آباد پھر راولپنڈی پھر سرگودھا پھر گوجرانوالہ، ملتان، حیدرآباد، میرپور خاص اور ڈیرہ غازی خان۔

دفتر اطفال میں پاکستان کی جو تین بڑی جماعتیں ہیں ان میں اوّل لاہور ہے، دوم کراچی ہے اور سوم ربوہ ہے۔ اور اضلاع کی پوزیشن کے لحاظ سے اسلام آباد۔ پھر سیالکوٹ۔ پھر راولپنڈی۔ پھر سرگودھا۔ پھر گوجرانوالہ۔ پھر حیدرآباد۔ پھر ڈیرہ غازی خان۔ پھر شیخوپورہ۔ پھر عمرکوٹ اور پھر ننکانہ صاحب۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں ووسٹر پارک (Worcester Park) نمبر ایک پہ ہے۔ نمبر دو مسجد فضل (Fazal Mosque)، پھر برمنگھم ساؤتھ (Birmingham South)، پھر جلنگھم (Gilingham)، پھر برمنگھم ویسٹ (Birmingham West)، پھر اسلام آباد (Islamabad)، پھر ہیز (Hayes) پھر بریڈفورڈ نارتھ (Bradford North)، اور نیو مولڈن (New Malden)، اور پھر گلاسگو (Glasgow)۔

ریجن کے لحاظ سے لنڈن بی (London B) ریجن پہلے نمبر پر ہے۔ پھر لنڈن اے (London A) ریجن ہے۔ پھر مڈلینڈز (Midlands) ریجن ہے۔ پھر چوتھے نمبر پر نارتھ ایسٹ (North East) ریجن ہے اور پانچویں پر مڈل سیکس (Middlesex) ریجن ہے۔

دفتر اطفال کی یہاں برطانیہ کی بھی رپورٹ ہے۔ اس کے لحاظ سے بریڈ فورڈ ساؤتھ (Bradford South) نمبر ایک پر ہے۔ سربٹن (Surbiton) نمبر دو۔ پھر گلاسگو (Glasgow)۔ پھر روہیمپٹن ویل (Roehampton Vale)۔ پھر اسلام آباد (Islamabad)۔ پھر روہیمپٹن (Roehampton)۔ پھر مچّم پارک (Mitcham Park)۔ پھر بیٹرسی (Battersea)۔ مولڈن مینَر (Malden Manor) اور Mosque ویسٹ۔

جرمنی کی پانچ لوکل امارتوں میں نمبر ایک پر ہیمبرگ (Hamburg) ہے۔ نمبر دو پر فرینکفرٹ (Frankfurt) ہے۔ پھر ویزبادن (Wiesbaden) ہے۔ پھر مورفلڈن والڈورف (Mörfelden-Walldorf) ہے۔ پھر ڈٹسن باخ (Dietzenbach) ہے۔

وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی پہلی دس جماعتیں۔ سلیکون ویلی (Silicon Valley)، پھر سیاٹل (Seattle)، پھر ڈیٹرائٹ (Detroit)، سلور سپرنگ (Silver Spring)، سینٹرل ورجینیا (Central Virginia)، بوسٹن (Boston)، ڈیلس (Dallas) لورل (Laurel)، جارجیا کیرولائنا (Georgia, Carolina)، یارک (York)۔

اور پھر وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں۔ وان (Vaughan)۔ نمبر دو پہ کیلگری (Calgary)۔

پھر پیس ویلج (Peace Village)۔ پھر برمیمٹن (Brampton)۔ پھر وینکوور (Vancouver)۔

اور جو دس بڑی جماعتیں ہیں۔ ڈرہم (Durham)، ونڈسر (Windsor)، بریڈفورڈ (Bradford)، ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West)، سسکاٹون نارتھ (Saskatoon North)، سسکاٹون ساؤتھ (Saskatoon South)، مونٹریال ویسٹ (Montreal West)، ملٹن ویسٹ (Milton West)، ہملٹن ویسٹ (Hamilton West)، ایبٹس فورڈ (Abbotsford)۔

دفتر اطفال کی پانچ نمایاں پوزیشنیں ہیں ۔ ڈرہم (Durham) نمبر ایک پہ۔ پھر ملٹن ویسٹ (Milton West)۔ پھر بریڈ فورڈ (Bradford)۔ پھر ہملٹن ساؤتھ (Hamilton South) اور سسکاٹون (Saskatoon)۔

وصولی کے لحاظ سے بھارت کے جو صوبہ جات ہیں وہ کیرالہ، جموں وکشمیر، کرناٹکا، تیلنگانا، تامل ناڈو، اڑیشہ، ویسٹ بنگال، پنجاب، دہلی، اُترپردیش۔

اور وصولی کے لحاظ سے جو جماعتیں ہیں : حیدرآباد نمبر ایک پہ۔ قادیان نمبر دو۔ پاٹھا پریام (Pathapiriyam)۔ کالیکٹ۔ کولکتہ۔ کالیکٹ نمبر چار پہ ہے اور کولکتہ، بنگلور، چینائی، کارولائی، رِشی نگر اور دہلی۔

آسٹریلیا کی وصولی کے لحاظ سے دس جماعتیں ہیں کاسل ہل (Castle Hill)، ملبرن لانگوارن (Melbourne Long Varren)، پینرِتھ (Penrith)، ملبرن بیروِک (Melbourne Berwick)، مارزڈن پارک (Marsden Park)، برزبن (Brisbane)، ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South)، برزبن لوگان (Brisbane Logan)، کینبرا (Canberra) اور پلمپٹن (Plumpton)۔

اطفال میں آسٹریلیا کی جماعتیں ہیں پینرِتھ (Penrith)، ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South)، برزبن لوگان (Brisbane Logan)، ملبرن لانگ وارن (Melbourne Long Varren)، ملبرن بیروِک (Melbourne Berwick)، برزبن ساؤتھ (Brisbane South)، مارزڈن پارک (Marsden Park)، ماؤنٹ ڈروئیٹ (Mount Druitt)، کاسل ہل (Castle Hill)، ملبرن ایسٹ (Melbourne East)۔ کیونکہ یہ نام اردو میں لکھے ہوئے ہیں ہو سکتا ہے بولنے میں غلطی لگ گئی ہو لیکن بہرحال مقامی جماعتوں کو یہ اطلاعیں تو مل چکی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ تمام ممالک کے شاملین کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرمائے اور آئندہ بھی اعلیٰ قربانیاں پیش کرنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25 جنوری 2019ء تا 31 جنوری 2019ء جلد 26 شمارہ 04 صفحہ 05 تا 10)

2

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مؤرخہ 11 / جنوری 2019ء بمطابق 11 / صلح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت خَلَّاد بن عَمرو بن جَمُوح انصاری صحابی تھے اور بدری صحابہ میں شامل تھے۔ آپ اپنے والد حضرت عَمرو بن جَموح اور بھائیوں حضرت مُعاذؓ، حضرت ابو ایمنؓ اور حضرت مُعَوَّذؓ کے ہمراہ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ حضرت ابو ایمن کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کے بھائی نہیں تھے بلکہ آپ کے والد حضرت عَمرو بن جَموح کے آزاد کردہ غلام تھے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 184 خَلَّادُ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

جنگ بدر کے لئے روانہ ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے باہر ایک جگہ سُقْیَا کے پاس قیام کیا۔ حضرت عبد اللہ بن قَتَادَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُقْیَا، مدینہ سے باہر ایک جگہ تھی جہاں کنواں بھی تھا ایک، اس کے قریب نماز ادا کی اور اہل مدینہ کے لئے دعا کی۔ حضرت عَدِیّ بن اَبِی الزَّغْبَاء اور بَسْبَس بن عَمْرو اسی جگہ اس قیام کے دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بعض روایات کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا اس جگہ قیام کرنا اور اصحاب کا جائزہ لینا بہت اچھا ہے اور ہم اسے نیک فال سمجھتے ہیں کیونکہ جب ہمارے یعنی بنو سلمہ اور اہل حُسَیْکَہ کے درمیان معرکہ ہوا تھا تو ہم نے یہیں پڑاؤ ڈالا تھا۔ اسلام سے پہلے کی پرانی بات بیان کر رہے ہیں۔ مدینہ کے نواح میں ذُبَاب نامی ایک پہاڑ ہے حُسَیْکَہ اس پہاڑ کے پاس ہی مقام تھا جہاں بڑی تعداد میں یہود آباد تھے۔ اسی مقام پر کہتے ہیں کہ ہم نے بھی اپنے اصحاب کی حاضری اور جائزہ لیا تھا اور جو لوگ جنگ کی طاقت رکھتے تھے ان کو اجازت دی تھی اور جو ہتھیار اٹھانے کے قابل نہ تھے ان کو واپس بھیج دیا تھا اور پھر ہم نے حُسَیْکَہ کے یہود کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ اس وقت حُسَیْکَہ کے یہود سب یہود پر غالب تھے پس ہم نے انہیں جس طرح چاہا قتل کیا۔ ان کی آپس میں بڑی جنگ ہوئی۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے امید ہے کہ جب ہم لوگ قریش کے مقابل ہوں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ آپؐ کی آنکھوں کو ان سے ٹھنڈک عطا کرے گا یعنی آپؐ کو بھی فتح حاصل ہو گی جس طرح پرانے زمانے میں ہمیں ہو چکی ہے۔

حضرت خَلَّاد بن عمرو کہتے ہیں کہ جب دن چڑھا تو میں خُزْبٰی میں اپنے اہل کے پاس گیا۔ خُزْبٰی اس محلے کا نام ہے جہاں بنوسَلَمہ کے گھر تھے۔ کہتے ہیں میرے والد حضرت عمرو بن جَمُوح نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ تم لوگ جا چکے ہو۔ پہلی روایت جو بیان ہوئی تھی اس میں یہ لکھا تھا کہ والد عَمرو بِن جَمُوح کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے لیکن اس روایت سے اور بعد کی روایتوں سے بھی یہی پتہ لگتا ہے کہ والد شامل نہیں تھے۔ میں نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُقْیَا کے میدان میں لوگوں کا جائزہ اور گنتی کروا رہے ہیں۔ تب حضرت عمروؓ نے کہا کہ کیا ہی نیک فال ہے۔ واللہ! میں امید رکھتا ہوں کہ تم غنیمت حاصل کرو گے اور مشرکین قریش پر کامیابی حاصل کرو گے۔ جس روز ہم نے حُسَیْکَہ کی طرف پیش قدمی کی تھی ہم نے بھی یہیں پڑاؤ ڈالا تھا۔ اس پرانی بات کی یہ بھی تصدیق کر رہے ہیں جو پہلے روایت میں آ گئی ہے کہ یہودیوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تھی۔

حضرت خَلَّاد بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حُسَیْکَہ کا نام بدل کر سُقْیَار کھ دیا۔ میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں اس جگہ کو سُقْیَا کو خرید لوں۔ لیکن مجھ سے پہلے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسے دو اونٹوں کے عوض خرید لیا اور بعض کے مطابق سات اَوْقِیَہ یعنی دو سو اسّی درہم کے عوض خریدا تھا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا رَبِحَ الْبَیْعُ یعنی اس کا سودا بہت ہی نفع مند ہے۔

(کتاب المغازی جلد اوّل صفحہ 37-38 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2013ء) (معجم البلدان جلد 3 صفحہ 258 "سقیا" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (وفاء الوفاء جلد 3 صفحہ 1200 "خربی" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1984ء) (لغات الحدیث جلد اوّل صفحہ 82 "اوقیہ" مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور 2005ء)

حضرت خَلَّاد کے والد حضرت عَمرِو بن جَمُوح بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ خَلَّاد اور آپ کے والد حضرت عَمرِو بن جَمُوح اور حضرت ابوایمن تینوں غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تھے اور ان تینوں نے جام شہادت بھی نوش کیا۔

(مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 226 کتاب معرفة الصحابه باب ذکر مناقب عمرو بن الجموحؓ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت 2002ء)

یعنی خود بھی اور بھائی بھی اور والد بھی یہ تینوں جنگ اُحد میں شامل ہوئے تھے۔ والد ان کے جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ ان کی شامل ہونے کی خواہش تھی لیکن ان کی ٹانگ کی مجبوری کی وجہ سے، ان کی ایک ٹانگ میں لنگڑاہٹ تھی۔ صحیح نہیں تھے، معذور تھے۔ اس لئے ان کو بدر میں ان کے بیٹوں نے شامل ہونے سے روک دیا تھا۔

حضرت خَلَّادؓ کے والد حضرت عمرو بن جموحؓ کے بارے میں آتا ہے کہ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تحریک فرمائی تو عمرو کے پاؤں میں تکلیف کی وجہ سے ان کے بیٹوں نے انہیں جنگ میں شامل ہونے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی معذوروں کو جنگ سے رخصت دی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے بیٹوں نے بھی انہیں روک دیا تھا کہ ہم چار لڑکے لڑنے جا رہے ہیں تو پھر آپ کو کیا ضرورت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو رخصت ہے۔ اور پھر یہ باوجود خواہش کے بیٹوں کے کہنے پر جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جب اُحد کا موقع آیا تو عمرو اپنے بیٹوں کو کہنے لگے کہ تم لوگوں نے مجھے بدر میں بھی شامل نہیں ہونے دیا تھا۔ اُحد کا موقع آیا ہے تو مجھے روک نہیں سکتے۔ میں لازماً جاؤں گا اور اُحد میں شریک ہوں گا۔ بہرحال انہوں نے کہا اب تم مجھے روک نہیں سکتے اور میں

لازماً اس میں شامل ہوں گا۔ پھر اولاد نے ان کو اُن کی معذوری کے حوالے سے روکنا چاہا تو یہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں خود ہی حضور سے اجازت لے لوں گا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے اس دفعہ پھر مجھے جہاد سے روکنا چاہتے ہیں۔ پہلے بدر میں روکا تھا۔ اب اُحد میں بھی جانے نہیں دیتے۔ میں آپؐ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دلی مراد قبول کرے گا اور مجھے شہادت عطا فرمائے گا اور میں اپنے اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرو! بیشک اللہ تعالیٰ کو آپ کی معذوری قبول ہے اور جہاد آپ پہ فرض نہیں ہے لیکن ان کے بیٹوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ان کو نیک کام سے نہ روکو۔ ان کی دلی تمنا اگر ایسی ہے تو پھر اسے پورا کرنے دو شاید اللہ تعالیٰ انہیں شہادت عطا فرما دے۔ چنانچہ حضرت عمرو نے اپنے ہتھیار لئے اور یہ دعا کرتے ہوئے میدان اُحد کی طرف روانہ ہوئے کہ۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً وَلَا تَرُدَّنِی اِلٰی اَھْلِیْ خَائِبًا۔ کہ اے اللہ! مجھے شہادت عطا کرنا اور مجھے اپنے گھر کی طرف ناکام و نامراد واپس لے کر نہ آنا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا کو قبول کیا اور انہوں نے وہاں جام شہادت نوش کیا۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 195-196 خَلَّادْ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت خَلَّادْ کی والدہ حضرت ہند بنتِ عَمرو (اُن کے والد کا نام بھی عمرو تھا اور خاوند کا نام بھی) حضرت جابر بن عبد اللہ کی پھوپھی تھیں۔ غزوۂ اُحد میں حضرت ہند نے اپنے خاوند، اپنے بیٹے اور اپنے بھائی کو شہادت کے بعد اونٹ پر لادا۔ پھر جب ان کے متعلق حکم ہوا تو انہیں واپس اُحد لوٹایا گیا اور وہ وہیں اُحد میں دفن کئے گئے۔

(الاصابۃ فی تمیّیز الصحابۃ جلد 2 صفحہ 287 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

جب پتہ لگا ہے کہ شہید ہو گئے ہیں تو یہ تینوں کو پہلے مدینہ لانے کے لئے لے کر آئی تھیں، لیکن پھر واپس لے گئیں اور اس کی تفصیل بھی آگے بیان ہوئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی مرضی تھی کہ اُحد کے یہ شہداء اُحد میں ہی دفن ہوں۔ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ حضرت عائشہؓ غزوۂ اُحد کے بارہ میں خبر لینے کے لئے مدینہ کی عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں۔ اس وقت تک پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپؓ، (حضرت عائشہ) حرّہ کے مقام تک پہنچیں تو آپ کی ملاقات ہند بنت عمرو سے ہوئی جو کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت ہند اپنی اونٹنی کو ہانک رہی تھیں۔ اس اونٹنی پر آپ کے شوہر حضرت عَمرو بن جَموح، بیٹے حضرت خَلَّادْ بن عمرو اور بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرو کی نعشیں تھیں۔ جب حضرت عائشہؓ نے میدان جنگ کی خبر لینے کی کوشش کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم پیچھے لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئی ہو؟ اس پر حضرت ہند نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مصیبت آسان ہے، جب آپؐ خیریت سے ہیں تو پھر کوئی ایسی بات نہیں۔ اس کے بعد حضرت ہند نے یہ آیت پڑھی۔ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۔ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۔ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (الاحزاب:26) یعنی اور اللہ

نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غیض سمیت اس طرح لوٹا دیا کہ وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کے حق میں قتال میں کافی ہو گیا اور اللہ بہت قوی اور کامل غلبہ والا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ اونٹنی پر کون کون ہیں؟ تب حضرت ہند نے بتایا کہ میرا بھائی ہے، میرا بیٹا خَلَّاد ہے اور میرے شوہر عَمْرو بن جَمُوح ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ تم انہیں کہاں لئے جاتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں مدینہ میں دفن کرنے کے لئے لے جا رہی ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کو ہانکنے لگیں تو اونٹ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس پر وزن زیادہ ہے۔ جس پر حضرت ہند کہنے لگیں کہ یہ تو دو اونٹوں جتنا وزن اٹھا لیتا ہے لیکن اس وقت یہ اس کے بالکل الٹ کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے اونٹ کو ڈانٹا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ مدینہ کی طرف کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ پھر جب انہوں نے اس کا رخ اُحُد کی طرف پھیرا تو اونٹ جلدی جلدی چلنے لگا۔ پھر حضرت ہند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ مامور کیا گیا ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اسی کام پر لگایا گیا تھا کہ یہ مدینہ کی طرف نہ جائے بلکہ اُحُد کی طرف ہی رہے۔ فرمایا کہ کیا تمہارے شوہر نے جنگ پہ جانے سے پہلے کچھ کہا تھا؟ کہنے لگیں جب عَمرو اُحُد کی جانب روانہ ہونے لگے تھے تو انہوں نے قبلہ رُخ ہو کر یہ کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے میرے اہل کی طرف شرمندہ کر کے نہ لوٹانا اور مجھے شہادت نصیب کرنا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وجہ سے اونٹ نہیں چل رہا تھا۔ فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! تم میں سے بعض ایسے نیکو کار لوگ ہیں کہ اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کریں تو خدا تعالیٰ ان کی وہ بات ضرور پوری کرتا ہے اور عَمْرو بن جَمُوح بھی ان میں سے ایک ہیں۔ پھر آپ نے عَمْرو بن جَمُوح کی بیوی کو فرمایا کہ اے ہند! جس وقت سے تیرا بھائی شہید ہوا ہے اس وقت سے فرشتے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ اسے کہاں دفن کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شہداء کی تدفین تک وہیں رکے رہے۔ پھر فرمایا اے ہند! عمرو بن جَموح، تیرا بیٹا خَلَّاد اور تیرا بھائی عبد اللہ جنت میں باہم دوست ہیں۔ اس پر ہند نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی رفاقت میں پہنچا دے۔

(کتاب المغازی جلد اوّل صفحہ 232-233 غزوہ اُحُد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2013ء)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ حضرت عُقْبَہ بن عامِر ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فُکَیْہَہ بنت سکن تھا اور والد عَامِر بن نَابِیْ تھے۔ ان کی والدہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔ حضرت عُقْبَہ بن عامر ان چھ انصار میں سے تھے جو سب سے پہلے مکہ میں ایمان لائے اور بعد میں آپ بیعتِ عقبہ اولیٰ میں بھی شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 428 عُقْبَہ بن عامرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 301 فکیھہ بنت السکنؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اس کی کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرۃ خاتم النبیین میں لکھی ہے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں سے مدینہ میں اسلام کا پیغام پہنچا تھا۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم حسب دستور مکہ میں اَشْہُرِ حُرُم کے اندر قبائل کا دورہ کر رہے تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یثرب کا ایک مشہور شخص سُوَیْد بن صامت مکہ میں آیا ہوا ہے۔ سُوَید مدینہ کا ایک مشہور شخص تھا اور اپنی بہادری اور نجابت اور دوسری خوبیوں کی وجہ سے 'کامل' کہلاتا تھا اور شاعر بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پتہ لیتے ہوئے اس کے ڈیرے پر پہنچے اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میرے پاس بھی ایک خاص کلام ہے جس کا نام مَجَلَّہ لُقْمَان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جو کلام تمہارے پاس ہے مجھے بھی اس کا کوئی حصہ سناؤ۔ جس پر سُوَید نے اس صحیفہ کا ایک حصہ آپؐ کو سنایا۔ آپؐ نے اس کی تعریف فرمائی یعنی جو کچھ سنایا گیا تھا کہ اس میں اچھی باتیں ہیں۔ مگر فرمایا کہ میرے پاس جو کلام ہے وہ بہت بالا اور ارفع ہے، بہت اونچے مقام کا ہے۔ چنانچہ پھر آپؐ نے اسے قرآن شریف کا ایک حصہ سنایا۔ جب آپؐ ختم کر چکے تو اس نے کہا ہاں واقعی یہ بہت اچھا کلام ہے۔ اور گو وہ مسلمان نہیں ہوا مگر اس نے فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپؐ کو جھٹلایا نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مدینہ میں واپس جا کر اسے زیادہ مہلت نہیں ملی اور وہ جلد ہی کسی ہنگامہ میں قتل ہو گیا۔ یہ جنگ بُعَاث سے پہلے کی بات ہے۔

اس کے بعد اسی زمانہ کے قریب یعنی جنگ بُعَاث سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک دفعہ حج کے موقع پر قبائل کا دورہ کر رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر چند اجنبی آدمیوں پر پڑی۔ یہ قبیلہ اَوس کے تھے اور اپنے بت پرست رقیبوں یعنی خزرج کے خلاف قریش سے مدد طلب کرنے آئے تھے۔ یہ بھی جنگ بُعَاث سے پہلے کا واقعہ ہے۔ گویا یہ طلب مدد اسی جنگ کی تیاری کا ایک حصہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سن کر ایک نوجوان شخص جس کا نام اِیَاسْ تھا بے اختیار بول اٹھا کہ خدا کی قسم! جس طرف یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بلاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ یعنی جنگ کے لئے مدد طلب کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارا رجوع ہو۔ مگر اس گروہ کے سردار نے ایک کنکروں کی مٹھی اٹھا کر اس کے منہ پر ماری اور کہا چپ رہو۔ ہم اس کام کے لئے یہاں نہیں آئے اور اس طرح اس وقت یہ معاملہ یوں ہی دب کر رہ گیا۔ مگر لکھا ہے کہ ایاس جب وطن واپس گیا، جب فوت ہونے لگا تو اس کی زبان پر کلمہ توحید جاری تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جب جنگِ بُعَاث ہو چکی تو 11 نبوی کے ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں یثرب والوں سے پھر ملاقات ہوئی۔ یہ نبوت کے گیارھویں سال کی بات ہے۔ آپؐ نے حسب ونسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں اور یثرب سے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محبت کے لہجہ میں کہا "کیا آپ لوگ میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ کیا کہتے ہیں؟ آپؐ بیٹھ گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن شریف کی چند آیات سنا کر اپنے مشن سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یہ موقع ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے سبقت لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ اشخاص تھے جن کے نام یہ ہیں:

1۔ ابو اُمَامَہ اسعد بن زُرَارَہ جو بنو نجار سے تھے اور تصدیق کرنے میں سب سے اول تھے۔ 2۔ عوف بن

حارث یہ بھی بنو نجار سے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کے ننھیال کے قبیلہ سے تھے۔ 3۔ رَافِع بن مالِک جو بنو زُرَیق سے تھے۔ اب تک جو قرآن شریف نازل ہو چکا تھا وہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا۔ 4۔ قُطبَہ بِن عَامر جو بنی سلمہ سے تھے۔ 5۔ عُقبَہ بن عامر جو بنی حرام سے تھے، (یہ انہیں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس سارے واقعہ میں)، یہ عُقبَہ بن عامر بدری صحابی تھے۔ اور 6۔ جابر بن عبد اللہ بن رِئَاب جو بنی عُبَید سے تھے۔

اس کے بعد یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے اور جاتے ہوئے عرض کیا کہ ہمیں خانہ جنگیوں نے بہت کمزور کر رکھا ہے۔ ہم میں آپس میں بہت نااتفاقیاں ہیں۔ ہم یثرب میں جا کر اپنے بھائیوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ہم کو پھر جمع کر دے۔ پھر ہم ہر طرح آپؐ کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں یثرب والوں کی طرف سے ظاہری اسباب کے لحاظ سے ایک بیم ورَجا کی حالت میں گزارا۔ آپؐ اکثر یہ خیال کیا کرتے تھے کہ دیکھیں ان کا کیا انجام ہوتا ہے اور آیا یثرب میں کامیابی کی کوئی امید بندھتی ہے یا نہیں۔ مسلمانوں کے لئے بھی یہ زمانہ ظاہری حالات کے لحاظ سے ایک بیم ورجا کا زمانہ تھا۔ کبھی امید کی کرن ہوتی تھی۔ کبھی مایوسی ہوتی تھی۔ وہ دیکھتے تھے کہ سرداران مکہ اور رؤسائے طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو سختی کے ساتھ ردّ کر چکے ہیں۔ دیگر قبائل بھی ایک ایک کر کے اپنے انکار پر مہر لگا چکے تھے۔ مدینہ میں امید کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی مگر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کرن مصائب و آلام کے طوفان اور شدائد کی آندھیوں میں قائم رہ سکے گی۔

دوسری طرف مکہ والوں کے مظالم دن بدن زیادہ ہو رہے تھے اور انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اسلام کو مٹانے کا بس یہی وقت ہے مگر اس نازک وقت میں بھی جس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کبھی نہیں آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص صحابی ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے اور آپؐ کا یہ عزم و استقلال بعض اوقات آپؐ کے مخالفین کو بھی حیرت میں ڈال دیتا تھا کہ یہ شخص کس قلبی طاقت کا مالک ہے کہ کوئی چیز اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ بلکہ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں خاص طور پر ایک رعب اور جلال کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی بات کرتے تھے تو آپؐ کی باتوں میں بڑا رعب اور جلال ہوتا تھا اور مصائب کے ان تند طوفانوں میں آپؐ کا سر اور بھی بلند ہوتا جاتا تھا۔ یہ نظارہ اگر ایک طرف قریش مکہ کو حیران کرتا تھا تو دوسری طرف ان کے دلوں پر کبھی کبھی لرزہ بھی ڈال دیتا تھا۔ ان ایام کے متعلق سر ولیم میور نے بھی لکھا ہے کہ:

ان ایام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے سامنے اس طرح سینہ سپر تھا کہ انہیں بعض اوقات حرکت کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ اپنی بالآخر فتح کے یقین سے معمور مگر بظاہر بے بس اور بے یار و مددگار وہ اور اس کا چھوٹا سا گروہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کا چھوٹا سا گروہ چند مسلمان اس زمانہ میں گویا ایک شیر کے منہ میں

تھے۔ مگر اس خدا کی نصرت کے وعدوں پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے جس نے اسے رسول بنا کر بھیجا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے عزم کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا تھا، ولیم میور لکھتا ہے، کہ جسے کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی تھی۔ یہ نظارہ ایک ایسا شاندار منظر پیش کرتا ہے جس کی مثال سوائے اسرائیل کی اس حالت کے اور کہیں نظر نہیں آتی کہ جب اس نے مصائب و آلام میں گھِر کر خدا کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ اے میرے آقا! اب تو مَیں ہاں صرف مَیں ہی اکیلا رہ گیا ہوں۔ پھر لکھتا ہے کہ نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نظارہ اسرائیلی نبیوں سے بھی ایک رنگ میں بڑھ کر تھا... محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ اسی موقعہ پر کہے گئے تھے کہ اے میری قوم کے صنادید! تم نے جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ میں بھی کسی امید پر کھڑا ہوں۔

بہر حال اسلام کے لئے یہ ایک بہت نازک موقع تھا۔ مکہ والوں کی طرف سے تو مکمل طور پر ایک ناامیدی ہو چکی تھی مگر مدینہ میں یہ جو بیعت کر کے گئے تھے ان کی وجہ سے بھی امید کی کرن پیدا ہو رہی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑی توجہ کے ساتھ اس طرف نظر، نگاہ لگائے ہوئے تھے کہ آیا مدینہ بھی مکہ اور طائف کی طرح آپ کو ردّ کرتا ہے یا اس کی قسمت دوسرے رنگ میں لکھی ہے۔ چنانچہ جب حج کا موقع آیا تو آپؐ بڑے شوق کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے اور منیٰ کی جانب عقبہ کے پاس پہنچ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو آپؐ کی نظر اچانک اہلِ یثرب کی ایک چھوٹی سی جماعت پر پڑی جنہوں نے آپ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور نہایت محبت اور اخلاص سے آگے بڑھ کر آپؐ کو ملے۔ اس دفعہ یہ بارہ اشخاص تھے جن میں سے پانچ تو وہی گزشتہ سال کے مصدّقین تھے اور سات نئے تھے اور اَوس اور خزرج دونوں قبیلوں میں سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

1۔ اَبو اُمَامہ اسعد بن زُرَارہ۔ 2۔ عوف بن حارث۔ 3۔ رَافع بن مالک۔ 4۔ قُطبہ بن عامر۔ 5۔ عُقْبہ بن عامر۔ عُقْبہ بن عامر جن کی سیرت بیان ہو رہی ہے یہ اس دفعہ بھی دوبارہ حج کے لئے آئے۔ 6۔ مُعاذ بن حارِث۔ یہ قبیلہ بنی نجار سے تھے اور 7۔ ذَکْوَان بن عَبدِ قَیْس قبیلہ بنو زُرَیق سے تھے۔ 8۔ ابو عبد الرحمٰن یَزید بن ثَعْلَبَہ از بَنِی بَلِی اور 9۔ عُبَادَہ بن صَامت از بَنِی عَوف۔ وہ خزرج قبیلہ کے بَنِی بَلِی سے تھے اور یہ بَنِی عَوف سے تھے۔ 10۔ عباس بن عُبَادَہ بن نَضْلَہ۔ یہ بنی سالم میں سے تھے۔ 11۔ اَبُو الْہَیْثَم بن تَیِّہَان یہ بَنِی عبدِ الْاَشْھَلْ کے تھے اور 12۔ عُوَیم بن سَاعِدَہ یہ اوس قبیلے کے بَنِی عَمْرو بن عَوف سے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الگ ہو کر ایک گھاٹی میں ان بارہ افراد سے ملے تھے۔ انہوں نے یثرب کے حالات سے اطلاع دی اور اب کی دفعہ سب نے باقاعدہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قیام کی بنیاد، قیام کا بنیادی پتھر ہے۔ اس سے بنیاد پڑی۔ چونکہ اب تک جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صرف ان الفاظ میں بیعت لی تھی جن میں آپؐ جہاد فرض ہونے کے بعد عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے یعنی یہ کہ ہم خدا کو ایک جانیں گے۔ شرک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ قتل سے باز رہیں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر نیک کام میں آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم صدق و ثبات کے ساتھ

اس عہد پر قائم رہے تو تمہیں جنت نصیب ہو گی اور اگر کمزوری دکھائی تو پھر تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ جس طرح چاہے گا کرے گا۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ جگہ جہاں بیعت لی گئی تھی عَقبہ کہلاتی ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ عقبہ کے لفظی معنی بلند پہاڑی رستے کے ہیں۔

مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے ان بارہ نَو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلم ہمارے ساتھ بھیجا جائے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصْعَبْ بن عُمَیر کو جو قبیلہ عبد الدَّار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مُقْرِی کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سنانا تھا کیونکہ یہی تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مصعب بھی یثرب گئے تو یثرب میں مُقْرِی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بیعت عَقبہ ثانیہ جو تھی یہ 13 نبوی میں ہوئی تھی اور اس میں ستر انصار نے بیعت کی تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 221 تا 225، 227)

حضرت عُقْبَہ بن عامر نے غزوہ بدر، اُحد اور خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔ آپ غزوۂ اُحد کے دن خَود میں سبز رنگ کے کپڑے کی وجہ سے پہچانے جا رہے تھے۔ آپ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں بارہ ہجری میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 428 عُقْبَہ بن عامرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عُقْبَہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابھی وہ نَو عمر لڑکا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میرے بیٹے کو دعائیں سکھائیں جن کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے اور اس پر شفقت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا اے لڑکے! کہو کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ صِحَّۃً فِی اِیْمَانٍ وَ اِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ وَ صَلَاحًا یَتْبَعُہٗ نَجَاحٌ۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 52 عُقْبَہ بن عامرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

کہ اے اللہ! میں تجھ سے حالت ایمان میں صحت طلب کرتا ہوں اور ایمان کے ساتھ حسن خلق کی دعا کرتا ہوں اور صلاح کے بعد کامیابی چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

اب اس کے بعد مَیں امریکہ کی ایک بہت پرانی بزرگ احمدی کا ذکر کروں گا اور پھر ان کا جنازہ بھی جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا۔ ان کا نام تھا سسٹر عالیہ شہید صاحبہ اور یہ احمد شہید صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ 26/ دسمبر کو ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی لمبی عمر عطا فرمائی اور کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ معذوری سے بھی بچایا۔ 105 سال کی ان کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

امیر صاحب امریکہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کو 1936ء میں بیعت کرنے کی سعادت عطا ہوئی اور آپ نے 1963ء سے 1966ء تک بطور صدر لجنہ امریکہ خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح مرحومہ کو لجنہ اماء اللہ امریکہ میں پچاس سال پر محیط ایک لمبا عرصہ بطور جنرل سیکرٹری، سیکرٹری مال، سیکرٹری تعلیم،

سیکرٹری خدمت خلق اور مقامی صدر لجنہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ ہمیشہ جماعت اور خلافت سے گہرا تعلق رکھا اور ہر قسم کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ بہت شفیق اور پیار کرنے والی خاتون تھیں۔ آپ کو جماعت احمدیہ امریکہ کے ابتدائی وقت کے واقعات زبانی یاد تھے جن کا آپ اکثر ذکر کیا کرتی تھیں۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کرنے کا بھی ان کو موقع ملا۔ خاوند مکرم احمد شہید صاحب مرحوم کو امریکہ کی نیشنل عاملہ میں اور بطور صدر جماعت پِٹس برگ (Pittsburg) خدمت کی توفیق ملی۔ مرحومہ کے لواحقین میں ان کے اکلوتے بیٹے عمر شہید صاحب شامل ہیں جنہیں گزشتہ اٹھارہ سال سے بطور صدر جماعت پِٹس برگ خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ یہ افریقن امریکن تھیں۔

صدر لجنہ اماء اللہ امریکہ سسٹر عالیہ کے بارے میں لکھتی ہیں کہ ان کی طرز زندگی، ان کی باتیں، ان کی ہر نقل و حرکت اس بات کا ثبوت پیش کرتی تھی کہ وہ اپنے عہدِ بیعت پر پختگی کے ساتھ عمل پیرا تھیں جو انہوں نے 76 سال پہلے باندھا تھا۔ ان کی خدمات صرف امریکہ تک محدود نہیں تھیں بلکہ ان کے معترف دنیا بھر میں تھے اور جب یہ ساری لجنہ بیرونی لجنات بھی پاکستانی لجنہ صدر کے انڈر تھیں تو اُس وقت حضرت مریم صدیقہ صاحبہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی حرم تھیں وہ پوری دنیا کی لجنہ کی صدر تھیں۔ ان کی طرف سے اِن کی خدمات کو بہت سراہا بھی گیا تھا۔ یہ لکھتی ہیں کہ سسٹر عالیہ کا نام ایلا لوئس (Ella Louise) تھا اور ان کے منگیتر ولیم فرینک براؤننگ (William Frank Browning) افریقن میتھوڈسٹ چرچ (Methodist Church) کے بہت سرگرم رکن تھے۔ ان کی شادی ہونے والی تھی اور وہ اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے، جب ان کے میاں تک احمدیت کا پیغام پہنچا تو ولیم صاحب اپنے والدین کے ساتھ احمدی ہو گئے اور انہوں نے اپنا نام احمد شہید رکھا۔ عالیہ نے شادی تو کر لی لیکن بیعت نہیں کی۔ احمد شہید صاحب کچھ عرصہ بعد پِٹس برگ جماعت کے صدر منتخب ہوئے اور نہ صرف جماعتی طور پر مقبول ہوئے بلکہ ملک بھر میں اپنی تبلیغی کاوشوں کی وجہ سے مشہور ہو گئے۔ اسی دوران ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے عمر رکھا۔

عالیہ صاحبہ اپنے احمدی سسرال میں رہتی تھیں جہاں انہوں نے اپنے سسرال اور شوہر سے چھپ کر جماعتی کتب کا مطالعہ شروع کیا۔ اسی دوران ان تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب 'احمدیت یعنی حقیقی اسلام' پہنچی جسے پڑھ کر وہ بہت متاثر ہوئیں۔ بعد ازاں اپنے گھر میں منعقد ہونے والی تربیتی کلاسوں میں شرکت کرنے لگیں۔ پھر ایک روز بنگالی صاحب، مکرم عبد الرحمٰن بنگالی صاحب جو وہاں مبلغ تھے ان کا لیکچر سنا جس میں انہوں نے مسیح کی صلیب سے نجات اور کشمیر کی طرف ہجرت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ بیان کیا۔ یہ لجنہ صدر لکھتی ہیں کہ آپ کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد میں نے چرچ جانا ترک کر دیا اور مسجد میں جانے لگ گئی اور بالآخر 1936ء میں احمدیت قبول کر لی۔ اپنا نام عالیہ کس طرح رکھا؟ کہتی ہیں ایک کتاب میں مَیں نے ایک نام عالیہ پڑھا تھا جو مجھے اچھا لگا۔ احمدی ہونے کے بعد میں نے اسی نام کو اپنا لیا۔

سسٹر عالیہ ہمیشہ علم کی جستجو میں رہنے والی تھیں۔ مسجد کی صفائی کرتے، کھانا پکاتے، نماز پڑھتے صرف

یہ نہیں کہ علم حاصل کر رہی ہیں بلکہ ہمیشہ عاجزی سے وقار عمل بھی کیا کرتی تھیں۔ جماعتی کام بھی کیا کرتی تھیں۔ اپنے ہاتھ سے۔ مسجد کی صفائی کرنا، کھانا پکانا ان کے یہ کام تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ ہم نے ان کو ہمیشہ نمازیں پڑھتے دیکھا۔ یہ اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہیں۔ بیماروں کی تیمارداری کرتے دیکھا۔ چندوں کی ادائیگی ان کو کرتے دیکھا۔ ہر وقت نیکی کی کوئی نہ کوئی تحریک لجنہ میں یہ کرتی رہتی تھیں۔ لکھتی ہیں کہ مرحومہ کی ساری توجہ لجنہ کے آپس میں اتحاد اور بھائی چارہ پیدا کرنے میں مرکوز تھی جس کے لئے اپنی آخری عمر میں انہوں نے لجنہ کو مخاطب کر کے متعدد خطوط لکھے۔ صدر لجنہ لکھتی ہیں کہ ایک آیت وہ بڑی دہرایا کرتی تھیں جو میں نے ان سے سنی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ۔ (الصف:5) کہتی ہیں یہ ہمیشہ دہراتی رہتی تھیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر قتال کرتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

صدر لجنہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے امریکہ میں مسجد فنڈ کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح مسلم سٹوڈنٹس سکالرشپ فنڈ کا آغاز کیا۔ ان کی صدارت میں سب سے پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ اسی طرح نیشنل تبلیغ ڈے کا آغاز بھی انہوں نے کیا جس میں لجنہ قرآن کریم کے ہزاروں نسخے، تبلیغی لیف لٹس، تعارفی پمفلٹس ملک کی لائبریریوں میں بھجوایا کرتی تھیں۔ انہوں نے لجنہ کا ایک میگزین بھی شروع کیا جس کا نام اس وقت کی جو پوری دنیا کی صدر لجنہ تھیں حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہ، انہوں نے 'عائشہ' (Ayesha) رکھا تھا۔ انہوں نے ان سے نام رکھوایا۔ انہوں نے The path of faith اور Our Duties کے نام سے لجنہ کا لائحہ عمل بھی شائع کیا۔ ان کی تحریک پر امریکہ کی لجنہ ممبرات نے ڈنمارک میں بننے والی مسجد کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانی کی۔

اسی طرح بالٹی مور، پٹس برگ وغیرہ کے مشن ہاؤسز کی آرائش وغیرہ کے لئے بھی فنڈز مہیا کئے۔ یہ کہتی ہیں کہ سسٹر عالیہ بتایا کرتی تھیں کہ چونکہ اس دَور میں 98 فیصد لجنہ نئی نئی بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئی تھیں اس لئے ہم شروع میں لجنہ کو صرف نمازیں ادا کرنے اور رمضان میں روزے رکھنے کی تلقین کرتے تھے۔ اسی طرح فوراً حجاب پہننے کی بجائے پہلے کچھ سال تک صرف مناسب لباس کی طرف توجہ دلاتے تھے کہ اپنے لباس کو پہلے حیادار کرو پھر اگلا step آئے گا کہ حجاب لو، پردہ کرو۔ یہ نہیں ہے کہ آجکل کی طرح جو لجنہ میں شروع ہو گیا ہے کہ جو پردہ کرتی ہیں انہوں نے اپنے پردے اتار دئے ہیں۔ انہوں نے سٹیپ وائز (stepwise) لجنہ کو ایک سٹیج سے دوسری سٹیج میں لانے کے لئے کوشش کی، تربیت کی۔

پھر سسٹر عالیہ نے تمام لجنہ ممبرات کو قرآن کریم ناظرہ سکھانے میں بہت کوشش کی۔ روزانہ قرآن کریم پڑھانے کے لئے پروگرام بنائے۔ اسی طرح جو لجنہ ناظرہ مکمل کر لیتی تھیں ان کو روزانہ تفسیر کا کچھ حصہ پڑھنے کی طرف توجہ دلائی جاتی۔ عالیہ صاحبہ کی کوشش سے ناصرات کا سلیبس بھی بنایا گیا۔ ناصرات میں دینی علوم سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مرحومہ نے ممبرات میں قربانی کی روح پیدا کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی طرح چندہ جات کا حساب بھی بڑے ماہرانہ طریقے پر منظّم رکھتی تھیں۔

جب ان سے ایک دفعہ جماعت میں داخل ہونے کے بارے میں آنے والی مشکلات کے بارے میں پوچھا

گیا تو کہتی تھیں کہ میں نے جماعت میں شمولیت کے بعد بہت سے ابتلا دیکھے ہیں۔ لیکن میں نے کمزوری دکھانے کے بجائے ہمیشہ استقامت دکھانے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی کوشش کی ہے اور یہی وہ سبق ہے جو لجنہ کو گزشتہ پچاس سال سے زائد عرصہ سے میں دیتی رہی ہوں۔ یہ لکھتی ہیں کہ ان کی شخصیت استقامت کا مینار تھی جس سے ہم سب رہنمائی لیتے ہیں۔

پھر لکھتی ہیں کہ دین اسلام کے ساری دنیا پر غالب آنے کے متعلق ان کو یقین کامل تھا اور کہا کرتی تھیں کہ جب فتح اسلام آئے گی تو جماعت احمدیہ کا جو ماٹو ہے، جو نعرہ ہے کہ 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' یہی دنیا میں راج کرے گا۔ اسی طرح ان کا نظام خلافت پر بھی کامل یقین تھا اور وہ اسے ہی فتح اسلام کی کنجی قرار دیا کرتی تھیں۔ یہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ نظام خلافت قائم رہے گا اور انشاء اللہ اسی سے فتح ہو گی۔ پھر لکھتی ہیں کہ سینکڑوں فون کالز اور خطوط کے ذریعہ وہ ممبرات تک اس پیغام کو پہنچانے اور سمجھانے کی کوشش کرتی تھیں۔

23/مارچ 2008ء کو یوم مسیح موعود پر انہوں نے لجنہ کو جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ اس سال یکم جنوری 2008ء کو ساری دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والے اپنی مساجد اور مشن ہاؤسز میں اکٹھے ہوئے اور شکرانے کے طور پر نماز تہجد ادا کی۔ ہم ایسا کیوں نہ کرتے کہ یہی تو وہ سال ہے جس میں ہمارے پیارے مسیح موعودؑ کی پیاری خلافت کو قائم ہوئے ایک سَو سال ہوئے ہیں۔ پھر آگے لکھتی ہیں کہ اے میرے اللہ! احمدیت کی راہ میں حائل تمام روکوں کو دور فرما اور ہمیں وہ فتح دکھا دے جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ ہمارے مسیح موعودؑ نے اس جماعت کی بنیاد رکھی اور ہم سب کو جوڑ کر ایک جسم بنا دیا۔ اسی واسطے ہم احمدی ایک دوسرے کا درد محسوس کرتے ہیں۔ ابتلاؤں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ایک کی خوشی پر دوسرا خوش ہوتا ہے اور ایک کی پریشانی پر دوسرا غمزدہ ہوتا ہے۔

ہم اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ ایک ہیں۔ پھر انہوں نے اپنے پیغام میں لکھا ہے جو نو مبائعین کو دیا اور وہاں سب احمدی لجنہ کو کہ اللہ کا مجھ پر خاص فضل ہے کہ میں خوش نصیب ہوں کہ میں نے جماعت کی ترقی اپنی زندگی میں دیکھی ہے۔ ہم پر اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ہماری جماعت کو اسلام کی اشاعت کے لئے اور خدمت کے لئے چن لیا ہے۔ ہم ہر ہفتے خلیفۂ وقت کی آواز کو سن سکتے ہیں اور اس کی ہدایات پر عمل کر کے دین و دنیا کی ترقیات پا سکتے ہیں۔ پھر آخر میں انہوں نے لکھا۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اے میرے مولیٰ! فتح اسلام میں حائل تمام روکوں کو دور فرما دے۔ ہماری ذات کو اپنے دین کی صحیح عکاسی کرنے والا بنا دے اور ہمیں بے شمار ناصر دین عطا کر۔ تو اس طرح لجنہ کو خاص طور پر وہاں امریکہ کے جو حالات ہیں اس میں جو نو مبائعات ہیں، افریقن امریکن ہیں ان کو اکٹھا کرنے میں ان کا بڑا کردار ہے۔

آپ کے بیٹے عمر شہید صاحب جو پٹس برگ کے صدر جماعت ہیں۔ لکھتے ہیں کہ میرے والدین احمدیت اور خلافت کے ذریعہ اسلام کا دفاع کرنے والے سپاہی تھے۔ میری والدہ مستقل مزاجی کے ساتھ آپ کو خط لکھا کرتی تھیں۔ مجھے لکھ رہے ہیں وہ۔ اور مجھے بھی اس طرف توجہ دلاتی تھیں کہ خلیفۂ وقت کو خط لکھو اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ

دعا کرو کہ میں اور میری اولاد مرحومہ کے نقش قدم پر چلنے والی ہو۔ لکھتے ہیں کہ جماعت کے لوگوں نے جس کثرت کے ساتھ میری والدہ کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے مجھے پہلے اس کا اندازہ نہیں تھا کہ کس قدر وسیع پیمانے پر جماعت میں ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔

وہاں کی مقامی ایک اَور احمدی، امریکن سسٹر عالیہ عزیز لارڈ ہیں۔ کہتی ہیں کہ اسلام احمدیت قبول کرنے کے بعد انہوں نے یعنی عالیہ شہید نے بطور احمدی ایک مثالی زندگی گزاری۔ جب وہ سیکرٹری تعلیم تھیں تو ان کی وجہ سے کسی کا دل نہیں کرتا تھا کہ ان کے بنائے ہوئے تعلیمی ٹیسٹ میں فیل ہو اس لئے ہم سب اکٹھے مل کر ٹیسٹ کے لئے تیاری کیا کرتے تھے۔ کہتی ہیں عمر میں مجھ سے بہت بڑی تھیں لیکن پھر بھی میرے ساتھ دوستانہ تعلق تھا۔ ایک بات کہتی ہیں ان میں مَیں نے دیکھی ہے کہ جب کبھی کوئی علمی سوال ان سے کیا جاتا تو بجائے اپنی رائے کا اظہار کرنے کے، ادھر ادھر مارنے کے، ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے وہ ہمیشہ اسلامی تعلیم جو ہے اس بارے میں بتایا کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا پختہ تعلق تھا جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔

پھر سسٹر جمیلہ حامد ہیں، اہلیہ حامد منیر صاحب ہیں۔ یہ بھی مقامی امریکن احمدی ہیں۔ یہ لکھتی ہیں کہ مجھے بہت پسند کرتی تھیں۔ اور ہمیشہ مجھے بتاتی تھیں کہ تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو۔ کہتی ہیں میری والدہ کی وفات پر انہوں نے مجھے محبت بھرا خط لکھا جس کی بدولت مجھے موت کا فلسفہ سمجھنے میں مدد ملی۔ فرشتہ سیرت تھیں۔ جب بھی مدد اور مشورے کی ضرورت ہوتی ان کو بس ایک فون کال کی دوری پر پایا۔ ہمیشہ مجھے بتاتیں کہ زندگی کا مقصد جماعت کی خدمت کرنا اور خلیفۂ وقت سے محبت کرنا ہونا چاہئے کہ یہی اس زمانے میں حبل اللہ ہے۔ ان کے یقین کامل اور خدا تعالیٰ سے گہری محبت کو میں ہمیشہ رشک کی نگاہوں سے دیکھتی تھی۔ ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا انہیں موت سے ڈر لگتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جانا تو اپنے محبوب کے پاس ہی ہے تو پھر ڈر کس بات کا۔ ان کو اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کا گہرا علم تھا جسے تمام عمر انہوں نے لوگوں تک پہنچایا۔

پھر ایک اور مقامی امریکن احمدی ڈاکٹر رشیدہ احمد ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ خود اسلامی تعلیمات پر بڑی سختی سے عمل کرتی تھیں لیکن دوسروں کو بڑے پیار سے نصیحت کیا کرتی تھیں۔ ان کی ہر نقل و حرکت میں محبت الٰہی جھلکتی تھی۔ کہتی ہیں مجھے ایک سے زائد مرتبہ ان کے گھر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اور ہم ساتھ نماز پڑھتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے جس کے بعد وہ مجھے خلفائے سلسلہ کی طرف سے آنے والے خطوط بڑی محبت اور چاہت سے دکھاتی تھیں۔ خلافت کے ساتھ ان کی محبت کا اندازہ ان کی لکھی ہوئی نظموں اور تقریروں کو سن کر بخوبی ہو سکتا ہے۔ کہتی ہیں وہ نظمیں بھی لکھتی تھیں اور بڑے صبر والی تھیں۔ ہر مہینہ میں ان کو کال کر کے حال پوچھتی۔ ان کی گرتی ہوئی صحت کے بارے میں کہتی تو کبھی انہوں نے شکوہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کرتی اور شکر کرتی تھیں۔

پھر اسی طرح ایک مقامی امریکن احمدی ہیں سسٹر عزیزہ، الحاج رشید کی اہلیہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ سسٹر عالیہ شہید صاحبہ 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' کی مجسم تصویر تھیں گو کہ وہ دوسرے شہر میں

رہتی تھیں لیکن پھر بھی میری والدہ کے ساتھ ان کی بہت دوستی تھی۔ میری والدہ کی وفات کے بعد بھی انہوں نے یہ تعلق ختم نہیں کیا۔ مجھے ہمیشہ ایسا لگتا تھا کہ شاید عالیہ صاحبہ کو پتہ ہے کہ کب مَیں سست ہوتی ہوں تو فوراً ایمان افروز خط بھجوا دیا کرتی تھیں۔

پھر ایک اور لجنہ ممبر خلّت صاحبہ لکھتی ہیں۔ 1949ء میں جب میں پہلی دفعہ امریکہ آئی تب عالیہ صاحبہ کے ساتھ تعارف ہوا۔ میں اس وقت آٹھ سال کی تھی جب میں پہلی دفعہ ان سے ملی۔ بہت محبت کرنے والی، ملنسار اور اچھا اثر چھوڑنے والی شخصیت کی حامل تھیں۔ خلافت کے ساتھ بہت دیرینہ اور پختہ تعلق تھا۔

اکثر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی خط و کتابت کا ذکر کیا کرتی تھیں۔ لجنہ اماء اللہ امریکہ کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ عجیب روحانی شخصیت تھی اور سَو سال عمر ہونے کے باوجود بھی جلسہ میں شمولیت اختیار کرتی تھیں جو کہ ہم سب کے لئے نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسل میں بھی وہ روح اور خدمت دین کا جذبہ پیدا فرمائے جو ان میں تھا جیسا کہ ان کے بیٹے نے بھی اس کا اظہار کیا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 01/ فروری 2019ء تا 07/ فروری 2019ء جلد 26 شمارہ 05 صفحہ 05 تا 09)

3

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مؤرخہ 18 / جنوری 2019ء بمطابق 18 / صلح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج میں حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ کا ذکر کروں گا اور ان کا کافی لمبا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ اسلام کی تاریخ کے بعض اہم واقعات میں بھی ان کا کردار ہے۔ انہیں ان کا حصہ بننے کی توفیق ملی۔ اور وہ واقعات ایسے ہیں جن کی تفصیل بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

ان کی کنیت ابو عمرو تھی اور قبیلہ اَزْد سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیافی بھائی طُفَیل بن عبد اللہ بن سَخْبَرَۃ کے غلام تھے۔ یہ بھی سیاہ فام غلام تھے۔ اخیافی بھائی وہ ہوتے ہیں جو ماں کی طرف سے بھائی ہوں۔ باپ مختلف تھے۔ آپ اسلام لانے والے سابقین میں شامل تھے۔ پہلے اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں جانے سے قبل اسلام لا چکے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد کافروں کی طرف سے آپ کو بڑی تکالیف پہنچائی گئیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

ہجرت مدینہ کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ غار ثور میں تھے تو آپؓ حضرت ابو بکرؓ کی بکریاں چراتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں حکم دیا تھا کہ بکریاں ہمارے پاس لے آیا کرنا۔ پس آپ سارا دن بکریاں چراتے تھے اور شام کو حضرت ابو بکرؓ کی بکریاں غار ثور کے قریب لے جاتے تھے۔ تو آپ دونوں اصحاب خود بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ۔ جب عبداللہ بن ابی بکر ان دونوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس جاتے تھے تو حضرت عامر بن فُہَیرَۃ ان کے پیچھے پیچھے جاتے تھے تا کہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں۔ پتہ نہ لگے کہ حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے کہاں جا رہے ہیں، کفار کو کسی قسم کا شک نہ پڑے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ غار ثور سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے تو اس وقت حضرت عامر بن فُہَیرَۃ نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا تھا۔ اس وقت ان کو راستہ دکھانے والا بَنُو اَلدِّیْل کا ایک مشرک شخص تھا۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 134 عامر بن فھیرۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حضرت عامر بن فُہَیرَۃ اور حضرت حارث بن اوس بن مُعَاذ کے

درمیان مؤاخات قائم کروائی تھی۔ حضرت عامر بن فُہَیرَۃ غزوۂ بدر اور احد میں شریک تھے اور بئرِ معونہ کے موقع پر چالیس سال کی عمر میں ان کی شہادت ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 174 عامر بن فهيرةؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت سے قبل سات ایسے غلاموں کو آزاد کروایا تھا جن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف دی جاتی تھی جن میں سے ایک حضرت بلالؓ تھے اور حضرت عامر بن فُہَیرَۃ بھی شامل تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 319 عبد اللہ بن عثمان ابو بکر الصدیقؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ابو بکرؓ کے گھر ٹھیک دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے، یعنی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کہنے والے نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے ہیں۔ آپؐ ایسے وقت آئے کہ جس میں آپؐ ہمارے پاس نہیں آیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! خدا کی قسم آپؐ جو اس وقت تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی بڑا کام ہے۔ کہتی تھیں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور جب آپؐ پہنچے تو اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اجازت دی۔ آپؐ اندر آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا جو تمہارے پاس ہیں انہیں باہر بھیج دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! گھر میں تو صرف آپؐ ہی کے گھر والے ہیں یعنی عائشہؓ اور ان کی والدہ اُمّ رومان۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تم بھی میرے ساتھ چلو۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! ساتھ چلنا ہے تو پھر میری ان دو سواری کی اونٹنیوں میں سے ایک آپؐ لے لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں قیمتاً لوں گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں چنانچہ ہم نے جلدی سے دونوں کا سامان تیار کر دیا اور ہم نے ان کے لئے توشہ تیار کر کے چمڑے کے تھیلے میں ڈال دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی حضرت اسماء نے اپنے کمر بند سے ایک ٹکڑہ کاٹ کر تھیلے کے منہ کو اس سے باندھا اس لئے ان کا نام ذَاتُ النِّطَاق ہو گیا۔

کہتی تھیں کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ثور پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے اور اس میں تین راتیں چھپے رہے۔ حضرت عبد اللہ بن ابو بکر ان دونوں کے پاس جا کر رات ٹھہرتے اور اس وقت وہ چالاک اور ہوشیار جوان تھے یعنی کہ اچھی ہوش و حواس میں تھے اور اندھیرے میں ہی ان کے پاس سے چلے آتے تھے۔ صبح صبح اندھیرے منہ ہی واپس آجاتے تھے اور مکہ میں قریش کے ساتھ ہی صبح کرتے تھے جیسے وہیں رات گزاری ہے۔ جو تدبیر بھی ان کے متعلق یعنی کفار کے متعلق سنتے وہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیتے اور جب اندھیرا ہو جاتا تو غار میں پہنچ کر ان کو بتا دیتے۔ مکہ میں جو سارا دن رہتے تھے تو کفار کے جو بھی منصوبے تھے وہ شام کو آپ کو بتایا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کا غلام عامر بن فُہَیرَۃ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک دودھیل بکری ان کے پاس چراتا رہتا اور جب عشاء کے وقت سے کچھ گھڑی گزر جاتی تو وہ بکری ان کے پاس لے آتا اور وہ دونوں تازہ دودھ

پی کر رات گزارتے۔ اور یہ دودھ ان دونوں کی دودھیل بکری کا ہوتا۔ عامر بن فُہَیرَہ رات کے پچھلے پہر گلّے میں چلا جاتا اور بکریوں کو آواز دینا شروع کر دیتا۔ تین رات تک وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے بنو دیل کے قبیلے کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لئے اجرت پر رکھ لیا تھا اور وہ بنو عبد بن عدی سے تھا۔ بہت ہی واقف کار راستہ بتانے کا ماہر تھا۔ اس شخص نے عاص بن وائل کے خاندان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ ڈبویا تھا اور وہ کفار قریش ہی کے مذہب پر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ دونوں نے اس پر اعتبار کیا۔ گو وہ کافر تھا اور قریش کا ہی زیادہ پروردہ بھی تھا لیکن بہر حال آپؐ نے اس پہ اعتبار کیا اور اپنی سواری کی اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور اس سے یہی وعدہ ٹھہرایا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کے وقت ان کی اونٹنیاں لے کر غار ثور پر پہنچے گا۔ عامر بن فُہَیرَہ اور رہبر ان دونوں کے ساتھ چلے۔ وہ رہبر ان تینوں کو سمندر کے کنارے کے راستے سے لے کر چلا گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ... الخ حدیث3905)

سراقہ بن مالک بن جُعْشَمْ کہتے تھے کہ ہمارے پاس کفار قریش کے ایلچی آئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ ان دونوں میں سے ہر ایک کی دیت مقرر کرنے لگے اس شخص کے لئے جو ان کو قتل کرے یا قید کرے۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنو مُدْلِجْ کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک شخص سامنے سے آیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ کس طرح پکڑا جائے یا قتل کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر، حضورؐ پر کس طرح حملہ کیا جائے۔ کہتے ہیں یہ باتیں ہماری مجلس میں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص آیا اور آکر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا اور ہم بیٹھے تھے۔ کہنے لگا: سُرَاقہ! مَیں نے ابھی سمندر کے کنارے کی طرف کچھ سائے دیکھے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی ہیں۔ سُرَاقہ کہتے تھے کہ مَیں نے شناخت کر لیا کہ وہی ہیں مگر مَیں نے اسے کہا کہ وہ ہرگز نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے گئے تھے اور اس کی بات ٹال دی۔ پھر میں اس مجلس میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ سُرَاقہ کو اس وقت لالچ بھی تھا کہ کہیں یہ نہ پیچھے چلا جائے اور پھر یہ انعام کا حق دار ٹھہر جائے۔ تو کہتے ہیں بہر حال میں نے ٹال دیا اور کچھ دیر کے بعد اٹھا اور گھر گیا اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میری گھوڑی نکالو۔ وہ ٹیلے کے پرے ہی رہے۔

یعنی پیچھے جو ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا اس کی طرف میری گھوڑی لے جاؤ، اور وہیں رکھو۔ وہاں اس کو میرے لئے تھامے رکھو۔ چنانچہ میں نے اپنا نیزہ لیا اور اس کو لے کر گھر کے پیچھے کی طرف سے نکلا۔ مَیں نے نیزے کے بھال کو زمین پر رکھا اور اس کے اوپر کے حصے کو نیچے جھکایا اور اس طرح اپنی گھوڑی کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا۔ یعنی گھوڑی پر سوار ہونے کے لئے اپنا واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ نیزہ کا سہارا لیا اور گھوڑی پر سوار ہو گیا۔ میں نے اس کو چمکایا یعنی تھوڑی سی اس کو تھپکی دی اور اس کو دوڑایا اور وہ سرپٹ دوڑتی ہوئی مجھے لے گئی یہاں تک کہ جب ان کے قریب پہنچا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو میری گھوڑی نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ میں اس سے گر پڑا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ترکش کی طرف ہاتھ جھکا کر میں نے اس سے تیر نکالا اور اس سے فال لی کہ آیا ان کو

نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں یعنی جو میرا قتل کا یا پکڑنے کا ارادہ ہے وہ میں کر سکوں گا یا نہیں۔ کہتا ہے کہ پس وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی فال میرے خلاف نکلی۔ یہی کہ میں نہیں پکڑ سکتا۔

کہتا ہے میں پھر اپنی گھوڑی پر سوار ہو گیا اور پانسے کے خلاف عمل کیا یا جو بھی فال نکلی تھی اس کے خلاف عمل کیا۔ گھوڑی پھر سرپٹ دوڑتے ہوئے مجھے لئے جا رہی تھی اور اتنا نزدیک ہو گیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سن لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ کثرت سے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کیا ہوا، جب میں قریب پہنچا تو میری گھوڑی کی اگلی ٹانگیں زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئیں اور میں گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑی کو ڈانٹا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اپنی ٹانگیں زمین سے نکال نہ سکتی تھی۔ آخر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی اور بڑا زور لگا کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کی دونوں ٹانگوں سے گرد اٹھ کر فضا میں دھوئیں کی طرح پھیل گئی۔ یعنی اتنی دھنسی ہوئی تھی کہ نکالتے ہوئے زور لگایا تو مٹی جو باہر نکلی وہ اتنی زیادہ تھی کہ لگتا تھا کہ غبار چھا گیا ہے۔ کہتا ہے اب میں نے دوبارہ تیروں سے فال لی تو وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا یعنی وہ جو میں چاہتا تھا اس کے خلاف فال نکلی یعنی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو نہیں پا سکتا۔ تب میں نے انہیں آواز دی کہ تم امن میں ہو۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر کہا کہ اب آپ امن میں ہیں اور پھر وہ ٹھہر گئے۔ یعنی اب میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میری بدنیت نہیں ہے۔ کہتے ہیں اب میں اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ جب نیت ٹھیک ہو گئی تو گھوڑی بھی چل پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی یا وہ لوگ بھی کچھ دیر پیچھے آئے یا ٹھہر گئے۔ کہتا ہے کہ ان تک پہنچنے میں مجھے جو روکیں پیش آئیں ان کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بول بالا ہو گا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کے متعلق دیت مقرر کی ہے اور مَیں نے ان کو وہ سب چیزیں بتائیں جو کچھ کہ لوگ ان سے کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یعنی کفار کے جو بھی بد ارادے تھے اس کی ساری تفصیل بتا دی۔ اور پھر میں نے ان کے سامنے زاد اور سامان پیش کیا۔ میں نے کہا کہ یہ سامان ہے۔ آپ سفر میں جا رہے ہیں تو سفر کا کھانے پینے کا کچھ سامان پیش کیا مگر انہوں نے مجھ سے نہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا کہ نہیں۔ انہیں ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی مجھ سے کوئی اور فرمائش کی سوائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ ہمارے سفر کے متعلق حال پوشیدہ رکھنا یعنی کسی کو بتانا نہ کہ کس راستے سے ہم جا رہے ہیں۔ کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی اور اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، کہ آپ میرے لئے امن کی ایک تحریر لکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فُہَیرَۃ، یہی جو حبشی غلام تھے اور آزاد تھے سے فرمایا کہ تحریر لکھ دو اور اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔

ابن شہاب کی روایت ہے کہ عروۃ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں حضرت زبیرؓ سے ملے جو مسلمانوں کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے تجارت کر کے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ میں مسلمانوں نے سن لیا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل پڑے ہیں۔ اس لئے وہ ہر صبح حَرَّۃ میدان تک جایا کرتے تھے اور وہاں آپؐ کا انتظار کرتے تھے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انہیں لوٹا دیتی تھی۔ یعنی دوپہر تک انتظار کرتے تھے، شدید سورج جب چڑھ جاتا تھا تو پھر گرمی کی وجہ سے واپس چلے جاتے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچیں۔ کہتے ہیں ایک دن ان کا بہت دیر انتظار کرنے کے بعد جو لَوٹے اور اپنے گھروں پر جب پہنچے تو ایک یہودی شخص اپنے ایک محل پر کچھ دیکھنے کے لئے چڑھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سراب ان سے آہستہ آہستہ ہٹ رہا تھا۔ یعنی دور سے ایک ہیولہ نظر آتا تھا لیکن آہستہ آہستہ شکلیں واضح ہوتی گئیں۔ یہودی سے رہا نہ گیا اور بے اختیار بلند آواز سے بول اٹھا۔ اے عرب کے لوگو! مدینہ والوں کو آواز دی کہ یہ تمہارا وہ سردار ہے جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ پتہ تھا اس کو کہ مسلمان روزانہ ایک جگہ جاتے ہیں اور انتظار میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

یہ سنتے ہی مسلمان اٹھ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے اور حرۃ کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ آپؐ انہیں ساتھ لئے ہوئے اپنی داہنی طرف مڑے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں ان کے ساتھ اترے اور یہ دوشنبہ یعنی سوموار کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں سے ملنے کے لئے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے۔ اور انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا آئے اور حضرت ابو بکر کو سلام کرنے لگے یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑنے لگی۔ یعنی کافی دیر ہو گئی۔ دھوپ ذرا چڑھ گئی۔ جو ذرا سایہ تھا وہ پرے ہٹ گیا تو حضرت ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلے میں دس سے کچھ اوپر راتیں ٹھہرے اور وہ مسجد بنائی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔

پھر آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور لوگ آپؐ کے ساتھ پیدل چلنے لگے اور وہ اونٹنی مدینہ میں وہاں جا کر بیٹھی جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ ان دنوں وہاں چند مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ سہیل اور سہل کے کھجوریں سکھانے کی جگہ تھی۔ ایک کھلا میدان تھا جہاں یہ دو لڑکے اپنی فصل کی کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ جو دو یتیم بچے تھے۔ یہ بچے حضرت سعد بن زُرَارَہ کی پرورش میں تھے۔ جب آپؐ کی اونٹنی نے آپؐ کو وہاں بٹھا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو یہیں ہماری قیامگاہ ہو گی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو لڑکوں کو بلایا اور ان سے اس جگہ کی قیمت دریافت کی تا اسے مسجد بنائیں تو ان دونوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! ہم آپؐ کو یہ زمین مفت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ زمین مفت لینے سے انکار کیا اور اسے ان سے خریدا اور پھر مسجد بنائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد کے بنانے کے لئے لوگوں کے ساتھ اینٹیں ڈھونے لگے اور جب اینٹیں ڈھو رہے تھے تو ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَر هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَر

کہ یہ بوجھ خیبر کے بوجھ جیسا نہیں بلکہ اے ہمارے رب! یہ بوجھ بہت بھلا اور پاکیزہ ہے۔ نیز فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَۃ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

کہ اے اللہ اصل ثواب تو آخرت کا ثواب ہے۔ اس لئے تُو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ ... الخ حدیث3906)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ ہجرت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ آپؓ نے اسے اپنے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے اس لئے تھوڑی سی یہ تفصیل بھی مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ:

"آخر مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا، صرف چند غلام، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ مکہ میں رہ گئے۔ جب مکہ کے لوگوں نے دیکھا کہ اب شکار ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو رؤساء پھر جمع ہوئے اور مشورے کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے۔ خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آپؐ کے قتل کی تاریخ آپؐ کی ہجرت کی تاریخ سے موافق پڑی۔ جب مکہ کے لوگ آپؐ کے گھر کے سامنے آپؐ کے قتل کے لئے جمع ہو رہے تھے تو آپؐ رات کی تاریکی میں ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔" ایک طرف کفار اکٹھے ہو رہے تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے جو آپؐ کی رہنمائی فرمائی تو اسی وقت آپ باہر نکل رہے تھے۔ "مکہ کے لوگ ضرور شبہ کرتے ہوں گے کہ ان کے ارادہ کی خبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مل چکی ہو گی مگر پھر بھی جب آپؐ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور بجائے آپؐ پر حملہ کرنے کے سمٹ سمٹ کر آپؐ سے چھپنے لگ گئے" کہ یہ نہ ہو کہ یہ جو کوئی اَور شخص تھا جا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دے کہ ہم اکٹھے ہو رہے ہیں" تا کہ ان کے ارادوں کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر نہ ہو جائے۔" اس لئے سمٹ رہے تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ "اس رات سے پہلے دن ہی آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے کے لئے ابو بکرؓ کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ پس وہ بھی آپؐ کو مل گئے اور دونوں مل کر تھوڑی دیر میں مکہ سے روانہ ہو گئے اور مکہ سے تین چار میل پر ثور نامی پہاڑی کے سرے پر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ جب مکہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے چلے گئے ہیں تو انہوں نے ایک فوج جمع کی اور آپؐ کا تعاقب کیا۔ ایک کھوجی انہوں نے اپنے ساتھ لیا جو آپؐ کا کھوج لگاتے ہوئے ثور پہاڑ پر پہنچا۔ وہاں اس نے اس غار کے پاس پہنچ کر جہاں آپؐ ابو بکرؓ کے ساتھ چھپے ہوئے تھے یقین کے ساتھ کہا کہ یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس غار میں ہے یا آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ اس کے اس اعلان کو سن کر ابو بکرؓ کا دل بیٹھنے لگا اور انہوں نے آہستہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا دشمن سر پر آ پہنچا ہے اور اب کوئی دم میں" تھوڑی دیر میں "غار میں داخل ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ ابو بکر! ڈرو نہیں۔ خدا ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں کہا یا رسول اللہ! میں اپنی جان کے لئے نہیں ڈرتا کیونکہ میں تو ایک معمولی انسان ہوں۔ مارا گیا تو ایک آدمی ہی مارا جائے گا۔ یا رسول اللہ! مجھے تو صرف یہ خوف تھا کہ اگر آپ کی جان کو کوئی گزند پہنچا تو دنیا میں سے روحانیت اور دین کا نام مٹ جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا کوئی پروا نہیں۔ یہاں

ہم دو ہی نہیں ہیں تیسرا خدا تعالیٰ بھی ہمارے پاس ہے۔ چونکہ اب وقت آ پہنچا تھا کہ خدا تعالیٰ اسلام کو بڑھائے اور ترقی دے اور مکہ والوں کے لئے مہلت کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مکہ والوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور انہوں نے کھوجی سے استہزاء شروع کر دیا اور کہا کہ کیا انہوں نے اس کھلی جگہ پر پناہ لینی تھی؟ یہ کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے اور پھر اس جگہ کثرت سے سانپ بچھو رہتے ہیں۔ یہاں کوئی عقل مند پناہ لے سکتا ہے اور بغیر اس کے کہ غار میں جھانک کر دیکھتے کھوجی سے ہنسی کرتے ہوئے وہ واپس لوٹ گئے۔

دو دن اسی غار میں انتظار کرنے کے بعد پہلے سے طے کی ہوئی تجویز کے مطابق رات کے وقت غار کے پاس سواریاں پہنچائی گئیں اور دو تیز رفتار اونٹنیوں پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی روانہ ہوئے۔ ایک اونٹنی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رستہ دکھانے والا آدمی سوار ہوا اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کا ملازم عامر بن فُھَیْرَۃ سوار ہوئے۔ مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ مکہ کی طرف کیا۔ اُس مقدس شہر پر جس میں آپؐ پیدا ہوئے، جس میں آپؐ مبعوث ہوئے اور جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے آپؐ کے آباؤاجداد رہتے چلے آئے تھے آپؐ نے آخری نظر ڈالی اور حسرت کے ساتھ شہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے مکہ کی بستی! تُو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہا۔ ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔

جب مکہ والے آپ کی تلاش میں ناکام رہے تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو زندہ یا مردہ واپس لے آئے گا اس کو سو (100) اونٹنی انعام دی جائے گی اور اس اعلان کی خبر مکہ کے ارد گرد کے قبائل کو بھجوا دی گئی۔ چنانچہ سُرَاقہ بن مالک ایک بدوی رئیس اس انعام کے لالچ میں آپؐ کے پیچھے روانہ ہوا۔ تلاش کرتے کرتے اس نے مدینہ کی سڑک پر آپؐ کو جا لیا۔ جب اس نے دو اونٹنیوں اور ان کے سواروں کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں تو اس نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے دوڑا دیا مگر راستہ میں گھوڑے نے زور سے ٹھوکر کھائی اور سُرَاقہ گر گیا۔ سُرَاقہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنا واقعہ خود اس طرح بیان کرتا ہے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222 تا 224)

اور پھر وہ ساری تفصیل جو سُرَاقہ کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکی ہے وہ آپؓ نے تحریر فرمائی ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ:

جب عامر بن فُھَیْرَۃ نے حضورؐ کے ارشاد پر امن کا پروانہ لکھ دیا اور سُرَاقہ کو امن کا پروانہ دیا تو اس وقت جب سُرَاقہ لوٹنے لگا تو معاً اللہ تعالیٰ نے سُرَاقہ کے آئندہ حالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب سے ظاہر فرما دئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غیب کے ذریعہ ظاہر فرمایا کہ آئندہ سُرَاقہ کے ساتھ کیا حالات ہونے ہیں اور ان کے مطابق آپؐ نے اسے فرمایا۔ سُرَاقہ! اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سُرَاقہ نے حیران ہو کر پوچھا، کسریٰ بن ہُرمُز شہنشاہِ ایران کے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں!

آپؐ کی یہ پیشگوئی کوئی سولہ سترہ سال کے بعد جا کر لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔

سراقہ مسلمان ہو کر مدینہ آ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی شان کو دیکھ کر ایرانیوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دئے اور بجائے اسلام کو کچلنے کے خود اسلام کے مقابلے میں کچلے گئے۔ ایرانیوں نے حملے شروع کئے تھے۔ کسریٰ کا دارالامارۃ اسلامی فوجوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا اور ایران کے خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ جو مال اس ایرانی حکومت کا اسلامی فوجوں کے قبضے میں آیا اس میں وہ کڑے بھی تھے جو کسریٰ ایرانی دستور کے مطابق تخت پر بیٹھتے وقت پہنا کرتا تھا۔ سُراقہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے اس واقعہ کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت اسے پیش آیا تھا مسلمانوں کو نہایت فخر کے ساتھ سنایا کرتا تھا اور مسلمان اس بات سے آگاہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ سُراقہ! اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب اموال غنیمت لا کر رکھے گئے اور ان میں انہوں نے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو سب نقشہ حضرت عمرؓ کے سامنے، آپؓ کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وہ کمزوری اور ضعف کا وقت جب خدا کے رسول کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا تھا، وہ سُراقہ اور دوسرے آدمیوں کا آپؐ کے پیچھے اس لئے گھوڑے دوڑانا کہ آپ کو مار کر یا زندہ کسی صورت میں بھی مکہ والوں تک پہنچا دیں تو وہ سو اونٹوں کے مالک ہو جائیں گے اور اس وقت آپؐ کا سُراقہ سے کہنا کہ سُراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ کتنی بڑی پیشگوئی تھی۔ کتنا مصفّٰی غیب تھا۔ کتنی صاف غیب کی خبر تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے سامنے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو خدا کی قدرت ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ انہوں نے کہا سُراقہ کو بلاؤ۔ سُراقہ بلائے گئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کسریٰ کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنیں۔ سُراقہ نے کہا۔ اے خدا کے رسولؐ کے خلیفہ! سونا پہننا تو مسلمانوں کے لئے منع ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں منع ہے۔ ٹھیک ہے مردوں کے لئے سونا پہننا منع ہے مگر ان موقعوں کے لئے نہیں۔ یہ وہ موقع نہیں ہے جہاں منع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے ہاتھ میں سونے کے کنگن دکھائے تھے۔ یا تو تم یہ کنگن پہنو گے یا میں تمہیں سزا دوں گا کیونکہ اب تو یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور اس کا باقی حصہ بھی تمہیں پورا کرنا ہو گا۔ سُراقہ کا اعتراض تو محض شریعت کے مسئلے کی وجہ سے تھا ورنہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ سُراقہ نے وہ کنگن اپنے ہاتھ میں پہن لئے اور مسلمانوں نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222، 225-226)

بعض کتب کے مطابق سُراقہ بن مالک کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے والے الفاظ آپؐ نے ہجرت کے موقع پر نہیں فرمائے تھے بلکہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حُنَین اور طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو جِعْرانہ کے مقام پر فرمائے۔

(بخاری بشرح الکرمانی جزء 14 صفحہ 178 کتاب بدء الخلق باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث 3384 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1981ء)

لیکن عموماً روایت یہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے موقع پر ہی کہا تھا جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے۔

جب عامر بن فُھَیْرَۃ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں آ کر بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر کے آئے تو آپ کے بعض صحابہ بیمار ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ رضی اللہ عنہ، حضرت بلالؓ بھی بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عیادت کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ آپؓ کا کیا حال ہے تو انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

کہ ہر شخص جب اپنے گھر میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے صبح بخیر کہا جاتا ہے بحالیکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی نزدیک تر ہوتی ہے۔ یعنی کہ جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ موت تو ایک دن آنی ہی آنی ہے۔ پھر آپ نے حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ:

اِنِّیْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهٖ اِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهٗ مِنْ فَوْقِهٖ

کہ یقیناً مَیں نے موت کو اس کا ذائقہ چکھنے سے قبل ہی پا لیا ہے یقیناً بزدل کی موت اچانک آ جاتی ہے یعنی بہادر موت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور بزدل نے اس کے لئے تیاری نہیں کی ہوتی۔ پھر آپؓ نے حضرت بلالؓ سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

يَالَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً بِفَجٍّ وَّ حَوْلِيْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِيْلُ

کاش مجھے معلوم ہو کہ آیا میں کوئی رات وادیٔ مکہ میں بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اِذْخِر اور جَلِیل (مکہ کے گھاس) ہوں۔ پھر آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپؐ کو ان اصحاب کے قول بتائے۔ بتایا کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہا، عامر بن فُھَیْرَۃ نے یہ کہا، حضرت بلالؓ نے یہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ اِلَيْنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَفِيْ مُدِّهَا وَانْقُلْ وَبَاءَهَا اِلَى مَهْيَعَةَ۔

اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ تُو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا یا اس سے بھی بڑھ کر۔ اے اللہ ہمارے لئے اس کے صاع میں اور اس کے مُدّ میں (یہ دو وزن کے پیمانے ہیں) برکت ڈال دے اور مدینہ کو ہمارے لئے صحت مند مقام بنا دے اور اس کی وباء کو مَہْیَعَہ مقام کی طرف منتقل کر دے یعنی ہم سے دور لے جا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 10 صفحہ 101-102 حدیث 25092 مسند عائشۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ بئرِ معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے تھے۔ جب وہ لوگ بئرِ معونہ میں قتل کئے گئے اور حضرت عَمْرو بِنْ اُمَیَّہ ضَمْرِیْ قید کئے گئے تو عَامِر بن طُفَیل نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟ اور اس نے

ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا تو عمرو بن امیہ نے جواب دیا کہ یہ عامر بن فُھَیْرَۃ ہے۔ عَامِر بن طُفَیل نے کہا کہ میں نے دیکھا یعنی عامر بن فُھَیْرَۃ کو دیکھا کہ وہ قتل کئے جانے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں یہاں تک کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آسمان ان کے اور زمین کے درمیان ہے۔ پھر وہ زمین پر اتارے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کئے جانے کی خبر صحابہ کو دی اور فرمایا تمہارے ساتھی شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے ربّ سے دعا کی ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہمارے متعلق ہمارے بھائیوں کو بتا کہ ہم تجھ سے خوش ہو گئے اور تُو ہم سے خوش ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بتا دیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ الرجیع ... الخ حدیث 4093)

یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ غیر کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھا دیا جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تھی۔

حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ کو کس نے شہید کیا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؓ کو عَامِر بن طُفَیل نے شہید کیا، جس نے یہ بات بیان کی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 2 صفحہ 796 عامر بن فھیرہؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

عامر بن طفیل نے ہی پوچھا تھا نا کہ کس نے شہید کیا تھا۔ یہ دشمنوں میں سے تھا۔ اور جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جَبَّار بن سَلْمِی نے شہید کیا تھا۔ بہر حال بئرِ معونہ کے وقت یہ شہید ہوئے تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 1 صفحہ 229-230 جبار بن سلمیؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ کے شہادت کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

چنانچہ دیکھ لو اسلام نے تلوار کے زور سے فتح نہیں پائی بلکہ اسلام نے اس اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ فتح پائی ہے جو دلوں میں اتر جاتی تھی اور اخلاق میں ایک اعلیٰ درجہ کا تغیر پیدا کر دیتی تھی۔ ایک صحابی کہتے ہیں میرے مسلمان ہونے کی وجہ محض یہ ہوئی کہ میں اس قوم میں مہمان ٹھہرا ہوا تھا جس نے غداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے ستر قاری شہید کر دئے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو کچھ تو اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور کچھ ان کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ چونکہ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا اور مسلمان بہت تھوڑے تھے اور وہ بھی نہتے اور بے سروسامان۔ اس لئے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

آخر میں صرف ایک صحابی رہ گئے جو ہجرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کا نام عامر بن فُھَیْرَۃ تھا۔ بہت سے لوگوں نے مل کر اُن کو پکڑ لیا اور ایک شخص نے زور سے نیزہ ان کے سینے میں مارا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ ان کی زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ کعبہ کے ربّ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ جب میں نے ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا۔ یعنی حملہ کرنے والوں کے ساتھیوں میں سے وہی صحابی وہی جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا تو میں حیران ہوا اور میں نے کہا یہ شخص اپنے رشتہ داروں سے دور، اپنے بیوی بچوں سے دور اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوا اور نیزہ اس کے سینہ میں مارا گیا مگر اس نے مرتے ہوئے اگر کچھ کہا تو صرف یہ کہ کعبہ کے

رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ کیا یہ شخص پاگل تو نہیں؟ چنانچہ میں نے بعض اور لوگوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے اور اس کے منہ سے ایسا فقرہ کیوں نکلا؟ انہوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے یہ مسلمان لوگ واقعہ میں پاگل ہیں۔ جب یہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور انہوں نے کامیابی حاصل کر لی۔ یہ کہتے ہیں کہ میری طبیعت پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان لوگوں کا مرکز جا کر دیکھوں گا اور خود ان لوگوں کے مذہب کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ میں مدینہ پہنچا اور مسلمان ہو گیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا کہ ایک شخص کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے اور وہ وطن سے کوسوں دور ہے۔ اس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار اس کے پاس نہیں اور اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ جب یہ شخص اس حملے کے بعد مسلمان ہوا تھا تو اس کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ جب وہ یہ واقعہ سنایا کرتا اور فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ کے الفاظ پر پہنچتا تو اس واقعہ کی ہیبت کی وجہ سے یکدم اس کا جسم کانپنے لگ جاتا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اسلام اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیلا ہے زور سے نہیں۔

(ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 251-250)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عامر بن فُھَیْرَۃ کی شہادت کے وقت آپؓ کے منہ سے جو الفاظ نکلے ان میں فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اور فُزْتُ وَاللّٰہِ دونوں الفاظ ملتے ہیں۔ دونوں روایتیں ہیں اور یہ الفاظ اَور صحابہ کے منہ سے بھی نکلے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا بھی ذکر کیا ہے اور کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں کہ "ہمیں تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ جنگوں میں اس طرح جاتے تھے کہ ان کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنگ میں شہید ہونا ان کے لئے عین راحت اور خوشی کا موجب ہے۔.... اور اگر ان کو لڑائی میں کوئی دکھ پہنچتا تھا تو وہ اس کو دکھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ سکھ خیال کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہؓ کے کثرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں کہ انہوں نے خدا کی راہ میں مارے جانے کو ہی اپنے لئے عین راحت محسوس کیا۔ مثلاً وہ حفاظ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسط عرب کے ایک قبیلہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے تھے ان میں سے حَرَام بن مِلْحَان اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس عَامِر بن طُفَیل کے پاس گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔

شروع میں تو عَامِر بن طُفَیل اور اس کے ساتھیوں نے منافقانہ طور پر ان کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے ایک خبیث کو اشارہ کیا اور اس نے اشارہ پاتے ہی حرام بن مِلْحَان پر پیچھے سے نیزہ کا وار کیا اور وہ گر گئے۔ گرتے وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔

یعنی مجھے کعبہ کے رب کی قسم! مَیں نجات پا گیا۔ پھر ان شریروں نے باقی صحابہؓ کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فُھَیْرَۃؓ جو ہجرت کے سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے ان کے متعلق ذکر آتا ہے بلکہ خود ان کا قاتل جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے

کی وجہ ہی یہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے عامر بن فُھَیْرَۃؓ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ یعنی خدا کی قسم! میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ صحابہؓ کیلئے موت بجائے رنج کے خوشی کا موجب ہوتی تھی۔"

(ایک آیت کی پُر معارف تفسیر، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 612-613)

پس بڑے خوش قسمت تھے وہ لوگ اور خاص طور پر عامر بن فُھَیْرَۃ جن کو حضرت ابو بکرؓ کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع ملا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کا بھی موقع ملا اور پھر یہ کہ غار ثور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا وغیرہ خوراک مہیا کرنے یا اس زمانے میں خوراک تو بکری کا وہ دودھ تھا، دودھ پہنچانے کے لئے ان کو مقرر کیا گیا اور یہ باقاعدگی سے تین دن وہاں بکری لے جاتے رہے اور بکری کا دودھ وہاں پہنچاتے رہے۔

پھر ان کو یہ بھی موقع ملا کہ سُرَاقہ کو امن کی تحریر انہوں نے لکھ کر دی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر تھی۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر بھی ان کی دعا سے دُور بیٹھے ہوئے ملی۔ تو یہ وفا کے پتلے تھے جنہوں نے ہر موقع پر وفا دکھائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08 فروری 2019ء تا 14 فروری 2019ء جلد 26 شمارہ 06 صفحہ 05 تا 08)

4

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ جنوری 2019ء بمطابق 25/ صلح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن بدری صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں سے پہلا نام حضرت طُفَیلؓ بن حارث کا ہے۔ حضرت طُفَیل بن حارث کا تعلق قریش سے تھا اور آپ کی والدہ کا نام سُخَیْلَۃ بنت خُزَاعِی تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طُفَیل بن حارث اور حضرت مُنْذِر بن محمد کے ساتھ یا بعض دیگر روایات کے مطابق حضرت سُفیان بن نَسْر سے آپ کی مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

حضرت طُفَیل بن حارث اپنے بھائی حضرت عُبَیدہؓ اور حُصَیْن کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ اسی طرح آپ نے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہونے کی توفیق پائی۔ ان کی وفات بتیس ہجری میں ستر سال کی عمر میں ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 74 طُفَیل بن الحارث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 38 الطفیل بن الحارث مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

دوسرے صحابی ہیں حضرت سُلَیْم بن عَمْرو اَنْصَارِی۔ ان کی والدہ کا نام اُمّ سُلَیْم بنت عَمْرو تھا اور آپ کا تعلق خَزرج کے خاندان بنو سَلَمَہ سے تھا اور بعض روایات میں آپ کا نام سُلَیمان بن عَمْرو بھی ملتا ہے۔ انہوں نے عَقَبَہ میں ستر آدمیوں کے ساتھ بیعت کی اور غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور غزوۂ احد کے موقع پر ان کی شہادت ہوئی اور آپ کے ساتھ آپ کے غلام عَنْتَرَہ بھی تھے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 545 سُلَیْم بن عَمْرؓو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 435 سُلَیْم بن عَمْرؓو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سُلَیْم بن حارث اَنْصَارِی ہے۔ ان کا تعلق بھی قبیلہ خَزرج کے خاندان بنو دِینار سے ہے اور ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ خاندان بَنُو دِینار کے غلام تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ضَحَّاكْ بن حارِث کے بھائی ہیں۔ بہر حال جو معلومات ہیں اس کے مطابق یہ دونوں باتیں ہیں۔ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور غزوۂ اُحُد میں شہادت کا رتبہ پایا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 543 سُلَیْم بن الحارثؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر حضرت سُلَیْم بن مِلْحَان اَنْصَارِی ہیں۔ ان کی والدہ مُلَیْکَہ بنتِ مَالِك تھیں۔ حضرت انس بن مالک

کے ماموں جبکہ حضرت اُمِّ حَرَام اور حضرت اُمِّ سُلَیْم کے بھائی تھے۔ حضرت اُمِّ حَرَام حضرت عُبَادَہ بن صامِت کی اہلیہ تھیں جبکہ حضرت اُمّ سُلَیْم حضرت ابو طلحہ اَنْصَارِی کی اہلیہ تھیں اور ان کے صاحبزادے حضرت انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر اور احد میں اپنے بھائی حضرت حَرَام بن مِلْحَان کے ساتھ شرکت کی تھی اور آپ دونوں ہی واقعہ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 546 سُلَیْم بن مِلْحَانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 391 سُلَیْم بن مِلْحَانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چھتیسویں مہینے صَفَر میں یعنی صَفَر کا جو مہینہ ہے اس میں بِئْرِ مَعُونہ کی طرف حضرت مُنْذِر بن عَمْرو السَّاعِدِی کا سریہ ہوا۔ عَامِر بن جعفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو ہدیہ دینا چاہا جسے آپؐ نے لینے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول نہ کیا اور نہ ہی اسلام سے دور ہوا۔ عَامِر نے درخواست کی کہ اگر آپؐ اپنے اصحاب میں سے چند آدمی میرے ہمراہ میری قوم کے پاس بھیج دیں تو امید ہے کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کر لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اہلِ نجد اِن کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں تو اس نے کہا کہ اگر کوئی ان کے سامنے آیا تو مَیں ان کو پناہ دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر نوجوان جو قرآن کریم کے قاری کہلاتے تھے اس کے ساتھ بھجوائے اور حضرت مُنْذِر بن عَمْرو السَّاعِدِی کو ان پر امیر مقرر کیا۔ پہلے بھی یہ واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ جب یہ لوگ بئرِ معونہ کے مقام پر پہنچے جو بنی سُلَیْم کا گھاٹ تھا اور بنی عَامِر اور بنی سُلَیْم کی زمین کے درمیان تھا یہ لوگ وہیں اترے، پڑاؤ کیا اور اپنے اونٹ وہیں چھوڑ دئے۔ انہوں نے پہلے حضرت حَرَام بن مِلْحَان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دے کر عَامِر بن طُفَیل کے پاس بھیجا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پڑھا ہی نہیں اور حضرت حَرَام بن مِلْحَان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف اس نے بنی عَامِر کو بلایا مگر انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے قبائل سُلَیْم میں عُصَیَّہ اور ذَکْوَان اور رِعْل کو پکارا۔ وہ لوگ اس کے ساتھ روانہ ہو گئے اور اسے اپنا رئیس بنا لیا۔

جب حضرت حَرَام کے آنے میں دیر ہوئی تو مسلمان ان کے پیچھے آئے۔ کچھ دور جا کر ان کا سامنا اس جتھے سے ہوا جو حملہ کرنے کے لئے آ رہا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ دشمن تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ جنگ ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شہید کر دئے گئے۔ مسلمانوں میں حضرت سُلَیْم بن مِلْحَان اور حَکَم بن کَیْسَان کو جب گھیر لیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ہمیں سوائے تیرے کوئی ایسا نہیں ملتا جو ہمارا اسلام تیرے رسول کو پہنچا دے۔ لہٰذا تُو ہی ہمارا اسلام پہنچا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل نے اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا وَعَلَیْہِمُ السَّلَام۔ ان پر سلامتی ہو۔ مُنْذِر بن عَمْرو سے ان لوگوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں امن دے دیں گے مگر انہوں نے انکار کیا۔ وہ حضرت حَرَام کی جائے شہادت پر آئے۔ ان لوگوں سے جنگ

کی یہاں تک کہ شہید کر دئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آگے بڑھ گئے تا کہ مر جائیں یعنی موت کے سامنے چلے گئے حالانکہ وہ اسے جانتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2صفحہ 39-40 سریة المنذر بن عَمْرٌو مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

باوجود جنگ کا سامان پورا نہ ہونے کے بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور جنگ کی نیت سے گئے بھی نہیں تھے۔

پھر ذکر ہے حضرت سُلَیْم بن قَیْس اَنْصَارِی کا۔ ان کی والدہ کا نام اُمّ سُلَیْم بنت خالد تھا۔ حضرت خولہ بنت قَیْس کے بھائی تھے جو حضرت حمزہؓ کی بیوی تھیں۔ آپ نے غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔ ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 545-546 سُلَیْم بن قَیْس اَنْصَارِیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 372 سُلَیْم بن قَیْسٌ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی حضرت ثابت بن ثَعْلَبہ تھے۔ ان کا نام حضرت ثابت بن ثَعْلَبہ تھا اور ان کی والدہ کا نام اُمّ اُنَاس بنت سَعْد تھا جن کا تعلق قبیلہ بنو عُذْرَہ سے تھا۔ آپ کے والد ثَعْلَبہ بن زید کو اَلْجِذْع کہا جاتا تھا۔ ان کا یہ نام ان کی بہادری اور مضبوط عزم وہمت ہونے کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔

اسی مناسبت سے حضرت ثابت کو ابن الْجِذْع کہا جاتا ہے۔ حضرت ثابت بن ثَعْلَبہ کی اولاد میں عبد اللہ اور حارِث شامل ہیں۔ ان سب کی والدہ اُمَامَہ بنت عثمان تھیں۔ حضرت ثابت ستر انصار صحابہ کے ہمراہ بیعت عَقَبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوۂ خندق اور صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر اور فتح مکہ اور غزوۂ طائف میں بھی شامل تھے۔ آپ نے غزوۂ طائف کے روز ہی جام شہادت نوش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 428-429 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی حضرت سِمَاك بن سعد ہیں۔ ان کے والد سعد بن ثَعْلَبہ تھے۔ آپ حضرت نعمان بن بشیر کے والد حضرت بشیر بن سعد کے بھائی تھے۔ بدر میں اپنے بھائی حضرت بشیر کے ساتھ شریک ہوئے اور احد میں بھی شریک ہوئے تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 552 سِمَاك بن سعدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر ایک صحابی ہیں ان کا نام جابر بن عبداللہ بن رِئَاب ہے۔ حضرت جابر کا شمار ان چھ انصار میں کیا جاتا ہے جو سب سے پہلے مکہ میں اسلام لائے۔ حضرت جابر بدر اور احد اور خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 431 جابر بن عبد اللہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

بیعت عقبہ اولیٰ سے قبل انصار کے چند لوگوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں ملاقات ہوئی جن کی تعداد چھ تھی۔ وہ چھ اصحاب یہ تھے اَسْعَد بن زُرَارَہ۔ عوف بن حارث۔ رَافِع بن مالِك بن عَجْلَان اور قُطْبَہ بن عَامِر بن حَدِیْدَۃ اور عُقْبَہ بن عَامِر بن نَابِی اور جابر بن عبداللہ بن رِئَاب۔ یہ سب لوگ

مسلمان ہو گئے۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو انہوں نے مدینہ والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا۔
(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 492 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اس کا تفصیلی ذکر پہلے عُقْبَہ بن عَامِر بن نَابِی کے ذکر میں ہو چکا ہے۔ مختصر ذکر میں یہاں کر دیتا ہوں۔ یہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوئے تو جاتے ہوئے عرض کیا کہ ہمیں خانہ جنگیوں نے بہت کمزور کر دیا ہے۔ ہمارے اندر آپس میں بہت نااتفاقیاں ہیں اور ہم یثرب میں جا کر اپنے بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کریں گے اور کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے پیغام کے ذریعہ سے، ہماری تبلیغ کے ذریعہ سے ہمیں پھر جمع کر دے اور ہم جب اکٹھے ہو جائیں گے تو پھر ہر طرح آپؐ کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں یثرب والوں کی طرف سے ظاہری حالات اور اسباب کے لحاظ سے اس طرح گزارا جس میں خوف بھی تھا اور امید بھی تھی کہ دیکھیں یہ چھ مصدقین جو گئے ہیں، جنہوں نے بیعت کی ہے ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔ آیا یثرب میں بھی کوئی کامیابی ملتی ہے، کوئی امید بنتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ باقی جگہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف بڑا انکار تھا بلکہ مخالفت بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ مکہ اور رؤسائے طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو سختی سے ردّ کر چکے تھے اور دیگر قبائل بھی ان کے زیر اثر ایک ایک کر کے ردّ کر رہے تھے۔ تو ان کی بیعت کی وجہ سے مدینہ میں ایک امید کی کرن پیدا ہوئی تھی لیکن اس کی بھی کوئی تسلی نہیں تھی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ چھ ماننے والے جن سے امید کی کرن پیدا ہوئی ہے اگر ان کے خلاف بھی دشمن کھڑا ہوا تو یہ مصیبتوں اور مشکلات کا مقابلہ کر سکیں گے۔

بہر حال یہ گئے، انہوں نے تبلیغ کی، لیکن اس دوران میں مکہ والوں کی طرف سے بھی دشمنی اور مخالفت روز بروز بڑھ رہی تھی اور وہ لوگ اس بات پہ پُر یقین تھے کہ اسلام کو مٹانے کا اب یہی وقت ہے کیونکہ اگر مکہ سے باہر نکلنا شروع ہو گیا اور پھیلنا شروع ہو گیا تو پھر اسلام کو مٹانا مشکل ہو گا۔ اس لئے مکہ والوں نے بھی مخالفت اپنے پورے زوروں پر کی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے مخلص صحابہ جو تھے جنہوں نے بیعت کی تھی، مسلمان ہوئے تھے ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی بات پر قائم تھے۔ کوئی بات ان کو اسلام کی تعلیم سے اور اسلام سے ہٹا نہیں سکتی تھی، توحید سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔ بہر حال اسلام کے لئے ایک بہت نازک وقت تھا اور امید بھی تھی، خوف بھی تھا کہ مدینہ میں یہ لوگ گئے ہیں تو دیکھیں ان کے نتائج کیا نکلتے ہیں۔

پھر اگلے سال مدینہ سے ایک وفد پھر حج کے موقع پر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شوق کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے اور منیٰ کی جانب عقبہ کے پاس پہنچ کر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو اچانک آپؐ کی نظر یثرب کی ایک چھوٹی سی جماعت پر پڑی جنہوں نے آپؐ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور نہایت محبت اور اخلاص سے آگے بڑھ کر آپؐ کو ملے۔ ان میں سے پانچ تو وہی تھے جو پہلے بیعت کر کے گئے تھے اور سات نئے تھے اور یہ لوگ اوس اور خزرج دونوں قبیلوں میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر لوگوں سے الگ ہو کر ایک گھاٹی میں، ایک وادی میں ان کو ایک طرف لے گئے اور وہاں سے جو یہ بارہ افراد کا وفد آیا تھا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو یثرب کے حالات کی اطلاع دی اور ان سب نے باقاعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہی بیعت جو تھی یثرب میں اسلام کے قیام کا بنیادی پتھر تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جن الفاظ میں بیعت لی وہ یہ تھے کہ ہم خدا کو ایک جانیں گے۔ شرک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ قتل سے باز رہیں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر نیک کام میں آپؐ کی اطاعت کریں گے۔

بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ دیکھو اگر تم صدق و ثبات کے ساتھ، سچائی کے ساتھ، مضبوطی کے ساتھ اس عہد پر قائم رہے تو تمہیں جنت نصیب ہو گی اور اگر کمزوری دکھائی تو پھر تمہارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ وہ جس طرح چاہے گا پھر تمہارے سے سلوک کرے گا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 222 تا 224)

بہرحال پھر ان لوگوں نے اپنے عہد بیعت کو ثابت کر کے دکھایا۔ نہ صرف ثابت کر کے دکھایا بلکہ اعلیٰ ترین معیار تک پہنچایا اور پھر ہم بعد کے حالات دیکھتے ہیں کہ کس طرح پھر مدینہ میں اسلام پھیلا۔

حضرت مُنْذِر بن عَمْرو بن خُنَیْس ایک صحابی ہیں جن کا ذکر ہو گا۔ ان کا لقب تھا مُعْنِقُ لِیَمُوْتَ یا مُعْنِقُ لِلْمَوْتِ یعنی آگے بڑھ کر موت کو گلے لگانے والا۔ ان کا نام مُنْذِر اور والد کا نام عَمْرو تھا۔ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو سَاعِدہ سے تھے۔ بیعتِ عَقَبہ میں شریک ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُنْذِر بن عَمْرو کو اور حضرت سعد بن عُبَادۃ کو ان کے قبیلہ بنو ساعدہ کا نقیب مقرر فرمایا تھا یعنی سردار مقرر کیا تھا یا نگران مقرر کیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت مُنْذِر پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُنْذِر اور حضرت طُلَیْب بن عُمَیْر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپ غزوۂ بدر میں یعنی حضرت مُنْذِر غزوہ بدر میں اور احد میں بھی شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت مُنْذِر بن عَمْرو کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ:۔ "قبیلہ خزرج کے خاندان بنو ساعِدہ سے تھے اور ایک صوفی مزاج آدمی تھے۔ بئرِ معونہ میں شہید ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 232)

بئرِ معونہ کی تفصیل پہلے صحابہ کے ذکر میں بھی آچکی ہے۔ کچھ حصہ حضرت مُنْذِر بن عَمْرو کے حوالے سے بھی خلاصۃً یہاں بیان کر دیتا ہوں جو سیرت خاتم النبیینؐ میں سے ہی ہے۔

قبائل سُلَیْم اور غَطْفَان یہ قبائل عرب کے وسط میں سطح مرتفع نجد پر آباد تھے اور مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے۔ آپس میں ان کی مکہ کے قریش کے ساتھ ساز باز تھی کہ کس طرح اسلام کو ختم کیا جائے اور آہستہ آہستہ ان شریر قبائل کی شرارت بڑھتی جاتی تھی اور سارا سطح مرتفع نجد اسلام کی عداوت کے زہر کی لپیٹ میں آتا چلا جا رہا تھا اور اس کا اثر ہو رہا تھا۔ چنانچہ ان ایام میں ایک شخص ابو بَرَاء عَامِرِی جو وسط عرب کے قبائل بنو عَامِر کا ایک رئیس تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا، پہلے بھی ذکر ہو

چکا ہے۔ بڑی نرمی سے آپؐ نے اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اس نے بھی بظاہر بڑے شوق سے تبلیغ سنی مگر مسلمان نہیں ہوا۔ پھر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ساتھ آپؐ چند اصحاب نجد کی طرف روانہ کریں جو وہاں جا کر اہل نجد میں اسلام کی تبلیغ کریں اور پھر ساتھ یہ بھی کہنے لگا کہ مجھے امید ہے کہ نجدی لوگ آپ کی دعوت کو ردّ نہیں کریں گے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو اہل نجد پر اعتماد نہیں ہے۔ اَبُوبَرَاء کہنے لگا کہ آپؐ ہرگز فکر نہ کریں۔ جو لوگ میرے ساتھ جائیں گے مَیں ان کی حفاظت کا ضامن ہوں۔ چونکہ ابوبَرَاء ایک قبیلے کا رئیس اور صاحبِ اثر آدمی تھا آپؐ نے اس کے اطمینان دلانے پر یقین کر لیا اور صحابہ کی ایک جماعت نجد کی طرف روانہ فرما دی۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یہ تاریخ کی روایت ہے لیکن بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ قبائل رِعْل اور ذَکْوَان وغیرہ جو مشہور قبیلہ بنو سُلَیْم کی شاخ تھے ان کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری قوم میں سے جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے خلاف ہماری امداد کریں۔ یہ تشریح نہیں تھی کہ کس قسم کی امداد ہے آیا فوجی ہے یا تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے درخواست کی کہ چند آدمی اس کے لئے روانہ کئے جائیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دستہ روانہ فرمایا جس کا ذکر ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے بئرِ معونہ کی تفصیلات میں بخاری کی روایات میں بھی کچھ خلط واقع ہو گیا۔ دو واقعات کی کچھ روایتیں آپس میں اکٹھی مل گئی ہیں۔ اس لئے تاریخ سے اور بخاری کی روایات سے صحیح طرح پتہ نہیں لگتا کہ حقیقت کیا ہے؟ جس کی وجہ سے حقیقت پوری طرح متعین نہیں ہو سکتی؟ لیکن بہرحال انہوں نے اس کا حل بھی نکالا ہے فرماتے ہیں کہ بہرحال اس قدر یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر قبائل رِعْل اور ذَکْوَان وغیرہ کے لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ چند صحابہ ان کے ساتھ بھجوائے جائیں۔ آپؓ نے یہ لکھا ہے کہ اگر ایک دو روایتیں مختلف ہیں اور اگر ان کی آپس میں مطابقت کرنی ہے کہ ایک دوسرے سے ان کا کیا تعلق ہے یا کس طرح اس کی تطبیق کی جا سکتی ہے تو فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کی مطابقت کی یہ صورت اس طرح ہو سکتی ہے کہ رِعل اور ذکوان کے لوگوں کے ساتھ ابوبَرَاء عَامِری رئیس قبیلہ عَامِر بھی آیا ہو۔ اس نے ان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کی ہو۔ چنانچہ تاریخی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور پھر اس کا یہ جواب دینا کہ آپؐ کوئی فکر نہ کریں۔ مَیں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ آپؐ کے صحابہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ابوبَرَاء کے ساتھ رِعل اور ذکوان کے لوگ بھی آئے تھے جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فکرمند تھے۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَفر 4 ہجری میں مُنْذِر بن عَمْرو اَنْصَارِی کی امارت میں صحابہ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے، تعداد میں ستر تھے۔ قریباً سارے کے سارے قاری اور قرآن خواں تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئرِ معونہ کے نام سے مشہور تھا

تو ان میں سے ایک شخص حَرَام بن مِلْحَانؓ جو انس بن مالکؓ کے ماموں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دعوت اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عَامِر کے رئیس اور ابوبَرَاء عامری جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کے بھتیجے عَامِر بن طُفَیل کے پاس گئے اور باقی صحابہ پیچھے رہے۔ جب حَرَام بن مِلْحَان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے طور پر عَامِر بن طُفَیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر آؤ بھگت کی لیکن پھر جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگ گئے تو جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے پیچھے سے حملہ کر کے ان کو نیزہ مار کر وہیں شہید کر دیا۔ اس وقت حَرَام بن مِلْحَان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ یعنی اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچا۔ عمرو بن طُفَیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عَامِر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ آور ہو جائیں مگر انہوں نے جیسا کہ ذکر ہوا اس کا انکار کیا لیکن جو زائد بات ہے اور یہاں ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ ہم ابوبَرَاء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پہ حملہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ابوبَرَاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں ان کا ضامن ہوں۔ تو اس قبیلے نے کہا کہ جب وہ ضامن ہو گیا تو ہم حملہ نہیں کریں گے۔

اس پر عَامر نے سُلَیْم میں سے بنو رِعْل اور ذَکْوَان اور عُصیہ وغیرہ کو جو دوسرا قبیلہ تھا اور جو بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بن کر آئے تھے، اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں۔ ہم لڑنے تو آئے نہیں ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور تم سے بالکل لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو شہید کر دیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 517 تا 519)

تاریخ میں آتا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے بئرِ معونہ کے شہداء کے بارے میں خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُنْذِر بن عَمْرو کے بارے میں فرمایا جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے کہ اَعْنَقَ لِیَمُوْتَ یعنی حضرت مُنْذِر بن عَمْرو نے یہ جانتے ہوئے کہ اب شہادت ہی مقدر ہے اپنے ساتھیوں کی طرح اسی جگہ لڑتے ہوئے شہادت کو قبول کر لیا اس وجہ سے آپ مُعْنِق لِیَمُوْتَ یا مُعْنِقُ لِلْمَوْتِ کے لقب سے مشہور تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 40 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت مُنْذِر بن عَمْرو سے ان لوگوں نے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں امن دے دیں گے لیکن حضرت مُنْذِر نے ان کی امان لینے سے انکار کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258-259 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت اَبُواُسَیْد کے ہاں ان کے بیٹے مُنْذِر بن اَبِی اُسَیْد

پیدا ہوئے تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔ اس وقت حضرت اَبُواُسَیْد بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہو گئے۔ حضرت اَبُواُسَیْد نے اشارہ کیا تو لوگ مُنْذِر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر سے اٹھا کر لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کام سے فراغت ہوئی تو دریافت فرمایا کہ بچہ کہاں گیا؟ حضرت اَبُواُسَیْد نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے اس کو گھر بھیج دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کا نام کیا رکھا ہے؟ اَبُو اُسَیْد نے عرض کیا کہ فلاں نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کا نام مُنْذِر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اس بچے کا نام مُنْذِر رکھا۔ یہ وہ مُنْذِر نہیں ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ شارحین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بچے کا نام مُنْذِر رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابواُسَید کے چچا کا نام مُنْذِر بن عَمْرو تھا، وہی صحابی جن کا ذکر ہوا جو بئرِ معونہ میں شہید ہوئے۔ ابواُسَید کے چچا کا نام تھا مُنْذِر بن عَمْرو۔ یہ ابواُسَید کے چچا تھے جو بئرِ معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ پس یہ نام تفاؤل کی وجہ سے رکھا گیا تھا کہ یہ بھی ان کے اچھے جانشین ثابت ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب تحویل الاسم الی اسم احسن منه حدیث6191)(فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی جلد 7 صفحه 452 مطبوعه دار الریان للتراث القاهره1986ء)

یہ بھی وجہ ہو گی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اپنے پیاروں کے ناموں کو زندہ رکھنے کے لئے بھی ان کے قریبیوں کے نام ان کے نام پر رکھتے ہوں گے۔

حضرت مَعْبَد بن عَبَّاد ایک صحابی تھے جن کی کنیت ابو حُمَیْضَہ تھی۔ والد تھے عَبَّاد بن قُشَیْر۔ حضرت مَعْبَد بن عَبَّاد کا نام مَعْبَد بن عُبَادَۃ اور مَعْبَد بن عُمَارہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سالم بن غَنَم بن عوف سے تھا ان کی کنیت ابو حُمَیْضَہ ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو خُمَیْصَہ اور ابو عُصَیْمَہ بھی بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں یہ شریک ہوئے تھے۔

(اسد الغابه جلد 5صفحه 211-212مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحه 408، 411مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت1990ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت عَدِی بن اَبِی زَغْبَاءَ اَنْصَارِی۔ ان کی ولدیت سِنان بن سُبَیْع تھی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عَدِی کے والد ابی زَغْبَاء کا نام سِنان بن سُبَیْع بن ثَعْلَبہ تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ جُھَیْنَہ سے تھا۔ غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

(اسد الغابه جلد 4صفحه 11مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحه 377مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حضرت بَسْبَس بن عَمْرو کے ساتھ معلومات لانے کی غرض سے غزوۂ بدر کے موقع پر ابوسفیان کے قافلے کی طرف بھیجا تھا۔ یہ خبر لینے گئے یہاں تک چلتے گئے کہ سمندر کے ساحل کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت بَسْبَس بن عَمْرو اور حضرت عَدِی بن ابی زَغْبَاء نے بدر کے مقام پر

ایک ٹیلے کے پاس اپنے اونٹ بٹھائے جو ایک گھاٹ کے قریب تھا۔ پھر انہوں نے اپنی مشکیں لیں اور گھاٹ پر پانی لینے آئے۔ ایک شخص مَجْدِی بن عَمْرو جُھَنِی گھاٹ کے پاس کھڑا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے دو عورتوں سے سنا کہ ایک عورت نے دوسری سے کہا کہ کل یا پرسوں قافلہ آئے گا تو میں ان کی مزدوری کر کے تیرا قرض اتار دوں گی۔ اب یہ باتیں دو عورتیں کر رہی ہیں لیکن اس میں معلومات تھیں۔ مجدی نے کہا تو ٹھیک کہتی ہے۔ پھر وہ ان دو عورتوں کے پاس سے چلا گیا، وہاں سے ہٹ کے چلا گیا۔ حضرت عَدِی اور حضرت بَسْبَس نے یہ باتیں سنیں۔ یہ دونوں جب گئے تو ان دونوں نے عورتوں کی یہ باتیں سن لی تھیں انہوں نے آ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔

(کتاب المغازی جلد اوّل صفحہ 40 باب بدر القتال مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

یعنی کہ یہ بات ہم نے سنی ہے کہ دو عورتیں باتیں کر رہی تھیں کہ ایک قافلہ آئے گا اور یہ کفّار کے قافلے کی خبر تھی تو اس طرح یہ لوگ معلومات پہنچایا کرتے تھے۔ بظاہر دیکھنے میں تو دو عورتیں ہی باتیں کر رہی ہیں لیکن اس کی اہمیت کا ان کو اندازہ نہ تھا اور یہ بڑی اہم خبر تھی، قافلے کی آمد کی اطلاع مل رہی تھی۔ حضرت عَدِی بن ابی زَغْبَاء نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

(اصابہ جلد 4 صفحہ 391-392 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت رَبِیْع بن اِیَاس۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو لَوْذَان سے تھا۔ غزوۂ بدر میں اپنے بھائی وَرَقَہ بن اِیَاس اور عَمْرو بن اِیَاس کے ساتھ شامل ہوئے اور غزوۂ احد میں بھی آپ شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 416-417 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(کتاب المغازی جلد اوّل صفحہ 167 باب تسمیۃ من شھد بدرا من قریش والانصار مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

پھر ایک صحابی ہیں جن کا نام حضرت عُمَیر بن عَامِر اَنْصَارِی ہے۔ ان کی کنیت ابو داؤد تھی اور ان کے والد عَامِر بن مالک تھے۔ حضرت عُمَیر کے والد کا نام عَامِر بن مالک تھا۔ آپ کی والدہ کا نام نائلہ بنت ابی عاصم تھا۔ حضرت عُمَیر کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت عُمَیر اپنی کنیت ابو داؤد سے زیادہ مشہور ہیں۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 393 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 4 صفحہ 598 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت اُمّ عمارہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو داؤد مَأزِنی یعنی حضرت عُمَیر اور حضرت سُلَیْط بن عَمْرو دونوں بیعت عقبہ میں حاضر ہونے کے لئے نکلے تو انہیں معلوم ہوا کہ لوگ بیعت کر چکے ہیں۔ اس پر انہوں نے بعد میں حضرت اَسْعَد بن زُرَارَہ کے ذریعہ سے بیعت کی جو عقبہ کی رات نُقَبَاء میں سے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز جلد 7 صفحہ 99 ابو داؤد الانصاری المازنیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

ایک نقیب مقرر کئے گئے تھے۔ سردار مقرر کئے گئے تھے۔ ان کے ذریعہ سے پھر انہوں نے بیعت کی۔ ایک روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں اَبُوالْبَخْتَرِی کو قتل کرنے والے حضرت عُمَیر بن عَامِر تھے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 92 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت سعد مولیٰ حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعہ۔ ان کا تعلق بنو کلب کے قبیلے سے تھا۔ حضرت سعد بن خَوْلِیْ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت سعد بن خَوْلِی کا تعلق قبیلہ بنو کلب سے ہے لیکن ابو معشر کے نزدیک ان کا تعلق قبیلہ بَنُو مَذْحِجْ سے تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ اہل فارس میں سے تھے۔

حضرت سعد بن خَوْلِی، حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعہ کے پاس غلام ہو کر پہنچے۔ حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعہ آپ کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ حضرت سَعْد حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعہ کے ساتھ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں آپ کی شہادت ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کے بیٹے عبداللہ بن سعد کا انصار کے ساتھ وظیفہ مقرر فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 428 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 85مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)(سیر الصحابہ جلد 4 حصہ 7 صفحہ 318 حضرت سعد بن خولیؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی2004ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت اَبُو سِنَان بن مِحْصَن۔ ان کے والد مِحْصَن بِن حُرْثَان تھے۔ ان کی کنیت اَبُوسِنَان تھی۔ ان کا نام وَھْب بن عبداللہ تھا اور عبداللہ بن وھب بھی بیان کیا جاتا ہے اور کنیت تھی اَبُو سِنَان۔ جبکہ صحیح ترین قول کے مطابق جو تاریخ میں ملتا ہے آپ کا نام وَھْب بن مِحْصَن تھا۔ حضرت اَبُو سِنَان بن مِحْصَن حضرت عُکَاشَہ بن مِحْصَن کے بھائی تھے۔

(اسد الغابہ جلد 6صفحہ 153 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

آپ حضرت عُکَاشَہ بن مِحْصَن سے بڑے تھے۔ اس کے بارے میں بھی یہ روایت ہے کہ حضرت عُکَاشَہ سے تقریباً دو سال بڑے تھے اور مختلف روایتیں بھی ہیں۔ بعض نے دس سال کہا۔ بعض نے بیس سال کہا۔

(اسد الغابہ جلد6 صفحہ 153مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(الروض الانف جلد 4 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 69 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کے بیٹے کا نام سِنَان بن اَبُو سِنَان تھا۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شریک تھے۔ یہ بعض روایات میں ملتا ہے کہ بیعت رضوان میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت اَبُو سِنَان بن مِحْصَن اَسَدی تھے مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت اَبُوسِنَان محاصرہ بنو قریظہ کے وقت 5 ہجری کو بعمر 40 سال وفات پا چکے تھے اور بیعتِ رضوان کے موقع پر بیعت کرنے والے ان کے بیٹے حضرت سِنَان بن اَبُو سِنَان تھے۔ حضرت اَبُو سِنَان بن مِحْصَن کی وفات اس وقت ہوئی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قریظہ کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 69 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت قَیْس بن السَّکَنْ اَنْصَارِی۔ ان کی کنیت ابوزید تھی۔ حضرت قَیْس کے والد کا نام سکن بن زَعُوْرَاء تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عَدِی بن نجار سے تھا۔

حضرت قَیس اپنی کنیت ابوزید سے زیادہ مشہور تھے۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوہ خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن مجید جمع کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 389 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)(اسد الغابہ جلد 4صفحہ 406 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)(اصابہ جلد 5صفحہ 362مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انصار میں سے چار اصحاب نے قرآن کریم جمع کیا اور وہ چار اصحاب زید بن ثابت، مُعَاذ بن جبل، اُبَی بن کَعْب اور ابو زَید تھے یعنی قَیس بن سکن اور ابوزید کے متعلق حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ میرے چچا تھے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب زید بن ثابتؓ حدیث3810)

8 ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوزید اَنْصَارِی اور حضرت عَمْرو بن عاص السَّهْمِی کو جُلَنْدِی کے دو بیٹوں عُبَیْد اور جَیْفَر کے پاس ایک خط دے کر روانہ کیا جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی تھی اور دونوں سے فرمایا کہ اگر وہ لوگ حق کی گواہی دیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں تو عَمْرو ان کے امیر ہوں گے اور اَبُوزَیداُن کے امام الصلوٰۃ ہوں گے۔

یعنی کہ ان کی دینی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں زیادہ اچھی ہو گی یا قرآن کریم کا علم زیادہ تھا۔ فرمایا وہ امام الصلوٰۃ ہوں گے اور ان میں اسلام کی اشاعت کریں گے اور انہیں قرآن اور سنن کی تعلیم دیں گے۔ یہ دونوں عمان گئے اور عُبَیْد اور جَیْفَر سے سمندر کے کنارے صُحَار میں ملے۔ ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا انہوں نے اسلام قبول کیا، دونوں نے اسلام قبول کر لیا پھر انہوں نے وہاں کے عربوں کو اسلام کی دعوت دی وہ بھی اسلام لے آئے۔ اب یہ تبلیغ کے ذریعہ سے اسلام پھیل رہا ہے۔ وہاں کوئی جنگ، قتل وغارت اور تلوار تو نہیں گئی تھی اور بہرحال ان عربوں نے بھی اسلام کو قبول کیا۔ عَمْرو اور ابوزید عمان ہی میں رہے یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ بعض کے نزدیک ابوزید اس سے پہلے مدینہ آ گئے تھے۔

(فتوح البلدان صفحہ 53"عمان"مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2000ء)

حضرت قَیس کی شہادت یوم جِسْر کے موقع پر ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 389 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایرانیوں کے ساتھ جنگ میں دریائے فرات پر جو پل تیار کیا گیا تھا اسی مناسبت سے اس معرکے کو یوم جِسْر کہا جاتا ہے۔

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 162-163 "جسر"مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے اَبُوالْیَسَر کَعْب بن عَمْرو۔ ان کی کنیت اَبُوالْیَسَر تھی اور اَبُوالْیَسَر کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔ والد ان کے عَمْرو بن عَبَّاد تھے۔ والدہ کا نام نَسِیْبَہ بنتِ اَزْهَر تھا وہ قبیلہ سلمہ سے ہی تھیں۔ آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ غزوۂ بدر کے روز آپ نے

حضرت عباس کو گرفتار کیا تھا۔ آپ ہی وہ صحابی ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر میں مشرکین کا جھنڈا ابو عَزِیْز بِن عُمَیر کے ہاتھ سے چھین لیا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیگر غزوات میں بھی شامل رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنگ صِفّین میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ شامل ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 326-327 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عباس کو غزوہ بدر میں قیدی بنانے والے حضرت عُبَید بِن اَوْس تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 528-529 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

بہر حال حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، حضرت ابن عباس یہ کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے روز جس شخص نے حضرت عباسؓ کو گرفتار کیا تھا اس کا نام اَبُوالْیَسَر تھا۔ اَبُوالْیَسَر اس وقت دبلے پتلے آدمی تھے۔ غزوۂ بدر کے وقت آپ بیس برس کے جواں سال تھے جبکہ حضرت عباس بھاری بھر کم جسم کے مالک تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبُوالْیَسَر سے دریافت کیا کہ تم نے عباس کو کس طرح اسیر کر لیا، کس طرح قیدی بنا لیا؟ تم تو بالکل دبلے پتلے اور وہ بڑے لمبے چوڑے قد کے ہیں اور جسیم ہیں جس پر انہوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص نے میری مدد کی تھی جس کو مَیں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کبھی بعد میں دیکھا ہے اور اس کا حلیہ ایسا ایسا تھا۔ اس کا حلیہ بیان کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَقَدْ اَعَانَكَ عَلَيْهِ مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔ یقیناً اس میں تیری ایک معزز فرشتے نے مدد کی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 8 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دشمن کو قتل کیا اس کے لئے فلاں فلاں کچھ ہو گا۔ پس مسلمانوں نے ستر مشرکین کو قتل کیا اور ستر مشرکین کو قید بھی کیا۔ حضرت اَبُوالْیَسَر دو اسیروں کو لائے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ جو کوئی قتل کرے گا اس کے لئے فلاں فلاں کچھ ہو گا اور اسی طرح جو کوئی اسیر بنائے گا اس کے لئے فلاں فلاں ہو گا۔ میں دو قیدی لے کر آیا ہوں۔

(المصنف لعبد الرزاق جلد 5 صفحہ 239 کتاب الجہاد باب ذکر الخمس الخ حدیث 9483 المکتب الاسلامی 1983ء)

ایک روایت کے مطابق غزوہ بدر میں ابُوالْبَخْتَرِی کو قتل کرنے والے حضرت اَبُوالْیَسَر تھے۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 92 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت سَلَامَة بنت مَعْقِل بیان کرتی ہیں کہ میں حُبَاب بن عَمْرو کی غلامی میں تھی اور ان سے میرے ہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا۔ ان کی وفات پر ان کی بیوی نے مجھے بتایا کہ اب تمہیں حُبَاب کے قرضوں کے بدلے بیچ دیا جائے گا۔ تمہاری حیثیت لونڈی کی تھی اس لئے تم بیچ دی جاؤ گی۔ کہتی ہیں کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساری صورتحال بتائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ حُبَاب بن عَمْرو کے ترکے کا ذمہ دار کون ہے؟ تو بتایا گیا کہ ان کے بھائی اَبُوالْیَسَر ان کے ذمہ دار ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا کہ اسے مت بیچنا۔ یہ لونڈی ہے۔ اسے مت بیچنا بلکہ اسے آزاد کر دو۔ اور جب تمہیں پتہ لگے کہ میرے پاس کوئی غلام آیا ہے تو تم میرے پاس آ جانا۔ میں اس کے عوض میں تمہیں دوسرا غلام دے دوں گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 726 حدیث 27569 مسند سلامہ بنت معقل مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور اُن کو ایک غلام مہیا فرما دیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ عُبَادَۃ بن ولید روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اَبُوالْیَسَر کو ملے۔ اس وقت ان کے ساتھ ایک غلام بھی تھا اور ہم نے دیکھا کہ ایک دھاری دار چادر اور ایک یمنی چادر ان کے بدن پر تھی اور اسی طرح ایک دھاری دار چادر اور ایک یمنی چادر ان کے غلام کے بدن پر تھی۔ میں نے انہیں کہا کہ چچا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اپنے غلام کی دھاری دار چادر خود لے لیتے اور اپنی چادر اسے دے دیتے یا اس کی یمنی چادر خود لے لیتے اور اپنی دھاری دار چادر اسے دے دیتے تا کہ تم دونوں کے بدن پر ایک ایک طرح کا جوڑا ہو جاتا۔ حضرت اَبُوالْیَسَر نے میرے سر پر، روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعا کی اور پھر مجھے کہنے لگے کہ بھتیجے میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے اس دل نے اسے اپنے اندر جگہ دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ پس میں اس بات کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں دنیا کے اموال میں سے اپنے غلام کو برابر کا حصہ دے دوں بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن میرے ثواب میں کوئی کمی آوے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 383)

تو یہ تھے وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اس باریکی سے دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے تھے بلکہ اس کے بھوکے تھے۔

حضرت اَبُوالْیَسَر روایت کرتے ہیں کہ بنو حرام کے فلاں بن فلاں کے ذمہ میرا مال تھا۔ میں نے کچھ پیسے اسے دئے تھے۔ اس نے مجھے قرض دینا تھا۔ اس کے ذمہ قرضہ تھا۔ میں اس کے ہاں گیا۔ میں نے سلام کیا اور پوچھا کہ وہ کہاں ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ یہاں گھر میں ہے؟ گھر سے جواب ملا کہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ پھر اس کا بیٹا جو بلوغت کے قریب تھا۔ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ وہ بیٹا میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے آپ کی آواز سنی اور میری ماں کے چھپر کھٹ میں گھس گیا، وہ آپ کی آواز سن کر پلنگ کے پیچھے چھپ گیا۔ تو میں نے کہا میرے پاس باہر آؤ۔ پھر میں نے آواز دی کیونکہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تو کہاں ہے، اس گھر والے مقروض کو کہا کہ باہر آجاؤ مجھے پتہ ہے تم کہاں ہو۔ اَبُوالْیَسَر کہتے ہیں کہ چنانچہ وہ باہر آیا۔ میں نے کہا کہ تم کیوں مجھ سے چھپے تھے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں تمہیں بتاتا ہوں اور تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اللہ کی قسم! میں ڈرا کہ تمہیں بتاؤں اور تم سے جھوٹ بولوں اور تم سے وعدہ کروں اور پھر وعدہ خلافی کروں کہ پھر مَیں آؤں، جھوٹ بول کے کہوں کہ اچھا میں فلاں دن تمہاری یا فلاں وقت تمہاری رقم دے دوں گا لیکن وعدہ پورا نہ کر سکوں اور جھوٹ بولوں۔ پھر کہنے لگا کہ آپؐ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور اللہ کی قسم میں محتاج ہوں۔ اَبُوالْیَسَر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم؟ یعنی سوال کیا اس سے کہ تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہو حقیقی طور پر؟ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ میں نے کہا اللہ کی قسم؟ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تم اللہ کی قسم کھا کر مجھے یہ بات کہہ

رہے ہو کہ تم محتاج ہو؟ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ میں نے پھر کہا، تیسری دفعہ کہ اللہ کی قسم؟ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ کہتے ہیں کہ حضرت اَبُوالْیَسَر اس وقت اپنی تحریر لے کر آئے اور اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا جو لکھی ہوئی تھی۔ قرضہ واپس دینے کی تحریر تھی اسے مٹا دیا اور کہا کہ اگر تمہیں ادائیگی کی توفیق ملے تو مجھے ادا کر دینا ورنہ تم آزاد ہو۔ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں میری ان دو آنکھوں کی بصارت یعنی اپنی دونوں انگلیاں اپنی آنکھوں پر رکھیں اور میرے ان دو کانوں کی شنوائی اور میرے دل نے اس بات کو یاد رکھا ہے اور انہوں نے دل کی جگہ کی طرف اشارہ کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، جب یہ تحریر مٹائی اور آزاد کیا تو کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں اپنی آنکھوں سے، اپنے کانوں سے، اپنے دل سے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں اور آپؐ فرما رہے تھے کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی یا اس کا تمام مالی بوجھ اتار دیا اللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں جگہ دے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب حدیث جابر الطویل و قصة ابی الیسر حدیث7512)

تو میں نے تمہارا بوجھ اتار دیا کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سائے کی تلاش ہے۔ یہ ایک اور مثال ہے اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی۔ خواہش تھی تو بس یہی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو نہ کہ دنیاوی منفعت۔

حضرت اَبُوالْیَسَر کَعْب بن عَمْرو احادیث کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ عبادۃ بن ولید سے دو حدیثیں بیان کیں اور حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھ کر کہتے کہ ان آنکھوں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے سنا۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب حدیث جابر الطویل و قصة ابی الیسر حدیث7512، 7513)

حضرت اَبُوالْیَسَر کے ایک بیٹے کا نام عُمَیر تھا جو اُمّ عَمْرو کے بطن سے تھے۔ حضرت اُمّ عَمْرو حضرت جابر بن عبداللہ کی پھوپھی تھیں۔ آپ کے ایک بیٹے یزید بن ابی یسر تھے جو کہ لبابة بنت حارث کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ایک بیٹے کا نام حبیب تھا جن کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ ایک بیٹی عائشہ تھیں جن کی والدہ کا نام اُمُّ الرَّیَاع تھا آپ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس برس تھی۔ آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں پچپن ہجری میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 436 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یہ لوگ تھے، عجیب شان تھی ان کی جنہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے وفا کے طریقے بھی سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت کے طریقے بھی سکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتے ہوئے کامل اطاعت کرنے کے طریقے بھی سکھائے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15 / فروری 2019ء تا 21 / فروری 2019ء جلد 26 شمارہ 07 صفحہ 05 تا 09)

5

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01/ فروری 2019ء بمطابق 01/ تبلیغ 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبہ۔ ان کی کنیت ابو حُذَیْفَہ تھی۔ ان کا نام هُشَیْم یا هَاشِمْ یا قَیْس، حِسْل، عِسْل اور مِقْسَم بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اُمّ صَفْوَان تھیں۔ ان کا نام فاطمہ بنت صَفْوَان تھا۔ آپ بڑے دراز قد اور خوبصورت چہرے کے مالک تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام میں شامل ہو چکے تھے۔ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62-61 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 248 حدیث 4993 کتاب معرفۃ الصحابہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(امتاع الاسماع جلد 14 صفحہ 335 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء)

اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ

ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبہ تھے جو بنی امیہ میں سے تھے۔ اُن کے باپ کا نام عُتْبہ بن رَبِیعہ تھا جو سرداران قریش میں سے تھا۔ ابو حُذَیْفَہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جو حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوئی تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 124)

حضرت ابو حُذَیْفَہ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں شامل ہوئے تھے اور آپؓ کی بیوی حضرت سَہْلَہ بنت سُہَیل نے بھی آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ہجرت حبشہ کے بارے میں پہلے بھی صحابہ کے ذکر میں ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح ہوئی اور کیوں ہوئی؟ یہاں بھی مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔ مختلف تاریخی کتب سے اور حدیثوں سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو اخذ کیا ہے اس کو مزید مختصر کر کے یا اس میں سے چند باتیں لے کے بیان کروں گا۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ

جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی اور قریش اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں حبشہ ایک مضبوط عیسائی حکومت تھی اور وہاں کا

بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔ حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے۔ جب یہ ہجرت کر کے گئے ہیں تو اس وقت کے نجاشی بادشاہ کا جو اپنا نام تھا وہ اَصْحَمَہ تھا جو ایک عادل، بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔ بہر حال جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جن جن سے ممکن ہو حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر رَجَب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی زوجہ رُقَیَّہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زُبَیر ابن العَوَام، ابوحُذَیْفَہ بن عُتْبہ۔ جن کا ذکر ہو رہا ہے یہ بھی اس پہلے گروپ میں تھے۔ عثمان بن مَظْعُون، مُصْعَب بن عُمَیر، ابو سلمہ بن عبدالاَسَد اور ان کی زوجہ اُمِ سَلَمہ۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں سے زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اوّل یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہیں تھے اور دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے۔ جب یہ مہاجرین جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے شُعَیْبہ پہنچے جو اس زمانے میں عرب کا ایک بندرگاہ تھا تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ یہ اس میں سوار ہو گئے۔ حبشہ پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔ لیکن جیسا کہ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے ابھی ان مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک اُڑتی ہوئی افواہ ان تک پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ میں اب بالکل امن ہو گیا ہے۔ اس خبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر مہاجرین بغیر سوچے سمجھے واپس آ گئے۔

اس افواہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کچھ روشنی ڈالی ہے کہ کس طرح پھیلی اور کیوں؟ اس افواہ کی کیا وجہ تھی؟ مختلف تاریخوں سے اخذ کر کے وہ لکھتے ہیں کہ گو حقیقتاً یہ افواہ بالکل جھوٹی اور بے بنیاد تھی جو مہاجرین حبشہ کو واپس لانے اور ان کو تکلیف میں ڈالنے کی غرض سے قریش نے مشہور کر دی ہو گی۔ بلکہ زیادہ غور سے دیکھا جائے تو اس افواہ اور مہاجرین کی واپسی کا قصہ ہی بے بنیاد نظر آتا ہے لیکن (انہوں نے لکھا ہے) اگر اس کو صحیح سمجھا جائے تو ممکن ہے کہ اس کی تہہ میں وہ واقعہ ہو جو بعض احادیث میں بیان ہوا ہے اور جیسا کہ بخاری میں بھی یہ واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحنِ کعبہ میں سورت نجم کی آیات تلاوت فرمائیں۔ اس وقت وہاں کفار کے کئی رؤساء جو تھے وہ بھی موجود تھے، بعض مسلمان بھی تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت ختم کی تو سورۂ نجم پڑھنے کے بعد آپؐ نے سجدہ کیا۔ اور آپؐ کے ساتھ ہی تمام مسلمان اور کافر بھی سجدے میں گر گئے۔ کفار کے سجدے کی وجہ حدیث میں بیان نہیں ہوئی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پُر اثر آواز میں آیات الٰہی کی تلاوت فرمائی اور وہ آیا تبھی ایسی تھیں جن میں

خصوصیت کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور اس کی قدرت اور جبروت کا نہایت فصیح و بلیغ رنگ میں نقشہ کھینچا گیا تھا اور اس کے احسانات یاد دلائے گئے ہیں اور پھر ایک نہایت پُر رعب اور پُر جلال کلام میں قریش کو ڈرایا گیا تھا کہ اگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان کا وہی حال ہو گا جو ان سے پہلی قوموں کا ہوا جنہوں نے خدا کے رسولوں کی تکذیب کی اور پھر آخر میں ان آیات میں ہی حکم دیا گیا تھا کہ آؤ اور اللہ کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔ اور ان آیات کی تلاوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان یکلخت سجدے میں گر گئے تو اس کلام اور اس نظارے کا ایسا ساحرانہ اثر قریش پر ہوا، ان پر بھی بڑا اچھا، بڑا عجیب اثر ہوا کہ وہ بھی بے اختیار ہو کر مسلمانوں کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ایسے موقعوں پر ایسے حالات کے ماتحت جو بیان ہوئے ہیں بسا اوقات انسان کا قلب مرعوب ہو جاتا ہے اور وہ بے اختیار ہو کر ایسی حرکت کر بیٹھتا ہے جو دراصل اس کے اصول اور مذہب کے خلاف ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات ایک سخت اور ناگہانی آفت کے وقت ایک دہریہ بھی اللہ اللہ یا رام رام پکار اٹھتا ہے اور قریش تو دہریہ نہ تھے بلکہ بہر حال خدا کی ہستی کے قائل تھے گو بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ آجکل بھی ہم دیکھتے ہیں، کئی دہریوں سے بات ہوتی ہے۔ جب ان سے پوچھو گے کہ اگر تمہیں کوئی مسئلہ پیش آجائے تو ایک دم خدا کا نام تمہارے ذہن دماغ میں آتا ہے یا منہ سے آتا ہے تو تسلیم کرتے ہیں کہ آتا ہے۔ بہر حال یہ اس سورت کے پڑھنے کا، سورت کے الفاظ کا اور مسلمانوں کے عمل کا ایک اثر تھا کہ کفار کے رؤساء جو تھے وہ بھی ساتھ ہی سجدے میں گر گئے۔

بہر حال مسلمانوں کی جماعت یکلخت سجدے میں گر گئی تو اس کا ایسا ساحرانہ اثر ہوا کہ ان کے ساتھ قریش بھی بے اختیار ہو کر سجدے میں گر گئے۔ لیکن ایسا اثر عموماً وقتی ہوتا ہے اور انسان پھر جلد ہی اپنی اصل حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ کفار بھی اسی طرح واپس لَوٹ گئے۔ ان کا وہی حال ہو گیا۔ بہر حال یہ ایک واقعہ ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری میں بھی درج ہے۔ پس اگر مہاجرین حبشہ کی واپسی کی خبر صحیح ہے، درست ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد قریش نے جو مہاجرین حبشہ کے واپس لانے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے کہیہ لوگ ہجرت کر کے کیوں چلے گئے، ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اپنے اس فعل کو آڑ بنا کر خود ہی یہ افواہ مشہور کر دی ہو گی کہ قریش مکہ مسلمان ہو گئے ہیں اور یہ کہ اب مکہ میں مسلمانوں کے لئے بالکل امن ہے۔ اور جب یہ افواہ مہاجرین حبشہ تک پہنچی تو وہ طبعاً اسے سن کر بہت خوش ہوئے اور سنتے ہی خوشی کے جوش میں بغیر سوچے سمجھے واپس آ گئے۔ لیکن جب وہ مکہ کے پاس پہنچے تو حقیقت پتہ چلی اور حقیقتِ امر سے آگاہی ہوئی جس پر بعض تو چھپ چھپ کر اور بعض کسی طاقتور صاحب اثر رئیس قریش کی حفاظت میں ہو کر مکہ میں آ گئے اور بعض واپس چلے گئے۔ پس اگر قریش کے مسلمان ہو جانے کی افواہ میں کوئی حقیقت تھی تو وہ صرف اس قدر تھی جو سورت نجم کی تلاوت پر سجدہ کرنے والے واقعہ میں بیان ہوئی ہے۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

بہر حال اگر مہاجرین حبشہ واپس آئے بھی تھے تو ان میں سے اکثر پھر واپس چلے گئے اور چونکہ قریش

دن بدن اپنی ایذاء رسانی میں ترقی کرتے جاتے تھے اور ان کے مظالم روز بروز بڑھ رہے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر دوسرے مسلمانوں نے بھی خفیہ خفیہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی اور موقع پا کر آہستہ آہستہ نکلتے گئے۔ یہ ہجرت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ بالآخر ان مہاجرین حبشہ کی تعداد ایک سو ایک تک پہنچ گئی جن میں اٹھارہ عورتیں بھی تھیں۔ اور مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت ہی تھوڑے لوگ مسلمان رہ گئے۔ اس ہجرت کو بعض مؤرخین ہجرت حبشہ ثانیہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 146 تا 149)

ایک پہلی ہجرت تھی اور پھر بعد میں جو دوسرے لوگ گئے۔ اسی طرح بعد میں جب ہجرت مدینہ کی اجازت ہوئی ہے تو ابو حُذَیفَہ اور حضرت سالمؓ جو آپؓ کے آزاد کردہ غلام تھے دونوں مدینہ ہجرت کر گئے۔ پہلی ہجرت تو انہوں نے حبشہ میں کی تھی۔ اس زمانے میں واپس بھی آ گئے۔ پھر دوسری ہجرت انہوں نے مدینہ کی جہاں آپ دونوں حضرت عَبَّاد بن بِشْر کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حُذَیفَہ اور حضرت عَبَّاد بن بِشْر کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ آپس میں بھائی چارہ قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابو حُذَیفَہ سریہ حضرت عبد اللہ بن جَحْش میں بھی شامل تھے۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 416 باب سریۃ عبد اللہ بن جحشؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

یہ سریہ جو عبد اللہ بن جحش کا تھا اس کی تفصیل اور پس منظر کی کچھ تفصیل جو سیرت خاتم النبیینؐ میں ہے پیش کرتا ہوں۔ مکہ کے ایک رئیس کُرز بن جَابِر فِہْرِی نے قریش کے ایک دستہ کے ساتھ کمال ہوشیاری سے مدینہ کی چراگاہ پر اچانک حملہ کیا جو شہر سے صرف تین میل پر تھی اور مسلمانوں کے اونٹ وغیرہ لوٹ کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ فوراً زید بن حارثہ کو اپنے پیچھے امیر مقرر کر کے اور مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اس کے تعاقب میں نکلے اور سَفَوَان تک جو بدر کے پاس ایک جگہ ہے اس کا پیچھا کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ اس غزوہ کو غزوۂ بدر الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کُرز بن جابر کا یہ حملہ ایک معمولی بدویانہ غارت گری نہیں تھی یعنی یہ نہیں تھا کہ کسی بدو نے آ کر حملہ کر دیا اور جہالت میں صرف چوری اور ڈاکہ کے لئے حملہ کیا بلکہ یقیناً وہ قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف خاص ارادے سے آیا تھا بلکہ بالکل ممکن ہے کہ اس کی نیت خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نقصان پہنچانے کی ہو۔ مگر مسلمانوں کو ہوشیار پا کر ان کے اونٹوں پر ہاتھ صاف کرتا ہوا نکل گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ مدینہ پر چھاپے مار مار کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔

کُرز بن جابر کے اچانک حملے نے طبعاً مسلمانوں کو بہت زیادہ خوفزدہ کر دیا، متوحش کر دیا اور چونکہ رؤسائے قریش کی یہ دھمکی پہلے سے موجود تھی کہ ہم مدینہ پر حملہ آور ہوں گے اور حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں گے مسلمان سخت فکر مند ہوئے اور انہی خطرات کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات و سکنات کا قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جائے۔ دیکھا جائے کہ ان کے کیا منصوبے ہیں

اور کیاان کے ارادے ہیں۔ اور اس کو دیکھنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ قریب سے ان کی معلومات ملتی رہیں تا کہ بروقت اطلاع ہو جائے اور مدینہ پر ہر قسم کے حملہ کا جو خطرہ ہے اس سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتًا اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تا کہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور پارٹی پر آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جَحْش کو امیر مقرر فرمایا۔ اس میں یہ ابو حُذَیْفَہ بن عُتْبہ بھی شامل تھے۔ اور اس خیال سے کہ اس پارٹی کی غرض وغایت عامۃ المسلمین سے بھی مخفی رہے، کسی کو پتہ نہ چلے آپؐ نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو بھی یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جارہا ہے بلکہ چلتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دے دیا، سیل (seal) کر کے ایک خط دے دیا اور فرمایا کہ اس خط میں تمہارے لئے ہدایات درج ہیں۔ جب تم مدینہ سے، سمت بتادی، اس طرف دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اس کی ہدایت کے مطابق، جو خط میں ہدایات ہیں ان کے مطابق عمل درآمد کرنا۔ چنانچہ عبد اللہ اور ان کے ساتھی اپنے آقاؐ کے حکم کے ماتحت روانہ ہو گئے اور جب دو دن کا سفر طے کر چکے تو عبد اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع کر دو۔ اور چونکہ مکہ سے اس قدر قریب ہو کر خبر رسانی کرنے کا کام بڑا نازک تھا آپؐ نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھی تھی کہ اس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متأمل ہو، اس کو کسی قسم کا کوئی تامل ہو، روک ہو تو اگر وہ واپس چلا آنا چاہے تو اسے واپس آنے کی اجازت ہے۔ عبد اللہ نے آپؐ کی ہدایت اپنے ساتھیوں کو سنا دی اور سب نے یک زبان ہو کر بخوشی اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ ہم حاضر ہیں۔

اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عُتْبہ بن غَزْوَان کا اونٹ گم گیا اور وہ اس کی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے اور اب یہ پارٹی صرف چھ آدمیوں پر رہ گئی۔ چھ کس کی رہ گئی تو یہ چھ آدمی اپنے مشن کے لئے آگے چل پڑے۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت نخلہ پہنچی اور اپنے کام میں یعنی خبر لینے کے کام میں مصروف ہو گئی کہ کفار مکہ کے کیا ارادے ہیں؟ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ تو نہیں؟ یا اب ان کے کیا منصوبے بن رہے ہیں؟ ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال بھی منڈوا دئے تا کہ راہ گیر وغیرہ، جو گزرنے والے ہیں ان کو عمرے کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں۔ یہی سمجھیں کہ شاید یہ لوگ بھی عمرے کے لئے جارہے ہیں۔ انہوں نے اپنے بال منڈوا دئے ہیں۔

کہتے ہیں لیکن ابھی ان کو وہاں پہنچے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ بھی آ گیا جو طائف سے مکہ کی طرف جارہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں۔ ان کو پتہ لگ گیا کہ یہ مسلمان ہیں۔ انہوں نے ان سے جنگ کرنے کی ٹھان لی، دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ مسلمانوں نے آپس میں

مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خفیہ خبر رسانی کے لئے بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہو چکی تھی اور اب دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ اور پھر طبعاً یہ اندیشہ بھی تھا کہ اب جو قریش کے اس قافلے والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی کا راز بھی مخفی نہ رہ سکے گا۔ اور ایک دِقّت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھا کہ شاید یہ دن رجب یعنی شہر حرام کا آخری ہے۔ (حرمت والے مہینے کا آخری دن ہے) جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ یہ سریہ جمادی الآخر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جمادی کا ہے یا رجب کا؟ لیکن دوسری طرف نخلے کی وادی بھی عین حرم کے علاقے کی حد پر واقع تھی۔ اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقے میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہو گی۔

غرض ان سب باتوں کو سوچ کر ان چھ مسلمانوں نے یہی فیصلہ کیا کہ قافلے پر حملہ کر کے یا تو قافلے والوں کو قید کر لیا جائے یا مار دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار کا ایک آدمی جس کا نام عَمْرو بن اَلْحَضْرَمِی تھا مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے۔ لیکن چوتھا آدمی بھاگ نکلا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز جو تھی کہ ان کو پکڑ لیا جائے یا مار دیا جائے وہ کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلے کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کا ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی۔ عبداللہ بن جَحْش اور اس کے ساتھی سامان غنیمت لے کر جلدی جلدی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

مستشرقین بھی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دیکھو یہ جان کر بھیجا گیا تھا۔ قافلے پر حملہ کروایا گیا، جو قطعاً غلط ہے۔ بہرحال حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہ نے قافلے پر حملہ کیا تھا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے ماجرے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی۔ اور پھر آپؐ نے مال غنیمت لینے سے انکار کر دیا کہ اس میں سے میں کچھ بھی نہیں لوں گا۔ اس پر عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے اور انہوں نے خیال کیا کہ بس اب ہم خدا اور اس کے رسول کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ ان میں بڑا خوف پیدا ہوا۔ صحابہ نے بھی ان کو سخت ملامت کی۔ مدینہ میں جو صحابہ تھے انہوں نے بھی کہا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم نے شہر حرام میں لڑائی کی۔ حرمت والے مہینے میں لڑائی کی حالانکہ اس مہم میں تو تم کو بالکل مطلقاً لڑائی کا حکم نہیں تھا۔

دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص مارا گیا تھا یعنی عَمْرو بن اَلْحَضْرَمِی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عُتْبہ بن ربیعہ رئیس مکہ کا حلیف بھی تھا اس لئے بھی اس وقت اس واقعہ نے قریش کی آتشِ غضب کو بہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے

ساتھ مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ بہر حال اس واقعہ پر مسلمان اور کفار ہر دو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں۔ یہ باتیں ہونے لگیں کہ دیکھو حرمت کے مہینے میں انہوں نے حملہ کیا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ بالآخر ذیل کی قرآنی وحی نازل ہو کر مسلمانوں کی تشفی کا موجب بنی کہ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۔ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۔ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۔ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (البقرۃ:218) یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شہر حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تو ان کو جواب دے کہ بیشک شہر حرام میں لڑنا بہت بُری بات ہے لیکن شہر حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبرًا روکنا بلکہ شہر حرام اور مسجد حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھر حرم کے علاقے سے ان کے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ اے مشرکو! تم لوگ کر رہے ہو، مسلمانوں کو نکال رہے ہو۔ یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شہر حرام میں لڑنے کی نسبت بھی بہت زیادہ بُری ہیں۔ اور زیادہ بُری بات ہے اور یقیناً شہر حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کو روکنے کے لئے کیا جاوے۔ اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ کسی وقت اور کسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اور وہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتّٰی کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈے کو اَشْھُرُ الحرم میں بھی برابر جاری رکھتے تھے۔ یہ حرمت والے جتنے مہینے تھے ان میں جاری رکھتے تھے بلکہ ان مہینوں میں حرمت والے مہینوں کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اَور بھی زیادہ تیز ہو جاتے تھے اور پھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لئے وہ عزت کے مہینوں کو اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر منتقل کر دیتے تھے جسے وہ نَسِیء کے نام سے پکارتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ تو انہوں نے فتح مکہ تک یہی سلوک رکھا ہے بلکہ انتہا کر دی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ انہوں نے تو غضب ہی کر دیا تھا کہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں باوجود پختہ عہد و پیمان کے کفار مکہ اور ان کے ساتھیوں نے حرم کے علاقے میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلے کے خلاف تلوار چلائی اور پھر جب مسلمان اس قبیلے کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اس جواب سے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں نازل فرمایا مسلمانوں کی تسلی تو ہونی ہی تھی، قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے۔

اور اس دوران میں ان کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑوانے کے لئے مدینہ پہنچ گئے۔ جو دو قیدی وہ لے کے آئے تھے یہ گئے ہوئے مسلمان تھے، جو پکڑ لئے تھے نا۔ لیکن چونکہ ابھی تک سعد بن ابی وقاص اور عُتبہ واپس نہیں آئے تھے۔ جن کی اونٹنی گم ہو گئی تھی وہ واپس نہیں پہنچے تھے۔ ان سے مل بھی نہیں سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق سخت خدشہ تھا کہ اگر وہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ جب

کافر قیدیوں کو لینے آئے تو آپؐ نے کہا جب تک یہ دونوں واپس نہیں آ جاتے تمہارے قیدی نہیں چھوڑوں گا اس لئے آپؐ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب وہ دونوں پہنچ گئے تو آپؐ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور اسلامی تعلیم کی صداقت کا اس قدر گہرا اثر ہو چکا تھا کہ اس نے آزاد ہو کر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور بالآخر بئرِ معونہ میں شہید ہوا۔ اس کا نام حکم بن کیسان تھا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 330 تا 334)

اگر ظلم اور زبردستی سے مسلمان بنائے جاتے تو اس طرح اسلام قبول نہ ہوتا۔

ابو حُذَیفَہ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن آپؓ اپنے والد سے مقابلے کے لئے آگے بڑھے کیونکہ والد اُن کے مسلمان نہیں تھے۔ کافروں کے ساتھ آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ کوئی اَور اسے قتل کر دے گا۔ کسی اَور کو ان سے لڑنے دو چنانچہ آپؓ کے والد، چچا، بھائی اور بھتیجے کو قتل کیا گیا۔ اس بدر میں وہ سب قتل ہوئے اور حضرت ابو حُذَیفَہ نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا اور اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس نصرت پر شکر بجالائے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ظاہر کی تھی یعنی فتح عطا فرمائی تھی۔

(تثبیت دلائل النبوۃ از عبد الجبار جلد 2 صفحہ 585 دار العربیہ بیروت)

اس واقعہ کے بارے میں ایک اور روایت یہ بھی ملتی ہے کہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا مقابلہ عباس سے ہو وہ اسے قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبوری میں نکلے ہیں۔ قیدی بنا لینا، قتل نہ کرنا۔ جب ان کے پاس یہ بات پہنچی، کسی نے ان سے کہی تو اس پر حضرت ابو حُذَیفَہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر تو نہیں کہا بلکہ کہیں کسی ساتھی سے کہا کہ کیا ہم اپنے باپوں، بھائیوں اور رشتہ داروں کو تو قتل کریں لیکن عباس کو چھوڑ دیں۔ یہ کیا ہوا؟ خدا کی قسم! اگر میرے سامنے آئے تو میں ضرور ان پر تلوار چلاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ یا ابا حَفْص! اے ابو حَفْص! رسول خدا کے چچا کے چہرے پر تلوار سے وار کیا جائے گا! حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو حَفْص کنیت عطا کی۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں تلوار سے ان کی گردن اڑا دوں۔ خدا کی قسم! اس میں نفاق پایا جاتا ہے جس نے یہ بات کی ہے۔ حضرت ابو حُذَیفَہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منع کر دیا کہ نہیں یہ نہیں ہو گا لیکن حضرت ابو حُذَیفَہ بیان کیا کرتے تھے کہ میں اس بات کے شر سے جو اس دن میں نے کہی، (اُن کو احساس ہو گیا کہ میں نے بڑی غلط بات کہہ دی ہے،) امن میں نہیں رہ سکتا۔ ایسی بات میں نے کہہ دی ہے جس کی وجہ سے میں امن میں نہیں رہ سکتا۔

مَیں ہمیشہ اس سے خوفزدہ رہوں گا سوائے اس کے کہ شہادت کی موت اس کے شر سے مجھے ٹال دے کہ میں اسلام کی خاطر شہید ہوں تبھی میں سمجھوں گا کہ اس کے شر سے میں محفوظ ہو گیا ہوں جو بات میں نے کہیے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پس آپ کو جنگ یمامہ کے روز شہادت نصیب ہوئی۔

(مستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 248-247حديث 4988مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2002ء)

ایک بات جوش سے منہ سے نکل گئی لیکن پھر خوف بھی پیدا ہوا اور تمام زندگی یہ خوف رہا حتی کہ آپ کی شہادت ہوئی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے مقتولین کو ایک گڑھے میں، کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پس انہیں اس میں پھینک دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے کنوئیں والو! کیا تم نے اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے ربّ نے تم سے کیا تھا؟ یعنی کہ بتوں نے۔ میں نے تو یقیناً اس وعدے کو سچا پایا ہے جو میرے رب نے مجھ سے کیا تھا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ سے مراد لی جائے تو وہ وہی تھی کہ تمہیں سزا ملے گی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے تو اس وعدے کو سچا پایا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کیا تھا کہ میں ان کو سزا دوں گا اور تیرے پر غالب نہیں آسکیں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپؐ ان لوگوں سے مخاطب ہیں جو مر چکے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یقیناً یہ جان چکے ہیں کہ تمہارے ربّ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انہیں کنوئیں میں پھینکا گیا تو حضرت ابو حُذَیفَہ کے چہرے سے ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے کیونکہ ان کے والد کو بھی کنوئیں میں پھینکا جا رہا تھا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اے ابو حُذَیفَہ! خدا کی قسم!! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تمہیں اپنے والد سے ہونے والا سلوک بُرا لگ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حُذَیفَہ سے یہ سوال کیا تو حضرت ابو حُذَیفَہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم!! مجھے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی شبہ نہیں لیکن میرا والد بردبار، سچا اور صائب الرائے شخص تھا۔ وہ اپنے خیال میں جو سمجھتا تھا وہ اس کو صحیح سمجھتا تھا لیکن اس میں بدنیتی نہیں تھی اور میں چاہتا تھا کہ اللہ اس کی موت سے پہلے اسے اسلام کی طرف ہدایت دے دے۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ ایسا ہونا اب ممکن نہیں رہا اور اس کا وہ انجام ہوا جو اس کا انجام ہوا تو اس بات نے مجھے دکھی کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حُذَیفَہ کے حق میں بھلائی کی دعا فرمائی۔

(مستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 249حديث 4995مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2002ء)

حضرت ابو حُذَیفَہ نے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی توفیق پائی اور حضرت ابو بکر صدیق کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ میں 53 یا 54 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الكبرىٰ جلد 3صفحه 62مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت1990ء)

اب میں جماعت کے ہمارے ایک دیرینہ خادم سلسلہ و بزرگ پروفیسر سعود احمد خان صاحب دہلوی کا ذکر کروں گا جن کی گزشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ 21/ جنوری کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے والد حضرت محمد حسن آسان دہلویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ اسی طرح آپ کے دادا حضرت محمود حسن خان صاحبؓ مدرس پٹیالہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے 313 اصحاب کی فہرست میں 301 نمبر پر آپ کا نام یوں درج فرمایا ہے کہ: "مولوی محمود حسن خان صاحب مدرس ملازم پٹیالہ۔"

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 328)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف "سراج منیر" میں "فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ وچاہ وغیرہ" کے عنوان کے تحت ان کا نام یوں درج فرمایا ہے۔ "مولوی محمود حسن خان صاحب پٹیالہ۔"

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 86-85)

پروفیسر سعود خان صاحب کے والد حضرت محمد حسن صاحب آسان دہلویؓ جب ان کی عمر ابھی دس بارہ سال کی تھی تو انہیں خطبہ الہامیہ کے موقع پر قادیان جا کر اس عظیم الشان نشان کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق ملی۔

(ماخوذ از نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی صفحہ 107 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور 2007ء)

پروفیسر سعود خان صاحب نے اپریل 1945ء میں وقف کیا تھا۔ آپ علیگڑھ سے فارسی میں بی اے آنرز تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائیوں کے وقف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1955ء میں ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ "میں سمجھتا ہوں ماسٹر محمد حسن صاحب آسان نے بھی ایسا نمونہ دکھایا ہے جو قابل تعریف ہے۔ وہ ایک معمولی مدرس تھے اور غریب آدمی تھے۔ انہوں نے فاقے کر کر کے اپنی اولاد کو پڑھایا اور اسے گریجویٹ کرایا اور پھر سات لڑکوں میں سے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا۔ اب وہ چاروں خدمت دین کر رہے ہیں اور قریباً سارے ہی ایسے اخلاص سے خدمت کر رہے ہیں جو وقف کا حق ہوتا ہے۔" آپؓ فرماتے ہیں "اگر یہ بچے وقف نہ ہوتے تو ساتوں مل کر شاید دس بیس سال تک اپنے باپ کا نام روشن رکھتے اور کہتے کہ ہمارے ابا جان بڑے اچھے آدمی تھے مگر جب میرا یہ خطبہ چھپے گا۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "جب میرا یہ خطبہ چھپے گا تو لاکھوں احمدی محمد حسن آسان کا نام لے کر ان کی تعریف کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو یہ کیسا باہمت احمدی تھا کہ اس نے غریب ہوتے ہوئے اپنے سات بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور پھر ان میں سے چار کو سلسلے کے سپرد کر دیا۔" یعنی وقف کر دیا" اور پھر وہ بچے بھی ایسے نیک ثابت ہوئے کہ انہوں نے خوشی سے اپنے باپ کی قربانی کو قبول کیا اور اپنی طرف سے بھی ان کے فیصلے پر صاد کر دیا۔"

(ماخوذ از نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی صفحہ 208 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور 2007ء)

جون 1946ء سے لے کر اکتوبر 1949ء تک سعود خان صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں پڑھاتے رہے تھے۔ اکتوبر 1949ء میں چند ماہ کے لئے جامعہ احمدیہ میں بطور پروفیسر انگریزی تدریس کے فرائض انجام دئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو 1950ء میں غانا مغربی افریقہ میں خدمات دینیہ کے لئے بھجوایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 286)

آپ احمدیہ سیکنڈری سکول غانا کے پہلے وائس پرنسپل تھے۔ اس کے لئے 30/اپریل 1950ء کو آپ کراچی سے روانہ ہوئے اور 30/جون کو کماسی پہنچے۔ یعنی کہ مئی اور جون دو مہینے میں یہ سفر کیا اور پہنچے۔ (آج ہم پانچ گھنٹے چھ گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں۔) اور یکم جولائی سے احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی میں تدریس کا آغاز کیا۔

(نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی صفحہ 277-276 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ لاہور 2007ء)

ان کا جو سفر تھا اس میں اتنی دیر کیوں لگی؟ اس کے بارے میں ان کے بھتیجے عرفان خان لکھ کر کہتے ہیں کہ آپ اپنی پہلی تقرری پر ربوہ سے غانا روانہ ہوئے اور تین ماہ کے انتہائی تکلیف دہ (یہ تقریباً دو ماہ بنتا ہے) سفر کے بعد کماسی پہنچے۔ اس زمانے میں بحری جہاز بدل بدل کر سفر مکمل کیا جاتا تھا۔ ہوائی جہاز سے نہیں بلکہ بحری جہاز سے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ بھی کراچی سے عدن کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک سو ساٹھ روپے میں بغیر خوراک والا ٹکٹ حاصل کیا اور عدن سے گھانا تک آپ نے بحری جہاز کے علاوہ بسوں اور ٹرکوں اور ہوائی جہاز کے ذریعہ نائیجیریا تک سفر کیا۔ نائیجیریا کے ہوائی جہاز کی پیچپن پاؤنڈ کی ٹکٹ خریدنے کے لئے آپ نے اپنا ٹرنک اور دیگر اشیاء فروخت کر دیں اور اپنا ذاتی سامان ایک چادر میں باندھ لیا۔ پھر نائیجیریا مشن ہاؤس نے آپ کو گھانا تک کا بس کا ٹکٹ دیا۔ 1950ء میں نائیجیریا پہنچنے کے لئے کچھ رستہ ہوائی جہاز کا سفر کیا اور وہ آپ نے اپنا سامان بیچ کر کیا۔ آگے پھر نائیجیریا سے گھانا تک بس پہ روانہ کیا گیا۔ 1950ء میں مغربی اور مشرقی افریقہ اور ہالینڈ کے لئے آٹھ مبلغینِ احمدیت کی روانگی کے متعلق تاریخِ احمدیت میں آپ کا نام سرفہرست ہے اور وہاں نمبر ایک پر لکھا ہے سعود احمد خاں صاحب (روانگی از لاہور 25 ماہِ امان 1329 ہجری) برائے غانا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 286)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر 1958ء میں پاکستان تشریف لائے اور پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم۔ اے کیا۔ ہسٹری میں ایم اے تھے جو انہوں نے بعد میں کیا۔ اس عرصے میں آپ کے والد محترم محمد حسن آسان دہلوی صاحب اگست 1955ء میں وفات پا گئے تھے۔ جب آپ گھانا ہی تھے تو ان کے والد فوت ہو گئے تھے۔ 1961ء میں واپس گھانا آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ کو پھر بھرپور طریق سے 1968ء تک خدمات دینیہ سرانجام دینے کی توفیق ملتی رہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے حضورؒ کے سفر یورپ کے دوران مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز مغرب ایک "مجلس تلقین عمل" کا قیام عمل میں آیا جس کے زیر انتظام روزانہ پندرہ منٹ تربیتی تقریر ہوا کرتی تھی۔ اس پروگرام کا آغاز 7 جولائی سے ہوا۔ اور یہ نہایت دلچسپی سے سنا جاتا تھا اور علمی اجلاس ہوتا تھا۔ اس مجلس میں جن بزرگ علمائے سلسلہ کی تقاریر ہوئیں ان میں آپ بھی شامل تھے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 24 صفحہ 393-392)

جلسہ سالانہ کے موقع پر تقاریر کی ترجمانی کا نظام قائم ہوا تو آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقاریر کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ربوہ کے آخری جلسہ تک آپ یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔

پروفیسر سعود خان صاحب دہلوی کے شاگردوں میں مکرم عبدالوہاب آدم صاحب گھانا اور بی کے آڈو صاحب جو یہاں رہے ہیں یہ شامل تھے۔ 1968ء میں پاکستان واپس آنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مکرم پروفیسر سعود احمد خان صاحب دہلوی کو تعلیم الاسلام کالج میں 1969ء میں تدریس کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پروفیسر سعود خان صاحب کو جامعہ احمدیہ میں ایک سال کے لئے بطور انگریزی استاد مقرر فرمایا۔ جب آپ کا تقرر جامعہ احمدیہ میں ہوا تو اس وقت بھی آپ تعلیم الاسلام کالج میں بطور پروفیسر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ چنانچہ 2/مارچ 1987ء کو آپ نے جامعہ احمدیہ میں ڈیوٹی کا آغاز کیا اور ایک سال تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔

پروفیسر سعود خان صاحب دہلوی کے متعلق آپ کے بڑے بھائی مسعود خان دہلوی صاحب، جو ایڈیٹر الفضل بھی رہے ہیں، کچھ ہی سال ہوئے فوت ہوئے، یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے بھائی سعود احمد موبائل لائبریری ہیں۔ ان کی بڑی معلومات تھیں۔ علمی آدمی تھے۔ آپ کی بیٹی راشدہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ میرے والد صاحب نہایت حلیم الطبع، غایت درجہ کے منکسر المزاج اور متبحر عالم تھے۔ نہایت عبادت گزار، تہجد گزار بزرگ تھے۔ نہایت اکرامِ ضیف کرنے والے اور متواضع انسان تھے اور حقیقت ہے جو کچھ انہوں نے لکھا وہ ایسے ہی تھے۔

ان کے بھتیجے نفیس احمد عتیق جو مربی سلسلہ ہیں کہتے ہیں کہ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ متقی تھے۔ متوکل علی اللہ۔ ایک نیک اور سادہ انسان تھے۔ آپ کی وفا اور خدمت دینیہ کا جذبہ تمام واقفین زندگی کے لئے ایک مثالی رنگ رکھتا تھا۔ یہ مربی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار خاکسار کو کہا کہ لباس اور دیگر سہولیات کو بغرض ضرورت استعمال کرنا چاہئے۔ فیشن اور تکلّف اور آسائش پرستی واقفِ زندگی کو زیب نہیں دیتی۔ آپ کی زندگی میں حیاء کا پہلو بھی بہت نمایاں تھا۔

سعود خان صاحب کے شاگرد آئی۔ کے۔ Gyasi صاحب۔ یہ گھانین ہیں لکھتے ہیں کہ سعود صاحب 1950ء تا 55ء تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کماسی کے بالکل ابتدائی اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر یا نائب پرنسپل تھے اور ڈاکٹر ایس۔ بی۔ احمد صاحب اس کے پہلے ہیڈ ماسٹر تھے۔ اور سعود صاحب انگریزی زبان، انگریزی تاریخ اور یورپی تاریخ کے نہایت محنتی اور جید عالم تھے۔ یہ ان کو پڑھایا کرتے تھے۔ پھر یہ گھانین دوست لکھتے ہیں کہ جہاں تک ان کی انگریزی گرائمر بالخصوص جملوں کے تجزیہ کا تعلق ہے تو اس میں آپ جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا اور کہتے ہیں کہ میری زبان کو بہتر بنانے میں ان کا بہت کردار تھا۔

مبشر ایاز صاحب جو جامعہ احمدیہ سینیئر سیکشن ربوہ کے پرنسپل ہیں لکھتے ہیں کہ پروفیسر سعود خان صاحب بہت منکسر المزاج بزرگ اور عالم سلسلہ تھے۔ جس عرصہ میں جامعہ احمدیہ میں پڑھاتے رہے ہم بھی طالب علم تھے۔ اور جامعہ کے آخری سال تک ہمیشہ بروقت کلاس میں تشریف لاتے اور پیریڈ ختم ہونے تک، آخری منٹ تک پڑھاتے رہتے تھے۔ طلباء کی بعض دفعہ کوشش ہوتی تھی کہ ادھر ادھر کی باتوں میں لگالیں اور پڑھائی نہ ہو لیکن آپ بجائے سختی سے یا ڈانٹ ڈپٹ کے بڑے احسن انداز میں اس بات کو ٹال جاتے تھے اور تدریس جاری رکھتے

تھے۔ لکھتے ہیں کہ مَیں نے ایک بات نوٹ کی کہ آپ کے دل میں واقف زندگی طلباء کا بہت احترام تھا اور کلاس میں اگر کسی کو سختی کے ساتھ کسی بات پر تنبیہ بھی کرنا ہوتی تو اس کی عزت نفس اور وقار کا بھی خیال رکھتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ایم ٹی اے کے ابتدائی زمانے میں جب مختلف پروگرام ریکارڈ کرائے گئے تو سعود خان صاحب نے سیرت النبیؐ کے پروگرام ریکارڈ کروائے۔ آپ بڑھاپے کی عمر میں تھے لیکن سارا پروگرام بڑی محنت سے خود تیار کرتے اور ہم میں سوالات تقسیم کر کے دیتے۔ سارے سوال خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیتے۔ کہتے ہیں کبھی کبھی ماحول کچھ گرم سرد بھی ہو جاتا تھا، پروگرام بنتے ہوئے بحث ہو جاتی تھی کہ اس کو اس طرح نہیں کرنا اس طرح کرنا ہے لیکن ایسے حلیم اور عاجز انسان تھے کہ ان کے ماتھے پر کبھی بل نہیں آتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ان کے کان میں کوئی تلخ بات پڑی نہیں۔ اور کسی دوسرے نے اگر کر دی ہے تو ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بڑے آرام سے جہاں سے پروگرام رکا ہوتا تھا وہیں سے ریکارڈنگ دوبارہ شروع کروا دیتے تھے۔

پروفیسر سعود خان صاحب کی وفات کے بعد ان کے ہمسائے میں رہنے والے پڑوسی فضل الٰہی ملک صاحب نے بڑے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے جو اظہار کیا یہ تھا کہ انہوں نے بتایا کہ ایسے پڑوسی ہر ایک کو نہیں ملتے۔ بہت ہی سادہ مزاج اور عالم آدمی تھے۔

ان کے پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے سعد سعود صاحب یوکے میں ایک جماعت کے صدر کے طور پر بھی خدمت بجالا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ حقیقت میں ان کے بارے میں جو لکھا گیا ہے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا کہ ان کی خوبیاں اس سے بہت زیادہ تھیں۔ خلافت سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق تھا اور غیر معمولی معیار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد اور نسل کو بھی خلافت اور جماعت سے ہمیشہ وابستہ رکھے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ نماز کے بعد میں ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 فروری 2019ء تا 07 مارچ 2019ء جلد 26 شمارہ 08-09 صفحہ 05 تا 09)

6

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/ فروری 2019ء بمطابق 08/ تبلیغ 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں سے پہلا نام حضرت اَبُو مُلَیْل بِن اَلْاَزْعَر کا ہے۔ ان کی والدہ کا نام اُمِّ عمرو بنت اشرف تھا اور ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ ان کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 353 ابو ملیل بن الازعرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 6صفحہ 295 ابو ملیل بن الازعرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

ایک روایت کے مطابق ان کے بھائی حضرت ابو حَبِیْب بن اَزْعَر بھی غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 6صفحہ 65 ابو حبیب بن الازعرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

دوسرا ذکر حضرت اَنَس بن مُعَاذ انصاریؓ کا ہے۔ بعض روایات میں آپ کا نام اُنَیْس بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو نجار سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام اُمّ اُنَاس بنت خالد تھا۔ آپ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ غزوۂ احد میں آپؓ کے بھائی حضرت اُبَیّ بن معاذ بھی آپ کے ساتھ شامل ہوئے۔ ان کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی وفات حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس بن معاذ اور ان کے بھائی حضرت اُبَیّ بن مُعاذ بئرِ مَعُونَہ میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 381 انس بن معاذؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 299 انس بن معاذ بن انسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

اگلا ذکر حضرت اَبُو شَیْخ اُبَیّ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ حضرت اُبَیّ بن ثابت کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ ان کی کنیت اَبُوشَیْخ تھی۔ ایک قول کے مطابق یہ کنیت آپ کے بیٹے کی تھی۔ ان کی والدہ کا نام سُخْطٰی بنتِ حَارِثَہ تھا۔ حضرت اُبَیّ بن ثابت حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت اَوس بن ثابتؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور ان کی وفات واقعہ بئرِ معونہ کے روز ہوئی۔

اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت اُبَیّ بن ثابت غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے یا نہیں۔ تاریخ

کی مختلف کتابیں ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت اُبَیّ بن ثابت زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں جو شریک تھے وہ ان کے بیٹے اَبُو شَیْخ بن اُبَیّ بن ثابت تھے۔ جبکہ علامہ ابن ہشام نے بدر کے شاملین میں حضرت اَبُو شَیْخ اُبَیّ بن ثابِت کو شمار کیا ہے۔ حضرت اُبَیّ بن ثابت کی وفات کے متعلق روایات میں ملتا ہے کہ آپ واقعہ بئرِ معُونہ کے روز فوت ہوئے جبکہ بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ ان کی وفات غزوۂ احد کے روز ہوئی۔ بہر حال یہ بھی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جو صحابی غزوۂ احد کے روز شہید ہوئے وہ آپؓ نہیں تھے بلکہ آپؓ کے بھائی حضرت اَوْس بن ثَابِتؓ تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 382 ابو شیخ ابی بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)
(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 165-166 ابی بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)
(اصابہ جلد 1صفحہ 179 ابی بن ثابتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)
(سیرت ابن ہشام صفحہ 340 من حضر بدراً مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

پھر ایک ذکر ہے حضرت اَبُو بُرْدَہ بِن نِیَار کا۔ کنیت ان کی اَبُو بُرْدَہ تھی۔ اَبُو بُرْدَہ اپنی کنیت سے مشہور تھے۔ ان کا نام ہانی تھا۔ ایک روایت میں آپ کا نام حارث اور ایک دوسری روایت میں مالک بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بَنُو قُضَاعَہ کے خاندان بَلِیّ سے تھا۔ حضرت اَبُو بُرْدَہ حضرت براء بن عازبؓ کے ماموں تھے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت اَبُو بُرْدَہ حضرت بَرَاء بن عَازِب کے چچا تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنو حارثہ کا جھنڈا حضرت اَبُو بُرْدَہ کے پاس تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 344 ابو بردہ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)
(اصابہ جلد 7صفحہ 31-32 ابو بردہ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)
(اسد الغابہ جلد 5صفحہ 358 ھانئ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

حضرت اَبُو عَبْس اور حضرت اَبُو بُرْدَہ نے جب اسلام قبول کیا تو اس وقت دونوں نے قبیلہ بنو حَارِثہ کے بتوں کو توڑا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 343 ابو عبس بن جبرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

یعنی اپنے قبیلے کے وہ جو بت تھے، اُن کو (توڑا تھا)۔ حضرت ابو اُمامہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے بدر کی طرف کوچ کا ارادہ کیا تو حضرت ابو اُمامہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ اس پر ان کے ماموں حضرت اَبُو بُرْدَہ بن نِیَار نے کہا کہ تم اپنی ماں کی خدمت گزاری کے لئے رک جاؤ۔ ماں بیمار تھی ان سے کہا تم رک جاؤ۔

حضرت ابو اُمامہ نے کہا، ان میں بھی جوش تھا کہ اسلام کے خلاف حملہ ہو رہا ہے تو میں بھی جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ وہ آپ کی بھی بہن ہیں۔ مجھے جو کہہ رہے ہیں تو آپ رک جائیں۔ جب یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہ کو رکنے کا حکم دیا یعنی بیٹے کو اور حضرت اَبُو بُرْدَہ لشکر کے ساتھ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس آئے تو حضرت ابو امامہ کی والدہ فوت ہو چکی

تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 15 ابو امامہ بن ثعلبہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غزوۂ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جس کا نام 'اَلسَّکْب' تھا اور دوسرا گھوڑا حضرت ابو بُرْدَہ کے پاس تھا جس کا نام 'مُلَاوِحْ' تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 380 ذکر خیل رسول اللہ ﷺ و دوابہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت اَبُو بُرْدَہ بن نِیَار بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ قبائل کے پاس تشریف لے گئے۔ اُن کے حق میں دعا کی لیکن ایک قبیلے کو آپؐ نے چھوڑ دیا اور ان کے پاس تشریف نہیں لے کے گئے۔ اس پر یہ بات اس قبیلے والوں کو بڑی گراں گزری کہ کیا وجہ ہے؟۔ اس پر انہوں نے اپنے ایک ساتھی کے مال کی تلاشی لی تو اس کی چادر میں سے ایک ہار نکلا جو اس نے خیانت کرتے ہوئے لے لیا تھا۔ پھر ان لوگوں نے وہ ہار واپس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھی تشریف لے گئے اور ان لوگوں کے حق میں بھی دعا کی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 22 صفحہ 195 اسندہ ابو بردہ بن نیارؓ حدیث 511 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2002ء)

حضرت اَبُو بُرْدَہ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے۔ آپؓ کی وفات حضرت معاویہؓ کے ابتدائی دور میں ہوئی۔ ان کی وفات کے سال کے بارہ میں مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی وفات 41 ہجری میں ہوئی جبکہ دوسری روایات میں 42 ہجری اور 45 ہجری کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(اصابہ جلد 7 صفحہ 32 ابو بردہ بن نیارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت بَرَاء بن عَازِب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیہ کے دن نماز کے بعد ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی تو اس نے ٹھیک قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ بکری گوشت ہی کے لئے ہوئی۔ یعنی یہ قربانی نہیں ہے۔ بلکہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا وہ تو اس طرح ہی ہے جس طرح گوشت کھانے کے لئے بکری ذبح کر لی۔ اس پر حضرت اَبُو بُرْدَہ بن نِیَار اٹھے (جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے) اور انہیں کہا یا رسول اللہ! میں نے تو نماز کے نکلنے سے پہلے ہی قربانی کر لی ہے اور میں یہ سمجھا تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے۔ اس لئے میں نے جلدی کی، خود بھی کھایا اور اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکری تو گوشت ہی کے لئے ہوئی۔ یہ تمہاری قربانی نہیں ہے۔ اس پر حضرت اَبُوبُرْدَہ نے کہا کہ میرے پاس ایک سال کی پٹھیاں یعنی بکری کے مادہ بچے ہیں اور وہ گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہیں یعنی کہ اچھی پلی ہوئی ہیں اور گو ایک سال کی ہیں لیکن دو بکریوں کی نسبت سے زیادہ بہتر ہیں، موٹی تازی ہیں۔ اگر میں یہ قربانی کر دوں تو کیا میری طرف سے کافی ہو گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں کر دو لیکن تمہارے بعد کسی کو کافی نہیں ہو گا۔

(صحیح البخاری کتاب العیدین باب کلام الامام والناس فی الخطبۃ العید ... الخ حدیث 983)

تمہیں تو یہ اجازت ہے لیکن تمہارے بعد اور کسی کو اجازت نہیں۔

دوسری احادیث بھی یہی بتاتی ہیں کہ ایک تو یہ کہ عید کے بعد قربانی کی جائے اور دوسرے بکری کی قربانی

کی ایک عمر ہوتی ہے وہ ہونی چاہئے۔ بہرحال یہ جو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے بعد کسی کو کافی نہیں ہے۔ اس بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں سوال ہوا کہ قربانی کے بکرے کی عمر کیا ہونی چاہئے تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا نورالدینؓ وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کو فرمایا کہ آپ جواب دیں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اہل حدیث کے نزدیک دو سال کا ہونا ضروری ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 100)

یا ہمارے ملکوں میں یہ رواج ہے کہ وہ کہتے ہیں دو ندا ہونا ضروری ہے۔ سامنے کے دو بڑے دانت نکلے ہونے چاہئیں۔ تو بہرحال اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبُو بُرْدَہ کو جو فرمایا کہ تمہاری قربانی تو مَیں اس ایک سال کے پٹھے کی قبول کرتا ہوں لیکن آئندہ کے لئے اَور کسی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ جوان بکری یا بکرا ہونا چاہئے اور یہی طریق جماعت میں رائج ہے یا ہمارے فتوے میں ہے جیسا کہ میں نے کہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

پھر حضرت اَسْعَد بن یزید کا ذکر ہے۔ حضرت اَسْعَد کے والد کا نام یَزِیدِ بنِ الْفَاکِہ تھا اور ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو زُرَیق سے تھا۔ آپؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔ علامہ ابن اسحاق نے اَسْعَد کی بجائے سَعْد بن یَزِید کا نام اصحاب بدر میں لکھا ہے۔ حضرت اَسْعَد بن یزید کے نام کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض نے آپ کا نام سَعْد بن زید، سعید بن الفَاکِہ اور سعد بن یزید بیان کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 445 اسعد بن یزیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 450 سعد بن الفاکہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر ایک بدری صحابی حضرت تَمِیم بن یَعَار انصاریؓ تھے۔ حضرت تمیم کے والد کا نام یَعَار تھا۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو جِدَارَہ بن عوف بن الحارث سے تھا۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ حضرت تمیم کی اولاد میں بیٹا رِبْعِیّ اور بیٹی جمیلہ تھیں۔ ان کی والدہ قبیلہ بنو عمرو سے تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 407 تمیم بن یعارؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت اَوْس بن ثَابِت بن مُنْذِر ہے۔ یہ بھی انصاری تھے۔ ان کی کنیت اَبُو شَدَّاد تھی۔ حضرت اَوس کے والد کا نام ثابت تھا۔ آپ کی والدہ کا نام سُخْطٰی بنتِ حَارِثَہ تھا۔ آپ مشہور صحابی حضرت شَدَّاد بن اَوس کے والد تھے۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ بَنُو عَمرو بن مَالِك بن نَجَّار سے تھا۔ یہ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے نیز ایمان لائے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ (جو مشہور شاعر تھے) اور حضرت اُبَیّ بن ثابت آپؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ جب مدینہ ہجرت کر کے آئے تو ان کے ہاں ان کا قیام ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفّانؓ اور حضرت اوس بن ثابت کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ ان کی وفات کے بارے میں عبداللہ بن محمد بن عُمَارَہ انصاری کہتے ہیں کہ ان کی وفات، ان کی شہادت غزوۂ احد میں ہوئی تھی۔ بعض دوسرے اس سے اختلاف بھی کرتے ہیں لیکن جو

اختلاف کرنے والے ہیں وہ کمزور راوی ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 41، 382 عثمان بن عفانؓ، اوس بن ثابتؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت ثَابِت بن خَنْسَاء ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو غَنْم بن عدِیّ بن نَجَّار سے تھا اور غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ ان کے بارے میں اتنا ہی علم ہوا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 389 ثابت بن خنساءؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت اَوْس بن اَلصَّامِت بدر کے ایک صحابی تھے جنہوں نے بدر میں حصہ لیا ہے۔ حضرت اوس بن صامت حضرت عبادۃ بن صامتؓ کے بھائی تھے۔ حضرت اوس غزوۂ بدر اور احد اور دوسرے تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن صامت اور حضرت مَرْثَد بن ابِی مَرْثَد اَلْغَنَوِی کے درمیان عقد مؤاخات کیا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت اوس نے اپنی اہلیہ خُوَیْلَہ بنتِ مالِک سے ظِہَار کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 413 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 323 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

ظِہَار کہتے ہیں جو عربوں میں یہ رواج تھا کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ دیا یا بہن کہہ دیا اس طرح کہنے کے بعد اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے یعنی کہ تم میری ماں ہو اس لئے حرام ہو گئی ہو۔ اسلام نے اس رسم کو مٹا دیا اور حکم دیا کہ اس کلمہ کے کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ ماں بہن کہہ دیا تو طلاق نہیں ہو جاتی۔ ہاں یہ بیہودہ بات ہے جس کی سزا میں اسلام نے کفّارہ مقرر کیا ہے۔ حضرت اَوس نے کفارہ نہیں ادا کیا، کفارہ دینے سے پہلے اپنی اہلیہ سے تعلق قائم کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ یہ غلط ہے۔ پندرہ صَاع جَو ساٹھ مسکینوں کو کھلائیں۔ یعنی کفّارہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو تم کھانا کھلاؤ۔ ظِہَار کے متعلق قرآن کریم میں بھی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۔ وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ (المجادلۃ: 3 تا 5) تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو سکتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور اللہ یقیناً بہت درگزر کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیتے ہیں پھر جو کہتے ہیں اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ یعنی پہلے ماں کہہ دیا۔ پھر کہہ دیا او ہو غلطی ہو گئی تو پیشتر اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں، ایک گردن کا آزاد کرنا ہے یعنی اس زمانے میں تو غلام ہوتے تھے ایک غلام کو آزاد کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ ہے جس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ پس جو اس کی استطاعت نہ پاتے ہوں۔ (اگر یہ استطاعت نہیں ہے کہ غلام ہے اس کو آزاد کرنا ہے) تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا ہے

پیشتر اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں۔ پس جو اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے طمانیت نصیب ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لئے بہت ہی دردناک عذاب مقدر ہے۔

اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ: "جو شخص اپنی عورت کو ماں کہہ بیٹھے تو وہ حقیقت میں اس کی ماں نہیں ہو سکتی۔ ان کی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے۔ سو یہ ان کی بات نامعقول اور سراسر جھوٹ ہے اور خدا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اور پھر رجوع کریں تو اپنی عورت کو چھونے سے پہلے ایک گردن آزاد کر دیں۔ یہی خدائے خبیر کی طرف سے نصیحت ہے اور اگر گردن آزاد نہ کر سکیں تو اپنی عورت کو چھونے سے پہلے دو مہینہ کے روزے رکھیں اور اگر روزے نہ رکھ سکیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاویں۔"

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 50)

ان کی بیوی حضرت خُوَیْلَہ بنتِ مَالِك بن ثَعْلَبَہ سے روایت ہے، کہ میرے شوہر اَوس بن صَامِتْ نے مجھ سے ظِہَار کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں مجھے فرما رہے تھے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کر۔ وہ تیرا چچازاد بھائی بھی ہے۔ مجھے اپنی بات پر اصرار رہا یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ انہوں نے کہا ماں کس طرح ہو سکتی ہے۔ وہ تمہارا چچازاد بھائی بھی ہے اور تم اس کی بیوی ہو۔ کہتی ہیں مَیں نے بہرحال اس بات پر اصرار کیا یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا۔ (المجادلۃ:2) کہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یعنی تیرا خاوند ایک غلام آزاد کرے۔ اب اس کی سزا یہ ہے جو آیت میں بیان ہوئی جس طرح قرآن شریف کا حکم ہے۔ اس کے بعد ساری تفصیل ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرو۔ کہتی ہیں میں نے اس پہ عرض کیا کہ اس میں اس کی طاقت نہیں۔ کہاں سے لے؟ وہ تو غریب آدمی ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس کی عمر ایسی ہے کہ وہ لگاتار روزے بھی نہیں رکھ سکتا۔ اِس کی اس میں سکت نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ اس کے پاس تو مال بھی کوئی نہیں ہے۔

اس کے پاس کچھ نہیں ہے جس سے وہ صدقہ دے۔ خُوَیْلَہ کہتی ہیں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ تبھی اس وقت کھجور کا ایک تھیلا آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے پیش کیا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں کھجوروں کے دوسرے تھیلے کے ساتھ اس کی مدد کروں گی یعنی اگر یہ مجھے مل جائے تو ایک اَور تھیلے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جا اِس کو لے جا۔ یہ تھیلا لے جاؤ اور اس میں سے اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ اور پھر اپنے چچا کے بیٹے کے پاس جاؤ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی الظہار حدیث 2214)

یعنی اپنے خاوند کے پاس جاؤ۔ تم اس کے کہنے سے کوئی ماں واں نہیں بنی۔ ان صحابہ کی سیرت بیان ہوتی ہے تو بعض مسائل بھی ساتھ ساتھ حل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سب سے پہلا ظِہار جو اسلام میں ہوا۔ یعنی بیوی کو ماں کہنے کا وہ یہی حضرت اوس بن صامت کا تھا۔ ان کے نکاح میں ان کے چچا کی بیٹی تھی ان سے انہوں نے ظِہار کیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 323 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ حدود قائم کی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی یہ معاملہ پیش ہوا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس کی یہی سزا ہے۔ خلیفہ ثانیؓ کے زمانہ میں اسی طرح ایک معاملہ پیش ہوا آپؓ نے فرمایا یہی سزا ہے۔ اور سوائے اس کے کہ کوئی بہت ہی غریب ہے اور طاقت نہیں ہے تو پھر وہ استغفار کرے اور جس حد تک سکت ہے، پہنچ ہے وہ اس کی سزا میں دے۔

تو بہر حال اللہ تعالیٰ نے بیوی کو ماں یا بہن کہنے کے لئے حدود قائم کی ہیں۔ بعضوں کو عادت ہوتی ہے ہر ذرا سی بات پر لڑائیاں ہوئیں تو کہہ دیا کہ میرے پہ حرام ہو گئی یا یہ ہو گیا تو تم میری ماں کی طرح ہو تم فلاں ہو یا قسم کھالی۔ تو یہ سب قسمیں ہیں اور ان پر حدود قائم ہوتی ہیں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے تو اس کو یہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ غلام کو آزاد کرو یا روزے رکھو یا مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

حضرت اوس بن صامتؓ شاعر بھی تھے۔ حضرت اوس بن صامت اور شَدَّاد بن اوس انصاری نے بیت المقدس میں رہائش رکھی۔ ان کی وفات سرزمین فلسطین کے مقام رَمْلَہ میں 34 ہجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت اوس کی عمر 72 سال تھی۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 323 اوس بن صامتؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت اَرْقَمْ بن أبی اَرْقَم ہے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ حضرت ارقم کی والدہ کا نام اُمَیْمَہ بنت عبد الحارث تھا۔ بعض روایت میں ان کا نام تُمَاضِرْ بنتِ حُذَیْم اور صَفِیَہ بنت حارِث بھی بیان ہوا ہے۔

حضرت ارقم کا تعلق قبیلہ بنو مَخْزُوم سے تھا۔ آپ اسلام لانے والے اولین صحابہ میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک جب آپؓ ایمان لائے تو آپؐ سے قبل گیارہ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ساتویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ حضرت عُروہ بن زُبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ارقم، حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرَّاح اور حضرت عثمان بن مَظْعُونؓ اکٹھے ایک ہی وقت میں ایمان لائے۔

حضرت ارقم کا ایک گھر مکہ سے باہر کوہِ صفا کے پاس تھا جو تاریخ میں دارِ ارقم کے نام سے مشہور ہے۔ دارِ ارقم ان کا گھر تھا۔ اس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام قبول کرنے والے افراد عبادت کیا کرتے تھے۔ یہیں پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد یعنی حضرت عمرؓ کے

اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کی تعداد 40 ہو گئی تھی اور وہ اس گھر سے باہر نکلے تھے۔ یہ گھر حضرت ارقم کی ملکیت میں رہا۔ پھر آپؓ کے پوتوں نے یہ گھر ابو جعفر منصور کو فروخت کر دیا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 187 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(اصابہ جلد 1 صفحہ 197 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)(مستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 574 حدیث 6127 کتاب معرفۃ الصحابہ ارقم بن ابی الارقم دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

اس کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے پہلے تبلیغی مرکز یعنی دارِ ارقم کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مکہ میں ایک تبلیغی مرکز قائم کیا جاوے جہاں مسلمان نماز وغیرہ کے لئے بے روک ٹوک جمع ہو سکیں اور امن و اطمینان اور خاموشی کے ساتھ باقاعدہ اسلام کی تبلیغ کی جاسکے۔ اس غرض کے لئے ایک ایسے مکان کی ضرورت تھی جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔

چنانچہ آپؐ نے ایک نَو مسلم ارقم بن ابی ارقم کا مکان پسند فرمایا جو کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا۔ اس کے بعد تمام مسلمان یہیں جمع ہوتے، یہیں نماز پڑھتے، یہیں متلاشیانِ حق آتے۔" یعنی جن کو دین کی تلاش تھی اور اسلام کا پیغام سنتے تھے وہ سننے کے لئے اور سمجھنے کے لئے آتے تھے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کے لئے آتے تھے "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ اسی وجہ سے یہ مکان تاریخ میں خاص شہرت رکھتا ہے اور 'دارالاسلام' کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین سال تک دارِ ارقم میں کام کیا یعنی بعثت کے چوتھے سال آپؐ نے اسے اپنا مرکز بنایا اور چھٹے سال کے آخر تک آپؐ نے اس میں اپنا کام کیا۔" اپنے اس مشن کو جاری رکھا اور "مؤرخین لکھتے ہیں کہ دارِ ارقم میں اسلام لانے والوں میں آخری شخص حضرت عمرؓ تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دارِ ارقم سے نکل کر برملا تبلیغ کرنے لگ گئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

مدینہ ہجرت کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مؤاخات حضرت اَبُو طَلْحَہ زَید بن سَہْل کے ساتھ قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 185 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت اَرْقَم غزوۂ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت میں سے ایک تلوار انہیں دی تھی۔ حضرت اَرْقَم غزوۂ بدر، احد سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مدینہ میں ایک گھر بھی دیا تھا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقات کی وصولی کے لئے بھی مقرر کر کے بھجوایا تھا۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 198 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(اصابہ جلد 1 صفحہ 187 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

تاریخ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ارقم معاہدہ حلف الفضول میں بھی شامل ہوئے تھے۔

(استیعاب جلد 1 صفحہ 131 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت1992ء)

وہ معاہدہ جو غریبوں کی مدد کرنے کے لئے اسلام سے پہلے مکہ کے رہنے والے بڑے لوگوں نے کیا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔ حضرت ارقم کے بیٹے عثمان بن اَرقم روایت کرتے ہیں کہ میرے والد کی وفات 53 ہجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر 83 سال تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی 55 ہجری میں وفات ہوئی۔ عمر کے بارے میں اختلاف ہے کہ اسّی سال تھی یا اس سے کچھ اوپر تھی۔ حضرت ارقم نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پڑھائیں جو صحابی تھے۔

ان کی وفات کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَقِیْق مقام میں تھے اور وہاں سے دور تھے۔ مروان نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کسی غیر حاضر شخص کی وجہ سے دفن نہ کیا جائے۔ موجود نہیں ہیں اس لئے صحابی کی نعش کو اس وقت تک رکھا جائے جب تک وہ آ نہ جائیں اور چاہا کہ ان کی نماز جنازہ خود پڑھا دیں مگر عُبَید اللہ بن اَرقم نے مروان کی بات نہ مانی اور سَعْد بن اَبی وقاصؓ کے آنے پر حضرت ارقم کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 188 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

ان کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ارقم نے بیت المقدس جانے کے لئے رخت سفر باندھا، تیاری کی، جانا چاہتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفر پر جانے کے لئے اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم وہاں بیت المقدس میں کسی ضرورت کے لئے یا تجارت کی غرض سے جا رہے ہو؟

حضرت ارقم نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ کوئی کام نہیں ہے اور نہ تجارت کی غرض سے جانا ہے بلکہ بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز اَور مسجدوں کی ہزاروں نمازوں سے بہتر ہے یعنی یہاں مدینے میں سوائے کعبہ کے جس پر حضرت ارقم نے اپنا ارادہ بدل لیا۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 187 ارقم بن ابی الارقمؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت بَسْبَس بن عَمْرو ہے۔ ایک روایت میں آپ کا نام بَسْبَس بِن بِشْر بھی آیا ہے۔ حضرت بَسْبَس جُھَنِی انصاری کا تعلق قبیلہ بنو سَاعِدَة بن کعب بن خزرج سے تھا جبکہ عروہ بن زبیر کے مطابق آپ کا تعلق بنو طَرِیف بن خزرج سے ہے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔ آپؓ کا شمار انصار صحابہ میں ہوتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 373 بسبس الجھنیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

آپ کو بُسَیْسَۃ اور بُسَیْس اور بَسْبَسَہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 379 بسبہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

غزوۂ بدر کے علاوہ آپ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 422 بسبس بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

غزوۂ بدر کے لئے مدینہ سے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ:

مدینہ سے نکلتے ہوئے آپؐ نے اپنے پیچھے عبداللہ بن ام مَکْتُوم کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ مگر جب آپؐ رَوْحَاء کے قریب پہنچے جو مدینہ سے 36 میل کے فاصلہ پر ہے تو غالباً اس خیال سے کہ عبداللہ ایک نابینا آدمی ہیں اور لشکر قریش کی آمد آمد کی خبر کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے پیچھے مدینہ کا انتظام مضبوط رہے۔ آپؐ نے اَبُولُبَابَہ بن مُنْذِر کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے واپس بھجوا دیا اور عبداللہ بن ام مکتوم کے متعلق حکم دیا کہ وہ صرف امام الصلوٰۃ رہیں مگر انتظامی کام اَبُولُبَابہ سرانجام دیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قباء کے لئے آپؐ نے عَاصِم بن عَدِی کو الگ امیر مقرر فرمایا۔ آپ نے جو امراء بھیجے تھے، مقرر فرمائے یا تبدیلیاں کیں وہ یہاں سے اسی مقام سے آپؐ نے بَسِیْس یعنی بَسْبَس اور عدی نامی دو صحابیوں کو دشمن کی حرکات و سکنات کا علم حاصل کرنے کے لئے بدر کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ وہ بہت جلد خبر لے کر واپس آئیں۔"

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 354)

دو ہفتے پہلے خطبہ میں حضرت عَدِیّ بِن اَبِی زَغْبَاءؓ کے ذکر میں اس واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ جن کو بھیجا گیا تھا ان میں حضرت بَسْبَس اور حضرت عَدِیّ بِن اَبِی زَغْبَاءؓ دونوں شامل تھے۔ جب یہ بدر کے مقام پر خبر لینے کے لئے پہنچے تو وہاں حضرت بَسْبَس بن عمرو اور عَدِیّ بِن اَبِی زَغْبَاءؓ نے کنوئیں کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اپنے اونٹ بٹھا کر اپنی مشکیں لیں اور کنوئیں سے پانی بھرا اور وہاں پیا بھی۔ اس دوران انہوں نے وہاں دو عورتوں کو باتیں کرتے سنا جو کسی قافلے کے آنے کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 617 بسبس و عدی یتجسسان الاخبار مطبوعہ تراث الاسلام مصر 1955ء)

اور وہاں ایک شخص بھی کھڑا تھا۔ بہرحال یہ دونوں واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عورتوں کی باتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ ایک قافلے کے آنے کے بارے میں اس طرح باتیں کر رہی تھیں۔ وہ شخص جو وہاں کھڑا تھا اس کا نام مَجْدِی تھا۔ (یہ تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں) تو مؤرخ لکھتے ہیں کہ اگلی صبح ابوسفیان وہاں پہنچا جبکہ قافلہ بھی وہاں آیا ہوا تھا۔ اس نے مَجْدِی سے پوچھا کہ اے مَجْدِی! کیا تو نے ایسے کسی شخص کو دیکھا ہے جو یہاں جاسوسی کے لئے آیا ہو؟ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر تو ہم سے دشمن کا حال چھپائے گا تو قریش میں سے کبھی کوئی بھی شخص تجھ سے صلح نہیں کرے گا۔ مَجْدِی نے کہا یعنی وہ شخص جو کھڑا تھا بخدا میں نے یہاں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو میں نہ پہچانتا ہوں۔ یہاں سے تیرے اور یثرب کے درمیان کوئی دشمن نہیں ہے اور اگر کوئی ہوتا تو وہ مجھ سے مخفی نہ رہ سکتا اور نہ ہی میں تجھ سے اس کو چھپاتا۔ وہ کہتا ہے مگر ہاں یہ ہے کہ مَیں نے دو سواروں کو دیکھا تھا۔ وہ اس جگہ رُکے تھے اور اُس جگہ اشارہ کیا جہاں حضرت بَسْبَس اور حضرت عدیؓ رُکے تھے

اور انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے۔ کہنے لگا کہ انہوں نے یہاں اپنے اونٹ بٹھائے تھے، پانی پیا تھا اور پھر یہاں سے چلے گئے۔ ابو سفیان اس جگہ پر آیا جہاں دونوں صحابہ نے اونٹ بٹھائے تھے اور ان دونوں کے اونٹوں کی مینگنیاں اٹھا کر توڑنے لگا۔ اس لیے کہ تجسس تھا۔ تو پہچان کے لئے یہ بھی توڑنے لگا۔ جب اس نے توڑی تو اونٹ کی مینگنیوں میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی تو ابو سفیان بولا بخدا!! اہلِ یثرب کے اونٹوں کا یہی چارا ہے۔ یہ تو وہاں سے آئے ہیں۔ یہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب محمدؐ کے جاسوس تھے۔ یعنی دونوں جو شخص آئے تھے یہ تو مدینے سے آئے ہیں اور یہ جاسوس ہیں۔ اونٹ کی مینگنیوں سے مجھے یہ اندازہ لگ گیا ہے کہ کیوں یہاں آئے تھے۔ کہنے لگا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ بہت قریب ہیں۔ اس کے بعد وہ وہاں سے جلدی جلدی اپنے قافلے کو لے کر روانہ ہو گیا۔

(کتاب المغازی للواقدی صفحہ 40-41 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1984ء)

ان عربوں کو اس زمانے میں بھی جاسوسی کے اندازے لگانے کا بڑا ملکہ تھا اور یہ بھی جاسوسی کے ہی انداز تھے۔

اس کے ذکر میں، بدر کی جنگ کے ذکر میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قریب پہنچے تو کسی خیال کے ماتحت جس کا ذکر روایات میں نہیں ہے آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے پیچھے سوار کر کے اسلامی لشکر سے کچھ آگے نکل گئے۔ اس وقت آپؐ کو ایک بوڑھا بدوی ملا جس سے آپؐ کو باتوں باتوں میں یہ معلوم ہوا کہ اس وقت قریش کا لشکر بدر کے بالکل پاس پہنچا ہوا ہے۔ آپؐ یہ خبر سن کر واپس تشریف لے آئے اور حضرت علیؓ اور زبیر بن العوامؓ اور سعد بن وقاصؓ وغیرہ کو دریافت حال کے لئے آگے روانہ فرمایا اور ایک روایت کے مطابق بھیجے جانے والوں میں حضرت بَسبَس بھی شامل تھے۔ پہلے تو یہ لوگ گئے تھے قافلے کی خبر لینے کے لئے۔ اب جو پتہ لگا کہ لشکر آ رہا ہے تو اس لشکر کی خبر لینے کے لئے جن لوگوں کو بھیجا ان میں یہ شامل تھے۔

جب یہ لوگ بدر کی وادی میں گئے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ مکہ کے چند لوگ ایک چشمہ سے پانی بھر رہے تھے۔ ان صحابیوں نے ان پر، جماعت پر حملہ کر کے ان میں سے ایک حبشی غلام کو پکڑ لیا اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ جب وہ لے کر آئے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے۔ صحابہؓ نے یہ دیکھ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز میں مصروف ہیں خود اس غلام سے پوچھنا شروع کیا کہ ابو سفیان کا قافلہ کہاں ہے؟ یہ حبشی غلام چونکہ لشکر کے ہمراہ آیا تھا۔

وہ تو اس لشکر کے ہمراہ آیا تھا جو بدر کی جنگ کے لئے آ رہا تھا۔ اس کو تو قافلے کا علم نہیں تھا اور وہ قافلے سے بے خبر تھا اس نے جواب میں کہا کہ ابو سفیان کا تو مجھے علم نہیں ہے البتہ ابوالحِکَم یعنی ابو جہل اور عُتبہ اور شیبہ اور اُمَیّہ وغیرہ اس وادی کے دوسرے کنارے ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔ صحابہ نے جن کو تو صرف قافلے کا پتہ تھا نا، یہی اندازہ تھا اور یہی انہوں نے دماغ میں بٹھایا ہوا تھا تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور دیدہ دانستہ قافلے کی خبر کو چھپانا چاہتا ہے جس پر بعض لوگوں نے اسے کچھ مارا پیٹا بھی، زدوکوب کیا۔ لیکن جب وہ اسے مارتے تھے وہ ڈر کے مارے کہہ دیتا تھا کہ اچھا میں بتاتا ہوں اور جب اسے چھوڑ دیتے تو وہ پھر وہی پہلا جواب دیتا تھا کہ مجھے

ابوسفیان کا، اس کے قافلے کا علم نہیں ہے۔ ہاں البتہ ابوجہل ایک لشکر لے کے آرہا ہے اور وہ پاس ہی موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنیں تو آپؐ نے جلدی سے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کو مارنے سے روکا اور فرمایا جب وہ سچی بات بتاتا ہے تم اسے مارتے ہو اور جھوٹ کہنے لگتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو۔

پھر آپؐ نے خود نرمی کے ساتھ اس سے دریافت فرمایا کہ لشکر اس وقت کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا اس وقت سامنے والے ٹیلے کے پیچھے ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ لشکر میں کتنے آدمی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بہت ہیں مگر پوری تعداد مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ ان کے لئے کھانا کھانے کے لئے ہر روز کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں؟ اس نے کہا کہ دس ہوتے ہیں۔ دس اونٹ اس قافلے کے لئے ذبح ہوتے ہیں۔ سامان کے علاوہ کھانے پینے کا بھی اتنا سامان لے کے آئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دس اونٹ ذبح ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ایک ہزار آدمی ان کے ساتھ آئے ہیں اور حقیقتاً وہ اتنے ہی لوگ تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 355-356)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے حضرت ثَعْلَبَہ بن عَمْرو، اَنْصاری تھے۔ حضرت ثَعْلَبہ کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام کَبْشَہ تھا جو کہ مشہور شاعر حضرت حسّان بن ثابتؓ کی بہن تھیں۔ حضرت ثَعْلَبہ غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ آپؓ ان اصحاب میں بھی شامل تھے جنہوں نے بنو سلمہ کے بت توڑے تھے۔

آپؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جنگِ جِسر یعنی پُل والی جنگ میں ہوئی تھی۔ جنگ جِسر ایرانیوں کے ساتھ 14 ہجری میں ہوئی یا طبری میں 13 ہجری کا درج ہے کہ یہ جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں دونوں فریق یعنی حضرت ابو عُبیدؓ کی نگرانی میں مسلمانوں کا لشکر اور بَہْمَن جَاذْوَیْہ کی نگرانی میں ایرانی فوج دریائے فرات پر آمنے سامنے تھیں۔ دریا کو عبور کر کے جنگ کرنے کے لئے ایک جسر یعنی پل بنایا گیا تھا۔ اسی مناسبت سے اسے جنگ جسر کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مدینہ میں ہوئی تھی۔

(روض الانف جلد 3 صفحہ 158-159 تسمیة من کسروا اٰلهة بنی سلمة مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)
(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 386 ثعلبہ بن محصنؓ، 340 سلمة بن اسلمؓ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)
(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 366 وقعة القرقس مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)
(تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 522 ولایة ابی عبید مطبوعہ دار الفکر بیروت 2000ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ثَعْلَبَہ بن غَنَمَہ۔ حضرت ثعلبہ کا نام ایک روایت میں ثَعْلَبَہ بن عَنَمَہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت ثعلبہ کی والدہ کا نام جَہِیْرَہ بنت قَیْن تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلے بنو سَلَمہ سے تھا۔ حضرت ثعلبہ اُن ستّر اصحاب میں شامل تھے جنہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت ثعلبہ جب ایمان لائے تو آپ نے، حضرت معاذ بن جبلؓ اور عبداللہ بن اُنَیس نے مل کر بنو سلمہ کے یعنی اپنے قبیلے کے ہی بت توڑے۔ آپ غزوۂ بدر، احد اور خندق میں شریک ہوئے اور غزوہ خندق میں هُبَیْرَہ بِن اَبِی وَهَب نے

حضرت ثعلبہ کو شہید کیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ثعلبہ غزوۂ خیبر کے موقع پر شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 435 ثعلبہ بن غنمۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)،
(استیعاب جلد 1صفحہ 207 ثعلبہ بن عنمۃ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت جابر بن خالد۔ حضرت جابر بن خالد کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو دِینَار سے تھا۔ حضرت جابر بن خالد غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 394 جابر بن خالدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر ایک صحابی ہیں حضرت حارث بن نُعمان بن اُمَیّہ، انصاری تھے۔ حضرت حارث کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپؓ حضرت عبداللہ بن جُبَیر اور حضرت خَوَّات بن جُبَیر کے چچا تھے۔ جنگ صِفِّیْن کے موقع پر حضرت علیؓ کی طرف سے شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 641 حارث بن نعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)
(اصابہ جلد1صفحہ 694 حارث بن نعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

پھر حضرت حارث بن انس انصاری ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حضرت ام شریک تھا اور والد انس بن رافع تھے۔ آپ کی والدہ نے بھی اسلام قبول کیا اور رسول اللہ کی بیعت سے مشرف ہوئی تھیں۔ حضرت حارث کا تعلق قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاشْهَل سے تھا۔ غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے اور غزوۂ احد میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت حارِث ان چند اصحاب میں سے تھے جو غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھ درّے پر ڈٹے رہے اور جامِ شہادت نوش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 334 حارث بن انسؓ، صفحہ 362 عبداللہ بن جبیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 8صفحہ 277 ام شریکؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر حضرت حُرَیْث بن زید انصاری ایک صحابی تھے۔ ایک روایت میں ان کا نام زید بن ثعلبہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت حُرَیْث کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو زید بن حارث سے تھا۔ آپؓ اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے جنہیں اذان کی بابت رؤیا دکھائی گئی تھی۔ آپؓ غزوۂ احد میں بھی شامل ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 717-718 حریث بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

اِن کے بھائی کو بھی اذان کے الفاظ کے بارے میں بتایا گیا تھا۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت حَارِث بن اَصِمَّہ۔ حضرت حارث بن اَصِمّہ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تھا اور بئرِ معونہ کے روز یہ شہید ہوئے تھے۔

(استیعاب جلد 1صفحہ 292 حارث بن اصمہ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث اور حضرت صُہَیْب بن سِنَان کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(اصابہ جلد 1صفحہ 673 حارث بن صمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت حارث بن الصِمّہ غزوۂ بدر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب الرَّوْحَاء کے مقام پر پہنچے تو آپؓ میں مزید سفر کی طاقت نہ رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مدینہ واپس بھیج دیا لیکن اموال غنیمت میں آپؓ کا حصہ بدر میں شامل ہونے والوں کی طرح مقرر فرمایا۔ یعنی عملاً شامل نہیں ہوئے تھے لیکن ایک جذبہ کے تحت نکلے تھے لیکن صحت نے اجازت نہیں دی یا اس وقت زیادہ بیمار ہو گئے ہوں گے اس لئے واپس بھجوا دئے گئے لیکن آپ کی نیت اور جذبے کو دیکھ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدر میں شامل ہونے والے صحابہؓ میں شمار فرمایا۔ آپ غزوۂ احد میں شریک تھے۔ اُس دن جب لوگ منتشر ہو گئے تو اُس وقت حضرت حارث ثابت قدم رہے۔ حضرت حارث نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی۔ آپؓ نے عثمان بن عبداللہ بن مُغِیرہ مَخْزُومی کو قتل کیا یعنی حضرت حارثؓ نے اور سلب لے لیا یعنی جو اس کا جنگی لباس اور سامان تھا وہ لے لیا جس میں اس کی زرہ اور خَود اور تلوار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان آپؓ کو ہی عطا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عثمان بن عبداللہ کی ہلاکت کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے ہلاک کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 386 حارث بن صمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 615 حارث بن الصمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

عثمان بن عبداللہ بڑا خطرناک دشمن تھا۔ یہ ایک مشرک تھا اور غزوۂ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی غرض سے پورے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آیا تھا۔ غزوۂ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میرے چچا حمزہؓ کے ساتھ کیا ہوا؟ حضرت حارثؓ ان کی تلاش میں نکلے۔ جب آپ کو دیر ہو گئی تو حضرت علیؓ روانہ ہوئے اور حارث کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت حمزہؓ شہید ہو چکے ہیں۔ دونوں صحابہ نے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہادت کی خبر دی۔

حضرت حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں تھے فرمایا کہ کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی۔ جی ہاں میں نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ پہاڑی کے پہلو میں تھے اور ان پر مشرکین کا لشکر حملہ آور تھا۔ میں نے ان کی طرف رخ کیا تا کہ ان کو بچاؤں مگر پھر میری نظر آپؐ پر پڑی اور میں آپؐ کے پاس آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں یعنی عبدالرحمٰن بن عوف کی فرشتے حفاظت کر رہے ہیں۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس کی معیت میں لڑ رہے ہیں۔ حضرت حارثؓ کہتے ہیں کہ میں عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گیا۔ پھر واپس ہو کے گیا۔ جب جنگ خاتمے کو پہنچی تو مَیں نے دیکھا ان کے سامنے سات آدمی قتل ہوئے پڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا آپؓ نے ان سب کو قتل کیا ہے؟ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا کہ ان تین کو تو مَیں نے قتل کیا ہے مگر باقیوں کے متعلق میں نہیں جانتا کہ ان کو کس نے قتل کیا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا۔ یعنی کہ فرشتے اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 615 حارث بن الصمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

حضرت حارث واقعہ بئرِ مَعُونہ میں شریک ہوئے۔ جس وقت یہ واقعہ ہوا اور صحابہ کو شہید کیا گیا اُس وقت حضرت حارث اور عمرو بن اُمَیَّہ اونٹوں کو چرانے گئے ہوئے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں دو اصحاب عمرو بن امیہ اور حضرت مُنذِر بن محمد کا درج ہے۔ بہر حال بعض کتابوں کی روایت میں یہ تھے جو اونٹوں کو چرانے والے تھے۔ بہر حال اس روایت کے مطابق جو یہ کہتی ہے کہ یہ تھے، جب واپسی پر یہ اپنے پڑاؤ کی جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ پرندے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کے ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ حضرت حارث نے حضرت عمرو سے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ عمرو نے کہا کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے اور واپس جا کے خبر کی جائے۔ حضرت حارثؓ نے کہا کہ میں اس جگہ سے پیچھے نہیں رہوں گا جہاں مُنذِر کو قتل کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 615 حارث بن الصمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(سیرت ابن ہشام صفحہ 439 حدیث بئر معونۃ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؒ کہتے ہیں کہ حَارِث کی شہادت دشمنوں کی طرف سے مسلسل پھینکے جانے والے نیزوں کی وجہ سے ہوئی تھی جو ان کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے اور آپؓ شہید ہو گئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 615 حارث بن الصمۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اللہ تعالیٰ ان تمام بدری صحابہ کے درجات بلند سے بلند فرماتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22/ فروری 2019ء تا 07/ مارچ 2019ء خصوصی اشاعت جلد 26 شمارہ 08-09 صفحہ 10 تا 14)

7

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15 / فروری 2019ء بمطابق 15 / تبلیغ 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابہ کا ذکر ہے ان میں سے پہلا نام ہے حضرت خَالِد بن قَیْس کا۔ حضرت خالد کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو بَیَاضَہ سے تھا۔ آپ کے والد قیس بن مالك تھے اور والدہ کا نام سَلْمٰی بنت حارثہ تھا۔ آپ کی اہلیہ اُمِّ رَبِیْع تھیں جن سے ایک بیٹے عبد الرحمٰن تھے۔ ابن اسحاق کے نزدیک آپ ستر انصار صحابہ کے ساتھ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 449-450 خالد بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

دوسرے صحابی ہیں حضرت حَارِثْ بن خَزَمَہ۔ یہ انصاری تھے۔ ان کی کنیت ابو بشر تھی۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ بنو عبد الاشھل کے حلیف تھے۔ حضرت حَارِثْ بن خَزَمَہ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حَارِثْ بن خَزَمَہ اور حضرت اِیَاس بن بُکَیر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ تاریخ میں یہ ذکر آتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو منافقوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کو اپنی اونٹنی کی تو خبر نہیں ہے تو آسمان کی خبریں کیسے جان سکتے ہیں۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وہی باتیں جانتا ہوں جن کے بارے میں خدا مجھے خبر دیتا ہے اور پھر فرمایا کہ اب خدا نے مجھے اونٹنی کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے۔ اس کا ذکر پہلے بھی ایک صحابی کے ذکر میں کچھ ہو چکا ہے تو جو صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مقام سے اونٹنی تلاش کر کے لائے وہ حضرت حَارِثْ بن خَزَمَہ تھے۔ ان کی وفات 40 ہجری میں حضرت علیؓ کے دور خلافت میں 67 سال کی عمر میں مدینہ میں ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 602-603 الحارث بن خزمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(اصابہ جلد 1صفحہ 666 الحارث بن خزمہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

اگلے صحابی ہیں جن کا ذکر ہو گا حضرت خُنَیْس بن حُذَافَہ۔ ان کی کنیت ابو حُذَافَہ تھی۔ حضرت خُنَیْس کی والدہ کا نام ضَعِیْفَہ بنتِ حِذْیَمْ تھا۔ ان کا تعلق بنی سَہْم بن عَمْرو سے تھا۔ یہ ایک قبیلہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت خُنَیْس حضرت عبد اللہ بن حُذَافَہ کے بھائی تھے۔ حضرت خُنَیْس ان مسلمانوں میں شامل تھے جنہوں نے دوسری دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت

کی۔ حضرت خُنَیْس کا شمار اولین مہاجرین میں ہوتا ہے۔ جب حضرت خُنَیْس نے مدینہ ہجرت کی تو حضرت رِفَاعَہ بن عبدِ المُنْذِر کے پاس رہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خُنَیْس اور ابو عَبْس بن جَبْر کے درمیان عقد مؤاخات قائم کیا۔ حضرت خُنَیْس غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت خُنَیْس کے عقد میں تھیں۔ ان کی شادی ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 300 خنیس بن حذافۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(الاستیعاب جلد 2 صفحہ: 452 خنیس بن حزافہ، دار الجیل1992ء)(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 188 خنیس بن حذافۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

سیرت خاتم النبیین میں اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ:

حضرت عمر بن خطابؓ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام حفصہؓ تھا۔ وہ خُنَیْس بن حُذَافَہ کے عقد میں تھیں جو ایک مخلص صحابی تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ بدر کے بعد مدینہ واپس آنے پر خُنَیْس بیمار ہو گئے اور اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکے اور ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کو حضرت حفصہؓ کے نکاح ثانی کی بڑی فکر تھی۔ اس وقت حضرت حفصہؓ کی عمر بیس سال سے اوپر تھی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے اپنی فطرتی سادگی میں خود عثمان بن عفانؓ سے مل کر ذکر کیا کہ میری لڑکی حفصہ بیوہ ہے۔ آپ اگر پسند کریں تو اس کے ساتھ شادی کر لیں مگر حضرت عثمان نے ٹال دیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے شادی کا ذکر کیا کہ آپؓ اس سے شادی کر لیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے بھی خاموشی اختیار کی۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ کو بہت ملال ہوا، رنج ہوا۔ انہوں نے اسی دکھ کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے یہ ساری سرگذشت بیان کی، عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! کچھ فکر نہ کرو۔ خدا کو منظور ہوا تو حفصہؓ کو عثمانؓ اور ابو بکرؓ کی نسبت بہتر خاوند مل جائے گا اور عثمانؓ کو حفصہ کی نسبت بہتر بیوی ملے گی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمایا کہ آپؐ حفصہ کے ساتھ شادی کر لینے اور اپنی لڑکی ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے ساتھ بیاہ کر دینے کا ارادہ کر چکے تھے جس سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ دونوں کو اطلاع تھی۔ ان کو بتلا دیا تھا اور اسی لئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی تجویز کو ٹال دیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کی شادی فرما دی جس کا ذکر گزر چکا ہے اور اس کے بعد آپؐ نے خود اپنی طرف سے حضرت عمرؓ کو حفصہؓ کے لیے پیغام بھیجا۔ حضرت عمرؓ کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے تھا۔ انہوں نے نہایت خوشی سے اس رشتہ کو قبول کیا اور شعبان 3 ہجری میں حضرت حفصہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ کر حرم نبویؐ میں داخل ہو گئیں۔

جب یہ رشتہ ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ شاید آپ کے دل میں میری طرف سے کوئی ملال ہوا ہو، دل میں میل پیدا ہوا ہو، رنج ہوا ہو۔ بات یہ ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے اطلاع تھی لیکن میں آپؐ کی اجازت کے بغیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر آپؐ کے راز کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ ہاں آپؐ کا اگر یہ یعنی اس رشتہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ نہ ہوتا تو میں بڑی خوشی سے حفصہ سے شادی کر لیتا۔

حفصہؓ کے نکاح میں ایک تو یہ خاص مصلحت تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں جو گویا حضرت ابو بکرؓ کے بعد تمام صحابہ میں افضل ترین سمجھے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین خاص میں سے تھے۔ پس آپس کے تعلقات کو زیادہ مضبوط کرنے اور حضرت عمرؓ اور حفصہؓ کے اس صدمہ کی تلافی کرنے کے واسطے جو خُنَیْس بن حُذَافَہ کی بے وقت موت سے ان کو پہنچا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ حفصہؓ سے خود شادی فرمالیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 477-478)

ایک روایت کے مطابق حضرت خُنَیْس بن حُذَافَہ کو غزوۂ اُحد میں کچھ زخم آئے۔ بعد میں انہی زخموں کی وجہ سے آپؓ کی مدینہ میں وفات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپؓ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(استیعاب جلد 2صفحہ 452 خنیس بن حذافۃ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 300 خنیس بن حذافۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان ہے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان انصاری صحابی تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو نَجَّار سے تھا۔ آپؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھے۔

ان کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت حارثہ کی والدہ کا نام جَعْدَہ بِنْتِ عُبَیْد تھا۔ حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان کی اولاد میں عبد اللہ، عبد الرحمٰن، سَوْدَہ، عُمْرَہ اور اُمِّ ھِشَام شامل ہیں۔ ان کے بچوں کی والدہ کا نام امّ خَالِد تھا۔ آپ کی دیگر اولاد میں اُمِّ کلثوم جن کی والدہ بَنُو عَبْدُاللہ بن غَطَفَان میں سے تھی اور امۃ اللہ ان کی والدہ جُنْدُع میں سے تھیں۔

ایک دوسری روایت ہے اس میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ یہ حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ آپ کے پاس جبرئیلؑ بیٹھے تھے۔ ایک اور روایت پہلے تھی وہ روایت مختصر سی یوں تھی کہ آپؓ گزرے تو آپؓ نے سلام کیا اور جبرئیلؑ نے 'وعلیکم السلام' کہا لیکن جو تفصیلی روایت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے۔ آپؐ کے پاس جبرئیلؑ بیٹھے تھے اور آپؐ ان سے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حارثہ نے آپؐ کو سلام نہیں کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ انہوں نے سلام کیوں نہیں کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں حارثہ سے دریافت فرمایا کہ جب تم گزر رہے تھے تو تم نے سلام کیوں نہیں کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے آپؐ کے پاس ایک شخص کو دیکھا تھا۔ آپؐ ان سے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ناپسند کیا کہ میں آپؐ کی بات کو قطع کروں یعنی سلام کر کے پھر آپؐ کی توجہ پھیروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا جو میرے پاس بیٹھا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبرئیلؑ تھے اور وہ کہتے تھے کہ اگر یہ شخص سلام کرتا تو میں اس شخص کو جواب

دیتا۔ پھر اس کے بعد جبرئیل نے کہا کہ یہ اسّی لوگوں میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ جس پر جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ان اسّی آدمیوں میں سے ہیں جو غزوۂ حنین میں آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔ ان کا رزق اور ان کی اولاد کا رزق جنت میں اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثہؓ سے یہ سب کچھ بیان کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بڑا عزت اور احترام کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ بھی روایت میں ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح کی نیکی تم سب کو کرنی چاہیے۔

حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ نظر خراب ہو گئی۔ بند ہو گئی تھی۔ آپؓ نے ایک رسی اپنی نماز کی جگہ سے اپنے کمرے کے دروازے تک باندھی تھی اور اپنے پاس ایک ٹوکری رکھا کرتے تھے جس میں کھجوریں ہوتی تھیں۔ جب کوئی مسکین آپ کے پاس آتا، کوئی سوالی آتا اور سلام کرتا یا ملنے والا آتا یا سمجھتے کہ یہ غریب آدمی ہے تو اس رسّی کو پکڑ کر اپنی نماز کی جگہ سے دروازے تک آتے اور ان کو کھجوریں دیتے۔ آپؓ کے گھر والے کہتے تھے کہ ہم آپؓ کی طرف سے یہ خدمت کر دیا کریں، ہم دے دیتے ہیں۔ آپؓ کی نظر ٹھیک نہیں۔ کیوں تکلیف کرتے ہیں؟ مگر آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسکین کی مدد کرنا بری موت سے بچاتا ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان کے مکانات مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات کے قریب تھے، کافی مکان تھے، جائیداد تھی اور حسب ضرورت حضرت حارثہؓ اپنے مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 371-372 حارثہ بن النعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 1صفحہ 655-656 حارثہ بن النعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

یعنی مستقل یا تو شادیوں کی صورت میں یا اور کسی ضرورت کے تحت، جب بھی رہائش کی ضرورت ہوتی تھی دے دیے بلکہ مستقل دیتے تھے۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اپنے لیے کوئی الگ گھر تلاش کر لو۔ حضرت علیؓ نے گھر تلاش کیا اور وہیں حضرت فاطمہؓ کو بیاہ کر لے گئے۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میں تمہیں اپنے پاس بلانا چاہتا ہوں یعنی میرے قریب آجاؤ۔ گھر لے لو۔ حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کو مشورہ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپؐ حَارِثَہ بن نُعْمَان سے فرمائیں کہ وہ کہیں اور منتقل ہو جائیں اور یہ جو گھر ان کا ہے وہ ہمیں دے دیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حارثہؓ ہمارے لیے کئی دفعہ منتقل ہو چکے ہیں۔ ان کے گھر قریب ہیں وہ جو بھی قریبی گھر ہوتا ہے وہ چھوڑ کے مجھے دے دیتے ہیں۔ اب مجھے شرم آتی ہے کہ اس سے دوبارہ منتقل ہونے کا کہوں۔ یہ خبر حضرت حارثہؓ کو پہنچی اور آپؓ گھر خالی کر کے وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ حضرت فاطمہؓ کو اپنے پاس منتقل کرنا

چاہتے ہیں۔ یہ میرے گھر ہیں اور یہ بنو نَجَّار کے گھروں میں آپؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں اور میں اور میرا مال اللہ اور اس کے رسول ہی کے لیے ہیں۔ یارسول اللہ! آپؐ مجھ سے جو مال چاہیں لے لیں وہ مجھے اس مال سے بہت زیادہ پیارا ہو گا جسے آپؐ چھوڑ دیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا تم نے سچ کہا۔ خدا تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو حضرت حارثہؓ والے گھر میں بلا لیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 18-19 فاطمۃؓ بنت رسول ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اس کی کچھ تفصیل سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی بیان فرمائی ہے اس طرح کہ آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ اب تک غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کے کسی حجرے وغیرہ میں رہتے تھے مگر شادی کے بعد یہ ضروری تھا کہ کوئی الگ مکان ہو جس میں خاوند بیوی رہ سکیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ اب تم کوئی مکان تلاش کرو جس میں تم دونوں رہ سکو۔ حضرت علیؓ نے عارضی طور پر ایک مکان کا انتظام کیا اور اس میں حضرت فاطمہؓ کا رخصتانہ ہو گیا۔ اسی دن رخصتانہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور تھوڑا سا پانی منگا کر اس پر دعا کی۔ پھر وہ پانی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ ہر دو پر یہ الفاظ فرماتے ہوئے چھڑکا کہ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْھِمَا وَ بَارِكْ عَلَيْھِمَا وَ بَارِكْ لَھُمَا نَسْلَھُمَا۔ یعنی اے میرے اللہ! تو ان دونوں کے باہمی تعلقات میں برکت دے اور ان کے ان تعلقات میں برکت دے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم ہوں اور ان کی نسل میں برکت دے۔ یعنی ذاتی تعلقات بھی اور رشتہ داروں کے تعلقات بھی، معاشرے کے تعلقات بھی۔ سب کی برکت کی دعا کی اور فرمایا کہ ان کی نسل میں برکت دے۔ پھر آپؐ اس نئے جوڑے کو اکیلا چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حَارِثَہ بن نُعْمَان انصاری کے پاس چند ایک مکانات ہیں۔ آپؐ ان سے فرما دیں کہ وہ اپنا کوئی مکان خالی کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ ہماری خاطر اتنے مکانات پہلے ہی خالی کر چکے ہیں۔ اب مجھے تو انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حارثہؓ کو کسی طرح اس کا علم ہوا تو وہ بھاگے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرا جو کچھ ہے وہ حضورؐ کا ہے اور اللہ کی قسم! جو چیز آپؐ مجھ سے قبول فرما لیتے ہیں وہ مجھے زیادہ خوشی پہنچاتی ہے بہ نسبت اس چیز کے جو میرے پاس رہتی ہے۔ پھر اس مخلص صحابیؓ نے باصرار اپنا ایک مکان خالی کروا کے پیش کر دیا۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے وہاں آ کر رہائش اختیار کر لی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 456)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حنین کے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کون رات کو پہرہ دے گا؟ اس پر حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان آہستہ آہستہ اطمینان سے اٹھے۔ حضرت حارثہؓ اپنے کسی بھی کام میں جلدی نہیں کیا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے ان کے اتنے آرام سے اٹھنے پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حیانے حارثہؓ کو خراب کر دیا ہے۔ اس موقع پر جلدی اٹھنا چاہیے تھا۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا مت کہو کہ حیانے حارثہؓ کو خراب کیا۔ یہ نہ کہو کہ حارثہؓ کو خراب کیا بلکہ

اگر تم یہ کہو کہ حیانے حارثہؓ کو ٹھیک کر دیا ہے تو یہ سچ ہو گا۔

(المنتقے من کتاب مکارم الاخلاق للخرائطی صفحہ 68 باب فضیلة الحیاء و جسیم خطرہ حدیث 127 مطبوعہ دار الفکر دمشق 1988ء)

حضرت حَارِثَہ بن نُعْمَان کی وفات حضرت امیر معاویہ کے دور میں ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 372 حارثہ بن النعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اگلے صحابی حضرت بشیر بن سعد ہیں۔ ان کی کنیت ابو نعمان تھی۔ سَعْد بن ثَعْلَبَہ ان کے والد تھے۔ حضرت سِمَاک بن سَعْد کے بھائی تھے۔ قبیلہ خزرج سے ان کا تعلق تھا۔

(استیعاب جلد 1صفحہ 172 بشیر بن سعدؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

ان کی والدہ کا نام اُنَیْسَہ بنتِ خَلِیْفَہ تھا اور آپؓ کی زوجہ کا نام عَمْرَۃ بنتِ رَوَاحَہ تھا۔ حضرت بَشِیر بن سعد زمانہ جاہلیت میں لکھنا جانتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عرب میں بہت کم لوگ لکھنا جانتے تھے۔ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر انصار کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ آپ غزوۂ بدر اور احد اور غزوۂ خندق اور باقی کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان 7 ہجری میں حضرت بشیر بن سعد کی نگرانی میں تیس آدمیوں پر مشتمل ایک سریہ فدک میں بَنِی مُرَّہ کی جانب بھیجا تھا۔ ان لوگوں میں شدید لڑائی بھی ہوئی تھی۔ حضرت بشیرؓ نہایت جوانمردی سے لڑے اور لڑتے ہوئے آپؓ کے ٹخنے پر تلوار لگی اور سمجھا گیا کہ آپؓ شہید ہو گئے ہیں۔ دشمنوں نے ان کو چھوڑ دیا کہ شاید بیہوش ہو کے گرے ہوں گے یا شہید ہو گئے ہیں۔ چھوڑ کے آ گئے۔ لیکن جب شام کو آپؓ کو ہوش آئی تو آپؓ وہاں سے فدک آ گئے۔ فدک میں آپؓ نے ایک یہودی کے گھر چند روز قیام کیا اور پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ اسی طرح شوال 7 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ یُمْن اور جَبَارْ کی طرف روانہ فرمایا جو کہ فدک اور وَادِی الْقُرٰی کے درمیان واقع ہے۔ یہاں غطفان کے کچھ لوگ عُیَیْنَہ بن حِصْن اَلْفَزَارِی کے ساتھ اکٹھے ہو گئے تھے۔ یہ اسلام کے خلاف منصوبہ بندیاں کرتے تھے۔ حضرت بشیرؓ نے ان سے مقابلہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ مسلمانوں نے بعض کو قتل بھی کیا اور بعض کو قیدی بنایا اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 402-403 بشیر بن سعدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یہ جنگ اور نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے خلاف مسلمانوں کے تحفظ کے لئے یہ کارروائی کی جاتی تھی۔ مال لوٹنا یا قتل کرنا مقصد نہیں تھا۔ جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں بھی میں نے بیان کیا تھا کہ ایک غلط حملے پر جس کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بڑی سخت ناراضگی کا اظہار کیا تھا کہ کیوں تم نے جنگ لڑی؟

بَشِیْر بن سَعْد کے بارے میں ایک روایت ہے جو ان کے بیٹے حضرت نُعْمَان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں۔ نعمان بن بشیرؓ ان کا نام تھا کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام دیا ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے سارے بیٹوں کو اسی

طرح دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اس سے واپس لے لو۔
(صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب الھبۃ للولد حدیث2586)

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت نُعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا کچھ مال مجھے عطا کیا۔ (وہ بھی بخاری کی روایت ہے اور یہ بھی۔) اس پر میری والدہ عَمْرَہ بِنْتِ رَوَاحَہ نے کہا میں راضی نہ ہوں گی جب تک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ ٹھہراؤ۔ میرے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تا کہ وہ آپؐ کو میرے عطیہ پر گواہ بنائیں جو مجھے دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے سب بچوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے۔ ہر ایک کو اتنا ہی مال دیا ہے یا جو بھی وہ چیز تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی اولاد سے عدل کا سلوک کرو۔ میرے والد واپس آئے اور وہ عطیہ واپس لے لیا۔
(صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب الاشھاد فی الھبۃ حدیث2587)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔ (صحیح مسلم کتاب الھبات باب کراھیۃ تفضیل بعض اولاد فی الھبۃ حدیث4182)

اس مسئلے کی یا اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے، تشریح کرتے ہوئے یا اس طرح کے ہبہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے تفصیل سے بڑی عمدہ وضاحت فرمائی ہے جو بڑی اچھی رہنمائی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اہم اشیاء کے متعلق ہے۔ چھوٹی موٹی چیزوں کے متعلق نہیں ہے۔ مثلاً اگر ہم کیلا کھا رہے ہوں تو ہو سکتا ہے کہ بچہ جو سامنے موجود ہو اسے ہم دے دیں اور دوسرا محروم رہے۔ حدیثوں میں گھوڑے کی مثال آتی ہے یا مال کی مثال آتی ہے یا غلام کی، کوئی ایسی قیمتی چیز ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ یا تو وہ اپنے سب بیٹوں کو ایک گھوڑا دے یا کسی کو بھی نہ دے مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ عربوں میں گھوڑے کی قیمت بہت ہوتی تھی (یا غلام ہے تو غلام بھی ایک جائیداد سمجھا جاتا تھا یا کسی بھی قسم کا مال، جو قیمتی چیز ہے۔ تو اس لئے اس کے لئے منع کیا گیا ہے۔ اور گھوڑا بھی عربوں میں بڑی قیمتی چیز تھی۔) پس یہ حکم ان چیزوں کے متعلق ہے جس میں ایک دوسرے سے بغض پیدا ہونے کا امکان ہو۔ ایک بچے کو دے دیا دوسرے کو نہ دیا تو ایک دوسرے کے خلاف دل میں آپس میں رنجشیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ معمولی چیزوں کے متعلق نہیں ہے مثلاً فرض کرو کہ بازار گئے ہیں ایک بچہ ہمارے ساتھ چلا جاتا ہے اور ہم اسے دوکان سے کوٹ کا کپڑا خرید دیتے ہیں تو یہ بالکل جائز ہو گا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ جب تک ساروں کے لیے ہم کوٹ خرید کر نہ لائیں ایک بچے کو بھی کوٹ کا کپڑا خرید کر نہیں دیا جا سکتا۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں بعض دفعہ کوئی تحفہ آتا ہے تو ایک بچہ جو ہمارے سامنے ہوتا ہے وہ کہتا ہے یہ مجھے دے دیا جائے اور ہم وہ تحفہ اسے دے دیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم دوسرے کو محروم رکھتے ہیں بلکہ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی اَور تحفہ آیا تو پھر دوسرے کی باری آ جائے گی۔ پس یہ حکم چھوٹی چھوٹی چیزوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ بڑی بڑی چیزوں کے متعلق ہے جن میں امتیازی سلوک کرنے سے آپس میں بغض اور عناد پیدا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میرا تو طریق یہ ہے کہ جب میرا کوئی بچہ جوان ہوتا ہے تو میں اسے

کچھ زمین دے دیتا ہوں تا کہ وہ اس میں سے وصیت کر سکے۔ (جائیداد ہو جائے گی۔ کوئی وصیت ہو گی اس کا اب چندہ ادا کرے۔) اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میں دوسروں کو ان کے حق سے محروم رکھتا ہوں بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب وہ بالغ ہوں گے تو انہیں بھی یہ حصہ مل جائے گا مگر بہر حال جائیداد ایسی ہونی چاہیے جو خاص اہمیت نہ رکھتی ہو اور اگر کوئی شخص ایسا ہبہ کرے جس سے دوسروں میں بغض پیدا ہونے کا امکان ہو تو قرآن کریم کا حکم ہے کہ وہ اسے واپس لے لے اور رشتہ داروں کا بھی فرض ہے کہ اسے اس گناہ سے بچائیں۔

(ماخوذ از الفضل 16 اپریل 1960ء صفحہ 5)

پھر ایک موقع پر اسی طرح کے ہبہ کا ایک معاملہ پیش ہوا۔ مفتی صاحبؓ نے پیش کیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس پہ فرمایا کہ ہمیں اس کے متعلق قرآن کریم کا حکم دیکھنا پڑے گا جو اس نے جائیداد کی تقسیم کے متعلق دیا ہے۔ قرآن کریم نے اس قسم کے ہبہ کو بیان نہیں کیا بلکہ ورثہ کو بیان کیا ہے جس میں سب مستحقین کے حقوق کی تعیین کر دی گئی ہے۔ بعض دفعہ لوگ اپنی جائیدادوں کی تقسیم کرتے ہیں، ان چیزوں کا خیال نہیں رکھتے اور پھر مقدمے چلتے ہیں، رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔

اور پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ اب قرآن کریم کے مقرر کردہ حصص کو بدلا نہیں جا سکتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان احکام کے مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے۔ وراثت کی رو سے کیوں سب لڑکوں کو برابر ملنا چاہیے اور ایک لڑکے کی شکایت پر کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کو ارشاد فرمایا کہ یا تو تم اس کو بھی گھوڑا لے دو یا پھر دوسرے سے بھی لے لو۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جس طرح اولاد پر والدین کی اطاعت فرض ہے اسی طرح والدین کے لئے بھی اولاد سے مساویانہ سلوک اور یکساں محبت کرنا فرض ہے لیکن اگر والدین اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جَنبہ داری سے کام لیتے ہیں، ایک طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے تو ممکن ہے کہ اولاد شاید اپنے فرائض سے تو منہ نہ موڑے۔ اولاد تو شاید والدین کا حق ادا کرتی رہے گی لیکن ان فرائض کی ادائیگی یعنی والدین کی خدمت کرنے میں کوئی شادمانی اور مسرت محسوس نہیں کرے گی۔ بلکہ اولاد پھر اسے چَٹی سمجھ کر ادا کرے گی۔ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے خدمت کرو۔ ہم خدمت کر رہے ہیں۔ خوشی سے نہیں کر رہے ہوں گے۔

بعض لوگ لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا اس قسم کا رویہ اولاد کے لئے مضر اور محبت کو تباہ کرنے والا ہوتا ہے جو اولاد اور ماں باپ میں ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے اس سے منع کیا ہے لیکن وصیت اور ہبہ جو کہ اپنی اولاد کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دین کے لئے ہوتا ہے جائز ہے۔ اولاد کے علاوہ، جائز وارث جو ہیں ان کے علاوہ آپ ہبہ اور وصیت کر سکتے ہیں کیونکہ وہ شخص اس سے خود بھی محروم رہتا ہے۔ صرف اولاد ہی کو نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اس کی ذات کو بھی پہنچتا ہے چونکہ خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے اولاد بھی اس سے ملول خاطر نہیں ہوتی، اس کو غم نہیں ہوتا لیکن اگر ہبہ یا وصیت کسی خاص اولاد کے نام ہو تو پھر ناجائز ہو گا۔ اس میں ایک بات سمجھنے والی یہ ہے کہ ایک وقتی ذمہ داری ہوتی ہے جسے ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص کے چار لڑکے ہیں اور اس نے سب سے بڑے لڑکے کو ایم۔ اے کی تعلیم دلا دی اور دوسرے چھوٹی جماعتوں میں پڑھ رہے

تھے کہ اس کی نوکری ہٹ گئی یا آمد کم ہو گئی اور چھوٹے بچوں کی تعلیم رک گئی۔ اب یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس نے بڑے لڑکے سے امتیاز روا رکھا ہے بلکہ یہ تو اتفاقی بات ہے۔ اس کی تو کوشش تھی کہ میں پہلے بڑے لڑکے کو پڑھاتا ہوں پھر دوسروں کو باری باری ایم۔اے تک پڑھاؤں گا یا جہاں تک پڑھ سکتے ہیں پڑھاؤں گا یعنی وقتی ضروریات کے ماتحت اس نے ذمہ داری کو تقسیم کیا۔ (نیت نیک تھی) اس وقت یہ کام کر لیتا ہوں جب دوسرے کا وقت آئے گا تو وہ کر لوں گا مگر پھر حالات بدل گئے اور وہ اپنی خواہشات پوری نہ کر سکا۔ لیکن اس کے برعکس اگر ایک والد اپنے بڑے لڑکے کو جو عیال دار ہو گیا ہو دو ہزار روپیہ دے کر الگ کر دے کہ تم تجارت کرو مگر جب دوسرے لڑکے بھی صاحب اولاد ہو جائیں تو انہیں کچھ نہ دے تو یہ ناجائز ہے اور امتیازی سلوک ہو گا۔ بہر حال ہبہ کے بارے میں یا خاص جائیداد کے بارے میں یہ فقہی مسئلہ ہے جسے ہر ایک کو اپنے سامنے جائیداد کی تقسیم کے وقت یا ہبہ کرتے وقت، وصیت کرتے وقت رکھنا چاہیے۔

(ماخوذ از فرمودات مصلح موعودؓ از سید شمس الحق صاحب مربی سلسلہ صفحہ 316-317)

غزوہ خندق کے موقع پر یہ روایت ہے کہ حضرت بشیر بن سعد (جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے ان) کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ میری ماں عَمْرَہ بنتِ رَوَاحَہ نے میرے کپڑوں میں تھوڑی سی کھجوریں دے کر کہا کہ بیٹی یہ اپنے باپ اور ماموں کو دے آؤ اور کہنا کہ یہ تمہارا صبح کا کھانا ہے۔ آپؓ کی بیٹی کہتی ہیں میں ان کھجوروں کو لے کر چلی اور اپنے والد اور ماموں کو ڈھونڈھتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی! یہ تیرے پاس کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کھجوریں ہیں۔ میری ماں نے میرے والد بشیر بن سعد اور میرے ماموں عبداللہ بن رَوَاحَہ کے لئے بھیجی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لاؤ مجھے دے دو۔ میں نے وہ کھجوریں آپؐ کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے پر ڈال دیا اور پھر ان کو ایک اور کپڑے سے ڈھانپ دیا اور ایک شخص سے فرمایا کہ لوگوں کو کھانے کے لئے بلا لو۔ چنانچہ تمام خندق کے کھودنے والے جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانے لگے اور وہ کھجوریں زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ جب اہل خندق کھا چکے تو کھجوریں کپڑے کے کنارے پر سے نیچے گر رہی تھیں۔ ایسی برکت ان میں پڑی۔

(سیرت ابن هشام صفحه 454-455 باب ما ظهر لرسول اللهﷺ من الآيات في حفر الخندق مطبوعه دار ابن حزم بيروت 2009ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں 12 ہجری میں حضرت بشیرؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ معرکہ عَیْنُ التَّمْر میں شریک ہوئے اور آپؓ کو شہادت نصیب ہوئی۔

(اصابه جلد 1 صفحه 442 بشير بن سعدؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1995ء)

عَیْنُ التَّمْر کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ مسلمانوں نے 12 ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں اس علاقے کو فتح کیا تھا۔

(معجم البلدان جلد 4 صفحه 199 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ قضاء کے لئے ذی القعدہ 7 ہجری میں روانہ ہوئے تو آپؐ نے ہتھیار آگے بھیج دیئے تھے اور ان پر حضرت بشیر بن سعدؓ کو نگران مقرر فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 403 بشیر بن سعدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

عمرۂ قضاء کی تفصیل یہ ہے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ کی وجہ سے وہاں عمرہ تو نہیں ہو سکا تھا اور اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ آئندہ سال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء حدیث4252)

اس دفعہ کے مطابق، اس شق کے مطابق ماہ ذوالقعدہ 7 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کر دیا کہ جو لوگ گذشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں گے۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی اور کچھ کو ہتھیاروں کے ساتھ آگے بھیج دیا۔ اب یہ ہے کہ عمرہ پہ جانے کے لئے ہتھیاروں کی کیا ضرورت تھی؟ اس بارے میں جو تفصیل ملتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ کفار مکہ پر بھروسہ نہیں تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ، اپنے جو ہتھیار لے جا سکتے تھے وہ لے کر گئے اور بوقت روانگی ایک صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رھم غفاری کو مدینہ پر حاکم بنا دیا اور دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں ایک سو گھوڑوں پر سوار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ساٹھ اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے۔ جب کفار مکہ کو خبر ملی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیاروں اور سامان جنگ کے ساتھ مکہ آرہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور انہوں نے چند آدمیوں کو صورتحال کی تحقیقات کے لئے مَرّ الظَّھْرَان تک بھیجا۔ محمد بن مسلمہؓ جو اسپ سواروں کے افسر تھے قریش کے قاصدوں نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح نامہ کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیار کے مکہ میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر کفار جو تھے مطمئن ہو گئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام یَأْجَج میں پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے تو تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور بشیر بن سعدؓ کی ماتحتی میں چند صحابہ کرامؓ کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیا اور اپنے ساتھ ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا اور صحابہ کرامؓ کے مجمع کے ساتھ لبیک پڑھتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص حرم میں، کعبہ میں داخل ہوئے تو قریش کے کچھ کفار جو تھے مارے جلن کے اس منظر کو دیکھ نہ سکے اور پہاڑوں پر چلے گئے کہ ہم نہیں دیکھ سکتے مسلمان اس طرح طواف کر رہے ہوں۔ مگر کچھ کفار اپنے دارالندوۃ جو ان کے مشورے کا ایک کمیٹی گھر تھا اس میں جمع ہو گئے، وہاں کھڑے ہو کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے توحید و رسالت کے نشے سے مست یہ جو مسلمان لوگ تھے وہ ان کے طواف کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے۔ ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ بہت کمزور قسم کے یہ لوگ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں پہنچ کر اضطباع کر لیا یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپؐ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔

یعنی کفار تو یہ باتیں کر رہے ہیں انہوں نے جو کہا وہ باتیں آپؐ تک پہنچیں لیکن تم اپنی قوت کا اظہار کرو۔ اس طرح قوت کا اظہار کہ تمہارے یہ کمزور جسم نہ نظر آئیں بلکہ مضبوط جسم نظر آئیں یا چوڑے شانے نظر آئیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ شروع کے تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا۔ اس کو عربی زبان میں 'رمل' کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سنت آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی کہ ہر طواف کعبہ کرنے والا شروع طواف کے تین پھیروں میں 'رمل' کرتا ہے۔ تو یہ ہے وجہ اس طرح پہلے چلنے کی۔

(شرح زرقانی علی مواهب اللدنية جلد 3 صفحه 314تا317 ، 321تا323باب عمرة القضاء مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1996ء)(سيرت ابن هشام صفحه 529 باب عمرة القضاء...الخ مطبوعه دار ابن حزم بيروت 2009ء)(لغات الحديث جلد 2 صفحه 163 مطبوعه نعمانی کتب خانه لاهور 2005ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ اس کے بارے میں جو بخاری کی حدیث ہے، راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تھے تو انہوں نے کہا کہ چار۔ عمرہ حدیبیہ جو ذوالقعدہ میں کیا، گو یہ عمرہ تو نہیں ہو سکا تھا لیکن اس کو عمرہ اس لیے گنا جاتا ہے کہ وہاں قربانی وغیرہ کر لی تھی۔ سر مونڈھ لئے تھے اور اس لحاظ سے اس کو بعض لوگوں نے شمار کر لیا۔ پھر کہتے ہیں دوسرا جب مشرکوں نے آپؐ کو روکا تھا صلح حدیبیہ میں تو یہ ایک عمرہ ہو گیا۔ وہ عمرہ دوسرے سال ذی القعدہ میں ہوا یعنی جو دوسرا عمرہ تھا۔ پہلے سال تو حدیبیہ کا اصل میں نہیں ہو سکا۔ سوائے قربانی وغیرہ کے اور دوسرا عمرہ ذی القعدہ میں دوسرے سال ہوا جب آپؐ نے ان سے صلح کی اور پھر آگے لکھا ہے کہ **عمرہ جِعْرَانَہ** جب آپ نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ یہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ جنگ حنین کی غنیمت تھی، اس وقت بھی عمرہ کیا تو میں نے کہا آپؐ نے کتنے حج کئے؟ راوی نے پوچھا۔ انہوں نے کہا حج ایک ہی کیا تھا اور حج کے موقع پر بھی عمرہ ادا کیا تھا اس طرح بعض لوگ چار عمرے گنتے ہیں بعض دو گنتے ہیں۔

(صحيح البخاری كتاب العمرة باب كم اعتمر النبی ﷺ حديث 1778-1779)

حضرت **بشیر بن سعد** انصار کے پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر سَقِیفہ بنو ساعدہ کے دن بیعت کی تھی۔

(استيعاب جلد 1صفحه 172-173 بشير بن سعدؓ مطبوعه دار الجيل بيروت 1992ء)

سقیفہ بنو ساعدہ کیا ہے؟ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ مدینہ میں یہ بنو خزرج کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی تھی۔

(معجم البلدان جلد3 صفحه259 دار الكتب العلمية بيروت)

بہر حال یہ کمرہ تھا یا اس زمانے کے لحاظ سے شیڈ (shade) ڈالا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہاں پر سَقِیفہ بنی ساعدہ میں بنو خزرج کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے حوالے سے ایک اجلاس جاری تھا۔ اس اجلاس کی خبر حضرت عمرؓ کو دی گئی اور ساتھ ہی یہ کہا گیا کہ ہو سکتا ہے کہ منافقین اور انصار کے باعث کوئی فتنہ نہ پھیل جائے۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لے کر سَقِیفہ بنی ساعِدہ چلے گئے۔ یہاں جا کر معلوم ہوا کہ بنو خزرج جانشینی کے دعویدار ہیں اور بنو اَوس اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آپس میں یہ مدینہ

کے انصار کے دونوں قبیلے تھے۔

ایسے موقع پر ایک انصاری صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول یاد کرایا کہ حکمران تو قریش میں سے ہی ہوں گے جو اس وقت اس بحث کے دوران لوگوں کی اکثریت کے دلوں میں اتر گیا۔ انصار اپنے دعوے سے دستبردار ہو گئے اور سب نے فوراً ہی ابو بکر کی خلافت پر بیعت کر لی مگر اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ تین دن تک یہ اعلان کراتے رہے کہ آپؓ سَقِیفہ بنی ساعدہ کی بیعت سے آزاد ہیں۔ اگر کسی کو اعتراض ہے تو بتا دے مگر کسی کو اعتراض نہیں ہوا یہ تو ایک ماخذ ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب سے ایک جگہ مختصر سا یہ ذکر کیا گیا ہے۔

(سیرت ابن هشام صفحه 668 امر سقيفة بنی ساعدة مطبوعه دار ابن حزم بيروت2009ء)(ماخوذ از محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ مترجمہ پروفیسر خالد پرویز صفحہ 155-156 مطبوعہ المکتبۃ الرحمانیۃ لاہور 2006ء)

لیکن اس کی ایک مزید تفصیل جو ہے وہ اس طرح ہے کہ:

جب یہ سارا کچھ واقعہ ہوا آپس میں میٹنگیں ہو رہی تھیں۔ منافقین انصار کو ابھارنے کی کوشش کر رہے تھے تو حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ وہاں پہنچے پر انصار نے آپؓ کے سامنے پھر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ اس تمام کارروائی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انصار و مہاجرین سب اسلام کے مفاد میں ہی سوچتے تھے۔ منافقین تو سوچ رہے ہوں گے کہ ہم فتنہ پیدا کریں لیکن انصار میں سے بھی جو مومنین تھے وہ تو مفاد میں سوچ رہے تھے کہ خلافت کا یا امامت کا قیام ضروری ہے خواہ وہ انصار میں سے ہو یا مہاجرین میں سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کو چاہتے تھے اور اسی کی ان کو خواہش تھی اور وہ ایک دن بھی بغیر جماعت اور امیر کے نہیں گزارنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک رائے یہ تھی کہ انصار میں سے امیر ہو۔ دوسری رائے یہ تھی کہ مہاجرین میں سے امیر ہو کیونکہ ان کے بغیر عرب کسی کی سربراہی قبول نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ تیسری رائے یہ بھی تھی کہ دو امیر ہوں۔ ایک انصار میں سے اور ایک قریش میں سے۔ یہاں مہاجرین نے انصار کو یہ بھی بتایا کہ اس وقت قریش میں سے ہی امیر ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریش میں امامت کے قیام سے متعلق آپ کی یہ پیشگوئی بھی پیش کی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْش۔ کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔

(السيرة الحلبية جلد3 صفحه504-506 باب يذكر فيه مدة مرضه...الخ دار الكتب العلمية بيروت2002ء)

حضرت اَبُوعُبَیدہ بن جَرَّاح نے انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ اے انصار مدینہ! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے بڑھ کر خود کو اس دین کی خدمت کے لئے پیش کیا تھا اور اب اس وقت تم سب سے پہلے اسے بدلنے اور بگاڑنے والے نہ بنو۔ یہ نہ کہو کہ انصار میں سے امیر ہو یا دونوں میں سے امیر ہو۔ اس حقیقت سے بھرے ہوئے پیغام سے انصار نے اثر لیا اور ان میں سے حضرت بشیر بن سعد اٹھے جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے اور انصار سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے انصار! اللہ کی قسم!! گو ہمیں مشرکوں سے جہاد کرنے میں دین میں سبقت کے لحاظ سے مہاجرین پر فضیلت ہے۔ یہ ہم نے محض رضائے الٰہی، اطاعت رسول اور اپنے نفسوں کی اصلاح کے لیے کیا تھا۔

ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اب فخر و مباہات سے کام لیں اور دینی خدمات کے بدلے میں ایسے اجر کے طالب ہوں جس میں دنیا طلبی کی بو آتی ہو۔ ہماری جزا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں سے تھے اور وہی لوگ اس خلافت کے حقدار ہیں۔ اللہ نہ کرے کہ ہم ان سے جھگڑے میں مبتلا ہوں۔ اے انصار! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور مہاجرین سے اختلاف نہ کرو۔ ان سب باتوں کے بعد پھر حضرت حباب بن منذر نے انصار کی اہمیت کا ذکر کرنا شروع کر دیا لیکن حضرت عمرؓ نے پھر صورتحال کو سنبھالا۔ میں مختصر قصہ بیان کر رہا ہوں اور حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ہماری بیعت لیں اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی اور عرض کی کہ اے ابو بکرؓ! آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ آپؓ نماز پڑھایا کریں۔ پس آپ ہی خلیفۃ اللہ ہیں۔ ہم آپ کی بیعت اس لیے کرتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے بیعت کی اور پھر انصار میں سے حضرت بشیر بن سعدؓ نے فوراً بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے بیعت کی اور حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ تھام کر انصار سے مخاطب ہوئے اور انہیں بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ انصار نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔

(الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ193 حدیث السقیفۃ و خلافۃ ابی بکرؓ وأرضاہ مطبوعہ دارلکتب العلمیۃ بیروت2006ء)(السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ506 باب یذکر فیہ مدۃ مرضہ...الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

یہ بیعت اسلامی لٹریچر میں بیعت سقیفہ اور بیعت خاصہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔

(تاریخ الخلفاء الراشدین از محمد سہیل طقوش صفحہ367،22 مطبوعہ دار النفائس بیروت2011ء)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سعد بن عبادہؓ کی مجلس میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضرت بشیر بن سعدؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپؐ پر درود بھیجیں تو ہم کس طرح آپؐ پر درود بھیجیں۔ راوی کہتے ہیں اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ لمبا عرصہ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے خواہش کی کہ کاش وہ آپ سے سوال نہ کرتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہا کرو کہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اور سلام اس طرح جیسا کہ تم جانتے ہو کس طرح سلام کرنا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ علی النبیﷺ بعد التشھد حدیث907)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اب آج کے ان صحابہ کا یہ ذکر ختم ہوتا ہے۔ ایک دعا کے لیے میں کہنا چاہتا ہوں گزشتہ دنوں بنگلہ دیش میں جلسہ کے انتظامات ہو رہے تھے لیکن وہاں نئی جگہ جلسہ کرنا تھا۔ احمد نگر ان کا ایک شہر ہے، علماء نے (نام نہاد علماء کہنا چاہیے) اور مخالفین نے بہت زیادہ شور مچایا۔ حکومت سے پہلے مطالبہ کرتے رہے جلسہ روکیں اور جب حکومت

نے نہیں مانا تو پھر بلوائیوں نے احمدیوں کے گھروں اور دُکانوں وغیرہ پر حملہ کیا، کچھ گھر جلائے، کچھ دکانیں لوٹیں، جلائیں، کچھ احمدی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وہاں حالات بہتر کرے اور جو زخمی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جلد صحت بھی عطا فرمائے۔ کامل شفایابی عطا فرمائے۔ ان کے نقصانات بھی پورے فرمائے اور آئندہ جب بھی جلسہ کی تاریخ مقرر ہو وہ لوگ امن سے وہاں جلسہ کر سکیں۔

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ دنیا پور پاکستان کا ہے۔ یہ لئیق احمد مشتاق صاحب مبلغ انچارج سرینام جنوبی امریکہ کی والدہ تھیں اور شیخ مظفر احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ یکم فروری کو 74 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت ان کے دادا محترم شیخ محمد سلطان صاحب کے ذریعہ آئی تھی جنہوں نے 1897ء میں 24 سال کی عمر میں بیعت کی توفیق پائی تھی۔ مرحومہ کی شادی 29/ اگست 64ء میں ہوئی۔ ساری زندگی ایک مثالی بیوی کی حیثیت سے گزاری۔ محدود آمدی میں سفید پوشی کا بھرم رکھتے ہوئے نہ صرف اپنے بڑے کنبے کی پرورش کی بلکہ اپنے دیوروں اور نندوں کی شادیاں بھی کروائیں۔ ہمیشہ اپنے آرام پر دوسروں کے آرام کو ترجیح دیتی تھیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ دعا گو تھیں۔ منکسر المزاج تھیں۔ ملنسار تھیں۔ سادہ مزاج تھیں۔ غریب پرور اور نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتی تھیں اور کئی احمدی اور غیر احمدی بچیوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کی بھی توفیق پائی۔ قرآن کریم سے بڑی محبت تھی۔ اپنی ایک بیٹی اور دو بیٹوں کو بھی اپنے خرچ پر حافظ بلا کے قرآن کریم حفظ کروایا۔

دنیا پور میں صدر لجنہ کے علاوہ سیکرٹری مال اور اشاعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ خلافت سے انتہائی عقیدت کا تعلق تھا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ انہوں نے میاں اور دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے دو بیٹے واقف زندگی ہیں جن میں سے ایک جیسا کہ میں نے ذکر کیا لئیق احمد مشتاق صاحب جنوبی امریکہ میں بطور مبلغ انچارج سورینام (Suriname) خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ والدہ کی وفات کے وقت یہ پاکستان بھی نہیں جا سکے تھے۔ ان کے دوسرے بیٹے محمد ولید احمد مربی سلسلہ ہیں وہ بھی پاکستان میں ہیں۔ وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ایک داماد مظفر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ ہیں جو پاکستان میں ہی ربوہ میں اصلاح و ارشاد مرکزیہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ ان کے حق میں ان کی دعائیں قبول فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ مارچ 2019ء تا 14/ مارچ 2019ء جلد 26 شمارہ 10 صفحہ 05 تا 09)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ فروری 2019ء بمطابق 22/ تبلیغ 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج کل جماعت میں یوم مصلح موعود کے حوالے سے جلسے ہو رہے ہیں یعنی اس پیشگوئی کے حوالے سے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک موعود بیٹے کی خبر دی تھی۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس بیٹے کو وہ خاص خصوصیات کا حامل بنائے گا۔ وہ دین کا خادم ہو گا۔ لمبی عمر پائے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے چلائے گا۔ یہ پیشگوئی 20/ فروری 1886ء کی ہے۔ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور آپؑ کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ چنانچہ جو عرصہ اس بچے کی پیدائش کا دیا گیا تھا۔ اس کے مطابق 12/ جنوری 1889ء (eighteen eighty-nine) کو وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ رکھا گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے وصال کے بعد خلافت کی ردا پہنائی۔

اس وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے کچھ واقعات اور آپؓ کا اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کے بارے میں کچھ بیان کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس پیشگوئی کی اہمیت اور سچائی کے بارے میں جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے پیش کرتا ہوں۔ یہ پیشگوئی ایک بیٹے کی پیدائش کی نہیں تھی بلکہ ایک ایسے عظیم الشان فرزند کی ولادت کی پیشگوئی تھی جس کے آنے سے ایک روحانی انقلاب کی داغ بیل ڈالی جانے والی تھی۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے معترضین کو جو جواب دیا ہے جیسا کہ میں نے کہا وہ پیش کرتا ہوں۔ وہ آپؑ کے الفاظ میں ہی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اَولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دُعا کر کے ایک رُوح واپس منگوایا جاوے۔ اور ایسا مُردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بائبل میں لکھا گیا ہے جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔ اور پھر

باوصف ان سب عقلی و نقلی جرح و قدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لیے زندہ رہتا تھا۔ اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی، سو اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو در حقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔ اور بفرضِ محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی بھی رہتی، تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیا پرست کی جو احد من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی؟ مگر اس جگہ..." آپؑ پیشگوئی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر پہلے ان انبیاء کی روحیں واپس آتی رہیں۔ کسی مردے کو زندہ کیا تو ایک عارضی تھیں اور وہ لوگ ایک عام آدمی ہوتے تھے لیکن آپؑ فرماتے ہیں کہ "...اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم، خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیائے موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔" آپؑ نے فرمایا بچہ کے لیے جو یہ دعا کی گئی تھی کہ دعا سے ہی ایک روح منگائی گئی ہے۔" مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 114 تا 115، اشتہار واجب الاظہار 22 مارچ 1886ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 53-54)

تبلیغ رسالت میں آپؑ نے یہ بیان فرمایا۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کوئی معمولی روح نہیں مانگی گئی تھی بلکہ ایک نشان مانگا گیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات کے حامل بیٹے کی پیدائش کی خبر دی۔ ایک ایسے فرزند جلیل کی خبر دی گئی جو "عمر پانے والا ہو گا۔ نہایت ذکی اور فہیم ہو گا۔ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا، قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہو گا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ وہ عالم کباب ہو گا یعنی اس کے دورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب دنیا کو بھون کر رکھ دیں گی۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔" (سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 53 تا 54)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایسی عالمگیر تباہیاں جنگوں کی صورت میں بھی آئیں۔ دو جنگیں عالمی جنگیں ہوئیں اور آفات کی صورت میں بھی آئیں۔ پھر شہرت پانے کا جہاں تک تعلق ہے آپ نے اپنی زندگی میں نئے مشن اور تبلیغی کام کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچا کر زمین کے کناروں تک شہرت بھی پائی بلکہ اس پیشگوئی کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اب میں اس وقت حضرت مصلح موعود کی سوانح اور سیرت کے حوالے سے جیسا کہ میں نے کہا کچھ باتیں پیش کروں گا۔

جہاں تک آپ کی تعلیم کا تعلق ہے۔ ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کے بعد آپ کو باقاعدہ سکول میں داخل ہو کر جو رائج تعلیم تھی، مروجہ دنیاوی تعلیم پانے کا موقع ملا اور اس کی بھی یہ حالت تھی کہ گھر پر بھی اساتذہ سے اردو اور انگریزی کی امدادی تعلیم حاصل کی۔ اس بارے میں حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ آپ کو اردو پڑھاتے رہے۔ چنانچہ جو استاد مقرر ہوئے گھر میں تعلیم دینے کے لیے ان میں پیر منظور محمد صاحب تھے جنہوں نے آپ کو کچھ عرصہ اردو پڑھائی۔ بعد ازاں کچھ عرصہ مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو انگریزی پڑھائی لیکن یہ سب تعلیم کس ماحول اور کس اہتمام کے ساتھ ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جب فضل عمر کی سوانح لکھی تو آپ لکھتے ہیں یہ بھی ایک دلچسپ داستان ہے جو خود حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ہی کے الفاظ میں سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ تعلیم کا جیسا کہ میں نے کہا کیا حال تھا؟ وہ ہم حضرت مصلح موعود کی زبانی سنتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ آپؓ چونکہ طبیب بھی تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں۔ اس لیے آپؓ کا طریق یہ تھا کہ آپؓ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں سخت کُکرے پڑ گئے تھے آنکھوں کی بیماری تھی اور متواتر چار سال تک میری آنکھیں دکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف ککروں کی وجہ سے پیدا ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری صحت کے لیے خاص طور دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی آپؑ نے روزے رکھنے شروع کر دیے۔ مجھے اس وقت یاد نہیں آپؓ فرماتے ہیں مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آپؑ نے کتنے روزے رکھے بہر حال تین یا سات روزے آپؑ نے رکھے۔ جب آخری روزے کی آپؑ افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لیے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے۔ لیکن اس بیماری کی شدت اور اس کے متواتر حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ایک آنکھ کی بینائی ماری گئی۔ چنانچہ میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔ میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ دو چار فٹ پر اگر کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو جو میرا پہچانا ہوا ہو تو میں اس کو دیکھ کر پہچان سکتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی بے پہچانا ہو تو مجھے اس کی شکل نظر نہیں آسکتی۔ صرف دائیں آنکھ کام کرتی ہے مگر اس میں بھی کُکرے پڑ گئے اور وہ ایسے شدید ہو گئے کہ کئی کئی راتیں میں جاگ کر کاٹتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے استادوں سے کہہ دیا کہ پڑھائی اس کی مرضی پر ہو گی۔ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اس کی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا مجھے صرف یہی فرماتے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے پڑھ لو یعنی حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول سے پڑھ لو اس کے علاوہ آپؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب... ہمارے حساب کے استاد تھے سکول میں اور لڑکوں

کو سمجھانے کے لیے بورڈ پر سوالات حل کیا کرتے تھے لیکن مجھے اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ جتنی دور بورڈ تھا اتنی دور تک میری بینائی کام نہیں دے سکتی تھی۔ پھر زیادہ دیر تک میں بورڈ کی طرف یوں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ نظر تھک جاتی تھی۔ اس وجہ سے میں کلاس میں بیٹھنا فضول سمجھا کرتا تھا۔ کبھی جی چاہتا تو چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور یہ کچھ نہیں پڑھتا۔ کبھی مدرسہ میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے آپؑ لکھتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یہ شکایت کی تو میں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قدر ناراض ہوں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو آپؑ نے فرمایا کہ آپ کی بڑی ماسٹر صاحب کو کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ کبھی کبھی چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہنس کر فرمایا کہ اس سے ہم نے کوئی آٹے دال کی دکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اسے آئے یا نہ آئے کوئی بات نہیں۔ پھر فرمایا کہ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپؐ کے صحابہ نے کون سا حساب سیکھا تھا۔ اگر یہ مدرسے میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سن کر ماسٹر صاحب واپس آ گئے۔

میں نے اس نرمی سے اور بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسے جانا ہی چھوڑ دیا۔ کبھی مہینے میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اَور بات تھی۔ غرض اس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا۔ چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا، جگر کے علاج کے لیے۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی تھی۔

ریڈ آئیوڈائڈ آف مرکری (Red Iodide of Mercury) کی تلی کے مقام پر مالش کی جاتی تھی۔ اسی طرح گلے پر بھی اس کی مالش کی جاتی کیونکہ مجھے خنازیر کی بھی شکایت تھی۔ ٹانسلز کی شکایت تھی غرض آنکھوں میں کُکرے، جگر کی خرابی، عظم طہال کی شکایت یعنی تلی کی بیماری اور پھر اس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا جو چھ چھ مہینے تک نہ اترتا اور میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہو گا۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا اردو کا امتحان لیا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ میں اب بھی بہت بدخط ہوں۔ یعنی میرا خط اچھا نہیں ہے۔ میری تحریر لکھائی اچھی نہیں مگر اس زمانہ میں تو میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتہ لگائیں کہ میں نے کیا لکھا ہے مگر انہیں کچھ پتہ نہ چلا۔ آپؓ لکھتے ہیں میرے بچوں میں سے اکثر کے خط مجھ سے اچھے ہیں۔ میرے خط کا نمونہ صرف میری لڑکی، اپنی ایک لڑکی کی مثال دیتے ہیں امۃ الرشید کی تحریر میں

پایا جاتا ہے۔ اس کا لکھا ہوا ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے اس کے لکھے ہوئے پر ایک روپیہ انعام مقرر کر دیا تھا کہ اگر خود امۃ الرشید بھی پڑھ کر بتا دے کہ اس نے کیا لکھا ہے تو ایک روپیہ انعام دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ یہی حالت اس وقت میری تھی کہ مجھ سے بعض دفعہ اپنا لکھا ہوا بھی پڑھا نہیں جاتا تھا۔ کہتے ہیں جب میر صاحب نے پرچہ دیکھا تو وہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے یہ تو ایسا ہے جیسے لنڈے لکھتے ہوتے ہیں۔ ان کی طبیعت بڑی تیز تھی۔ غصے میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ بڑے غصے والی میر صاحب کی طبیعت تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اب نامعلوم کیا ہو گا۔ فرماتے ہیں کہ خیر میر صاحب آ گئے اور حضرت صاحب سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپؑ کو ذرا بھی توجہ نہیں۔ میں نے اس کا اردو کا امتحان لیا تھا۔ آپؑ ذرا پرچہ تو دیکھیں اس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اسی جوش کی حالت میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپؑ بالکل پروا نہیں کرتے اور لڑکے کی عمر برباد ہو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب میر صاحب کو اس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا بلاؤ حضرت مولوی صاحب کو۔ آپؑ فرماتے ہیں جب حضرت مسیح موعود کو کوئی مشکل پیش آتی تو ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ کو بلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ آپؓ تشریف لائے اور حسب معمول سر نیچے ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب! میں نے آپ کو اس غرض کے لیے بلایا ہے کہ میر صاحب کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا امتحان لے لیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا امتحان لے لیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلم اٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اس کو نقل کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر اس کو نقل کر دیا۔ اول تو وہ عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی۔ دوسرے میں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اور بھی آسانی ہوتی ہے کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے پھر میں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور باء وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ پہلے ہی میری تعریف میں ادھار کھائے بیٹھے تھے فرمانے لگے حضور! میر صاحب کو تو یونہی جوش آ گیا ہے ورنہ اس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ ہمیشہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ میاں تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو۔ میرے پاس آ جایا کرو میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سنتے رہا کرو۔ چنانچہ انہوں نے زور دے دے کر پہلے قرآن پڑھایا اور پھر بخاری پڑھا دی۔ یہ نہیں کہ آپؓ نے آہستہ آہستہ مجھے قرآن پڑھایا ہو بلکہ آپؓ کا طریق یہ تھا کہ آپؓ قرآن پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ کرتے جاتے۔ کوئی بات ضروری سمجھتے تو بتا دیتے ورنہ جلدی جلدی پڑھاتے جاتے۔ آپؓ نے تین مہینے میں مجھے سارا قرآن پڑھا دیا تھا۔ اس کے بعد کچھ ناغے ہونے لگ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ اوّلؓ نے پھر مجھ سے کہا کہ میاں مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ دراصل میں نے آپؓ کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب سے قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی میں نے آپؓ سے قرآن اور بخاری پڑھنا شروع کر دی گو ناغے ہوتے رہے۔ اسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپ سے شروع کر دی تھی۔ طب کا سبق میں نے میر اسحاق صاحبؓ نے ایک ہی دن شروع کیا تھا۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ میر صاحب کا ایک لطیفہ ہے جو ہمارے گھر میں خوب مشہور ہوا کہ دوسرے ہی دن، جب پہلے دن کا سبق دونوں نے لے لیا تو دوسرے دن میر محمد اسحٰق صاحبؓ اپنی والدہ سے کہنے لگے کہ اماں جان مجھے صبح جلدی جگا دیں کیونکہ مولوی صاحبؓ دیر سے مطب میں آتے ہیں۔ میں پہلے مطب میں چلا جاؤں گا تا کہ مریضوں کو نسخے لکھ کر دوں حالانکہ ابھی ایک ہی دن ان کو طب شروع کیے ہوئے ہوا تھا۔

غرض میں نے آپؓ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ قرآن کریم کی تفسیر آپؓ نے دو مہینے میں ختم کرا دی۔ آپؓ مجھے اپنے پاس بیٹھا لیتے اور کبھی نصف اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے۔ کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے۔ اسی طرح بخاری آپؓ نے دو تین مہینے میں مجھے ختم کرا دی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں آپؓ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں میں بھی شریک ہو گیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپؓ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غرض یہ میری علمیت تھی۔ مگر انہی دنوں میں جب یہ کورس ختم کر رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا دکھایا جو آپ کے علم میں ترقی کے بارے میں تھا۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 104 تا 109)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ہے آپؓ کی علمی حالت، جس طرح علم حاصل کیا لیکن آپؓ کی تقاریر، آپؓ کے خطابات، آپؓ کی تصانیف، آپؓ کی تفسیر قرآن اس بات کی گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپؓ کو پڑھایا۔ یقیناً یہ بہت بڑا ثبوت ہے اور پیشگوئی کی سچائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جو 1906ء کا جلسہ سالانہ ہوا اس میں آپؓ نے پہلی پبلک تقریر کی۔ اس تقریر کے علم و معرفت کا سامعین پر جو اثر ہوا اور جو ان کی کیفیت تھی اس کا کچھ اندازہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابی اور قادر الکلام شاعر حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں "بُرج نبوت کا روشن ستارہ، اَوجِ رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ اللہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ میں انکی تقریر خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو پورے زور سے بہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں! میرے خیال میں یہ بھی حضور علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے اور اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ مسیحیت مآب کی تربیت کا جَوہر کس درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے۔ آپؓ نے روحانی کمالات پر عجیب طرز سے بحث کی۔" (الحکم۔ 10 جنوری 1907 و جوبلی نمبر 1939ء) (ماخوذ از سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 121-122)

اس زمانے میں دینی سرگرمیاں اور جوش اور ذہنی و روحانی نشو و نما یہ بتا رہی تھی کہ پیشگوئی کے الفاظ کہ

وہ جلد جلد بڑھے گا کے مصداق بننے والے آپؓ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی دینی جوش کو محسوس فرمایا۔ چنانچہ آپؑ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لیے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔" (تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 26)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔ یقیناً یہ دعا اس لیے ہوئی اور یہی کرتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اسے وہی بیٹا بنا دے جس کی خبر دی گئی تھی اور اس پر اپنے فضلوں کی بارش کو تیز کر دے اور تمام خوشخبریاں اس کے حق میں پوری ہوں۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے جو سیرت لکھی ہے اس میں ایک جگہ آپؒ خلیفۃ المسیح الرابعؒ لکھتے ہیں کہ خلافت اولیٰ کی ابتدا میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی عمر 19 سال کی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے وقت آپؓ اپنی عمر کے 26ویں سال میں داخل ہو چکے تھے۔ اس نوعمری میں آپؓ کی تقریر و تحریر کا جو رنگ تھا اس کے چند نمونے، کہتے ہیں میں پیش کرتا ہوں۔ آپ کے خیالات اور افکار میں ایک بزرگ مفکر کی سی پختگی آچکی تھی۔ آپ کے الفاظ اثر اور جذب اور خلوص اور گداز میں گوندھے ہوئے تھے۔ کلام تصنع سے ناآشنا تھا اور تحریر تکلف سے پاک تھی۔ تقریر میں ایک طبعی روانی تھی اور تحریر سلاست کا ایک بہتا ہوا دریا تھی۔ دونوں ہی قرآنی علوم اور عرفان کے پانی سے لبریز اور دل و دماغ کو بیک وقت سیراب کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 19 سال کی عمر میں آپؓ نے جو پہلی تقریر کی اس کے متعلق ایک صاحب علم و فضل بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک اور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر ہے۔ یعنی مولوی صاحبؓ کے زمانے میں تو زندہ تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی تقریر ہے جو حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانب شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ مولوی شیر علی صاحب لکھتے ہیں۔ اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت آپؓ کی آواز اور آپؓ کی ادا اور آپؓ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی، جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جدا ہوئے تھے، یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں بہت سے ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعودؓ کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے۔ آنسو جاری ہو گئے اور ان آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔

اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور

رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔

دوسری بات جو اس تقریر کے متعلق قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب تقریر ختم ہو چکی تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کی ساری عمر قرآن شریف پر تدبر کرنے میں صرف ہوئی تھی اور قرآن کریم جن کی روح کی غذا تھی فرمایا کہ میاںؓ نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لیے بھی نئی تھی۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ آپؓ کی پہلی تقریر تھی جو آپؓ نے جماعت کے سامنے کی اور اس پہلی تقریر میں قرآن شریف کے وہ معارف، یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد وہ معارف بیان فرمائے ہیں جن کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عالم قرآن نے یہ اعتراف فرمایا کہ یہ ان کے لیے بھی جدید معارف ہیں۔ پس یہ معارف اس نوجوان کو کس نے سکھائے؟ یہ حکمت اور یہ علم آپ کو اس زمانہ جوانی میں کس نے دیا۔ اسی نے جو قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت فرماتا ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:23) اور جب وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچا تو اسے ہم نے حکمت اور علم عطا کیا اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپؓ نے صرف عام طور پر دانائی اور حکمت کی باتیں بیان نہ فرمائیں بلکہ قرآن شریف کے اچھوتے معارف بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے متعلق فرماتا ہے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ:80)۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ کوئی اسے چھو نہیں سکتا سوائے پاک کیے ہوئے لوگوں کے۔ کہتے ہیں کہ پس لڑکپن کی خلوت سے نکلتے ہی آپ کا لوگوں کے سامنے قرآن شریف کے جدید اور لطیف معارف بیان فرمانا اس بات کی ایک بیّن شہادت ہے کہ آپؓ نے اپنا لڑکپن اللہ تعالیٰ کی خاص تربیت میں گزارا اور آپؓ بچپن میں ہی مطہرین کی جماعت میں داخل تھے۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 217 تا 219)

آپؓ کی سیرت سے متعلق ایک غیر از جماعت صحافی کے تاثرات ہیں۔ یہ بیان کرنے سے پہلے انہوں نے صحافی کے تعارف میں لکھا ہے کہ:

"مارچ 1913ء میں ایک غیر احمدی صحافی محمد اسلم صاحب امرتسر سے قادیان آئے اور چند دن قیام کر کے واپس چلے گئے۔ انہوں نے جماعت کا نہایت قریب سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات پر ایک تفصیلی بیان دیا۔ اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے متعلق لکھا: "(حضرت) صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سے بھی مل کر ہمیں از حد مسرت ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نہایت ہی خلیق اور سادگی پسند انسان ہیں۔ علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم و مدبر بھی ہیں۔ علاوہ دیگر باتوں کے جو گفتگو صاحبزادہ صاحب موصوف اور میرے درمیان ہندوستان کے مستقبل پر ہوئی، اس کے متعلق صاحبزادہ صاحب نے جو رائے اقوام عالم کے زمانۂ ماضی کے واقعات کی بنا پر ظاہر فرمائی وہ نہایت ہی زبردست مدبرانہ پہلو لیے ہوئے تھی۔" یہ خلافت سے پہلے کی بات ہے۔ 1913ء کا ذکر ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانے کی بات ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ "صاحبزادہ صاحب نے مجھ سے ازراہِ نوازش بہت کچھ مخلصانہ پیرایہ میں یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں کم از کم ایک ہفتہ قادیان میں رہوں۔ اگرچہ بوجوہ

چند در چند میں ان کے ارشاد کی تعمیل سے قاصر رہا مگر صاحبزادہ صاحب کی اس بلند نظرانہ مہربانی و شفقت کا از حد مشکور ہوں۔ صاحبزادہ صاحب کا زہد و تقویٰ اور ان کی وسعت خیالانہ سادگی ہمیشہ یاد رہے گی۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 324)

آپؓ کی عبادتوں کے معیار کی بچپن میں ہی کیا حالت تھی اس بارے میں "حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بھی آپؓ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "فرماتے ہیں کہ "چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت 1890ء کے آخیر میں کرلی تھی اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ... کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیا اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا۔ نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے۔" فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپؓ کی عمر 10 سال کے قریب ہوگی آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔ بچپن سے ہی آپؓ کو فطرۃً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 116 تا 117)

پھر ایک اور واقعہ ہے آپؓ کی گریہ وزاری کرنے کا اور سجدوں میں دیر تک پڑے رہنے کا جس سے بڑوں کو بھی بڑا تعجب ہوا کرتا تھا اور ایسی حالت میں جبکہ ظاہری طور پر بڑوں کو یہ بھی پتہ ہو کہ کوئی صدمہ بھی نہیں ہے ایسا یا فکر کی کوئی بات بھی نہیں ہے تو اس وقت جب بڑے آپ کی گریہ وزاری دیکھتے تھے تو ان کو بڑا تعجب ہوتا تھا اور سوال اٹھتا تھا کہ آخر اس بچے پہ کیا بیتی ہے جو راتوں کو چھپ چھپ کر اٹھتا ہے اور بلک بلک کر اپنے رب کے حضور روتا ہے اور اپنے معصوم آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دیتا ہے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب سوانح لکھی تو آپؒ لکھتے ہیں کہ یہی تعجب شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی پیدا ہوا جو ایک نومسلم تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اخلاص اور ایمان میں ایسی ترقی کی کہ نہایت عابد و زاہد اور صاحب کشف و الہام بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ شیخ غلام احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا مانگوں گا کہتے ہیں مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپؓ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحبؓ ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور

مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ اسلام کی فتح کا دن دیکھنے کی یہ بے قرار تمنا جو اس نوعمری میں آپؓ کے دل میں تھی اور آپؓ کی نوعمری میں ہی وہ پھر پھل بھی لانے لگی جب آپؓ کو جوانی میں ہی اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ردا پہنائی۔ (ماخوذ از سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 151)

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے 'تشحیذ الاذھان' میں اپنی ایک دعا کا ذکر کیا ہے جو 1909ء میں آپؓ نے لکھا۔ اس مضمون میں رمضان کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد آپؓ نے لکھا کہ:

"میں رسالہ تشحیذ الاذھان کے لیے اپنی میز میں سے ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ ملا جو میری ایک دعا تھی جو میں نے پچھلے رمضان میں کی تھی۔ مجھے اس دعا کے پڑھنے سے زور سے تحریک ہوئی کہ اپنے احباب کو بھی اس طرف متوجہ کروں۔ نامعلوم کس کی دعا سنی جائے اور خدا کا فضل کس وقت ہماری جماعت پر ایک خاص رنگ میں نازل ہو۔ میں اپنا درد دل ظاہر کرنے کے لیے اس دعا کو یہاں نقل کر دیتا ہوں کہ شاید کسی سعید الفطرت کے دل میں جوش پیدا ہو اور وہ اپنے رب کے حضور میں اپنے لیے اور جماعت احمدیہ کے لیے دعاؤں میں لگ جائے جو کہ میری اصل غرض ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اے میرے مالک میرے قادر خدا۔ میرے پیارے مولیٰ میرے راہنما۔ اے خالق ارض و سماء۔ اے متصرفِ آب و ہوا۔ اے وہ خدا جس نے آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک لاکھوں ہادیوں اور کروڑوں رہنماؤں کو دنیا کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اے وہ علی و کبیر جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول مبعوث کیا۔ اے وہ رحمان جس نے مسیح سا رہنما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں پیدا کیا۔ اے نور کے پیدا کرنے والے، اے ظلمات کے مٹانے والے! تیرے حضور میں، ہاں صرف تیرے ہی حضور میں مجھ سا ذلیل بندہ جھکتا اور عاجزی کرتا ہے کہ میری صدا سن اور قبول کر کیونکہ تیرے ہی وعدوں نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ میں ترے آگے کچھ عرض کرنے کی جرأت کروں۔ میں کچھ نہ تھا تو نے مجھے بنایا۔ میں عدم میں تھا تو مجھے وجود میں لایا۔ میری پرورش کے لیے اربعہ عناصر بنائے اور میری خبر گیری کے لیے انسان کو پیدا کیا جب میں اپنی ضروریات کو بیان تک نہ کر سکتا تھا۔ تو نے مجھ پر وہ انسان مقرر کیے جو میری فکر خود کرتے تھے۔ پھر مجھے ترقی دی اور میرے رزق کو وسیع کیا۔ اے میری جان! ہاں اے میری جان! تو نے آدم کو میرا باپ بننے کا حکم دیا اور حوا کو میری ماں مقرر کیا۔ اور اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جو تیرے حضور عزت سے دیکھا جاتا تھا، اس لیے مقرر کیا کہ وہ مجھ سے ناسمجھ اور نادان اور کم فہم انسان کے لیے تیرے دربار میں سفارش کرے اور تیرے رحم کو میرے لیے حاصل کرے۔ میں گناہگار تھا تو نے ستاری سے کام لیا۔ میں خطاکار تھا تو نے غفاری سے کام لیا۔ ہر ایک تکلیف اور دکھ میں میرا ساتھ دیا۔ جب کبھی مجھ پر مصیبت پڑی تو نے میری مدد کی اور جب کبھی میں گمراہ ہونے لگا تو نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ باوجود میری شرارتوں کے تو نے چشم پوشی کی۔ اور باوجود میرے دور جانے کے تو میرے قریب ہوا۔ میں تیرے نام سے غافل تھا مگر تو نے مجھے یاد رکھا۔ ان موقعوں پر جہاں والدین اور عزیز و اقرباء اور دوست و غمگسار مدد سے قاصر

ہوتے ہیں تو نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور میری مدد کی۔ میں غمگین ہوا تو تُو نے مجھے خوش کیا۔ میں افسردہ دل ہوا تو تو نے مجھے شگفتہ کیا۔ میں رویا تو تُو نے مجھے ہنسایا۔ کوئی ہو گا جو فراق میں تڑپتا ہو، مجھے تو تُو نے خود ہی چہرہ دکھایا۔ تو نے مجھ سے وعدے کیے اور پورے کیے اور کبھی نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے اقراروں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہو۔ میں نے بھی تجھ سے وعدے کیے اور توڑے مگر تو نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نہیں دیکھتا کہ مجھ سے زیادہ گنہگار کوئی اور بھی ہو اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ مہربان تو کسی اور گنہگار پر بھی ہو۔ تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔" اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہیں "تیرے جیسا شفیق وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جب میں تیرے حضور میں آکر گڑگڑایا اور زاری کی تو نے میری آواز سنی اور قبول کی۔ میں نہیں جانتا کہ تو نے کبھی میری اضطراری کی دعا رد کی ہو۔ پس اے میرے خدا! میں نہایت درد دل سے اور سچی تڑپ کے ساتھ تیرے حضور میں گرتا اور سجدہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ میری دعا کو سن اور میری پکار کو پہنچ۔ اے میرے قدوس خدا! میری قوم ہلاک ہو رہی ہے اسے ہلاکت سے بچا۔ اگر وہ احمدی کہلاتے ہیں تو مجھے ان سے کیا تعلق، جب تک ان کے دل اور سینے صاف نہ ہوں اور وہ تیری محبت میں سرشار نہ ہوں۔ مجھے ان سے کیا غرض؟ سوائے میرے ربّ! اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت کو جوش میں لا۔ اور ان کو پاک کر دے۔ صحابہ کا سا جوش و خروش ان میں پیدا ہو۔ اور وہ تیرے دین کے لیے بے قرار ہو جائیں، ان کے اعمال ان کے اقوال سے زیادہ عمدہ اور صاف ہوں۔ وہ تیرے پیارے چہرہ پر قربان ہوں اور نبی کریمؐ پر فدا۔ تیرے مسیح کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں اور اس کی پاک اور سچی تعلیم ان کے دلوں میں گھر کر جائے۔ اے میرے خدا میری قوم کو تمام ابتلاؤں اور دکھوں سے بچا اور قسم قسم کی مصیبتوں سے انہیں محفوظ رکھ۔ ان میں بڑے بڑے بزرگ پیدا کر۔ یہ ایک قوم ہو جائے جو تو نے پسند کر لی ہو۔ اور یہ ایک گروہ ہو جس کو تُو... اپنے لیے مخصوص کر لے۔ شیطان کے تسلط سے محفوظ رہیں اور ہمیشہ ملائکہ کا نزول ان پر ہوتا رہے۔ اس قوم کو دین و دنیا میں مبارک کر، مبارک کر۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد 1 صفحہ 309 تا 312-311)

یہ دعا جیسا کہ میں نے کہا 1909ء کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خلافت کے وقت میں جبکہ آپؓ کی عمر صرف 20 سال تھی، اس وقت بھی آپؓ کے دل میں دین کے لیے اور قوم کے لیے ایک درد تھا۔ اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے آپ کی روح پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے اور آپؐ کے غلام صادق اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے رات دن ایک کر کے اور اپنے عہد کو پورا کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئی اور ہمیں آپ کی اس درد بھری دعا کو سمجھنے اور کرنے اور احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ مارچ 2019ء تا 21/ مارچ 2019ء جلد 26 شمارہ 11 صفحہ 05 تا 09)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01 مارچ 2019ء بمطابق 01 امان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے واقعات کا یا ان کی زندگی کے پہلوؤں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ آج بھی اس سلسلہ میں چند صحابہ کا ذکر کروں گا۔ حضرت **خَوْلِی بِنْ اَبِیْ خَوْلِی** رضی اللہ عنہ۔ حضرت **خولی** رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر اور احد اور تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ **اَبُو مَعْشَر** اور **محمد بن عمر** کہتے ہیں کہ حضرت **خَوْلِی** رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں اپنے بیٹے کے ساتھ شریک ہوئے مگر انہوں نے بیٹے کا نام ذکر نہیں کیا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں (یہ سارے تاریخ دان ہیں) کہ حضرت **خَوْلِی** رضی اللہ عنہ اپنے بھائی **مالك بن اَبِی خَوْلِی** رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔ ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر میں حضرت **خَوْلِی** رضی اللہ عنہ اور آپ کے دو بھائی **ھِلال بن ابی خَوْلِی** رضی اللہ عنہ اور حضرت **عبدُاللہ بن اَبِی خَوْلِی** رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت **خَوْلِی** رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 299 خولی بن ابی خولیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **رَافِع بِن الْمُعَلّٰی** رضی اللہ عنہ۔ حضرت **رافع بن المعلّٰی** رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ **بَنُو حَبِیْب** سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام **اِدَامْ بنتِ عَوْف** تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **رَافِع** رضی اللہ عنہ اور حضرت **صَفْوَان بن بَیْضَاء** رضی اللہ عنہ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ یہ دونوں اصحاب غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ بعض روایات کے مطابق دونوں ہی غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت **صَفْوَان بن بَیْضَاء** رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے۔ **مُوْسیٰ بن عُقْبَہ** کی روایت ہے کہ حضرت **رَافِع** رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے بھائی **ھِلَال بن مُعَلّٰی** رضی اللہ عنہ دونوں بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ حضرت **رَافِع** کو **عِکْرِمَہ** بن ابو جہل نے غزوۂ بدر میں شہید کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 450 رافع بن المعلّٰیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(الاستیعاب جلد 2 صفحہ 484-485 رافع بن المعلّٰیؓ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **ذُوالشِّمَالَیْن عُمَیْر بن عَبْدِ عَمْرو** رضی اللہ عنہ۔ ان کا اصل نام **عمیر** رضی اللہ عنہ تھا اور کنیت ابو محمد۔ حضرت عمیر کی کنیت ابو محمد تھی جیسا کہ بتایا۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ آپؓ کو **ذُوالشِّمَالَیْن** کہا جاتا تھا۔ یہ نام نہیں تھا بلکہ یہ ان کو ایک لقب مل گیا تھا کیونکہ آپؓ بائیں ہاتھ سے زیادہ کام لیتے

تھے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؓ اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کر لیتے تھے۔ ایک طرح استعمال کر لیتے تھے۔ اس لیے آپؓ کو ذُوالْیَدَیْن بھی کہتے تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنو خُزَاعَہ سے تھا۔ آپ بنو زُھْرہ کے حلیف تھے۔ حضرت عمیرؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو حضرت سَعْد بن خَیْثَمَہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی یزید بن حارث ؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ یہ دونوں صحابہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے جیسا کہ ذکر ہو گیا ہے اور آپؓ کو اُسَامہ جُشَمِی نے شہید کیا تھا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 30 سال سے زائد تھی۔ طبقات الکبریٰ میں ابو اُسَامہ جُشَمِی نام آیا ہے کہ اس نے قتل کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 124-125 ذوالیدین و یقال ذو الشمالینؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 327 باب من حضر بدرا من بنی زھرۃ و حلفائھم مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 217 ذو الشمالینؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رَافِع بن یَزِید رضی اللہ عنہ۔ ایک روایت میں آپؓ کا نام رافع بن زید رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت رافع بن یزید کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بَنُو زَعُوْرَاء بن عَبْدِالْاَشْھَل سے تھا۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی والدہ عَقْرَب بنتِ مُعَاذ مشہور صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے اُسَیْد اور عبدالرحمن تھے۔ ان دونوں کی والدہ کا نام عَقْرَب بنتِ سَلَامَہ تھا۔ حضرت رافع غزوۂ بدر و اُحد میں شریک ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ غزوۂ بدر کے دن سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر سوار تھے۔ آپؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 337 رافع بن یزیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 235 رافع بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِقَیْس رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو السَّبُع تھی۔ حضرت ذَکْوَان رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو زُرَیق سے تھا۔ آپؓ کی کنیت ابو السَّبع ہے۔ آپؓ بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں بھی شریک رہے۔ آپؓ کی ایک نمایاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپؓ مدینہ سے ہجرت کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ گئے۔ اس وقت تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہی تھے۔ آپؓ کو انصاری مہاجر کہا جاتا تھا۔ آپؓ وہاں مکہ جا کے کچھ عرصہ رہے۔ یا سمجھنا چاہیے کہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک تھے اور غزوۂ احد میں شہادت کا رتبہ پایا۔ آپؓ کو ابو حَکَمْ بن اَخْنَس نے شہید کیا تھا۔ حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِقَیْس کو انصاری مہاجر کہا جاتا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 210 ذکوان بن عبد قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

علامہ ابن سعد طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ہجرت مدینہ کے وقت جب مسلمان مدینہ روانہ ہوئے تو قریش سخت ناراض تھے اور جو نوجوان ہجرت کر کے جا چکے تھے ان پر انہیں بہت غصہ آیا۔ انصار کے ایک گروہ نے عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور اس کے بعد واپس مدینہ چلے گئے تھے۔ جب ابتدائی

مہاجرین قُبا پہنچ گئے تو یہ انصار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ گئے اور آپؐ کے اصحاب کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ اسی مناسبت سے انہیں انصار مہاجرین کہا جاتا ہے۔ ان اصحاب میں حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِقَیْس رضی اللہ عنہ، حضرت عُقْبَہ بن وَھَب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن عُبَادہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت زِیَاد بن لَبِیْد رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ اس کے بعد تمام مسلمان مدینہ چلے گئے تھے سوائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ کے یا وہ جو فتنہ میں تھے، قید میں تھے، مریض تھے یا وہ ضعیف اور کمزور تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 175 ذکر اذن رسول اللہ ﷺ للمسلمین فی الھجرۃ الی المدینۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

سُھَیل بن ابی صالح سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے لیے نکلے۔ آپؐ نے ایک مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس طرف کون جائے گا؟ بَنِی زُرَیق میں سے ایک صحابی حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِقَیْس اَبُو السَّبع کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے یا رسولؐ اللہ! میں جاؤں گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ حضرت ذَکْوَان نے کہا میں ذَکْوَان بن عَبْدِ قَیْس ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپؐ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ پر چلے جاؤ۔ اس پر حضرت ذَکْوَان بِن عَبْدِقَیْس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یقیناً میں ہی ان جگہوں پر جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جو کل جنت کے سبزے پر چل رہا ہو گا تو اس شخص کی طرف دیکھ لے۔ اس کے بعد حضرت ذکوان اپنے اہل خانہ کو الوداع کہنے گئے۔ آپؓ کی ازواج اور بیٹیاں آپؓ سے کہنے لگیں کہ آپؓ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں! انہوں نے اپنا دامن ان سے چھڑایا اور تھوڑا دور ہٹ کر ان کی طرف رخ کر کے مخاطب ہوئے کہ اب بروز قیامت ہی ملاقات ہو گی۔ اس کے بعد غزوۂ اُحد میں ہی آپؓ نے شہادت کا رتبہ پایا۔

(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم جلد 2 صفحہ 248 ذکوان بن عبد قیس بن خالد حدیث 2621 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

غزوۂ اُحد کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ کسی کو ذَکْوَان بِن عَبْدِقَیْس کا علم ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک گھڑ سوار دیکھا جو ذَکْوَان کا پیچھا کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ ان کے قریب پہنچ گیا اور وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آج تم زندہ بچ گئے تو میں نہیں بچ سکوں گا۔ اس نے حضرت ذَکْوَان رضی اللہ عنہ جو کہ پیادہ پا تھے پر حملہ کر کے آپؓ کو شہید کر دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہوئے آپؓ پر وار کر رہا تھا کہ دیکھو میں ابنِ عِلَاج ہوں۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس پر حملہ کیا اور اس کی ٹانگ پر اپنی تلوار مار کر نصف ران سے کاٹ ڈالا۔ پھر اسے گھوڑے سے اتارا اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ اَبُو الْحَکَم بن اَخْنَس تھا۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 245 باب غزوہ احد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2013ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت خَوَّات بِنْ جُبَیْر انصاری۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور

ابو صالح بھی تھی۔ حضرت خَوَّات رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو ثعلبہ سے تھا اور حضرت خَوَّات بن جُبَیْر حضرت عبداللہ بن جُبَیْر کے بھائی تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں درّے کی حفاظت کے لیے پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مقرر فرمایا تھا، یعنی ان کے بھائی کو (مقرر فرمایا۔) حضرت خَوَّات رضی اللہ عنہ درمیانے قد کے تھے۔ آپؓ نے چالیس ہجری میں 74 برس کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق وفات کے وقت آپؓ کی عمر 94 سال تھی۔ آپؓ مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ حضرت خَوَّات رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے لیکن راستے میں ایک پتھر کی نوک لگنے سے آپؓ زخمی ہو گئے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو واپس مدینہ بھجوا دیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو غزوۂ بدر کے مال غنیمت اور اجر میں شامل فرمایا۔ گویا آپؓ ان لوگوں کی طرح ہی تھے جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ آپؓ غزوہ اُحد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔

حضرت خَوَّات رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مقام مَرَّ الظَّهْرَان میں پڑاؤ کیا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے خیمے سے نکلا تو کچھ عورتیں باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے یہ دیکھ کر دلچسپی پیدا ہوئی۔ پس میں واپس گیا اور ایک جُبّہ پہن کر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اپنے آپ کو چھپا لیا اور عورتوں کی باتیں سننے کے لیے وہاں بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ڈر گیا اور آپؐ سے کہا کہ میرا اونٹ بھاگ نکلا ہے میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں کھڑا ہو گیا اور فوری طور پہ عرض کیا۔ آپؐ چل پڑے۔ آگے چلے گئے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپؐ نے اپنی چادر مجھے پکڑائی جو اوڑھی ہوئی تھی اور جھاڑیوں میں چلے گئے اور رفع حاجت کے بعد آپؐ نے وضو کیا اور واپس آئے۔ آپؐ کی داڑھی سے پانی کے قطرے آپؐ کے سینے پر گر رہے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ مزاح مجھ سے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ! اس اونٹ نے کیا کیا؟ اب اونٹ تو کوئی نہیں گما تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہو گیا تھا کہ ویسے ہی یہ باتیں سننے کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ چیز اچھی نہیں ہے۔ بہرحال کہتے ہیں۔ پھر ہم روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد جب بھی آپؐ مجھے ملتے، سلام کرتے اور پوچھتے کہ ابو عبداللہ اس اونٹ نے کیا کیا؟ جب اس طرح بار بار ہونا شروع ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حوالے سے مزاح کے طور پہ مجھے چھیڑتے تھے تو میں مدینہ میں چھپ کر رہنے لگا۔ اور مسجد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے الگ رہنے لگا۔ جب اس بات کو کچھ عرصہ گزر گیا تو مسجد گیا اور نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے حجرے سے باہر تشریف لے آئے۔ آپؐ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ میں اس امید پر نماز لمبی کرتا گیا کہ آپؐ تشریف لے جائیں اور مجھے چھوڑ دیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو عبداللہ! جتنی مرضی نماز لمبی کر لو میں یہیں ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کر کے آپؐ کا دل اپنے بارے میں صاف کر دوں گا۔ جب میں نے سلام پھیرا تو آپؐ نے فرمایا کہ ابو عبداللہ! تم پر سلامتی ہو۔ اس اونٹ کے بھاگ جانے کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب سے میں نے

اسلام قبول کیا ہے وہ اونٹ نہیں بھاگا۔ آپؐ نے تین بار فرمایا کہ اللہ تم پر رحم کرے۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے کبھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 362 تا 364 عبداللہ بن جبیر، خوات بن جبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت1990ء)(اسدالغابہ جلد 2 صفحہ 190 خوات بن جبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت2003ء)

گویا ایک تو اس بات سے کہ مجھ سے نہ چھپاؤ مجھے پتہ ہے اصل قصہ کیا ہے۔ دوسرے اس طرح بیٹھ کے بلاوجہ لوگوں کی مجلس میں ان کی باتیں سننا جو ہے وہ غلط چیز ہے۔

حضرت خَوَّات رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی۔ جب میں شفایاب ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے خَوَّات! تمہارا جسم تندرست ہو گیا ہے۔ پس جو تم نے اللہ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے اللہ سے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بھی مریض ایسا نہیں کہ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو کوئی نذر نہیں مانتا یا نیت نہیں کرتا۔ ضرور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تندرست کر دے تو میں یہ کروں گا، وہ کروں گا۔ پس اللہ سے کیا ہوا وعدہ وفا کرو۔ جو بھی تم نے بات کہی ہے اسے پورا کرو۔

(مستدرک علی الصحیحین جلد 3صفحہ 467 کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر مناقب خوّات بن جبیر الانصاریؓ حدیث 5750 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2002ء)

پس یہ ایسی بات ہے جو ہم سب کے لیے قابل غور اور قابل توجہ ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو قریظہ کی عہد شکنی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ایک وفد ان کی طرف بھیجا۔ اس بارے میں سیرت خاتم النبیین میں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے وہ واقعہ اس طرح ہے کہ "آنحضرت ﷺ کو جب بنو قریظہ کی اس خطرناک غداری کا علم ہوا تو آپؐ نے پہلے تو دو تین دفعہ خفیہ خفیہ زبیر بن العوامؓ کو دریافت حالات کے لیے بھیجا اور پھر باضابطہ طور پر قبیلہ اوس و خزرج کے رئیس سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ اور بعض دوسرے بااثر صحابہ کو ایک وفد کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو یہ تاکید فرمائی کہ اگر کوئی تشویشناک خبر ہو تو واپس آ کر اس کا برملا اظہار نہ کریں بلکہ اشارہ کنایہ سے کام لیں تاکہ لوگوں میں تشویش نہ پیدا ہو۔ جب یہ لوگ بنو قریظہ کے مساکن میں پہنچے۔ "جہاں ان کی رہائش تھی، گھر تھے "اور ان کے رئیس کعب بن اسد کے پاس گئے تو وہ بدبخت ان کو نہایت مغرورانہ انداز سے ملا اور سعدَیْن "یعنی سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ" کی طرف سے معاہدہ کا ذکر ہونے پر وہ اور اس کے قبیلہ کے لوگ بگڑ کر بولے کہ 'جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔' یہ الفاظ سن کر صحابہ کا یہ وفد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مناسب طریق پر آنحضرت ﷺ کو حالات سے اطلاع دی۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 584-585)

یہ بھی ہے کہ صحابہ کی اس صحبت میں حضرت خوّات بن جبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 456 باب غزوۃ الخندق فی سنۃ خمس مطبوعہ دار ابن حزم 2009ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **خوّات**رضی اللہ عنہ کو اپنے گھوڑے پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور اس گھوڑے کا نام **جَنَاح** تھا۔

(مستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 466 كتاب معرفة الصحابه باب ذكر مناقب خوّات بن جبير الانصاريؓ حديث 5747 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2002ء)

حضرت **خوات**رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس قافلے میں ہمارے ساتھ حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرَّاحؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں **ضِرَار**، (**ضِرَار بن خَطَّاب** قریش کا ایک شاعر تھا جو فتح مکہ پر ایمان لائے تھے) کے اشعار سناؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابوعبداللہ یعنی **خَوَّات** کو اپنے اشعار سنانے دو۔ اس پر میں انہیں اشعار سنانے لگا یہاں تک کہ سحر ہوگئی۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بس کردو کہ اب وقت سحر ہے۔

(الاصابه جلد 2صفحه 292 خوّات بن جبيرؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت1995ء)(الطبقات الكبرٰى جلد 6صفحه 10 ضرار بن الخطابؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **رَبِیْعہ بن اَکْثَم**رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت **ابویَزِیْدا** تھی۔ حضرت **ربیعہ**رضی اللہ عنہ چھوٹے قد اور موٹے جسم کے مالک تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ **اَسَدبن خُزَیْمَہ** سے تھا۔ حضرت **ربیعہ**رضی اللہ عنہ کا شمار مہاجر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپؓ نے چند دیگر صحابہ کے ہمراہ حضرت **مبشر بن عبدالمنذر**ؓ کے گھر میں قیام کیا۔ غزوۂ بدر میں شمولیت کے وقت آپؓ کی عمر تیس برس تھی۔ غزوۂ بدر کے علاوہ آپؓ نے غزوۂ احد، غزوۂ خندق، صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر میں بھی شرکت کی اور غزوۂ خیبر میں ہی شہادت کا رتبہ بھی پایا۔ آپ کو حارث نامی یہودی نے **نَطَاۃ** کے مقام پر شہید کیا۔ **نَطَاۃ** خیبر میں موجود ایک قلعہ کا نام ہے۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر 37 سال تھی۔

(اسد الغابه جلد 2صفحه 257 ربيعه بن اكثمؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2003ء)(الطبقات الكبرٰى جلد 3صفحه 66,70 عبد الله بن جحشؓ، ربيعه بن اكثمؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **رِفَاعَہ بِن عَمْرو الْجُھَنِی**رضی اللہ عنہ۔ ان کا نام **وَدِیْعَہ بن عَمْرو** بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت **رِفَاعَہ**رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ آپؓ انصار کے قبیلہ بنو نجار کے حلیف تھے۔

(اسد الغابه جلد 2صفحه 287 رفاعة بن عمرو الجهنیؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **زَیْدبن وَدِیْعَہ**رضی اللہ عنہ۔ حضرت زیدؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپؓ نے بیعتِ عقبہ، غزوۂ بدر اور اُحد میں بھی شرکت کی اور غزوۂ اُحد میں ہی شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔

(اسد الغابه جلد 2صفحه 377 زيد بن وديعةؓ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت2003ء)

حضرت **زید**رضی اللہ عنہ کی والدہ **اُمِّ زَیْدبنتِ حَارِث** تھیں۔ آپؓ کی اہلیہ کا نام **زینب بنت سھل** تھا۔ جس سے آپؓ کے تین بچے **سَعد بن زَید**۔ **اُمَامَہ** اور **اُمِّ کلثوم** شامل ہیں۔ آپؓ کے بیٹے سعد حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں عراق آگئے تھے اور وہاں **عَقَرْقُوْف** کے مقام پر آباد ہوگئے تھے۔ **عَقَرْقُوْف** عراق کے شہر بغداد

کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 410 زید بن ودیعۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 155 زیر لفظ عقرقوف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رِبْعِی بِن رَافِع اَنْصَارِی رضی اللہ عنہ۔ آپؓ کے دادا کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق نام حَارِث تھا جبکہ دوسرے کے مطابق زید تھا۔ حضرت رِبعی بن رَافِع کا تعلق بنو عجلان سے تھا اور آپؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 356-357 ربعی بن ودیعۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 252 ربعی بن ودیعۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت زَیْدِ بِن مُزَیْن۔ مُزَیْن بِنْ قَیْس ان کے والد کا نام تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام یَزِید بن الْمُزَیْن بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کا تعلق خزرج قبیلہ سے تھا۔ حضرت زیدؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ اور حضرت مِسْطَح بن اُثَاثَہ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ آپؓ کی اولاد میں بیٹا عمرو اور بیٹی رَمْلہ تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 375 زید بن المزینؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 407 یزید بن المزینؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عِیَاض بن زُھَیْر رضی اللہ عنہ ہے۔ ان کی کنیت ابو سعد تھی۔ حضرت عِیاض رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سَلْمٰی بنتِ عَامِر تھا۔ آپؓ کا تعلق فِہْر قبیلہ سے تھا۔

آپؓ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر مدینہ ہجرت کی اور حضرت کُلْثُوم بن الْھِدْم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ آپؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تیس ہجری میں مدینہ میں آپؓ نے وفات پائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپؓ کی وفات شام میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 318-319 عیاض بن زھیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 311 عیاض بن زھیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر اگلے صحابی ہیں حضرت رِفَاعَہ بن عَمْرو اَنْصَارِی رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو ولید تھی۔ حضرت رِفاعہ کا تعلق قبیلہ بنو عوف بن خزرج سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام ام رِفاعہ تھا۔ آپؓ ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی اور غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 410-411 رفاعہ بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اگلے صحابی ہیں حضرت زِیادبِن عَمْرو رضی اللہ عنہ۔ حضرت زیاد کو ابن بِشْر بھی کہا جاتا تھا۔ آپؓ انصار کے حلیف تھے۔ حضرت زیاد غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپؓ کے بھائی حضرت ضَمْرَہ بھی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بَنُو سَاعِدَہ بن کَعْب سے تھا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق آپؓ بنو سَاعِدَہ بن کعب

بن الخَزْرَج کے آزاد کردہ غلام تھے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 338 زیاد بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

(الاصابہ جلد 2صفحہ 483 زیاد بن عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہو گا ان کا نام حضرت سَالِم بِن عُمَیْر بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت سالم کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ آپؓ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر اور احد اور خندق اور تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 387 سالم بن عمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

غزوۂ تبوک کے موقع پر جو غریب اصحاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ غزوۂ تبوک کے لیے جانا چاہتے تھے اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے روتے تھے، حضرت سالمؓ بھی ان اصحاب میں شامل تھے۔ یہ سات غریب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپؐ تبوک لیے جانا چاہتے تھے۔ ان اصحاب نے عرض کیا کہ ہمیں سواری دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس کوئی سواری نہیں جس پر میں تم لوگوں کو سوار کروں۔ وہ لوگ واپس گئے۔ آنکھوں میں اس غم کی وجہ سے آنسو جاری تھے کہ خرچ کرنے کو کچھ نہ پایا۔ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آیت وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ (التوبۃ: 92) یعنی اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے جو تیرے پاس اس وقت آئے جب جنگ کا اعلان کیا گیا تھا اس لیے کہ تو ان کو کوئی سواری مہیا کر دے تو تُو نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کراؤں اور یہ جواب سن کر وہ چلے گئے اور اس غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ افسوس ان کے پاس کچھ نہیں جسے خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ تو ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں یہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ثعلبہ بن زید رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 366 سالم بن عمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 387 سالم بن عمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سورت توبہ کی اس آیت کی یعنی یہ آیت جو ہے وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"یہ آیت اپنے اطلاق کے لحاظ سے عام ہی ہے مگر جن اشخاص کی طرف اشارہ ہے وہ سات غریب مسلمان تھے جو جہاد پر جانے کے لیے بیتاب تھے مگر اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے سامان نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے لیے سواری کا انتظام فرما دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ واپس چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ ان کے چلے جانے کے بعد "یہ روایت آتی ہے کہ ان کے چلے جانے کے بعد "حضرت عثمانؓ نے تین اونٹ دیے اور چار دوسرے مسلمانوں نے

دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک آدمی کو ایک ایک اونٹ دے دیا....." حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "قرآن نے یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تا کہ ان غریب مسلمانوں کے اخلاص کا مقابلہ کر کے دکھائے جو تھے تو مالدار اور سفر پر جانے کے ذرائع بھی رکھتے تھے مگر جھوٹے عذر تلاش کرتے تھے۔" کچھ لوگ ایسے تھے جو عذر تلاش کر رہے تھے اور نہیں گئے۔ لیکن جو غریب تھے ان کا جذبہ بالکل اور تھا تا کہ مقابلہ ہو جائے پھر آگے فرماتے ہیں کہ "اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مدینے میں پیچھے رہ گئے تھے وہ سب منافق نہ تھے بلکہ ان میں مخلص مسلمان بھی تھے مگر وہ اس لیے نہیں جا سکے کہ ان کے پاس جانے کے سامان نہ تھے۔"

(دروس حضرت مصلح موعودؓ (غیر مطبوعہ) تفسیر سورۃ التوبۃ زیر آیت 92)

اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہوئے مزید آپؓ نے فرمایا ہے کہ "ابو موسیٰ ان لوگوں کے سردار تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپؓ نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مانگا تھا؟ تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! ہم نے اونٹ نہیں مانگے، ہم نے گھوڑے نہیں مانگے، ہم نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم ننگے پاؤں ہیں۔" جوتی بھی نہیں تھی پاؤں میں "اور اتنا لمبا سفر پیدل نہیں چل سکتے۔" پاؤں زخمی ہو جائیں گے تو پھر جنگ لڑ نہیں سکتے۔ "اگر ہم کو صرف جوتیوں کے جوڑے مل جائیں تو ہم جوتیاں پہن کر ہی بھاگتے ہوئے اپنے بھائیوں کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہونے کے لیے پہنچ جائیں گے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 361)

یہ غربت کا حال تھا۔ یہ جذبہ تھا۔ حضرت سالِم بن عُمَیر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 387 سالم بن عمیرؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر اگلے صحابی حضرت سُرَاقَہ بن کَعْب رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سُرَاقہ کا تعلق قبیلہ بنو نَجَّار سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام عُمَیْرَہ بنت نعمان تھا۔ حضرت سُرَاقہ غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت سُرَاقہ بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں فوت ہوئے اور کلبی کی روایت کے مطابق حضرت سُرَاقہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 371 سراقہ بن کعبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 412 سراقہ بن کعبؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سَائب بِن مَظْعُوْن رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ، حضرت عُثْمان بن مَظْعُوْن رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ آپؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے اولین مہاجروں میں سے تھے۔ حضرت سائب کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 399 سائب بن مظعونؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بواط کے لیے روانہ ہوئے تو بعض روایات کے مطابق آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اور بعض کے مطابق حضرت سَائب بن عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے امیر مقرر فرمایا اور ایک روایت میں حضرت سائب بن مَظْعُون رضی اللہ عنہ کا نام بھی ملتا ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 174 باب ذکر مغازیہؐ غزوہ بواط مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت سائبؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجارت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ حضرت سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابہ نے آپؐ کے سامنے میرا ذکر اور تعریف کرنی شروع کر دی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ صَدَقْتَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ۔ کُنْتَ شَرِیْکِیْ فَنِعْمَ الشَّرِیْکُ۔ کُنْتَ لَا تُدَارِیْ وَ لَا تُمَارِیْ۔ کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! آپؐ نے سچ فرمایا۔ آپؐ تجارت میں میرے شریک تھے اور کیا ہی بہترین شراکت دار تھے۔ آپؐ نہ ہی مخالفت کرتے اور نہ ہی جھگڑا کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی کراھیة المراء حدیث4836)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کو اس طرح درج کیا گیا ہے کہ "مکہ سے تجارت کے قافلے مختلف علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ جنوب میں یمن کی طرف اور شمال میں شام کی طرف تو باقاعدہ تجارت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کے علاوہ بحرین وغیرہ کے ساتھ بھی تجارت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ان سب ملکوں میں تجارت کی غرض سے گئے اور ہر دفعہ نہایت دیانت و امانت اور خوش اسلوبی اور ہنر مندی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کیا۔ مکہ میں بھی جن لوگوں کے ساتھ آپؐ کا معاملہ پڑا وہ سب آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان تھے؛ چنانچہ سائبؓ ایک صحابی تھے۔" جن کا ذکر ہو رہا ہے "وہ جب اسلام لائے تو بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی تعریف کی۔ آپؐ نے فرمایا 'میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'

سائبؓ نے عرض کی۔ "ہاں یا رسولؐ اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ ایک دفعہ تجارت میں میرے شریک تھے اور آپؐ نے ہمیشہ نہایت صاف معاملہ رکھا۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 106)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عَاصِم بِن قَیْس رضی اللہ عنہ۔ حضرت عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ ثَعْلَبہ بن عمرو سے تھا۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 112-113 عاصم بن قیسؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

اگلے صحابی ہیں حضرت طُفَیْل بن مَالِك بن خَنْسَاء۔ حضرت طُفَیل رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عُبَید بن عَدِیّ سے تھا۔ حضرت طُفَیل رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام اَسْمَاء بنت القَیْن تھا۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ آپ کی شادی اِدَام بنت قُرْط سے ہوئی جن سے آپؓ کے دو بیٹے عبد اللہ اور رَبِیع پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 430-431طفیل بن مالکؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 79 طفیل بن مالک بن خنساءؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت طُفَیْل بن نُعْمَان رضی اللہ عنہ۔ حضرت طُفَیل کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپؓ کی والدہ خَنْسَاء بنت رِئَاب تھیں جو کہ حضرت جابر بن عبداللہ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام رُبَیِّع تھا۔ آپؓ بیعت عَقَبہ اور غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی اور اس روز آپؓ کو تیرہ زخم آئے تھے۔ حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں بھی شامل ہوئے اور اسی غزوہ میں شہادت کا رتبہ بھی حاصل کیا۔ وَحْشِی بن حَرْب نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ بعد میں وحشی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا۔ وحشی کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہؓ کو اور حضرت طفیل بن نعمان رضی اللہ عنہ کو میرے ہاتھوں عزت بخشی لیکن مجھے ان کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ یعنی میں کفر کی حالت میں قتل نہیں کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 431 الطفیل بن النعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 79-80 طفیل بن مالکؓ، طفیل بن النعمانؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

اگلے صحابی حضرت ضَحَّاك بِن عَبْدِ عَمْرو رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا تعلق بنو دِیْنار بن نَجَّار سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عبدِ عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام سُمَیْراء بنت قَیْس تھا۔ آپؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت نعمان بن عبد عمروؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ حضرت نعمانؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی۔ آپ کے تیسرے بھائی قُطْبَہ بن عَبد عَمرو واقعہ بئر معونہ کے روز شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 394 ضحاك بن عبد عمروؓ ، نعمان بن عبد عمروؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

پھر اگلے صحابی ہیں ضَحَّاك بن حَارِثَہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ضَحَّاك رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام حَارِثَہ اور والدہ کا نام هِنْد بنت مالِك تھا۔ حضرت ضَحَّاك رضی اللہ تعالیٰ عنہ ستّر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ آپؓ کے بیٹے کا نام یزید تھا جو کہ آپ کی اہلیہ اُمَامَہ بنت مُحَرِّث کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 433 ضحاك بن حارثہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسد الغابہ جلد 3صفحہ 46 ضحاك بن حارثہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر اگلے صحابی ہیں حضرت خَلَّاد بن سُوَیْد رضی اللہ عنہ۔ یہ انصاری تھے۔ حضرت خَلَّاد رضی اللہ عنہ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو حارث سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام عَمْرَہ بنتِ سعد تھا۔ آپؓ کے ایک بیٹے حضرت سائب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور بعد میں حضرت عمرؓ نے انہیں یمن کا عامل بھی مقرر فرمایا۔ دوسرے بیٹے کا نام حَکَم بن خَلَّاد تھا۔ ان دونوں کی والدہ کا نام لَیْلیٰ بنتِ عُبَادَۃ تھا۔ حضرت خلاد رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر اور احد اور خندق میں شرکت کی۔ غزوۂ بنو قریظہ میں ایک یہودی عورت نے جس کا نام بُنَانَۃ تھا اوپر سے آپؓ پر بھاری پتھر پھینکا جس سے آپؓ کا سر پھٹ گیا اور آپؓ شہید ہو گئے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلّاد کے لیے دو شہیدوں کے برابر اجر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بھی بطور قصاص پھر بعد میں قتل کروا دیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3صفحہ 401-402 خلاد بن سویدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1990ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح لکھا ہے کہ "چند مسلمان جو ان کے قلعہ کی دیوار کے

پاس ہو کر ذرا آرام کرنے بیٹھے تھے ان پر ایک یہودی عورت بُنَانَہ نامی نے قلعہ کے اوپر سے ایک بھاری پتھر پھینک کر ان میں سے ایک آدمی خَلَّاد نامی کو شہید کر دیا اور باقی مسلمان بچ گئے۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 598)

پھر آتا ہے کہ حضرت خَلَّاد رضی اللہ عنہ کی والدہ کو جب آپؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نقاب کر کے تشریف لائیں۔ ان سے کہا گیا کہ خَلَّاد شہید کر دیے گئے ہیں اور آپ نقاب کر کے آئی ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خَلَّاد رضی اللہ عنہ تو مجھ سے جدا ہو گیا ہے لیکن میں اپنی حیا کو خود سے جدا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ بَین جو رواج تھا وہ اس طرح نہیں ہو گا اور پردہ حیا ہے وہ تو قائم رہے گی۔

حضرت خَلَّاد رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یہ تفصیل آگے اس طرح بھی آتی ہے کہ حضرت خَلَّاد رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے دو شہیدوں کا اجر ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن زائد اس میں یہ ہے جب پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ ایسا کیوں ہے؟ دو شہیدوں کا اجر کس لیے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیونکہ انہیں اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 402 خلاد بن سویدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

اگلے صحابی ہیں حضرت اَوْس بن خَوْلِی انصاری رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابولیلیٰ تھی۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسالِم بن غَنَم بن عَوف سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام جمیلہ بنت اُبَیّ تھا جو عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول کی بہن تھیں۔ آپؓ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام فُسْحُم تھا۔ آپ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی مؤاخات حضرت شُجَاع بن وَهْب اَلْاَسَدِی رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ حضرت اَوْس بن خَوْلِی کا شمار 'کاملین' میں ہوتا تھا۔ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں 'کامل' اس شخص کو کہا جاتا تھا جو عربی لکھنا جانتا ہو۔ تیر اندازی کرنا اچھی طرح جانتا ہو اور تیرا کی جانتا ہو۔ اچھی طرح تیرنا جانتا ہو۔ یہ تین باتیں اس میں ہوں تو اس کو کامل کہتے تھے اور یہ سب باتیں حضرت اَوْس بن خَوْلِی میں موجود تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 320 اوس بن خولیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 409-410 اوس بن خولیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت نَاجِیَہ بن اَعْجَم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کی قلت کی شکایت کی گئی تو انہوں نے مجھے بلایا اور اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور مجھے دیا۔ پھر کنویں کا پانی ایک ڈول میں منگوایا۔ میں اس کو لے کر آیا۔ آپؐ نے وضو فرمایا اور کلّی کر کے ڈول میں انڈیل دیا جبکہ لوگ سخت گرمی کی حالت میں تھے۔ مسلمانوں کے پاس ایک ہی کنواں تھا کیونکہ مشرکین بَلْدَح کے مقام پر جلدی پہنچ کر اس کے پانی کے ذخیروں پر قبضہ کر چکے تھے۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اس ڈول کو کنویں میں انڈیل دو جس کا پانی خشک ہو گیا ہے۔ اور اس کے پانی میں تیر گاڑ دو تو میں نے ایسا ہی کیا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں بہت مشکل سے باہر نکلا یعنی فوری طور پر وہاں پانی ابلنے لگ گیا، پھوٹنے لگ گیا۔

مجھے پانی نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا اور پانی ایسے ابل رہا تھا جیسے دیگچی ابلتی ہے یہاں تک کہ پانی بلند ہوا اور کناروں تک برابر ہو گیا۔ لوگ اس کے کنارے سے پانی بھرتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے آخری شخص نے بھی پیاس بجھا لی۔ اس دن منافقوں کا ایک گروہ وہاں پانی پر تھا جن میں عبداللہ بن اُبَیّ بھی تھا جو حضرت اَوْس بن خَوْلِی رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا۔ حضرت اَوْس بن خَوْلِی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ اے اَبُو الْحُبَاب! ہلاکت ہو تجھ پر۔ اب تو تو اس معجزے کو مان لے جس پر تو خود موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو مان لے۔ کیا اس کے بعد کوئی گنجائش رہ گئی ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں اس جیسی بہت سی چیزیں دیکھ چکا ہوں تو اس کو حضرت اَوْس بن خَوْلِی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تیرا برا کرے اور تیری رائے کو برا ثابت کر دے۔ عبداللہ بن اُبَیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اَبُو الْحُبَاب! آج جو تو نے دیکھا ہے اس جیسا پہلے کب دیکھا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبر پہنچی تو آپؐ نے پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ بات تم نے کیوں کہی یعنی جو اپنے بھانجے کو کہی تھی۔ عبداللہ بن اُبَیّ نے کہا کہ استغفر اللہ۔ عبداللہ بن اُبَیّ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی دعا کی۔

(سبل الھدٰی جلد 5 صفحہ 41 باب فی غزوہ الحدیبیۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 284 باب مقالۃ المنافقین فی دلیل النبوۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1999ء)

حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کے لیے مکہ جانے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ نے اَوْس بن خَوْلِی رضی اللہ عنہ اور ابو رَافِع رضی اللہ عنہ کو حضرت عباسؓ کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ وہ حضرت میمونہؓ کی شادی آپ سے کروا دیں۔ راستے میں ان دونوں کے اونٹ کھو گئے۔ وہ کچھ دن بطن رَابِغ یعنی رَابِغ جو جُحْفَہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں رکے رہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ پھر ان دونوں کو ان کے اونٹ مل گئے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مکہ گئے۔ آپؐ نے حضرت عباسؓ کے پاس پیغام بھیجا حضرت میمونہؓ نے اپنا معاملہ حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور حضرت عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت میمونہؓ کی شادی کرا دی۔

(شرح علامہ زرقانی جلد 4 صفحہ 423 میمونۃ ام المومنینؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)
(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 12 زیر لفظ رابغ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت اَوْس بن خَوْلِی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہا کہ میں آپؓ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ ہمیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریک کر لیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے آپ کو اجازت دی۔

اس کی ایک دوسری روایت اس طرح ملتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؐ کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو انصار آئے اور انہوں نے یہ کہا کہ اللہ اللہ! ہم لوگ آپؐ کے ننھیالی ہیں۔ لہٰذا ہم

میں سے بھی کسی کو آپؐ کے پاس حاضر ہونا چاہیئے، یعنی کہ انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی ہیں۔ انصار سے کہا گیا کہ تم لوگ اپنے میں سے کسی ایک شخص پر اتفاق کر لو۔ کوئی ایک شخص مقرر کر دو۔ تو انہوں نے حضرت **اَوْس بن خَوْلِی**رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا۔ وہ اندر آئے اور آپؐ کے غسل اور تدفین میں شریک رہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تدفین میں شریک رہے۔ حضرت **اوس**رضی اللہ عنہ مضبوط آدمی تھے اس لیے پانی کا گھڑا اپنے ہاتھ میں اٹھا کر لاتے تھے اور اس طرح پانی مہیا کرتے رہے۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 320 اوس بن خولیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(اصابہ جلد 1 صفحہ 299 اوس بن خولیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، ان کے بھائی **قُثَمْ**، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام **شُقْرَان** اور حضرت **اَوْس بن خَوْلِی**رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترے تھے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ و دفنہ ﷺ حدیث 1628)

یعنی نعش لحد کے اندر رکھنے کے لیے۔

حضرت **اوس بن خَوْلِی**رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا اے اوسؓ! جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بڑھاتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتا ہے۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم جلد 1 صفحہ 279 من اسمہ اوس حدیث 975 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

پس یہ بہت ضروری سبق ہے جو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

آپؓ کی وفات مدینہ میں حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 321 اوس بن خولیؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اللہ تعالیٰ ان سب بزرگ صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 مارچ 2019ء تا 29 مارچ 2019ء "خصوصی اشاعت" جلد 26 شمارہ 12-13 صفحہ 05 تا 09)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/ مارچ 2019ء بمطابق 08/ امان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت قَیْس بِن مِحْصَنؓ انصاری صحابی تھے۔ بعض روایات میں ان کا نام قیس بن حِصْن بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیْق سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام اُنَیْسَہ بنت قیس تھا اور والد مِحْصَن بن خالد تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ آپؓ کی ایک بیٹی اُمِ سَعْد بِنْت قَیْس تھیں۔ جب آپؓ فوت ہوئے تو آپ کی اولاد مدینہ میں تھی۔

(اسدالغابہ جلد04 صفحہ 422 قیس بن محصن، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 443 قیس بن محصن، دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

دوسرے صحابی ہیں حضرت جُبَیر بن اِیَاس۔ اِیَاس بن خَالِد ان کے والد کا نام تھا۔ یہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو زُرَیْق سے تھا۔ حضرت عبداللہ بن محمد نے کہا کہ آپؓ کا نام جُبَیر بن اِلْیَاس تھا اور ایک دوسری روایت میں آپ کا نام جُبَیر بن اِیَاس بھی بیان ہوا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 444 جبیر بن ایاس، دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ کسی یہودی نے جادو کر دیا تھا جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر ہو گیا تھا اور روایات میں آتا ہے کہ کنگھی اور بالوں پر وہ جادو کر کے ذروان کنویں میں ڈال دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان کو وہاں سے جا کر نکالا صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے کہ وہ کنگھی اور بال حضرت جُبَیر بن اِیَاس نے ذروان کنویں سے نکالے تھے اور ایک اور روایت کے مطابق حضرت قَیْس بن مِحْصَن نے نکالے تھے۔

(فتح الباری از امام ابن حجر جلد10 صفحہ 282 کتاب الطب باب السحر حدیث 5763 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس لیے ان دونوں صحابہ کا ذکر میں نے اکٹھا کیا ہے۔ ان میں سے جس نے بھی یہ چیزیں نکالی تھیں یہ بات اتنی اہم نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جادو کا اثر ہوا تھا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس بات پر ہمارا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اور یہ ہمیں پتہ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جس بات سے بھی اعتراض پیدا ہو سکتا ہے یا لوگ اعتراض کرتے ہیں ہم نے جواب دینا ہے۔ اس لیے میں اس کی کچھ تفصیل

بیان کرتا ہوں جو جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ ان دونوں صحابہؓ کے حوالہ سے آج اس بات کی وضاحت ہو گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ فلق کی تفسیر کے تعارف میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرمایا۔ آپ سورۃ کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سورۃ الفلق اور الناس یہ آخری دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ بعض ان کو مدنی سورتیں کہتے ہیں یعنی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ جو لوگ اس بات کے حق میں ہیں کہ یہ سورۃ مدنی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس سورۃ اور اس کے بعد کی سورۃ کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کے ساتھ ہے جس میں یہ سمجھا گیا تھا کہ یہود کی طرف سے آپؐ پر جادو کیا گیا ہے۔ اس وقت یہ دو سورتیں نازل ہوئیں اور آپؐ نے ان کو پڑھ کر پھونکا۔

یہ آپؓ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ مدینہ میں ہوا تھا اس لیے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مدنی ہیں۔ بہر حال ترجیح اسی کو دی گئی ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں یعنی مدینہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ یہ لکھتے ہیں کہ یہ مفسرین کا ایک استدلال ہے۔ تاریخی شہادت نہیں۔ گو ہمارے پاس بھی ایسی کوئی یقینی شہادت نہیں کہ جس کی بناء پر ہم کہہ سکیں کہ یہ مکی سورۃ ہے۔ مگر جو استدلال کیا گیا ہے وہ بھی بودا ہے۔ فضول قسم کا یہ استدلال ہے کیونکہ خواہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوتی تب بھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے موقع پر اس کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک سکتے تھے۔ پس محض پھونکنے سے یہ سمجھنا کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی یہ استدلال درست نہیں.....

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا اور لوگوں کا یہ سمجھنا کہ آپ پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا ہے، یہ واقعہ جن الفاظ میں روایت کیا گیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ الفاظ اسی سورۃ کے تعارف میں بیان کرتے ہوئے لکھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ چونکہ مفسرین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دی ہے اس لیے ہم صرف اسی روایت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کی طرف سے جادو کیا گیا۔ اور اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ آپؐ بعض اوقات یہ سمجھتے تھے کہ آپؐ نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ ایک دن یا ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر دعا کی اور پھر دعا کی۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ سے جو کچھ میں نے مانگا تھا وہ اس نے مجھے دے دیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ کیا ہے جو آپؐ نے مانگا تھا؟ کیا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس۔ پھر وہ شخص جو میرے سر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے پاؤں کے پاس بیٹھنے والے کو مخاطب کر کے کہا یا غالباً یہ فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یا یہ کہا کہ پاؤں کے پاس بیٹھنے والے نے سر کے پاس بیٹھنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) کو کیا تکلیف ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لَبِید بن الْاَعْصَمْ یہودی نے۔ تب پہلے نے کہا کہ کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھی اور سر کے بالوں پر جو کھجور کے خوشہ

کے اندر ہے۔ پہلے نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں؟ تو دوسرے نے کہا یہ ذی اروان کے کنویں میں ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اپنے صحابہؓ سمیت اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر واپس آئے تو پھر فرمایا۔ اے عائشہ اللہ کی قسم کنویں کا پانی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مہندی کے نچوڑ کی طرح سرخ ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آگے اس کی وضاحت لکھی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی پر جادو ٹونہ کرتے تھے تو مہندی یا اسی قسم کی کوئی اور چیز پانی میں ڈال دیتے تھے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ جادو کے زور سے پانی کو سرخ کیا گیا ہے ایک ظاہری تدبیر وہ کیا کرتے تھے سادہ لوگوں کو بہکانے کے لیے اور وہاں پھر آپؓ نے فرمایا اور وہاں کی کھجوریں ایسی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جیسے شیاطین یعنی سانپوں کے سر اس میں کھجور کے گابھوں کو سانپوں کے سروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی کھجوریں گابھوں والی تھیں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا یارسول اللہ! آپؐ نے اس چیز کو جس پر جادو کیا گیا تھا جلا کیوں نہ دیا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے جب اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی تو میں نے ناپسند کیا کہ کوئی ایسی بات کروں جس سے شر کھڑا ہو..... اس لیے میں نے حکم دیا کہ ان اشیاء کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کو دبا دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جن دو مردوں کا ذکر آتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو فرشتے تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے۔ اگر وہ انسان ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی نظر آجاتے۔ آپؓ فرماتے ہیں یہ روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی گئی ہے اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ خبر دی کہ یہودیوں نے آپؐ پر جادو کیا ہوا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرح جادو کا اثر تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو بھی گیا تھا۔ پھر آپؓ کہتے ہیں کہ بہر حال..... جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جادو ٹونے کی چیزیں نکال کر زمین میں دفن کر دیں تو یہودیوں کو خیال ہو گیا کہ انہوں نے جو جادو کیا تھا وہ باطل ہو گیا ہے۔ ختم ہو گیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو صحت بھی عطا فرما دی۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہودی یہ یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا ہے۔

اس وجہ سے طبعی طور پر ان کی توجہ اس طرف مرکوز ہوئی کہ آپؐ بیمار ہو جائیں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ..... اس روایت سے جہاں یہودیوں کے اس عناد کا پتہ چلتا ہے جو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو ان تمام باتوں کا علم دے دیا گیا جو یہودی آپؐ کے خلاف کر رہے تھے۔ پس آپؐ کو غیب کی باتوں کا معلوم ہو جانا اور یہودیوں کا اپنے مقصد میں ناکام رہنا آپؐ کے سچا رسول ہونے کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 539 تا 542)

بہر حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح نتیجہ نکالا ہے وہی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں نے اپنے زعم میں جادو کیا لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور بیماری جو بھولنے کی

بیماری تھی یا جو بھی بیماری تھی اس کی کچھ اور وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی کارروائی سے آگاہ فرما کر ظاہری طور پر بھی ان کا جو خیال تھا کہ انہوں نے جادو کیا ہے اس کو بھی ناکام کر دیا اور یہودی جو آپؐ کی بیماری کو دیکھ کر اپنے زعم میں خوش ہو رہے تھے یا یہ مشہور کر دیا تھا، یہ باتیں کرتے تھے کہ ہمارے جادو کا اثر ہے جو یہ بیماری چل رہی ہے اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔

پھر ہمارے لٹریچر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک مضمون ہے، جس میں اس واقعہ پر تفصیل سے تاریخی اور علمی بحث ہوئی ہے اور جو اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتا ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ

تاریخ بلکہ حدیثوں تک میں بیان ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ ایک دفعہ ایک یہودی نسل منافق نے جس کا نام لَبِید بن الاَعْصَم تھا سحر کر دیا تھا یا جادو کر دیا تھا اور یہ سحر اس طرح کیا گیا کہ ایک کنگھی میں بالوں کی گرہیں باندھ کر اور اس پر کچھ پڑھ کر اسے ایک کنویں میں دبا دیا گیا۔ اور کہا جاتا ہے آپؓ فرما رہے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ آپؐ نعوذ باللہ اس سحر میں کافی عرصہ مبتلا رہے۔ یہ مشہور کیا ہوا تھا انہوں نے۔ اس عرصے میں آپؐ اکثر اوقات اداس اور افسردہ رہتے تھے اور گھبراہٹ میں بار بار دعا فرماتے تھے اور اس حالت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپؐ کو ان ایام میں بہت زیادہ نسیان رہنے لگا تھا۔ بھول جاتے تھے بعض باتیں۔ حتّٰی کہ بسا اوقات آپؐ خیال کرتے تھے کہ میں یہ کام کر چکا ہوں مگر دراصل آپؐ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ یا بعض اوقات آپؐ یہ خیال فرماتے تھے کہ میں اپنی فلاں بیوی کے گھر ہو آیا ہوں مگر درحقیقت آپؐ اس کے گھر نہیں گئے ہوتے تھے۔ اور اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس تعلق میں یاد رکھنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ اسلامی احکام کے مطابق آپؐ نے اپنی بیویوں کی باری مقرر کر رکھی تھی اور ہر روز شام کو ہر بیوی کے گھر جا کر خیریت دریافت فرماتے تھے اور بالآخر اس بیوی کے گھر پہنچ جاتے تھے جس کی اس دن باری ہوتی تھی۔ اوپر والی روایت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ بہرحال یہ روایت آگے چلتی ہے بالآخر خدا تعالیٰ نے ایک رؤیا کے ذریعہ سے آپؐ پر اس فتنہ کی حقیقت کھول دی وغیرہ وغیرہ۔

یہ خلاصہ ہے جو پہلے بھی حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے جس کا خلاصہ آپؓ نے بیان کیا پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ یہ اس روایت کا خلاصہ ہے جو تاریخ اور حدیث کی بعض کتابوں میں بیان ہوئی ہے۔ اس روایت کے گرد ایسے قصوں کا جال بُن دیا گیا ہے کہ اصل حقیقت کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا ہے۔ ایسی کہانیاں بنا دی گئی ہیں اس روایت پہ کہ بہت مشکل ہو گیا ہے کہ حقیقت کیا ہے آپؓ لکھتے ہیں اگر سب روایتوں کو قبول کیا جائے تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اور مقدس وجود ایسا ثابت ہوتا ہے کہ گویا خاکم بدہن آپؐ ایک بہت کمزور طبیعت کے انسان تھے جسے کم از کم دنیا کے معاملات میں آپؐ کے بدباطن دشمن اپنی سحر کاری سے جس قالب میں چاہتے تھے ڈھال سکتے تھے۔ اور یہ کہ وہ آپؐ کو اپنی ناپاک توجہ کا نشانہ بنا کر آپؐ کے دل و دماغ پر اس طرح تصرف جمانا شروع کر دیتے تھے کہ آپؐ نعوذ باللہ اس سحر کے مقابل پر اپنے آپ کو بے بس پاتے تھے۔ اگر روایت کو اس طرح بیان کیا جائے جس طرح حدیثوں میں، تاریخ میں بیان ہوئی ہے تو پھر تو یہ نتیجہ نکلتا ہے جو بالکل

غلط نتیجہ ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر ان روایات کے متعلق معقولی اور منقولی طور پر غور کیا جائے اور روایات کی محققانہ چھان بین کی جائے، تحقیق کی جائے، باقاعدہ ریسرچ کی جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک مرض نسیان کا عارضہ تھا جو بعض وقتی تفکرات کے اور پیش آمدہ جسمانی ضعف کے نتیجہ میں آپؐ کو کچھ وقت کے لیے لاحق ہوا تھا جس سے بعض بدخواہ دشمنوں نے فائدہ اٹھا کر یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے مگر خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جلد صحت دے کر دشمنوں کے منہ کالے کر دیئے اور منافقوں کا جھوٹا پروپیگنڈہ خاک میں مل گیا۔

دنیا بھر میں شیطانی طاقتوں کا فاتح اعظم اور افضل الرسلؐ جس سے بڑھ کر طاغوتی قوتوں کا سر کچلنے والا نہ آج تک پیدا ہوا اور نہ آئندہ ہو گا اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ ایک ذلیل یہودی زادے کے شیطانی سحر کا نشانہ بن گیا تھا عقل انسانی کا بدترین استعمال ہے۔ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا اور یہ صرف ہمارا دعویٰ ہی نہیں بلکہ خود سرور کار کائناتؐ فداہ نفسی نے اس کی تردید فرمائی ہے۔

اس کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے متعلق پوچھا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عائشہؓ نے حیران ہو کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ کے ساتھ بھی کوئی شیطان لگا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ مگر خدا نے مجھے شیطان پر غلبہ عطا فرمایا ہے حتّٰی کہ میرا شیطان بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین القیامة والجنة والنار باب تحریش الشیطان حدیث : 2815)

کیا اس واضح اور صریح ارشاد کے ہوتے ہوئے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ کسی یہودی منافق نے جو قرآن کی رو سے ایک مغضوب علیہ قوم بھی ہے اپنے شیطان کی مدد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بلند مرتبہ انسان پر جادو کر دیا ہو گا۔ اور آپؐ اس شیطانی جادو سے متاثر ہو کر مدتوں پریشان اور مغموم اور بیمار رہے؟

جھوٹے لوگ حق کے مقابل پر ہر زمانہ میں ایسے باطل اور جھوٹے حربے استعمال کرتے رہے ہیں۔ مگر خدائے قدیر و عزیز ایسے تمام جھوٹوں کے پول کھولتا رہا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلة: 23) یعنی خدا نے یہ بات لکھ رکھی ہے اور مقدر کر رکھی ہے کہ ہر رسول کے زمانہ میں میں اور میرے رسول غالب رہیں گے اور کوئی شیطانی حربہ ہمارے مقابلہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے جو صحیح بخاری تک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان ہوا ہے۔ سو اگر واقعہ کے سیاق و سباق اور یہودیوں اور منافقوں کے طور طریقوں کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے تو اس واقعہ کی حقیقت کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں رہتا۔ سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ اس مزعومہ سحر کا واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے۔ طبقات ابن سعد میں یہ لکھا ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رؤیا کی بنا پر عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لے جانے کا فیصلہ کیا اور وہاں

تشریف لے گئے تھے مگر رستہ میں قریش کے روکنے کی وجہ سے بظاہر ناکام لوٹنا پڑا۔ یہ ظاہری ناکامی ایک ایسا بھاری صدمہ تھی کہ کافروں اور منافقوں نے تو مذاق اور طعن و تشنیع سے کام لینا ہی تھا لیکن بعض مخلص مسلمان حتّٰی کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بلند پایہ بزرگ بھی اس ظاہری ناکامی کی وجہ سے وقتی طور پر متزلزل ہو گئے تھے۔ بخاری میں یہ بھی لکھا ہے حضرت عمرؓ کی یہ روایت بخاری کی حدیث ہے۔

ان حالات کا کمزور طبیعت کے لوگوں کے ابتلا کے خوف کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر طبعاً کافی اثر تھا اور آپؐ کچھ عرصے تک بہت فکر مند رہے اور لازماً اس فکر کا اثر آپؐ کی صحت پر بھی پڑا اور آپؐ اس گھبراہٹ میں خدا کے حضور کثرت سے دعائیں بھی فرماتے تھے جیسا کہ حدیث کے الفاظ دَعَا وَ دَعَاوغیرہ میں اشارہ ہے تا کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ کی وجہ سے اسلام کی ترقی میں کوئی وقتی روک پیدا نہ ہو۔ یہ اسی قسم کی دعا تھی جیسا کہ آپؐ نے بدر کے میدان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کامیابی کا وعدہ ہونے کے باوجود دشمن کی ظاہری طاقت کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلِكَ ھٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ۔

ان وجوہات سے آپؐ کے اعصاب اور آپؐ کی قوت حافظہ پر کافی اثر پڑا ہوا تھا اور آپؐ کچھ عرصہ کے لیے مرض نسیان میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کچھ روایتوں میں تو دو چار دن ہی ہیں یا دو دن ہیں یا ایک دن اور ایک رات ہے لیکن بہر حال جو بھی جتنے بھی دن تھے۔ کچھ اثر پڑا جو ایک لازمہ ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کچھ دنوں کے لیے تھا اور یہ اس وجہ سے تھا جو آپؐ کو تفکرات تھے اور مسلمانوں کے ایمان میں کمزوری کی وجہ سے بھی آپؐ کو فکر تھی۔ یہ ایک لازمہ بشری ہے جس سے خدا کے نبی تک مستثنیٰ نہیں۔ جب یہودیوں اور منافقوں نے یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آج کل بیمار ہیں اور ضعف اعصاب اور ضعف دماغ کی وجہ سے آپؐ کو نسیان کا مرض لاحق ہے تو انہوں نے حسب عادت فتنہ کی غرض سے یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے اور یہ کہ آپؐ کا یہ نسیان وغیرہ اسی جادو کا نتیجہ ہے اسی سحر کا نتیجہ ہے۔ اور انہوں نے اپنے قدیم طریق کے مطابق ظاہری علامت کے طور پر ایک کنویں کے اندر کسی کنگھی میں بالوں کی گرہیں وغیرہ باندھ کر اسے بھی دبا دیا۔

جب ان کے اس مزعومہ سحر کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے اس فتنہ کے سدباب کے لیے خدا کے حضور مزید دعا فرمائی اور جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ اس خبر کے پہنچنے کے بعد پھر آپؐ نے ایک دن یا ایک رات بہت شدت سے دعا کی اور اپنے آسمانی آقا سے استدعا کی کہ وہ اس فتنہ کے بانی مبانی کے نام اور اس کے مزعومہ سحر کے طریق سے آپؐ کو مطلع فرمائے تا آپؐ اس باطل سحر کا تار و پود بکھیر سکیں۔ چنانچہ خدا نے آپؐ کی مضطربانہ دعاؤں کو سنا اور رؤیا کے ذریعہ سے آپؐ پر اصل حقیقت کھول دی۔

قرآن کے اصولی ارشاد کہ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى (طٰہٰ:70) یعنی نبیوں کے مقابل پر کوئی ساحر کسی صورت میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ وہ کسی رنگ میں اور کسی جہت سے حملہ آور ہو پھر قرآن کے اس قطعی فیصلے کی روشنی میں کہ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (بنی اسرائیل:48) کہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ

تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ کافروں نے یہی کہا تھا۔ پھر خود اس حدیث کے الفاظ اور انداز بیان اور محاورہ عرب پر غور کرنے کے نتیجہ میں بخاری کی یہ روایت یقیناً حکایت عن الغیر کے رنگ میں سمجھی جائے گی۔ حکایت عن الغیر کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر کلام کرنے والا اپنی طرف سے کلام کرتا ہے مگر حقیقتاً مراد یہ ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں۔ دوسرے کی بات بیان کی جاتی ہے۔ اس طرح اس روایت کا ترجمہ یہ بنتا ہے کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا یعنی دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ آپؐ کو سحر کر دیا گیا ہے حضرت عائشہؓ نے خود نہیں کہا۔ اس کا ترجمہ اس طرح بنے گا کہ دشمنوں نے ہی مشہور کر دیا کہ آپؐ کو سحر کر دیا گیا ہے حتی کہ ان ایام میں آپؐ بعض اوقات خیال فرماتے تھے کہ آپؐ نے فلاں کام کیا ہے حالانکہ درحقیقت نہیں کیا ہوتا تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپؐ بعض اوقات خیال کرتے تھے کہ اپنی فلاں بیوی کے گھر ہو آیا ہوں حالانکہ آپؐ ان کے گھر میں نہیں گئے ہوتے تھے۔ انہی ایام میں حضرت عائشہؓ کی وضاحت کے مطابق آپؐ ایک دن میرے مکان میں تھے اور آپؐ گھبراہٹ میں بار بار خدا کے حضور دعا فرماتے تھے۔

اس دعا کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے جو میں نے اس سے پوچھی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! وہ کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا خواب میں میرے پاس دو آدمی آئے یا کشفی رنگ میں۔ ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو پوچھا کہ اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ انداز گفتگو بھی حکایت عن الغیر کا ہے، دوسرے کے حوالے سے بات کرنے کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور پھر وہی لمبی بات جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اس کو تکلیف یہ ہے کہ فلاں یہودی نے جادو کیا ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کا اثر ہے۔

پھر حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس خواب کے بعد یا اس کشف کے بعد آپؐ اپنے بعض صحابہؓ کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کا معائنہ فرمایا۔ اس پر کھجوروں کے کچھ درخت اُگے ہوئے تھے یعنی وہ اندھا سا کنواں تھا۔ پھر آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس واپس تشریف لائے اور ان سے فرمایا عائشہ! میں اسے دیکھ آیا ہوں۔ اس کنویں کا پانی مہندی کے پانی کی طرح سرخی مائل ہو رہا ہے۔ یہودیوں کا طریق تھا کہ لوگوں کی نظروں کو دھوکا دینے کے لیے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ایسے کنویں کے پانی کو رنگ دیتے تھے اور اس کے کھجور کے درخت، تھوہر کے درختوں کی طرح مکروہ نظر آتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ نے اس کنگھی وغیرہ کو باہر نکال کر پھینک کیوں نہیں دیا؟ بعض میں آتا ہے کہ جلا کیوں نہیں دیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے محفوظ رکھا اور مجھے شفا دی تو پھر میں اسے باہر پھینک کر لوگوں میں ایک بری بات کا چرچا کیوں کرتا؟ جس سے کمزور طبیعت لوگوں میں سحر کی طرف خوانخواہ توجہ پیدا ہونے کا اندیشہ تھا پس اس کنویں کو دفن کر کے بند کروا دیا گیا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہی کہ یاد رکھنا چاہیے کہ حکایت عن الغیر یعنی دوسروں کے حوالے سے جب باتی کی جاتی ہے یا دوسروں کی بات کو آگے بیان کیا جاتا ہے اس کا طریق کلام عربوں میں رائج تھا بلکہ خود قرآن کریم نے بھی بعض جگہ اس طرز کلام کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ دوزخیوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (الدخان:50) کہ یعنی اے جہنم میں ڈالے جانے والے شخص! تو خدا کے اس عذاب کو چکھ۔ بے شک تو بہت عزت والا اور بڑا شریف انسان ہے۔

اس جگہ یہ مراد ہرگز نہیں کہ نعوذ باللہ خدا دوزخیوں کو معزز اور شریف خیال کرتا ہے بلکہ حکایت عن الغیر کے رنگ میں مراد یہ ہے کہ اے وہ انسان جسے اس کے ساتھی اور وہ خود معزز اور شریف خیال کرتے تھے دنیا میں غلط کام کرنے کے بعد سمجھتے تھے ہم بہت معزز ہیں تو اب خدا کے آگ کے عذاب کا مزا چکھ۔ بعینہٖ یہی رنگ اس رؤیا میں ان دو آدمیوں یا دو فرشتوں نے اختیار کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رؤیا میں نظر آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جب یہ کہا کہ اس شخص کو سحر کیا گیا ہے تو ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ ہمارے خیال میں سحر کیا گیا ہے مگر مراد یہ تھی کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے سحر کیا گیا ہے۔ جادو کیا گیا ہے اور خواب کی اصل غرض وغایت اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ جو چیز ان خبیثوں نے چھپا کر اس کنویں میں رکھی ہوئی تھی اور اس کے ذریعہ وہ اپنے ہم مشرب لوگوں کو دھوکا دیتے تھے، اپنے جیسے لوگوں کو دھوکا دیتے تھے، مشہور کر رہے تھے، منافقوں میں باتیں پھیلا رہے تھے، اسے خدا اپنے رسولؐ پر ظاہر کر دے تا ان کے مزعومہ سحر کو ملیامیٹ کر دیا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے سحر کا آلہ سپرد خاک کر دیا گیا اور کنویں کو پاٹ دیا گیا اور بالواسطہ طور پر اس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا یہ فکر بھی کہ یہ لوگ اس قسم کی شرارتیں کر کے سادہ مزاج لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں زائل ہو گیا اور یہ خدائی وعدہ بڑی آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا کہ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ (طٰہٰ:70) یعنی ایک ساحر خواہ کوئی سا طریقہ اختیار کرے وہ خدا کے ایک نبی کے مقابلے پر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بہر حال اوپر والی حدیث سے ذیل کی باتیں ثابت ہوتی ہیں:

یہ کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ کے بعد جس کی وجہ سے طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی لغزش کے خیال سے کافی فکر مند تھے اور آپؐ کئی دنیوی باتیں جو گھریلو معاملات سے تعلق رکھتی تھیں بھول جاتے تھے۔

دوسرے آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر یہودیوں اور منافقوں نے جو ہمیشہ ایسی باتوں کی آڑ لے کر اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام کو بدنام کرنا چاہتے تھے یہ مخفی چرچا شروع کر دیا کہ ہم نے نعوذ باللہ مسلمانوں کے نبی پر جادو کر دیا ہے۔ ان کا یہ چرچا ایسا ہی تھا جیسا کہ انہوں نے غزوۂ بنی مصطلق میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو بدنام کرنا شروع کر دیا تھا اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تلخ کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔

تیسرے یہ کہ اس مزعومہ سحر کی ظاہری علامت کے طور پر تا کہ سادہ طبع لوگوں کو زیادہ آسانی سے

دھوکا دیا جاسکے ان خبیث فطرت لوگوں نے ایک یہودی نسل منافق لبید بن الاعصم کے ذریعہ اپنے طریق کے مطابق ایک کنگھی میں کچھ بالوں کی گرہیں باندھ کر اسے کنویں میں دبا دیا اور مخفی گپ شپ شروع ہوگئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید پریشانی کا موجب ہوئی۔

چوتھی بات یہ کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حضور اضطراب کے ساتھ دعائیں کیں کہ خدایا تو اپنے فضل سے اس فتنہ کا سدباب فرما اور مجھ پر اس کی حقیقت کو کھول دے تا کہ میں اس فتنہ کا ازالہ کر کے سادہ مزاج لوگوں کو ٹھوکر سے بچا سکوں۔ چنانچہ وہ بہ قبولیتِ دعا ظاہر ہو گیا۔

پانچویں یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کی ان دعاؤں کو سنا اور لَبید بن الاعصم کی شرارت کا پول کھول دیا جس پر آپؐ چند گواہوں کی معیت میں اس کنویں پر تشریف لے گئے اور اس کنگھی کو سپرد خاک کر دیا بلکہ کنویں تک کو پاٹ دیا تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

بالآخر یہ سوال رہ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خدا تعالیٰ کے ایک عالی شان نبی بلکہ افضل الرسلؐ اور خاتم النبیینؐ تھے آپؐ کو نسیان کا عارضہ کیوں لاحق ہوا جو بظاہر فرائض نبوت کی ادائیگی میں رخنہ انداز ہو سکتا ہے؟ تو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ ہر نبی کی دوہری حیثیت ہوتی ہے۔ ایک پہلو کے لحاظ سے خدا کا نبی اور رسول ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کے کلام سے مشرف ہوتا ہے اور دینی امور میں اپنے متبعین کا استاد قرار پاتا ہے اور ان کے لیے اسوہ بنتا ہے اور دوسرے پہلو کے لحاظ سے وہ انسانوں میں سے ایک انسان ہوتا ہے اور تمام ان بشری لوازمات اور طبعی خطرات کے تابع ہوتا ہے جو دوسرے انسانوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الکھف: 111) یعنی اے رسول! تو لوگوں سے کہہ دے کہ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور تمام ان قوانین کے تابع ہوں جو دوسرے انسانوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ہاں میں یقیناً خدا کا ایک رسول بھی ہوں اور خدا کی طرف سے مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے وحی والہام سے نوازا گیا ہوں۔ یہ اس کا تفسیری ترجمہ ہے۔

اس لطیف آیت میں انبیاء کی دُہری حیثیت کو نہایت عمدہ طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی انہیں ایک جہت سے دوسرے انسانوں سے ممتاز کیا گیا ہے اور دوسری جہت سے ان کو دوسرے انسانوں کی صف سے باہر نہیں نکلنے دیا گیا۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ انبیاء بشری لوازمات اور انسان کے طبعی خطرات سے بالا ہوتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ یقیناً انبیاء بھی اسی طرح بیمار ہوتے ہیں جس طرح کہ دوسرے انسان بیمار ہوتے ہیں۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ وہ ملیریا بخار، ٹائیفائیڈ، ضمناً یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ظاہری علامات جو درج ہیں۔ حدیث اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض ٹائیفائیڈ سے فوت ہوئے تھے سِل، دق، دمہ، نزلہ، کھانسی، نقرس، دوران سر، اعصابی تکلیف، ذکاوت حس، گھبراہٹ، بے چینی، دماغی کوفت، نسیان، حوادث کے نتیجہ میں چوٹیں اور زخم، لڑائی کی ضربات وغیرہ وغیرہ سب کی زد میں نبی آسکتے ہیں اور آتے رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی خاص نبی کو خدا کی طرف سے استثنائی طور پر کسی خاص بیماری سے

حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہو۔ اگر اس جگہ کسی کو یہ خیال گزرے کہ قرآن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (الاعلیٰ:7)۔ یعنی ہم تجھے ایک ایسی تعلیم دیں گے جسے تو نہیں بھولے گا تو اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وعدہ صرف قرآنی وحی کے متعلق ہے نہ کہ عام۔

اور مراد یہ ہے کہ اے رسولؐ! ہم اپنی جو وحی تجھ پر امت کی ہدایت کے لیے نازل کریں گے اسے تو نہیں بھولے گا اور ہم قیامت تک اس کی حفاظت کریں گے۔ عام روزمرہ کی باتوں اور دنیوی امور یا دینی اعمال کے ظاہری مراسم کے متعلق یہ وعدہ ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپؐ کئی موقعوں پر بشری لوازمات کے ماتحت بھول جاتے تھے بلکہ حدیث میں یہاں تک آتا ہے کہ آپؐ بعض اوقات نماز پڑھاتے ہوئے رکعتوں کی تعداد کے متعلق بھی بھول گئے اور لوگوں کے یاد کرانے پر یاد آیا۔ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ اسی طرح اور کئی موقعوں پر آپؐ بھول جاتے تھے۔

بلکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ اباب اذا صلی خمسًا حدیث:1020)

یعنی میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور جس طرح تم کبھی بھول جاتے ہو میں بھی بھول سکتا ہوں۔ پس اگر میں کسی معاملہ میں بھول جایا کروں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔

پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی عام اور وقتی نسیان ہو جاتا تھا اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد کچھ عرصہ کے لیے بیماری کے رنگ میں نسیان ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہی وہ تشریح ہے جو سحر والی روایت کے مطابق روایت کے تعلق میں بعض گزشتہ علماء نے کی ہے۔ مثلاً علامہ مَازَرِیّ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بیشمار پختہ دلائل موجود ہیں اور آپؐ کے معجزات بھی آپؐ کی سچائی پر گواہ ہیں۔ باقی عام دنیا کے امور جن کے لیے آپؐ مبعوث نہیں کیے گئے تھے سو اس تعلق میں یہ ایک بیماری کا عارضہ سمجھا جائے گا جیسا کہ انسان کو دوسری بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔

اور علامہ اِبْنُ الْقَصَّار فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو یہ عارضہ نسیان کا پیش آیا تو یہ بیماریوں میں سے ایک بیماری تھی جیسا کہ حدیث کے ان آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حالت جسے دشمنوں کے سحر کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے وہ ہرگز کسی سحر، جادو وغیرہ کا نتیجہ نہیں تھی۔ بلکہ پیش آمدہ حالات کے ماتحت محض بھولنے کی تکلیف تھی۔ نسیان کی بیماری تھی جسے بعض فتنہ پرداز لوگوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے خلاف پراپیگنڈے کا ذریعہ بنا لیا۔ قرآن مجید نبیوں پر سحر کے قصہ کو دور سے ہی دھکے دیتا ہے، ردّ کر دیتا ہے۔ عقل انسانی اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حدیث کے الفاظ اس تشریح کو جھٹلاتے ہیں جو اس پر مڑھی جا رہی

ہے۔ اور خود سرور کائنات افضل الرسل ﷺ کا ارفع مقام سحر والے قصہ کے تار پود بکھیر رہا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ یہ بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ جیسا کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس وقت ان کی زندگی کی بات کر رہے ہیں کی روایت ہے۔ اس روایت کے مطابق سیرۃ المہدی کے حصہ اول کی روایت نمبر 75 میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ ایک متعصب ہندو جو گجرات کا رہنے والا تھا قادیان آیا تھا۔ اور وہ علم توجہ یعنی ہپناٹزم کے سحر کا بڑا ماہر تھا۔

اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہو کر آپؑ پر خاموشی کے ساتھ توجہ ڈالنا شروع کی تا کہ آپؑ سے بعض نازیبا حرکات کرا کے آپؑ کو لوگوں کی ہنسی کا نشانہ بنائے مگر جب آپؑ نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ چیخ مار کر بھاگا۔ اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہ کیا ہوا تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب میں نے مرزا صاحبؑ پر توجہ ڈالی تو مجھے یوں نظر آیا کہ میرے سامنے ایک خوفناک شیر کھڑا ہے جو مجھ پر حملہ کرنے والا ہے اور میں اس سے ڈر کر بھاگ نکلا ہوں۔ تو آپؑ لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں، جب خادم کا یہ مقام ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ہپناٹزم کا اثر نہیں ہونے دیا تو آقا کے متعلق یہ خیال کرنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپؐ نعوذ باللہ ایک یہودی کے ہپناٹزم کا نشانہ بن گئے تھے یہ کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔

(ماخوذ از مضامین بشیر جلد 3 صفحہ 642 تا 653 مضامین 1959ء)

آخر میں زمانے کے حکم اور عدل کے اس بارے میں ارشادات پڑھ دیتا ہوں جو سب وضاحتوں اور تشریحوں پر حاوی ہیں۔

ایک شخص نے آپؑ کی مجلس میں سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا اس کی نسبت آپؑ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ "جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے۔ بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ (طٰہٰ:70) دیکھو حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جادو تھا آخر موسیٰؑ غالب ہوا کہ نہیں؟ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ ہم اس کو کبھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ جاتا رہا۔ یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احایث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں۔ اس وقت احادیث جمع کرنے کا وقت تھا۔ گو انہوں نے "یعنی جو حدیثیں جمع کرنے والوں نے" سوچ سمجھ کر احادیث کو درج کیا تھا مگر پوری احتیاط سے کام نہیں لے سکے۔ "باوجود

بڑی احتیاطیں کرنے کے "وہ جمع کرنے کا وقت تھا لیکن اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے۔

"دیکھو اور غور کرو۔ کوئی حدیث قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور تقدس سے ٹکراتی ہے تو وہ ردّ کرنے کے لائق ہے یا اس کی کچھ اور تشریح ہے جس طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کی یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "آثار نبیؐ جمع کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔" نبیوں کی زندگی کے حالات جمع کرنا ثواب کا کام ہے۔ ان کی باتیں جمع کرنا ثواب کا کام ہے۔" لیکن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جمع کرنے والے خوب غور سے کام نہیں لے سکتے۔ اب ہر ایک کا اختیار ہے کہ خوب غور اور فکر سے کام لے۔ جو ماننے والی ہو وہ مانے اور جو چھوڑنے والی ہو وہ چھوڑ دے۔ ایسی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذاللہ) جادو کا اثر ہو گیا تھا اس سے تو ایمان اٹھ جاتا ہے۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (بنی اسرائیل:48)" کہ جب ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ جس پر جادو ہوا ہوا ہے۔ جادو کے زیر اثر ہے۔" ایسی ایسی باتیں کہنے والے تو ظالم ہیں نہ مسلمان۔ یہ تو بے ایمانوں اور ظالموں کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) سحر اور جادو کا اثر ہو گیا تھا اتنا نہیں سوچتے کہ جب (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو پھر امت کا کیا ٹھکانہ؟ وہ تو پھر غرق ہو گئی۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء مسّ شیطان سے پاک سمجھتے آئے ہیں یہ ان کی شان میں ایسے ایسے الفاظ بولتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 471-472)

الحمدللہ کہ ہم زمانے کے امامؑ کو مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو بھی سمجھنے والے ہیں، پہچاننے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22م/مارچ 2019ء تا 29/مارچ 2019ء (خصوصی اشاعت) جلد 26 شمارہ 12-13 صفحہ 13 تا 17)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15/ مارچ 2019ء بمطابق 15/ امان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں سے پہلا نام ہے حضرت سَائِبْ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا تعلق قبیلہ بَنُو جُمَحْ سے تھا اور آپؓ حضرت عثمان بن مَظْعُون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ آپؓ کی والدہ کا نام حضرت خَوْلَہ بنتِ حکیم تھا اور ابتدائے اسلام میں ہی، شروع میں ہی آپؓ مسلمان ہوئے تھے۔

حضرت سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ اپنے والد اور چچا حضرت قُدَامَہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد حضرت سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ اور حَارِثَہ بن سُرَاقَہ رضی اللہ عنہ انصاری کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ ان کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر انداز صحابہ میں کیا جاتا ہے۔ حضرت سَائِب بن عُثْمَان غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور دیگر غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

(اسد الغابة جلد 2 صفحه 396-397 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2003ء)

(طبقات الكبرٰى جلد 3 صفحه 306-307 دارالكتب العلمية بيروت 1990ء)

غزوۂ بُوَاط میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ غزوۂ بُوَاط جو 2 ہجری میں ہوئی ہے اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ربیع الاول کے آخری ایام یا ربیع الثانی کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی طرف سے کوئی خبر موصول ہوئی جس پر آپؐ مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر خود مدینہ سے نکلے اور اپنے پیچھے سَائِب بن عُثْمَان بن مَظْعُون کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ لیکن قریش کا پتہ نہیں چل سکا اور آپؐ بُوَاط تک پہنچ کر واپس تشریف لے آئے۔

(الاصابه جلد 3 صفحه 20 سائب بن عثمانؓ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت 1995ء)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 329)

بُوَاط مدینہ سے قریباً اڑتالیس میل کے فاصلے پر قبیلہ جُهَيْنَہ کے پہاڑ کا نام ہے۔

(سبل الهدٰى جلد 4 صفحه 15 باب فى غزوه بواط مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1993ء)

حضرت سَائِب بن عثمان رضی اللہ عنہ جنگ یَمَامَہ میں شامل تھے۔ جنگ یمامہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے عہد خلافت میں 12 ہجری میں ہوئی تھی جس میں آپؓ کو ایک تیر لگا جس کی وجہ سے بعد میں آپؓ کی وفات ہوئی۔ آپؓ کی عمر 30 سال سے کچھ اوپر تھی۔

(طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 307 السائب بن عثمان بن مظعونؓ ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **ضَمْرَہ بن عَمْرو جُھَنِی**رضی اللہ عنہ۔ حضرت **ضَمْرَہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام **عَمْرو بن عَدِیّ** تھا اور بعض آپؓ کے والد کا نام **بِشْر** بھی بیان کرتے ہیں۔ آپؓ قبیلہ **بنو طَرِیْف** کے حلیف تھے جبکہ بعض کے نزدیک قبیلہ بنو ساعدہ کے حلیف تھے جو کہ **سَعْد بن عُبَادہ** کا قبیلہ تھا۔ حلیف یعنی ان کا آپس میں ایک معاہدہ تھا کہ جب بھی کسی کو ضرورت پڑے گی ایک دوسرے کی مدد کی تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ علامہ ابن اَثِیر اُسد الغابہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بنو طَرِیْف بنو سَاعِدہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ حضرت **ضَمْرَہ** غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں آپؓ شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 60-61 ضمرہ بن عمرو الجھنیؓ ۔دار الکتب العلمیہ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **سَعْد بن سُھَیْل**رضی اللہ عنہ۔ حضرت **سعد** انصار میں سے تھے۔ بعض نے آپ کا نام **سَعِید بن سُھَیْل**رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ حضرت **سعد** غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ آپؓ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام **ھُزَیْلَہ** تھا۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 2 صفحہ 439 سعد بن سھیلؓ دار الکتب العلمیۃ بیروت2003ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 395 سعید بن سھیلؓ دارالکتب العلمیۃبیروت1990ء)

ان کا ذکر بس اتنا ہی ملتا ہے۔

پھر حضرت **سَعْد بن عُبَیْد**رضی اللہ عنہ صحابی ہیں جو بدری صحابی تھے۔ ان کا ذکر کرتا ہوں۔ حضرت **سَعْد بن عُبَیْد** غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپؓ کا نام **سَعِید** بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ 'قاری' کے لقب سے مشہور تھے۔ آپؓ کی کنیت **ابوزَید** تھی۔ حضرت **سَعْد بن عُبَیْد**رضی اللہ عنہ کا شمار ان چار اصحاب میں ہوتا ہے جنہوں نے انصار میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن جمع کیا تھا۔ آپؓ کے بیٹے **عُمَیْر بن سَعْد** حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں شام کے ایک حصہ کے والی تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت **سَعْد بن عُبَیْد**رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد قبا میں امامت کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی اس امامت پر مامور تھے۔ حضرت **سعد بن عُبَیْد** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے سولھویں سال جنگ **قَادِسِیّہ** میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 64 سال تھی۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ سے روایت ہے کہ جنگ **جسر** جو 13/ ہجری میں ہوئی اس میں مسلمانوں کو کافی نقصان ہوا تھا۔ حضرت **سعد بن عُبَیْد** شکست کھا کر واپس آئے، پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت عمرؓ نے حضرت **سَعْد بن عُبَیْد** سے فرمایا کہ ملک شام میں جہاد سے دلچسپی ہے؟ سوال پوچھا۔ وہاں مسلمانوں سے شدید خونریزی کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ اگر تمہیں شوق ہے تو پھر وہاں چلے جاؤ اور دشمن کی اس

خونریزی کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے اس سے دشمن ان پر دلیر ہو گئے ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو فرمایا کہ شاید آپؓ اپنے اوپر لگی ہوئی شکست کی بدنامی کا داغ دھو سکیں کیونکہ یہاں یعنی جنگ جِسر سے واپس آئے تو مسلمانوں کو نقصان ہوا تھا تو حضرت عمرؓ نے آپؓ کو کہا کہ اگر اس بدنامی کا، شکست کا داغ دھونا ہے تو وہاں شام کی طرف بھی جنگ ہو رہی ہے۔ حضرت سعد نے عرض کیا نہیں۔ میں سوائے اس زمین کے اور کہیں نہیں جاؤں گا جہاں سے میں بھاگا ہوں یا ناکام واپس آیا ہوں اور ان دشمنوں کے مقابل پر ہی نکلوں گا جنہوں نے میرے ساتھ جو کرنا تھا کیا۔ یعنی مراد یہ تھی کہ لڑائی میں وہ غالب آ گئے۔ چنانچہ حضرت سعد بن عُبَیْدرضی اللہ عنہ قادسیہ آئے اور وہاں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ عبدالرَّحمٰن بن ابولَیْلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبَیْد نے لوگوں سے وعظ کیا اور کہا کہ کل ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے اور کل ہم شہید ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ نہ ہمارے بدن سے خون دھونا اور نہ سوائے ان کپڑوں کے جو ہمارے بدن پر ہیں، کوئی اور کفن دینا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 349 سعد بن عبید دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 2 صفحہ 445 سعد بن عبید دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 57 سعد بن عبید دارالکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

جنگ جِسر کی کچھ تفصیل ایک گزشتہ خطبہ میں بھی میں نے بیان کی تھی۔ اس حوالے سے کچھ اور تھوڑا بیان کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ جنگ جِسر 13 ہجری میں دریائے فرات کے کنارے مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑی گئی تھی اور مسلمانوں کی طرف سے لشکر کے سپہ سالار حضرت اَبُو عُبَیْد ثَقَفِیرضی اللہ عنہ تھے جبکہ ایرانیوں کی طرف سے بَہْمَنْ جَاذَوَیْہ سپہ سالار تھا۔ مسلمان فوج کی تعداد دس ہزار تھی جبکہ ایرانیوں کی فوج میں تیس ہزار فوجی اور تین سو ہاتھی تھے۔ دریائے فرات کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے یعنی بیچ میں دریائے فرات آ گیا تھا اس وجہ سے دونوں گروہ کچھ عرصہ تک لڑائی سے رکے رہے یہاں تک کہ فریقین کی باہمی رضامندی سے فرات پر جسر یعنی ایک پل تیار کیا گیا۔ اسی پل کی وجہ سے اس کو جنگ جِسر کہا جاتا ہے۔ جب پل تیار ہو گیا تو بَہْمَنْ جَاذَوَیْہ نے حضرت ابو عُبَیْدرضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہمیں عبور کرنے کی اجازت دو گے۔ حضرت ابو عُبَیْدرضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مسلمانوں کی فوج دریا عبور کر کے مخالف گروہ سے جنگ کرے جبکہ لشکر کے سردار جن میں حضرت سَلِیْطرضی اللہ عنہ بھی تھے اس رائے کے خلاف تھے لیکن حضرت ابو عُبَیْدرضی اللہ عنہ نے دریائے فرات کو عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی ایسے ہی چلتی رہی۔ کچھ دیر بعد بَہْمَنْ جَاذَوَیْہ نے اپنی فوج کو منتشر ہوتے دیکھا۔ دیکھا کہ ایرانیوں کی فوج پیچھے ہٹ رہی ہے تو اس نے ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں بے ترتیب ہو گئیں، اسلامی لشکر ادھر ادھر ہٹنے لگا۔ حضرت ابو عُبَیْدرضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو کہا کہ اے اللہ کے بندو! ہاتھیوں پر حملہ کرو اور ان کی سونڈیں کاٹ ڈالو۔ حضرت ابو عُبَیْدرضی اللہ عنہ یہ کہہ کر خود آگے بڑھے اور ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ باقی لشکر نے بھی یہی دیکھ کر تیزی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈیں اور پاؤں کاٹ کر ان کے سواروں کو قتل کر دیا۔ اتفاق سے حضرت ابو عُبَیْدرضی اللہ عنہ ایک ہاتھی کے سامنے آئے۔

آپؓ نے وار کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی مگر آپؓ اس ہاتھی کے پاؤں کے نیچے آ گئے اور دب کر شہید ہو گئے۔ حضرت ابو عُبَیْدؓ کی شہادت کے بعد سات آدمیوں نے باری باری اسلامی جھنڈا سنبھالا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آٹھویں شخص حضرت مُثَنّٰیؓ تھے جنہوں نے اسلامی جھنڈے کو لے کر دوبارہ ایک پر جوش حملے کا ارادہ کیا لیکن اسلامی لشکر کی صفیں بے ترتیب ہو گئی تھیں اور لوگ مسلسل سات امیروں کو شہید ہوتے دیکھ کر ادھر ادھر بھاگنا شروع ہو گئے تھے جبکہ کچھ دریا میں کود گئے تھے۔ حضرت مُثَنّٰیؓ اور آپؓ کے ساتھی مردانگی سے لڑتے رہے۔ بالآخر حضرت مُثَنّٰیؓ زخمی ہو گئے اور آپؓ لڑتے ہوئے دریائے فرات عبور کر کے واپس آ گئے۔ اس واقعہ میں مسلمانوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے جبکہ ایرانیوں کے چھ ہزار فوجی مارے گئے۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون (مترجم) حکیم احمد حسین الہ آبادی جلد 3 صفحہ 270 تا 273 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2003ء)

بہر حال یہ جنگ اس لیے ہوئی تھی کہ ایرانیوں کی طرف سے بار بار حملے ہو رہے تھے اور ان حملوں کے روکنے کے لیے یہ اجازت لی گئی تھی کہ جنگ کریں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے حضرت سَہْل بن عَتِیْکؓ۔ ان کا نام سُہَیْل بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام بُجَیْلَہ بِنتِ عَلْقَمَہ تھا۔ حضرت سہل بن عَتِیکؓ ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے۔ آپ نے غزوہ بدر اور احد میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔

(طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 387 سهل بن عتيك دارالكتب العلمية بيروت 1990ء)

(اسد الغابة جلد2 صفحہ578 سهل بن عتيك دارالكتب العلمية بيروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت سُہَیْل بن رَافِعؓ۔ حضرت سُہَیْل کا تعلق قبیلہ بنو نَجَّار سے تھا۔ وہ زمین جس پر مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی ہے وہ آپؐ اور آپؐ کے بھائی حضرت سہل کی ملکیت تھی۔ آپؓ کی والدہ کا نام رُغَیْبَہ بِنتِ سَہْل تھا۔ حضرت سہیلؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ کی وفات ہوئی۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد جلد3 صفحہ 372 سهيل بن رافع، دارالكتب العلميه بيروت1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے جو تحریر فرمایا ہے پیش کرتا ہوں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ

"جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے، ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپؐ اس کے گھر میں ٹھہریں۔ جس جس گلی میں سے آپؐ کی اونٹنی گزرتی تھی اس گلی کے مختلف خاندان اپنے گھروں کے آگے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے یا رسولؐ اللہ! یہ ہمارا گھر ہے اور یہ ہمارا مال ہے اور یہ ہماری جانیں ہیں جو آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ یا رسولؐ اللہ! اور ہم آپؐ کی حفاظت کرنے کے قابل ہیں۔ آپؐ ہمارے ہی پاس ٹھہریں۔ بعض لوگ جوش میں آگے بڑھتے اور آپؐ کی اونٹنی کی باگ پکڑ لیتے تا کہ آپؐ کو اپنے گھر میں اتروالیں مگر آپؐ ہر ایک شخص کو یہی جواب دیتے تھے کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو یہ آج خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ "جو اس کو حکم ہو گا۔ یہی سمجھو کہ جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں یہ بیٹھ جائے گی۔" یہ وہیں کھڑی ہو گی

جہاں خدا تعالیٰ کا منشاء ہو گا۔ آخر مدینہ کے ایک سرے پر بنو نجار کے یتیموں کی ایک زمین کے پاس جا کر اونٹنی ٹھہر گئی۔ آپؐ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا یہی منشاء معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ٹھہریں۔ پھر فرمایا یہ زمین کس کی ہے؟ زمین کچھ یتیموں کی تھی۔ ان کا ولی آگے بڑھا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ فلاں فلاں یتیم کی زمین ہے اور آپؐ کی خدمت کے لیے حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہم کسی کا مال مفت نہیں لے سکتے۔ آخر اس کی قیمت مقرر کی گئی اور آپؐ نے اس جگہ پر مسجد اور اپنے مکانات بنانے کا فیصلہ کیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 228)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی تفصیل سیرت خاتم النبیینؐ میں کچھ اس طرح لکھی ہے کہ

مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھا جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سُہَیل کی ملکیت تھی جو حضرت اَسْعد بن زُرَارَہ رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی۔ یعنی بالکل بنجر، غیر آباد جگہ تھی۔ جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے۔ اِکا دُکا درخت لگے ہوئے تھے۔ اور دوسرے حصہ میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔ گرے ہوئے مکان تھے، کھنڈر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار..... میں یہ زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہو گئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 269)

ایک روایت کے مطابق اس زمین کی یہ جو رقم تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کی تھی۔

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 186 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

پھر لکھتے ہیں کہ جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قبا کی مسجد میں ہوا تھا صحابہؓ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے صحابہ حضرت عبد اللہ بن رَوَاحَہ انصاری کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ

هَذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَر، هَذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَرُ

یعنی یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے۔ بلکہ اے ہمارے مولیٰ! یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی صحابہ کام کرتے ہوئے عبد اللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَه، فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه

یعنی اے ہمارے اللہ! اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے پس تو اپنے فضل سے انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔ جب صحابہ یہ شعر پڑھتے تھے یا اشعار پڑھتے تھے تو بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے اور اس طرح ایک لمبے عرصہ کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔ مسجد کی عمارت پتھروں کی سلوں اور اینٹوں کی تھی جو لکڑی کے کھمبوں کے درمیان چنی گئی تھی۔ اس زمانے میں مضبوط عمارت کے لیے یہ رواج تھا کہ لکڑی کے بلاک کھڑے کر کے، کھمبے بنا کر یا pillar بنا کر اس کے اندر یہ اینٹیں اور

مٹی کی دیواریں لگائی جاتی تھیں تاکہ مضبوطی قائم رہے۔ یہ اس کا سٹرکچر (structure) ہوتا تھا اور چھت پر کھجور اور تنے اور شاخیں ڈالی گئیں تھیں۔ مسجد کے اندر چھت کے سہارے کے لیے کھجور کے ستون تھے اور جب تک منبر کی تجویز نہیں ہوئی، وہ منبر جہاں کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے انہی ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ مسجد کا فرش کچا تھا اور چونکہ زیادہ بارش کے وقت چھت ٹپکنے لگتی تھی اس لیے ایسے اوقات میں فرش پر کیچڑ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اس تکلیف کو دیکھ کر بعد میں کنکریوں کا فرش بنوا دیا گیا۔ چھوٹے چھوٹے پتھر وہاں ڈالے گئے۔ شروع شروع میں مسجد کا رخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا تھا لیکن تحویل قبلہ کے وقت یہ رخ بدل دیا گیا۔ مسجد کی بلندی یعنی height اس وقت دس فٹ تھی۔ چھت دس فٹ اونچی تھی اور طول ایک سو پانچ فٹ۔ لمبائی ایک سو پانچ فٹ تھی اور عرض 90 فٹ کے قریب تھا۔ چوڑائی جو تھی نوے فٹ تھی لیکن بعد میں اس کی توسیع کر دی گئی۔ یہ بھی جو 105 فٹ اور 90 فٹ کا رقبہ بنتا ہے یہ تقریباً پندرہ سولہ سو نمازیوں کے لیے جگہ بنتی ہے۔

مسجد کے ایک گوشے میں ایک چھت دار چبوترا بنایا گیا تھا جسے صُفَّہ کہتے تھے۔ یہ ان غریب مہاجرین کے لیے تھا جو بے گھر بار تھے، جن کا کوئی گھر نہیں ہوتا تھا۔ یہ لوگ یہیں رہتے تھے اور اَصْحَابُ الصُّفَّہ کہلاتے تھے۔ ان کا کام گویا دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنا، عبادت کرنا اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا تھا۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی خبر گیری فرماتے تھے اور جب کبھی آپؐ کے پاس کوئی ہدیہ وغیرہ آتا تھا یا گھر میں کچھ ہوتا تھا تو ان کا حصہ ضرور نکالتے تھے۔ ان لوگوں کا کھانا پینا اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فاقہ کرتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا تھا وہ اصحاب الصفہ کو بھجوا دیتے تھے۔ انصار بھی ان لوگوں کی مہمان نوازی میں حتی المقدور مصروف رہتے تھے اور ان کے لیے کھجوروں کے خوشے لا لا کر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی حالت تنگ رہتی تھی اور بسا اوقات فاقے تک نوبت پہنچ جاتی تھی اور یہ حالت کئی سال تک جاری رہی حتّٰی کہ کچھ تو مدینہ کی آبادی کی وسعت کے نتیجہ میں ان لوگوں کے لیے کام نکل آیا مزدوری وغیرہ ملنے لگ گئی اور کچھ قومی بیت المال سے امداد کی صورت پیدا ہو گئی۔ حالات بہتر ہوئے تو ان کی مدد ہونے لگ گئی۔

مسجد کے ساتھ ملحق طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رہائشی مکان تیار کیا گیا تھا۔ مکان کیا تھا ایک دس پندرہ فٹ کا چھوٹا سا حجرہ تھا اور اس حجرے اور مسجد کے درمیان ایک دروازہ رکھا گیا تھا جس میں سے گزر کر آپؐ نماز وغیرہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور شادیاں کیں تو اسی حجرے کے ساتھ دوسرے حجرات بھی تیار ہوتے گئے اور مسجد کے آس پاس بعض اور صحابہ کے مکانات بھی تیار ہو گئے۔

یہ تھی مسجد نبویؐ جو مدینہ میں تیار ہوئی اور اس زمانہ میں چونکہ اور کوئی پبلک عمارت ایسی نہیں تھی جہاں قومی کام سرانجام دیے جاتے۔ اس لیے ایوانِ حکومت کا کام بھی یہی مسجد دیتی تھی۔ یہی دفتر تھا۔ یہی حکومت کا پورا سیکرٹریٹ (secretariat) تھا۔ یہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس لگتی تھی۔ یہیں تمام قسم کے مشورے

ہوتے تھے۔ یہیں مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ یہیں سے احکامات صادر ہوتے تھے۔ یہی قومی مہمان خانہ تھا یعنی جو مہمان خانہ تھا وہ بھی یہی مسجد ہی تھا۔ اور ہر قومی کام جو تھا وہ اسی مسجد میں انجام دیا جاتا تھا۔ اور ضرورت ہوتی تھی تو اسی سے جنگی قیدیوں کا حبس گاہ کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ یعنی یہیں مسجد میں جنگی قیدی بھی رکھے جاتے تھے اور بہت سارے قیدی ایسے بھی تھے جب مسلمانوں کو عبادت کرتے اور آپس کی محبت اور پیار دیکھتے تھے تو ان میں سے پھر مسلمان بھی ہوئے۔ بہر حال اس کے بارے میں سر ولیم میور بھی ذکر کرتا ہے جو ایک مستشرق ہے اور اسلام کے خلاف بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی کافی لکھتا ہے، لیکن وہ یہاں اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ

گو یہ مسجد سامان تعمیر کے لحاظ سے نہایت سادہ اور معمولی تھی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مسجد اسلامی تاریخ میں ایک خاص شان رکھتی ہے۔ رسول خداؐ اور ان کے اصحابؓ اسی مسجد میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ گزارتے تھے۔ یہیں اسلامی نماز کا باقاعدہ باجماعت صورت میں آغاز ہوا۔ یہیں تمام مسلمان جمعہ کے دن خدا کی تازہ وحی کو سننے کے لیے مؤدبانہ اور مرعوب حالت میں جمع ہوتے تھے۔ یہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فتوحات کی تجاویز پختہ کیا کرتے تھے۔ یہی وہ ایوان تھا جہاں مفتوح اور تائب قبائل کے وفود ان کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ یہی وہ دربار تھا جہاں سے وہ شاہی احکام جاری کیے جاتے تھے جو عرب کے دور دراز کونوں تک باغیوں کو خوف سے لرزا دیتے تھے اور بالآخر اسی مسجد کے پاس اپنی بیوی عائشہؓ کے حجرے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان دی اور اسی جگہ اپنے دو خلیفوں کے پہلو بہ پہلو وہ مدفون ہیں۔

یہ مسجد اور اس کے ساتھ کے حجرے کم و بیش سات ماہ کے عرصہ میں تیار ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نئے مکان میں اپنی بیوی حضرت سودہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ بعض دوسرے مہاجرین نے بھی انصار سے زمین حاصل کر کے مسجد کے آس پاس مکانات تیار کر لیے اور جنہیں مسجد کے قریب زمین نہیں مل سکی انہوں نے دور دور مکان بنا لیے اور بعض کو انصار کی طرف سے بنے بنائے مکان مل گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 269 تا 271)

بہر حال حضرت سُہَیل اور ان کے بھائی وہ خوش قسمت تھے جن کو اسلام کے اس عظیم مرکز میں اپنی زمین پیش کرنے کی توفیق ملی۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **سعد بن خَیْثَمہ**رضی اللہ عنہ۔ حضرت **سعد بن خَیْثَمہ**رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام **ھِند بنتِ اوس** تھا۔ حضرت **ابو ضَیّاح نُعمان بن ثابت**رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی ہیں والدہ کی طرف سے آپؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ کی کنیت **ابو خَیْثَمہ** اور **ابو عبداللہ** بیان کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **سعد بن خَیْثَمہ**رضی اللہ عنہ کے اور حضرت **ابو سلمہ بن عَبْدُ الْاَسَد**رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبری لابن سعد جلد3 صفحہ 366-367 سعد بن خیثمہ، دارالکتب العلمیہ بیروت1990ء)

(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد2 صفحہ 429 سعد بن خیثمہ، دارالکتب العلمیہ بیروت2003ء)

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 6 صفحہ175 ابو الضیاح بن ثابتؓ ،دارالکتب العلمیہ بیروت2003ء)

حضرت سعدؓ ان بارہ نقباء میں سے یعنی نقیبوں میں سے تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مدینہ کے مسلمانوں کا نقیب مقرر فرمایا تھا۔ بارہ نقیب کس طرح مقرر ہوئے اس کی کچھ تفصیل اور نقیبوں کے نام اور کام کے بارے میں بھی بتاتا ہوں جو سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ

13/ نبوی کے ماہ ذی الحجہ میں حج کے موقع پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکہ میں آئے۔ ان میں سے ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مکہ آئے تھے۔ مُصْعَب بن عُمَیر ؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مُصْعَب کی ماں زندہ تھی اور گو مشرکہ تھی مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آکر مل جاؤ پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مُصْعَبؓ نے جواب دیا کہ میں ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملا۔ آپؐ سے مل کر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کر کے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔ وہ بہت جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مُصْعَبؓ نے کہا ماں میں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ مُصْعَبؓ نے آہستہ سے جواب دیا کہ بس یہی کہ بت پرستی ترک کر کے مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ وہ پکی مشرکہ تھی سنتے ہی شور مچا دیا کہ مجھے ستاروں کی قسم ہے میں تمہارے دین میں کبھی داخل نہیں ہوں گی اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مُصْعَبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں مگر وہ بھاگ گئے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُصْعَبؓ سے انصار کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور ان میں سے بعض لوگ آپؐ سے انفرادی طور پر ملاقات بھی کر چکے تھے مگر چونکہ اس موقع پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات کی ضرورت تھی یعنی علیحدہ ملاقات ہونی چاہیے تھے اس لیے مراسم حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گزشتہ سال والی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر ملیں تاکہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک دو دو کر کے آئیں دشمن کی نظر پڑ سکتی ہے اور وقت مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور اگر کوئی سویا ہوا ہے تو سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔ چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلے اور راستے میں اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے، مشرک تھے مگر آپؐ سے محبت رکھتے تھے اور خاندان ہاشم کے رئیس تھے۔ اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آپہنچے۔ یہ ستر اشخاص تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی یعنی حضرت عباس جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے کہ اے خزرج کے گروہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں ایک معزز اور محبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرے کے وقت

میں اس کے لیے سینہ سپر ہوا ہے مگر اب محمد کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے جانے کا ہے۔ سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہو گی اور ہر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔ **بَرَاء بن مَعْرُور** رضی اللہ عنہ جو انصار کے قبیلے کے ایک معمر اور بااثر بزرگ تھے انہوں نے کہا کہ عباس ہم نے تمہاری بات سن لی ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنی زبان مبارک سے کچھ فرماویں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرمائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ بھی معاملہ کرو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریر ختم کر چکے تو **بَرَاء بن مَعْرُور** نے عرب کے دستور کے مطابق آپؐ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا یا رسولؐ اللہ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو حق اور صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے۔ ہم لوگ تلواروں کے سائے میں پلے ہیں اور بات یہ کہہ ہی رہے تھے، ابھی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ **اَبُو الْهَيْثَمْ بِن تَيِّهَان** ایک اور شخص وہاں بیٹھا تھا، اس نے ان کی بات کاٹ کر کہا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ بھی مسلمان ہو گئے تھے یثرب کے یہود کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں، پرانے تعلقات ہیں، آپؐ کا ساتھ دینے سے وہ منقطع ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غلبہ دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن میں واپس تشریف لے آئیں اور ہم نہ ادھر کے رہیں اور نہ ادھر کے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر فرمایا کہ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ تمہارا خون میرا خون ہو گا۔ تمہارے دوست میرے دوست اور تمہارے دشمن میرے دشمن۔ اس پر **عباس بن عُبَادَة** انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا کہ لوگو! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد و پیمان کے کیا معنی ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ تمہیں ہر اسود و احمر، ہر کالے گورے کے مقابلے کے لیے تیار ہونا چاہیے۔ ہر شخص کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تمہیں تیار ہونا پڑے گا اور ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں مگر یا رسولؐ اللہ! اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟ پھر ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم تو یہ سب کچھ کریں گے ہمیں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ سب نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے یا رسولؐ اللہ! آپؐ اپنا ہاتھ آگے کریں۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک آگے بڑھایا اور یہ ستر جانثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدے میں آپؐ کے ہاتھ پر بک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

جب بیعت ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے جو موسیٰ کی طرف سے ان کے نگران اور محافظ تھے۔ میں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جوابدہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کیے گئے جنہیں آپؐ نے منظور فرمایا اور انہیں ایک ایک قبیلے کا نگران مقرر کر کے ان کے فرائض سمجھا دیے اور

بعض قبائل کے لیے آپؐ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ بہرحال ان بارہ نقیبوں کے نام یہ ہیں۔

اَسْعَدْ بن زُرَارَة۔ اُسَیْد بن الْحُضَیر۔ ابو الْھَیْثَم مالِك بن تَیِّھَان۔ سعد بن عُبَادہ۔ بَرَاء بن مَعْرُور۔ عبداللہ بن رَوَاحہ۔ عُبَادہ بن صَامِت۔ سَعد بن رَبِیع۔ رَافِع بن مالك۔ عبداللہ بن عمرو اور سَعْد بن خَیْثَمَہ جن کا ذکر چل رہا ہے۔ یہ **سعد بن خَیْثَمَہ** بھی ان نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے **اور مُنْذِرْ بن عَمْرو۔** (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 227 تا 232)

ہجرت مدینہ کے وقت قبا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **کَلْثُوم بن الھِدْم** رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **سَعْد بن خَیْثَمَہ** رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت **کلثوم بن الھِدْم** رضی اللہ عنہ کے گھر ہی تھا لیکن جب آپ ان کے گھر سے نکل کر لوگوں میں بیٹھتے تھے تو وہ **سعد بن خَیْثَمَہ** رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن کثیر صفحہ 215-216 فصل فی دخولہ ﷺ..... دارالکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **مُصْعَب بن عُمَیر** رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے مسلمانوں کی تربیت کے لیے بھجوایا تو کچھ عرصہ بعد انہوں نے آپؐ سے نماز جمعہ کی اجازت چاہی۔ اس پر آپؐ نے انہیں اجازت دی اور جمعہ کے متعلق ہدایت فرمائی۔ چنانچہ ان ہدایات کے ماتحت مدینہ میں جو پہلا جمعہ ادا کیا گیا وہ حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ** رضی اللہ عنہ کے گھر ادا کیا گیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 87-88 مصعب الخیر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یہ حوالہ الطبقات الکبریٰ کا ہے۔ حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ** رضی اللہ عنہ کا قبا میں ایک کنواں تھا جسے **اَلْغَرْس** کہا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پانی پیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت کے چشموں میں سے ہے اور اس کا پانی بہترین ہے۔ یعنی بہت اچھا میٹھا ٹھنڈا پانی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو اسی کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو بِئْرِ غَرْس سے سات مشکیزے لا کر اس کے پانی سے مجھے غسل دینا۔ **ابو جعفر محمد بن علی** روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ آپؐ کو پانی اور بیری کے پتوں سے قمیض میں ہی غسل دیا گیا۔ یعنی قمیض نہیں اتاری گئی تھی۔ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت فضلؓ نے آپؐ کو غسل دیا اور ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت **شُقْرَان** رضی اللہ عنہ اور حضرت **اَوْس بن خَوَلِی** رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے میں شریک تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 214 ذکر غسل رسول اللہ ﷺ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی غسل النبی ﷺ حدیث نمبر 1468)(سبل الھدیٰ و الرشاد جلد 7 صفحہ 229 ۔ الباب الاول: فیما کان یستعذب لہ الماء ۔الخ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1993ء)

قریش کے مظالم سے تنگ آکر مدینہ ہجرت کرنے والے بہت سے مسلمانوں کی پہلی منزل عموماً حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ** رضی اللہ عنہ کا گھر ہوا کرتی تھی۔ جو لوگ بھی ہجرت کر کے آتے تھے وہ حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ** رضی اللہ عنہ

کے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت حمزہؓ۔ ان میں سے بعض لوگوں کے نام جو ملتے ہیں وہ یہ ہیں: حضرت حمزہؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت ابو کبشہؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو غلام تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ۔ جب انہوں نے ہجرت کی تو حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ**رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ6، صفحہ 32، صفحہ36، صفحہ 112، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

سُلَیْمَان بن اَبَان روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے نکلے تو حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ**رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے والد دونوں نے آپؐ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات عرض کی گئی کہ دونوں باپ بیٹا گھر سے نکل رہے ہیں۔ اس پر آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ ان دونوں میں سے صرف ایک جاسکتا ہے۔ وہ دونوں قرعہ اندازی کر لیں۔ حضرت **خَیْثَمَہ**رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سعد سے کہا کہ ہم میں سے ایک ہی جاسکتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ عورتوں کے پاس وہاں نگرانی کے لیے، حفاظت کے لیے رک جاؤ۔ حضرت سعدؓ نے کہا اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں ضرور آپؓ کو ترجیح دیتا لیکن میں خود شہادت کا طلبگار ہوں۔ اس پر دونوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت **سعد**رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے لیے نکلے اور جنگ بدر میں شہید ہو گئے۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم جلد 3 صفحه 209 كتاب معرفة الصحابه و من مناقب سعد بن خيثمه حديث 4866، دارالكتب العلميه بيروت 2002ء)

آپؓ کو **عَمْرو بن عَبدِ وُدّ** نے شہید کیا اور ایک قول کے مطابق **طُعَیْمَہ بن عَدِی** نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ **طُعَیْمَہ** کو حضرت **حمزہ**رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں اور **عَمْرو بن عَبدِ وُدّ** کو حضرت علیؓ نے جنگ خندق میں قتل کیا تھا۔

(اسدالغابة فی معرفة الصحابة جلد2 صفحه 429 سعد بن خيثمه، دارلكتب العلميه بيروت 2003ء)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے روز جب دن چڑھ گیا اور مسلمانوں اور (ایک روایت یہ ہے) مسلمانوں اور کفار کی صفیں باہم مل گئیں یعنی جنگ شروع ہو گئی تو میں ایک آدمی کے تعاقب میں نکلا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ریت کے ٹیلے پر حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ**رضی اللہ عنہ ایک مشرک سے لڑ رہے ہیں یہاں تک کہ اس مشرک نے حضرت **سعد**رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ وہ مشرک لوہے کی زرہ میں ملبوس گھوڑے پر سوار تھا پھر وہ گھوڑے سے نیچے اترا۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا لیکن میں اسے نہ پہچان سکا۔ اس نے مجھے لڑائی کے لیے للکارا۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ جب وہ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کرنے لگا تو میں نیچے کو پیچھے ہٹا تا کہ بلندی سے میرے قریب آجائے۔ زیادہ اونچا نہ ہو۔ لڑائی کا اصول ہے، نیچے آئے اور قریب آجائے کیونکہ مجھے یہ ناگوار گزرا کہ وہ بلندی سے مجھ پر تلوار سے وار کرے۔ جب میں اس طرح ایک قدم پیچھے ہٹ رہا تھا تب وہ بولا کہ اے ابن ابی طالب! کیا بھاگ رہے ہو؟ تو میں نے اسے کہا کہ **قَرِیْبٌ مَفَرُّ ابنِ الشَّتْرَاء**۔ کہ **الشَّتْرَاء** کے بیٹے کا بھاگ جانا قریب ہے یعنی کہ ناممکن ہے۔ یہ عربوں میں ایک محاورہ بن گیا تھا کیونکہ کہتے ہیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک ڈاکو تھا جو لوگوں کو لوٹنے کے لیے آتا تھا۔ لوگ اس پر حملے کرتے تو بھاگ جاتا لیکن اس کا بھاگنا عار ضی ہوتا تھا۔ پھر وہ جلدی موقع پا کر دوبارہ حملہ

کر دیتا تھا۔ پس یہ بطور ضرب المثل استعمال ہونے لگا تھا کہ داؤ پیچ کے لیے پیچھے ہٹو اور پھر حملہ کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب میرے قدم جم گئے اور وہ بھی میرے قریب پہنچ گیا تو اس نے اپنی تلوار سے مجھ پر حملہ کیا جسے میں نے اپنی ڈھال پر لیا اور اس کے کندھے پر اس زور سے وار کیا کہ میری تلوار اس کی زرہ کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میری تلوار اس کا خاتمہ کر دے گی کہ اپنے پیچھے سے مجھے تلوار کی چمک محسوس ہوئی۔ کہتے ہیں دوسرا وار بھی کرنا تھا کہ اتنے میں مجھے پیچھے سے تلوار کی چمک محسوس ہوئی۔ میں نے اپنا سر فوراً نیچے کر لیا کہ پیچھے سے کوئی تلوار آ رہی ہے اور وہ تلوار اس زور سے اس دشمن پر پڑی کہ اس کا سر مع خَود کے تن سے جدا ہو گیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت حمزہؓ تھے۔ وہ اس کو کہہ رہے تھے کہ میرے وار کو سنبھالو کہ میں ابن عبد المطلب ہوں۔

(کتاب المغازی للواقدی صفحہ 92-93 غزوہ بدر، عالم الکتب 1984ء)(لغات الحدیث جلد2 صفحہ 431 مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور 2005ء)

اس روایت سے کہتے ہیں ناں کہ فلاں نے فلاں کو قتل کیا تو یہی لگتا ہے کہ **طُعَیْمَہ بن عدی** نے حضرت **سعد**رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور پھر وہ وہیں مارا گیا۔ ایک روایت کے مطابق جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے پر حضرت **مُصْعَب بن عُمَیر**رضی اللہ عنہ اور دوسرے پر حضرت **سعد بن خَیْثَمَہ**رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ حضرت **زُبَیر بن العوام**رضی اللہ عنہ اور حضرت **مِقْدَاد بن اسود**رضی اللہ عنہ بھی باری باری ان پر سوار ہوئے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد3 صفحہ 110 سیاق قصۃ بدر، دارالکتب العلمیہ بیروت 1988ء)

جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس کتنے گھوڑے تھے؟ اس کے متعلق تاریخوں میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا خیال ہے کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس ستّر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 353)

لیکن یہ بھی بعض دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ گھوڑوں کی تعداد تین اور پانچ بھی بیان ہوئی ہے۔

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 260 باب غزوۃ بدر الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 205 باب ذکر مغازیہ ﷺ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

بہر حال جو بھی ساز و سامان اور گھوڑے اور اونٹ تھے یا ان کی تعداد تھی اس کی کافروں کے ساز و سامان کے ساتھ اور گھوڑوں کی تعداد سے تو کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔ لیکن جب مسلمانوں پر حملہ ہوا، جنگ ٹھونسی گئی اور کافر اپنے زعم میں اس لیے آئے کہ اب اسلام کو ختم کر دیں گے تو پھر ان مومنین نے اپنے سامان کی طرف نہیں دیکھا، گھوڑوں کی طرف نہیں دیکھا بلکہ خدا تعالیٰ کی خاطر ایک قربانی کرنے کی تڑپ تھی جیسا کہ ان کے جواب سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں کسی اور دنیاوی چیز کی خواہش کا سوال نہیں ہے یہاں تو اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کا سوال ہے۔ اس لیے بیٹے نے باپ کو کہا کہ میں یہاں تمہیں ترجیح نہیں دے سکتا۔ بہر حال ایک تڑپ تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور پھر فتح بھی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہر آن ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ اپریل 2019ء جلد 26 شمارہ 14 صفحہ 05 تا 09)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ مارچ 2019ء بمطابق 22/ امان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

کل 23/ مارچ ہے اور یہ دن جماعت احمدیہ میں یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جس مسیح و مہدی نے آخری زمانے میں آکر اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا کو بتانا تھا اور پھیلانا تھا اور مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنا تھا بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانا تھا اس کا اعلان ہوا۔ یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ میں ہی وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور یوں آپؑ نے اپنی بیعت کا آغاز فرمایا۔ اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی کچھ ارشادات پیش کروں گا جن میں آپ نے مسیح موعود کے آنے کی ضرورت، زمانے کی حالت اور اپنے دعوے کے بارے میں اور جو مختلف نشانات اس سے وابستہ تھے ان کے بارے میں بتایا ہے۔ آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

"وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا"

(درثمین صفحہ 160)

پس زمانے کی حالت متقاضی تھی کہ کوئی آئے جو اسلام کی ڈولتی کشتی کو سنبھالے لیکن بدقسمتی سے مسلمان علماء کی اکثریت نے جو پہلے اس انتظار میں تھے کہ کوئی مسیح آئے اور بڑی شدت سے یہ انتظار کر رہے تھے لیکن آپؑ کے دعوے کے بعد اکثریت نے مخالفت کی اور عامۃ المسلمین کو جھوٹی کہانیاں سنا کر، جھوٹی باتیں آپؑ کی طرف منسوب کر کے آپؑ کے خلاف اور آپؑ کی جماعت کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ قتل کے فتوے دیے جانے لگے۔ بلکہ آج تک احمدیوں پر بعض ملکوں اور جگہوں پر ظلم و بربریت دکھاتے ہوئے قتل و غارت گری کی ایسی ہولناک مثالیں قائم کی جا رہی ہیں یا کی گئیں اور یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا گیا جن کا اسلام کی حقیقت جاننے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے اور کبھی ان سے ایسی حرکتیں عمل میں آ ہی نہیں سکتیں۔ بہرحال ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالات اور مسیح موعود کے آجانے کے بارے میں کس طرح مختلف ارشادات فرمائے ہیں۔

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ کیوں مسیح موعود کے آنے کی ضرورت ہے اور مسیح کو اس زمانے سے کیا خصوصیت ہے؟ آپؑ نے یہ فرمایا کہ بہر حال میں نے ہی آنا تھا۔ زمانہ متقاضی تھا کہ کوئی آئے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"قرآن شریف نے اسرائیلی اور اسماعیلی دو سلسلوں میں خلافت کی مماثلت کا کھلا کھلا اشارہ کیا ہے جیسے اس آیت سے ظاہر ہے۔ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:56)" آپؑ فرماتے ہیں کہ "اسرائیلی سلسلہ کا آخری خلیفہ جو چودھویں صدی پر بعد حضرت موسیٰؑ آیا وہ مسیح ناصریؑ تھا مقابل میں ضرور تھا کہ اس امت کا مسیح بھی چودھویں صدی کے سر پر آوے۔ علاوہ ازیں اہل کشف نے "جن کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا، صاحب کشوف تھے انہوں نے، بہت سارے پرانے بزرگوں نے "اسی صدی کو بعثت مسیح کا زمانہ قرار دیا" ہے۔ فرماتے ہیں کہ "جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ اہل حدیث کا اتفاق ہو چکا ہے کہ علامات صغریٰ کل اور علامات کبریٰ ایک حد تک پوری ہو چکی ہیں۔" یعنی بڑی اور چھوٹی علامات جو مسیح کے آنے کی تھیں وہ پوری ہو چکی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "لیکن اس میں کسی قدر ان کی غلطی ہے....." علامات جو بھی تھیں "علامات کل پوری ہو چکی ہیں۔" یہ نہیں کہ کچھ حد تک بلکہ مسیح کے آنے کی جو علامات تھیں وہ پوری ہو چکی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "بڑی علامت یا نشان جو آنے والے کا ہے وہ بخاری شریف میں يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَ يَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ الخ لکھا ہے یعنی نزول مسیح کا وقت غلبہ نصاریٰ اور صلیبی پرستش کا زور ہے۔ سو کیا یہ وہ وقت نہیں؟ کیا جو کچھ پادریوں سے نقصان اسلام کو پہنچ چکا ہے اس کی نظیر آدم سے لے کر آج تک کہیں ہے ہر ملک میں تفرقہ پڑ گیا۔ کوئی ایسا خاندان اسلامی نہیں۔ کہ جس میں ایک آدھ آدمی ان کے ہاتھ میں نہ چلا گیا ہو۔ سو آنے والے کا وقت صلیب پرستی کا غلبہ ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا غلبہ ہو گا کہ کس طرح درندوں کی طرح اسلام پر کینہ وری سے حملے کیے گئے۔" یہ الفاظ ہی اس کی وضاحت کر دیتے ہیں جو الزام لگایا جاتا ہے کہ آپؑ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہیں۔ پس ان سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کیا آپ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہیں یا اسلام کے دفاع کے لیے اور اس کی برتری ثابت کرنے کے لیے میدان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے گئے ہیں۔ بہر حال آپؑ فرماتے ہیں کہ "کیا کوئی گروہ مخالفین کا ہے۔ کہ جس نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت وحشیانہ الفاظ اور گالیوں سے یاد نہیں کیا؟ اب اگر آنے والے کا یہ وقت نہیں تو بہت جلدی وہ آیا بھی تو سو سال تک آئے گا کیونکہ وہ "مسیح موعود" وقت کا مجدد ہے جس کی بعثت کا زمانہ صدی کا سر ہوتا ہے۔ تو کیا اسلام میں موجودہ وقت میں اس قدر اور طاقت ہے کہ ایک صدی تک پادریوں کے روز افزوں غلبہ کا مقابلہ کر سکے۔ غلبہ حد تک پہنچ گیا اور آنے والا آ گیا۔ ہاں اب وہ دجال کو اتمام حجت سے ہلاک کرے گا کیونکہ حدیثوں میں آ چکا ہے کہ اس کے ہاتھ پر ملتوں کی ہلاکت مقدر ہے نہ لوگوں کی یا اہل ملل کی۔ تو ویسا ہی پورا ہوا۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 47-48)

یعنی مسیح محمدی نے جو آنا تھا اس نے دلائل اور براہین سے تمام دوسرے مذاہب پر اسلامی تعلیمات کی برتری ثابت کرنی تھی اور اسلامی تعلیم کو ہر مذہب و ملت پر اپنی برتری منوانے کے لیے پیش کرنا تھا۔ ہزاروں

غیر مسلم جو ہر سال جماعت احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں وہ آپؑ کے دیے ہوئے دلائل اور براہین کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ پھر زمانے کی حالت اور مسیح موعود کی ضرورت کے بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ

"اگر زمین قابل نہیں ہوتی تو بارش کا کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ الٹا ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔ "اگر کوئی زمین اچھی نہ ہو، بنجر زمین ہو، سخت زمین ہو تو نقصان ہی ہوتا ہے۔ "اسی لیے آسمانی نور اترا ہے اور وہ دلوں کو روشن کرنا چاہتا ہے۔ اس کے قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کو تیار ہو جاؤ۔ "یعنی اپنی زمینوں کو، دلوں کی زمین کو اس قابل بناؤ" تا ایسا نہ ہو کہ بارش کی طرح کہ جو زمین جو ہر قابل نہیں رکھتی وہ اس کو ضائع کر دیتی ہے۔ "پانی کا اس پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ "تم بھی باوجود نور کی موجودگی کے تاریکی میں چلو اور ٹھوکر کھا کر اندھے کوئیں میں گر کر ہلاک ہو جاؤ۔ "یہ نہ ہو کہ کہیں تمہارا یہی حال ہو جائے کہ تاریکی ملے باوجود روشنی کے اور اندھے کنویں میں گر کر ہلاک ہو جاؤ۔ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ مادرِ مہربان سے بھی بڑھ کر مہربان ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کی مخلوق ضائع ہو۔ وہ ہدایت اور روشنی کی راہیں تم پر کھولتا ہے مگر تم ان پر قدم مارنے کے لیے عقل اور تزکیہ نفوس سے کام لو۔ جیسے زمین کہ جب تک ہل چلا کر تیار نہیں کی جاتی تخم ریزی اس میں نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب تک مجاہدہ اور ریاضت سے تزکیہ نفوس نہیں ہوتا پاک عقل آسمان سے اتر نہیں سکتی۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا اور اپنے دین اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں غیرت کھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا تا کہ وہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اگر زمانہ میں ایسا فساد اور فتنہ نہ ہوتا اور دین کے محو کرنے کے لیے جس قسم کی کوششیں ہو رہی ہیں نہ ہوتیں تو چنداں حرج نہ تھا۔ "کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ "لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرف یمین و یسار اسلام ہی کو معدوم کرنے کی فکر میں "ہیں۔ دائیں بائیں سے حملے ہو رہے ہیں۔ "جملہ اقوام لگی ہوئی ہیں۔ "تمام قومیں اسی کوشش میں ہیں، اسی فکر میں ہیں۔ آج تک کسی نہ کسی طریقے سے یہی حال ہے۔ فرماتے ہیں کہ "مجھے یاد ہے اور براہین احمدیہ میں بھی میں نے ذکر کیا ہے کہ اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتابیں تصنیف اور تالیف ہو کر شائع کی گئی ہیں۔ "آپؑ کے زمانے کی بات ہے آج سے سوا سو سال پہلے بلکہ ڈیڑھ سو سال پہلے۔ فرماتے ہیں کہ "عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد بھی چھ کروڑ اور اسلام کے خلاف کتابوں کا شمار بھی اسی قدر ہے۔ "اس وقت مسلمانوں کی تعداد چھ کروڑ تھی۔ اب تو تقریباً پچاس ساٹھ کروڑ ہے بلکہ اس سے زیادہ۔ فرمایا کہ "اگر اس زیادتی تعداد کو جو اب تک ان تصنیفات میں ہوئی ہے چھوڑ بھی دیا جائے "یعنی کہ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی ہیں "تو بھی ہمارے مخالف ایک ایک کتاب ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ "جتنی مسلمانوں کی تعداد اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور اب تو مختلف ذریعوں سے، میڈیا سے، سوشل میڈیا سے، انٹرنیٹ سے، مختلف ذرائع سے یہ کام اس سے بھی بڑھ چکا ہے۔ نئے نئے طریقے اختیار کر لیے گئے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ مخالف ایک ایک کتاب ہندوستان کے ہر مسلمان کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ فرمایا کہ "اگر اللہ تعالیٰ کا جوش غیرت میں نہ ہوتا اور انا لہ لحافظون اس کا وعدۂ صادق نہ ہوتا تو یقیناً سمجھ لو کہ اسلام آج دنیا سے اٹھ جاتا اور اس کا نام و نشان تک مٹ جاتا۔ مگر نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کا پوشیدہ ہاتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ مجھے افسوس اور رنج اس امر کا ہوتا ہے کہ لوگ مسلمان کہلا کر ناطے بیاہ کے برابر بھی تو اسلام کا فکر نہیں کرتے۔ "اتنی فکر بھی نہیں جتنی شادی بیاہ

کے لیے فکر ہوتی ہے۔" اور مجھے اکثر بار پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے کہ عیسائی عورتوں تک مرتے وقت لکھو کھا روپیہ عیسائی دین کی ترویج اور اشاعت کے لیے وصیت کر جاتی ہیں۔" اس زمانے میں عیسائیوں کا مدد کی طرف رجحان تھا تو ان کی عورتیں بھی قربانیاں کیا کرتی تھیں۔" اور ان کا اپنی زندگیوں کو عیسائیت کی اشاعت میں صرف کرنا تو ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔" اس زمانے کا آپؑ پھر نقشہ کھینچتے ہیں کہ "ہزار ہا لیڈیز مشنری گھروں اور کوچوں میں پھرتی "عیسائی عورتیں تبلیغ کرتی پھرتی ہیں" اور جس طرح بن پڑے نقد ایمان چھینتی پھرتی ہیں۔" فرمایا کہ "مسلمانوں میں سے کسی ایک کو نہیں دیکھا کہ وہ پچاس روپیہ بھی اشاعت اسلام کے لیے وصیت کر کے مرا ہو۔ ہاں شادیوں اور دنیاوی رسوم پر تو بے حد اسراف ہوتے ہیں۔" اور یہ اسراف تو آجکل بھی ہیں۔ اسلام کی خدمت کے لیے جو تھوڑا بہت نام نہاد خرچ کرتے بھی ہیں، ان کے بھی جو دنیاوی خرچ ہیں ان خرچوں کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ فرمایا" اور قرض لے کر بھی دل کھول کر فضول خرچیاں کی جاتی ہیں مگر خرچ کرنے کے نہیں تو صرف اسلام کے لیے نہیں۔ افسوس! افسوس!! اس سے بڑھ کر اور مسلمانوں کی حالت قابل رحم کیا ہو گی؟"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 72 تا 74)

مسلمانوں کی اکثریت کا آج بھی یہی حال ہے۔ گو کہ کچھ بہتری بعض جگہوں پر پیدا ہوئی ہے لیکن وہ بھی جیسا کہ میں نے کہا کہ دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے جتنا خرچ کیا جاتا ہے دین کے لیے اس کے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ یہ اس وقت کے حالات تھے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا۔ اب اگر مسلمانوں کے ایک حصہ کو مذہب کی طرف توجہ پیدا بھی ہوئی ہے جیسا کہ میں نے کہا تو صرف اس حد تک ہے کہ اسلام پر قائم رہنا ہے۔ چلو اس حد تک بہتری آئی ہے کہ ٹھیک ہے بہت سارے لوگ ہیں جو اسلام پہ قائم رہنا چاہتے ہیں۔ کچھ حد تک مسجدیں بھی انہوں نے اپنی آباد کی ہیں۔ لیکن اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے لیے کوئی کوشش نہیں ہے۔ اور اگر کوئی نام نہاد کوشش ہے تو وہ شدت پسندی کی ہے کہ ہم نے زبردستی اسلام کو پھیلانا ہے۔ اس طرح مختلف گروہ بن چکے ہیں یا مسیح موعود کی اور اس کی جماعت کی مخالفت کے لیے کوشش ہو رہی ہے۔ پس ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اب اگر اسلام دنیا میں پھیلنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادے کے ذریعہ ہی پھیلنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔

آنے والے مسیح موعود کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کچھ نشانیاں بھی بتائی تھیں۔ یہ نہیں کہ وہ آنے والا بغیر کسی نشانی کے دعویٰ کر دے گا۔ چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

"آنے والے کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس زمانہ میں ماہ رمضان میں کسوف و خسوف ہو گا۔" چاند گرہن لگے گا اور سورج گرہن لگے گا۔" اللہ تعالیٰ کے نشان سے ٹھٹھا کرنے والے خدا سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ کسوف و خسوف کا اس کے دعویٰ کے بعد ہونا یہ ایک ایسا امر تھا جو افترا اور بناوٹ سے بعید تر ہے۔" اس کو افترا نہیں کہہ سکتے۔ اتفاق بھی نہیں کہہ سکتے۔ دھوکا بھی نہیں کہہ سکتے۔

فرمایا کہ "اس سے پہلے کوئی کسوف و خسوف ایسا نہیں ہوا۔ یہ ایک ایسا نشان تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو کل دنیا میں آنے والے کی منادی کرنی تھی۔ چنانچہ اہل عرب نے بھی اس نشان کو دیکھ کر اپنے مذاق کے مطابق

درست کہا۔ ہمارے اشتہارات بطور منادی جہاں جہاں نہ پہنچ سکتے تھے وہاں وہاں اس کسوف و خسوف نے آنے والے کے وقت کی منادی کر دی۔ یہ خدا کا نشان تھا جو انسانی منصوبوں سے بالکل پاک تھا۔ خواہ کوئی کیسا ہی فلسفی ہو وہ غور کرے اور سوچے کہ جب مقرر کردہ نشان پورا ہو گیا تو ضرور ہے کہ اس کا مصداق بھی کہیں ہو۔ یہ امر ایسا نہ تھا کہ جو کسی حساب کے ماتحت ہو جیسے کہ فرمایا تھا کہ یہ اس وقت ہو گا جب کوئی مدعی مہدویت ہو چکے گا۔ "مہدی اور مسیح کا دعویٰ ہو چکا ہو گا تب یہ نشان ظاہر ہو گا۔ فرماتے ہیں کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آدمؑ سے لے کر اس مہدی تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص تاریخ سے ایسا ثابت کرے تو ہم مان لیں گے۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 48-49)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "ایک اور نشان یہ بھی تھا کہ اس وقت ستارہ ذوالسنین طلوع کرے گا۔ یعنی ان برسوں کا ستارہ جو پہلے گزر چکے ہیں۔ یعنی وہ ستارہ جو مسیح ناصری کے ایام (برسوں) میں طلوع ہوا تھا۔ اب وہ ستارہ بھی طلوع ہو گیا جس نے یہودیوں کے مسیح کی اطلاع آسمانی طور سے دی تھی۔ اسی طرح قرآن شریف کے دیکھنے سے بھی پتہ لگتا ہے وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ۔ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ (التکویر:5-11)" یہ ساری پیشگوئیاں قرآن کریم میں ہیں کہ وحشی اکٹھے کیے جائیں گے۔ اس کی مختلف تشریح ہے۔ یہ بھی ہے کہ چڑیا گھر قائم ہو گئے۔ یہ بھی ہے کہ تعلیم عام ہو کے دنیا میں پھیل گئی۔ یہ بھی ہے کہ بعض مقامی لوگوں کو بعض قوموں نے حملہ کر کے ختم کر دیا۔ پھر سمندروں کے ملائے جانے کا بھی ہے۔ لوگوں کے ملائے جانے کا بھی ہے۔ اب رابطے کے آسان ترین طریقے ہو گئے ہیں اور اب تو ایک سیکنڈ میں دنیا میں ہر جگہ رابطے ہو جاتے ہیں۔

پھر یہ ہے کہ عورت جس پہ اس وقت جو ظلم ہوتا تھا۔ اس کے حقوق مارے جاتے تھے۔ قتل کی جاتی تھی وہ سوال کرے گی کہ کس جرم میں مجھے قتل کیا جا رہا ہے؟ صحیفے نشر کیے جائیں گے۔ پریس میڈیا ہے یہ ساری چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے اور قرآن شریف میں اس کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں "یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جاویں گی۔ اعلیٰ درجہ کی سواری اور باربرداری جن سے ایام سابقہ میں ہوا کرتی تھی یعنی اس زمانہ میں سواری کا انتظام کوئی ایسا عمدہ ہو گا" یعنی مسیح کے زمانے میں "کہ یہ سواریاں بیکار ہو جائیں گی۔ اس سے ریل کا زمانہ مراد تھا۔" اور یہ بھی آپؑ کی ایک پیشگوئی تھی تو اس کے مطابق اب تو ریل مدینہ اور مکہ کے درمیان بھی چل پڑی ہے یا ریلوے لائن بچھا دی گئی ہے۔

فرماتے ہیں کہ "وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ ان آیات کا تعلق قیامت ہے سے وہ نہیں سوچتے کہ قیامت میں اونٹنیاں حمل دار کیسے رہ سکتی ہیں کیونکہ عشار سے مراد حمل دار اونٹنیاں ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اس زمانہ میں چاروں طرف نہریں نکالی جائیں گی اور کتابیں کثرت سے اشاعت پائیں گی۔ غرضیکہ یہ سب نشان اسی زمانہ کے متعلق تھے۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 49-50)

پھر آپؑ مزید دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسیح موعود نے کہاں مبعوث ہونا تھا؟ "اب رہا مکان کے

متعلق۔ سو یاد رہے کہ دجال کا خروج مشرق میں بتایا گیا ہے جس سے ہمارا ملک مراد ہے۔ چنانچہ صاحب حجج الکرامہ نے لکھا ہے کہ فتن دجال کا ظہور ہندوستان میں ہو رہا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ظہورِ مسیح اسی جگہ ہو جہاں دجال ہو۔ پھر اس گاؤں کا نام قدعہ قرار دیا ہے جو قادیان کا مخفف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ یمن کے علاقہ میں بھی اس نام کا کوئی گاؤں ہو۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یمن کے علاقے میں بھی اس نام کا کوئی گاؤں ہو۔ کہا جاتا ہے "لیکن یہ یاد رہے کہ یمن حجاز سے مشرق میں نہیں بلکہ جنوب میں ہے۔" فرمایا کہ "...اس کے علاوہ خود قضاء وقدر نے اس عاجز کا نام جو رکھوایا ہے تو وہ بھی ایک لطیف اشارہ اس طرف رکھتا ہے کیونکہ غلام احمد قادیانی کے عدد بحساب جمل پورے تیرہ سو نکلتے ہیں۔" جو حروف ابجد کے نمبر بنتے ہیں اس کے حساب سے یہ تیرہ سو نکلتے ہیں "یعنی اس نام کا امام چودھویں صدی کے آغاز پر ہو گا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اسی طرف تھا۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 50)

پھر آپؑ نشانات کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ "حوادث بھی ایک علامت تھی" مختلف قسم کی آفتیں آئیں گی، حادثات ہوں گے۔ فرمایا کہ "حوادثِ سماوی نے قحط، طاعون اور ہیضہ کی صورت پکڑ لی۔ طاعون وہ خطرناک عذاب ہے کہ اس نے گورنمنٹ تک کو زلزلہ میں ڈال دیا" جس زمانے میں آپؑ بیان فرما رہے ہیں اس زمانے میں یہ پانچ چھ سال رہا اور بڑی خوفناک تباہی پھیلائی "اور اگر اس کا قدم بڑھ گیا تو ملک صاف ہو جائے گا" اتنی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ "ارضی حوادث، لڑائیاں، زلازل تھے جنہوں نے ملک کو تباہ کیا" اور زمینی لڑائیاں تو ابھی بھی اسی طرح جاری ہیں۔ "مامور من اللہ کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں آسمانی نشان دکھاوے۔" فرمایا کہ "ایک لیکھرام کا نشان کا کیا کچھ کم نشان تھا؟ ایک کُشتی کے طور پر کئی سال تک ایک شرط بدھی رہی۔ پانچ سال تک برابر جنگ ہوتا رہا۔ طرفین نے اشتہار دیے، عام شہرت ہو گئی" ہر طرف لیکھرام کا واقعہ مشہور ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ "ایسی شہرت جس کی مثال بھی محال ہے۔ پھر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسے کہ کہا گیا تھا۔ کیا اس واقعہ کی کوئی اور نظیر ہے؟ دھرم مہوتسو کے متعلق بھی کئی دن پہلے اعلان کیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ ہمارا مضمون سب پر غالب رہے گا۔ جن لوگوں نے اس عظیم الشان اور پُر رعب جلسہ کو دیکھا ہے وہ خود غور کر سکتے ہیں کہ ایسے جلسہ میں غلبہ پانے کی خبر پیش از وقت دینی کوئی اٹکل یا قیاس نہ تھا۔ پھر آخر وہی ہوا جیسے کہا گیا۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 50 تا 51)

آپ کی کتاب جو "اسلامی اصول کی فلاسفی" ہے یہ اس کے بارے میں تھا۔ اس کے بارے میں اس زمانے کا ایک اخبار جنرل و گوہر آصفی کلکتہ ہے۔ اس کا ایک بیان پڑھ دیتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے کہ "اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 572)

اب یہ لکھنے والا کوئی احمدی نہیں بلکہ ایک غیر ہے۔ لیکن مجبور ہوئے اور غیروں کے بھی حوالے دے رہے ہیں اور اس طرح کے بے شمار اخباروں نے لکھا۔ پھر آپؑ مامورِ الٰہی ہونے کی شہادتیں پیش کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ

"غرض اس وقت میرے مامور ہونے پر بہت سے شہادتیں ہیں۔ اول: اندرونی شہادت۔ دوم: بیرونی شہادت۔ سوم: صدی کے سر پر آنے والے مجدد کی نسبت حدیث صحیح۔ چہارم: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) کا وعدہ حفاظت۔ اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں اور وہ سورۂ نور میں وعدۂ استخلاف ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔ "پہلے بھی ذکر ہو گیا کہ "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:56) اس آیت میں وعدۂ استخلاف کے موافق جو خلیفے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہوں گے۔ اسی طرح قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیلِ موسیٰ فرمایا گیا ہے۔

جیسے فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزّمّل:16) اور آپؐ مثیلِ موسیٰ استثنا کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں۔ "بائبل میں پیشگوئی ہے۔ "پس اس مماثلت سے جیسے کَمَا کا لفظ فرمایا گیا ہے ویسے ہی سورۂ نور میں کَمَا کا لفظ ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تامہ ہے۔ موسوی سلسلہ کے خلفا کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے۔

اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو اور اس کے قلب اور قدم پر ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس امر کی اور دوسری شہادتیں اور تائیدیں نہ بھی پیش کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسوی بروز آپؐ کی امت میں ہو ورنہ آپؐ کی مماثلت میں معاذاللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ مثیل موسیٰ، موسیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے۔ "یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل تر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے۔ اسی طرح محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لیے آیا ہے۔" اس کو زندہ کرنے کے لیے آیا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم پھیلانے کے لیے آیا ہے "اور اس تکمیل کے لیے آیا ہے جو تکمیل اشاعتِ ہدایت کہلاتی ہے۔"
(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 9-10)

پھر آپؑ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ "تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا" تھا یعنی دین اپنے کمال کو پہنچ گیا اور نعمت اپنے انتہا کو پہنچ گئی جہاں تک پہنچ سکتی تھی "تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول، تکمیل ہدایت۔ دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔" آپؑ فرماتے ہیں "تکمیل ہدایت من کل الوجوہ آپؐ کی آمد اول سے ہوئی۔ "ہدایت کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

بعثت سے، شریعت اترنے سے ہوئی "اور تکمیل اشاعت ہدایت "اس ہدایت کی، شریعت کی جو اشاعت ہونی ہے وہ "آپؐ کی آمد ثانی سے ہوئی کیونکہ سورۂ جمعہ میں جو آخرین منھم (الجمعۃ: 4) والی آیت آپؐ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی ایک بعثت اور ہے اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے۔" ایک ظلی ہے "جو اس وقت ہو رہی ہے۔ پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرت" ہے۔ پریس بے شمار ہے "اور آئے دن ان میں نئی باتوں کا پیدا ہونا۔" پریس میں بھی زیادہ سہولتیں مل رہی ہیں۔ بلکہ جدید ٹیکنالوجی اس میں استعمال ہو رہی ہے "ڈاکخانوں، تار برقیوں، ریلوں، جہازوں کا اجرا اور اخبارات کی اشاعت، ان سب امور نے مل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے۔ پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ اس سے آپؐ کی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جزو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہو رہا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 10)

اور فرماتے ہیں کہ "اب ان تمام امور کو یکجا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اسے ردّ کر دیا جائے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے۔ جو کچھ ہمارا دعوٰے ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقل مند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنے والے کی تلاش کرتا کیونکہ صدی کا سر آ گیا تھا اور اب تو جبکہ بیس برس گزرنے کو ہیں اور بھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اس کی اصلاح کے لیے آنا چاہیے۔" فرمایا کہ "عیسائیت نے وہ آزادی اور بے قیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے اور مسلمانوں کے بچوں پر جو اس کا اثر ہوا ہے اسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 13-14)

آپؑ فرماتے ہیں کہ حق معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہونا چاہیے؟ کس طرح حق معلوم کرو؟ فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھول دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گزرے گا" چالیس دن نہیں گزریں گے "کہ اس پر حق کھل جائے گا۔ مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس طرح پر اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے ولی کا انکار کر کے ایمان سلب کرا لیتے ہیں کیونکہ جب ولی پر ایمان نہ رہے تو ولی جو نبوت کے لیے بطور میخ کے ہے اسے پھر نبوت کا انکار پڑتا ہے اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے اور اس طرح پر بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 16)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان چند حوالوں کے بعد اب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف حوالے پیش کرتا ہوں جو آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں مختلف

جگہوں پر پیش فرمائے۔ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"جب مخالفت ترقی کرتی ہے تو جماعت کو بھی ترقی حاصل ہوتی ہے اور جب مخالفت بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی معجزانہ تائیدات اور نصرتیں بھی بڑھ جاتی ہیں۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے آپؑ بیان فرماتے ہیں کہ "اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب کوئی دوست یہ ذکر کرتے کہ ہمارے ہاں بڑی مخالفت ہے تو آپؑ فرماتے یہ تمہاری ترقی کی علامت ہے۔ جہاں مخالفت ہوتی ہے وہاں جماعت بھی بڑھتی ہے کیونکہ مخالفت کے نتیجہ میں کئی ناواقف لوگوں کو بھی سلسلہ سے واقفیت ہو جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ان کے دل میں سلسلہ کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ کتابیں پڑھتے ہیں تو صداقت ان کے دلوں کو موہ لیتی ہے۔"

فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک دفعہ ایک دوست حاضر ہوئے اور انہوں نے آپؑ کی بیعت کی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کس نے تبلیغ کی تھی؟ وہ بے ساختہ کہنے لگے کہ مجھے تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے تبلیغ کی ہے۔" جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے مخالف تھے۔ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیرت سے فرمایا وہ کس طرح؟" کہتے ہیں "وہ کہنے لگے میں مولوی صاحب کا اخبار اور ان کی کتابیں پڑھا کرتا تھا اور میں ہمیشہ دیکھتا کہ ان میں جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت ہوتی تھی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود بھی تو اس سلسلہ کی کتابیں دیکھوں" اتنی مخالفت جو ہو رہی ہے تو کتابیں دیکھوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا کیا ہے "کہ ان میں کیا لکھا ہے۔ اور جب میں نے ان کتابوں کو پڑھنا شروع کیا تو میرا سینہ کھل گیا اور میں بیعت کے لیے تیار ہو گیا۔ تو مخالفت کا پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے الٰہی سلسلہ کو ترقی حاصل ہوتی ہے اور کئی لوگوں کو ہدایت میسر آ جاتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 487)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کے حوالے سے کہ انبیاء کس طرح اپنی مخالفت پر ردّ عمل دکھاتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے۔ پہلے تو مصری حکومت کی پرانے زمانے کی مثال دی ہے۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ "مصری حکومت اپنے زمانہ میں نہایت نامور حکومت تھی اور اس کا بادشاہ اپنی طاقت و قوت پر ناز رکھتا تھا۔" فرعون تھے وہاں کے "ایسے بادشاہ کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ مگر باوجود اس کے جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو گو بادشاہ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور انہیں اور ان کی قوم کو تباہ و برباد کر دینے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی مٹا دیا جائے گا اور تمہاری قوم کو بھی۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام باز نہ آئے اور انہوں نے کہا کہ جو پیغام مجھے خدا نے دنیا کے لیے دیا ہے وہ میں ضرور پہنچاؤں گا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے روک نہیں سکتی۔" فرماتے ہیں کہ "یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ یہی حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ایسی ہی حالت ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیکھی۔ ساری قومیں آپؑ کی مخالف تھیں، حکومت بھی ایک رنگ میں آپؑ کی مخالف ہی تھی گو آخری زمانہ میں یہ رنگ

نہیں رہا۔" تھا۔ مخالفت میں کچھ کمی ہو گئی تھی۔ "بہر حال قومیں آپؑ کی مخالف تھیں۔ تمام مذاہب کے پیرو آپؑ کے مخالف تھے۔ مولوی آپؑ کے مخالف تھے۔ گدی نشین آپؑ کے مخالف تھے۔ عوام آپؑ کے مخالف تھے اور امراء اور خواص بھی آپؑ کے دشمن تھے۔ غرض چاروں طرف مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا۔ لوگوں نے آپؑ کو بہت کچھ سمجھایا بعض نے دوست بن بن کر کہا کہ آپؑ اپنے دعووں میں کسی قدر کمی کر دیں۔ بعض نے کہا کہ اگر آپؑ فلاں فلاں بات چھوڑ دیں تو سب لوگ آپؑ کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ مگر آپؑ نے ان میں سے کسی کی بھی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ اپنے دعویٰ کو پیش فرماتے رہے۔ اس پر شور ہوتا رہا۔ ماریں پڑتی رہیں۔ قتل ہوتے رہے مگر باوجود ان تمام تکالیف کے" اور یہ اب تک جاری ہیں" اور باوجود اس کے کہ آپؑ کا مقابلہ ایک ایسی دنیا سے تھا جس کا مقابلہ کرنے کی ظاہری سامانوں کے لحاظ سے آپؑ میں قطعاً طاقت نہ تھی پھر بھی آپؑ نے اپنے مقابلہ کو جاری رکھا بلکہ مجھے خوب یاد ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ "میں نے متعدد بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ نبی کی مثال تو ویسی ہی ہوتی ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک پاگل عورت رہتی تھی جب بھی وہ باہر نکلتی چھوٹے چھوٹے لڑکے اکٹھے ہو کر اسے چھیڑنے لگ جاتے، اس کے ساتھ مذاق کرتے" اسے تنگ کرتے "...اسے بار بار تنگ کرتے۔ وہ بھی مقابلہ میں ان لڑکوں کو گالیاں دیتی اور بد دعائیں دیتی۔ آخر ایک دن گاؤں والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ عورت مظلوم ہے اور ہمارے لڑکے اسے ناحق تنگ کرتے رہتے ہیں۔ مظلومیت کی حالت میں یہ انہیں بد دعائیں دیتی ہے کہیں ایسا نہ ہو اس کی بد دعائیں کوئی رنگ لائیں" قبول ہو جائیں کہیں "ہمیں چاہیے کہ اپنے لڑکوں کو روک لیں تا کہ نہ وہ اسے تنگ کریں اور نہ یہ بد دعائیں دے۔ چنانچہ اس مشورہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کل سے سب گاؤں والے اپنے لڑکوں کو گھروں میں بند رکھیں اور انہیں باہر نہ نکلنے دیں۔ چنانچہ دوسرے دن سب لوگوں نے اپنے اپنے لڑکوں سے کہہ دیا کہ آج سے باہر نہیں نکلنا اور مزید احتیاط کے طور پر انہوں نے باہر کے دروازوں کی زنجیریں لگا دیں" تالے لگا دیئے۔ "جب دن چڑھا اور وہ پاگل عورت حسب معمول اپنے گھر سے نکلی تو کچھ عرصہ تک وہ ادھر ادھر گلیوں میں پھرتی رہی۔ کبھی ایک گلی میں جاتی اور کبھی دوسری "گلی" میں مگر اسے کوئی لڑکا نظر نہ آیا۔ پہلے تو یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ کوئی لڑکا اس کے دامن کو گھسیٹ رہا ہے، کوئی اسے چٹکی کاٹ رہا ہے، کوئی اسے دھکا دے رہا ہے، کوئی اس کے ہاتھوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور کوئی اس سے مذاق کر رہا ہے مگر آج اسے کوئی لڑکا دکھائی نہ دیا۔ دوپہر تک تو اس نے انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ اب تک بھی کوئی لڑکا اپنے گھر سے نہیں نکلا تو وہ دکانوں پر گئی اور ہر دکان پر جا کر کہتی آج تمہارا گھر گر گیا ہے؟ بچے مر گئے ہیں؟ آخر کیا ہوا کیا ہے کہ وہ نظر نہیں آتے؟ تھوڑی دیر کے بعد جب اس طرح اس نے ہر دکان پر جا کر کہنا شروع کیا تو لوگوں نے کہا گالیاں تو اس طرح بھی ملتی ہیں اور اس طرح بھی۔ چھوڑو بچوں کو، ان کو قید کیوں کر رکھا ہے۔ آپؑ یہ حکایت بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا حال بھی اپنے رنگ میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ دنیا ان کو چھیڑتی ہے، تنگ کرتی ہے، ان پر ظلم و ستم ڈھاتی ہے اور اس قدر ظلم کرتی ہے کہ ان کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک طبقہ کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ لوگ ظلم سے کام لے رہے ہیں۔ انہیں

نہیں چاہیے کہ ایسا کریں مگر فرمایا وہ بھی دنیا کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب دنیا ان کو نہیں ستاتی تو وہ خود اس کو جھنجھوڑتے اور بیدار کرتے ہیں تاکہ دنیا ان کی طرف متوجہ ہو اور ان کی باتوں کو سنے۔"

(خطباتِ محمودؓ جلد 24 صفحہ 272 تا 274)

چاہے وہ کسی طرح سنے۔ مخالفت میں بھی پھر اچھے لوگ نکل آتے ہیں۔

آپؓ فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوانی کے دوست اور آپؑ سے تعلق رکھنے والے تھے اور جو ہمیشہ آپؑ کے مضامین کی تعریف کیا کرتے تھے انہوں نے اس دعوے کے معاً بعد، آپؑ کے دعوے کے معاً بعد یہ اعلان کیا کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اسے تباہ کر دوں گا۔ اس وقت کون تصور کر سکتا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جیسا معزز اور بارسوخ انسان کسی کے متعلق یہ کہے کہ میں اسے تباہ کر دوں گا اور پھر وہ تباہ بھی نہ ہو۔ وہ یقیناً ایسے زور والے انسان تھے کہ جب کہتے تھے تو کر بھی سکتے تھے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے رشتہ داروں نے بھی اعلان کر دیا بلکہ بعضوں نے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض رشتہ داروں نے اخبارات میں یہ اعلان بھی چھپوا دیا کہ اس شخص نے دکانداری چلائی ہے۔ اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں کرنی چاہیے اور اس طرح ساری دنیا کو انہوں نے بدگمان کرنے کی کوشش کی۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ میرے ہوش کی بات ہے کہ بہت سے کام کرنے والے لوگوں نے جو زمیندارا انتظام میں کسی کہلاتے ہیں آپؑ کے گھر کے کاموں سے انکار کر دیا۔ جو آپؑ کے ملازم تھے انہوں نے بھی کام سے بالکل انکار کر دیا اس کے محرک دراصل ہمارے رشتہ دار ہی تھے۔ غرض اپنوں اور بیگانوں نے مل کر آپؑ کو مٹانا اور آپ کو تباہ و برباد کرنا چاہا۔

(ماخوذ از الفضل 13/ نومبر 1940ء صفحہ 2-3 جلد 28 نمبر 258)

لیکن ہوا کیا! آج آپ کا نام دنیا کے 212 ممالک میں لیا جاتا ہے۔ یہ آپؑ کی صداقت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر ایک اور نشان صداقت بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے اندر پیدا کیا اور آپؑ کا وجود ہمارے لیے آیات مبینات بن گیا۔ جو شخص بھی آپؑ کے پاس بیٹھا اس کو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی نظر آگئی اور کوئی چیز اس کو اسلام سے ہٹانے والی نہ رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب کرم دین بھیں والا مقدمہ ہوا تو مجسٹریٹ ہندو تھا۔ آریوں نے اسے ورغلایا اور کہا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ضرور کچھ نہ کچھ سزا دے اور اس نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے جب یہ بات سنی تو ڈر گئے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گورداسپور حاضر ہوئے جہاں مقدمے کے دوران میں آپؑ ٹھہرے ہوئے تھے اور کہنے لگے کہ حضور بڑے فکر کی بات ہے۔ آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے۔ آپؑ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا خواجہ صاحب! خدا کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے! میں خدا کا شیر ہوں۔ وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فرماتے ہیں دو مجسٹریٹ تھے جن کی عدالت میں یکے بعد دیگرے یہ مقدمہ پیش ہوا اور ان دونوں کو بڑی سخت سزا ملی۔ جو آپؑ کے خلاف کرنا چاہتے تھے ان میں سے ایک تو معطل ہوا اور ایک کا بیٹا دریا میں ڈوب کر مر گیا اور وہ اسی غم میں نیم پاگل ہو گیا۔ اس پر اس واقعہ کا اتنا اثر تھا، حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دہلی جا رہا تھا کہ وہ لدھیانے کے سٹیشن پر مجھے ملا اور بڑے الحاح سے، بڑی لجاجت سے، بڑے درد سے کہنے لگا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے۔ مجھ سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ایسی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ آپؓ نے فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ میرا ایک بیٹا ہے دعا کریں، ایک بیٹا تو مر گیا۔ اب ایک بیٹا اور ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے اور مجھے دونوں کو ہی تباہی سے بچائے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا تھا۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے اور آریوں کو ان کے مقصد میں ناکامی ہوئی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 359)

پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ آپؑ کے ایک دوست تھے جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھی دوست تھے۔ ان کا نام نظام الدین تھا۔ انہوں نے سات حج کیے تھے۔ بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ چونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دونوں سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اس لیے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ ماموریت کیا اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ان کے دل کو بڑی تکلیف ہوئی کیونکہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیکی پر بہت یقین تھا۔ وہ لدھیانہ میں رہا کرتے تھے اور مخالف لوگ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کچھ کہتے تو وہ ان سے جھگڑ پڑتے اور کہتے کہ تم پہلے حضرت مرزا صاحب کی حالت تو جا کر دیکھو وہ تو بہت ہی نیک آدمی ہیں۔ اور میں نے ان کے پاس رہ کر دیکھا ہے کہ اگر انہیں قرآن مجید سے کوئی بات سمجھا دی جائے تو وہ فوراً ماننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ فریب ہرگز نہیں کرتے۔ کبھی دھوکا نہیں کرتے اگر انہیں قرآن کریم سے سمجھا دیا جائے گا کہ ان کا دعویٰ غلط ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً مان جائیں گے۔

بہت دفعہ وہ لوگوں کے ساتھ اس امر میں جھگڑتے اور کہا کرتے تھے کہ جب میں قادیان جاؤں گا تو دیکھوں گا کہ وہ کس طرح اپنے دعویٰ سے توبہ نہیں کرتے۔ میں قرآن کھول کر ان کے سامنے رکھ دوں گا اور جس وقت میں قرآن کی کوئی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے کے متعلق بتاؤں گا تو وہ فوراً مان جائیں گے۔ وہ کہنے لگے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ قرآن کی بات سن کر پھر کچھ نہیں کہا کرتے۔

آخر ایک دن انہیں خیال آیا اور لدھیانے سے قادیان پہنچے۔ آتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپؑ نے اسلام چھوڑ دیا ہے اور قرآن سے انکار کر دیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ قرآن کو تو میں مانتا ہوں اور اسلام میرا مذہب ہے۔ کہنے لگے الحمدللہ۔ میں لوگوں سے یہی کہتا رہتا ہوں کہ وہ قرآن کو چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ پھر کہنے لگے اچھا اگر میں قرآن مجید سے سینکڑوں آیتیں اس امر

کے ثبوت میں دکھا دوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے ہیں تو کیا آپ مان جائیں گے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سینکڑوں آیات کا کیا ذکر ہے۔ اگر آپ ایک ہی آیت مجھے ایسی دکھا دیں گے تو میں مان لوں گا۔ کہنے لگے الحمد للہ۔ میں لوگوں سے یہی بحث کرتا آیا ہوں کہ حضرت مرزا صاحبؑ سے منوانا تو کچھ مشکل بات نہیں ہے یونہی لوگ شور مچاتے ہیں۔

پھر کہنے لگے اچھا سینکڑوں نہ سہی میں اگر سو آیتیں ہی حیات مسیح کے ثبوت میں پیش کر دوں تو کیا آپؑ مان لیں گے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے تو کہہ دیا ہے کہ اگر آپ ایک ہی آیت ایسی پیش کر دیں گے تو میں مان لوں گا۔ قرآن مجید کی جس طرح سو آیتوں پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح اس کے ایک ایک لفظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ایک یا سو آیتوں کا سوال ہی نہیں۔ کہنے لگے اچھا سو نہ سہی پچاس آیتیں اگر میں پیش کر دوں تو کیا آپ کا وعدہ رہا کہ آپؑ اپنی بات چھوڑ دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر فرمایا میں تو کہہ چکا ہوں کہ آپ ایک ہی آیت پیش کریں میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام جوں جوں اس امر پر پختگی کا اظہار کرتے جائیں انہیں شبہ ہوتا جائے کہ شاید اتنی آیتیں قرآن میں نہ ہوں۔ آخر کہنے لگے اچھا دس آیتیں اگر میں پیش کر دوں تو پھر ضرور مان جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہنس پڑے اور فرمایا میں تو اپنی پہلی ہی بات پر قائم ہوں۔ آپ ایک آیت ہی پیش کریں۔

کہنے لگے اچھا اب میں جاتا ہوں چار پانچ دن تک آؤں گا اور آپؑ کو قرآن سے ایسی آیتیں دکھلا دوں گا۔ ان دنوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لاہور میں تھے اور حضرت خلیفہ اول بھی وہیں تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے اس وقت مباحثے کے لیے شرائط کا تصفیہ ہو رہا تھا جس کے لیے آپس میں خط و کتابت بھی ہو رہی تھی۔ مباحثے کا موضوع وفات مسیح تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ کہتے تھے کہ چونکہ قرآن مجید کی مفسر حدیث ہے اس لیے جب حدیثوں سے کوئی بات ثابت ہو جائے تو وہ قرآن مجید کی ہی بات سمجھی جائے گی۔ اس لیے حدیثوں کی رو سے وفات و حیات مسیح پر بحث ہونی چاہیے اور حضرت مولوی صاحبؓ فرماتے تھے کہ قرآن مجید حدیث پر مقدم ہے۔ اس لیے بہر صورت قرآن سے ہی اپنے مدعا کو ثابت کرنا ہو گا۔ اس پر بہت دنوں بحث رہی اور بحث کو مختصر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ تا کسی نہ کسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ ہو جائے حضرت خلیفہ اولؓ اس کی بہت سی باتوں کو تسلیم کرتے چلے گئے کہ ٹھیک ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے اور مولوی محمد حسین بہت خوش تھے کہ جو شرائط میں منوانا چاہتا ہوں وہ مان رہے ہیں۔

اس دوران میں میاں نظام الدین صاحب بھی وہاں پہنچے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب رخصت ہوئے تو ان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے اب تمام بحثیں بند کر دو۔ میں اب حضرت مرزا صاحبؑ سے مل کر آیا ہوں اور وہ بالکل توبہ کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ میں چونکہ آپ کا بھی دوست ہوں اور مرزا صاحبؑ کا بھی اس لیے مجھے اس اختلاف سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی طبیعت میں نیکی ہے اس لیے میں ان کے پاس گیا اور ان سے وعدہ لے کر آیا ہوں کہ قرآن سے دس آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے آسمان پر جانے کے متعلق دکھا دی جائیں تو وہ حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ مجھے ایسی دس آیتیں بتلا دیں۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طبیعت میں بڑا غصہ تھا۔ وہ بہت جلد باز تھے۔ اسے اپنے دوست کو کہنے لگے کہ کمبخت تو نے میرا سارا کام خراب کر دیا۔ میں دو مہینے بحث کر کے ان کو حدیث کی طرف لایا تھا اب تو پھر قرآن کی طرف لے گیا ہے۔ میاں نظام الدین صاحب کہنے لگے اچھا تو دس آیتیں بھی آپ کی تائید میں نہیں ہیں! وہ کہنے لگا تُو جاہل آدمی ہے تجھے کیا پتہ کہ قرآن کا کیا مطلب ہے؟ جب یہ باتیں مولوی صاحب نے میاں نظام الدین کو کہہ دیں تو وہ کہنے لگا اچھا تو پھر جدھر قرآن ہے ادھر ہی میں بھی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ قادیان آئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تو اس طرح ان کی بیعت کا واقعہ تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں دیکھو قرآن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس قدر اعتماد تھا اور آپؑ کتنے وثوق سے فرماتے تھے کہ قرآن آپؑ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ قرآن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کوئی خاص رشتہ ہے یا اس کا جماعت احمدیہ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن تو سچائی کی راہ دکھائے گا اور جو فریق سچ پر ہو گا اس کی حمایت کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چونکہ یقین تھا کہ آپؑ حق پر ہیں اس لیے قرآن بھی آپؑ کے ساتھ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرا کوئی دعویٰ قرآن کے مطابق نہ ہو تو میں اسے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دوں۔ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے دعوے کے متعلق کوئی شبہ تھا بلکہ یہ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ آپؑ کو یقین تھا کہ قرآن میری تصدیق ہی کرے گا۔ یہ امید ہے جس نے ہمیں دنیا میں کامیاب کر دیا ہے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 13 صفحہ 416 تا 418)

اور یہ آج بھی ہماری کامیابیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کا ذریعہ ہے اور یقیناً قرآن ہمارے ہی ساتھ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں۔ اس نے اپنے وعدہ کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے۔ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ چاہو تو قبول کرو چاہو تو ردّ کرو۔ مگر تمہارے ردّ کرنے سے کچھ نہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے پہلے سے براہین میں فرما دیا ہے صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ کَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 206)

کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کہا ہے وہ سچ ہوا اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے۔ اب میں گزشتہ جمعہ کو نیوزی لینڈ میں جو واقعہ ہوا تھا اس کے بارے میں تھوڑا سا کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ گزشتہ جمعہ ہی کہنا تھا لیکن آخر میں وہ ذہن سے نکل گیا۔ بہرحال اس کے بعد میں نے ایک پریس ریلیز دلوا دی تھی جہاں جماعت کی طرف سے اس پر اظہار افسوس کیا گیا تھا کہ کئی بے گناہ اور معصوم اور بچے مذہبی اور قومی منافرت کی

بھینٹ چڑھ گئے اور شہید کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے۔ ان سے رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔

کچھ باتیں بعد میں بھی آ گئیں تو اس موقع پر نہ بیان کرنے کا فائدہ اس لحاظ سے ہو گیا کہ نیوزی لینڈ کی حکومت نے اور خاص طور پر وزیر اعظم نے جن اعلیٰ ترین اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے اور حکومت کے فرائض ادا کرنے کا حق ادا کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ کاش کہ مسلمان حکومتیں بھی اس سے سبق لیں اور مذہبی منافرت کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کرنے والی ہوں۔ وہاں کے عوام نے بھی پورا ساتھ دیا ہے۔ سنا ہے کہ آج جمعہ کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے یہ بھی اعلان کیا تھا کہ جمعہ کے وقت میں مسلمانوں سے یکجہتی کے سلوک کے طور پر، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اذانیں بھی دی جائیں گی۔ غیر مسلم عورتوں نے، عیسائی عورتوں نے بھی یکجہتی کے اظہار کے طور پر سر پر سکارف اور دوپٹہ لینے کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان نیکیوں کو قبول کرتے ہوئے ان کو سچائی اور حق کے پہچاننے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

وہاں مسجد میں بہت سے لوگ جو مسلمان تھے جن کو اس ظالم قاتل نے شہید کیا ان میں سے ایک خاتون کاٹی وی پر انٹرویو آ رہا تھا اور غیر معمولی صبر اور حوصلہ اس نے دکھایا۔ ان کا خاوند بھی اور 21 سالہ نوجوان بیٹا بھی اس کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اور وہ اس طرح کہ لوگوں کی مدد کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جان دی ہے تو بہر حال ایک نیکی کی خاطر اور نیک مقصد کی خاطر جان دی۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم کا سلوک فرمائے۔

یہ ایک انتہائی قابل افسوس واقعہ ہے اور وہاں کے مسلمانوں نے تو بڑے صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے اور یہی ایک مسلمان سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اور یہی ایک اظہار ہے جو مسلمان کو کرنا چاہیے لیکن بعض شدت پسند گروہوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہم اس کا بدلہ لیں گے حالانکہ انتہائی غلط چیز ہے۔ اس طرح تو دشمنیاں چلتی چلی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اسلام کے اندر جو شدت پسند گروہ ہیں ان کا بھی خاتمہ ہو اور اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم دنیا میں پھیلے اور مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے کہ ان کی اکثریت بلکہ تمام ہی زمانے کے امام کو ماننے والے ہوں اور تا کہ پھر ایک ہو کر دنیا میں اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم کو پھیلایا جا سکے۔

اس کے علاوہ کچھ نمازوں کے بعد میں جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ ہے مولانا خورشید احمد انور صاحب کا جو قادیان میں تحریک جدید کے وکیل المال تھے۔ 19/ مارچ کو 73 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ایک لمبے عرصے سے کینسر کی وجہ سے علیل تھے لیکن بڑے صبر اور ہمت اور حوصلے کے ساتھ آپ نے اس بیماری کا سامنا کیا، اس بیماری کو برداشت کیا۔

شدید بیماری اور کمزوری کے باوجود اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ باقاعدگی سے دفتر آتے۔ بلکہ اپنے وقف کو آخر دم تک احسن رنگ میں جس حد تک کوشش ہو سکتی تھی نبھانے کی کوشش کی بلکہ میں سمجھتا ہوں جس طرح حق ادا کرنا چاہیے تھا وہ حق ادا کیا۔ مرحوم عبد العظیم صاحب درویش قادیان اور رئیسہ بیگم صاحبہ کے بیٹے تھے اور پنڈی بھٹیاں سے ان کا تعلق تھا۔ ان کے خاندان میں سب سے پہلے ان کے والد کو قبول احمدیت کی توفیق نصیب ہوئی۔ بیعت کے بعد آپ کے دادا نے ان کی شدید مخالفت کی اور زدوکوب کیا۔ پھر انہوں نے

قادیان ہجرت کی اور یہیں مستقل قیام کیا۔ آپ کا بچپن قادیان کے ماحول میں بزرگ صحابہؓ اور درویشان قادیان کی صحبت میں گزرا۔ میٹرک تعلیم الاسلام سکول قادیان سے کیا۔

پھر مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ 1967ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں ہی پہلا تقرر بحیثیت ٹیچر کے ہوا۔ اس کے بعد 1982ء میں مینیجر بدر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ ایڈیٹر بدر بھی رہے۔ 1989ء میں بحیثیت ناظم ارشاد وقف جدید قادیان خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح نائب ناظر اشاعت، صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، نائب ناظر مال بیت المال آمد کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ 2006ء میں انہیں میں نے وکیل المال تحریک جدید مقرر کیا تھا اور اس عہدے پر یہ وفات تک بڑے احسن رنگ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

اسی طرح کئی اہم مرکزی کمیٹیوں کے صدر اور ممبر بھی رہے۔ انتظامی صلاحیت ان میں بڑی اچھی تھی اور بشاشت قلبی اور جانفشانی سے اپنے فرائض کو بڑی اچھی طرح انجام دیتے تھے۔ چندہ تحریک جدید میں بھی بھارت بہت پیچھے تھا اس کی پوزیشن کو انہوں نے مستحکم کیا اور بڑی کوشش کی اور اللہ کے فضل سے قربانیوں کے لحاظ سے بڑا آگے لے آئے۔ سلسلہ کے پیسے کا درد رکھنے والے تھے اور بڑی احتیاط سے خرچ کیا کرتے تھے۔ علمی صلاحیت بھی کمال تھی۔ آپ کے مضامین بڑے عمدہ ہوتے تھے۔

سالہا سال تک اخبار بدر قادیان کی کامیاب ادارت کی توفیق پائی۔ اخبار بدر میں آپ کے اداریے دینی معلومات سے پُر اور اردو کی فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہوتے تھے۔ حیدرآباد دکن میں ایک مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ ادارہ تعمیر ملت تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مقابلہ کراتا تھا اور وہاں بھی ایک دفعہ انہوں نے مضمون لکھا تھا اور پہلا انعام حاصل کیا۔ یہ چالیس سال پرانی بات ہے۔ جوانی کی بات ہے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے حامل وجود تھے۔ ملنساری، مہمان نوازی، انتھک محنت ان کے نمایاں وصف تھے۔ جلسہ سالانہ سے قبل بڑی لگن کے ساتھ مہمانوں کی آمد کی تیاری کرتے تھے۔ محدود وسائل ہونے کے باوجود بہت عمدگی سے مہمان نوازی کا انتظام کرتے۔ بڑے صائب الرائے تھے۔ غریبوں کے ہمدرد تھے اور افسران بالا کے انتہائی مطیع۔ خلافت سے گہری وابستگی تھی۔ آپ کا عرصہ خدمت قریباً باون سال پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹے ہیں۔ اور بیٹے یہاں ہیں اور ایک بیٹی ان کی امریکہ میں ہے اور ایک قادیان میں۔

ان کے داماد خالد احمد اللہ دین صاحب نے لکھا کہ بیماری کے دنوں میں جب کبھی میں ان کو آرام کرنے کا کہتا تو یہی جواب دیتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں آخر دم تک خدمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں اور اس عہد کو انہوں نے نبھایا۔ اور ان کے نائب صدر مجلس تحریک جدید لکھتے ہیں ان کا طالبعلمی کے زمانہ سے خاکسار کے ساتھ تعلق تھا اور مختلف مواقع پر ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ بحیثیت نائب ناظر بیت المال آمد مقرر ہوئے تو اس وقت موصوف نے خاکسار کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک نہایت عمدگی سے کام کیا۔ نہایت اطاعت گزار، محنتی، دیانتدار تھے اور مالی معاملات پر بڑی گہری نظر رکھنے والے تھے۔ جب ان کو وکیل المال کا چارج دیا گیا ہے تو

تحریک جدید کا بجٹ چند لاکھ تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کروڑوں میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ طاہر حسین منشی صاحب نائب امیر فجی کا ہے جو 5 / مارچ کو 72 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ فجی جماعت کے دیرینہ خادم تھے۔ بڑا لمبا عرصہ ان کو نائب امیر کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ بہت نیک، دعا گو، مخلص اور باوفا بزرگ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے، حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کر دیا تھا۔ پسماندگان میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ دونوں بچے احمدی نہیں ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے فجی کے تعلیمی شعبہ میں بہت نام کمایا۔ کالج کے پرنسپل رہے۔

منسٹری آف ایجوکیشن میں سیکنڈری پرنسپل ایجوکیشن آفیسر رہے۔ بعد ازاں ترقی ہوئی تو ڈپٹی ڈائریکٹر ایجوکیشن ہو گئے اور اسی پوسٹ پر 1999ء میں ان کی ریٹائرمنٹ ہوئی۔ پھر ان کو گورنمنٹ نے دوبارہ ری امپلائی (re-employee) کر لیا اور پبلک اکاؤنٹ کمیٹی کا رکن بنا دیا جو کچھ عرصہ تک رہے پھر بیماری کے بعد اس سے فراغت ہو گئی۔ قبولیت احمدیت کے بارے میں حامد حسین صاحب صدر جماعت نسروانگا بیان کرتے ہیں کہ منشی صاحب کی پہلی پوسٹنگ 1968ء میں نسروانگا پرائمری سکول میں ہوئی تو میں اس وقت سکول کا سیکرٹری تھا۔ چنانچہ میری ان کے ساتھ دوستی ہو گئی۔ ہم اکثر وقت اکٹھا گزارا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جماعت کے خلاف ہونے کے باوجود وہ احمدیت کی بات سنتے تھے اور بحث بھی کرتے تھے۔ وہ سُنّیوں میں سے تھے۔

منشی صاحب کی بیک گراؤنڈ سنّی تھی۔ اور جب وہ اپنے مولوی کو بحث کے لیے بلاتے تو وہ انکار کر دیتے تھے جس پر ان کو بہت افسوس ہوتا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت فضل کیا اور ان کو امام وقت کو ماننے کی توفیق بھی دی۔ حامد حسین صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ ان کو احسان کس طرح اتارنے کی توفیق ملی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ منشی صاحب قادیان سے ہو کر لوٹے تو مجھے بتایا کہ میں نے بیت الدّعا میں آپ کے لیے بہت دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے ذریعہ سے اس مقام پر پہنچایا یعنی ان کے ذریعہ سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی تو بیت الدعا میں گئے تو ان کے لیے دعا کرتے رہے کہ اس شخص نے مجھ پر بہت احسان کیا ہے۔ محسن کے لیے ایسی دعا کا خیال بھی ایک احمدی کو ہی آسکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں آپ نے ان کو نائب امیر فجی مقرر کیا تھا۔

نعیم اقبال صاحب مبلغ لکھتے ہیں کہ بڑے باوفا تھے۔ خلافت سے بہت زیادہ وفا کا تعلق تھا۔ دوسروں کو بھی خلافت کے احترام اور اطاعت کی تحریک کرتے تھے۔ اپنا اعلیٰ نمونہ بھی ہر وقت دکھاتے۔ کبھی کسی بات پر اختلاف ہوتا لیکن جب پتا لگتا کہ خلیفۃ المسیح کی رائے اس بارے میں یہ ہے تو فوراً اپنی رائے چھوڑ دیتے۔

تیسرا جنازہ موسیٰ سسکو صاحب کا ہے جو مالی کے باشندے ہیں۔ 15 / فروری کو ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ فوج میں بریگیڈ کمانڈر تھے۔ احمدیت کا تعارف آپ کو جماعت کے رسالے سے ہوا۔ اس کے بعد سکاسو (Sikasso) ریجن کے مبلغ سے مسلسل رابطے میں رہے۔ نومبر 2012ء میں احمدیت

قبول کرنے کی توفیق پائی۔

2013ء میں ان کو سکاسو (Sikasso) شہر میں جماعت کے ریڈیو سٹیشن کے آغاز پر ریڈیو کا ڈائریکٹر اور اسی سال صدر جماعت بھی مقرر کیا گیا۔ ریڈیو سٹیشن کے قیام کے بعد سکاسو ریجن میں غیر معمولی مخالفت کا سامنا تھا۔ اس وقت انہوں نے بڑی حکمت اور صبر و تحمل سے حالات کا سامنا کیا اور تمام مسائل کا حل نکالا۔ متعلقہ اتھارٹی سے رابطہ کیا۔ جماعت کا تعارف کروایا۔

اس کے علاوہ 2016ء سے آپ نیشنل عاملہ میں بطور سیکرٹری امور خارجہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بیعت کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو جماعتی کاموں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ نماز باجماعت کے علاوہ باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے تھے۔ بہت مخلص اور باوفا انسان تھے۔ خلافت سے غیر معمولی محبت تھی اور خلافت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے میں پہل کرتے تھے۔

پسماندگان میں دو بیویوں کے علاوہ دس بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ منشی صاحب کی جو اولاد احمدی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق دے کہ وہ بھی زمانے کے امام کو ماننے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/اپریل 2019ء جلد 26 شمارہ 15 صفحہ 05 تا 10)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29/ مارچ 2019ء بمطابق 29/ امان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابہ کا ذکر کروں گا ان میں سے پہلا ذکر حضرت طُلَیْب بن عُمَیْر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کی کنیت ابو عَدِی تھی۔ ان کی والدہ کا نام اَرْوٰی تھا جو عبد المطلب کی بیٹی تھیں، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ آپؓ کی کنیت ابو عدی ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا اور آپؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ آپؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 93 "طلیب بن عمیر" دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت طُلَیْب بن عُمَیْر دارِ ارقم میں ایمان لائے تھے۔ پھر آپؓ وہاں سے نکل کر اپنی والدہ کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کر لی ہے اور اللہ رب العالمین پر ایمان لے آیا ہوں۔ آپؓ کی والدہ نے کہا کہ تمہاری مدد اور تعاون کے زیادہ حقدار تمہارے ماموں کے بیٹے ہی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں نے تائید کی۔ بڑا اچھا کیا تم ایمان لے آئے۔ پھر کہنے لگیں کہ خدا کی قسم! اگر ہم عورتوں میں بھی مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم بھی ان کی پیروی ضرور کرتیں اور ان کی حمایت اور دفاع کرتیں۔ حضرت طُلَیْب نے اپنی والدہ سے کہا پھر آپ اسلام قبول کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیوں نہیں کر لیتیں؟ اب یہ جذبات ہیں آپ کے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے بھائی حمزہؓ بھی تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی بہنوں کا رویہ دیکھ لوں پھر میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گی۔ حضرت طُلَیْب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور انہیں سلام کہیں اور ان کی تصدیق کریں اور گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر آپ کی والدہ کہنے لگیں کہ میں بھی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی زبان کے ساتھ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتی تھیں اور اپنے بیٹے کو بھی آپؐ کی مدد اور اطاعت کا کہا کرتی تھیں۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 3 صفحہ 266 کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب طُلَیْب بن عمیرؓ حدیث 5047 دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

ان کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے کسی مشرک کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی وجہ سے زخمی کیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ عَوف بن صَبْرَۃ سَہْمِی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضرت طُلَیْب نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھائی اور اسے مار کر زخمی کر دیا۔ کسی نے ان کے ماں اَرْوٰی کو شکایت کی کہ آپ دیکھتی نہیں کہ آپ کے بیٹے نے کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ

اِنَّ طُلَیْبًا نَصَرَ ابْنَ خَالِہٖ

وَاسَاہُ فِی ذِی دَمِہٖ وَ مَالِہٖ

یعنی طُلَیْب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی ہے۔ اس نے اپنے خون اور اپنے مال کے ذریعہ اس کی غم خواری کی۔ بعض کے مطابق آپؓ نے جس شخص کو مارا تھا اس کا نام اَبُوإِھَاب بن عَزِیْز دَارمی تھا اور بعض روایات کے مطابق وہ شخص جس کو حضرت طُلَیْب رضی اللہ عنہ نے زخمی کیا تھا وہ ابولہب یا ابوجہل تھا۔ ایک روایت کے مطابق جب آپؓ کے حملہ کرنے کے متعلق آپؓ کی والدہ سے شکایت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ طُلَیْب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا سب سے بہترین دن وہی ہے جس دن وہ اپنے ماموں کے بیٹے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے۔

(الاصابہ جلد 3 صفحہ 439 طُلَیْب بن عُمَیْرؓ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1995ء)(المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 4 صفحہ 57 کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر ارویٰ بنت عبدالمطلب حدیث 6868 دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت طُلَیْب رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں شامل تھے۔ لیکن جب حبشہ میں قریش کے مسلمان ہونے کی افواہ پہنچی تو حبشہ سے کچھ مسلمان واپس مکہ تشریف لے آئے۔ حضرت طُلَیْب رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 169 ذکر من عاد من الحبشۃ، دارابن حزم بیروت 2009ء)

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے خیال میں تو بعض مؤرخین ہیں، سب نہیں (جنہوں نے یہ بیان کیا ہے) کہ ابھی ان مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اڑتی ہوئی افواہ پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ بالکل امن میں آ گیا ہے۔

چنانچہ بعض لوگ بغیر سوچے سمجھے واپس آ گئے اور پھر پتا لگا کہ خبر جھوٹی ہے۔ اس کی تفصیل میں چند ہفتوں پہلے خطبوں میں بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال واپس آئے تو پتا لگا۔ جب حقیقت پتا لگی تو کچھ نے وہاں مکہ کے رئیسوں کی پناہ لی، سرداروں کی پناہ لی اور کچھ واپس چلے گئے کیونکہ وہ تو بالکل جھوٹ تھا اور کیوں یہ افواہ ہوئی تھی اس کا بیان میں پہلے بھی کر چکا ہوں اس لیے یہاں بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

بہر حال جب وہ صحابہ اس وجہ سے واپس چلے گئے تھے کہ قریش کے ظلم اور ایذا رسانی جو تھی وہ روز بروز بڑھ رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اور مسلمان بھی خفیہ طور پر آہستہ آہستہ ہجرت کر رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مہاجرین حبشہ کی تعداد 101 تک پہنچ گئی تھی جن میں اٹھارہ خواتین بھی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت تھوڑے مسلمان رہ گئے تھے۔ اس واپس آنے کے بعد جو دوبارہ ہجرت

کی اور اس کے بعد بھی جو مسلمان ہجرت کر کے گئے اسی ہجرت کو مؤرخین ہجرت حبشہ ثانیہ کہتے ہیں۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے 147،149)

حضرت طُلَیْب رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے حضرت عَبْدُاللہ بن سَلَمَہ عجلانی کے ہاں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طُلَیْب رضی اللہ عنہ اور حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ حضرت طُلَیْب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی اور آپؓ کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپؓ جنگ اَجْنَادَیْن میں شامل ہوئے جو جمادی الاولیٰ 13 ہجری میں ہوئی اور اسی جنگ کے دوران 35 سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ اَجْنَادَیْن شام میں واقع ایک علاقے کا نام ہے جہاں 13 ہجری میں مسلمانوں اور اہل روم کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے مطابق آپؓ جنگ یرموک میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 91 طُلَیْب بن عُمَیْرؓ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 94 ''طُلَیْب بن عُمَیْرؓ'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 129 ''اجنادین'' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سَالِم مولیٰ ابی حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور والد کا نام مَعْقِل تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مَعْقِل تھا جیسا کہ میں نے کہا۔ ایران کے علاقے اِصْطَخَرْ کے رہنے والے تھے۔ ان کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے اور آپؓ مہاجرین میں بھی شامل ہیں۔ آپؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سَالِم رضی اللہ عنہ اور مُعَاذبن مَاعِض رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 382-383 سالم مولیٰ ابی حذیفۃ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت سَالِم ثُبَیْتَہ بنت یَعَارْ کے غلام تھے جو حضرت ابو حُذَیْفَہ کی بیوی تھیں۔ حضرت ثُبَیْتَہ نے حضرت سالمؓ کو سَائِبَہ کرتے ہوئے آزاد کیا تھا۔ اس زمانے میں غلاموں کا عام قانون یہ ہوتا تھا کہ اگر کسی کو آزاد کر دیا جائے اور یہ آزاد شدہ غلام اگر مر جائے تو اس کے مال کا حصہ دار، جو وارث ہوتا تھا وہ آزاد کرنے والا شخص ہوا کرتا تھا اور سائبہ کرتے ہوئے لکھا ہے یعنی آزاد کیا۔ سائبہ اس غلام کو کہتے ہیں جس کا مالک اسے آزاد کر دے اور اس کو فی سبیل اللہ چھوڑ دے۔ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اب اس غلام کے مرنے کے بعد اس کے مال پر آزاد کرنے والے کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو حضرت اَبُو حُذَیْفَہ نے اپنا مُتَبَنّٰی بنا لیا تھا۔ اس کے بعد آپؓ کو سَالِم بن اَبِی حُذَیْفَہ بھی کہا جانے لگا۔ حضرت اَبُو حُذَیْفَہ نے اپنی بھتیجی فَاطِمَہ بنتِ وَلِید سے ان کی شادی بھی کروائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 63 ''سالم مولیٰ ابی حذیفہ'' دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(ماخوذ از المستدرک علی الصحیحین (مترجم) جلد 4 صفحہ 434 (حاشیہ) اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور 2012ء)

کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ۔ وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ۔ وَلٰکِنْ مَّا

تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (الاحزاب:6) ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ چاہیے کہ ان لے پالکوں کو ان کے باپوں کا بیٹا کہہ کر پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ فعل ہے اور اگر تم کو معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو (بہر حال) وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور دینی دوست ہیں اور جو تم غلطی سے پہلے کر چکے ہو اس کے متعلق تم پر کوئی گناہ نہیں لیکن جس بات پر تمہارے دل پختہ ارادہ کر بیٹھے ہوں (وہ قابل سزا ہے) اور اللہ (ہر توبہ کرنے والے کے لیے) بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت سَالِم مَولیٰ اَبُو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ کہلانے لگے۔ پہلے ابو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہلاتے تھے لیکن بعد میں جب ان کو آزاد کر دیا تو پھر یہ آزاد کردہ غلام یا دوست بن گئے۔ محمد بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سَالِم مَولیٰ اَبِی حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 62 ''ابو حذیفہ بن عتبہ'' دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اولین مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو انہوں نے قبا کے قریب عُصْبَہ کے مقام پر قیام کیا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ ان کی امامت کروایا کرتے تھے کیونکہ وہ ان سب سے زیادہ قرآن کریم جانتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 64 ''سالم مولیٰ ابو حذیفہ ''دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مسعود بن هُنَيْدَہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب قبا میں قیام کیا۔ وہاں ایک مسجد دیکھی جس میں صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے اور حضرت سَالِم مَولیٰ ابو حُذَیْفَہ ؓ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 233 دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت سَالِم رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے قاری تھے۔ آپؓ ان چار صحابہ میں شامل تھے جن کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 382 ''سالم مولیٰ ابی حذیفہ''دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "علم و فضل میں بھی بعض آزاد شدہ غلاموں نے بہت بڑا رتبہ حاصل کیا۔ چنانچہ سَالِم بن مَعْقِل مَوْلیٰ اَبِی حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ خاص الخاص علماء صحابہ میں سے سمجھے جاتے تھے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قرآن شریف کی تعلیم کے لیے جن چار صحابیوں کو مقرر فرمایا تھا ان میں سے ایک سالمؓ بھی تھے۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 399)

پھر اس کے بارے میں تاریخ کے مطابق مزید بیان کرتے ہیں کہ "سَالِم بن مَعْقِل رضی اللہ عنہ ...جو ابو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ بن عُتْبَہ کے معمولی آزاد کردہ غلام تھے، مگر وہ اپنے علم و فضل میں اتنی ترقی کر گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چار صحابیوں کو قرآن شریف کی تعلیم کے لیے مسلمانوں میں مقرر فرمایا تھا اور

اس معاملہ میں گویا انہیں اپنا نائب بننے کے قابل سمجھا تھا ان میں ایک سالم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔"

(سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 403)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چار صحابہ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نمبر ایک، پھر حضرت سَالِم مَولیٰ اَبُو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ، نمبر تین حضرت اُبَیّ بن کَعْب رضی اللہ عنہ اور نمبر چار حضرت مُعَاذ بِن جَبَل رضی اللہ عنہ۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب سالم مولی ابی حذیفۃ حدیث 3758)

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر سے آنے کا سبب دریافت فرمایا تو کہنے لگیں کہ ایک قاری نہایت ہی خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اس کی تلاوت سننے لگ گئی تھی جس وجہ سے دیر ہو گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اوڑھی اور باہر نکل کر دیکھا تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ تلاوت کر رہے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ جس نے تم جیسے قاری کو میری امت میں سے بنایا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 383 سالم مولی ابی حذیفۃؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غزوۂ اُحد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ جو زخمی ہوئے تو آپؐ کے زخم دھونے کی سعادت بھی حضرت سَالِم رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ قَتَادَہ سے مروی ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور دانت (جو کچلی اور سامنے کے دانتوں کے درمیان تھے) زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت سَالِم مَولیٰ اَبُو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم دھو رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ۔ (اٰلِ عمران:129) یعنی تیرے پاس کچھ اختیار نہیں خواہ ان پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جائے یا انہیں عذاب دے۔ وہ بہر حال ظالم لوگ ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 35 "من قتل من المسلمین یوم احد" دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ایسی قوم لائے جائے گی۔ یہ بڑی غور سے سننے والی بات ہے کہ قیامت کے دن ایک ایسی قوم لائے جائے گی جن کے پاس نیکیاں تہامہ کے پہاڑوں (تہامہ جو تھا ساحل عرب کے ساتھ ایک نشیبی علاقہ ہے جو سیناء سے شروع ہو کر عرب کے مغربی اور جنوبی جانب واقع ہے۔ تہامہ کے پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جو خلیج قُلزُم سے شروع ہوتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کی نیکیاں تہامہ کے پہاڑوں) کی مانند ہوں گی لیکن جب انہیں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال ضائع کر دے گا اور پھر انہیں آگ میں ڈال دے گا۔

اس پر حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ ہمیں ایسے لوگوں کی نشاندہی فرما دیں تا کہ ہم انہیں پہچان سکیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث

فرمایا ہے میں اپنے بارے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں بھی ان میں شامل نہ ہو جاؤں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہوں گے، (غور سے سننے والی بات ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے) جو روزے رکھتے ہوں گے، نمازیں پڑھتے ہوں گے اور رات کو بہت تھوڑا سوتے بھی ہوں گے، نفل پڑھتے ہوں گے لیکن جب کبھی ان کے سامنے حرام پیش کیا جائے گا وہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس کے باوجود دنیاوی لالچوں میں پڑ جائیں گے اور یہ نہیں دیکھیں گے حرام کیا ہے، حلال کیا ہے۔ اس وجہ سے اللہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 6 صفحہ 851 زیر لفظ تہامہ، دانش گاہ پنجاب لاہور 2005ء)(معرفة الصحابه لابی نعیم جلد 2 صفحه 483 "سالم مولى ابى حذيفه" حديث نمبر 3456 ۔ دارالكتب العلميه بيروت لبنان 2002ء)

حضرت ثَوْبَان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت میں کچھ ایسے لوگوں کے متعلق جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ پہاڑوں جتنی چمکتی ہوئی نیکیوں کے ساتھ آئیں گے لیکن اللہ عزوجل ان کو بے وقعت قرار دے کر ہوا میں بکھیر دے گا۔ اس پر مزید ایک روای کا ایک بیان ہے۔ ثَوْبَان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسولؐ اللہ! ہمارے لیے ان کی کوئی نشانی بتا دیں۔ ہمیں ان کے متعلق وضاحت سے بتا دیں تا کہ ہم ان میں سے نہ ہو جائیں اور ہمیں علم ہی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ہی بھائی ہیں، تمہاری ہی جلدوں کے سے ہیں یعنی تمہاری جنس کے لوگ ہیں، ایسے ہی رنگ ہیں۔ وہ رات کے وقت میں سے عبادت وغیرہ کے لیے بھی ایسے ہی وقت لیتے ہوں گے جیسے تم لیتے ہو، عبادت گزار بھی ہوں گے لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب اللہ کے محارم کی طرف جاتے ہیں تو اس کی بے حرمتی اور پامالی کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجه كتاب الزهد باب ذكر الذنوب حديث نمبر 4245)

جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، حرام فرمایا ہے ان کو پھر احساس ہی نہیں ہوتا کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام ہے اور پھر دنیا ان پر غالب آجاتی ہے۔ پس یہ ایک مستقل سوچنے والا اور بڑے خوف کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہمیشہ اپنا جائزہ لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

حضرت عَبْدُاللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کا نام سَالِم، وَاقِد اور عَبْدُاللہ تھا۔ جو انہوں نے بعض کبار صحابہ کے نام پر رکھے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام سَالِم بھی تھا جو سَالِم مَولیٰ اَبُو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا۔ سعید بن المُسَیَّب بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عُمَر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو میں نے اپنے بیٹے کا نام سَالِم کیوں رکھا ہے؟ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر فرمانے لگے کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام حضرت سَالِم مَولیٰ اَبُو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ کے نام پر سالم رکھا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام وَاقِد کیوں رکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ نہیں جانتا تو کہنے لگے حضرت وَاقِدْ بن عبداللہ یَرْبُوْعِی رضی اللہ عنہ کے نام پر کھا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام عبداللہ کیوں رکھا ہے۔ جب میں نے کہا کہ نہیں جانتا تو کہنے لگے کہ حضرت عبداللہ بن رَوَاحَہ رضی اللہ عنہ کے نام پر عبداللہ رکھا ہے۔

(الطبقات الكبرى جلد 4 صفحه 119 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1990ء)

تو صحابہ جو بڑے کبار صحابہ تھے ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کے نام کسی خاص مقصد سے

پرانے بزرگوں کے ناموں پر رکھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کچھ لوگ گھبرا گئے تھے۔ جنگ کی بڑی شدت ہوئی تو کچھ لوگ گھبرا گئے۔ کہتے ہیں کہ میں اپنا ہتھیار لے کر نکلا تو میری نظر حضرت سَالِم مولیٰ ابی حذَیْفَہ رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ ان کے پاس بھی اپنے ہتھیار تھے۔ چہرے پر وقار اور سکینت تھی۔ کوئی گھبراہٹ نہیں تھی اور وہ پیش قدمی کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ میں اس نیک آدمی کے پیچھے چلوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور آپؐ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کی حالت میں نکلے اور فرمانے لگے کہ لوگو! یہ کیسی گھبراہٹ اور کیسا خوف ہے! کیا تم اس بات سے عاجز آ گئے کہ جیسی ہمت ان دونوں مومنوں نے دکھائی ہے تم بھی دکھاؤ۔

(التاریخ الکبیر جلد 6 صفحہ 127 باب العین حدیث 8538 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

کوئی گھبراہٹ نہیں ہونی چاہیے۔ جس طرح کہ حضرت سَالِم اور ساتھ ان کے یہ تھے جنہوں نے عہد کیا اور بغیر کسی گھبراہٹ کے اس کڑے وقت میں بھی باقاعدہ ڈٹے رہے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے ارد گرد علاقوں میں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجے تا کہ وہ ان قبائل کو اسلام کی طرف بلائیں لیکن ان لشکروں کو جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ جنگ نہیں کرنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو قبیلہ بَنُو جَذِیْمَہ کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ جب انہوں نے حضرت خالد کو دیکھا تو ہتھیار اٹھا لیے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے کہا لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، اب ہتھیار اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں سے ایک شخص جَحْدَم نے کہا کہ میں ہرگز ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ یہ خالد ہے۔ مجھے اعتبار نہیں۔ اللہ کی قسم! ہتھیار ڈالنے کے بعد قید ہونا ہے اور قید ہونے کے بعد گردن اڑایا جانا ہے۔ اس کی قوم کے بعض افراد نے اسے پکڑ لیا اور کہا اے جَحْدَم! کیا تو چاہتا ہے کہ ہمارا خون بہایا جائے۔ یقیناً لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور جنگ ختم ہو چکی ہے۔ پھر انہوں نے اس سے ہتھیار چھین لیے اور خود بھی ہتھیار ڈال دیے۔ جب انہوں نے ہتھیار رکھ دیے تو اس کے بعد پھر حضرت خالدؓ نے ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قیدی بنا لیا اور ہم میں سے ہر آدمی کو اس کا قیدی سپرد کر دیا اور پھر اگلے دن یہ حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ حضرت سَالِم مولیٰ ابی حذَیْفَہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا خدا کی قسم! میں اپنے قیدیوں کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرا کوئی ساتھی ایسا کرے گا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ان میں سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا کسی نے خالدؓ کے اس طرزِ عمل کو ناپسند بھی کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آیا کہ اس طرح ہو۔ انہوں نے پوچھا ناپسند کیا تھا؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں سفید رنگ کے ایک میانہ قد شخص نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ خالد نے انہیں ڈانٹا تو وہ خاموش ہو گئے۔ ایک دوسرے آدمی نے جن کا قد طویل تھا اس عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو خالد نے ان سے بھی جھگڑا کیا۔ دونوں میں

تلخ کلامی بھی ہوئی۔ اس پر حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ! میں ان دونوں کو جانتا ہوں۔ ایک میرا بیٹا عبد اللہ ہے اور دوسرے سَالِم مولیٰ ابو حذَیْفَہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف جاؤ اور معاملہ دیکھو کہ کیا معاملہ ہوا ہے؟ کیوں ایسا ہوا ہے؟ اور جاہلیت والے معاملے کو اپنے قدموں تلے مسل دو۔ یہ بالکل جہالت کی باتیں ہوئی ہیں۔ اس کو بالکل ختم کر دو۔ چنانچہ حضرت علیؓ اس مال کو لے کر گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیا تھا۔

حضرت علیؓ کو صرف بھیجا نہیں بلکہ بہت سامال ساتھ دے کر بھیجا تھا اور آپؐ نے ان لوگوں کا جو بھی جانی اور مالی نقصان ہوا تھا اس کی دیت ادا کی۔ مال اس لیے بھیجا تھا کہ غلط طریقے سے جو جانی اور مالی نقصان ہوا ہے اس کی دیت ادا کی جائے۔ اس کے بعد بھی حضرت علیؓ کے پاس کچھ مال بچ رہا تو آپؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کیا کسی جانی اور مالی نقصان کی دیت ادا ہونا رہ گئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بڑے انصاف سے سب کچھ ہو گیا۔ کچھ نہیں رہا۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ میں پھر بھی اس احتیاط کے ماتحت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی ہے یہ مال تمہیں دے دیتا ہوں کیونکہ جو وہ جانتے ہیں وہ تم لوگ نہیں جانتے۔ چنانچہ آپؓ ان کو یہ مال دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹے اور آپؐ کو اس کی اطلاع دے دی کہ اس طرح میں کر آیا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے بخوبی اس کام کو انجام دیا ہے۔ پھر آپؐ نے قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ بلند کر کے تین مرتبہ یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدُ ابْنُ الْوَلِیْدِ۔ کہ اے اللہ! میں اس سے جو خالد بن ولید نے کیا ہے تیرے حضور براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 557-558 باب مسیر خالد بن الولید بعد فتح مکۃ الی بنی جذیمہ۔۔۔الخ۔ دار ابن حزم بیروت 2009ء)(صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث النبی ﷺ خالد بن الولید الی بنی جذیمہ حدیث 4339)

یہ بڑا غلط کام ہوا ہے۔ پس انہوں نے بھی اگر کوئی ظلم کیا ہے یا غلطی کی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور روکا بلکہ اس کا مداوا بھی کیا۔ ان کو دیت بھی ادا کی اور مظلوم کی تسکین کے سامان بہم پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ دشمن بھی تھے جنہوں نے ہتھیار اٹھائے تھے لیکن آپؐ نے پسند نہیں کیا کہ اس طرح ہو۔ یہ تھا آپؐ کے انصاف کا معیار۔

ابراھیم بن حَنْظَلَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے روز حضرت سَالِم مولیٰ ابو حذَیْفَہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپؓ جھنڈے کی حفاظت کریں جبکہ بعض نے کہا کہ ہمیں آپؓ کی جان کا ڈر ہے۔ اس لیے ہم آپؓ کے علاوہ کسی اور کے سپرد جھنڈا کرتے ہیں۔ اس پر حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا تب تو میں بہت برا حامل قرآن ہوں۔ یعنی مجھے تو قرآن کریم کا بڑا علم ہے اور اس علم رکھنے کے باوجود اگر میں اس پر عمل کرنے والا نہیں تو پھر یہ بہت بری بات ہے یا یہ کہ اگر جان کے خوف سے ایک اہم فریضہ جو ہے اور قرآن کریم کا جو حکم ہے اس سے میں بچنے والا بنوں تو ایسے علم قرآن کا پھر کیا فائدہ؟ بہر حال لڑائی کے دوران جب آپؓ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپؓ نے اپنے بائیں ہاتھ میں جھنڈا تھامے رکھا اور جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو گردن میں دبا لیا اور یہ پڑھنے لگے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ (اٰلِ عمران:145) وَ کَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ۔ (اٰل عمران:147)۔

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض اللہ کے ایک رسولؐ ہیں اور کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ مل کر بہت سے رَبّانی لوگوں نے قتال کیا۔ جب حضرت سالم رضی اللہ عنہ گر گئے تو ساتھیوں سے پوچھا کہ ابو حُذَیْفَہ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ پھر ایک اور آدمی کا نام لے کر پوچھا کہ اس نے کیا کیا تو جواب ملا کہ وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ اس پر حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے ان دونوں کے درمیان میں لٹا دو۔ جب آپؓ شہید ہو گئے تو بعد میں حضرت عمرؓ نے ان کی میراث ثُبَیْتَہ بِنت یَعَارْ کے پاس بھیجی۔ انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا تھا لیکن انہوں نے اس میراث کو قبول نہ کیا اور ساتھ یہ کہا کہ میں نے ان کو سَائِبَہ بنا کر یعنی محض خدا کی راہ میں آزاد کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی میراث کو بیت المال میں جمع کروا دیا۔

(اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 384 سالم مولی ابی حذیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

محمد بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں جب مسلمان منتشر ہو گئے تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ کے ساتھ اس طرح نہیں کیا کرتے تھے یعنی بھاگ نہیں جایا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لیے ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو گئے۔ اس دن آپؓ کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا۔ اس کے بعد آپؓ بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ آپؓ جنگ یمامہ جو 12 ہجری میں ہوئی تھی اس میں شہید ہوئے اور یہ واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ طبقات الکبریٰ کا یہ حوالہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 64-65 سالم مولی ابی حذیفہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سالم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگ کہتے تھے گویا قرآن کا ایک چوتھائی حصہ چلا گیا۔

(المستدرک علی الصحیحین جلد 3صفحہ 251-252 کتاب معرفۃ الصحابہ باب ذکر مناقب سالم مولی ابی حذیفہؓ حدیث 5004، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

یعنی جن چار علماء کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا کہ ان سے قرآن سیکھو، ان میں سے ایک چلا گیا۔

اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عِتْبَان بن مالِک رضی اللہ عنہ۔ حضرت عِتْبَان بن مالِک رضی اللہ عنہ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو سالِم بن عَوف سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے اور حضرت عمرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپؓ غزوۂ بدر، اُحد اور خندق میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپؓ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپؓ کی وفات حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 415-416 عتبان بن مالکؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں نزول فرمایا تو حضرت عِتْبَان بن مالِک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کے یہاں قیام کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ اس وقت مامور ہے یعنی جہاں خدا کا منشاء ہو گا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 228-229 اعتراض القبائل لہ تبغی نزولہ عندھا مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء) (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 267-268)

حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور انصار میں سے میرا ایک پڑوسی بنو اُمَیَّہ بن زَید، (بنو اُمَیَّہ بن زید بستی کا نام ہے) میں رہتے تھے۔ اور یہ مدینہ کے ان گاؤں میں سے ہے جو آس پاس اونچی جگہ پر واقع تھے۔ اور ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا تھا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ اور جب میں جاتا تھا تو میں اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اس کے پاس لاتا تھا اور جب وہ جاتا تھا تو وہ ایسے ہی کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن گیا اور آکر میرے دروازے کو زور سے کھٹکھٹایا اور میرے بارے میں پوچھا کیا وہ یہیں ہیں؟ اس پر میں گھبرایا اور باہر نکلا تو اس نے کہا بہت ہی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ سن کر میں حفصہؓ کے پاس گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ کہنے لگیں کہ میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے کھڑے کھڑے پوچھا کیا آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس پر میں نے کہا اللہ اکبر۔

(صحیح بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم حدیث 89)

روایات کے مطابق بعض جگہ تفصیل بھی ملتی ہے۔ لمبا واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک مہینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا تھا اور نہ صرف بیویوں سے بلکہ صحابہ سے بھی علیحدہ ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے یہ تاثر پیدا ہو گیا کہ طلاق دے دی ہے۔ کسی وجہ سے ناراضگی ہے۔ بہرحال جو بھی وجوہات تھیں وہ اور تھیں لیکن یہ وجہ نہیں تھی۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے بخاری کی حدیث کی شرح میں اس بات سے کہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا کہ ایک دن میں جاتا تھا اور ایک دن میرے دوسرے ساتھی جاتے تھے لکھا ہے کہ "اگر کسی کو علم سیکھنے کے لیے پوری فراغت نہ ملتی ہو تو وہ کسی کے ساتھ باری مقرر کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری کے ساتھ باری مقرر کی تھی۔ صحابہؓ کے شوق کا اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ کام کاج چھوڑ کر تین چار میل سے آکر سارا دن اسی کام میں صرف کر دیتے۔"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم حدیث 89۔ جلد 1 صفحہ 165 از نظارت اشاعت ربوہ)

لیکن علامہ عینی بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں تحریر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پڑوسی حضرت عِتْبَان بن مالِكؓ تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر کے پڑوسی اوس بن خولی تھے۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری جلد 20 صفحہ 256 کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ بحال زوجھا۔ حدیث 5191۔ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

بہرحال حضرت عمرؓ نے تو اس کی روایت میں جو بیان فرمایا وہی بیان ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عِتْبَان بن مالِكؓ نے جب ان کی بینائی چلی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز باجماعت سے تَخَلُّف کی اجازت چاہی کہ آنہیں سکتا، مسجد میں نہیں آسکتا مجھے اجازت دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ حضرت عِتْبَانؓ نے کہا جی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی۔ یہ مشہور حدیث ہے اکثر پیش کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی کچھ تفصیل بھی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت

سے پتا چلتا ہے کہ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عِتْبَان رضی اللہ عنہ کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ شروع میں منع کیا پھر اجازت دے دی۔ چنانچہ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عِتْبَان بن مالِك رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے اور وہ نابینا تھے اور یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسولؐ اللہ! اندھیرا اور سیلاب ہوتا ہے۔ بارش زیادہ ہو جاتی ہے۔ اندھیرا ہوتا ہے۔ نیچے وادی میں پانی بہ رہا ہوتا ہے۔ میں نابیناہوں۔ اس لیے یارسولؐ اللہ! میرے گھر میں نماز پڑھیے جسے میں نماز گاہ بناؤں۔ ایک دن حاضر ہوئے اور یہ کہا میرا یہاں آنا مشکل ہو جاتا ہے آپؐ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں میں نے ایک جگہ بنائی ہے وہاں نماز پڑھ لیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے گھر میں ایک طرف اشارہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 415 عتبان بن مالك، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب الرخصة فی المطر و العلة ان یصلی فی رحله حدیث 667)

پس اگر خاص حالات میں گھر میں نماز کی اجازت دی تو وہاں بھی باقی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ لوگوں کو جمع کر کے وہاں نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ موسم کی سختی کی وجہ سے، راستے کی روک کی وجہ سے لوگ مسجد میں جا نہیں سکتے تھے۔ تو عذر کوئی نہیں۔ اگر بعد میں اجازت دی بھی تھی تو اس لیے کہ وہاں ان کے گھر کے ایک حصہ میں باجماعت نماز ہو۔ چنانچہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے بَابُ اَلرُّخْصَةُ فِی الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ یُّصَلِّیْ فِیْ رَحْلِهٖ یعنی بارش یا کسی اور سبب سے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھنے کی اجازت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام موصوف (یعنی امام بخاری) معذوری کے وہ حالات پیش کر رہے ہیں جن میں باجماعت نماز پڑھنے سے مستثنیٰ کیا جانا چاہیے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی گھر میں تنہا پڑھنے کی اجازت نہیں دی، (یہ اذن نہیں دیا کہ گھر میں اکیلے پڑھ لیا کرو) حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حتی الامکان احکام کے نفاذ میں سہولت مد نظر رکھتے تھے۔ یہی ہوتا تھا کہ دین کے معاملے میں جہاں آسانی پیدا ہو سکتی تھی وہاں آسانی پیدا کی جائے لیکن آپؐ نے ان کو علیحدہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ اجازت دی بھی تو اس صورت میں کہ باجماعت پڑھنی ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت عِتْبَان رضی اللہ عنہ نابینا تھے۔ راستے میں نالہ بہتا تھا اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے انہیں اجازت دی مگر باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں۔ یہ فرمایا کہ باجماعت نماز پڑھو گے تو اجازت ہے۔ پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ اگر نماز فریضہ تنہا پڑھی جا سکتی تھی تو آپؐ حضرت عِتْبَان رضی اللہ عنہ کو معذور سمجھ کر گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی ضرور اجازت دیتے۔

(ماخوذ از صحیح بخاری جلد2 صفحہ 66 کتاب الاذان باب الرخصة فی المطر و العلة ان یصلی فی رحله حدیث 667۔ از نظارت اشاعت ربوہ)

پس ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں بھی اگر فاصلے زیادہ ہیں، سواری نہیں ہے، وقت نہیں ہوتا تو جس طرح کہ کئی دفعہ کہہ چکا ہوں احمدیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے گھروں میں نماز سینٹر بنائیں اور ہمسائے اکٹھے ہو کر وہاں باجماعت نماز پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اب میں بعض فوت شدگان کے بارے میں بتاؤں گا جن کا ابھی جنازہ پڑھا جائے گا۔ ان میں سے ایک ربوہ کے مکرم غلام مصطفیٰ اعوان صاحب ہیں۔ 16 / مارچ کو 78 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا دیوان بخش صاحب کے ذریعہ آئی۔ مرحوم پنجوقتہ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، تقویٰ شعار، ہمدرد، خیر خواہ، خلیق، ملنسار، سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ بڑے دعا گو تھے۔ مہمان نواز تھے۔ غریب پرور تھے۔ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے، نیک، مخلص انسان تھے۔ نظام جماعت اور خلافت سے گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ ملازمت کے سلسلے میں یہ سعودی عرب بھی رہے اور سعودی عرب رہنے کے دوران ان کو نو مرتبہ حج بیت اللہ کی توفیق ملی اور بے شمار مرتبہ عمرے کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں تعمیراتی کام کرنے کی بھی توفیق ملی۔

اللہ کے فضل سے موصی تھے اور ایک دن اچانک جب آپ کی طبیعت خراب ہوگئی تو ان کو پہلی فکر یہی تھی کہ میں نے حصہ جائیداد ادا کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صحت دی تو فوری طور پر اپنی کچھ جائیداد بیچ کر اپنا حصہ جائیداد ادا کیا۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا احمد مرتضیٰ ہے جو جرمنی میں ہے۔ چار بیٹیاں ہیں۔ دو داماد محمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ زیمبیا ہیں اور جمیل احمد صاحب تبسم صاحب مبلغ رشیا ہیں اور بطور واقف زندگی وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

مرحوم کی بیٹیاں جو ان مبلغین سے بیاہی ہوئی ہیں اور اپنے واقف زندگی خاوندوں کے ساتھ بیرون ملک ہیں اور بیرون ملک ہونے کی وجہ سے والد کی وفات کے وقت وہاں جا نہیں سکیں اور یہ صدمہ بھی ان کو پردیس میں برداشت کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلے سے برداشت کی توفیق دے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرمہ امۃ الحئی صاحبہ اہلیہ محمد نواز صاحب کاٹھگڑھی کا ہے جن کی 15 / مارچ کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا تعلق قادیان کے نواحی گاؤں بگول سے تھا۔ ابھی دو سال کی تھیں کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کے تایا محمد ابراہیم نے ان کی پرورش کی۔ مرحومہ پیدائشی احمدی تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت 1903ء میں آئی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد اپنے تایا کے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے جڑانوالہ آکر رہائش اختیار کی اور پھر وہاں سے 1981ء میں انہوں نے بچوں کی تعلیم وغیرہ کے لیے ربوہ ہجرت کی اور آخر دم تک ربوہ میں ہی قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹی ان کی چھوٹی عمر میں وفات پا گئی تھیں۔ اپنی اولاد میں سے بچوں کو وقف کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور پھر اولاد در اولاد یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کے بڑے بیٹے رانا فاروق احمد صاحب نظارت دعوت الی اللہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ چھوٹے حافظ محمود احمد طاہر صاحب جامعہ احمدیہ تنزانیہ میں بطور استاد خدمت بجا لا رہے ہیں۔ والدہ کے جنازے کے لیے پاکستان نہیں جا سکے تھے۔ اسی طرح ایک پوتا مربی سلسلہ ہے۔ ایک نواسہ مربی سلسلہ گھانا میں ہے۔ ایک پوتا اور ایک پوتی حافظ قرآن ہیں اور بہت ساری پوتیوں اور نواسیوں کی شادیاں انہوں نے مربیان میں، واقفین زندگی میں کی ہیں۔

ان کے بیٹے حافظ محمود بیان کرتے ہیں کہ ہمارے والدین ساری زندگی خدمتِ سلسلہ کو ترجیح دیتے رہے

اور ہمیں نظام جماعت اور خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھنے اور نماز باجماعت کے پابند بنانے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہتے تھے۔ تبلیغ احمدیت کا شوق بھی بہت تھا۔ والدہ کی طرف سے ان کی والدہ کے تمام بھائی اور بہنیں غیر احمدی تھے۔ ان کو حتی الوسع تبلیغ کیا کرتی تھیں۔ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں ان کے ایک بھائی عبدالحمید صاحب کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی اور ان کی اولاد بھی اللہ کے فضل سے خادم سلسلہ ہے۔ شورکوٹ میں جب یہ تھیں تو 53ء اور 74ء کے حالات جماعت پر بڑے سخت تھے۔ انہوں نے یہ وقت بڑی جرأت اور دلیری سے گزارا اور کسی قسم کا کوئی خوف سامنے نہیں آنے دیا۔

یہ لکھتے ہیں کہ 74ء کی شورش کے دوران ہی، ایک دن گاؤں کے نمبردار کی بیوی ہمارے گھر میں آئی اور نمبردار کا پیغام دیا کہ احمدیوں کے گھروں پر حملہ کرنے کے لیے جلوس آرہا ہے۔ اس لیے مرد باہر کھیتوں میں چھپ جائیں اور عورتیں ہمارے گھر آجائیں۔ مگر ہماری والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ ہم گھر میں ہی رہیں گی خواہ مریں یا جئیں۔ اور انہی دنوں ایک دفعہ ان کے گھر پہ جلوس آگیا تو گھر میں مرد کوئی نہیں تھا۔ صرف بہنیں تھیں اور ان کی والدہ تھیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جلوس باہر تھا۔ ہاتھ میں ایک کلہاڑی لے کر گھر کے صحن میں ٹہلتی رہیں اور باہر کسی نے آواز دی کہ ان کے گھر پر حملہ کرو تو انہوں نے اندر سے آواز دی کہ اگر کوئی بھی دیوار پھلانگ کر آیا تو میں تمہارا سر تمہارے جسم سے علیحدہ کر دوں گی۔ اور اسی طرح کروں گی جس طرح حضرت صفیہؓ نے سر اٹھا کر باہر پھینک دیا تھا۔ بہرحال یہ جرأت دیکھ کر مخالفین وہاں سے چلے گئے۔

71ء میں اُن کے ایک بیٹے جو فوج میں تھے جنگی قیدی تھے، فوج میں تھے یا ویسے سرکاری ملازم تھے بہرحال جنگی قیدی تھے۔ تین سال کا عرصہ وہ جنگی قیدی رہے۔ بڑے صبر سے انہوں نے وہ وقت گزارا اور ان کے واپس آتے ہی پہلے انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہتے ہیں ہماری والدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور ہمیشہ گھر میں باتیں ہوتی تھیں۔ یہی کہا کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات سناؤ۔ آخری وقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں کرتی تھیں کہ وہ آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی اور نسلوں کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/ اپریل 2019ء جلد 26 شمارہ 16 صفحہ 05 تا 09)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ اپریل 2019ء بمطابق 05/ شہادت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں پہلا نام ہے حضرت خِرَاشْ بن صِمَّة انصاریؓ کا۔ حضرت خِرَاش رضی اللہ عنہ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو جُشَمْ سے تھا۔ آپؓ کی والدہ کا نام اُمِّ حَبِیب تھا۔ حضرت خراش رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سَلَمہ اور عبد الرحمٰن اور عائشہ شامل ہیں۔ حضرت خِرَاش رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر اور احد میں شرکت کی۔ احد کے دن آپؓ کو دس زخم آئے۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر تیر اندازوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 425 خراش بن الصمہ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

غزوۂ بدر میں حضرت خِرَاش رضی اللہ عنہ نے اَبُو الْعَاص کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اسیر بنایا تھا، قید کیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 312 اسر ابی العاص ابن الربیع زوج زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

دوسرا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام حضرت عُبَیْد بن تَیِّہَان رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت عُبَیْد بن تَیِّہَان کا نام عَتِیْك بن تَیِّہَان بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت عَتِیك تھا۔ آپؓ اَبُو الْهَیْثَم بن تَیِّہان کے بھائی تھے اور آپؓ بنو عبد الْاَشْهَل کے حلیفوں میں سے تھے۔ حضرت عُبَیْد رضی اللہ عنہ ستّر انصار کے ساتھ بیعتِ عَقَبہ میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے اور حضرت مَسْعُود بن رَبِیع کے مابین مؤاخات قائم فرمائی۔ آپؓ اپنے بھائی حضرت اَبُو الْهَیْثَم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور آپؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی۔ آپ کو عِکْرِمَہ بن ابو جہل نے شہید کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ جنگ صِفِّیْن میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس پہ ذرا اختلاف ہے لیکن بہر حال دونوں روایتوں میں ایک مشترک بات ہے کہ آپؓ شہید ہوئے۔ آپؓ کی اولاد میں دو بیٹوں حضرت عُبَیْد اللہؓ اور حضرت عَبَّادؓ کا ذکر ملتا ہے۔ طبری کے قول کے مطابق حضرت عَبَّادؓ نے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت پائی جبکہ حضرت عُبَیْد اللہؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنگ یَمَامَہ میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ342-343 ابو الهیثم بن التیهان ، عبید بن التیهان۔ دار الکتب العلمیة بیروت1990ء)(اسد الغابة جلد3 صفحہ153 عباد بن عبید، صفحہ521 عبید الله بن عبید بن التیهان، صفحہ529 عبید بن التیهان۔ دار الکتب العلمیة بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **اَبُوحَنَّۃ مالِك بن عَمْرو**رضی اللہ عنہ۔ **اَبُوحَنَّۃ** ان کی کنیت تھی۔ **مَالِك بن عَمْرو** ان کا نام تھا۔ **محمد بن عمر وَاقِدی** نے آپؓ کو شرکائے بدر میں شمار کیا ہے۔ آپؓ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپؓ کا نام **عامر** اور **ثابِت بن نُعْمَان** بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کی کنیت **اَبُوحَبَّۃ** اور **ابو حَیَّہ** بھی بیان کی جاتی ہے لیکن **محمد بن عمر واقدی** کہتے ہیں کہ **اَبُوحَبَّۃ** کنیت کے دو اشخاص کا ذکر ملتا ہے۔

ایک **اَبُوحَبَّۃ بن غَزِیَّہ بن عمرو** اور دوسرے **اَبُوحَبَّۃ بن عَبدِعمرو الْمَازِنِی**۔ یہ دونوں غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ شاملین بدر میں کسی کی کنیت اَبُوحَبَّۃ نہ تھی بلکہ غزوۂ بدر میں جو شامل ہوئے ہیں ان کی کنیت **اَبُوحَنَّہ** تھی۔ اس لحاظ سے وہ اپنی بات پر زور دیتے ہیں کہ **اَبُوحَنَّہ** ہی ان کی کنیت تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ365 ابو حنہ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

(اسد الغابۃ جلد6 صفحہ63 ابو حبہ الانصاری۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت2003ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **عبدُاللہ بن زَیْد بن ثَعْلَبَہ**رضی اللہ عنہ۔ آپؓ کو **عبداللہ بن زید انصاری** کہا جاتا ہے۔ آپؓ کی کنیت **ابو محمد** تھی۔ والد کا نام حضرت **زَیْد بن ثَعْلَبَہ**رضی اللہ عنہ تھا اور یہ بھی صحابی تھے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ **بَنُو جُشَم** سے تھا۔ آپؓ بیعت عقبہ میں ستر انصار کے ساتھ شامل ہوئے اور غزوۂ بدر اور احد اور خندق اور دیگر غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ فتح مکہ کے وقت بنو حارث بن خزرج کا جھنڈا آپؓ کے پاس تھا۔ حضرت **عبداللہ بن زید**ؓ اسلام لانے سے قبل عربی لکھنا جانتے تھے جبکہ اس زمانے میں عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ بہت کم لوگ ہوتے تھے جو لکھنا جانتے ہوں۔ حضرت **عبداللہ بن زید**رضی اللہ عنہ کی اولاد مدینہ میں قیام پذیر رہی۔ آپؓ کے ایک بیٹے کا نام محمد تھا جو آپؓ کی بیوی **سَعْدَۃ بنتِ کُلَیْب** سے پیدا ہوئے اور ایک بیٹی **ام حُمَیْد** تھیں جن کی والدہ اہل یمن سے تھیں۔

آپؓ کے بھائی **حُرَیْث بن زید** تھے جو بدری صحابی تھے۔

(اسد الغابۃ جلد3 صفحہ248 عبد اللہ بن زید الانصاری۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت2003ء)(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ405-406 عبد اللہ بن زید، حریث بن زید۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اور آپؓ کی ایک بہن کا نام **قُرَیْبَہ بنت زَید**رضی اللہ عنہ تھا، وہ بھی صحابیہ تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد8 صفحہ271-272 قریبۃ بنت زید۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

حضرت **عبداللہ بن زید**رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے گئے اور آپؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق آگاہ کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ ان الفاظ میں اذان دیں جو حضرت عبد اللہ نے خواب میں دیکھے تھے۔

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بعد سنہ ایک ہجری کا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد3 صفحہ913 عبد اللہ بن زید۔ دار الجیل بیروت 1992ء)

اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت ابو عُمَیْر بن انس انصاریؓ (انصار میں سے تھے) اپنے چچوں

سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ نماز کے لیے لوگوں کو کیسے جمع کیا جائے؟ آپؐ کو عرض کیا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے۔ جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو اطلاع کر دیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ سے نرسنگا کا ذکر کیا گیا یعنی یہود کے بلانے کے طریق سے جو بلند آواز سے blow کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا کہ یہ یہود کا طریق ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر آپؐ سے ناقوس کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ نصاریٰ کا طریق ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید واپس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر کی وجہ سے فکر مند تھے۔ دعا کی تو کہتے ہیں ان کو خواب میں اذان دکھائی گئی۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اے بندۂ خدا! تو اس ناقوس کو بیچے گا۔ اس نے کہا تو اس سے کیا کرے گا؟ میں نے کہا کہ ہم اس کے ذریعہ سے نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا تو کیا میں تمہیں وہ بات بتادوں جو اس سے بہتر ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس نے کہا پھر کہو اور اذان کے الفاظ دہرائے کہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اس کا ترجمہ بھی بچوں کے لیے اور نومسلموں کے لیے پڑھ دیتا ہوں، فائدہ مند ہوتا ہے۔ اذان ہم روز سنتے ہیں لیکن پھر بھی بعضوں کو میں نے دیکھا ہے ترجمہ نہیں آتا۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ چار دفعہ کہنا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ دو دفعہ کہنا ہے۔ پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ بھی دو دفعہ ہے۔ پھر نماز کی طرف آؤ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ نماز کی طرف آؤ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ پھر دو دفعہ کہنا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ یہ الفاظ دوہرانے کے بعد وہ شخص مجھ سے تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور پھر کہا کہ جب تم نماز کھڑی کرو تو یہ کہا کرو۔ پھر تکبیر کے الفاظ دوہرائے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اس میں دو ہی الفاظ اذان سے زائد ہیں۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ ہے کہ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔ اور پھر وہی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

پھر کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو میں نے دیکھا تھا بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ چاہے تو یہ سچی خواب ہے۔ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ

اور جو تم نے دیکھا تھا وہ بتاتے جاؤ۔ وہ ان الفاظ کے ساتھ اذان دے دے چونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ پس میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں ان کو بتاتا جاتا تھا اور وہ اس کے مطابق اذان دیتے جاتے تھے۔ راوی کا یہ بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ اذان سنی تو وہ اپنے گھر میں تھے۔ وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور کہہ رہے تھے کہ اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ یا رسول اللہ بھیجا ہے! میں نے وہی دیکھا جو اس نے دیکھا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب بدء الاذان حدیث498، باب کیف الاذان حدیث499)

ایک دوسری روایت میں اس جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے پس یہی بات پختہ ہے۔

(جامع الترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی بدء الاذان حدیث189)

اس کی تفصیل میں سیرت خاتم النبیین میں، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تاریخوں سے لے کے بعض باتیں زائد بیان فرمائی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

ابھی تک نماز کے لیے اعلان یا اذان وغیرہ کا انتظام نہیں تھا تو صحابہ عموماً وقت کا اندازہ کر کے خود نماز کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ صورت کوئی قابل اطمینان نہیں تھی۔ مسجد نبویؐ کے تیار ہو جانے پر یہ سوال زیادہ محسوس طور پر پیدا ہوا کہ کس طرح مسلمانوں کو وقت پر جمع کیا جائے۔ کسی صحابی نے نصاریٰ کی طرح ناقوس کی رائے دی۔ کسی نے یہود کی مثال میں بوق کی تجویز پیش کی۔ کسی نے کچھ کہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ نماز کے وقت یہ اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اذان سے پہلے حضرت عمرؓ کی ایک یہ رائے تھی حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اس فرض کو ادا کیا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد جب نماز کا وقت آتا تھا بلالؓ بلند آواز سے اَلصَّلَاۃُ جَامِعَۃٌ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ بلکہ اگر نماز کے علاوہ بھی کسی غرض کے لیے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرنا ہوتا تو یہی آواز دی جاتی، یہی اعلان کیا جاتا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد، پھر آگے ان کا وہی قصہ ہے کہ ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؓ کو خواب میں موجودہ اذان کے الفاظ سکھائے گئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس خواب کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو اذان کے طور پر یہ یہ الفاظ پکارتے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب خدا کی طرف سے ہے اور عبد اللہ کو حکم دیا کہ بلالؓ کو یہ الفاظ سکھا دیں۔ لکھتے ہیں کہ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جب بلالؓ نے ان الفاظ میں پہلی دفعہ اذان دی تو حضرت عمرؓ اسے سن کر جلدی جلدی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! آج جن الفاظ میں بلالؓ نے اذان دی ہے بعینہٖ یہی الفاظ میں نے بھی خواب میں دیکھے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے الفاظ سنے تو فرمایا کہ اسی کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ 271-272)

بشیر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ جنہیں اذان رؤیا میں دکھائی گئی

تھی انہوں نے اپنا وہ مال صدقہ کیا جس کے علاوہ آپؓ کے پاس کچھ اور نہیں تھا۔ سارا مال صدقہ کر دیا۔ آپؓ اور آپؓ کا بیٹا اس کے ذریعہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔ پس جو بھی جائیداد تھی آپؓ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ جب انہوں نے یہ مال سپرد کر دیا تو اس پر ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! عبد اللہ بن زیدؓ نے اپنا مال صدقہ کیا ہے اور وہ اس کے ذریعہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کو بلا کر فرمایا کہ یقیناً اللہ نے تجھ سے تیرا صدقہ قبول کر لیا جو تو نے دیا۔ جو اللہ کے لیے چھوڑ دیا وہ اللہ نے قبول کر لیا۔ البتہ اس کو میراث کے طور پر اپنے والدین کو لوٹا دے۔ اب یہ میراث کے طور پر والدین کو واپس کر دے۔ تو بشیر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اس کو وراثت میں پایا یعنی آگے پھر ان کے بچوں نے اس طرح اس میں سے حصہ لیا۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم الاصبهانی جلد3 صفحه149 عبد الله بن زید... حدیث4172 دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کو اپنے ناخن بطور تبرک عطا فرمائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کے بیٹے محمد نے بیان کیا کہ ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حجۃ الوداع کے موقع پر منٰی کے میدان میں مَنْحَر یعنی قربان گاہ میں قربانی کے وقت حاضر تھے اور آپؓ کے ہمراہ انصار میں سے ایک اور شخص بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیاں تقسیم کیں تو حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اور ان کے انصاری ساتھی کو کچھ نہ ملا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں اپنے بال اتروائے اور انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر آپؐ نے اپنے ناخن کٹوائے اور وہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اور ان کے انصاری ساتھی کو عطا کر دیے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحه406 عبد الله بن زید۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! یقیناً آپؐ مجھے میری ذات سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً آپؐ مجھے میرے اہل سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً آپؐ مجھے میری اولاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ میں گھر میں تھا اور آپؐ کو یاد کر رہا تھا کہ مجھ سے صبر نہ ہوا یہاں تک کہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اب میں آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب مجھے اپنی اور آپؐ کی موت یاد آئی تو میں نے جان لیا کہ جب آپؐ جنت میں داخل ہوں گے تو دیگر انبیاء کے ساتھ آپؐ کا رفع ہو گا اور میں ڈرا کہ جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو آپؐ کو وہاں نہ پاؤں گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ جبریل اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ (النساء:70) کہ اور جو کوئی بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد2 صفحه311 النساء:69 دار الکتب العلمیة بیروت 1998ء)

اس آیت کو ہم اس دلیل کے طور پر لمبی پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے غیر تشریعی نبوت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے اور آپؐ کی پیروی میں ایک شخص صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ بہر حال نبوت کا مقام چاہے وہ غیر تشریعی نبوت ہی ہو اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں بھی ہے تو ایک بہت اعلیٰ مقام ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے دیتا ہے اور آنے والے مسیح موعود کے بارے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "نبی اللہ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعة باب ذکر الدجال وصفته ومامعه حدیث 2937)

اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں غیر تشریعی نبی مانتے ہیں اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ آپؐ کا مقام بڑھتا ہے کہ اب نبوت بھی صرف آپؐ کی غلامی میں ہی مل سکتی ہے اور یہ معنی صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ پرانے بزرگوں نے بھی کیے ہیں۔ چنانچہ امام راغب نے بھی اس کے یہی معنے کیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر شرعی نبی آپؐ کی پیروی میں آسکتے ہیں۔

(تفسیر البحر المحیط جزء3 صفحه299 النساء:69 دار الکتب العلمیة بیروت 2010ء)

بہر حال اس آیت کے ضمن میں یہ ذکر میں نے کر دیا تا کہ وضاحت بھی ہو جائے۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ مختلف کتب تفسیر میں یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبانؓ کے متعلق ملتا ہے جبکہ تفسیر یَنۡۢبُوۡعُ الۡحَیَاۃَ میں مقاتل بن سلیمان کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؓ تھے جنہوں نے رؤیا میں اذان دیکھی تھی۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات درست ہے تو ممکن ہے کہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کا ذکر کیا ہو اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہو اور یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ایسی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ساتھیوں نے کی تھی۔

(شرح زرقانی علی المواهب اللدنیةجزء12 صفحه417-418 خاتمة۔ دار الکتب العلمیة بیروت 1996ء)

پہلے بیان کردہ واقعہ کے علاوہ تفاسیر میں حضرت ثوبان کا واقعہ اور الفاظ میں بھی بیان ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ثوبانؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت تھی اور آپؐ سے دوری میں زیادہ صبر نہیں کر سکتے تھے۔ ایک روز جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا اور ان کے چہرے سے حزن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس چیز کے باعث تمہارا رنگ بدلا ہوا ہے؟ حضرت ثوبانؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! نہ تو مجھے کوئی مرض ہے اور نہ ہی کوئی بیماری ہے ماسوائے اس کے کہ میں آپؐ کو دیکھ نہ سکا۔ یعنی کچھ عرصے سے دیکھا نہیں تھا۔ اس لیے مجھ پر شدید وحشت طاری ہو گئی جب تک کہ آپؐ سے ملاقات نہ ہو گئی۔ اسی طرح جب مجھے آخرت کی یاد آئی تو مجھ پر پھر خوف طاری ہوا کہ میں آپؐ کو نہ دیکھ سکوں گا کیونکہ آپؐ کا تو انبیاء کے ساتھ رفع کیا جائے گا اور اگر میں جنت میں چلا بھی گیا تو میرا مقام وہاں آپؐ کے مقام سے بہت ہی ادنی ہو گا اور اگر میں جنت میں نہ داخل ہو سکا تو پھر میں کبھی بھی آپؐ

کو نہ دیکھ سکوں گا۔ (تفسیر البغوی جزء 1 صفحہ 450 النساء: 69 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان 1425ھ)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ عبداللہ بن زیدؓ کا پھر دوبارہ ذکر شروع ہوتا ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپؓ کا بیٹا آپ کے پاس آیا اور آپؓ کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے ہیں۔ اس پر آپؓ نے کہا کہ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ بَصَرِیْ حَتّٰی لَا اَرٰی بَعْدَ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدًا اَحَدًا۔ کہ اے اللہ! تو میری نظر کو لے جا یہاں تک کہ میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہ دیکھ پاؤں۔ اس کے بعد، شرح زرقانی میں یہ لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؓ کی نظر جاتی رہی اور آپؓ نابینا ہو گئے۔

(شرح زرقانی علی المواھب اللدنیۃ جزء 9 صفحہ 84-85 فی وجوب محبتہ واتباع سنتہ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

ان کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ کی وفات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے غزوۂ احد کے وفات کا ذکر کیا ہے لیکن اکثر یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور آپؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دور میں 32/ ہجری میں مدینہ میں ہوئی تھی اور وہ جو نظر والا واقعہ ہے اس سے بھی اگر اس کو صحیح مانا جائے تو یہی لگتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوئی تھی جبکہ اس وقت ان کی عمر 64 سال تھی۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 5 صفحہ 266، کتاب الفرائض، حدیث 8187، دار الفکر 2001ء)
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 406 عبد اللہ بن زید۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح**رضی اللہ عنہ۔ حضرت **مُعَاذ بن عَمرو**رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ آپؓ بیعت عقبہ ثانیہ اور غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے۔ آپؓ کے والد حضرت **عَمرو بن جَمُوح**رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ آپؓ کی والدہ کا نام **ھِند بنت عَمرو** تھا۔ موسیٰ بن عُقبہ، ابو مَعْشَر اور محمد بن عمر واقدی کے نزدیک آپؓ کے بھائی **مُعَوِّذ بن عَمرو**رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ اور آپؓ کی بیوی کا نام **ثُبَیْتَہ بِنت عَمرو** تھا جو بنو خَزْرَج کی شاخ بنو سَاعِدَہ سے تھیں۔ ان سے آپؓ کا ایک بیٹا عبداللہ اور ایک بیٹی **امامہ** پیدا ہوئیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 426-427 معاذ بن عمرو۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر صفحہ 197 فصل فی رجوع الانصار لیلۃ العقبۃ الثانیۃ الی المدینۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت مُعَاذؓ بیعت عَقَبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تھے لیکن ان کے والد **عَمرو بن جَمُوح** اپنے مشرکانہ عقائد پر بہت سختی سے قائم تھے۔ سیرت ابن ہشام میں حضرت معاذؓ کے والد کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ درج ہے۔ کوئی سال ہوا ہے میں نے ان کے واقعہ میں بھی تھوڑا سا بیان کیا تھا کہ جب یہ لوگ، بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہونے والے جو لوگ تھے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے اسلام کی خوب اشاعت کی اور ان کی قوم میں کچھ بزرگ ابھی تک اپنے شرکیہ دین پر قائم تھے ان میں سے ایک **عَمرو بن جَمُوح**رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپؓ کے بیٹے **مُعَاذ بن عَمرو**رضی اللہ عنہ بیعتِ عَقَبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تھے اور اس موقع پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی تھی۔

عَمرو بن جَمُوح ؓ بنو سلمہ کے سرداروں میں سے تھے اور ان کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا کر رکھا ہوا تھا جیسا کہ اس وقت کے بڑے لوگ بنا کر رکھتے تھے۔ اسے 'مَنَاۃ' کہا جاتا تھا۔ اس کو معبود بنا کر اس کی تزئین و تطہیر کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے کچھ نوجوان اسلام لے آئے جن میں حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ اور عَمرو بن جَمُوحؓ کے بیٹے حضرت **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ ان نوجوانوں میں سے تھے جو اسلام لائے اور عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تو یہ لوگ رات کو عَمرو بن جَمُوح کے بت کدہ میں داخل ہو کر اس بت کو اٹھا کر لے آتے اور اسے بنو سلمہ کے کوڑا کرکٹ میں پھینکنے کے لیے بنائے جانے والے گڑھے میں اوندھا لٹا دیتے، پھینک دیتے۔ جب صبح عمرو اٹھتے تو کہتے تمہارا برا ہو۔ کس نے رات کو ہمارے معبودوں سے دشمنی کی۔ پھر اس کو ڈھونڈنے نکل پڑتے یہاں تک کہ جب اسے پالیتے تو اسے دھوتے اور صاف کرتے۔ پھر کہتے کہ خدا کی قسم! اگر میں یہ جان لوں کہ کس نے تیرے ساتھ ایسا کیا تو ضرور میں اسے رسوا کروں گا۔

پھر جب رات ہوتی اور عمرو سو جاتے تو دوبارہ ان کے بیٹے وہی حرکت کرتے۔ پھر عَمرو بن جَمُوح نے صبح کی اور دوبارہ وہی تکلیف اٹھا کر پھر اسے دھویا پھر صاف کیا۔ جب کئی رات یہ واقعہ ہوا تو عمرو بن جموح نے بت کو وہاں سے باہر نکالا جہاں اسے پھینکا گیا تھا پھر اسے دھویا اور صاف کیا۔ پھر وہ اپنی تلوار لائے اور اس کے گلے میں لٹکا دی اور کہا کہ اللہ کی قسم! یقیناً مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ تیرے ساتھ ایسا کون کرتا ہے پس اگر تجھ میں کوئی طاقت ہے تو اس کو روک لے اور یہ تلوار تیرے پاس پڑی ہے۔ بت کے پاس تلوار رکھ دی۔ جب شام ہوئی اور عمرو سو گئے تو ان نوجوانوں نے جن میں ان کا بیٹا شامل تھا اس بت سے دوبارہ وہی سلوک کیا۔ اس کے گلے سے وہ تلوار لی اور ایک مردہ کتے کو لے کر اس بت کو رسی کے ساتھ اس سے باندھ دیا اور بنو سلمہ کے پرانے کنویں میں پھینک دیا جس میں کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینکا جاتا تھا۔ صبح جب عمرو بن جموح اُٹھے تو انہوں نے اس بت کو اس جگہ پر نہ پایا جہاں اسے رکھا جاتا تھا پس وہ اسے ڈھونڈتے رہے یہاں تک کہ اس کنویں میں اوندھے منہ مردہ کتے کے ساتھ بندھا ہوا پایا۔ جب انہوں نے یہ نظارہ دیکھا تو ان پر حقیقت کھل گئی اور ان کی قوم کے مسلمان لوگوں نے بھی انہیں اسلام کی تعلیم دی تو آپؓ خدا کی رحمت سے اسلام لے آئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 207-208 قصۃ صنم عمرو بن الجَمُوح، دار ابن حزم بیروت 2009ء)

ابن ہشام کی سیرت میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ بت تو تلوار کے ساتھ بھی کچھ نہیں کر سکا تو ایسے خدا کو پوجنے کا کیا فائدہ!

حضرت **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ ابوجہل کو قتل کرنے والوں میں بھی شامل تھے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں درج ہے کہ صالح بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ میں بدر کی لڑائی میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو انصاری لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں چھوٹی ہیں۔ میں نے آرزو کی کہ کاش میں ایسے لوگوں کے درمیان ہوتا جو ان سے زیادہ جوان، تنومند ہوتے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے دبا کر پوچھا کہ چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟

میں نے کہا ہاں بھتیجے۔ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے بتلایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ پاؤں تو میری آنکھ اس کی آنکھ سے جدا نہ ہو گی جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جس کی مدت پہلے مقدر ہے۔ میں اس پر بڑا حیران ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھے ہاتھ سے دبایا اور اس نے بھی مجھے اسی طرح پوچھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا ہو گا کہ میں نے ابو جہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا۔ میں نے کہا دیکھو وہ ہے تمہارا ساتھی جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں جلدی سے اپنی تلواریں لیے اس کی طرف لپکے اور اس پر حملہ کر کے دونوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر وہ دونوں لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو مارا ہے۔ دونوں نے کہا میں نے اس کو مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ کر صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے تلواروں کو دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے ہی اس کو مارا ہے اس کا سامان غنیمت **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ کو ملے گا اور ان دونوں کا نام معاذ تھا۔ **مُعَاذ بن عَفرَاء** رضی اللہ عنہ اور **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب حدیث 3141)

پہلے بھی شروع میں ایک دفعہ **معاذ** اور **مُعَوَّذ** کے واقعات کو بیان کر چکا ہوں اور یہاں پھر ابہام پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس کے قتل کا جو واقعہ متفرق کتب حدیث میں اور سیرت میں بھی بیان ہوا ہے اور یہ جو بخاری سے بھی روایت بیان ہوئی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ اور حضرت **مُعَاذ بن عَفرَاء** رضی اللہ عنہ نے ابو جہل پر حملہ کر کے اسے قتل کیا تھا اور حضرت **عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کا سر قلم کیا تھا۔ دوسری جگہ **معاذ** اور **مُعَوَّذ** کا ذکر ملتا ہے۔ بہر حال اس کے علاوہ بخاری میں ہی ایسی روایات بھی ہیں جب میں یہ ذکر ہے کہ ابو جہل کو **عفراء** کے دو بیٹوں **معاذ** اور **مُعَوَّذ** نے قتل کیا تھا اور بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جا کر اس کا کام تمام کیا۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا کون دیکھے گا کہ ابو جہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دونوں بیٹوں **معاذ** اور **مُعَوَّذ** نے تلواروں سے مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابو جہل ہو؟ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں انہوں نے ابو جہل کی داڑھی پکڑی۔ ابو جہل کہنے لگا کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی شخص ہے جس کو تم نے مارا یا یہ کہا کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے مارا ہو؟

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جھل حدیث 3962)

یہ دونوں روایتیں بخاری میں ہی ملتی ہیں۔ دو نام **معاذ** کے آتے ہیں اور ایک جگہ **معاذ** اور **مُعَوَّذ** کے نام آتے ہیں۔ ایک جگہ دونوں کی ولدیت مختلف ہے۔ ایک جگہ ایک ہی باپ کے دونوں بیٹے کہلاتے ہیں۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ ابو جہل کے قاتلین کی کہ کس طرح اس کی تطبیق کی جائے، کس طرح اس کی وضاحت ہو؟ اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بعض روایات میں ہے کہ **عفراء** کے دو بیٹوں

(مُعَوَّذ رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہ) نے ابو جہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا، بعد ازاں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی، باب 8)

امام ابن حجرؒ نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ معاذ بن عمروؓ اور معاذ بن عفراءؓ کے بعد مُعَوَّذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔"

(صحیح البخاری جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

اس لیے پہلی دو روایتوں میں ان دونوں بھائیوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ دوسری روایت میں دو مختلف لوگوں کا ذکر ملتا ہے اور جو شرح فتح الباری ہے اس میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں ہی ہوں۔

علامہ بدر الدین عینی ابو جہل کے قاتلین کی تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابو جہل کو مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح رضی اللہ عنہ اور مُعَاذ بن عَفْرَاء رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے قتل کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ نے اس کا سر قلم کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔

(عمدۃ القاری جلد 17 صفحہ 120، دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

علامہ بدر الدین عینی مزید لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں ہے کہ جن دونوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا وہ مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح رضی اللہ عنہ اور مُعَاذ بن عَفْرَاء رضی اللہ عنہ ہیں۔ مُعَاذ بن عَفْرَاء رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارث بن رِفَاعَہ تھا اور عَفْرَاء رضی اللہ عنہ ان کی ماں تھیں جو عُبَید بن ثَعْلَبَہ نجاریہ کی بیٹی تھیں۔ اسی طرح بخاری کتاب الجہاد میں باب مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْأَسْلَابَ میں ذکر آ چکا ہے کہ حضرت مُعَاذ بن عَمروؓ تھے جنہوں نے ابو جہل کی ٹانگ کاٹی اور گرا دیا تھا۔

پھر مُعَوَّذ بن عَفْرَاء نے اس کو مارا یہاں تک کہ اس نے اس کو زمین پر گرا دیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا جبکہ اس میں ابھی کچھ رمق باقی تھی، جان تھی۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس پر کاری ضرب لگائی اور اس کا سر جدا کر دیا۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ اگر تو کہے کہ ان تمام باتوں کو یوں اکٹھا بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ شاید ابو جہل کا قتل ان سب کا کام تھا اس لیے اکٹھا کیا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد 17 صفحہ 121-122 حدیث 3962 دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

زرقانی کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جب ابو جہل کو دیکھا تو اس کو اس حال میں پایا کہ آخری سانس لے رہا تھا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنی ٹانگ ابو جہل کی گردن پر رکھ کر کہا کہ اے اللہ کے دشمن! اللہ نے تجھے رسوا کر دیا ہے۔ اس پر ابو جہل نے متکبرانہ انداز میں کہا میں تو کوئی رسوا نہیں ہوا۔ اور کیا تم نے مجھ سے بھی معزز کسی اور شخص کو قتل کیا ہے؟ یعنی مجھے تو اس میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہا۔ پھر ابو جہل نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ میدان کس کے ہاتھ میں رہا۔ فتح اور کامیابی کس کے ہاتھ میں رہی؟ تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فتح ہوئی۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ابو جہل نے کہا اس یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی کہنا کہ میں ساری زندگی اس کا دشمن رہا اور آج اس وقت بھی میں اس کی دشمنی اور عداوت میں انتہا

تک ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کا سر قلم کیا اور اس کا سر لے کر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح میں اللہ کے نزدیک تمام نبیوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں اور میری امت اللہ کے نزدیک باقی تمام امتوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہے اسی طرح اس امت کا فرعون باقی تمام امتوں کے فراعین سے زیادہ سخت اور متشدد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ۔ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ (یونس:91) قرآن شریف میں سورۂ یونس میں آیا ہے کہ جب اسے غرقابی نے آلیا تو اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ جبکہ اس امت کا فرعون دشمنی اور کفر میں بہت بڑھ کر ہے۔ جس طرح کہ مرتے ہوئے ابوجہل کی باتوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ روایات میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ابوجہل کی ہلاکت کی خبر ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا سر دیکھنے پر فرمایا کہ اَللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ کہ اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَ اَهْلَهٗ کہ ہر قسم کی تعریف کا مستحق اللہ ہے جس نے اسلام اور اس کے ماننے والوں کو عزت دی۔ اسی طرح یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور اس امت کا فرعون ابوجہل تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی برے انداز میں قتل کروایا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة جلد 2 صفحه 297-298 دارالکتب العلمیة بیروت 1996ء)

حضرت **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوئی۔

(الاصابه فی تمییز الصحابه جلد 6 صفحه 114، معاذ بن عمرو بن جَمُوح، دارالکتب العلمیة بیروت 1995ء)

خلیفہ بن خَیَّاط بیان کرتے ہیں کہ **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ کو بدر کے دن ایک زخم لگا تھا۔ آپؓ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک علیل رہے۔ پھر مدینہ میں وفات پائی۔ حضرت عثمانؓ نے آپؓ کا جنازہ پڑھا اور آپؓ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح** رضی اللہ عنہ کیا ہی اچھا شخص ہے۔

(المستدرك علی الصحیحین للحاکم جلد4 صفحه140-141 ،ذکر مناقب معاذ بن عمرو بن الجَمُوحؓ حدیث5895-5897 دارالفکر بیروت 2002ء)

اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کی محبت میں ڈوب کر ان کی رضا کو حاصل کرنے والے بنے۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم ملک سلطان ہارون خان صاحب کا ہے جن کی 27/ مارچ کو اسلام آباد میں وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے داماد بھی ہیں۔ چھوٹی بیٹی سے بیاہے ہوئے ہیں۔ ملک سلطان ہارون صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے والد کا نام کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب تھا جنہوں نے 23/ سال کی عمر میں 1923ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ پھر ان کی شادی حضرت مصلح موعودؓ نے

ہی محترمہ عائشہ صدیقہ صاحبہ بنت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے ساتھ کروائی۔ اور یہ خاندان پنجاب کے معزز خاندانوں میں سے اور بڑے نواب خاندانوں میں سے تھا۔ ملک امیر محمد خان جو مغربی پاکستان کے گورنر رہے ہیں، نواب کالاباغ کے نام سے مشہور تھے وہ ان کے والد کرنل ملک سلطان محمد صاحب کے، چچازاد بھائی تھے۔ ان کے دادا کا نام ملک سلطان سرخرو خان تھا۔ اور ان دنوں میں برطانوی بادشاہت تھی جب انڈیا اور پاکستان کالونی تھے۔ ان کو نوابی کی وجہ سے بادشاہ کے ہاں ایک مقام بھی حاصل تھا۔ ان کو اپنے بیٹے ملک سلطان محمد خان صاحب کے چار سال بعد احمدیت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ باوجود اس کے کہ دنیادار لوگ تھے لیکن سعادت تھی، فطرت تھی کہ دین کی طرف رجحان ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کی وجہ سے ان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

سلطان ہارون خان صاحب کی شادی صبیحہ حمید صاحبہ بنت چوہدری عبدالحمید صاحب، جو واپڈا میں جی۔ ایم ہوتے تھے، ان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کا نکاح پڑھایا تھا اور خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ بھی فرمایا کہ چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ جو انگلستان مشن کے بانی تھے، پہلے مبلغ تھے ان کے بارے میں نکاح کے وقت یہ بھی فرمایا کہ چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ میرے محترم بزرگ تھے اور ان کا مجھ پر بہت احسان تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ مجھے میری چھوٹی عمر میں اور ناتجربہ کاری کی عمر میں اپنے ساتھ لے جا کر میرے تجربے میں بڑی وسعت کے مواقع پیدا کیے اور دیہات میں رہنے والوں کے لیے میرے دل میں جو لگاؤ پوشیدہ تھا اس لگاؤ کو ظاہر ہونے کا موقع بھی مجھے چوہدری فتح محمد سیال کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ملا۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اب بھی میں ایک سادہ دیہاتی سے، جب میری اس سے ملاقات ہو، بے تکلف بات کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں اور وہ خوشی میں ایک شہری سے ملاقات کے وقت محسوس نہیں کرتا کیونکہ شہریوں کو تکلف کی عادت ہوتی ہے اور ان کی اس عادت کی وجہ سے ان سے ملاقات کے وقت بغیر جانے بوجھے ہم بھی تکلف کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بہرحال آج میرے اس محسن بزرگ کے نواسے ملک سلطان ہارون خان ابن کرنل سلطان محمد خان کی شادی ہے اور نکاح ہے میں اس کا اعلان کروں گا۔ اور پھر فرمایا کہ دوست دعا کریں کہ جس طرح ہمارے بڑوں نے بے لوث اور بے نفس خدمت خدا کے دین کی کی ہے وہی جذبہ خدمت کا اور وہی جذبہ ایثار و قربانی کا ان کی نسلوں میں بھی قائم رہے اور بڑا نمایاں رہے۔

(ماخوذ از خطبات ناصر جلد 10 صفحہ 440، 437)

اللہ تعالیٰ کرے کہ آج جو ان کی وفات سے یہ ذکر ہو گیا ہے تو ملک ہارون صاحب مرحوم کی اولاد بھی احمدیت اور خلافت کے ساتھ اسی تعلق کو نہ صرف قائم رکھنے والی بلکہ مضبوط کرنیوالی ہو۔ ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ اور جیسا کہ کہا کہ بڑے بیٹے سلطان محمد خان جو ہیں وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے داماد ہیں۔

علاقے کے غریب عوام کی خاص طور پر مستحق عورتوں کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ ان سے بڑا احسن سلوک تھا۔ عورتوں نے بیان کیا ہے کہ ملک صاحب کی زندگی میں ہم علاقے میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتی تھیں۔ اور اب ان کی وفات کے بعد ہمیں ڈر محسوس ہونے لگا ہے۔ اٹک کے علاقے میں ہے، دشمنی بھی وہاں بہت ہے اور سخت دلی

بھی وہاں بہت ہے اور غریبوں کو تو کوئی حق دیا ہی نہیں جاتا لیکن باوجود اس کے کہ بڑے زمیندار تھے اور علاقے کے معزز تھے غریبوں کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔

ان کی بہن راشدہ سیال صاحبہ، جو کینیڈا میں ہیں، کہتی ہیں کہ سلطان ہارون خان میرا بھائی بہت خوبیوں کا مالک تھا۔ احمدیت کے لیے انتہائی غیرت رکھنے والا، خلافت کے لیے جان قربان کرنے والا، دوستوں کا سچا دوست اور دشمنوں پر بھاری، غرباء اور مساکین کا سہارا تھا۔ کہتی ہیں ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ تمہارے ابا (کرنل سلطان محمد خان صاحب) احمدیت کے لیے ایک ننگی تلوار تھے۔ اور تمہارے بھائیوں میں بھی یہی رنگ پایا جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک دفعہ ان کو فرمایا تھا، اس علاقے میں ان کی بڑی دشمنی تھی۔ اس علاقے کی دشمنی کا عموماً رواج بھی ایسا ہے۔ بعض جائیدادوں کی وجہ سے بھی دشمنی ہوتی ہے۔ پھر احمدیت کی وجہ سے بھی دشمنی ہوتی تھی تو خلیفہ ثالثؒ نے انہیں کہا کہ گولیاں آئیں گی لیکن اوپر سے گزر جائیں گی۔ تمہیں انشاء اللہ کچھ نہیں ہو گا۔

یہ لکھتی ہیں کہ خلیفہ ثالثؒ کے اس قول کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے۔ 1977ء میں فتح جنگ پولیس سٹیشن پر آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ملک سلطان ہارون پر گولیاں چلیں اور سر کے بالوں کو جھلساتے ہوئے گزر گئیں لیکن آپ کو کوئی خراش تک نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اعجازی رنگ میں محفوظ رکھا۔ غرباء اور مساکین کے لیے بہت سخی تھے۔ یہ لکھتی ہیں کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کے لیے سہارا تھے۔

آپ کے بڑے بھائی ملک سلطان رشید خان صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے ابا جان مرحوم کے بعد ہمارے گھرانے کے اصل سردار وہی تھے۔ میری ہر کوشش کے باوجود جب بھی سلسلے کا کوئی کام ہوتا وہ ہمیشہ خاکسار سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلفائے کرام اور سلسلے کے سچے عاشق تھے۔ ایک دفعہ 1974ء کے واقعات کے بعد میرے سامنے ایک بڑے آفیسر نے ان سے کہا کہ آپ اپنے حضرت صاحب پر ایمان کی کیا حالت پاتے ہیں تو پنجابی میں انہیں کہنے لگے کہ 'لوہے ورگا' یعنی خلافت پر میرا ایمان لوہے کی طرح مضبوط ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے سفر میں کراچی تک ہم رکاب تھے، ان کے ساتھ شامل ہونے کا موقع ملا اور رشید صاحب لکھتے ہیں کہ میرے پاس جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطوط محفوظ ہیں ان میں سے ایک خط میں حضور نے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انہیں 'احمدیت کا جرنیل' اور دوسری جگہ 'احمدیت کے لیے عشق اور غیرت کی ننگی تلوار' قرار دیا۔ جہاں تک رات کے نوافل اور قرآن کریم کا تعلق ہے رشید صاحب لکھتے ہیں کہ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہو گا کیونکہ اس کا ذکر بالکل نہیں کرتے تھے لیکن دونوں چیزوں میں بے حد باقاعدہ تھے۔

ان کے بڑے بھائی لکھتے ہیں کہ شاید مجھے بھی پتا نہ لگتا اگر 2016ء میں میری شدید بیماری میں ہم دونوں ایک ہی کمرے میں چار ماہ تک اکٹھے نہ رہے ہوتے۔ ان دنوں میرے لیے اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ ایک کمرے میں

میری تیمارداری کرنے کے لیے میرے ساتھ رہتے تھے۔ تو پھر میں نے ان کی تلاوت اور نوافل کی باقاعدگی دیکھی جو قابل قدر تھی۔ کہتے ہیں میں نے ان کو کہا کہ میرے لیے ایک آدھ ملازم رکھ لیتے۔ آپ جو تکلیف کرتے ہیں تو ملازم رکھ لیتے ہیں۔ وہ میری خدمت کر دیا کرے گا تو انہوں نے کہا کہ جب میں آپ کے پاس موجود ہوں تو ملازم کی کیا ضرورت ہے۔

پھر رشید صاحب لکھتے ہیں کہ بڑے نافع الناس وجود تھے۔ نو دس سکول بنوائے۔ پھر اگر کبھی ایسا موقع آیا کہ آمد زیادہ نہیں ہوئی اور سکول کے لیے دے نہیں سکے تو ایک موقع پر انہوں نے خود مزدوروں کے ساتھ مزدوری بھی کی اور مزدوروں کو کہا کہ تمہارے سے زیادہ میں کام کرتا ہوں۔ یہ کوئی احساس نہیں تھا کہ میں کسی نواب کا بیٹا ہوں یا علاقے کا بڑا زمیندار ہوں۔

ان کی بیٹی محمودہ سلطانہ کاشف لکھتی ہیں کہ میرے ابو جی کا خلافت کے ساتھ عشق اور وفاداری تو کوئی پوشیدہ چیز نہیں۔ ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد سے جو سبق اٹھتے بیٹھتے ملا وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ پر ہمیشہ توکل رکھنا ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں ہمیشہ دعا سے کام لینا ہے۔ دعا نہیں تو کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ پر بے انتہا بھروسا رکھتے تھے۔ انتہائی دلیر اور بہادر انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ خدمت خلق میں سرشار رہتے تھے۔

اسی طرح ان کے بیٹے سلطان محمد خان کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بہت سارا سوشل ورک کیا ہے۔ آٹھ سکولوں کی تعمیر کروائی اور دو قبرستانوں کے لیے زمین دی۔ آٹھ سکولوں کے لیے زمین بھی دی۔ بے شمار لوگوں کو، غریبوں کو نوکریاں دلوائیں اور ان کے کام آتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی نیکیوں پر قائم فرمائے اور جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ جنازہ جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 26/ اپریل 2019ء جلد 26 شمارہ 17 صفحہ 05 تا 09)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12/ اپریل 2019ء بمطابق 12/ شہادت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابہ کا میں ذکر کروں گا ان میں سے پہلا نام ہے حضرت **حُصَیْن بن حَارِث** رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت حُصَیْن کی والدہ **سُخَیْلَہ بنت خُزَاعِی** تھیں۔ ان کا تعلق **بنو مُطَّلِب بن عَبدِ مَنَاف** سے تھا۔ انہوں نے اپنے دو بھائیوں حضرت طُفَیل اور حضرت عُبَیدہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ساتھ حضرت **مِسْطَح بن اُثَاثَہ** رضی اللہ عنہ اور حضرت **عَبَّاد بن مُطَّلِب** رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مدینہ میں آپؓ نے حضرت **عبداللہ بن سَلَمَہ عَجْلَانِی** رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔ روایت کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حُصَیْن رضی اللہ عنہ کی حضرت **عَبْدُاللہ بن جبیر** رضی اللہ عنہ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ یہ محمد بن اسحاق کے مطابق ہے۔ حضرت حُصَیْن رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر اور احد سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ حضرت حُصَیْن رضی اللہ عنہ کے دو بھائیوں حضرت عُبَیْدَہ رضی اللہ عنہ اور حضرت طُفَیل رضی اللہ عنہ نے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ حضرت حُصَیْن رضی اللہ عنہ کی وفات 32/ ہجری میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 30 ''حصین بن الحارث'' داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)
(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 141 ''عبیدہ بن الحارث'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)
(اسد الغابہ جلد اول صفحہ 573 'حصین بن الحارث'۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت حُصَیْن رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام عبد اللہ تھا۔ ان کی بیٹیاں **خدیجہ** اور **ھند** تھیں۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ غزوۂ خیبر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو سو **وَسَق** غلہ عطا فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 30 ''ذکرالحصین بن الحارث''، جلد 8 صفحہ 364 تسمیۃ النساء المبایعات من قریش مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

ایک **وَسَق** جو ہے وہ 60 **صَاع** ہوتے ہیں۔ اور ایک **صَاع** کچھ کم اڑھائی سیر کے برابر ہوتا ہے تو اس طرح تقریباً 375 من غلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے والد کی وجہ سے عطا فرمایا۔

(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 487 "وسق"۔ جلد 2 صفحہ 648 "صاع" ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

حضرت **صَفْوَان** رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے والد کا نام **وَھْب بن رَبِیْعہ** تھا۔ یہ دوسرے صحابی ہیں جن کا ذکر کروں گا۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی کنیت **ابو عمرو** ہے اور آپؓ قبیلہ **بَنُو حَارِث بن فِھْر** سے تعلق

رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام وَھْب بن رَبِیْعہ تھا۔ ان کا نام ایک روایت میں اُھَیْب بھی آیا ہے۔ ان کی والدہ کا نام دَعْد بنتِ جَحْدَم تھا جو کہ بَیْضَاء کے نام سے مشہور تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت صَفْوَان رضی اللہ عنہ کو ابن بَیْضَاء بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ حضرت سَھْل رضی اللہ عنہ اور حضرت سُھَیْل رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی ان سَھْل رضی اللہ عنہ اور سُھَیْل رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کی زمین خریدی تھی۔ یہ وہ نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صَفْوَان رضی اللہ عنہ کی مؤاخات حضرت رَافِع بن مُعَلّٰی رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ کی مؤاخات حضرت رَافِع بن عَجْلَان رضی اللہ عنہ سے کروائی گئی۔ ان کی وفات کے متعلق بھی مختلف رائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت صَفْوَان رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر میں طُعَیْمَہ بن عَدِیّ نے شہید کیا تھا اور ایک روایت کے مطابق آپؓ غزوۂ بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ آپؓ نے غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی۔ حضرت صَفْوَان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر کے بعد مکہ واپس لوٹ گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد دوبارہ ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ یہ بھی روایت ملتی ہے کہ آپؓ فتح مکہ تک وہیں رہے یعنی مکہ میں رہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سریہ عَبْدُاللہ بن جَحْش میں اَبْوَا کی طرف شامل کر کے بھجوایا تھا۔ بعض روایات میں آپ کی وفات کا سال 18/ ہجری اور 30/ ہجری اور 38/ ہجری بیان کیا گیا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 33 صفوان بن وھب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 358-359 صفوان بن وھب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)
(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 318 صفوان ابن بیضاء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

بہر حال یہ ہر جگہ ثابت ہے کہ آپؓ بدری صحابی تھے۔

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے وہ حضرت مُبَشِّر بن عَبْدُالْمُنْذِر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت مبشرؓ کے والد کا نام عَبْدُالْمُنْذِر اور آپؓ کی والدہ کا نام نَسِیْبَہ بنت زَیْد تھا۔ آپؓ اَوس کے قبیلے بنو عَمْرو بِن عوف سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُبَشِّر بن عَبْدالْمُنْذِر رضی اللہ عنہ اور حضرت عاقِل بن اَبُوبُکَیْر رضی اللہ عنہ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاقِل بن ابوبُکَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مُعَذَّرْ بن زِیَاد رضی اللہ عنہ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ بہر حال آپؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں آپؓ شہید بھی ہوئے۔ حضرت سَائِب بن اَبُوْلُبَابَہ رضی اللہ عنہ جو حضرت مبشرؓ کے بھائی حضرت اَبُولُبَابَہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُبَشِّر بن عَبْدالْمُنْذِر رضی اللہ عنہ کا مال غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا اور مَعْن بن عَدِیّ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ان کا حصہ لے کر آئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 347-348 مبشر بن عبد المنذر، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان 1990ء)

ان کے بھائی، ان کے بھتیجوں کو بھی حصہ ملا۔

ہجرت مدینہ کے وقت مہاجرین میں سے حضرت ابو سَلَمَہ بن عبد الْاَسَد رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن رَبِیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جَحْش اور ان کے بھائی حضرت اَبُو اَحْمَد بن جَحْش رضی اللہ عنہ نے قُبَا کے مقام پر

حضرت مُبَشِّر بن عَبْدالمُنْذِر رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کیا۔ پھر مہاجرین پے در پے وہاں آنے لگے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 335، ذِكْرُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مُبَشِّر بن عَبْدالمُنْذِر رضی اللہ عنہ اپنے دو بھائیوں حضرت ابولُبَابَہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ اور حضرت رِفَاعَہ بن عبدالمُنْذِر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت رِفَاعَہ رضی اللہ عنہ ستّر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے۔ اسی طرح غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے تے۔ غزوۂ احد کے دن آپؓ شہید ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کی جانب روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبُولُبَابَہ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا عامل بنا کر رَوْحَاء کے مقام سے واپس روانہ کیا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ رَوْحَاء ایک مقام کا نام ہے۔ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے لیے مال غنیمت اور ثواب میں حصہ مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُبَشِّر بن عَبْدالمُنْذِر رضی اللہ عنہ بنو عَمْرو بن عَوْف سے تھے۔ آپؓ ان انصاری صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ،الجزء الخامس،مبشر بن عبد المنذر،صفحہ53،دار الکتب العلمیۃ بیروت۔لبنان2008)(الطبقات الکبریٰ،الجزء الثالث ،صفحہ241،واخوہ رفاعۃ بن عبد المنذر، واخوھما ابو لبابۃ بن عبد المنذر ، داراحیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان 1996ء)(لغات الحدیث جلددوم صفحہ149)

حضرت عبداللہ بن عَمْرو بن حرام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد سے پہلے خواب دیکھا کہ گویا حضرت مُبَشِّر بن عبدالمُنْذِر رضی اللہ عنہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ تم چند روز میں ہمارے پاس آجاؤ گے۔ میں نے پوچھا کہ آپؓ کہاں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میں جنت میں ہوں۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں کھاتے پیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا آپؓ بدر میں شہید نہیں ہو گئے تھے؟ آپؓ نے بتایا ہاں کیوں نہیں۔

لیکن مجھے پھر زندہ کر دیا گیا تھا۔ اس صحابی نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'اے اَبُوجَابِرؓ! شہادت یہی ہوتی ہے۔'

(المستدرک علی الصحیحین جلد 5 صفحہ1840-1841 ،4915 کتاب معرفۃ الصحابہ،ذکر مناقب عبد اللہ بن عمرو مکتبہ نزار مصطفے الباز ،مکۃ 2000ء)

شہید جو ہے وہ پھر اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے اور وہاں آزاد پھرتا ہے۔

علامہ زُرْقَانی غزوۂ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دو صحابہ قبیلہ اَوْس میں سے تھے جن میں سے ایک حضرت سَعْد بن خَیْثَمَہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ طُعَیْمَہ بن عَدِیّ نے انہیں شہید کیا جبکہ بعض کہتے ہیں کہ عَمْرو بن عَبدِوُدّ نے انہیں شہید کیا تھا۔ سَمْہُوْدِی نے اپنی کتاب 'وفا' میں لکھا ہے کہ اہل سِیَر کے کلام سے ظاہر ہے یعنی جو سیرت لکھتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے صحابہ ماسوائے حضرت عُبَیْدَہ رضی اللہ عنہ کے بدر میں مدفون ہیں۔ حضرت عُبَیْدَہ رضی اللہ عنہ کی وفات کچھ دیر بعد ہوئی تھی اور وہ صَفْرَاء یا رَوْحَاء کے مقام پر مدفون ہیں۔

طبرانی نے ثِقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یقیناً

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اصحاب جو بدر کے دن شہید کیے گئے اللہ ان کی روحوں کو جنت میں سبز پرندوں میں رکھے گا جو جنت میں کھائیں پئیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ ان کا رب اچانک ان پر مطلع ہو گا، ظاہر ہو گا اور کہے گا اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو؟ پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب! کیا اس سے اوپر بھی کوئی چیز ہے۔ جنت میں ہم آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا تم کیا چاہتے ہو؟ چنانچہ چوتھی مرتبہ صحابہ کہیں گے کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے تا کہ ہم پھر سے ویسے ہی شہید کیے جائیں جیسے ہم پہلے شہید کیے گئے تھے۔

(شرح العلامہ الزرقانی ،الجزء الثانی،صفحہ327،باب غزوۃ بدر الکبریٰ،مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔لبنان1996ء)

پھر اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **وَرَقَہ بن اِیَاس**رضی اللہ عنہ۔ حضرت **وَرَقَہ**رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپؓ کا نام **وَرَقَہ** کے علاوہ **وَدْقَہ** اور **وَدْقَہ** بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت **وَرَقَہ**رضی اللہ عنہ کے والد کا نام **اِیَاس بن عَمْرو** تھا۔ آپؓ انصار کے قبیلے خزرج کی شاخ **بَنُو لَوْذَان بن غَنَم** سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اپنے دو بھائیوں حضرت ربیع اور حضرت عمرو کے ہمراہ غزوہ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی تھی۔ حضرت **وَرَقَہ**رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر کے علاوہ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دیگر تمام غزوات میں شرکت کی توفیق ملی۔ آپؓ کی شہادت جنگ یمامہ کے روز حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں 11 ہجری میں ہوئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 469، الانصار ومن معھم/ من بنی لوذان وحلفائھم، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(اسدالغابۃ جلد 5 صفحہ 412-413 ودقۃ بن ایاس، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد6 صفحہ 471 ، ودقۃ بن ایاس بن عمرو الانصاری، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

اگلے صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ**رضی اللہ عنہ۔ ان کی ولدیت **نَضْلَۃ بن عبداللہ** ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ کے والد کا نام **وَھْب** تھا۔ آپؓ کی کنیت **ابو نَضْلَۃ** تھی۔ آپؓ گورے اور خوبصورت چہرہ والے تھے۔ آپؓ کا لقب **فُھَیْرَۃ** تھا۔ آپؓ **اَخْرَم** کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔ آپؓ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ جبکہ بنو **عَبْدُ الْاَشْھَل** انہیں اپنا حلیف بتاتے ہیں۔ **مُحْرِز یا اَخْرَم** دونوں نام آپؓ کے ہیں۔ حضرت **مُحْرِز**رضی اللہ عنہ کا تعلق مکہ کے قبیلہ **بَنُو غَنَم بن دُوْدَان** سے تھا۔ یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس قبیلے کے مردوں اور عورتوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی توفیق ملی۔ ان مہاجرین میں حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ**رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ واقدی کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن اسماعیل کو سنا وہ کہتے تھے کہ **یَوْمُ السَّرْح**، یہ غزوۂ **ذِی قَرَد** اور **غَزْوَۃُ الْغَابَہ** کا نام ہے جو 6 ہجری میں ہوا تھا، میں سوائے حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ**رضی اللہ عنہ کے بنو عبدالاشھل کے گھر سے کوئی اور نہیں نکلا۔ وہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام **ذُو اللِّمَّہ** تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ**رضی اللہ عنہ اور حضرت **عُمَارَہ بن حَزْم**رضی اللہ عنہ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ واقدی کے نزدیک آپؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے تھے۔ صالح بن کَیْسان سے مروی ہے کہ حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ**رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں ورلے آسمان کو دیکھا کہ وہ

میرے لیے کھول دیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس میں داخل ہو گیا اور ساتویں آسمان تک پہنچ گیا۔ پھر سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی تک چلا گیا۔ مجھ سے کہا گیا یہ تمہاری منزل ہے۔

حضرت مُحْرِز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے یہ خواب بیان کیا جو فن تعبیر کے ماہر تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ شہادت کی خوشخبری ہو! پھر ایک روز آپؓ شہید کر دیئے گئے۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ یوم السَّرح میں غَزْوَۃُ الْغَابَہ کے لیے روانہ ہوئے، یہ غزوہ ذی قَرَد بھی کہلاتا تھا جو 6 ہجری میں ہوا۔ عَمرو بن عثمان بَجْشِی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہ رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تو آپؓ 31 تا 32 سال کے تھے اور جب آپؓ شہید ہوئے تو 37 یا 38 سال کے قریب تھے۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث، صفحہ 52 ''مُحْرِزْ بِنْ نَضْلَۃَ'' دارا حیاء التراث، بیروت 1996ء)

(أسد الغابة فی معرفة الصحابة، الجزء الخامس، صفحہ 68 ''محرز بن نضلة'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)

حضرت مُحْرِز ؓ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت اَیَاس بن سَلَمَہ رضی اللہ عنہ غزوۂ ذِی قَرَد کے بارے میں روایت بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ والے واقعہ کے بعد ہم مدینہ کی طرف واپس جانے کے لیے نکلے۔ پھر ہم ایک جگہ اترے۔ ہمارے اور بنو لِحْیَان کے درمیان ایک پہاڑ تھا۔ وہ مشرک تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے دعا کی جو اس پہاڑ پر رات کو چڑھے گویا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے لیے حالات پر نظر رکھنے اور حفاظت کی غرض سے جاسوس کا کام دے یعنی نگرانی کے لیے، حفاظت کے لیے اوپر چڑھے۔ دیکھے کہ کوئی دشمن وغیرہ حملہ آور نہ ہو جائے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس رات دو یا تین مرتبہ چڑھا۔ پھر ہم مدینہ پہنچے۔ پھر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رَبَاح نامی آدمی کے ہاتھ اپنے اونٹ بھیجے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا اور میں حضرت طلحہؓ کے گھوڑے کے ساتھ اس پر سوار ہو کر نکلا اور میں اس کو اونٹوں کے ساتھ پانی پلانے کے لیے جا رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو عَبْدُ الرَّحْمٰن فَزَارِی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کیا۔ ساتھ ایک قبیلہ تھا جو دشمن تھا اور سب کو ہانک کر لے گیا اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے رَبَاح! یہ گھوڑا پکڑو اور اسے طَلْحَہ بن عُبَیْدُاللہ کو پہنچا دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دو کہ مشرکوں نے آپ کے جانور لوٹ لیے ہیں۔ پھر میں ایک ٹیلے پر مدینے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور تین دفعہ پکارا یَا صَبَاحَاہُ! یَا صَبَاحَاہُ! یہ کلمہ اہل عرب اس وقت کہا کرتے تھے جب کوئی دشمن لوٹنے والا اور غارت کرنے والا صبح کو آ پہنچتا تھا تو اس کے ساتھ یہ نعرہ مارتے تھے گویا بلند آواز سے فریاد مانگی جا رہی ہے اور امداد کے لیے اعلان کیا جا رہا ہے تا کہ حمایتی جو ہیں وہ فوراً جائیں اور دشمن کا مقابلہ کریں اور اس کو دوڑا دیں۔

بعض نے کہا ہے کہ لڑنے والوں کا قاعدہ ہوتا تھا کہ رات ہوتے ہی جنگ بند کر دیتے تھے۔ اپنے ٹھکانوں پر چلے جاتے تھے۔ 'صَبَاحَاہُ' کے متعلق دوسری روایت یہ بھی ہے۔ اور پھر صَبَاحَاہُ کہہ کر دوسرے روز لڑنے والوں کو آگاہ کیا جاتا تھا کہ صبح ہو گئی ہے اب جنگ کے لیے پھر تیار ہو جاؤ۔ لغات الحدیث میں یہ وضاحت لکھی گئی ہے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ پھر میں ان لوگوں کے پیچھے تلاش کرتا ہوا اور انہیں تیر مارتا ہوا نکلا اور میں رجزیہ اشعار

پڑھ رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ:

اَنَا ابْنُ الْاَکْوَع

وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ

کہ میں اَکْوَع کا بیٹا ہوں اور یہ دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ پس میں ان میں سے جس شخص سے بھی ملتا تو اس کے کجاوے میں تیر مارتا یہاں تک کہ تیر کا پھل نکل کر اس کے کندھے تک جا پہنچتا۔ میں کہتا یہ لو، اَنَا ابْنُ الْاَکْوَع وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ کہ میں اَکْوَع کا بیٹا ہوں اور یہ دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں ان کو تیر مارتا رہا اور انہیں زخمی کرتا رہا اور جب میری طرف کوئی گھڑ سوار آتا تو میں کسی درخت کی طرف آتا اور اس کے نیچے بیٹھ جاتا یعنی درخت کے پیچھے چھپ جاتا اور میں اسے تیر مار کر زخمی کر دیتا یہاں تک کہ جب پہاڑ کا راستہ تنگ ہو گیا اور وہ اس تنگ راستے میں داخل ہوئے تو میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور انہیں پتھر مارنے لگا۔ یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور لوٹ کر لے جا رہے تھے ان پر انہوں نے حملہ کیا۔ اکیلے تھے۔ پہلے تیر مارتے رہے پھر کہتے ہیں کہ درّے پر پہنچا وہاں سے پتھر مارنے شروع کیے اور اسی طرح میں ان کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ایسا پیدا نہیں کیا جسے میں نے اپنے پیچھے نہ چھوڑ دیا ہو یعنی کہ درّے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے اور وہ لوگ آگے دوڑ گئے اور انہوں نے ان کو میرے اور اپنے درمیان چھوڑ دیا۔ پھر میں تیر اندازی کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے تیس سے زیادہ چادریں اور تیس نیزے یعنی اپنا وزن ہلکا ہونے کے لیے پھینک دیے۔ وہ لوگ دوڑ رہے تھے تو اونٹ چھوڑ دیے۔ پھر اپنا سامان بھی پیچھے پھینکنا شروع کر دیا تا کہ آسانی سے دوڑ سکیں۔

کہتے ہیں جو چیز بھی وہ پھینکتے جاتے تھے میں ان پر نشان کے طور پر پتھر رکھ دیتا تھا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ پہچان لیں یہاں تک کہ وہ ایک تنگ گھاٹی میں آئے جہاں انہیں بدر فَزَارِی کا کوئی بیٹا ملا۔ وہ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے اور میں ایک چوٹی پر بیٹھا تھا۔ فَزَارِی نے کہا یہ کون شخص ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا اس شخص نے تو ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔ اللہ کی قسم! یہ صبح سے ہم پر مسلسل تیر اندازی کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ اس نے کہا چاہیے کہ تم میں سے چار آدمی اس کی طرف جائیں۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان میں سے چار آدمی میری طرف پہاڑ پر چڑھے۔ جب وہ میرے اتنے قریب آئے کہ میں ان سے بات کر سکا تو میں نے کہا کہ تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا میں سَلَمَہ بن اَکْوَع ہوں۔ پھر انہوں نے آگے کافروں کو کہا کہ اس کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو عزت عطا کی ہے کہ میں تم میں سے جس شخص کو پکڑنا چاہوں اسے پکڑ سکتا ہوں لیکن تم میں سے کوئی شخص مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا۔ چار آدمی جو آئے تھے ان میں سے ایک ذرا ڈر گیا۔

اس نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے اور وہ چاروں واپس چلے گئے اور میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے درختوں کے درمیان آتے ہوئے دیکھے۔ ان میں سے سب سے پہلے اَخْرَمْ اَسَدِی رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے اَبُوْ قَتَادَہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے مِقْدَادْ بِن اَسْوَد کُنْدِی رضی اللہ عنہ

تھے۔ میں نے اَخْرَمْ یعنی حضرت مُخْرِز رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی لگام پکڑی تو وہ چاروں طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ یہ ذرا سا confusion ہے میرا خیال ہے۔ وہ جو دوسرے لوگ وہاں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ اور قریب آ گئے ہیں تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ کہتے ہیں میں نے کہا اے اَخْرَمْ! یعنی حضرت مُخْرِز رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تو ان سے بچ، تا کہ وہ تجھے ہلاک نہ کر دیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ پہنچ نہ جائیں۔ اس نے کہا اے سَلَمَہ! اگر تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور تو جانتا ہے کہ جنت حق ہے اور آگ حق ہے یعنی جہنم حق ہے۔ پس تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ یعنی اَخْرَمْ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن باہم برسرپیکار ہوئے اور انہوں نے عبدالرحمٰن سمیت اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن نے ان کو یعنی اَخْرَمْ رضی اللہ عنہ کو، حضرت مُخْرِز رضی اللہ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور ان کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لوگوں میں جانے کے لیے واپس مڑا تو پھر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگ آ رہے تھے ان میں سے ابو قتادہؓ، عبدالرحمن کے پیچھے گئے اور اس کو پکڑ لیا اور نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا جو حضرت مُخْرِز رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے گیا تھا۔ تو یہ کہتے ہیں کہ پس اس کی قسم جس نے محمدؐ کے چہرے کو عزت عطا کی! میں نے دوڑتے ہوئے ان کا تعاقب جاری رکھا۔ میں پھر بھی ان کے پیچھے جاتا رہا یہاں تک کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو اور نہ ان کے غبار کو اپنے پیچھے پایا یعنی بہت آگے نکل گیا یہاں تک کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ایک گھاٹی میں پہنچے جہاں پانی تھا۔ اسے ذِی قَرَدْ کہتے تھے۔ وہ لوگ جو مال لوٹ کے لے جانے والے چور تھے وہ اس سے پانی پینا چاہتے تھے اور وہ پیاسے تھے۔

پھر انہوں نے مجھے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان کو وہاں سے ہٹا دیا اور وہ اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ پی سکے۔ وہ وہاں سے نکلے اور ایک گھاٹی کی طرف تیزی سے بڑھے۔ میں بھی دوڑا۔ میں ان میں سے جس شخص کو پیچھے پاتا یعنی چھپ چھپ کے پیچھے دوڑتا رہا اور جو پیچھے رہ جاتا اس کے کندھے کی ہڈی میں تیر مارتا۔ میں یہ کہا لو اَنَا ابْنُ الْاَکْوَع وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّع کہ میں اَکْوَع کا بیٹا ہوں اور یہ دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اَکْوَع کو اس کی ماں کھوئے۔ کیا صبح والا اَکْوَع؟ یہ جو لوگوں کو زخمی کر رہے تھے تو ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ صبح والا اَکْوَع، جو صبح سے ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اے اپنی جان کے دشمن تیرا صبح والا اَکْوَع۔ انہوں نے دو گھوڑے گھاٹی میں پیچھے چھوڑ دیے۔ میں ان دونوں کو ہانکتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل پڑا۔ مجھے عامر ایک چھاگل میں تھوڑے سے دودھ میں ملا ہوا پانی اور ایک چھاگل میں پانی لاتے ہوئے ملے۔ پھر میں نے وضو کیا اور پیا۔

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی پر تھے جہاں سے میں نے ان لوگوں کو، ان لٹیروں کو صبح بھگایا تھا۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ اور وہ سب چیزیں جو میں نے مشرکوں سے چھڑائی تھیں لے لیں اور حضرت بلالؓ نے ان اونٹوں میں سے جو میں نے ان سے چھینے تھے ایک اونٹنی ذبح کی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیے کلیجی اور کوہان کے گوشت سے بھون رہے تھے۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! آپؐ کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں مجھے اس لشکر میں سے سو آدمی منتخب کرنے کی اجازت فرمائیں۔ تو میں ان لوگوں کا پیچھا کر کے ان سب کو قتل کر دوں۔ کوئی ان کے قبیلے کو خبر دینے والا بھی نہ بچے جو یہ سامان لوٹ کر لوٹے تھے، لوٹ کر لے جانے لگے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھلکھلا کر ہنسے یہاں تک کہ آگ کی روشنی میں آپؐ کے دانت مبارک دکھائی دینے لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے سَلَمہ! کیا تم سمجھتے ہو کہ تم یہ کر سکتے ہو کہ ان کے گھروں میں پہنچنے سے پہلے ان سب کو مار دو؟ میں نے کہا ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو عزت عطا کی ہے! آپؐ نے فرمایا اب وہ غطفان کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس جگہ یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں کہ جب حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کا دوبارہ پیچھا کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'یَا ابْنَ الْاَکْوَعِ مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ۔' اے ابن اَکْوَع! تم نے جب غلبہ پا لیا ہے تو پھر جانے دو اور درگزر سے کام لو۔ اب پیچھے جانے کا ان کو قتل کرنے کا کیا فائدہ؟ تو یہ جو اسوہ ہے اس میں ایک تو یہ ہے کہ یہ اکیلے جنگ کرتے رہے حضرت مُحْرِز رضی اللہ عنہ آئے تو ان پہ انہوں نے چھپ کے حملہ کیا یا ان کو کسی طرح شہید کر دیا۔ پہلی دفعہ تو ان کے گھوڑے کو پکڑ کے انہوں نے پلٹا دیا اور بچ گئے لیکن پھر حملہ ہوا اور وہ شہید ہو گئے۔ ایک تو یہ حضرت مُحْرِز رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ دوسرا ان کی بہادری بھی ہے اور ان کو جنگ کے طریقے کا بھی پتا ہے۔ اَکْوَع ؓ نے ان لٹیروں سے سب مال چھینا اور پھر اہم بات یہ کہ جب مال واپس لے لیا اور پھر بھی کہا کہ میں ان کا پیچھا کر کے ان سب کو قتل کر دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو جانے دو۔ جب مال واپس آ گیا ہے تو چھوڑو۔ تو یہ اسوہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ آپؐ کو قتل و غارت سے غرض نہیں تھی۔ یہ مقصد نہیں تھا۔ لٹیروں سے اور حملہ آوروں سے جب آپؐ نے واپس مال لے لیا اور سب لوگ چھوڑ کر فرار ہو گئے، ان میں سے کچھ زخمی بھی ہو گئے تو آپؐ نے بھی پھر وہاں کسی قسم کی جنگ اور قتل و غارت گری نہیں کی۔

بہرحال یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کو چھوڑو۔ وہ چلے گئے ہیں تو اب جانے دو۔ اس دوران میں بنی غطفان کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا فلاں شخص نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا ہے۔ جب وہ ان کی جلد اتار رہے تھے تو انہوں نے ایک غبار دیکھا۔ انہوں نے کہا وہ لوگ آ گئے۔ وہ وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج ہمارے بہترین شاہ سوار ابو قَتَادہؓ ہیں اور پیادوں میں بہترین پیادہ یعنی پیدل چلنے والوں میں، جنگ کرنے والوں میں سَلَمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سَلَمہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے دیے ایک سوار کا اور ایک پیدل کا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ لوٹتے ہوئے مجھے عَضْبَاء اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ تو کہتے ہیں کہ جب ہم جا رہے تھے تو انصار کے ایک شخص نے جس سے دوڑ میں کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا تھا اس نے کہنا شروع کر دیا کہ کوئی مدینہ تک دوڑ لگانے والا ہے۔

اب جنگوں اور دشمنوں کے تنگ کرنے کے باوجود صحابہؓ اپنی تفریح کے سامان بھی کرتے رہتے تھے۔

ایک دوسرے کو ہلکے پھلکے چیلنج بھی دیتے تھے تا کہ وقت بھی گزر جائے اور دشمنوں کا جو مستقل ذہنی دباؤ بھی جو ہے وہ بھی کچھ کم ہو۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ کوئی ہے جو مجھ سے دوڑ لگائے؟ کیا کوئی دوڑنے والا ہے؟ کہتے ہیں انہوں نے کئی دفعہ یہ بار بار دہرایا تو میں نے جب یہ بات سنی تو میں نے دوسرے صحابی کو چھیڑ کے کہا اسے کہ تم کسی معزز کی عزت نہیں کرتے؟ کسی بزرگ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے کہا نہیں سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مجھے کسی کا خوف نہیں۔ تو میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ مجھے اس آدمی سے دوڑ لگانے دیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو تو لگاؤ۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ چلو۔ پھر کہتے ہیں میں نے اپنے پاؤں موڑے اور چھلانگ ماری اور دوڑ پڑا اور میں ایک یا دو گھاٹیاں اس کے پیچھے دوڑا پھر میں اپنی طاقت بچا رہا تھا پھر میں آہستگی سے اس کے پیچھے دوڑا پھر میں تیز ہوا، اسے جالیا۔ یہ دوڑ لگتی رہی۔ وہ مدینہ کا سب سے تیز دوڑنے والا شخص تھا۔ کہتے ہیں اور تیز ہو کے میں نے اسے جا کے پکڑ لیا۔ میں نے اسے کندھے کے درمیان مکا مارا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تو پیچھے رہ گیا۔

ایک راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے انہوں نے کہا کہ میں مدینہ تک اس سے آگے رہا اور پھر ہم صرف تین راتیں ٹھہرے یہاں تک کہ اس کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے۔

(ماخوذ از صحیح مسلم جلد 9 صفحہ 228 تا 238 کتاب الجهاد والسیر، بَابُ غَزْوَةِ ذِي قَرَدٍ وَغَيْرِهَا، حدیث: 3358، نور فاؤنڈیشن 2008ء) (صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات القرد حدیث 4194)

وہاں ٹھہرے۔ پھر خیبر کی طرف چلے گئے۔

تاریخ طبری میں اس غزوہ کی بابت کچھ تفصیلات یوں درج ہیں۔ حضرت عاصِم بن عُمر بن قَتادہ سے مروی ہے کہ غزوۂ ذِی قَرَد میں دشمن کے پاس سب سے پہلا گھوڑا حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ** رضی اللہ عنہ کا پہنچا جو بنو اسد بن خُزَیمَہ میں سے تھے۔ حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ** رضی اللہ عنہ کو **اَخْرَمْ** بھی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح آپؓ کو **قُمَیْر** بھی کہا جاتا تھا۔ اور جب دشمن کی طرف سے لوٹ مار اور خطرے کے لیے اجتماع کا اعلان ہوا تو حضرت **محمود بن مَسْلَمَہ** رضی اللہ عنہ کے گھوڑے نے جو ان کے باغ میں بندھا ہوا تھا جب اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آواز سنی تو اپنی جگہ اچھل کود کرنے لگا۔ یہ ایک عمدہ اور سدھایا ہوا گھوڑا تھا۔ تب **بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَل** کی عورتوں میں سے بعض عورتوں نے بندھے ہوئے گھوڑے کو اس طرح اچھلتے کودتے دیکھا تو حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ** رضی اللہ عنہ سے کہا اے **قُمَیْر**! کیا آپؓ طاقت رکھتے ہیں کہ اپنے اس گھوڑے پر سوار ہوں اور یہ گھوڑا جیسا ہے وہ آپؓ اسے دیکھ ہی رہے ہیں۔ پھر آپؓ مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔ آپؓ نے کہا ہاں! میں تیار ہوں۔ پھر عورتوں نے وہ گھوڑا آپؓ کو دیا۔ آپؓ، حضرت **مُحْرِز** رضی اللہ عنہ، اس پر سوار ہو کر چل دیے۔ انہوں نے اس گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی یہاں تک کہ آپؓ نے اس جماعت کو پالیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہی تھی اور ان کے آگے آپؓ کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت **مُحْرِز بن نَضْلَہ** رضی اللہ عنہ نے کہا اے تھوڑی سی جماعت! ٹھہرو۔ یہاں تک کہ دوسرے مہاجر اور انصار جو تمہارے پیچھے ہیں وہ بھی تم سے آملیں۔ راوی کہتے ہیں کہ دشمن کے ایک شخص نے آپؓ پر حملہ کیا

اور آپؓ کو شہید کر دیا۔ پھر وہ گھوڑا بے قابو ہو کر بھاگا اور کوئی اس پر قابو نہ پا سکا یہاں تک کہ وہ بَنُو عَبدِ الْاَشْهَل کے محلے میں آ کر اسی رسی کے پاس ٹھہر گیا جس سے وہ بندھا ہوا تھا۔ پس مسلمانوں میں اس دن آپؓ کے علاوہ اور کوئی شہید نہیں ہوا تھا اور حضرت محمودؓ (طبقات ابن سعد کے مطابق ان صحابی کا نام حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان) کے گھوڑے کا نام ذُوالـلِّمَّه تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت مُحْرِز بن نَضْلَه رضی اللہ عنہ حضرت عُكَّاشَه بن مِحْصَن رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر شہادت کے وقت سوار تھے۔ اس گھوڑے کو جَنَاح کہا جاتا تھا اور بعض جانور دشمن کے ہاتھ سے چھڑا لیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام سے روانہ ہوئے اور غزوۂ ذی قَرَد کے پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہرے اور وہیں اور صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اور ایک رات وہاں مقیم رہے۔ سَلَمَه بن اَكْوَع رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اگر آپؐ سو آدمی میرے ساتھ بھیج دیں تو میں بقیہ جانور بھی دشمن سے چھڑا لاتا ہوں اور ان کی گردن جا دباتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں جاؤ گے؟ اس وقت تو وہ غطفان کی شراب پی رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو سو سو میں تقسیم کرتے ہوئے ان میں کھانے کے لیے اونٹ تقسیم کیے جنہیں صحابہ نے بطور کھانے کے استعمال کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(تاريخ الطبري، الجزء الثالث ''غَزْوَةُ ذِي قَرَدٍ'' صفحه 115-116 مكتبه دار الفكر، الطبعة الثانية 2002ء)
(الطبقات الكبرى جلد 3 صفحه 70 محرز بن نضلة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1990ء)

اور ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ان کو چھوڑ دیا۔ ان لوگوں کو جانے دیا اور یہی حضرت مُحْرِز رضی اللہ عنہ وہاں صرف ایک شہید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق گھڑ سواروں میں سب سے پہلے شہید تھے اور یہی پہلی روایت میں بھی ہے۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت سُوَيْبِط بن سَعْد رضی اللہ عنہ۔ آپؓ کو سُوَيْبِط بن حَرْمَلَه بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ کا نام سُوَيْط بن حَرْمَلَه اور سَلِيْط بن حَرْمَلَه بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سُوَيْبِط رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو عبد دار سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام هُنَيْدَه تھا۔ آپؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ اکثر سیرت نگاروں نے آپؓ کو مہاجرین حبشہ میں شامل کیا ہے۔

(اسد الغابه فی معرفة الصحابه المجلد الثانی صفحه 354 ''سويبط بن حرمله'' دار الفكر بيروت لبنان 2003ء)
(الاصابه فی تمييز الصحابه الجزء السادس صفحه 368 ''نعيمان بن عمرو'' دار الكتب العلميه بيروت لبنان 2005ء) (تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر جلد 12، جزء 24 صفحه 117 ''ذكر من اسمه سليط'' دار احياء التراث العربی بيروت لبنان)

حضرت سُوَيْبِط رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد آپؓ نے حضرت عبداللہ بن سَلَمَه عَجْلَانِی رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سُوَيْبِط رضی اللہ عنہ اور حضرت عَائِذ بن مَاعِص کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ حضرت سُوَيْبِط رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی شرکت کی۔

(الطبقات الكبرى جلد 3 صفحه 65 '' سويبط بن سعد'' ومن عبدالدار بن قصی دار احياء التراث العربی بيروت لبنان 1996ء)

حضرت ام سَلَمَہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال قبل بُصریٰ، ملک شام کا ایک علاقہ اس کی طرف تجارت کے لیے گئے تھے۔ ان کے ساتھ نُعَیمَان رضی اللہ عنہ اور سُوَیبِط بن حَرمَلَہ رضی اللہ عنہ نے بھی سفر کیا اور یہ دونوں جنگ بدر میں بھی موجود تھے۔ نُعَیمَان رضی اللہ عنہ زادِ راہ پر متعین تھے۔ سُوَیبِط رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں ظرافت تھی۔ اس نے نُعَیمَان سے کہا کہ مجھے کھانا کھلاؤ۔ جو زادِ راہ تھا، سامان تھا اس کے نگران تھے۔ قافلے کا کھانے پینے کا انتظام ان کے سپرد تھا۔ انہوں نے ان سے کہا کھانا کھلاؤ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت ابو بکرؓ نہیں آئیں گے میں کھانا نہیں دوں گا۔ انہوں نے ان سے کہا اگر تم مجھے کھانا نہیں دو گے تو میں تمہیں غصہ دلاؤں گا۔ یہ واقعہ پہلے بھی میں نے مختصر بیان کیا تھا۔ جب یہ جا رہے تھے تو اس دوران میں حضرت سُوَیبِط رضی اللہ عنہ ایک قوم کے پاس سے گزرے تو سُوَیبِط رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا تم مجھ سے میرا ایک غلام خریدو گے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ سُوَیبِط رضی اللہ عنہ نے اس قبیلے والوں کو کہا کہ وہ غلام بولنے والا ہے یاد رکھنا۔ اور یہی کہتا رہے گا کہ میں آزاد ہوں۔ جب تمہیں وہ یہ بات کہے تو تم اس کو چھوڑ کر میرے غلام کو میرے لیے خراب نہ کرنا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم اسے تجھ سے خریدنا چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے دس اونٹنیوں کے عوض اس غلام کو خرید لیا۔ پھر وہ لوگ حضرت نُعَیمَان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے گلے میں پگڑی یا رسی ڈالی۔ نُعَیمَان رضی اللہ عنہ بولے کہ یہ شخص تم سے مذاق کر رہا ہے۔ میں آزاد ہوں غلام نہیں۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تمہارے بارے میں پہلے ہی ہمیں بتا دیا تھا کہ تم یہی کہو گے اور وہ پکڑ کے لے گئے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے اور لوگوں نے اس کے متعلق آپؓ کو بتایا تو آپؓ ان لوگوں کے پیچھے گئے اور ان کو ان کی اونٹنیاں واپس دیں اور نُعَیمَان رضی اللہ عنہ کو واپس لیا۔ واپس لے آئے اور کہا یہ آزاد ہے غلام نہیں ہے۔ انہوں نے مذاق کیا تھا۔ اس طرح کے مذاق بھی صحابہ میں چلتے تھے۔ بہرحال جب یہ لوگ واپس پہنچے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ کو بتایا تو راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ ایک سال تک اس سے حظ اٹھاتے رہے۔

(سنن ابن ماجه كتاب الادب باب المزاح حديث نمبر 3719)

(معجم البلدان جلد 1 صفحه 522 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات پہ خوب ہنسے اور ایک سال تک لطیفہ مشہور رہا۔ بہرحال مندرجہ بالا واقعہ ایک فرق کے ساتھ بعض کتب میں اس طرح بھی ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ فروخت کرنے والے حضرت سُوَیبِط رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت نُعَیمَان رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ کے اس ذکر کے بعد میں جو بات مختصراً کہنا چاہتا ہوں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام کے بارے میں ہے کہ " وَسِّعْ مَكَانَكَ"۔ یہ الہام آپؑ کو مختلف وقتوں میں ہوا۔ شروع میں اس وقت اللہ تعالیٰ نے " وَسِّعْ مَكَانَكَ" کا الہام فرمایا جب، آپؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت شاید دو یا تین لوگ میری مجلس میں آیا کرتے تھے اور کوئی مجھے جانتا نہیں تھا۔ (ماخوذ از سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 73)

پھر مختلف وقتوں میں دوسرے الہامات کے ساتھ بھی " وَسِّعْ مَكَانَكَ" کا الہام ہوتا رہا یعنی اپنی مکانیت

کو وسیع کرو اور اس کے ساتھ جو دوسرے الہامات ہیں ان میں خوش خبریوں اور مختلف رنگ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ہونے کا بھی ذکر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جب اپنے انبیاء کو الہاماً کوئی حکم دیتا ہے کہ یہ کرو تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنی تائیدات اور نصرت بھی فرمائے گا اور وسائل کے سامان بھی پیدا فرمائے گا اور پھر اس طرح یہ تکمیل کو پہنچے گا اور یہی ہمارا تجربہ ہے۔ جماعت کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کس شان سے اللہ تعالیٰ نے اس الہام کو پورا کیا اور ابھی بھی پورا فرماتا چلا جارہا ہے۔ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادنیٰ غلام ہیں ہمیں بھی اس الہام کے متعلق مختلف وقتوں میں پورا ہونے کے نظارے دکھاتا چلا جارہا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر الہام اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو کسی بھی معاملے میں حکم دینا یا پیشگوئی کے رنگ میں بتانا اصل میں تو آپؑ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین یعنی اسلام کی اشاعت اور ترقی کے ہونے کی خوش خبری ہے اور پھر آپؑ کے بعد سلسلۂ خلافت کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کی خوش خبری ہے۔ پس ہر قدم جو ہمارا آگے بڑھتا ہے یا جو ترقی ہم دیکھتے ہیں وہ اصل میں اللہ تعالیٰ کے اس منصوبے کا حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لیے بنایا ہوا ہے۔

اس تمہید کے بعد میں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی طرف آتا ہوں یعنی "وَسِّعْ مَكَانَكَ"۔ خلافت کے یہاں یوکے میں ہجرت کے بعد برطانیہ میں بھی، یورپ میں بھی، امریکہ میں بھی، افریقہ اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی جماعت کے پھیلاؤ کے ساتھ مکانیت وسیع ہوتی چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جگہیں مہیا کرتا چلا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جب یہاں ہجرت کر کے آئے تھے تو فوری طور پر اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر اپنی وسعت کا ایک نظارہ دکھایا اور اسلام آباد میں 25 ایکڑ زمین جماعت کو خریدنے کی توفیق ملی اور اس کے بعد مزید اس میں چھ ایکڑ بھی شامل ہو گئی جہاں جلسہ بھی ہوتا رہا اور کچھ رہائش بھی جماعتی کارکنوں کے لیے، واقفین زندگی کے لیے میسر تھی۔ ایک بنگلہ بھی جو خلیفۃ المسیح کی رہائش کے لیے تھا۔ کچھ دفاتر بھی تھے۔ ایک بیرک نما جو جگہ تھی اس میں مسجد بھی بنائی گئی تھی اور مجھے یاد ہے جب ایک دفعہ یہاں آیا 1985ء میں تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مجھے خاص طور پر فرمایا تھا کہ بڑی اچھی جگہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرکز کے لیے بھی مہیا کر دی ہے۔

کم و بیش یہی الفاظ تھے مگر معین نہیں۔ اور مجھے یقین ہے اور بعض دوسرے شواہد بھی ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہاں باقاعدہ مرکز بنانے کا ارادہ تھا۔ بہرحال ہر کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر فرمایا ہوا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اسلام آباد میں نئی تعمیر ہوئی ہے۔ کچھ دفاتر بہتر سہولتوں کے ساتھ بنائے گئے ہیں۔ باقاعدہ مسجد بنائی گئی ہے۔ خلیفۂ وقت کی رہائش بنائی گئی ہے اور واقفین زندگی اور کارکنوں کے لیے گھر بھی تعمیر ہوئے ہیں اور اَور بھی تعمیر ہوں گے۔

لندن میں دفاتر عارضی طور پر گھروں کو دفتر میں تبدیل کر کے استعمال ہو رہے تھے اور بڑے تنگ کمروں میں مشکل سے گزارا ہو رہا تھا۔ کام کی وسعت کی وجہ سے جگہ کی شدید کمی ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ کونسل کو بھی اعتراض رہتا تھا کہ یہ گھر رہائش کے مقصد کے لیے بنائے گئے ہیں تم نے دفتر بنائے ہوئے ہیں یہاں سے دفتر ختم کرو۔ عموماً وقتاً فوقتاً یہ شور اٹھتا رہتا تھا۔ اب اس نئی تعمیر سے تین چار دفاتر جو یہاں گھروں میں تھے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام آباد منتقل ہو جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسلام آباد منصوبے کے ساتھ ہی فارنہم

(Farnham) میں ایک بڑی دو منزلہ عمارت بھی جماعت کو مہیا فرمادی جس میں پریس بھی کام کر رہا ہے۔ یہ عمارت دو تین میل کے فاصلے پہ ہے اور کچھ دفاتر بھی ہیں۔ پھر خدام الاحمدیہ کو بھی یہاں ایک بڑی عمارت خریدنے کی توفیق مل گئی۔ اس سے پہلے قریب ہی جلسہ گاہ کے لیے 200 سے زائد ایکڑ کی جگہ "حدیقۃ المہدی" خریدنے کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دے دی۔ پھر جامعہ جو لندن میں تھا یہاں سے منتقل ہو گیا اور غیر معمولی طور پر کم قیمت پر موجودہ جگہ جامعہ کی اللہ تعالیٰ نے بہتر ماحول اور سہولتوں کے ساتھ عطا فرمادی۔ تقریباً تیس ایکڑ اس کی زمین بھی ہے اور یہ سب جگہیں اسلام آباد سے دس سے بیس منٹ کے فاصلے پر ہیں۔ اسلام آباد کے موجودہ منصوبے کے ساتھ ان تمام جگہوں کے خریدنے کی پلاننگ کوئی پہلے نہیں کی گئی تھی بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا منصوبہ تھا کہ یہ تمام جگہیں ایک علاقے میں قریب قریب اکٹھی ہوتی گئیں اور اللہ تعالیٰ نے مرکز کے ساتھ ساتھ ہی دوسری چیزیں بھی مہیا فرما دیں۔ جامعہ بھی قریب ہونا ضروری ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام جگہوں کا، ان تمام چیزوں کا ایک علاقے میں اکٹھا ہونا ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ خلیفہ وقت کی رہائش گاہ اور دفاتر وغیرہ وہ بھی وہاں بن گئے ہیں۔ بڑی مسجد بھی بن گئی ہے۔ اس لیے اب میں بھی لندن سے ان شاء اللہ تعالیٰ چند دنوں میں اسلام آباد منتقل ہو جاؤں گا۔ وہاں منتقلی کے بعد ہر لحاظ سے وہاں کی رہائش بھی بابرکت ہونے کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ فضل فرماتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام آباد سے اسلام کی تبلیغ کے کام کو پہلے سے زیادہ وسعت عطا فرمائے اور " وَسِّعْ مَكَانَكَ" صرف مکانیت کی وسعت کا ذریعہ ہی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے منصوبوں کی تکمیل میں وسعت کا ذریعہ بھی بنے۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ مسجد فضل کے جو ہمسائے تھے ان ہمسایوں کو مسجد آنے والے احمدیوں کی وجہ سے ٹریفک اور پارکنگ کی وجہ سے ہمیشہ تنگی اور شکوہ رہا ہے۔ اس لیے نئی جگہ ہمسائیوں کو اور علاقے کے لوگوں کو نمازوں کے لیے اور ویسے بھی جو اسلام آباد آنے والے ہیں ان کی وجہ سے کسی قسم کا شکوہ نہ ہو۔ انہیں اس کا موقع نہ دیں۔ ارد گرد کے جو لوگ ہیں وہ آئیں گے تو ٹریفک کی پابندی اور احتیاط کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔

جہاں تک جمعہ کا سوال ہے عموماً جمعہ یہیں بیت الفتوح میں ان شاء اللہ تعالیٰ آ کے پڑھایا کروں گا۔ امیر صاحب کو میں نے کہا ہے۔ وہ باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کر کے جماعتوں کو بھی بتائیں گے کہ جن لوگوں نے یا جماعتوں نے اسلام آباد میں جمعہ پڑھنا ہو گا یا جو وہاں پڑھنا چاہتے ہیں وہ کون لوگ ہوں گے وہاں کی ارد گرد کی جماعتیں ہوں گی اگر ان میں سے جو بھی وہاں جا کے پڑھنا چاہیں وہ پڑھ سکتے ہیں۔ کس کس علاقے کے لوگ ہوں گے؟ کس طرح تقسیم ہو گی؟ اسلام آباد کے بیس میل کے علاقے کے ارد گرد کے لوگ جو ہیں وہ تو وہیں جمع ہو سکتے ہیں۔ وہاں جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ بہر حال جو تفصیل ہے وہ جماعتوں کو امیر صاحب کی طرف سے متعلقہ صدران کو مل جائے گی 20 میل سے باہر جن لوگوں نے وہاں جمعہ پڑھنا ہے ان کے بارے میں بھی پتہ لگ جائے گا کہ کون کون سی جماعتیں ہیں یا کس طرح ان کی ترتیب دی جائے گی۔ بہر حال دوبارہ میں یہی کہتا ہوں کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ اس منصوبے کو اور وہاں منتقل ہونے کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03 رمئی 2019ء جلد 26 شمارہ 18 صفحہ 05 تا 09)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19/ اپریل 2019ء بمطابق 19/ شہادت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابی کا میں ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت عثمان بن مظعونؓ۔ ان کی کنیت ابو سائب تھی۔ حضرت عثمانؓ کی والدہ کا نام سُخَیْلَہ بنت عَنْبَسْ تھا۔ حضرت عثمانؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت قُدَامَہ رضی اللہ عنہ حلیے میں باہم مشابہت رکھتے تھے۔ آپؓ کا تعلق قریش مکہ کے خاندان بَنُو جُمَحْ سے تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 305، 306 ''عثمان بن مظعون''۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ وہاں سے عثمان بن مظعونؓ کا گزر ہوا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکرائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم بیٹھو گے نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ چنانچہ وہ آپؐ کے سامنے آ کے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحے کے لیے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اپنی نگاہیں نیچی کرنے لگے یہاں تک کہ آپؐ نے زمین پر اپنے دائیں طرف دیکھنا شروع کر دیا اور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے عثمان سے منہ پھیر کر دوسری طرف متوجہ ہو گئے اور اپنا سر جھکا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران میں اپنے سر کو یوں ہلاتے رہے گویا کسی بات کو سمجھ رہے ہیں۔ عثمان بن مظعونؓ پاس بیٹھے ہوئے تھے، یہ سب دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام سے فارغ ہوئے یا جو بھی اس وقت صورت حال تھی اس سے فارغ ہوئے اور جو کچھ آپؐ سے کہا جا رہا تھا، جو بظاہر لگ رہا تھا کہ کچھ کہا جا رہا ہے، حضرت عثمانؓ کو تو نہیں پتا تھا لیکن بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ سے کہا جا رہا تھا وہ آپؐ نے سمجھ لیا تو پھر آپؐ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھیں جیسے پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ آپؐ کی نگاہیں کسی چیز کا پیچھا کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ چیز آسمان میں غائب ہو گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح عثمان بن مظعونؓ کی طرف متوجہ ہوئے تو عثمانؓ کہنے لگے کہ میں کس مقصد کی خاطر آپؐ کے پاس آؤں اور بیٹھوں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آج آپؐ نے جو کچھ کیا ہے اس سے پہلے میں نے آپؐ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے مجھے کیا

کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ عثمان بن مظعونؓ کہنے لگے کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر آپؐ نے دائیں جانب اپنی نظریں جما دیں۔ آپؐ مجھے چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ آپؐ نے اپنا سر ہلانا شروع کر دیا گویا جو کچھ آپؐ سے کہا جا رہا ہے اسے آپؐ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا واقعی تم نے ایسا محسوس کیا ہے؟ عثمان بن مظعونؓ کہنے لگے جی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی میرے پاس اللہ کا قاصد آیا تھا، پیغام لے کے آیا تھا جب تم میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمان بن مظعونؓ نے کہا کہ اللہ کا قاصد؟ سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ عثمانؓ نے پوچھا پھر اس نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا اس نے کہا یہ تھا کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ یَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ۔ (النحل: 91) یعنی یقیناً اللہ عدل اور احسان کا اور اقربا پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔ عثمان بن مظعونؓ کہتے ہیں کہ یہ وہ وقت تھا جب میرے دل میں ایمان نے اپنی جگہ پکی کر لی اور مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو گئی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 807 مسند عبداللہ بن عباسؓ حدیث نمبر 2921 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابتدائی دور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک قریب زمانہ میں یعنی اس زمانے کے ابتدا میں طلحہؓ اور زبیرؓ اور عمرؓ اور حمزہؓ اور عثمان بن مظعون اس قسم کے ساتھی آپؐ کو مل گئے جن میں سے ہر شخص آپؐ کا فدائی تھا۔ ہر شخص آپؐ کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے کے لیے تیار تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تیرہ سال تک مصائب بھی آئے، مشکلات بھی آئیں، تکالیف بھی آپؐ کو برداشت کرنی پڑیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان تھا کہ ان مکہ والوں میں سے عقل والے، سمجھ والے، رتبے والے، تقویٰ والے، طہارت والے مجھے مان چکے ہیں اور اب مسلمان ایک طاقت سمجھے جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا کہ نعوذ باللہ وہ پاگل ہیں تو اس کے دوسرے ساتھی ہی اسے کہتے کہ اگر وہ پاگل ہے تو فلاں شخص جو بڑا سمجھ دار اور عقل مند ہے اسے کیوں مانتا ہے۔ یہ ایک ایسا جواب تھا جس کے جواب میں کوئی شخص بولنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

یورپین مصنف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے تمام زورِ بیان صرف کر دیتے ہیں، بہت خلاف بولتے ہیں اور بسا اوقات آپؐ پر گند اچھالنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اب بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ مگر جہاں ابو بکرؓ کا نام آتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ بڑا بے نفس تھا۔ اس پر بعض دوسرے یورپین مصنف لکھتے ہیں کہ جس شخص کو ابو بکرؓ نے مان لیا وہ جھوٹا کس طرح ہو گیا؟ اگر تم ابو بکرؓ کی تعریف کر رہے ہو تو جس کو ابو بکرؓ نے مانا وہ بھی یقیناً قابلِ تعریف ہے۔ اگر وہ بے نفس تھا، ابو بکرؓ اگر بے نفس تھا تو اس نے ایسے لالچی کو کیوں مانا اور اگر وہ واقعی میں بے نفس تھا تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا آقا بھی بے نفس تھا۔ یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے جس کو ردّ کرنا آسان نہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی پھر اس کو اس سے

جوڑا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ آپؑ کو جاہل کہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس اعتراض کو ردّ کرنے کے لیے ایسے سامان کر دیے کہ حضرت خلیفہ اولؓ شروع میں ہی آپؑ پر ایمان لے آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی دعویٰ سے پہلے آپؑ کی تعریف کرنے والے تھے۔ پھر جب آپؑ نے دنیا میں اپنی ماموریت کا اعلان کیا تو اس کے بعد تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ نے ایسی کھڑی کر دی جو فوراً آپ پر ایمان لے آئی۔ یہ تعلیم یافتہ لوگ علماء میں سے بھی تھے، امراء میں سے بھی تھے، انگریزی دان طبقے میں سے بھی تھے۔ تو آپؓ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رعب اور دبدبہ تین چیزوں سے ہی ہوتا ہے یا تو ایمان سے ہوتا ہے یا علم سے ہوتا ہے یا روپے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تینوں چیزیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں بھی پیدا کر دیں۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 139-140)

اور آپؑ کو بھی ایسے ساتھی شروع میں مہیا کر دیے جن کی دوسری دنیا تعریف کرتی تھی بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی حکمت کا لوہا آج تک مانا جاتا ہے۔ غیر احمدی حکماء بھی آپؓ کے نسخے استعمال کرتے ہیں اور اس بارے میں لکھتے ہیں تو بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ایسے لوگ اس وقت عطا ہوئے جو ہر طبقے کے لوگ تھے اور بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ تھے۔

ایک اور جگہ کفار مکہ کی حسرتوں اور حسد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے سامان پیدا کیے کہ کفار کے دل ہر وقت جل کر خاکستر ہوتے رہتے تھے اور انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس آگ کو بجھانے کا ہم کیا انتظام کریں۔ کوئی بڑا خاندان ایسا نہیں تھا جس کے افراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نہ آچکے ہوں۔ حضرت زبیرؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ حضرت طلحہؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عثمانؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ اسی طرح حضرت عمروؓ بن العاص اور خالدؓ بن ولید" جو بعد میں مسلمان ہوئے "مکہ کے چوٹی کے خاندانوں میں سے تھے۔ عاص مخالف تھے مگر" یعنی عمرو کے والد "عمروؓ مسلمان ہو گئے۔ ولید مخالف تھے مگر خالدؓ مسلمان ہو گئے۔" آپؓ لکھتے ہیں کہ "غرض ہزاروں لوگ ایسے تھے جو اسلام کے شدید دشمن تھے مگر ان کی اولادوں نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا اور میدان جنگ میں اپنے باپوں اور رشتہ داروں کے خلاف تلواریں چلائیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 588)

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی ہجرت حبشہ اور وہاں سے مکہ واپسی کا بھی ذکر آتا ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ ابن اسحاق کے نزدیک آپؓ نے تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ آپؓ نے اور آپ کے بیٹے سائب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت بھی کی تھی۔ حبشہ قیام کے دوران ہی جب انہیں خبر ملی کہ قریش ایمان لے آئے ہیں۔ تب آپؓ واپس مکہ آگئے تھے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین حبشہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ

کے سجدہ کرنے کی خبر پہنچی تو یہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ اس کی تفصیل میں پہلے پچھلے خطبات میں بیان کر چکا ہوں اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی تھے کہ سجدہ کی وجہ کیا ہوئی تھی؟ ان کا یہ خیال تھا کہ سب کفار نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر لی ہے۔ جب یہ مکہ کے قریب پہنچے اور اصل واقعے کا پتا لگا تو اس وقت انہیں واپس حبشہ جانا مشکل لگ رہا تھا۔ بعض دوسری روایات کے مطابق بعض لوگ وہیں سے واپس حبشہ چلے بھی گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اور جو مکے میں بھی بغیر کسی کی پناہ میں آنے کے داخل ہونے سے ڈر رہے تھے وہ چلے گئے تھے۔ بہر حال جو وہاں آ گئے تھے یہ کچھ دیر وہیں رکے رہے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک اہل مکہ میں سے کسی نہ کسی کی امان میں داخل ہوا۔ انہوں نے کسی نہ کسی کی امان لے لی یا راستے میں کچھ دیر رکے رہے جب تک امان نہ مل گئی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ **ولید بن مغیرہ** کی امان میں آئے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو تکالیف پہنچ رہی ہیں، لوگ ان کو مار رہے ہیں، ان پر ظلم کر رہے ہیں اور وہ ولید بن مغیرہ کی امان میں رات دن سکون سے گزار رہے ہیں۔ ولید وہاں کفار مکہ کے رئیسوں کا ایک رئیس تھا جو غیر مسلم تھا اس کی امان میں آ گئے تھے۔ تو عثمانؓ کہنے لگے کہ خدا کی قسم! میری صبح شام ایک مشرک کی امان میں امن کے ساتھ گزر رہی ہے جبکہ میرے دوستوں اور گھر والوں کو اللہ کی راہ میں تکالیف اور اذیتیں پہنچ رہی ہیں۔ یقیناً مجھ میں کوئی خرابی ہے۔ انہوں نے اپنے آپ سے یہ کہا۔ پس آپؓ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابو عبد شمس! (یہ ولید بن مغیرہ کا لقب تھا) تمہارا ذمہ پورا ہو گیا۔ میں تمہاری امان میں تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس امان سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں کیونکہ میرے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ میں اسوہ ہے۔ ولید نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! ولید ان کے والد کے بڑے قریبی دوست تھے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! شاید تمہیں میرے اس امان کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا بے عزتی ہوئی ہے؟ تو آپؓ کہنے لگے کہ نہیں لیکن میں اللہ کی امان سے راضی ہوں۔ تمہاری امان سے نکلتا ہوں اور اللہ کی امان پہ راضی ہوں اور میں اس کے علاوہ کسی اور کی پناہ کا طلب گار نہیں ہوں۔ ولید نے کہا کہ خانہ کعبہ کے پاس چلو اور وہیں میری امان علی الاعلان واپس کر دو جیسا کہ میں نے تمہیں علی الاعلان پناہ دی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا چلیں۔ پھر وہ دونوں خانہ کعبہ کے پاس گئے۔ ولید نے کہا یہ عثمانؓ ہے جو مجھے میری امان واپس کرنے آیا ہے، لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا۔ عثمانؓ نے کہا یہ سچ کہہ رہا ہے۔ یقیناً میں نے اسے یعنی اس امان دینے والے ولید کو وعدے کا سچا اور امان کے لحاظ سے معزز پایا ہے مگر اب میں اللہ کے سوا کسی اور کی امان میں نہیں رہنا چاہتا۔ اس لیے میں نے ولید کی امان کو اسے واپس کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ لوٹ گئے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 589-590 ''عثمان بن مظعون'' دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اس ہجرت حبشہ کا ذکر پہلے بھی مختلف صحابہ کے ذکر میں ہوتا رہا ہے۔ مختصر بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس کو تاریخ کے مختلف حوالوں سے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں کی تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں اور قریش اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ

کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ حبشہ کا ملک جو ایتھوپیا یا ابی سینیا کہلاتا ہے براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اور جائے وقوع کے لحاظ سے جنوبی عرب کے بالکل بالمقابل ہے اور درمیان میں بحیرہ احمر کے سوا کوئی اور ملک حائل نہیں۔ اس زمانہ میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا بلکہ اب تک بھی وہاں کا حکمران اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ (جب انہوں نے یہ لکھا تھا) حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے۔ اس وقت کے نجاشی کا ذاتی نام اصحمہ تھا جو ایک عادل، بڑا انصاف کرنے والا، بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔ بہر حال جب مسلمانوں کی تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جن جن سے ممکن ہو حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ماہ رجب پانچ نبوی میں نبوت کے دعوے کے پانچ سال کے بعد گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف کے نام یہ ہیں۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیر بن العوامؓ، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، عثمان بن مظعونؓ، مصعب بن عمیرؓ اور ابوسَلَمہؓ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ ام سلمہؓ۔ اب یہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جن سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے کہ اول یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 146-147)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انداز میں اس واقعے کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ آپؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی مکہ میں پناہ اور پھر لبید بن ربیعہ والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ نے ولید کی امان واپس کر دی تھی۔ اب لکھتے ہیں کہ جب مکہ والوں کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے ساتھیوں کو بلوایا اور فرمایا۔ مغرب کی طرف سمندر پار ایک زمین ہے جہاں خدا کی عبادت کی وجہ سے ظلم نہیں کیا جاتا۔ مذہب کی تبدیلی کی وجہ سے لوگوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ وہاں ایک منصف بادشاہ ہے۔ تم لوگ ہجرت کر کے وہاں چلے جاؤ شاید تمہارے لیے آسانی کی راہ پیدا ہو جائے۔ کچھ مسلمان مرد اور عورتیں اور بچے آپؐ کے اس ارشاد پر ابے سینیا کی طرف چلے گئے۔ ان لوگوں کا مکے سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ یہاں یہ بڑا جذباتی پہلو ہے کہ اپنے ملک کو چھوڑنا یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مکے کے لوگ اپنے آپ کو خانہ کعبہ کا متولی سمجھتے تھے اور مکہ سے باہر چلے جانا ان کے لیے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ وہی شخص یہ بات کہہ سکتا تھا جس کے لیے دنیا میں کوئی اور ٹھکانہ باقی نہ رہے کہ مکہ سے نکل جاؤں۔ پس ان لوگوں کا نکلنا ایک نہایت ہی دردناک واقعہ تھا اور پھر نکلنا بھی ان لوگوں کو چوری چوری پڑا۔ چھپ کے نکلنا پڑا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر مکہ والوں کو معلوم ہو گیا تو وہ ہمیں نکلنے نہیں دیں گے اور اس وجہ سے وہ اپنے عزیزوں اور پیاروں

کی آخری ملاقات سے بھی محروم جارہے تھے۔ ان کو یہ بھی موقع نہیں ملا کہ وہ عزیزوں اور پیاروں سے ملاقات کر کے جائیں، چھپ کے نکلے تھے۔ ان کے دلوں کی جو حالت تھی سو تھی۔ ان کے دیکھنے والے بھی ان کی تکلیف سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ وہ غیر جن کو پتا لگا کہ اس طرح ہجرت کر رہے ہیں وہ بھی ان کی اس حالت سے متاثر ہو رہے تھے۔ چنانچہ جس وقت یہ قافلہ نکل رہا تھا حضرت عمرؓ جو اس وقت تک کافر اور اسلام کے شدید دشمن تھے اور مسلمانوں کو تکلیف دینے والوں میں چوٹی کے آدمی تھے اتفاقاً اس قافلے کے افراد کو مل گئے۔ ان میں ایک صحابیہ ام عبداللہؓ نامی بھی تھیں۔ بندھے ہوئے سامان اور تیار سواریوں کو جب آپؓ نے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو آپؓ سمجھ گئے کہ یہ لوگ مکہ چھوڑ کر جارہے ہیں۔ آپؓ نے کہ ام عبداللہؓ! یہ تو ہجرت کے سامان نظر آرہے ہیں۔ ام عبداللہؓ کہتی ہیں میں نے جواب میں کہا ہاں خدا کی قسم! ہم کسی اور ملک میں چلے جائیں گے کیونکہ تم نے ہم کو بہت دکھ دیے ہیں اور ہم پر بہت ظلم کیے ہیں۔ ہم اس وقت اپنے ملک میں نہیں لوٹیں گے جب تک خدا تعالیٰ ہمارے لیے کوئی آسانی اور آرام کی صورت پیدا نہ کر دے۔ ام عبداللہؓ بیان کرتی ہیں کہ عمرؓ نے جواب میں کہا کہ اچھا۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور کہتی ہیں کہ میں نے ان کی آواز میں رقت محسوس کی حالانکہ اس وقت مسلمانوں کے مخالف تھے لیکن یہ ہجرت دیکھ کر جذباتی ہو گئے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو کہا تو اس آواز میں ایک رقت تھی جو اس سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ پھر وہ یعنی حضرت عمرؓ جلدی سے منہ پھیر کے وہاں سے چلے گئے اور میں نے محسوس کیا کہ اس واقعہ سے ان کی طبیعت نہایت ہی غمگین ہو گئی ہے۔

بہر حال جب ان لوگوں کے ہجرت کرنے کی مکہ والوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور سمندر تک ان کے پیچھے گئے مگر یہ قافلہ ان لوگوں کے سمندر تک پہنچنے سے پہلے ہی حبشہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا جائے جو اسے مسلمانوں کے خلاف بھڑکائے اور اسے تحریک کرے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ والوں کے سپرد کر دے۔ بہر حال یہ وفد حبشہ گیا اور بادشاہ سے ملا۔ امرائے دربار کو بھی ان لوگوں نے خوب اکسایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بادشاہ حبش کے دل کو مضبوط کر دیا تھا اور اس نے باوجود ان لوگوں کے اصرار کے اور باوجود درباریوں کے اصرار کے، درباری جو تھے وہ مکہ والوں کی باتوں میں آگئے تھے انہوں نے بھی بادشاہ کو بڑا کہا کہ ان کو مکہ والوں کے، کافروں کے سپرد کر دو۔ اس نے مسلمانوں کو کفار کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ جب یہ وفد ناکام واپس آیا تب مکہ والوں نے ان مسلمانوں کو بلانے کے لیے ایک اور تدبیر سوچی اور وہ یہ کہ حبشہ جانے والے بعض قافلوں میں یہ خبر مشہور کر دی کہ مکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب یہ خبر حبشہ پہنچی تو اکثر مسلمان خوشی سے مکہ کی طرف واپس لوٹے مگر مکہ پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ یہ خبر محض شرارتاً مشہور کی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس پر کچھ لوگ تو واپس حبشہ چلے گئے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور کچھ مکہ میں ٹھہر گئے۔ ان ٹھہرنے والوں میں سے حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ عثمان بن مظعونؓ بھی تھے جو مکہ کے ایک بہت بڑے رئیس کے بیٹے تھے۔ اس دفعہ ان کے باپ کے ایک دوست ولید بن مغیرہ نے ان کو پناہ دی اور وہ امن سے مکہ میں رہنے لگے مگر اس عرصے میں انہوں نے دیکھا کہ بعض

دوسرے مسلمانوں کو دکھ دیے جاتے ہیں اور انہیں سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔ چونکہ وہ غیرت مند نوجوان تھے۔ ولید کے پاس گئے اور اسے کہہ دیا کہ میں آپ کی پناہ کو واپس کرتا ہوں کیونکہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ دوسرے مسلمان دکھ اٹھائیں اور میں آرام سے رہوں۔ چنانچہ ولید نے اعلان کر دیا کہ عثمانؓ اب میری پناہ میں نہیں۔

اس کے بعد ایک دن لبید، عرب کا ایک مشہور شاعر تھا مکہ کے رؤساء میں بیٹھا اپنے شعر سنا رہا تھا کہ اس نے ایک مصرع پڑھا:

وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر نعمت آخر مٹ جانے والی ہے۔ عثمان بن مظعونؓ نے کہا کہ یہ غلط ہے جنت کی نعمتیں ہمیشہ قائم رہیں گی۔ لبید ایک بہت بڑا آدمی تھا۔ یہ جواب سن کر جوش میں آگیا اور اس نے کہا کہ اے قریش کے لوگو! تمہارے مہمان کو تو پہلے اس طرح ذلیل نہیں کیا جاتا تھا اب یہ نیا رواج کب سے شروع ہوا ہے؟ اس پر ایک شخص نے کہا یہ ایک بیوقوف آدمی ہے اس کی بات کی پروا نہیں کریں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی بات پر اصرار کیا اور کہا کہ بیوقوفی کی کیا بات ہے جو بات میں نے کہی ہے وہ سچ ہے۔ اس پر ایک شخص نے اٹھ کر زور سے آپ کے منہ پر گھونسا مارا، مکا مارا جس سے آپؓ کی ایک آنکھ نکل گئی یا سوج گئی۔ ولید اس وقت اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا جس نے آپؓ کو پناہ دی تھی۔ ان کے والد کا دوست، عثمانؓ کے باپ کے ساتھ اس کی بڑی گہری دوستی تھی۔ عثمانؓ کے والد فوت ہو گئے تھے تو اپنے مردہ دوست کے بیٹے کی یہ حالت اس سے دیکھی نہ گئی مگر مکہ کے رواج کے مطابق جب عثمانؓ اس کی پناہ میں نہیں تھے تو وہ ان کی حمایت بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے اور تو کچھ نہ کر سکا نہایت ہی دکھ کے ساتھ عثمانؓ ہی کو مخاطب کر کے بولا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! خدا کی قسم تیری یہ آنکھ اس صدمہ سے بچ سکتی تھی جبکہ تو ایک زبردست حفاظت میں تھا (یعنی میری پناہ، ولید کی پناہ میں تھا) لیکن تو نے خود ہی اپنی پناہ کو چھوڑ دیا اور یہ دن دیکھا۔ عثمانؓ نے جواب دیا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے میں خود اس کا خواہش مند تھا۔ تم میری پھوٹی ہوئی آنکھ پر ماتم کر رہے ہو حالانکہ میری تندرست آنکھ اس بات کے لیے تڑپ رہی ہے کہ جو میری بہن کے ساتھ ہوا ہے وہی میرے ساتھ کیوں نہیں ہوتا۔ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا، عثمانؓ نے ولید کو یہ جواب دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ میرے لیے بس ہے۔ بہت کافی ہے۔ اگر وہ تکلیفیں اٹھا رہے ہیں تو میں کیوں نہ اٹھاؤں۔ میرے لیے خدا کی حمایت کافی ہے۔ (ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 202 تا 205)

عثمان بن مظعونؓ اور لبید بن ربیعہ کا یہ جو واقعہ ہے جو عرب کا مشہور شاعر تھا اس کا اس طرح بھی تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔ وہ بھی بتا دیتا ہوں یہ عرب کا مشہور شاعر تھا قریش کی مجلس میں بیٹھا تھا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ بھی اس کے پاس بیٹھ گئے لبید نے پہلے اس کا یہ ایک مصرع پڑھا کہ

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

خبردار! اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ اس پر حضرت عثمانؓ کہنے لگے کہ تو نے سچ کہا ہے۔ پھر لبید نے کہا

وَ كُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

کہ بیشک ہر نعمت زوال پذیر ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا تو نے جھوٹ کہا۔ لوگوں نے آپ کی طرف دیکھا اور لبید سے کہا کہ دوبارہ پڑھو جس پر لبید نے دوبارہ پڑھا۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح ایک دفعہ تصدیق اور ایک دفعہ جھٹلا دیا کہ جنت کی نعمتوں کو زوال نہیں ہے۔ لبید یہ جو شاعر تھے کہنے لگے کہ اے گروہ قریش! تمہاری محفلیں ایسی تو نہ تھیں۔ ان میں سے ایک احمق کھڑا ہوا اور اس نے حضرت عثمانؓ کی آنکھ پر تھپڑ مار دیا یا مکا مار دیا جس سے آپ کی آنکھ نیلی ہو گئی یا سوج گئی۔ آپؓ کے گرد موجود لوگوں نے کہا عثمانؓ! خدا کی قسم! تم ایک مضبوط پناہ میں تھے اور تمہاری آنکھ اس طرح تکلیف سے محفوظ تھی جو تمہیں ابھی پہنچی ہے۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ اللہ کی امان زیادہ محفوظ ہے اور زیادہ معزز ہے اور میری دوسری آنکھ بھی اسی طرح کی مصیبت کی آرزومند ہے جو اس آنکھ کو پہنچی ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی پیروی لازم ہے۔ ولید نے کہا کہ میری امان میں تمہیں کیا نقصان تھا؟ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ مجھے اللہ کی امان کے سوا کسی کی امان کی حاجت نہیں۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 590 عثمان بن مظعونؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

یہ تھی ان لوگوں کے ایمان کی کیفیت اور یہ تھا ایک درد اپنے ساتھیوں کے لیے بھی کہ اگر وہ تکلیف میں ہیں تو ہم کیوں (بچے) رہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو تعلق تھا وہ تو تھا ہی محبت کا کہ وہ تکلیف میں ہیں تو میں کیوں بچوں۔ صحابہؓ کے نمونے دیکھ کے بھی ان کو بڑی تکلیف پہنچتی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ عثمان بن مظعونؓ کا اس طرح جواب دینا اس لیے تھا کہ انہوں نے قرآن کریم سنا ہوا تھا، اسلامی تعلیم سنی ہوئی تھی، قرآن کریم پڑھا ہوا تھا اور اب ان کے نزدیک شعروں کی کچھ حقیقت ہی نہیں تھی بلکہ خود بعد میں لبید بھی مسلمان ہو گیا تو آپؓ لکھتے ہیں کہ خود لبید نے مسلمان ہونے پر یہی طریق اختیار کیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے گورنر کو کہلا بھیجا کہ مجھے بعض مشہور شعراء کا تازہ کلام بھیجو۔ جب لبید جو اس وقت مسلمان ہو گئے تھے ان سے خواہش کا اظہار کیا گیا تو انہوں نے قرآن کریم کی چند آیات لکھ کر بھیج دیں۔

حضرت عثمانؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور پیار تھا اس کا اظہار اس ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ ان کے فوت ہونے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بوسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اس وقت آنسو جاری تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوا تو آپؐ نے اس وقت بھی اس کی نعش پر فرمایا۔ اَلْحِقْ بِسَلَفِنَا الصَّالِحِ عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُوْنٍ یعنی ہمارے صالح عزیز عثمان بن مظعونؓ کی صحبت میں جا۔

(ماخوذ از فضائل القرآن نمبر 4، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 456)

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی مدینہ ہجرت کا واقعہ اس طرح ملتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت قُدَامَہ بن مظعونؓ اور حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ اور حضرت سائب بن عثمانؓ نے ہجرت مدینہ کے وقت حضرت عبد اللہ بن سَلَمَہ عجلانیؓ کے گھر قیام کیا تھا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق یہ سب لوگ حضرت حِزَام بن

وَدِیْعَہ رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ محمد بن عمر واقدی بیان کرتے ہیں کہ آل مظعون ان لوگوں میں سے تھے جن کے مرد اور عورتیں سب کے سب جمع ہو کر ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ان میں سے کوئی مکہ میں باقی نہیں رہا۔ حضرت ام عَلَاء بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار کی خواہش تھی کہ ان کے گھروں میں رکیں۔ اس پر ان کے لیے قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے حصے میں آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت ابو ھیثم بن تیّھان کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302-303 ''عثمان بن مظعون'' ومن بنی جمح بن عمرو ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عثمانؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ آپؓ تمام لوگوں سے زیادہ جوش کے ساتھ عبادات بجالاتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کیا کرتے تھے۔ خواہشات سے بچ کر رہتے تھے اور عورتوں سے دور رہنے کی کوشش کرتے۔ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا ترک کرنے اور خود کو خصّی کرنے کی اجازت مانگی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تاریخ کی کتاب اسد الغابہ میں لکھا ہے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 590 ''عثمان بن مظعون'' دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

پھر یہ روایت ہے کہ ایک دن حضرت عثمان بن مظعونؓ کی اہلیہ ازواج مطہرات کے پاس آئیں۔ ازواج مطہرات نے انہیں پراگندہ حالت میں، میلے کپڑے، بال بکھرے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اپنے آپ کو سنوار کر رکھا کرو۔ تمہارے شوہر سے زیادہ دولت مند تو قریش میں کوئی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ تم afford نہیں کر سکتی۔ تمہارا شوہر بڑا امیر آدمی ہے اپنی حالت تو ٹھیک رکھو۔ تو آپؓ کی، حضرت عثمانؓ کی بیوی ازواج مطہرات کو کہنے لگیں جو ساری اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ ہمارے لیے ان میں سے کچھ نہیں ہے۔ یعنی جو کچھ آپ کہتی ہیں نہ عثمان کے پاس دولت یا وہ کچھ نہیں۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اس کے جذبات ہمارے لیے کچھ نہیں ہیں۔ وہ رات کو بھی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ ہماری طرف توجہ نہیں دیتے۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ازواج نے آپؐ کو بتایا۔ عثمانؓ کی بیوی کی یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ سے ملے اور فرمایا کیا تمہارے لیے میری ذات میں اسوہ نہیں ہے؟ وہ عرض کرنے لگے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ کیا بات ہو گئی؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تو کوشش کرتا ہوں کہ بالکل آپؐ کے مطابق چلوں۔ تو اس پر آپؐ نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دن بھر روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی جی ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے بیوی بچوں کا تم پر حق ہے۔ پس نماز پڑھو اور سو بھی۔ سونا بھی ضروری ہے۔ نفل پڑھو، راتوں کو جاگو لیکن سونا بھی ضروری ہے۔ روزہ رکھو اور چھوڑو بھی۔ اگر نفلی روزے رکھنے ہیں تو

بیشک رکھو لیکن کچھ دن ناغے بھی ہونے چاہئیں۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمائی تو کچھ عرصہ کے بعد ان کی بیوی ازواج مطہرات کے پاس دوبارہ آئیں تو انہوں نے خوشبو لگائی ہوئی تھی گویا کہ وہ دلہن ہوں۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے آج بڑی سجی بنی ہو۔ اس پر وہ کہنے لگیں کہ ہمیں بھی وہ چیز حاصل ہو گئی ہے جو لوگوں کو میسر ہے یعنی اب خاوند توجہ دیتا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302 ''عثمان بن مظعون'' دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عائشہؓ سے اس بارہ میں روایت ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعونؓ کو بلایا اور فرمایا کیا تو میرے طریقے کو ناپسند کرتا ہے؟ وہ بولے یا رسول اللہ! نہیں میں آپؐ ہی کے طریقے کو تلاش کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! تو اللہ سے ڈر تجھ پر تیری بیوی کا حق ہے۔ تیرے مہمان کا حق ہے اور خود تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پس کبھی کبھی روزہ بھی رکھو اور کبھی نہ رکھو۔ نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔

(سنن ابی داؤد کِتَابُ التَّطَوُّع بَاب:مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ القَصْدِ فِي الصَّلَاةِ حدیث 1369)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بخاری کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ "سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن مظعونؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں سے بالکل ہی علیحدہ ہو جانے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور اگر آپؐ اجازت دے دیتے تو ہم لوگ تیار تھے کہ اپنے آپ کو گویا بالکل خصّی ہی کر لیتے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 418)

ان جذبات کو بالکل ختم کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش کرتے۔

بخاری کی جو حدیث ہے اس کا ترجمہ بتا دیتا ہوں۔ وہ اس طرح ہے حضرت **سعد بن أبي وقاص**رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے تبتّل کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ اور صحیح بخاری کی کتاب النکاح کی یہ حدیث ہے اور پھر یہاں یہ بھی اسی طرح لکھا ہے، جو بیان ہو چکا ہے کہ اگر آپؐ اس کی اجازت دے دیتے تو ہم سب شاید تارک الدنیا ہو جاتے۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب ما یکرہ من التبتل والخصاء حدیث 5073)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ پھر مزید لکھتے ہیں کہ "عثمان بن مظعونؓ تھے جو **بنو جُمَح** میں سے تھے۔ نہایت صوفی مزاج آدمی تھے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب ترک کر رکھی تھی۔" اسلام لانے سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پیتے تھے، "اور اسلام میں بھی تارک دنیا ہونا چاہتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے کہ اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے اس کی اجازت نہیں دی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 124)

اسلام کہتا ہے کہ اس دنیا میں رہو۔ اس دنیا کی جو نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں پیدا کی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو۔ وہ ہمیشہ تمہارے سامنے رہنا چاہیے۔

حضرت قدامہ بن مظعونؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطّابؓ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو پایا۔ وہ اپنی سواری کے اوپر تھے۔ اور حضرت عثمانؓ اپنی سواری کے اوپر تھے۔ اَثَایَہ نامی گھاٹی پر ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اَثَایَہ، ذُوالْحُلَیْفَہ کے بعد جُحْفَہ کے راستے میں مدینہ سے ستتر (77) میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ اس کی لوکیشن (location) بتائی گئی ہے۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی اونٹنی نے حضرت عثمانؓ کی اونٹنی کو بھینچ دیا، ذرا دبایا۔ زیادہ قریب ہوگئے تو اونٹنی نے دبا دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری قافلے کے کافی آگے تھے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے کہا یا غَلْقَ الْفِتْنَۃِ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔ جب سواریاں رکیں تو حضرت عمر بن خطابؓ قریب آئے اور کہا اے ابو سائب! یعنی عثمان بن مظعونؓ کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے وہ کون سا نام تھا جس کے ساتھ تم نے مجھے پکارا تھا۔ یہ کہہ کر پکارا تھا 'غَلْقَ الْفِتْنَۃِ' تو انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! آپؐ کا وہ نام میں نے نہیں رکھا۔ جس نام سے میں نے پکارا تھا وہ میں نے نہیں کہا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کا وہ نام رکھا تھا۔ پھر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کے آگے ہیں اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن مظعونؓ نے انہیں بتایا کہ آگے ہیں آپؐ پوچھ بھی سکتے ہیں۔ پھر بیان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ ہمارے پاس سے گزرے یعنی حضرت عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے جبکہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص غَلْقُ الْفِتْنَۃِ ہے۔ یعنی فتنے کی راہ میں روک ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تمہارے اور فتنے کے درمیان ایک دروازہ ہوگا جو بہت زیادہ سختی سے بند رہے گا جب تک یہ شخص تمہارے درمیان زندہ رہے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 9صفحہ39-38 باب ما اسند عثمانؓ بن مظعون حدیث 8321، دار احیاء التراث العربی بیروت 2002ء)(فرہنگِ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 29 زوار اکیڈیمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

یعنی جب تک حضرت عمرؓ کی زندگی ہے کوئی فتنہ اسلام میں نہیں آئے گا اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے۔ اس کے بعد ہی زیادہ فتنے شروع ہوئے۔

اس جگہ جو حضرت عثمان بن مظعونؓ نے حضرت عمر بن خطّابؓ کے متعلق غَلْقُ الْفِتْنَۃِ کے یہ الفاظ بیان کیے ہیں اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا کہ تم میں سے کون فتنے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد رکھتا ہے تو میں نے کہا کہ میں۔ ویسے ہی جیسے کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ اسی طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا کہا روایت کرنے پر بہت ہی دلیر ہو۔ یعنی بڑا یقین ہے تمہیں اور تم یہ بڑی جرأت سے کام لے رہے ہو۔ میں نے کہا کہ آدمی کو ابتلا اس کی بیوی اور اس کے مال اور اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے آتا ہے۔ یہ بھی فتنے ہیں۔ نماز، روزہ، صدقہ اور نیکیوں کا حکم اور بدیوں سے روکنا اس ابتلا کو دور کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میری مراد اس سے نہیں ہے۔ یہ اولاد کی، دولت

کی ساری چیزیں ہیں، فتنے ہیں جن کو تم نمازیں پڑھ کے، روزہ رکھ کے، صدقہ دے کر اور کئی نیکیاں کر کے دور کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ اس فتنے سے ہے جو اس طرح موجیں لے گا جس طرح سمندر۔ بہت شدید قسم کا فتنہ ہے جو امت میں آئے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپؓ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ جو فتنہ پیدا ہونا ہے اس سے آپؓ کو کوئی خطرہ نہیں۔ آپؓ کی زندگی تک کوئی نہیں ہے کیونکہ آپؓ کے اور اس کے درمیان ایک بند کیا ہوا دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ انہوں نے وہی بیان کیا، عرض کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان کے درمیان ایک بند دروازہ ہے تو حضرت عمرؓ نے اس پر ان سے پوچھا کیا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ توڑا جائے گا۔ ایسا دروازہ ہے جو توڑا جائے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا تب تو کبھی بھی بند نہیں ہو گا۔ اگر دروازہ کھولا جائے تو بند کرنے کے امکان ہوتے ہیں لیکن اگر توڑا جائے تو پھر اس کو بند کرنا بہت مشکل کام ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس بات پہ کہا پھر تو یہ کبھی بند نہیں ہو گا۔ یعنی جو فتنے ہیں وہ چلتے چلے جائیں گے اگر ایک دفعہ شروع ہوئے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ فتنے مسلمان امت میں بڑھتے چلے گئے۔ ایک کے بعد دوسرا فتنہ پیدا ہوتا چلا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں، حضرت علیؓ کے زمانے میں، پھر بعد کے زمانوں میں اور اب تک یہی فتنے ہیں جو مسلمانوں میں جاری ہیں۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور اس دیوار کے پیچھے یہ آنا نہیں چاہتے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اس دروازے کو بند کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے قائم فرمائی ہے۔ اس لیے یہ فتنے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی محفوظ رکھے کہ ہم احمدی اس ڈھال کے پیچھے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں مہیا فرمائی ہے اور اس دیوار کے پیچھے رہیں۔ تو بہرحال یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ فتنہ تو پھر کبھی بند نہیں ہو گا۔ تو ہم نے ان سے کہا، ان لوگوں نے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے روایت کرنے والے سے، حضرت حذیفہؓ سے پوچھا۔ کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا ہاں۔ وہ اسے ایسے ہی جانتے تھے جیسے یہ کہ کل سے پہلے رات ہے یعنی بالکل یقینی بات تھی۔ حضرت عمرؓ کو پتا تھا کہ میرے بعد پھر فتنے پیدا ہو جائیں گے۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ کفارۃ حدیث 525)

حضرت عثمان بن مظعونؓ پہلے مہاجر تھے جنہوں نے مدینے میں وفات پائی۔ آپؓ دو ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات غزوۂ بدر کے بائیس ماہ کے بعد ہوئی اور آپؓ جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے شخص تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591 عثمان بن مظعونؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

بہرحال ان کے حوالے سے کچھ اور باتیں بھی ہیں جو ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10 / مئی 2019ء جلد 26 شمارہ 19 صفحہ 05 تا 09)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ اپریل 2019ء بمطابق 26/ شہادت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں میں نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کے متعلق بیان کرتے ہوئے اس بات پر اپنی بات ختم کی تھی کہ آپؓ جنت البقیع میں مدفون ہونے والے پہلے شخص تھے۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591 عثمان بن مظعونؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

جنت البقیع کی بنیاد اور ابتدا کے بارے میں جو تفصیل ملی ہے وہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں ورود کے بعد وہاں بہت سے قبرستان تھے۔ یہودیوں کے اپنے قبرستان ہوا کرتے تھے جبکہ عربوں کے مختلف قبائل کے اپنے اپنے قبرستان تھے۔ مدینہ طیبہ چونکہ اس وقت مختلف علاقوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس لیے ہر قبیلہ اپنے ہی علاقے میں کھلی جگہ پر اپنی میتوں کو دفنا دیتا تھا۔ قبا کا الگ قبرستان تھا جو زیادہ مشہور تھا گو کہ وہاں چھوٹے چھوٹے کئی اور قبرستان بھی تھے۔ قبیلہ بنو ظفر کا اپنا قبرستان تھا اور بنو سلمہ کا اپنا الگ قبرستان تھا۔ دیگر قبرستانوں میں بنو ساعِدہ کا قبرستان تھا جس کی جگہ بعد میں سوق النبیﷺ قائم ہوا۔ جس جگہ پر مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی وہاں بھی کھجوروں کے جھنڈ میں چند مشرکین کی قبریں تھیں۔ ان تمام قبرستانوں میں بَقِیْعُ الْغَرْقَد سب سے پرانا اور مشہور قبرستان تھا۔ اور پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمانوں کے قبرستان کے لیے منتخب کر لیا تو اس کے بعد سے آج تک اسے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے جو ہمیشہ رہے گی۔

حضرت عبید اللہ بن ابی رافعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں صرف مسلمانوں کی قبریں ہوں اور اس غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں کو ملاحظہ بھی فرمایا۔ جا کے دیکھا۔ یہ فخر بَقِیْعُ الْغَرْقَد کے حصے میں لکھا تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس جگہ کو یعنی بَقِیْعُ الْغَرْقَد کو منتخب کر لوں۔ اسے اس دور میں بَقِیْعُ الْخَبْخَبَہ کہا جاتا تھا۔ اس میں بے شمار غرقد کے درخت اور خودرَو جھاڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ مچھروں اور دیگر حشرات الارض کی اس جگہ پہ بھرمار تھی اور مچھر جب اس جگہ گند کی وجہ سے یا جنگل کی وجہ سے اڑتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ دھوئیں کے بادل چھا گئے ہوں۔

وہاں سب سے پہلے جن کو دفن کیا گیا اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے وہ حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر کے سرھانے ایک پتھر نشانی کے طور پر رکھ دیا اور فرمایا یہ ہمارے پیش رو ہیں۔ ان کے بعد جب بھی کسی کی فوتیدگی ہوتی تو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ہمارے پیش رَو عثمانؓ بن مظعون کے قریب۔ بقیع عربی میں ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں درختوں کی بہتات ہو، بہت زیادہ درخت ہوں۔ مدینہ طیبہ میں اس مقام کو بَقِیْعُ الْغَرْقَد کے نام سے جانا جانے لگا کیونکہ وہاں غرقد کے درختوں کی بہتات تھی۔ اس کے علاوہ وہاں دیگر خودرو صحرائی جھاڑیاں بھی بہت زیادہ تعداد میں تھیں۔ اسے جنت البقیع بھی کہا جاتا ہے۔ جنت کے لفظ کا عربی میں ایک مطلب ہے باغ یا فردوس۔ اس لیے یہ جگہ زیادہ تر عجمی زائرین میں جنت البقیع کے نام سے جانی جاتی ہے۔ عبدالحمید قادری صاحب ہیں انہوں نے یہ تفصیل لکھی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عرب عموماً اپنے مقابر اور قبرستانوں کو جنت ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کا ایک نام مَقَابِرُ البَقِیع بھی ہے جو اعرابیوں میں زیادہ مشہور ہے۔

(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبدالحمید قادری صاحب صفحہ 598 مطبوعہ اوریئنٹل پبلی کیشنز لاہور پاکستان 2007ء)

جو صحرا کے رہنے والے تھے، گاؤں کے رہنے والے تھے ان میں یہ زیادہ مشہور ہے۔ حضرت سالم بن عبداللہؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی فوت ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اس کو آگے ہمارے گئے ہوئے بندوں کے پاس بھیج دو۔ عثمانؓ بن مظعون میری امت کا کیا ہی اچھا پیش رَو تھا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 12 صفحہ 228 حدیث نمبر 13160 دار احیاء التراث العربی بیروت 2002ء)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نعش کے پاس آئے۔ آپؐ ان پر تین بار جھکے اور سر اٹھایا اور بلند آواز سے فرمایا اے ابوسائب! اللہ تم سے درگزر کرے۔ تم دنیا سے اس حال میں گئے کہ دنیا کی کسی چیز سے آلودہ نہیں ہوئے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی نعش کو بوسہ دیا جبکہ آپؐ رو رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے اور آپؐ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد آپؐ کو بوسہ دیا۔ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو حضرت عثمانؓ کے رخسار پر بہ رہے تھے، اتنے زیادہ تھے کہ پھر وہ آنسو بہ کر حضرت عثمانؓ کے رخساروں پر بھی گرنے لگے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم نے وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْحِقْ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ یعنی سلف صالح عثمانؓ بن مظعون سے جا کر مل جاؤ۔

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591 عثمان بن مظعونؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 303 ''عثمان بن مظعون'' دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیرات کہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی التکبیر علی الجنازۃ اربعاً حدیث نمبر 1502)

بعض لوگ بعض دفعہ کہتے ہیں کہ تین سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ چار تکبیرات بھی ہو سکتی ہیں۔ مُطَّلِبْ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات ہوئی۔ ان کا جنازہ نکالا گیا پھر ان کو دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ ایک پتھر لائے۔ وہ پتھر نہ اٹھا سکا، بڑا بھاری پتھر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کھڑے ہوئے، ادھر گئے۔ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ، دونوں بازوؤں سے کپڑا اوپر کیا، اپنے بازو کی آستینیں چڑھائیں، قمیض کی آستینیں چڑھائیں۔ مُطَّلِبْ نے کہا، جس نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اس نے کہا کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بازوؤں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ ابھی بھی مجھے وہ واقعہ بڑی اچھی طرح یاد ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو خوبصورت تھے۔ ان کی سفیدی مجھے نظر آ رہی ہے۔ جب آپؐ نے ان سے کپڑا ہٹایا تھا، آستینیں چڑھائی تھیں۔ پھر آپؐ نے وہ پتھر اٹھایا اور اسے حضرت عثمانؓ بن مظعون کے سرھانے رکھ دیا اور فرمایا میں اس نشانی کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر پہچان لوں گا اور میرے اہل میں سے جو وفات پائے گا اسے میں اس کے پاس دفن کروں گا۔ سنن ابی داؤد کا یہ حوالہ ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز بَاب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم حدیث 3206)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات سے متعلق جو تفصیل بیان کی ہے اس میں سے چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ آپؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 2 ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اسی سال کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لیے مدینہ میں ایک مقبرہ تجویز فرمایا جسے جنت البقیع کہتے تھے۔ اس کے بعد صحابہ عموماً اسی مقبرہ میں دفن ہوتے تھے۔ سب سے پہلے صحابی جو اس مقبرہ میں دفن ہوئے وہ عثمانؓ بن مظعون تھے۔ عثمان بہت ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے اور نہایت نیک اور عابد اور صوفی منش آدمی تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد ایک دفعہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں چاہتا ہوں کہ بالکل تارک الدنیا ہو کر اور بیوی بچوں سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی زندگی خالصۃً عبادتِ الٰہی کے لیے وقف کر دوں، مگر آپؐ نے اس کی اجازت نہیں دی۔" اس کی تفصیل بھی میں گذشتہ خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال پھر یہ مرزا بشیر احمد صاحب ہی آگے لکھتے ہیں کہ "..... عثمانؓ بن مظعون کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور روایت آتی ہے کہ وفات کے بعد آپؐ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس وقت آپؐ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ ان کے دفنائے جانے کے بعد آپؐ نے ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر بطور علامت کے نصب کروا دیا اور پھر آپؐ کبھی کبھی جنت البقیع میں جا کر ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ عثمانؓ پہلے مہاجر تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 462-463)

حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات پر آپؓ کی بیوی نے مرثیہ میں لکھا اور وہ یہ تھا کہ

یَا عَیْنُ جُوْدِیْ بِدَمْعٍ غَیْرِ مَمْنُوْنِ
عَلٰی رَزِیَّۃِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ

عَلَى امْرِءٍ بَاتَ فِيْ رِضْوَانِ خَالِقِهِ
طُوْبٰى لَهُ مِنْ فَقِيْدِ الشَّخْصِ مَدْفُوْنِ
طَابَ الْبَقِيْعُ لَهُ سُكْنٰى وَ غَرْقَدُهُ
وَأَشْرَقَتْ اَرْضُهُ مِنْ بَعْدِ تَعْيِيْنِ
وَأَوْرَثَ الْقَلْبَ حُزْنًا لَا انْقِطَاعَ لَهُ
حَتَّى الْمَمَاتِ فَمَا تَرْقٰى لَهُ شُؤْنِ

(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591 عثمان بن مظعونؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اے آنکھ! عثمان کے سانحے پر تو نہ رکنے والے آنسو بہا۔ اس شخص کے سانحے پر جو اپنے خالق کی رضامندی میں شب بسر کرتا تھا۔ اس کے لیے خوشخبری ہو کہ ایک فقید المثال شخص مدفون ہو چکا ہے۔ بقیع اور غرقد اپنے اس مکین سے پاکیزہ ہو گیا اور اس کی زمین آپؓ کی تدفین کے بعد روشن ہو گئی۔ آپؓ کی وفات سے دل کو ایسا صدمہ پہنچا ہے جو موت تک کبھی ختم نہ ہونے والا ہے اور میری یہ حالت نہ بدلنے والی ہے۔

(اسد الغابہ۔ جلد 3 صفحہ 495۔ دار الفکر بیروت)

یہ ان کی اہلیہ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

حضرت اُمِّ عَلَاء جو انصاری عورتوں میں سے ایک خاتون تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کے رہنے کے لیے قرعے ڈالے تو حضرت عثمانؓ بن مظعون کا قرعۂ سکونت یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہمارے نام نکلا کہ ہم اپنے گھر ٹھہرائیں۔ حضرت ام عَلَاء کہتی تھیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون ہمارے پاس رہے۔ وہ بیمار ہوئے تو ہم نے ان کی خدمت کی اور جب وہ فوت ہو گئے اور ہم نے انہیں ان کے کپڑوں میں ہی کفنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ میں نے کہا یعنی حضرت ام عَلَاء کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی رحمت ہو تم پر ابو سائب! یہ ان کی، حضرت عثمانؓ بن مظعون کی کنیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہوں نے، حضرت ام عَلَاء نے یہ الفاظ دہرائے کہ اللہ کی رحمت ہو تم پر ابو سائب! میری شہادت تو تمہارے متعلق یہی ہے کہ اللہ نے تجھے ضرور عزت بخشی ہے۔ یہ الفاظ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرائے کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہیں ضرور عزت بخشی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو ان سے پوچھا، کہتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور عزت بخشی ہے۔

تو کہتی ہیں میں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں نہیں جانتی، مجھے یہ تو نہیں پتا لیکن بہر حال میرے جذبات تھے میں نے اظہار کر دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک عثمانؓ کا تعلق ہے تو وہ اب فوت ہو گئے اور میں ان کے لیے بہتری کی ہی امید رکھتا ہوں۔ یہی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عزت بخشے گا لیکن اللہ کی قسم! آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتا کہ عثمانؓ کے ساتھ

کیا ہو گا۔ دعا تو ضرور ہے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہیں ضرور عزت بخشی ہے حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر حضرت ام عَلَاء نے کہا بخدا اس کے بعد میں کسی کو بھی یوں پاک نہیں ٹھہراؤں گی۔ اس طرح کے الفاظ نہیں دہراؤں گی کہ ضرور بخشا گیا اور مجھے اس بات نے غمگین کر دیا۔ کہتی تھیں کہ میں سو گئی۔ اسی غم میں میں سو گئی، ایک خاص تعلق تھا۔ جذبات بھی تھے۔ تو بہر حال کہتی ہیں جب میں رات کو سوئی تو مجھے خواب میں حضرت عثمانؓ کا ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہ رہا تھا۔ پانی کا ایک چشمہ تھا وہ بہ رہا تھا اور یہ دکھایا گیا کہ یہ حضرت عثمانؓ کا چشمہ ہے۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد کہتی ہیں میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے آپؐ کو یہ بتایا کہ میں نے اس طرح خواب دیکھی ہے تو آپؐ نے فرمایا یہ اس کے عمل ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشکلات حدیث 2687)

یہ چشمہ جو بہ رہا تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا دیا کہ وہ جنت میں ہے اور یہ اس کے عمل ہیں جس کے چشمے اب وہاں بہ رہے ہیں۔ پس یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ایک طریق تھا کہ یوں ہی اتنے وثوق سے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے بارے میں شہادت نہ دے دیا کرو۔ ہاں جب خواب میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے اعلیٰ اعمال ایک چشمے کی صورت میں حضرت ام عَلَاء کو دکھائے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جانتے تھے کہ ان بدری صحابہ سے خدا تعالیٰ راضی ہوا ہے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اور آپؐ کے متعلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جذبات کا اظہار فرمایا وہ واضح کرتا ہے کہ آپؐ کو ان کے بارے میں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ وہ دعائیں سنے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں گے لیکن پھر بھی آپؐ نے کہا تم کسی کے بارے میں شہادت نہیں دے سکتے۔

مسند احمد بن حنبل میں یہ مضمون کچھ اس طرح بیان ہے کہ خَارِجَہ بن زَید اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون کی جب وفات ہوئی تو خارجہ بن زید کی والدہ نے کہا ابو سائب! تم پاک ہو۔ تمہارے اچھے دن بہت اچھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا چیز بتاتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عثمانؓ بن مظعون یعنی ان کے عمل اور ان کی عبادتیں ایسی تھیں۔ یہی چیزیں مجھے ظاہر کرتی ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت کا سلوک کر دیا، بخش دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے عثمانؓ بن مظعون میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یقیناً عثمانؓ بن مظعون ایسا شخص تھا کہ بھلائی کے سوا میں نے اس میں کچھ نہیں دیکھا لیکن ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا کہ اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن بخدا میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 872 حدیث ام العلاء الانصاریہ، حدیث نمبر 28006 عالم الکتب بیروت 1998ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو خدا تعالیٰ کا کوئی محبوب نہیں۔ آپؐ حبیبِ خدا ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اس کے خوف اور خشیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے بارے میں بھی فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتا کہ میرے

ساتھ کیا کیا جائے گا۔ پس ہمارے لیے کس قدر خوف کا مقام ہے اور کس قدر ہمیں فکر ہونی چاہیے کہ نیک اعمال کریں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ کریں اور اس کے باوجود اس بات پر فخر نہیں بلکہ عاجزی میں بڑھتے چلے جائیں اور اس سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور اس کے فضل کی بھیک مانگتے رہیں کہ وہ اپنے رحم اور فضل سے ہمیں بخش دے۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک اور روایت میں درج ہے کہ حضرت ام عَلَاء کہتی ہیں کہ ہمارے ہاں عثمانؓ بن مظعون بیمار ہو گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ جب فوت ہو گئے تو ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے کہا اے ابو سائب! اللہ کی رحمت آپ پر ہو۔ یہ میری آپؓ پر گواہی ہے کہ اللہ نے آپؓ کا اکرام کیا ہے، بہت عزت احترام کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اکرام کیا ہے؟ کہتی ہیں مجھے نہیں پتا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ں جہاں تک اس کا تعلق ہے اس کو وہ یقینی بلاوا یعنی موت اس کے رب کی طرف سے آ گیا ہے اور میں اس کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کرے گا لیکن اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتا، میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا میں اس کے بعد کسی کو پاک قرار نہیں دوں گی لیکن اس کے بعد اس بات نے مجھے غمگین کیا پھر اسی خواب کا ذکر کیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سنائی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 871-872 حدیث ام العلاء الانصاریۃ، حدیث نمبر 28004 عالم الکتب بیروت 1998ء)

تو پہلی دو مختلف کتابوں میں، حدیثوں میں اس واقعے کو لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات تو بلند کیے ہی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بھی تھیں اور ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے اور وہ نیک نمونے ہم لوگ بھی اپنے اندر قائم کرنے والے ہوں۔

اگلے صحابی جو ہیں جن کا ذکر ہو گا وہ حضرت وَھْب بن سَعْد بن ابی سَرْح ؓ۔ حضرت وہبؓ کے والد کا نام سعد تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لؤیّ سے تھا۔ آپ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام مُھَانَہ بنتِ جابر تھا جو اشعری قبیلہ سے تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 217، وھب بن سعد، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت وَھْب رضی اللہ عنہ کا بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وہی کاتب وحی تھا جس نے ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ ان کے بھائی کے بارے میں اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتبِ وحی تھا جس کا نام عبداللہ بن ابی سرح تھا اور سیرۃ الحلبیۃ میں لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ بہرحال پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ آپؐ پر جب کوئی وحی نازل ہوتی تو اسے بلوا کر لکھوا دیتے تھے۔ ایک دن آپ سورۃ المومنون کی آیت 14 اور 15 لکھوا رہے تھے۔ جب آپؐ یہاں پہنچے کہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تو یہ جو کاتب وحی تھا اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ سورۃ المومنون کی آیت 15 میں اس کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وحی ہے اس کو لکھ لو۔ اس بدبخت کو یہ خیال نہ آیا

کہ پچھلی آیتوں کے نتیجے میں یہ آیت طبعی طور پر آپ ہی بن جاتی ہے۔ اس نے سمجھا کہ جس طرح میرے منہ سے یہ آیت نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وحی قرار دے دیا ہے اسی طرح آپؐ نعوذ باللہ خود سارا قرآن بنا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مرتد ہو گیا اور مکّے چلا گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کو قتل کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا ان میں ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پناہ دے دی۔ اور اس پناہ کی تفصیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب عبداللہ بن ابی سرح کو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے تو یہ اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس ان کی پناہ لینے چلا گیا اور ان سے کہنے لگا کہ اے بھائی اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گردن ماریں مجھے ان سے امان دلوا دو۔

سیرۃ الحلبیۃ میں لکھا ہے۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ وہ آپؓ کے گھر میں تین چار دن چھپا رہا۔ ایک دن جبکہ حضرت سول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکے کے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبداللہ بن ابی سرح کو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے اور اس کی بیعت قبول کرنے کی درخواست کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو کچھ دیر تامل فرمایا مگر پھر آپؐ نے اس کی بیعت لے لی اور اس طرح دوبارہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 139)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 130 باب ذکر مغازیہ/فتح مکہ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

اور بھی اس کی بہت ساری باتیں تھیں جس کی وجہ سے، فتنہ اور فساد کی وجہ سے اور بھڑکانے کی وجہ سے بھی یہ حکم دیا گیا تھا۔ صرف ایک ہی وجہ نہیں تھی کہ یہ مرتد ہو گیا تھا اس لیے قتل کا حکم دے دیا۔

عاصم بن عمر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت **وَھْب**رضی اللہ عنہ نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپؓ نے حضرت کلثوم بن ہِدم کے ہاں قیام کیا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت **وَھْب**رضی اللہ عنہ اور حضرت سُوَید بن عَمروؓ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا یعنی یہ دونوں بھائی بنے تھے۔ آپ دونوں جنگ مؤتہ کے دن شہید ہوئے۔ حضرت **وَھْب**رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر، احد، خندق اور حدیبیہ اور خیبر میں شریک ہوئے اور آپؓ جمادی الاولیٰ 8 ہجری میں جنگ مؤتہ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے روز آپؓ کی عمر 40 سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 217، وھب بن سعد، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

جنگ مُؤتہ کیا تھی یا اس کے اسباب کیا تھے؟ اس کا طبقات الکبریٰ میں کچھ ذکر ہے۔ یہ جنگ جمادی الاولیٰ سنہ 8 ہجری میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حَارِث بن عُمَیرؓ کو قاصد بنا کر شاہ بُصریٰ کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جب وہ موتہ کے مقام پر اترے تو انہیں شُرَحْبِیْل بن عَمْرو غَسَّانِی، (شرحبیل جو تھا وہ سیرۃ الحلبیۃ کے مطابق قیصر کے شام پر مقرر کردہ امراء میں سے ایک تھا، اس) نے روکا اور ان کو شہید کر دیا۔ حضرت حارِث بن عمیرؓ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی قاصد شہید نہیں کیا گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحے کی اطلاع پہنچی آپؐ پر یہ بہت گراں گزرا۔ اس کا بہت افسوس ہوا۔ آپؐ نے لوگوں کو جنگ کے لئے بلایا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب کے امیر

حضرت زَید بن حارِثہؓ ہیں اور ایک سفید جھنڈا تیار کر کے حضرت زیدؓ کو دیتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ حضرت حارِث بن عمیرؓ جہاں شہید کیے گئے ہیں وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور ان سے جنگ کریں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 314 سریہ مؤتہ دار احیاء التراث العربی 1996ء)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 96 باب ذکر مغازیہ /غزوہ مؤتہ، مطبوعہ دار الکتب اللعلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت **وَھْب**رضی اللہ عنہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ اس جنگ کی تفصیل مزید بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ مؤتہ کے لیے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ امیر ہوں گے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رَوَاحہؓ تمہارے امیر ہوں گے۔ اس لشکر کو جَیْشِ امراء بھی کہتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ مؤتۃ من أرض الشام حدیث 4261)(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 505 حدیث 22918 مسند ابو قتادہ انصاریؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس کی تفصیل میں حضرت مصلح موعودؓ نے اتنا ہی لکھا ہے کہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت وہاں قریب ایک یہودی بھی بیٹھا تھا۔ اس نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو حضرت زیدؓ کے پاس آیا اور آکر کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو تم تینوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کے واپس نہیں آئے گا۔ اس پر حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں زندہ بچ کے آؤں یا نہ آؤں لیکن یہ بہر حال سچ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی ہیں۔

(ماخوذ از فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 406)

اس جنگ کے حالات کی، شہدا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر اللہ کی طرف سے ہوئی۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفرؓ نے اسے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ خبر دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پھر جھنڈے کو خالدؓ بن ولید نے بغیر سردار ہونے کے پکڑا اور انہیں فتح حاصل ہوئی۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الرجل ینعی الی اھل المیت بنفسہ حدیث 1246)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔

ان کے ذکر کے بعد اب میں بعض مرحومین کا ذکر کروں گا جن کے آج جنازے بھی پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر تو مکرم ملک محمد اکرم صاحب کا ہے جو مربی سلسلہ تھے اور کل 25/ اپریل کو مانچسٹر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا جنازہ یہاں حاضر ہے اور نماز کے بعد میں ان شاء اللہ تعالیٰ باہر جا کے ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔

2/ فروری 1947ء کو یہ ملکوال ضلع گجرات میں پیدا ہوئے تھے اور 1961ء میں انہوں نے خود بیعت

کی۔ جماعت میں شامل ہوئے۔ ان کے بڑے بھائی ماسٹر اعظم صاحب پہلے احمدی تھے۔ انہوں نے بھی خود بیعت کی تھی۔ ان کے ذریعے سے انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا تھا۔ مجھے یاد ہے اس میں یہی لکھا تھا کہ میں ربوہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا اور ربوہ کے ماحول سے متاثر ہوا اور پھر اس کے بعد بیعت بھی کر لی۔ بہر حال 1962ء میں انہوں نے اپنے آپ کو بیعت کے بعد جماعت کے لیے وقف کیا۔ بی۔ اے کرنے کے بعد شاہد اور عربی فاضل کی ڈگری انہوں نے حاصل کی۔ ان کا تقرر 1971ء میں بطور مربی سلسلہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کا نکاح 1970ء میں امۃ الکریم صاحبہ جو مولوی ابو البشارت عبد الغفور صاحب کی بیٹی ہیں ان سے پڑھایا۔ یہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں اور پھر بیرونی ممالک میں بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ یو۔ کے میں آکسفورڈ (Oxford)، مانچسٹر (Manchester)، گلاسگو (Glasgow) اور کارڈف (Cardiff) کی جماعتوں میں تیس سال تک خدمت کی توفیق ملی۔ ان کا کل عرصہ خدمت 48 سال بنتا ہے۔ یو۔ کے میں کئی سال یہ نائب افسر جلسہ گاہ بھی رہے۔ 71ء سے 73ء تک پاکستان میں یہ مختلف جگہوں پر رہے۔ پھر 73ء سے 77ء تک گیمبیا میں رہے۔ پھر دوبارہ 77ء سے 79ء تک کراچی پاکستان میں رہے۔

پھر 79ء سے 80ء تک ربوہ مرکز میں وکالت تبشیر میں رہے۔ 80ء سے 83ء تک نائجیریا مشنری کالج الارو کے پرنسپل رہے۔ پھر یہ واپس ربوہ آئے اور 89ء تک (eighty nine) تک یہ ربوہ میں رہے۔ پھر یہ 89ء سے 2018ء تک یو۔ کے میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ پہلے تو یہ اپنی عمر کے لحاظ سے فروری 2007ء میں ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد دوبارہ ری ایمپلائی ہوئے اور 2018ء تک ان کو خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ وقف زندگی تو وقف ہی رہتا ہے لیکن بہر حال گذشتہ دنوں بیماری کی وجہ سے پھر ایکٹو (active) خدمت سرانجام نہیں دے سکے اور اس طرح ان کی ریٹائرمنٹ ہوئی تھی لیکن ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اس طرح چند مہینے ہی بغیر باقاعدہ خدمت کے گزارے اور ایک لحاظ سے خدمت کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جان دی۔

امیر صاحب یو۔ کے لکھتے ہیں کہ بڑے محنتی اور اطاعت گزار تھے۔ مزاج بہت متحمل تھا۔ جو بھی جماعتی خدمت ان کے سپرد کی جاتی بڑی محنت اور دیانت داری کے ساتھ سرانجام دیتے اور ان کو فوری طور پر رپورٹ بھی کرنے کی عادت تھی، پھر رپورٹ کرتے۔ مانچسٹر میں تعینات تھے تو مسجد دارالامان کی تعمیر ہوئی ہے۔ ملک صاحب نے اس مسجد کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے میں بہت فعال کردار ادا کیا ہے۔

عطاء المجیب راشد صاحب کہتے ہیں کہ اکرم صاحب بہت اچھے اخلاق اور خوبیوں کے مالک تھے۔ بہت نیک، دیانتدار، نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ پرجوش مبلغ، ذمہ داری سے کام کرنے والے، خلافت کی اطاعت میں بہت اعلیٰ مقام رکھنے والے خادم سلسلہ تھے۔ مجید سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ سب سے نمایاں یہ کہ وہ خلافت کے وفا شعار خادم تھے۔ تبلیغ کا ان کو بہت زیادہ شوق تھا اور سیالکوٹی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے طالب علمی کے زمانے میں جب پڑھتے تھے تو اس وقت بھی چھٹیوں میں ہمارے گاؤں ایک دفعہ آئے پھر وہاں بھی انہوں نے کہا تبلیغ کریں اور پھر تبلیغ میں مصروف ہو گئے اور خدام و انصار کے تحت خدمت کرنے کے لیے اپنی

چھٹیاں، رخصتیں جو تھیں ان کو وقف کیا ہوا تھا اور ہمیشہ بڑی اطاعت سے انہوں نے زندگی گزاری۔

اسلم خالد صاحب جو پرائیوٹ سیکرٹری لندن میں خدمت انجام دے رہے ہیں وہ کہتے ہیں میرے یہ عزیز رشتہ دار بھی بعد میں بن گئے۔ ان کی شادی کی وجہ سے سسرالی رشتہ دار تھے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ جہاں جہاں آپ کی تقرری ہوئی بڑے پیار سے احباب جماعت کے دل جیتے اور بیماری میں بھی جہاں جہاں انہوں نے خدمت کی خاص طور پر مانچسٹر کے احباب کا بڑی محبت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ جماعت کے بچوں سے، نوجوانوں سے بھی بڑا شفقت کا تعلق تھا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے اسلم خالد صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بتایا کہ وہ بچے جو اب جوان ہو چکے ہیں اور ان کی شادیاں ہو چکی ہیں ان میں سے ایک بچے نے اپنی شادی کے بعد جب پہلا بچہ پیدا ہوا تو رات کو اڑھائی تین بجے مجھے فون کر کے بتایا کہ مربی صاحب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔

اکرم صاحب کہتے ہیں کہ پہلے مجھے دل میں خیال آیا کہ رات کو اطلاع دینے کا یہ کون سا وقت ہے۔ صبح بھی بتا سکتا تھا لیکن اس بچے کی اپنے مشنری سے، مبلغ سے، تربیت کرنے والے سے جو محبت تھی کہتے ہیں کہ اگلے فقرے میں اس نے میرا منہ بند کروا دیا اور اس لڑکے نے کہا کہ مربی صاحب میں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ مجھے بچہ دے گا تو سب سے پہلے آپ کو بتاؤں گا۔ اب آپ کو بتا دیا ہے۔ اب اپنے والد کو اطلاع کروں گا۔ تو لوگوں کا ان کے ساتھ اور ان کا بھی جماعت کے لوگوں کے ساتھ یہ پیار تھا محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ مغفرت فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ یہ تو ان کا تو جنازہ حاضر ہے جیسا کہ میں نے کہا ابھی نماز کے بعد میں باہر جا کے پڑھاؤں گا۔

دوسرا جنازہ غائب ہے جو چوہدری عبدالشکور صاحب مبلغ سلسلہ کا ہے۔ یہ چوہدری عبدالعزیز صاحب سیالکوٹی کے بیٹے تھے۔ 12/ اپریل کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ 10/ نومبر 1935ء کو پیدا ہوئے تھے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے دادا نے 1901ء میں بیعت کی تھی۔ مکرم عبدالشکور صاحب نے ایف۔ اے کیا پھر شاہد کیا۔ مولوی فاضل کیا اور جون 1956ء میں زندگی وقف کی۔ اس سے قبل ریلوے ڈویژن میں بطور ٹائپسٹ کلرک کام کر رہے تھے۔ 1962ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور 1963ء میں جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ جولائی 1963ء سے آپ کا تقرر وکالت مال ثانی میں ہوا پھر ربوہ کے مختلف دفاتر میں خدمت سرانجام دیتے رہے۔ 64ء میں تبلیغ اسلام کی غرض سے سیرالیون بھجوایا گیا۔ نومبر 68ء تک وہاں خدمات کی توفیق پائی۔ دسمبر 70ء سے دسمبر 73ء تک گھانا میں رہے۔ 75ء سے 1978ء تک گیمبیا میں رہے۔ فروری 1980ء سے اپریل 1986ء تک لائبیریا میں خدمت کی توفیق پائی۔ ان ممالک میں موصوف نے بطور امیر اور مشنری انچارج خدمت کی توفیق پائی۔ 1990ء میں آپ کا تقرر نائب وکیل التبشیر کے طور پر ہوا۔ نائب وکیل المال ثالث، سیکرٹری کمیٹی آبادی، نائب وکیل المال ثانی کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے اور 1995ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد 2004ء تک بطور ری ایمپلائی خدمت کی توفیق پائی۔ آنکھوں میں تکلیف کی وجہ سے، کالے موتیے کی وجہ سے پھر 2004ء میں یہ ریٹائرڈ ہوئے تھے۔

ان کے بیٹے ڈاکٹر عبد الصبور صاحب جو امریکہ میں رہتے ہیں کہتے ہیں کہ میرے والد نہایت سادہ اور محنتی تھے۔ ہمیں لائبیریا میں بطور امیر مشنری انچارج ان کو تبلیغی اور تربیتی کاموں میں مصروف عمل دیکھنے کا موقع ملا۔ ہمیشہ بہت محنت سے خطبات کی تیاری کرتے۔ قرآن کریم، حدیث، کتبِ سلسلہ اور بائبل وغیرہ سے حوالے نکال کر بہت اعلیٰ خطبہ دیتے۔ عیسائیت اور مسلمانوں کو دلائل کے ساتھ تبلیغ کرتے تھے اور بڑے پیار سے بات کرتے تھے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہم سب بہن بھائیوں کی تعلیم کے تمام اخراجات اپنے محدود وسائل میں پورے کیے اور ہم سب کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔

محمود طاہر صاحب جو پاکستان میں انصار اللہ کے قائد عمومی ہیں۔ کہتے ہیں بڑے خاموش خدمت کرنے والے تھے۔ کام سے کام رکھتے تھے اور بہت صائب الرائے تھے۔ نائب وکیل التبشیر شیخ حارث صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ بڑے منکسر المزاج تھے۔ شریف النفس تھے۔ نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ خلافت اور سلسلہ کے نہایت وفادار اور فدائی تھے۔ حیدر علی ظفر صاحب جو آجکل جرمنی کے نائب امیر ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبد الشکور صاحب بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ بڑے مخلص، سادہ، منکسر المزاج، محنتی، جماعتی اموال کو بڑی احتیاط سے خرچ کرتے تھے۔ ایک متقی اور بااصول آدمی تھے۔ جماعت کی بُک شاپ کو جو لائبیریا میں تھی بہت عمدگی سے اس کو چلایا اور اس سے جو آمد ہوئی اس سے مسجد اور مربی ہاؤس از سر نو تعمیر کیا۔ تھوڑی سی جگہ میں ایک چھوٹا سا کمپلکس بنا دیا جس میں لائبریری بھی تھی۔ مہمان خانہ بھی تھا۔ مردوں اور عورتوں کے لیے مسجد میں علیحدہ علیحدہ حصے تھے۔ مربی ہاؤس بھی تھا اور مسجد کی تعمیر کے وقت خود اپنے ہاتھ سے مزدوروں کے ساتھ بھی کام کرتے رہے۔ ایک تو خود آمد پیدا کر کے مسجد بنائی، کمپلکس بنایا۔ پھر مزدوری بھی خود کرتے رہے۔ یہ حیدر علی صاحب کہتے ہیں کہ 1986ء میں جب میں نے ان سے چارج لیا تو وہاں ان کو الوداعیہ دیا گیا اور مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کا جب ذکر کیا گیا کہ انہوں نے بڑی محنت سے یہ سب کام کیا ہے اور بڑا سراہا گیا تو انہوں نے بڑی عاجزی سے کہا کہ مجھ سے پہلے ایک مبلغ نے یہ جگہ خریدنے کی توفیق پائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ میرے وقت میں یہ مکمل ہو گئی۔ اب آپ لوگ اس میں تبلیغی ایکٹویٹیز (activities) کر سکتے ہیں۔ اور اصل میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں جو اس نے توفیق دی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

تیسرا جنازہ جو غائب ہے وہ مکرم ملک صالح محمد صاحب معلم وقف جدید کا ہے۔ یہ 21/ اپریل 2019ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے پڑنانا ملک اللہ بخش صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جنہوں نے چاند سورج گرہن کا نشان دیکھ کر لودھراں سے پیدل قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان کے والد مکرم غلام محمد صاحب سلسلہ کے ابتدائی معلمین میں سے تھے۔ ان کے والد بھی معلم تھے۔

1959ء میں ان کی پیدائش ہوئی تھی۔ 76ء میں انہوں نے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینے کی کوشش کی لیکن عمر زیادہ ہو گئی تھی۔ داخلہ نہیں مل سکا۔ چنانچہ کوٹری میں ایک مل میں ملازمت اختیار کر لی تو ان کے بیٹے لکھتے

ہیں کہ میرے دادا ملک غلام محمد صاحب جو معلم تھے وہ ان سے ملنے کوٹری گئے تو وہاں کا ماحول اچھا نہیں لگا۔ انہوں نے ان کو ہدایت کی کہ فوراً نوکری چھوڑ دیں اور وقف جدید کے تحت معلم بن کر اپنی زندگی وقف کریں۔ چنانچہ یہ نوکری چھوڑ کر آ گئے۔ اس وقت ان کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ وہاں نوکری میں ان کو اس زمانے میں ساڑھے چار سو روپے تنخواہ ملتی تھی اور معلم کلاس میں آ کر شامل ہوئے۔

اس کے بعد معلم بنے جہاں جماعت کی طرف سے 135 روپے گزارہ الاؤنس ہوتا تھا لیکن اس پر بھی ان کو یہ تھا کہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ خدمتِ دین کی توفیق دے رہا ہے۔ تقریباً 4/1 یا 3/1 آمد پہ سمجھ لیں کہ آ کے وقف شروع کیا۔ پہلے دنیا کما رہے تھے۔ نگر پارکر میں ان کی تقرری 1889ء میں ہوئی۔ بڑے مشکل حالات تھے۔ ان کے بیٹے وہ خود مربی سلسلہ ہیں لکھتے ہیں کہ خاکسار کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ جب ان کا نگر پارکر کے گاؤں حَبَاسر سینٹر میں تبادلہ ہوا تو وہاں ایک لمبے عرصے سے معلم ہاؤس بند پڑا تھا۔ گھر گر چکا تھا۔

چنانچہ والد صاحب کافی دور سے دن کو پانی لے کر آتے، اور مٹی اکٹھے کرتے اور رات کو دونوں میاں بیوی مل کر کچی اینٹیں بناتے۔ اور جب اینٹیں بن گئیں تو دونوں نے اپنی مدد آپ کے تحت رہائش کا انتظام کر لیا۔ اس جگہ رہنے کی کوئی جگہ نہیں تھی تو یہ جو سندھ میں بھی ابتدائی معلمین تھے انہوں نے بڑی قربانی کر کے وہاں گزارہ کیا ہے۔ خود ہی پانی ڈھویا ہے دور دور سے پانی لے کر آتے تھے مٹی اکٹھی کی۔

پھر اینٹیں بنائیں اور پھر خود ہی اپنا رہائش کا کمرہ بنایا۔ کوئی مطالبہ جماعت سے نہیں کیا۔ یہ ان کے بیٹے ہی لکھتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ نگر پارکر میں ان کے پاس سہولیات نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ جب میٹنگ پر آتے تو اپنے لیے مہینے کا سارا راشن اور ہومیو پیتھی دوائیاں اور دیگر سامان لے کے آتے کیونکہ ریموٹ ایریا میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح میٹنگ پر آئے ہوئے تھے تو واپسی پر راستہ بھول گئے۔ وہاں کا بڑا علاقہ بالکل صحرائی علاقہ ہے اور ریت پر چلنے کے نشانات دیکھ کر آدمی رستہ کی نشان دہی کرتا تھا تو یہ صحیح نشانوں کو پہچان نہیں سکے۔ رستہ بھول گئے اور اس دوران میں ان کا پانی بھی ختم ہو گیا۔ سندھ میں بڑی گرمی ہوتی ہے۔

پیاس اور تھکاوٹ کی وجہ سے آخر بیہوش ہو کر گر پڑے اور وہیں گرے ہوئے تھے کہ اس دوران میں دو آدمیوں کا وہاں سے اونٹ کے اوپر گزر ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی ریت پر گرا ہوا ہے اور جب ان کے پاس آئے تو پتا چلا کہ یہ تو ڈاکٹر صاحب ہیں۔ کیونکہ نگر پارکر میں ہومیو پیتھک کی دوائیاں دیا کرتے تھے اس لیے ڈاکٹر صاحب کے نام سے مشہور ہو گئے تھے اور یہ جو دو آدمی تھے وہ ان کے مریض تھے۔ انہوں نے انہیں پہچان لیا، پانی پلایا اور پھر اپنے گاؤں لے کے آئے۔ وہاں رات گزاری۔ اگلے دن ان کو سینٹر پہ چھوڑ کے آئے۔

یہ لکھتے ہیں کہ اپنی اولاد کو نماز کی تلقین کیا کرتے تھے۔ بڑی باقاعدگی سے تہجد پڑھنے والے تھے۔ جس دن فوت ہوئے اس دن بھی تہجد ادا کی اور والدہ کو بھی اٹھایا۔ نہایت خوش اخلاق اور لوگوں سے محبت کرنے والے تھے۔ کوئی برا سلوک بھی کرتا تو ہمیشہ صبر کرتے اور کبھی جواب نہیں دیتے تھے۔ اور لوگوں سے تعلقات بڑھانے میں بھی بڑے اچھے تھے اور کافی مشہور تھے۔ لوگ ایمان داری کی وجہ سے ان کے پاس امانتیں بھی رکھوا دیا کرتے

تھے۔ کہتے ہیں کوئی بھی خاندان میں رنجش ہوتی تو ہمیشہ صلح کروانے والے تھے۔

مرحوم موصی بھی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مبارک احمد منیر صاحب برکینا فاسو میں مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور اس وجہ سے اپنے والد کی وفات پر پاکستان بھی نہیں جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی اس جذبے اور قربانی سے خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

چوتھا جنازہ غائب مکرم مویشیحے (Mwishehe) جمعہ صاحب کا ہے۔ یہ تنزانیہ کے تھے۔ یہ 13/ مارچ کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ 34-1933ء میں تنزانیہ کے ریجن مورو گورو (Morogoro) میں ان کی پیدائش ہوئی۔ 1967ء میں یہ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اور ان کے جماعت میں شامل ہونے کا واقعہ اس طرح ہے کہ سنی علماء میں وہاں رواج تھا کہ فوت شدگان کا ختم دلوانے اور فوت شدہ بچے کا عقیقہ ایک ہی جگہ کرنے پر ان کو اختلاف تھا کہ یہ کیا ختم ہے اور فوت شدہ بچے کا یہ کیسا عقیقہ ہے۔ اس پر کہتے ہیں کیونکہ بعض سنی علماء اس بچے کا عقیقہ کرنے کے قائل تھے جو جلد فوت ہو گیا ہو نہ کہ اس بچے کا جو زندہ ہو تا کہ ختم دلوا کر اور عقیقہ کر کے بار بار کھانے کے سامان پیدا ہو سکیں۔ انہوں نے اسلامی تعلیم میں تو کوئی ایسی تعلیم نہیں دیکھی تھی جس پر مولویوں کا عمل ہو رہا تھا۔ تو اس پہ ان کو بہت رنج ہوا اور مسلمانوں کی حالتِ زار پر بڑے افسردہ رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرما، تا کہ وہ آ کر اسلام کو دوبارہ زندہ کریں۔ تو مشنری انچارج صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے اپنے بیان کے مطابق جب ان کی ملاقات جمیل الرحمٰن رفیق صاحب سے ہوئی جو اس وقت وہاں مبلغ سلسلہ تھے اور آج کل پاکستان میں وکیل التصنیف ہیں تو انہوں نے ان کو کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس شخص نے اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اس پر کہتے ہیں انہوں نے گمان کیا کہ میں نے امامِ وقت کو نہیں مانا اس لیے حقیقی مسلمان نہیں ہوں۔ فوراً خیال آیا اور پھر بغیر وقت ضائع کیے، فوراً انہوں نے بیعت کر لی۔

بیعت کے بعد اپنے گاؤں میں گئے، اپنے بہن بھائیوں کو تبلیغ کی، خاندان والوں کو تبلیغ کی، دوستوں کو تبلیغ کی اور سب کو جمع کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچایا اور اسی سال کے دوران ان کے بھائی عیدی سلمان صاحب اور محمد جمعہ صاحب جو فوت ہو چکے ہیں اور جمعہ صاحب کی اہلیہ نے فوری طور پر ان کی تبلیغ سے جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ مرحوم کو سخت مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن آہستہ آہستہ لوگ جماعت میں شامل ہونے لگے اور ان کے گاؤں مکویونی (Mkuyuni) کے ساتھ ساتھ اطراف کے جتنے بھی دیہات ہیں ان میں جماعت کا بڑا اچھا نفوذ ہو گیا۔ مشنری انچارج صاحب لکھتے ہیں کہ اب مکویونی جماعت جو ہے مورو گورو (Morogoro) ریجن کی ایک مثالی جماعت ہے اور وہ ان کی محنت سے قائم ہوئی، ہوئی جماعت ہے۔

جماعت میں شامل ہونے کے بعد وفات تک ان کے ہر عمل سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ خلافت کے انتہائی شیدائی ہیں اور مبلغین کرام اور جماعتی عہدیداران کا بھی بڑا عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ جماعتی نظام کی بڑی

پابندی کیا کرتے تھے۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا اور ہمیشہ تبلیغ کرتے رہتے، کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ چندہ جات کی ادائیگی کرنے والوں میں صف اول میں شمار ہوتے تھے بلکہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ کوئی بھی آمد ہو تو چندہ دوں اور یہ کہا کرتے تھے کہ اس عارضی دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آپ موصی بھی تھے اور لوگوں کو اس بابرکت نظام میں شامل ہونے کی تحریک کیا کرتے تھے۔ قیام نماز میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ پنجگانہ نماز کا التزام خود کرتے۔ اپنے بچوں اور پوتوں پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو بھی اس کا التزام کروانے کی نصیحت کی۔ تہجد بڑے شوق سے ادا کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں آپ کو بہت یاد تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ ان کے بیٹے شمعون جمعہ صاحب جو جامعہ احمدیہ تنزانیہ میں استاد ہیں کہتے ہیں کہ 1987ء سے 1990ء کے دوران ہم تین بھائی جامعہ تنزانیہ میں پڑھتے تھے۔ (مبشر کا کورس وہاں ہوتا ہے) اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ چھٹیوں کے دوران ہم بھائیوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے ایک بھائی جامعہ کی پڑھائی چھوڑ کر گھر واپس آجائے اور والدین کا روزمرہ کے کاموں میں ہاتھ بٹائے اور ہم نے اس بات کا ذکر اپنے والد صاحب سے کیا تو انہوں نے اسے سخت برا منایا، ان کے بیٹے شمعون جمعہ صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے وہ دن نہیں بھولتا کہ والد صاحب بڑے جلال میں تھے اور انہوں نے ہمیں سمجھایا کہ اللہ پر توکل کرو اور جامعہ کی پڑھائی جاری رکھو اور پڑھائی بالکل نہیں چھوڑنی۔ انہوں نے اپنے تینوں بچوں میں جماعت کی خدمت کی ایک روح پھونکی۔

اللہ تعالیٰ ان سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کی نسل کو بھی سچا خادمِ دین اور خادمِ اسلام بنائے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے نماز کے بعد میں ان سب کے جنازے ادا کروں گا۔ ایک جنازہ حاضر ملک اکرم صاحب کا ہے وہ میں باہر جا کے ادا کروں گا اور احباب یہیں مسجد کے اندر ہی نماز میں شامل ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17/ مئی 2019ء جلد 26 شمارہ 20 صفحہ 05 تا 09)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03 رمئی 2019ء بمطابق 03 رہجرت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابہ کا مَیں ذکر کروں گا ان میں پہلا نام ہے حضرت عُبَیدؓ۔ ان کا پورا نام حضرت عُبَید بن ابُو عُبَید انصاری اَوْسِی رضی اللہ عنہ تھا۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ قبیلہ اَوس کے خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عُبَیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شامل ہوئے تھے۔

(اسدالغابة فی معرفة الصحابة المجلد الثالث صفحه538-539 دارالکتب العلمیه بیروت 2008ء)
(السیرة النبویه لابن هشام صفحه465، اَلْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ، دارالکتب العلمیه بیروت لبنان2001ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحه243 وَمِنْ حُلَفَاءِ بَنِی ظَفَرْ، عُبَید بِنْ أَبِی عُبَید، دارا لاحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

اس سے زیادہ ان کی مزید تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عبداللہ بن نُعمان بن بَلْدَمَہ رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت عبد اللہ کے دادا کا نام بَلْدَمَہ یا بَلْذَمَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو خُنَاس سے تھا۔

(السیرة النبویة لابن هشام صفحه 471، ذِكْرُ الْأَنْصَار وَمَنْ مَعَهُمْ / مِنْ بَنِی خُنَاس، دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)(الاصابه فی تمییز الصحابه الجزء الرابع صفحه213 ،عَبْد اللّٰه بْن النُّعمان ،دارالکتب العلمیه بیروت لبنان 2005ء)

حضرت عبداللہ بن نعمانؓ حضرت ابو قتادہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن نعمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحه 293 طَبَقَاتُ الْبَدْرِيِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ / عَبْد اللّٰه بْن النُّعمان، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر جن صحابی کا ذکر کرنا ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن عمیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمیرؓ کا تعلق قبیلہ بَنُو جِدَارَہ سے تھا۔ آپؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ کے والد کا نام عُمَیر کے بجائے عُبَید بھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح بعض نے آپؓ کے دادا کا نام عَدِی بیان کیا ہے جبکہ بعض نے حَارِثَہ بیان کیا

ہے۔ ابن ہشام نے آپؓ کا قبیلہ بَنُو جِدَارَہ بیان کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے بنو حَارِثَہ بیان کیا ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن هشام صفحہ467، الانصار ومن معهم/من بنی جدارۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 277، عبداللہ بن عمیر،داراحیاء التراث العربی 1996ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی الجزء الرابع،صفحہ172، عبداللہ بن عمیر،دارالکتب العلمیہ بیروت2005ء)

دونوں ہی تاریخ لکھنے والے ہیں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عَمرو بن حارثؓ ہے۔ حضرت عَمروؓ کا تعلق قبیلہ بنو حارث سے تھا۔ بعض نے آپؓ کا نام عمرو بیان کیا ہے جبکہ دیگر آپؓ کا نام عامر بھی بیان کرتے ہیں۔ آپؓ کی کنیت ابو نَافِع تھی۔ حضرت عَمروؓ نے شروع میں ہی مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپؓ ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں شامل تھے۔ آپ کو غزوۂ بدر میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ لابن هشام صفحہ463،باب من حضر بدرا من المسلمین، دارالکتب العلمیہ بیروت2001ء) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابی عمر جلد3 صفحہ 255، عمرو بن حارث، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد4، صفحہ197، عمرو بن حارث ،دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن کَعبؓ۔ حضرت عبداللہ بن کعب قبیلہ بنو مَازِنْ سے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام کعب بن عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام رُبَاب بنتِ عبداللہ تھا۔ آپؓ حضرت اَبُولَیلیٰ مَازَنِّی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا جو زُغَیبَہ بنتِ اَوْس سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز اموال غنیمت پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اموالِ خُمس پر نگران بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ تمام دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی وفات مدینے میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 33 ہجری میں ہوئی اور آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کی کنیت ابو حارث کے علاوہ ابو یحییٰ بھی بیان کی جاتی ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن هشام صفحہ475، الانصار ومن معهم / من بنی مازن بن النجار و حلفائهم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 268 ''عبد اللہ بن کعب بن عمرو'' ۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المجلد الثالث صفحہ105 ''عبداللہ بن کعب المازنی'' داراکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثالث صفحہ 370 ''عبداللہ بن کعب بن عمرو'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن قیسؓ۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ قبیلہ بنو نجار سے تھے۔ آپؓ کے دادا کا نام سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں زیادہ تر خَالِد بیان ہوا ہے تاہم طبقات الکبریٰ میں ان کا

نام خَلَّدہ لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ کے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن اور بیٹی کا نام عُمیرہ تھا۔ ان دونوں کی والدہ کا نام سُعَادبنتِ قَیس تھا۔ ان کے علاوہ آپؓ کی ایک اَور بیٹی بھی تھیں جن کا نام اُمِّ عَوْن تھا۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن محمد بن عُمَارَہ انصاری کے مطابق آپؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ غزوۂ احد میں شہید نہیں ہوئے بلکہ آپؓ زندہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ474، الانصار ومن معھم / نسب عفراء، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 258 ''عبداللّٰہ بن قیس''۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

تاریخ کی مختلف کتب میں بعض جگہ اختلاف ہو جاتا ہے اس لیے مَیں بیان کر دیتا ہوں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سَلَمَہ بن اسلمؓ ہے۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ قبیلہ بنو حارثہ بن حارث سے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام اسلم تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ کے دادا کا نام حَرِیش تھا جبکہ دوسرے قول کے مطابق حَرِیس تھا۔ آپؓ کی کنیت اَبُو سَعْد تھی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ464، الانصار ومن معھم / من بنی عبید بن کعب وحلفائھم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 198 ''سلمہ بن اسلم'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی والدہ کا نام سُعَادبنت رَافِع تھا۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں صَائب بن عُبَید اور نُعمان بن عَمْرو کو قید کیا تھا۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جنگ جِسر میں شہید ہوئے تھے جو دریائے فرات کے کنارے لڑی گئی تھی۔ اس جنگ کی تفصیل، میں گذشتہ خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔ بہت بڑی جنگ تھی جو مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑی گئی تھی اور جِسر پُل کو کہتے ہیں۔ دریا پر ایک پل بنایا گیا تھا۔ اس سے، جِسر نام ہے اس کے ذریعے سے پھر مسلمان دوسرے علاقے میں گئے تھے۔ اور اس جنگ میں ایرانیوں کی طرف سے جنگی ہاتھی بھی استعمال ہوئے تھے۔ بہرحال جنگ میں دونوں فریقین کا بہت نقصان ہوا۔ مسلمانوں کا خاص طور پر بہت نقصان ہوا تھا۔ بوقتِ وفات روایات کے اختلاف کے ساتھ کم و بیش آپؓ کی عمر 38 سال بیان کی جاتی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 236 ''سلمہ بن اسلم'' وَمِنْ حُلَفَاءِ بَنِی عَبْدِ الْأَشْهَلِ بْنِ جُشَمَ۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 516 ''سلمہ بن اسلم'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد3صفحہ120 سلمہ بن اسلم،دارالفکر بیروت 2001ء)(تاریخ ابن خلدون مترجم جلد3 حصہ اول صفحہ 271، دارالاشاعت کراچی 2003ء)

علامہ نور الدین حلبی کی مشہور کتاب سیرت حلبیہ میں غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے ضمن میں بیان ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کھجور کی چھڑی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ساتھ لڑائی کرو۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ نے جیسے ہی اس چھڑی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ ایک بہترین تلوار بن گئی اور وہ بعد میں ہمیشہ آپؓ کے پاس رہی۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد2 صفحہ245 ذکر مغازیہ ﷺ غزوۃ بدر الکبریٰ ، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

'شرح زرقانی' اور 'دلائلِ نبوت' میں ہے کہ بدر کے روز حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو خالی ہاتھ رہ گئے اور بغیر کسی ہتھیار کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چھڑی دیتے ہوئے فرمایا اس کے ساتھ لڑائی کرو تو وہ ایک بہترین تلوار بن گئی جو یومِ جسر میں شہید ہونے تک آپؓ کے پاس رہی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جزء 2 صفحہ 302 باب غزوۃ بدر الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)(دلائل النبوۃ للبیھقی جلد3 صفحہ 99 باب ما ذکر فی المغازی من دعائہ۔۔۔دارالکتب العلمیۃ بیروت1988ء)

ابن سعد غزوۂ خندق کے ذکر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عُبَادہؓ کے پاس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اسلمؓ کو دو سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا تھا۔

ان جھنڈوں کے نیچے جو مختلف پارٹیاں تھیں ان پہ نگران مقرر کیے گئے تھے تو حضرت سلمہؓ کو دو سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو تین سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور ان کی یہ ڈیوٹی مقرر فرمائی کہ وہ مدینے کا پہرہ دیں گے اور بآوازِ بلند تکبیر پڑھتے رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو قُرَیظہ کی طرف سے جہاں بچے وغیرہ حفاظت کی غرض سے رکھے گئے تھے اس جگہ پر حملے کا اندیشہ تھا۔

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 88 غزوۃ الخندق،دارالقلم بیروت1993ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی ایک سازش ہوئی تھی اور اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

غزوۂ احزاب کی ذِلّت بھری ناکامی کی یاد نے قریشِ مکہ کے تن بدن میں آگ لگا رکھی تھی اور طبعاً یہ قلبی آگ زیادہ تر ابوسفیان کے حصے میں آئی تھی جو مکہ کا رئیس تھا اور احزاب کی مہم میں خاص طور پر ذلّت کی مار کھا چکا تھا۔ کچھ عرصے تک ابوسفیان اس آگ میں اندر ہی اندر جلتا رہا مگر بالآخر معاملہ اس کی برداشت سے باہر نکل گیا اور اس آگ کے مخفی شعلے باہر آنے شروع ہوئے، ان کا اظہار ہونا شروع ہو گیا۔ طبعاً کفار کی سب سے زیادہ عداوت بلکہ درحقیقت اصل عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھی اس لیے اب ابوسفیان اس خیال میں پڑ گیا کہ جب ظاہری تدبیروں اور حیلوں اور جنگوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کیوں کسی مخفی تدبیر سے، (کسی بہانے سے، کسی حیلے سے) حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ نہ کر دیا جائے، کیوں ایسی تدبیر نہ کی جائے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات آپؐ بالکل بے حفاظتی کی

حالت میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے۔ شہر کے گلی کوچوں میں پھرتے تھے۔ مسجدِ نبویؐ میں روزانہ کم از کم پانچ وقت نمازوں کے لیے تشریف لاتے تھے اور سفروں میں بالکل بے تکلفانہ اور آزادانہ طور پر رہتے تھے۔ اس سے زیادہ اچھا موقع کسی کرایہ دار قاتل کے لیے کیا ہو سکتا تھا؟ یہ خیال آنا تھا کہ ابوسفیان نے اندر ہی اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پختہ کرنی شروع کر دی۔ جب وہ پورے عزم کے ساتھ اس ارادے پر جم گیا تو اس نے ایک دن موقع پا کر اپنے مطلب کے چند قریشی نوجوانوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا جواں مرد نہیں جو مدینے میں جا کر خفیہ خفیہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے؟ تم جانتے ہو کہ محمد کھلے طور پر مدینے کی گلی کوچوں میں پھرتا ہے۔ (جس طرح بھی اس نے اپنی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا۔) ان نوجوانوں نے اس خیال کو سنا اور لے اڑے۔ (ان کے دل میں یہ بات رَچ گئی۔) یہ بات نکلے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بدوی نوجوان ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کی تجویز سنی ہے۔ کسی نوجوان نے بتا دی اور میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ میں ایک مضبوط دل والا اور پختہ کار انسان ہوں جس کی گرفت سخت اور حملہ فوری ہوتا ہے۔ اگر آپ مجھے اس کام کے لیے مقرر کر کے میری مدد کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی غرض سے جانے کے لیے تیار ہوں اور میرے پاس ایک ایسا خنجر ہے جو شکاری گدھ کے مخفی پروں کی طرح رہے گا یعنی بہت چھپا ہوا ہے، چھپا کے ایسی حالت میں رکھوں گا۔ سو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کروں گا اور پھر بھاگ کر کسی قافلے میں مل جاؤں گا اور مسلمان مجھے پکڑ نہیں سکیں گے اور میں مدینے کے رستے کا بھی خوب ماہر ہوں۔ ابوسفیان بڑا خوش ہوا اس نے کہا کہ بس بس تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے اسے ایک تیز رَو اونٹنی اور سفر کا زادِ راہ دیا، خرچ دیا اور رخصت کیا اور تاکید کی کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔

مکّے سے رخصت ہو کر یہ شخص دن کو چھپتا ہوا اور رات کو سفر کرتا ہوا مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ چھٹے دن مدینے پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لیتے ہوئے سیدھا قبیلہ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں پہنچا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چونکہ ان ایام میں نئے سے نئے آدمی مدینے میں آتے رہتے تھے اس لیے کسی مسلمان کو اس کے متعلق شبہ نہیں ہوا کہ کس نیت سے آیا ہے۔ مگر جونہی یہ مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص کسی بری نیت سے آیا ہے۔ اونچی آواز میں آپؐ نے فرمایا۔ اس تک یہ الفاظ پہنچ گئے، وہ یہ الفاظ سن کر اَور بھی تیزی کے ساتھ آپؐ کی طرف بڑھا مگر ایک انصاری رئیس اُسَید بِن حُضَیر فوراً لپک کر اس کے ساتھ لپٹ گئے اور اس جدوجہد میں ان کا ہاتھ اس کے چھپے ہوئے خنجر پر بھی جا پڑا۔ پھر وہ گھبرا کر بولا کہ میرا خون میرا خون۔ یعنی تُو نے مجھے زخمی کر دیا۔ جب اسے مغلوب کر لیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میری جان بخشی کی جائے تو میں بتا دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اگر تم ساری بات سچ سچ بتا دو تو پھر تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ جس پر اس نے سارا قصّہ من و عن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں عرض کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ ابوسفیان نے اس سے اِس قدر انعام کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ شخص چند دن تک مدینے میں ٹھہرا اور پھر اپنی خوشی سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کے، مسلمانوں کے ساتھ رہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔ اسلام لے آیا۔

ابوسفیان کی اس خونی سازش نے اس بات کو آگے سے بھی زیادہ ضروری کر دیا کہ مکّے والوں کے ارادے اور نیت سے آگاہی رکھی جائے۔ تا کہ پتا لگے کہ ان کی کیا نیت ہے کہ اس طرح کی خفیہ سازشیں بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے اپنے دو صحابی عمرو بن امیہ ضَمْرِیؓ اور سلمہ بن اسلمؓ، جن کا ذکر ہو رہا ہے، ان کو مکّے کی طرف روانہ فرمایا اور ابوسفیان کی اس سازشِ قتل اور اس کی سابقہ خون آشام کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے انہیں یہ بھی اجازت دے دی کہ اگر موقع پائیں تو بے شک اسلام کے اس حربی جنگی دشمن کا خاتمہ کر دیں۔ مگر جب امیہ اور ان کا ساتھی مکہ میں پہنچے تو قریش ہوشیار ہو گئے اور یہ دو صحابی اپنی جان بچا کر مدینے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ راستے میں انہیں قریش کے دو جاسوس مل گئے جنہیں رؤسائے قریش نے مسلمانوں کی حرکات و سکنات کا پتا لینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اب یہ بھی کوئی تعجب نہیں کہ یہ تدبیر بھی قریش کی کسی اَور خونی سازش کا پیش خیمہ ہو، جیسے پہلے ایک آدمی کو بھیجا تھا۔ ان کو بھی بھیجا ہو کہ سازش کر کے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل کریں مگر خدا کا ایسا فضل ہوا کہ امیہ اور سلمہ بن اسلم کو ان کی جاسوسی کا پتا چل گیا جس پر انہوں نے ان جاسوسوں پر حملہ کر کے انہیں قید کر لینا چاہا مگر انہوں نے سامنے سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ اس لڑائی میں ایک جاسوس تو مارا گیا اور دوسرے کو قید کر کے وہ اپنے ساتھ مدینے میں واپس لے آئے۔

اس سریہ کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن ہشام اور طبری اسے 4/ ہجری میں بیان کرتے ہیں مگر ابن سعد نے اسے 6/ ہجری میں لکھا ہے۔ علامہ قُسْطَلَانی اور زُرْقَانِی نے ابن سعد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ان ساروں کی (تحقیق کا) تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لہٰذا میں نے بھی اسے 6/ ہجری میں بیان کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن سعد کی روایت کے مفہوم کی تائید بیہقی نے بھی کی ہے مگر اس میں اس واقعہ کے زمانہ کا پتا نہیں چلتا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 741 تا 743)

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سلمہ بن اسلمؓ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ حضرت ام عُمَارہ بیان کرتی ہیں کہ میں صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھی جبکہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عَبَّاد بن بِشر رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن اسلمؓ دونوں آہنی خود پہنے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ جب قریش کے سفیر سُہَیل بن عَمرو نے اپنی آواز کو بلند کیا تو ان دونوں نے اسے کہا کہ اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دھیما رکھو، آہستہ رکھو، ہلکی رکھو۔

(کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 93 باب غزوۃ الحدیبیۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

یہ ان کی ایک خاص خدمت کا ذکر ہے جو اس موقعے پر بیان ہوا۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عُقْبَہ بن عثمانؓ ہے۔ حضرت عُقْبَہ بن عثمانؓ کی والدہ کا نام ام جَمِیل بنت قُطْبَہ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ300 وَمِنْ بَنِی زُرَیق بِنْ عَامِرْ بِنْ زُرَیق ۔۔۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت عُقْبَہ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ بَنُو زُرَیق میں سے تھے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے بھائی حضرت سعد بن عثمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ مختلف تاریخی کتب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقعے پر جو چند لوگ حملے کی شدت سے وقتی طور پر بھاگ اٹھے تھے ان میں سے دو شخص حضرت عقبہ بن عثمانؓ اور حضرت سعد بن عثمانؓ بھی تھے۔

یہاں تک کہ وہ اَعْوَص کے بالمقابل ایک پہاڑ جَلْعَب پر پہنچ گئے اور تین روز تک وہاں قیام کیا۔ اَعْوَص مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ پھر جب وہ دونوں واپس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيضَةً۔ یعنی تم اس طرف چل دیے جس میں کشادگی تھی۔

(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ الجزء الرابع صفحہ54-55 عُقْبَۃ بِنْ عُثْمَانْ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)
(جامع البیان فی تاویل القرآن، معروف تفسیر طبری جزء 4 صفحہ 183-184، سورۃ آل عمران زیر آیت 156 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 2001ء)(معجم البلدان جزء 1 صفحہ 180 زیر لفظ اعوص)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چشم پوشی فرمائی اور ان کی غلطی سے درگزر فرمایا۔ کوئی باز پرس نہیں کی۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن سہلؓ۔ حضرت عبداللہ بن سہلؓ کا تعلق قبیلہ بنی زَعُوْرَاء سے تھا جو کہ بنو عبدالاشہل کے حلیف تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ غسّانی تھے۔ حضرت عبداللہ کے دادا کا نام بعض نے زید اور بعض نے رافع بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام صَعْبَہ بنت تَیِّہَان تھا جو حضرت اَبُو الْهَيْثَم بن تَيِّهَان رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ آپؓ حضرت رافع بن سہلؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ آپؓ کے بھائی حضرت رافعؓ آپؓ کے ہمراہ غزوۂ احد اور خندق میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ بنو عُوَیف کے ایک شخص نے آپؓ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ464، الانصار ومن معھم، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 236، عبداللّٰہ بن سہل،داراحیاء التراث العربی 1996ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد3، صفحہ269 عبداللّٰہ بن سہل، دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)

مُغَيْرَہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ کیا آپؓ غزوۂ بدر میں شریک

تھے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ ہاں اَور میں بیعتِ عقبہ میں بھی شامل تھا۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لعلی بن ابی بکر جلد6 صفحہ108، کتاب المغازی والسیر باب قد حضر بدرا جماعة، حدیث10044، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت عبداللہ کے غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد، جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے،

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 181 زیر لفظ حمراء الاسد)

اس میں شامل ہونے کا ذکر بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب 'سُبُلُ الْھُدٰی' میں یوں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہلؓ اور حضرت رافع بن سہلؓ دونوں بھائی جو قبیلہ بنو عبدالاشہل میں سے تھے جب وہ دونوں غزوۂ احد سے واپس آئے تو وہ شدید زخمی تھے۔ جنگ میں زخمی ہو گئے اور حضرت عبداللہ زیادہ زخمی تھے۔ جب ان دونوں بھائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حَمْرَاءُ الْاَسَد کی طرف جانے اور اس میں شمولیت کی بابت آپؐ کے حکم کے بارے میں سنا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ بخدا اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ میں شرکت نہ کر سکے تو یہ ایک بہت بڑی محرومی ہو گی۔ زخمی حالت میں تھے لیکن اس کے باوجود بھی ایک جذبہ تھا۔ ایمان میں پختگی تھی۔ پھر کہنے لگے بخدا ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں ہے جس پر ہم سوار ہوں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ ہم کس طرح یہ کام کریں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ ہم پیدل چلتے ہیں۔ حضرت رافعؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو زخموں کی وجہ سے چلنے کی سکت بھی نہیں ہے۔ آپؓ کے بھائی نے کہا کہ آؤ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گرتے پڑتے چلنے لگے۔ حضرت رافعؓ نے کبھی کمزوری محسوس کی تو حضرت عبداللہ نے حضرت رافعؓ کو اپنی پیٹھ پر اٹھالیا۔ کبھی وہ پیدل چلنے لگے۔ ایسی حالت تھی کہ دونوں ہی زخمی تھے لیکن جو بہتر تھے وہ زیادہ زخمی کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلتے رہے۔ کمزوری کی وجہ سے بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ اس وقت آگ جلا رہے تھے۔ ایک ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ رات کا وقت تھا تو آپ دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر حضرت عَبَّادبن بِشر رضی اللہ عنہ متعین تھے۔ جب یہ پہنچے وہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے، دونوں سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں روکے رکھا تو ان دونوں نے اس کا سبب بتایا کہ کیا وجہ ہو گئی۔ اس پر آپؐ نے ان دونوں کو دعائے خیر دیتے ہوئے فرمایا اگر تم دونوں کو لمبی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تم لوگوں کو گھوڑے اور خچر اور اونٹ بطور سواریوں کے نصیب ہوں گے۔ ابھی تو تم گرتے پڑتے پیدل آئے ہو لیکن لمبی زندگی پاؤ گے تو یہ دیکھو گے کہ یہ سب سواریاں تمہیں میسر آجائیں گی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لیکن وہ تمہارے لیے تم دونوں کے اس سفر سے بہتر نہیں ہوں گی جو تم نے پیدل گرتے پڑتے کیا ہے۔

(سُبُل الھدٰی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد لمحمد بن یوسف، جلد4 صفحہ310، الباب الرابع عشر فی غزوہ حمراء الاسد، دارالکتب العلمیہ بیروت 1993ء)

جو اِس کا ثواب ہے اور جو اِس کا اجر ملے گا اور جو اِس کی برکات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

غزوہ حَمْرَاءُ الْاَسَد کی تفصیل کہ یہ کیا تھا جس کے لیے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے تھے اس کے بارے میں کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ نبی کریمؐ اور آپؐ کے اصحابؓ کی غزوۂ احد سے واپسی اور غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد کی تفصیل اس طرح ہے کہ احد کی جنگ کے بعد مدینہ میں جو رات تھی ایک سخت خوف کی رات تھی کیونکہ باوجود اس کے کہ بظاہر لشکرِ قریش نے مکہ کی راہ لے لی تھی یہ اندیشہ تھا کہ یہ فعل مسلمانوں کو غافل کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ بظاہر تو احد کی جنگ میں وہ جیتے ہوئے تھے اور مکہ واپس لوٹ رہے تھے لیکن مسلمانوں کو یہ فکر تھی کہ کہیں یہ نہ ہو کہ یہ بھی کوئی چال ہو اور مدینے پر حملہ کرنے کے لیے پھر واپس لوٹ آئیں اور اچانک لوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہٰذا اس رات کو مدینے میں اسی احتیاط کی وجہ سے، شک کی وجہ سے پہرے کا انتظام کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا خصوصیت سے تمام رات صحابہ نے پہرہ دیا۔

صبح ہوئی تو پتا لگا کہ یہ اندیشہ محض خیالی نہیں تھا کیونکہ فجر کی نماز سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ٹھہر گیا ہے اور رؤسائے قریش میں یہ سرگرم بحث جاری ہے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ مدینے پر حملہ کر دیا جائے اور بعض قریش ایک دوسرے کو طعنہ دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قابض ہوئے، قبضہ کیا بلکہ جب تم ان پر غالب آئے اور تمہیں یہ موقع ملا کہ تم ان کو ملیا میٹ کر دیتے تو تم انہیں یونہی چھوڑ کر واپس چلے آئے ہو تاکہ وہ پھر زور پکڑ جائیں۔ پس اب بھی موقع ہے کہ واپس چلو اور مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جڑ کاٹ دو۔ اس کے مقابل بعض دوسرے یہ بھی کہتے تھے کہ تمہیں ایک فتح حاصل ہوئی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو اور مکہ واپس لوٹ چلو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شہرت بھی کھو بیٹھو جو تمہیں حاصل ہوئی ہے اور یہ فتح جو ہے وہ شکست کی صورت میں بدل جائے کیونکہ اب اگر تم لوگ واپس لَوٹے اور مدینے پر حملہ آور ہوئے تو یقیناً مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور جو لوگ احد میں شامل نہیں ہوئے تھے وہ بھی میدان میں نکل آئیں گے۔ مگر بالآخر جوشیلے لوگوں کی رائے غالب آئی اور قریش مدینہ کی طرف واپس لوٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اعلان فرمایا کہ مسلمان تیار ہو جائیں مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو احد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ چنانچہ احد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے (اور دو زخمیوں کا ذکر تو میں نے کر ہی دیا) اپنے زخموں کو باندھ کر اپنے آقا کے ساتھ ہو لیے اور لکھا ہے کہ اس موقعے پر مسلمان ایسی خوشی اور جوش کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر فتح کے بعد دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حَمْرَاءُ الْاَسَد میں پہنچے جہاں دو مسلمانوں کی نعشیں، لاشیں ان کو میدان میں پڑی ہوئی ملی تھیں۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ یہ وہ جاسوس تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پیچھے روانہ کیے تھے مگر جنہیں قریش نے موقع پا کر قتل کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ایک قبر کھدوا کر اس میں اکٹھا دفن کروا دیا

اوراب چونکہ شام ہو چکی تھی آپؐ نے وہیں ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میدان میں مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی جائے۔ وسیع جگہ پر آگیں جلا دی جائیں۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حَمْرَاء الْاَسَد کے میدان میں پانچ سو آگیں شعلہ زن ہو گئیں جو ہر دُور سے دیکھنے والے کے دل کو مرعوب کرتی تھیں۔ بڑا رعب پڑنے لگ گیا۔ مختلف لوگ سمجھیں کہ یہ آبادی ہے اور بڑے بڑے مختلف کیمپ بنے ہوئے ہیں۔ غالباً اسی موقع پر قبیلہ خُزَاعَہ کا ایک مشرک رئیس مَعْبَد نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے احد کے مقتولین کے متعلق اظہارِ ہمدردی کی اور پھر اپنے راستے پر روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن جب وہ مقام رَوْحَاء (یہ بھی ایک مقام ہے، جگہ ہے جو مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں) پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قریش کا لشکر وہاں ڈیرا ڈالے پڑا ہے (جو بحث کر کے واپس مدینہ میں آرہے تھے) اور مدینہ کی طرف واپس چلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مَعْبَد فوراً ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے جا کر کہنے لگا کہ تم کیا کرنے لگے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو حَمْرَاء الْاَسَد میں چھوڑا ہے۔ میں انہیں وہاں چھوڑ کر آیا ہوں اور ایسا بارعب لشکر ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور احد کی ہزیمت کی ندامت، (جو جنگ ہاری ہے اس کی ندامت) میں ان کو اتنا جوش ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی وہ بھسم کر دیں گے، کھا جائیں گے، ختم کر دیں گے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر معبد کی ان باتوں سے ایسا رعب پڑا کہ وہ مدینے کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے فوراً مکّے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکرِ قریش کے اس طرح بھاگ نکلنے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حَمْرَاء الْاَسَد میں دو تین دن اَور قیام فرمایا اور پھر پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینے میں واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 504-505)(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 149 زیر لفظ روحاء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام حضرت عُتْبَہ بن رَبِیعہ رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کا تعلق کس قبیلے سے تھا اس کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتْبَہ بن رَبِیعہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو لَوْذَانْ کے حلیف تھے اور ان کا تعلق قبیلہ بَہْرَاء سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپؓ قبیلہ اَوس کے حلیف تھے۔ بہر حال آپؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں شامل ہونے والے امراء میں سے ایک کا نام عتبہ بن ربیعہ ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہی وہ صحابی ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 469 ''الانصار ومن معھم/ من بنی لوذان وحلفائھم'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 284 عُتْبَۃُ بِنْ رَبِیعَۃُ بِنْ خَالِدْ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 360 عُتْبَۃُ بِن رَبِیعَۃُ بِنْ خَالِدْ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

جنگِ یرموک کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ 12/ ہجری میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کی ادائیگی سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے 13/ ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی فوجوں کو ملکِ شام کی

طرف روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ کو فلسطین کی طرف، یزید بن ابوسفیان، حضرت اَبُوعُبَیدَہ بن الجَرَّاح رضی اللہ عنہ اور حضرت شُرَحبِیل بن حَسَنَہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ شام کے بالائی علاقے بلقاء پر سے ہوتے ہوئے تبوکیہ چلے جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے خالد بن سعیدؓ کو امیر مقرر کیا تاہم بعد میں ان کی جگہ یزید بن سفیان کو امیر بنالیا۔ یہ لوگ سات ہزار مجاہدین کے ہمراہ ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر کے امراء اپنی فوجوں کو لے کر شام پہنچے۔ ہرقل خود چل کر حِمص آیا اور رومیوں کا بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس نے مسلمان امراء کے مقابلے کے لیے الگ الگ امیر مقرر کیے۔ دشمن کی تیاری دیکھ کر مسلمانوں پر اور بعض ان میں سے اتنے ایمان والے بھی نہیں تھے، ہیبت طاری ہو گئی کیونکہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت ستائیس ہزار تھی۔ اس صورت حال میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے ہدایت دی کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ کیونکہ جمع ہونے کی صورت میں قلّت تعداد کے باوجود تمہیں مغلوب کرنا آسان نہیں ہو گا۔ تھوڑے ہو اس لشکر کے مقابلے پر لیکن اگر اکٹھے ہو جاؤ گے تو آسانی سے تمہارے پر فتح نہیں پائی جائے گی۔ اگر علیحدہ علیحدہ رہے ہر لیڈر کے اندر تو یادرکھو تم میں سے ایک بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو کسی آگے والے کے کام آسکے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک پر بڑی بڑی فوجیں مسلط کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ یرموک کے مقام پر سب مسلمان فوجیں اکٹھی ہو جائیں۔ یہی مشورہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی مسلمانوں کو بھجوایا اور فرمایا کہ جمع ہو کر ایک لشکر بن جاؤ اور اپنی فوجوں کو مشرکین کی فوجوں سے بھڑا دو۔ تم اللہ کے مددگار ہو۔ اللہ اس کا مددگار ہے جو اللہ کا مددگار ہے اور وہ اس کو رسوا کرنے والا ہے جس نے اس کا انکار کیا۔ تم جیسے لوگ قلّت تعداد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پیغام بھجوایا کہ بیشک تم تھوڑے ہو لیکن اگر ایمان ہے اور اکٹھے ہو کر لڑو گے تو کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ تم خدا تعالیٰ کی خاطر لڑ رہے ہو۔ فرمایا کہ دس ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اگر گناہوں کے طرف دار بن کر اٹھیں گے تو وہ دس ہزار سے ضرور مغلوب ہو جائیں گے۔ تعداد کی فکر نہ کرو کیونکہ اگر تم دس ہزار ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو لیکن اگر وہ گناہ کرنے والے ہیں اور غلط کام کرنے والے ہیں تو پھر ضرور مغلوب ہوں گے لہٰذا تم گناہوں سے بچو۔ اپنے آپ کو پاک بھی کرو اور ایک ہو جاؤ۔ اکائی پیدا کرو اور یرموک میں مل کر کام کرنے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک امیر اپنی فوج کے ساتھ نماز ادا کرے۔ صفر 13ھ ہجری سے لے کر ربیع الثانی تک مسلمانوں نے رومی لشکر کا محاصرہ کیا تاہم مسلمانوں کو اس دوران کامیابی نہیں ملی۔ اس دوران حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور کمک کے عراق سے یرموک پہنچنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس وقت عراق کے گورنر تھے۔ حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے قبل تمام امراء الگ الگ اپنی فوج کو لے کر لڑ رہے تھے تاہم حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر تمام مسلمانوں کو ایک امیر مقرر کرنے کی نصیحت کی جس پر سب نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کر لیا۔

رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ یا دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب بیان کی جاتی ہے اور اس کے مقابل پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سینتیس ہزار سے لے کر چھیالیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، تقریباً پانچواں حصہ تھی۔ رومی لشکر کی طاقت کا یہ عالَم تھا کہ اسّی ہزار کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور چالیس ہزار آدمی زنجیروں میں

بندھے ہوئے تھے تا کہ جان دینے کے سوا بھاگنے کا ان کو خیال بھی نہ آئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ایسا تھا جن کو اس لیے باندھا گیا تھا کہ صرف انہوں نے لڑنا ہے اور مرنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور چالیس ہزار آدمیوں نے خود کو اپنی پگڑیوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور اسی ہزار سوار اور اسّی ہزار پیدل تھے۔ بے شمار پادری لشکر کو جوش دلانے کے لیے رومی لشکر کے ساتھ تھے۔ اسی جنگ کے دوران حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمادی الاولیٰ میں بیمار ہوئے اور جمادی الاخریٰ میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

حضرت خالدؓ نے اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کو بہت سارے دستوں میں تقسیم کر دیا جن کی تقسیم چھتیس سے لے کر چالیس تک بیان کی جاتی ہے لیکن ایک ہی امیر کے تحت لڑ رہے تھے۔ ان دستوں میں سے ایک دستے کے نگران حضرت عتبہ بن ربیعہؓ تھے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہماری اس ترتیب کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر دشمن کو بظاہر زیادہ نظر آئے گا۔ اسلامی لشکر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار ایسے بزرگ اس لشکر میں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا ہوا تھا۔ سو ایسے صحابہؓ تھے جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہو چکے تھے۔ فریقین میں بڑی خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ اسی دوران مدینہ سے ایک قاصد خبر لے کر آیا کوئی خبر لے کر آیا۔ سواروں نے اسے روکا تو اس نے بتایا کہ سب خیریت ہے مگر اصل واقعہ یہ تھا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر لایا تھا۔ لوگوں نے قاصد کو حضرت خالدؓ کے پاس پہنچایا اور اس نے چپکے سے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر دی اور فوج کے لوگوں سے جو کچھ کہا وہ بھی بتا دیا کہ میں نے ان کو کچھ نہیں بتایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس سے خط لے کر اپنے ترکش میں تیر رکھنے کی جگہ میں ڈال لیا، کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ خبر لشکر کو معلوم ہو گئی تو پھر ابتری پھیلنے کا خدشہ ہے۔ مسلمان شاید اس طرح نہ لڑیں۔ بہر حال مسلمان ثابت قدم رہے اور شام تک خوب لڑائی ہوئی تاہم رومی لشکر نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ سے زائد رومی فوجی ہلاک ہوئے اور کل تین ہزار مسلمان اس جنگ میں شہید ہوئے۔ ان شہداء میں حضرت عکرمہ بن ابو جہلؓ بھی تھے۔ قیصر کو جب اس ہزیمت کی خبر ملی تو وہ اس وقت حمص میں مقیم تھا وہ فوراً وہاں سے نکل کے بھاگ گیا۔

فتح یرموک کے بعد اسلامی فوجیں پورے ملکِ شام میں پھیل گئیں اور قِنَّسْرِین، اَنْطَاکِیہ، جُوْمَہ، سَمْمِین، تِیزِین، قُوْرُس، تَلِّ عَمَّاذ، دُلُوك، رَعْبَانْ وغیرہ مقامات پر نہایت آسانی سے فتح حاصل کی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 53 تا 63 ثم دخلت سنة ثلاث عشرة..... دار الفکر بیروت 2002ء)

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، از شاہ معین الدین احمد ندوی، صفحہ 126، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 326 سنة 15 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 2012ء)

آج جن صحابہؓ کا ذکر تھا وہ یہی ہے۔ اگلے ذکر اب شاید پھر رمضان کے بعد ہی ہوں گے۔ ان شاء اللہ اب رمضان بھی اگلے ہفتے سے شروع ہونے والا ہے۔

اب ایک ذکر میں کرنا چاہتا ہوں۔ ایک جنازہ نماز جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا جو مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ

کا ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نواسی تھیں ۔ آپؓ کی سب سے بڑی بیٹی کی بڑی بیٹی تھیں اور حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 30/ اپریل کو نوّے سال کی عمر میں، طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اور اس رشتے سے وہ میری ممانی بھی تھیں ۔ حضرت مرزا رشید احمد صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بیٹے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی امۃ السلام بیگم صاحبہ کی یہ بیٹی تھیں ۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ربوہ میں اپنے خاندان کی جس آخری شادی میں شمولیت فرمائی وہ ان کی شادی تھی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیگم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کے باقی ایک بہن اور تین بھائی ہیں۔

آپ کی ہمشیرہ انیسہ فوزیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی تھیں ۔ اس لیے اکثر فیصلوں میں والدین ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیونکہ بڑی سمجھدار بھی تھیں۔ ان پہ بڑا اعتماد کرتے تھے اور یہ بھی اپنے والدین کے اعتماد پر ہمیشہ پورا اتریں اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی پرورش کی۔ اچھی طرح تربیت کرنے کی کوشش کی۔ یہ لکھتی ہیں کہ میرے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے کسی بیٹے کے رشتے کے حوالے سے بات چلی تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ اچھا خاندان ہے۔ اس گھرانے سے دو بہنیں میری بہوئیں ہیں یعنی ایک یہ جن کی وفات کا میں ذکر کر رہا ہوں اور ایک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ کی بیگم۔ فرمایا کہ یہ دو بہنیں میری بہوئیں ہیں جو بہت پیار کرنے والی اور خاندان کو جوڑنے والی ہیں۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ میری والدہ نہایت سادہ، غریب پرور اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں کام آنے والی تھیں۔ ضرورت مندوں کا دلی احساس کرتی تھیں۔ خیال رکھتی تھیں اور بڑی ہمدرد تھیں۔ غریبوں کی ہمدرد تھیں۔ ان کی باتیں سن کے آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔ جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کیا کرتی تھیں۔ اور کوئی مبالغہ نہیں کہ ان میں یہ خصوصیات تھیں۔ اپنے ملازمین کے ساتھ بھی بڑا اچھا سلوک کرتیں بلکہ ان کی ایک بیٹی نے لکھا کہ کس طرح (انہیں) بچوں کی طرح پالا کہ ایک ملازمہ کی جب شادی ہونے لگی تو اس نے کہا کہ مجھے ویسا ہی جہیز چاہیے جیسا آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا ہے اور پھر اس کے لیے ان کو جہیز بنا کے بھی دیا۔

ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ موصیہ بھی تھیں۔ کل ہی ان کا جنازہ ہوا ہے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اپنی والدہ کی نیکیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور آپس میں بھی محبت اور پیار سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جماعت سے اور خلافت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/ مئی 2019ء خصوصی اشاعت بسلسلہ یوم خلافت جلد 26 شمارہ 21-22 صفحہ 05 تا 09)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 / مئی 2019ء بمطابق 10 / ہجرت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ (البقرۃ:184 تا 187)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔ (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اسے) اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہو گی اور ان لوگوں پر جو اس (یعنی روزے) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرط استطاعت) واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہو گا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو) کہ تمہارے روزے رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارے میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا۔ (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے یا جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں۔ اس لیے تم میں سے جو شخص اس مہینے کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اَور دنوں میں (تعداد پوری کرنی واجب) ہو گی۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا اور (یہ حکم اس نے اس لیے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تا کہ تم تعداد

کو پوری کر لو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ تم (اس کے) شکر گزار بنو۔ اور (اے رسول!) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں (تو جواب دے کہ) میں (ان کے) پاس (ہی) ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ سو چاہیے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت، اس کی اہمیت، اس ماہ میں مومنوں کی ذمہ داریوں اور دعا کی قبولیت کے طریق بیان فرمائے ہیں۔ ایک ایسا مہینہ ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے جس میں خدا تعالیٰ بندوں کے قریب ترین آجاتا ہے اور شیطان کو جکڑ دیتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر اس قدر رحمتوں اور فضلوں کے دروازے کھولے جا رہے ہیں تو ہمیں کس قدر اللہ تعالیٰ کی بات کو سن کر روزوں کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر فرمایا کہ اگر تمہیں پتا ہو کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کس طرح اور کس قدر تم پر مہربان ہوتا ہے تو تم یہ خواہش کرتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ سارا سال ہی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے رہیں۔ پس روزے ہمارے ہی فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیے ہیں۔ روحانی، جسمانی ہر قسم کے فوائد ہم روزوں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اب تو غیر مسلم ڈاکٹر بھی اس بات کے قائل ہو رہے ہیں۔ پہلے چند ایک تھے اب تعداد بڑھتی جا رہی ہے کہ روزوں سے انسان کی صحت پر بھی خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ بلکہ بعض غیر مسلم یہ لکھنے لگ گئے ہیں کہ روزوں سے انسانی زندگی میں ڈسپلن بھی پیدا ہوتا ہے۔ بہر حال یہ دنیا دار چاہے کہیں یا نہ کہیں ایک حقیقی مومن تو یہ تجربہ رکھتا ہے کہ روزے ایک مومن کی جہاں جسمانی حالت کو بہتر کرتے ہیں وہاں اس سے بہت بڑھ کر روحانی طور پر بھی اس کی حالت بہتری کی طرف لے جانے کا باعث بنتے ہیں۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رمضان کے مہینے میں بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی روحانی حالت میں ترقی کریں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو باتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر ایک مومن اور ہر ایک مسلمان جو حقیقی مسلمان ہے اس پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ صبح سے شام تک بھوکا رہنا، یہ روزہ نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہیے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ "یعنی خدا تعالیٰ سے تعلق میں، اس کی عبادت میں، ذکر الٰہی میں انسان بڑھے اور دنیا کی طرف کم توجہ ہو۔ دنیا کے کام تو ساتھ رہتے ہی ہیں وہ نہیں رکتے لیکن ان کو کرتے ہوئے بھی خدا تعالیٰ کی یاد رہے، اس کے احکامات پر نظر رہے، اس کا ذکر ہوتا رہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لیے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔" (ملفوظات جلد 9 صفحہ 123)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم حدیث 1903)

پھر اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما کر کہ روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے اس آیت میں فرماتا ہے جو پہلی آیت ہے کہ یہ اس لیے فرض ہے کہ تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ اور تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہ ہے کہ تم روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچو۔ جیسا کہ پہلے میں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں۔ جب تک روزہ تمہارے اندر تقویٰ کا وہ معیار پیدا نہ کرے، جس سے تم تمام روحانی کمزوریوں اور اخلاقی کمزوریوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، روزہ رکھنا بے فائدہ ہے۔ اور تقویٰ کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعے پر اس طرح فرمائی۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلف حقوق "لوگوں کے حقوق کی تلفی کرنا، حق مارنا "ریا" بناوٹ "عُجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو۔ "یعنی یہ برائیاں جو ہیں ان کو چھوڑنے میں پکا ہو "اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل "یہ اخلاق جو برے اخلاق ہیں ان سے پرہیز کر کے اس کے بالمقابل "اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے۔" اچھے اخلاق اپنائے۔ "لوگوں سے مروّت" سے پیش آئے "لوگوں سے مروّت، خوش خُلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔" اپنے اخلاق بہتر کرے۔ آپؑ فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔" یہ بھی تقویٰ کے لیے ضروری ہے۔ روحانیت کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا ہو اور سچا تعلق ہو۔ "خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔" اس میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں وہ بھی آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنا اور لوگوں کے جو تعلقات ہیں، ان کی خدمت ہے وہ بھی آ گئی۔ یعنی ایسی بے نفس خدمت ہو کہ لوگ کہیں کہ یہ واقعی خدا تعالیٰ کی خاطر خدمت کر رہا ہے، کسی قسم کا اپنا کوئی ذاتی مفاد نہ ہو۔ فرمایا کہ "ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں۔" جن میں سب چیزیں جمع ہو جائیں "وہی اصل متقی ہوتے ہیں۔ (یعنی اگر ایک ایک خُلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاق فاضلہ اس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی شخصوں کے لیے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ:63) ہے....." یعنی نہ ہی ان کو کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ضمانت دے دی، جب اللہ تعالیٰ کی یہ ضمانت مل گئی تو اور اس کے بعد ان کو کیا چاہیے۔ "اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولّی ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ۔ (الاعراف:197) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں۔ ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لیے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو غضب سے جھپٹتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 400-401)

پس روزوں کا حق ادا کر کے جب تقویٰ کے یہ معیار ہوں تو تب ہی وہ روزے بھی ایک انسان کو، ایک مومن کو، ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی ڈھال کے پیچھے لے آتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کی ذات کے لیے ہوتا ہے سوائے روزوں کے۔ پس روزہ میری خاطر رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ انسان میری خاطر رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو حقیقی مومن ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر روزہ رکھتے ہیں اور پھر فرمایا کہ جو میری خاطر روزہ رکھتا ہے میں ہی اس کی جزا ہوتا ہوں کہ میں اس کو اپنی طرف سے جو چاہوں جزا دوں گا۔ اور روزے ڈھال ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ روزے ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ شہوانی باتیں اور گالی گلوچ نہ کرے، کسی قسم کی شہوانی باتیں نہ ہوں، گالی گلوچ نہ ہو اور اگر اسے کوئی گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو اسے جواب میں کہنا چاہیے کہ میں تو روزے دار ہوں۔ میں کسی قسم کی لغویات میں نہیں پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ اچھی ہے۔ اس کی جو خوشبو ہے وہ کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اسے خوش کرتی ہیں۔ ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کی افطاری کے سامان پیدا فرمائے اور دوسرے جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو روزے کی وجہ سے خوش ہو گا کیونکہ وہاں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی جزا ہوں۔ میں اس کو اجر دوں گا اور وہ (بے بہا) اجر جو اللہ تعالیٰ اسے دے گا جو اللہ کی خاطر روزے رکھتا ہے تو وہاں اس کی خوشی کا مقام ہی اور ہو گا۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم اذا شتم حدیث 1904)

پس یہ وہ تقویٰ کا معیار ہے جو ایک حقیقی روزے دار کو حاصل کرنا چاہیے اور حقیقی روزے دار پھر حاصل کرتا ہے کہ روزہ دنیا کی تمام قسم کی ملونیوں سے پاک ہو کر رکھا جائے اور ہر قسم کی روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچتے ہوئے روزے دار اپنا دن گزارے۔ اس بات پر خوش نہ ہو جائے کہ میں نے روزہ رکھا ہے۔ دنیا میں کتنے ہی روزے دار ہیں جو بظاہر روزہ رکھتے ہیں لیکن نہ ہی ان کی نمازوں کے وہ معیار ہیں جو ہونے چاہئیں، نہ ہی ان کے اخلاق کے وہ معیار ہیں جو ہونے چاہئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ شیطان اس مہینے میں جکڑا جاتا ہے، اسے باندھ دیا جاتا ہے تو پھر دنیا میں رمضان کے مہینے میں بھی برائیاں کیوں جاری رہتی ہیں؟ روزہ ڈھال ان کے لیے بنتا ہے، شیطان کے حملوں سے انہیں بچایا جاتا ہے جو روزے کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ پس یہ وہ اصل مقصد ہے جو ہمیں ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بے شک رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازوں کو تالے لگا دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان حدیث 1079)

لیکن اس کے باوجود آپؐ نے یہ بھی انذار فرمادیا، اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اگر پھر بھی کوئی رمضان کو پائے اور بخشا نہ جائے تو پھر کب بخشا جائے گا۔

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب رغم انف رجل ذکرت عندہ... الخ حدیث 3545)

پس یہ بات آپؐ ہمیں فرمارہے ہیں۔ مسلمان کہلانے والوں کو فرمارہے ہیں، ان لوگوں کو فرمارہے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ روزہ تمہارے پر فرض کیا گیا ہے تا کہ تم ان دنوں میں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت اور اخلاقی معیاروں کی بلندیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو لیکن اگر نہیں کروگے تو صرف رمضان کا آنا، شیطان کا جکڑا جانا، جنت کے دروازے کھلنا، جہنم کے دروازوں پر تالے لگنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

یہ انذار آپؐ نے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی وسیع رحمت کے باوجود اگر بخشش کے سامان نہیں ہو سکے تو پھر کب ہوں گے؟ پس ہم خوش ہو کر صرف رمضان کے آنے اور روزوں کی مبارک بادیں دینے پر ہی نہ رہیں بلکہ ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کا جو مقصد بیان فرمایا ہے۔ کیا ہم اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حصول کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بخشش اور مغفرت کی چادر میں ہمیں لپیٹے رکھے۔

پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ کن حالات میں تم روزے سے رخصت لے سکتے ہو۔ لیکن یہ بتانے سے پہلے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ میں روزے کی خود جزا بنتا ہوں اور مومنوں کی خاص طور پر بخشش کے سامان کر رہا ہوں تو یہ خیال نہ آئے کہ ہم روزہ رکھ کر کوئی بہت بڑی قربانی کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت اور بخشش کی چادر ہم پر پھیلائی گئی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا رحم اور اس کی شفقت بڑی وسیع کی گئی ہے لیکن یہ کوئی ایسی بھی غیر معمولی قربانی نہیں۔ سحری کے وقت بھی ہم پیٹ بھر کر کھالیتے ہیں۔ افطاری کے وقت بھی اپنی مرضی کے مطابق ہر کوئی کھالیتا ہے اور پھر کون سی یہ ایسی مستقل قربانی ہے۔ سال میں چند گنتی کے دن ہی ہیں۔ بعض لوگ روزہ رکھ کر بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے روزہ رکھا ہوا ہے تو یہ کوئی بہت بڑی قربانی نہیں ہے جس کے اظہار ہوں بلکہ حقیقی مومن تو بڑی سے بڑی قربانی کر کے بھی ڈرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کب اور کس طرح راضی ہو، کجا یہ کہ اظہار کیا جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں۔ سال کے دنوں کا بارھواں حصہ ہیں۔

پھر فرمایا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ تمہاری کوئی بہت بڑی قربانی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں ان گنتی کے چند دنوں میں بھی اپنی رحمت سے نواز رہا ہے۔ اگر اس دوران تم بیمار ہو جاتے ہو یا سفر درپیش ہو جاتا ہے تو روزے سے ان دنوں میں رخصت ہے لیکن یہ تعداد، جو چھوٹے ہوئے روزے ہیں، ان کو سال کے دوران کسی وقت بھی پورا کرنا ہوگا۔ اور جو مستقل مریض ہیں، بہانہ نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر نے یہ کہا ہے کہ روزے نہیں رکھنے تو پھر اگر استطاعت ہے تو ایک مسکین کو روزے رکھواؤ اور استطاعت کی صورت میں یہ ضروری ہے سوائے اس کے کہ کوئی اس حد تک مالی لحاظ سے کمزور ہو کہ اس کا خود صدقے اور امداد پر گزارہ ہو رہا ہو۔ باقی ہر ایک کو جو

کچھ وہ کھاتا ہے اسی خوراک سے ایک مسکین کو روزے رکھوانے ضروری ہیں۔ ہاں اگر اس کی استطاعت ہے اور بڑھ کے استطاعت ہے تو یہ بھی ٹھیک ہے کہ تم پھر فدیہ بھی دے دو اور بعد میں روزے بھی رکھ لو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارے میں فرمایا کہ "خدا ہر ایک شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق" آپؑ فرماتے ہیں کہ جتنی وسعت ہے۔ جتنی گنجائش ہے جو خود کھاتے پیتے ہو اس کے مطابق "گذشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے ضرور رکھوں گا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 350)

آپؑ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لیے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا سوچا میں نے تو پھر مجھ پہ یہ کھلا کہ توفیق کے واسطے۔ اس لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ تا کہ اس سے روزے کی توفیق حاصل ہو۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزے کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ ایسا مریض جس کو دِق کی بیماری ہے، ٹی بی کا مریض ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ طاقت دے سکتا ہے کہ اس کی صحت اچھی کر دے اور روزہ رکھ لے تو آپؑ فرماتے ہیں کہ فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جاوے اور یہ خدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو، جو روزے چھوٹ گئے ان کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں، دوبارہ صحت اجازت دے یا نہ دے اور اس سے توفیق طلب کرے۔ آپؑ فرماتے ہیں یہ باتیں کہہ کے انسان اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 258)

پس فدیہ عارضی مریض بھی دے سکتے ہیں اور پھر سفر ختم ہونے پر، صحت ہونے پر روزہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس سے ثابت ہوتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو صحت پا کر روزے رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں ان کے لیے صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔ جو ایسی صحت ہے جو صحت رمضان کے بعد پالی یا رمضان میں بیمار ہوئے تو بعد میں صحت یاب ہو گئے۔ اگر وہ صرف یہی کہہ دیں کہ ہم نے رمضان میں روزے نہیں رکھے اور فدیہ دے دیا تھا تو یہ تو اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔

بلاوجہ کی اجازت کے راستے کھولنا ہے۔ غلط بدعتیں پیدا کرنا ہے۔ اگر رمضان میں فدیہ دے بھی دیا ہے تب بھی رمضان کے بعد پھر روزے رکھنے ضروری ہیں۔ سال کے دوران کسی وقت بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہاں مستقل مریض، دودھ پلانے والی عورتیں، حاملہ عورتیں جو ہیں ان کے لیے اس حالت میں کہ اس پر سال گزر جائے صرف فدیہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن فدیے کے ساتھ اس مہینے میں عبادتوں اور ذکر الٰہی اور دوسری نیکیوں کو جاری رکھنا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ فدیہ دے دیا تو ہر چیز سے ہم فارغ ہو گئے۔

اگر روزے نہ بھی رکھ رہے ہوں اور فدیہ دے دیں اور باقی نیکیاں جاری رکھیں تو یہ بھی رمضان کا فیض پانے والے ہوں گے۔ صرف فدیہ دے کر نمازوں کو بھول جانا اور دوسری نیکیوں کو بھول جانا یہ صرف مومن نہیں

بنا دیتا، حقیقی مومن نہیں بنا دیتا، رمضان کی برکات میں حصہ دار نہیں بنا دیتا۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 433،432)

پھر اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرماتا ہے کہ جو بھی نیکی تم پوری فرمانبرداری سے کرتے ہو دل نہیں بھی چاہ رہا ہو تو کرتے ہو کہ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج پیدا کرے گا۔ بعض کے نزدیک فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا کا یہ بھی مطلب ہے کہ کوئی کام نفلی طور پر بھی تم کرتے ہو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ دونوں مطلباس کے ہیں یعنی نفلی طور پر زائد فدیہ دے دیا یا ایک کے بجائے دو مسکینوں کو کھانا کھلا دیا یا پتا ہونے کے باوجود کہ آج روزہ کسی وجہ سے نہیں رکھ سکا کل رکھ لوں گا پھر بھی فدیہ دے دیا تو یہ زائد نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لیے بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکیوں کے اجر دیتا ہے خواہ وہ اپنے پر بوجھ ڈال کر کی جائیں یا نفلی نیکیاں کی جائیں، خوشی سے کی جائیں۔ اس آیت کے آخر میں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تمہارے لیے روزے رکھنا ہر لحاظ سے تمہارے لیے بہتر ہے۔

پھر اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس مہینے میں ہم نے قرآن نازل فرمایا جو تمہارے لیے ہدایت کا موجب ہے اور کھلے اور روشن دلائل اور نشان اپنے اندر رکھتا ہے۔

پس قرآن کو رمضان کے مہینے سے بھی ایک خاص نسبت ہے۔ اسی مہینے میں روزوں کے ساتھ اس کے پڑھنے، اس پر غور کرنے، اس کے احکامات کو تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر کے ہم رمضان کے روزوں سے حقیقی فیض اٹھا سکیں۔ ہر ایک قرآن کریم کے گہرے مطالب کی گہرائی تک خود نہیں پہنچ سکتا اس لیے قرآن کریم کی تلاوت اور ترجمے کے ساتھ، جو کہ وہ خود پڑھ سکتا ہے، جماعت کی طرف سے جہاں جہاں مساجد میں درس کا انتظام ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اسی طرح ایم۔ ٹی۔ اے پر باقاعدہ درس کا انتظام ہے اس سے استفادہ ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درس اس پر چل رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی ارشاد ہے کہ اس مہینے میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کیا کرو۔ قرآن کریم کی تلاوت کی طرف، قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ ایک احمدی کو تو عام دنوں میں بھی بہت زیادہ ہونی چاہیے لیکن رمضان میں تو خاص طور پر اس کا اہتمام ضروری ہے ورنہ صرف روزے رکھنا بے فائدہ ہے۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمیں جہاں قرآن کریم کے اسرار و رموز اور تفسیر اور معانی کے نئے نئے زاویے بتائے وہاں اس پر عمل کرنے اور قرآن کریم کو عزت دینے کی اور اسے پڑھنے اور غور کرنے کی طرف بھی خاص توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ تمہیں کس خاص توجہ سے اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنی حالتوں میں کیا تبدیلی پیدا کرنی چاہیے۔ چنانچہ ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

علوم ظاہری اور علوم قرآنی کے حصول کے درمیان ایک عظیم الشان فرق ہے۔ جو ظاہری دنیاوی علوم ہیں اور قرآن کے علوم ہیں ان کے درمیان ایک بہت بڑا فرق ہے۔ فرماتے ہیں کہ دنیوی اور رسمی علوم کے حاصل

کرنے کے واسطے تقویٰ شرط نہیں ہے۔ فرمایا کہ صرف و نحو، طبعی، فلسفہ، ہیئت و طبابت پڑھنے کے واسطے یہ ضروری امر نہیں ہے۔ صرف و نحو پڑھ لیا یا طبعیات پڑھ لی، فلسفہ پڑھ لیا، اسٹرانومی وغیرہ پڑھ لیا، طبابت، میڈیسن وغیرہ پڑھنے کے لیے یہ ضروری امر نہیں ہے کہ تقویٰ ضروری ہو یا یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو، نماز کا پابند ہو۔ یہ بڑی اہم بات ہے، قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے روزوں کی پابندی بھی ضروری ہے۔ عبادتوں کی پابندی بھی ضروری ہے۔ نمازوں کی پابندی بھی ضروری ہے۔ تقویٰ میں بڑھنا بھی ضروری ہے۔ فرمایا کہ ضروری نہیں ہے کہ وہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو اور امر الٰہی اور نواہی کو ہر وقت مد نظر رکھتا ہو، جو اللہ تعالیٰ کے حکم ہیں، جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن کو نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہر وقت سامنے رکھے، مد نظر رکھے۔ یہ عام آدمی کے لیے ضروری تو نہیں ہے لیکن قرآنی علوم کو حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے۔ جو دنیاوی علوم ہیں ان کے حاصل کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے لیکن قرآن کریم کو پڑھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے علم کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی جو ہیں ان کو آدمی سامنے رکھے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اپنے ہر فعل اور قول کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حکومت کے نیچے رکھے بلکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ دنیاوی علوم کے ماہر اور طلب گار دہریہ منش ہو کر ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ آج دنیا کے سامنے ایک زبردست تجربہ موجود ہے۔

یورپ اور امریکہ باوجود یکہ وہ لوگ ارضی علوم میں بڑی بڑی ترقیاں کر رہے ہیں اور آئے دن نئی ایجادات کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی روحانی اور اخلاقی حالت بہت ہی قابل شرم ہے۔ اور آج کل تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس زمانے سے بڑھ کر آزادی کے نام پر اخلاقی گراوٹوں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے حالات جو کچھ شائع ہوئے ہیں ہم تو ان کا ذکر بھی نہیں کر سکتے مگر علوم آسمانی اور اسرار قرآنی کی واقفیت کے لیے تقویٰ پہلی شرط ہے۔ اس میں توبۃ النصوح کی ضرورت ہے، ایسی توبہ جو سچی توبہ ہو۔ جب تک انسان پوری فروتنی اور انکساری کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ، انکساری کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہ اٹھالے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہ کرے اور اس کے جلال اور جبروت سے لرزاں ہو کر نیاز مندی کے ساتھ رجوع نہ کرے قرآنی علوم کا دروازہ نہیں کھل سکتا اور روح کے ان خواص اور قویٰ کی پرورش کا سامان اس کو قرآن شریف سے نہیں مل سکتا جس کو پا کر روح میں ایک لذت اور تسلی پیدا ہوتی ہے۔

پس قرآن کریم کے علوم کو سمجھنے کے لیے تقویٰ بہت ضروری ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کے علوم خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ پس اس کے لیے تقویٰ بطور نَردبان کے ہے یعنی سیڑھی کے ہے۔ تقویٰ جو ہے بطور سیڑھی کے ہے۔ وہ سیڑھی لگاؤ گے، تقویٰ کی سیڑھی استعمال کرو گے تو قرآنی علوم کا ادراک حاصل ہو گا۔ فرمایا کہ پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ بے ایمان، شریر، خبیث النفس، ارضی خواہشوں کے اسیر ان سے بہرہ ور ہوں اس واسطے اگر ایک مسلمان مسلمان کہلا کر خواہ وہ صرف و نحو، معانی و بدیع وغیرہ علوم کا کتنا ہی بڑا فاضل کیوں نہ ہو دنیا کی نظر میں شیخ الکل فی الکل بنا بیٹھا ہو لیکن اگر سارے علوم اس کو آتے ہوں، گرائمر وغیرہ

بھی آتی ہو، عربی دانی بھی اس کو بڑی اچھی آتی ہو، قرآنی کریم کے معانی بھی بڑی اچھی طرح کر سکتا ہو لیکن اگر تزکیہ نفس نہیں کرتا تو قرآن شریف کے علوم سے اس کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کی توجہ ارضی علوم کی طرف بہت جھکی ہوئی ہے اور مغربی روشنی نے تمام عالم کو اپنی نئی ایجادوں اور صنعتوں میں حیران کر رکھا ہے۔ مسلمانوں نے بھی اگر اپنی فلاح اور بہتری کی کوئی راہ سوچی تو بدقسمتی سے یہ سوچی ہے کہ وہ مغرب کے رہنے والوں کو اپنا امام بنالیں۔ دنیا کی طرف پڑ گئے ہیں اور یہ ترقی جو دنیاوی ترقی ہے اسی کو سب کچھ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ فرمایا یہ تو نئی روشنی کے مسلمانوں کا حال ہے۔

جو لوگ پرانے فیشن کے مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو حامیٔ دین متین سمجھتے ہیں ان کی ساری عمر کی تحصیل کا خلاصہ یہ ہے اور لب لباب یہ ہے کہ صرف و نحو کے جھگڑوں اور الجھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ضَآلِّیْن کے لفظ پر مرمٹے ہیں۔ اسی بات میں الجھے ہوئے ہیں کہ گرائمر کیا ہے، عربی کی صَرف کیا ہے، نَحو کیا ہے اور کس طرح تلفظ صحیح طرح ادا کرنا ہے۔ فرمایا کہ قرآن شریف کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں ہے اور ہو کیونکر جو تزکیہ نفس کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ پس آپؑ فرماتے ہیں کہ احمدیوں کو اس بات پہ غور کرنا چاہیے کہ صرف دنیا میں نہ پڑ جاؤ بلکہ قرآن کریم کے علوم کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 425 تا 427)

پھر ایک موقعے پر ایک صاحب نے آپؑ سے سوال کیا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جائے؟ آپؑ نے فرمایا کہ قرآن شریف کو تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُهُ الْقُرْاٰنُ۔ یعنی بہت سے ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔

فرمایا تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں قرآن کریم میں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو آپؑ فرماتے ہیں تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے۔ توبہ اور استغفار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جائے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہیے اور اس پر عمل کیا جاوے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 9 صفحہ 199-200)

پس یہ ہے قرآن کریم پڑھنے کا طریق۔ ان دنوں میں جب ہمیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف خاص توجہ ہوئی ہے تو اس سوچ اور اس انداز سے پڑھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"تم ہوشیار رہو۔ اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے

مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔" فرماتے ہیں "افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔" فرمایا "تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدِّق یا مکذِّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔" قرآن کے واسطے سے گزرو گے تب ہی ہدایت ملے گی۔ فرمایا "خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔" فرمایا کہ "یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ "ایک گندے لوتھڑے کی طرح تھی۔" قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

پس قرآن کریم پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی طرف ہمیں خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ رمضان میں بہت سے لوگوں کی اس طرف توجہ پیدا ہوتی ہے تو پھر اسے انہیں اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر رمضان کے مہینے میں قرآن کریم پڑھنے کی طرف جو مومنین کو توجہ دلائی ہے تو اس لیے کہ اس مجاہدے کے مہینے سے گزرتے ہوئے جب ہم قرآن کریم کی طرف خاص توجہ دے رہے ہوں گے تو پھر عام دنوں میں بھی اس طرف توجہ کی عادت پڑے گی ورنہ اللہ تعالیٰ کا رمضان کے مہینے میں قرآن کی طرف توجہ دلانے کا جو مقصد ہے وہی فوت ہو جاتا ہے۔ مومن تو وہی ہے جو مستقل مزاجی سے نیکیوں کی تلاش کرتا ہے اور انہیں جاری رکھتا ہے۔ پس یہ عظیم ہدایت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہم تک پہنچائی ہے۔ اسے ہمیں اپنی ہدایت کا ذریعہ بنانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

پھر اس آیت سے آگے مزید واضح کر کے یہ ہدایت فرمادی کہ روزوں کی پابندی کرنی ہے اور مریض اور مسافر نے چھوٹے ہوئے روزوں کو بعد میں پورا کرنا ہے۔ یہ ضروری ہے۔ صرف فدیہ دینے سے تمہیں چھوٹ نہیں مل گئی۔ سفر اور بیماری میں روزے نہ رکھنے کی چھوٹ دے کر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر تنگی وارد نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ روزوں کے دنوں کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور ذکر الٰہی اور عبادت میں گزارو اور اس بات پر شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ہدایت کی ایسی عظیم کتاب اتاری جو جامع اور مکمل ہدایت ہے اور شکر کا حق اسی وقت ادا ہوتا ہے جب ہم اس پر عمل کرنے والے بنتے ہیں۔ پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے، میری تلاش کرنے والے میری تلاش میں خاص طور پر سوال کرتے ہیں، رمضان کے مہینے میں اس تلاش میں پہلے سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو میں تو قریب ہوں، ان کی پکاریں سن رہا ہوں اور خالص ہو کر مجھ سے مانگیں گے تو پھر میں قبول بھی کرتا ہوں لیکن دعا قبول کروانے کے لیے ضروری ہے

کہ دعا کرنے والا بھی میری بات مانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے حکم کو قبول کرے۔ میرے پر ایمان مضبوط کرے۔ یہ شکوہ کہ ہم تو دعا کر دیتے ہیں، کرتے ہیں، ہم نے بہت دعا کی لیکن اللہ تعالیٰ نے نہیں سنی۔ چند دن بعد ہی بعضوں کے یہ شکوے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو نہیں سنتے، اس پر ہم عمل نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سے محبت کی تلاش نہیں کرتے، اس کے حقیقی بندے نہیں بنتے۔

صرف مشکل وقت آنے یا کسی تکلیف کے وقت میں ہی اسے پکارتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں تو پھر کس طرح شکوہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں نہیں سنیں۔ پس پہلے ہمیں اپنے آپ کو سنوارنا ہو گا۔ ہاں اپنے آپ کو سنوارنے کی کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لیے دعا کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے دعا بھی کرنی ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہماری تسکین اور سکون کے سامان بھی پیدا فرمائے گا۔ کس طرح قبولیت کرتا ہے؟ اگر دل کو تسکین مل جاتی ہے سکون مل جاتا ہے تو یہ بھی قبولت ہی ہے۔

پھر اپنے خالص بندوں، اپنے عاشقوں کی دعاؤں کو قبول کرنے کی طرح پھر اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو بھی قبول فرمائے گا۔ پس ہماری طرف سے پہلی کوشش رمضان کے مہینے میں ہو گی تو مومنوں کے لیے اپنا قرب پانے، دعاؤں کو قبول کرنے کے لیے خاص انتظام بھی پھر اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے۔ پس اس میں ہمیں خاص کوشش کرنے کی ضرورت ہے ورنہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے شکوے کرنے کا کوئی حق نہیں کہ وہ دعا قبول نہیں کرتا۔ دعا کے طریق اور اپنی حالتوں کو قبولیت دعا کی کیفیت والا بنانے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس طرح رہنمائی فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: "یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لیے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے۔ اور یہی معنی اس دعا کے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 124)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔ "یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔" بے شک نماز جو دعا ہے لیکن وہ کیفیت پیدا ہونی چاہیے جو دعا کا حقیقی مقصد ہے، وہ بھی ضروری ہے۔ فرمایا" کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔" ایک طوفان ہے سمندر کا لیکن وہی طوفان کشتی بن جاتا ہے، بچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ "ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے۔ اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔" پس حقیقی دعا تو اس طرح اثر دکھاتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں

"مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں، تھکتے نہیں، کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔" یعنی روحانی طور پر مردہ ہوئے ہوئے ہیں۔

"مبارک تم جب کہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لیے پگھلتی اور تمہاری

آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لیے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔" فرمایا"..... دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔

دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔" فرمایا"..... غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مُشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہ کر آستانہ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے۔ اور اسی کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔ اور روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لیے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔ اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لیے ہو جاتی ہے۔ اور اس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلی کھو دیتی ہے۔" اپنی ذات کو ختم کر دیتی ہے " اور اپنے نقش وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے اور شریعت اسلامی نے اس کی تصویر معمولی نماز میں کھینچ کر دکھلائی ہے تا وہ جسمانی نماز روحانی نماز کی طرف محرک ہو" لے جانے والی ہو۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222 تا 224)

پس یہ وہ حالت ہے جو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی ہو گی تا کہ دعاؤں کی قبولیت کے نظارے ہم دیکھیں۔ رمضان کے روزوں کے ساتھ عبادت کی حقیقت سے بھی فیض یاب ہوں اور دعاؤں کی قبولیت کے نظارے بھی ہم دیکھیں۔ اگر دعاؤں کی قبولیت میں کہیں کمی ہے تو ہمارے اندر ہی کمی ہے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ ان دنوں میں اپنی حالتوں کی بہتری کے لیے ہمیں خاص طور پر دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کے پہلے ہی بہت قریب ہے ان دنوں میں اور بھی قریب آ گیا ہے۔ اپنی فرض عبادتوں اور اپنے نوافل میں خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیں جھکنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینے کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔

(کنزالعمال جلد 8 صفحہ 477 فی فصل صوم شهر رمضان حدیث 23714 مؤسسة الرسالة بیروت 1985ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا حقیقی عبد بناتے ہوئے اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں لے لے اور اس مہینے سے ہم فیض پانے والے ہوں۔ ان دنوں میں خاص طور پر جماعت کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ دشمنان احمدیت کے شر ان

پر الٹائے اور جہاں جہاں بھی جماعت کے خلاف منصوبے باندھے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ وہاں ان کی تدبیریں اور ان کے مکر ان پر الٹائے۔ مسلم امہ کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ظلم کرنے اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے سے روکے، بچائے اور خالص مسلمان بنائے۔ زمانے کے امام کو یہ ماننے والے ہوں۔ دنیا کے حالات کے لیے عمومی طور پر بھی دعا کریں۔ بڑی تیزی سے بہت بڑی تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل دے اور یہ خدا تعالیٰ کو پہچانیں تا کہ اس تباہی سے بچ سکیں۔

نماز کے بعد میں دو جنازے غائب پڑھاؤں گا۔ ان کی وفات تو دو مہینے پہلے کی ہے لیکن یہ کوائف ابھی میرے سامنے آئے ہیں۔ پہلا نام مکرم ڈاکٹر طاہر عزیز احمد صاحب ابن ارشد اللہ بھٹی صاحب مرحوم اسلام آباد کا ہے اور دوسرے ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ابن ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم امریکہ ہیں۔ یہ دونوں فتح جنگ کے قریب اپنی زمینوں کے معاملات دیکھنے کے لیے گئے ہوئے تھے وہاں ڈاکٹر افتخار احمد صاحب کے ایک ملازم نے 13/مارچ کو انہیں اغوا کرنے کے بعد دونوں کو بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وہاں قاتلوں کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ اگر احمدی کو قتل کر دیا تو ہم پکڑے جائیں گے۔ کیونکہ احمدی کا قتل تو ان کے نزدیک ثواب بھی ہے اور پھر مولوی کی یہ اشیر باد بھی ہے کہ ان کو بچانے کی کوشش کریں گے بلکہ پوری کوشش کریں گے۔ اس لحاظ سے کچھ نہ کچھ احمدیت کا عنصر بھی اس میں شامل ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس لحاظ سے شہادت بھی ہے۔

ڈاکٹر طاہر عزیز احمد صاحب 27/ نومبر 1967ء کو مٹھ ٹوانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا آغاز ان کے پڑدادا حضرت مولوی نور احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لودھی ننگل ضلع گورداسپور کے ذریعے ہوا۔ حضرت مولوی نور احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے اس فتویٰ کفر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف تیار کیا تھا اور اس کو، مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس بارے میں مولوی صاحب نے خط لکھا تھا جو الحکم کے پہلے شمارے 8/ اکتوبر 1897ء میں شاملِ اشاعت ہے۔

(ماخوذ از الحکم 8 اکتوبر 1897ء صفحہ 5-6)

نیز حضرت مولوی نور احمد صاحب کے والد مولوی اللہ دتہ بھٹی صاحب آف لودھی ننگل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بچوں مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کی تعلیم کے لیے بھی قادیان بلایا تھا جس کا ذکر "تاریخ احمدیت" جلد اول میں ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 119)

مرحوم نے میٹرک کے بعد اسلام آباد ہومیو پیتھک میڈیکل کالج سے ڈی۔ ایچ۔ ایم۔ ایس کا امتحان پاس کیا۔ پھر چٹھہ بختاور اسلام آباد میں پریکٹس شروع کی۔ بڑے ہر دل عزیز ڈاکٹر تھے، بے حد خلیق تھے، متواضع تھے، ہمدرد اور نفیس طبع انسان تھے۔ ایک عرصے تک ڈاکٹر صاحب کا گھر نماز سینٹر کے لیے بھی استعمال ہوتا رہا۔ خلافت کے ساتھ بھی بہت پیار کا تعلق تھا۔ آپ کی وفات پر سینکڑوں غیر از جماعت مرد و زن نے تعزیت کی اور آپ کی وفات کو ایک قومی نقصان قرار دیا۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

ان کا بیٹا یہاں لندن میں ہے رانا خالد صاحب کا داماد ہے۔ ان کے بڑے بھائی فضیل عیاض صاحب ہیں جو واقف زندگی ہیں، مربی ہیں۔ پہلے ایم۔ ٹی۔ اے میں خدمات بجالا رہے تھے، اب جامعہ احمدیہ ربوہ میں ہیں۔

دوسرے جو مرحوم ہیں وہ ڈاکٹر افتخار صاحب ہیں ان کا تعلق ترگڑی ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ آپ حضرت محمد جمال صاحب صحابی مسیح موعودؑ کے نواسے تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا آغاز آپ کے دادا خواجہ جلال الدین صاحب کے ذریعے خلافت ثانیہ میں ہوا۔

ان کے والد خواجہ نذیر احمد صاحب کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں کیمسٹری پڑھانے کی توفیق ملی۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم۔بی۔ بی۔ ایس کرنے کے بعد تقریباً تین سال احمدیہ کلینک کانو، نائیجیریا میں خدمت کی توفیق پائی۔ تین سال بعد امریکہ چلے گئے جہاں انہوں نے ایم۔ڈی کیا۔ اس کے بعد تقریباً پندرہ سال رہنے کے بعد وہاں سے ایم ڈی کر کے پھر پاکستان آ گئے۔

پھر پندرہ سال یہاں پاکستان میں رہے۔ پھر تین سال پہلے امریکہ منتقل ہو گئے تھے جہاں کیلے فورنیا میں آپ نے امتحان پاس کر کے وہیں کام شروع کر دیا۔ پھر بچیوں کی وجہ سے پاکستان آ گئے۔ مرحوم بڑے غریب پرور، خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھے۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور ایک مخلص انسان تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین کے ساتھ رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ اور ان کی اولاد کو بھی جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31/ مئی 2019ء جلد 26 شمارہ 23 صفحہ 05 تا 10)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 رمئی 2019ء بمطابق 17 رہجرت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ سے قبل مسجد مبارک اسلام آباد کا باقاعدہ افتتاح فرماتے ہوئے افتتاح کی پلیٹ کا پردہ ہٹایا اور مسجد میں تشریف لا کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ۔ ابھی باہر میں نے مسجد کے افتتاح کی جو پلیٹ لگی ہوئی تھی اس کا پردہ ہٹا دیا۔ وہ تو افتتاح ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ربوہ کی مسجد مبارک کا افتتاح فرمایا تو اس وقت فرمایا تھا کہ افتتاح سے پہلے دو نفل کا انتظام ہونا چاہیے لیکن اس وقت وہاں انتظام نہیں ہو سکتا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم سجدۂ شکر کریں گے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 32 صفحہ 48-49 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 مارچ 1951ء)

عموماً روایت یہ ہے کہ میں جب افتتاح کی پلیٹ کا پردہ ہٹاتا ہوں تو ہم دعا کرتے ہیں۔ آج اسی طریق پر عمل کرتے ہوئے بجائے دعا کے ابھی میں سجدۂ شکر کروں گا۔ آپ میرے ساتھ اس میں شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا سا مرکز ہمیں عطا فرمایا، یہ مسجد عطا فرمائی اور اس کے بعد پھر باقاعدہ خطبہ شروع ہو گا۔ سجدہ شکر کر لیں۔

(اس کے بعد حضورِ انور کی اقتداء میں تمام حاضرین نے سجدۂ شکر ادا کیا)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (الاعراف: 30 تا 32)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ تو کہہ دے میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر مسجد کے پاس اپنی توجہ درست کر لیا کرو اور اللہ کی عبادت کو خالص اسی کا حق قرار دیتے ہوئے اسی کو پکارو۔ جس طرح اس نے تم کو شروع کیا تھا، پھر ایک دن تم اسی حالت کی طرف لوٹو گے۔ ایک فریق کو اس نے ہدایت دی لیکن ایک اور فریق ہے جس پر گمراہی واجب ہو گئی ہے (یعنی وہ گمراہی کا مستحق ٹھہرا ہے) انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنا لیا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پا گئے ہیں۔ اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب زینت کے

سامان اختیار کر لیا کرو اور کھاؤ اور پیئو اور اسراف نہ کرو کیونکہ وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ آج ہمیں اسلام آباد میں، اسلام آباد کی اس مسجد میں جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ جیسا کہ چند جمعے پہلے میں نے مرکز اسلام آباد منتقل ہونے کے بارے میں کہا تھا کہ مسجد فضل کے ساتھ اب دفاتر وغیرہ کے انتظامات میں کافی تنگی محسوس کی جانے لگی تھی اور اب دفاتر کے لیے بھی زیادہ بہتر اور کھلی گنجائش کی ضرورت تھی جو اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام آباد کے تعمیراتی منصوبے کی تکمیل کے بعد کافی حد تک میسر آ گئی ہے۔ اسی طرح جماعت کے خدمت کرنے والوں اور دفاتر میں کام کرنے والے کچھ لوگوں کو حسب گنجائش رہائش بھی مہیا ہو گئی ہے۔ اسی طرح خلیفۂ وقت کی رہائش بھی تعمیر ہو گئی ہے خلیفۂ وقت کی رہائش کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مسجد بھی ہو تا کہ خلیفۂ وقت کی اقتداء میں لوگ نمازوں کی جو ادائیگی ہے وہ آرام سے کر سکیں اور دوسرے درس و تدریس کے جو کام ہیں وہ بھی خلیفۂ وقت سہولت کے ساتھ کر سکے۔ گو آج رسمی طور پر ہم اس جمعے کے ساتھ مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں لیکن عملاً میرے یہاں منتقل ہوتے ہی نمازوں اور دوسرے پروگراموں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ باہر سے خدام اطفال اور لجنہ کے وفود آتے رہے اور کافی بڑی تعداد میں اس میں شامل ہونے والے لوگ آتے رہے۔ اس لیے اس مسجد میں ان کے ساتھ مجالس بھی ہوتی رہیں اور جن کے ساتھ دوسرے چھوٹے ہالوں میں پروگرام ہوئے تو نماز کے لیے انہیں مسجد میں آسانی سے سہولت حاصل ہو گئی، وہ یہاں آ سکے۔ یہ مسجد، مسجد فضل سے تقریباً چار گنا زیادہ گنجائش رکھتی ہے۔ لیکن جو لوگوں کے وفود آتے رہے اس میں یہی اندازہ ہوا کہ یہ مسجد بھی چھوٹی پڑتی رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی قبلہ رخ ایک ملٹی پرپز (multi-purpose) ہال بنایا گیا ہے۔ اس میں گنجائش ہے۔ اس میں زائد لوگ نماز پڑھتے رہے۔ بہر حال یہ باتیں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت یو۔کے میں بھی اور دنیا کے مختلف ممالک میں بھی مسجدیں بن رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ دس پندرہ سال میں مساجد کی تعمیر میں جماعتوں کو خاص توجہ پیدا ہوئی ہے اور اس توجہ کی وجہ سے مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ لیکن اس مسجد کی جس کا نام میں نے "مسجد مبارک" رکھا ہے اس لحاظ سے اہمیت ہے کہ خلیفۂ وقت کی رہائش بھی یہاں ہے۔ خدمت کرنے والوں میں سے قریباً انتیس تیس لوگوں کی رہائش بھی اچھے مناسب گھروں کی صورت میں یہاں ہے، اور تمام ضروری دفاتر جن سے میرا روزانہ عموماً زیادہ واسطہ رہتا ہے وہ بھی یہاں ہیں۔ یعنی یہ جگہ اور یہ مسجد اس لحاظ سے مرکزی مسجد ہے اور یہ اہمیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد اس لحاظ سے مسجد مبارک کی مثیل بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی اور ہر لحاظ سے مبارک بھی ہو۔

جب اس کا نام رکھنے کی تجویز ہو رہی تھی تو اس سے پہلے اور نام ذہن میں آتے رہے۔ بعض ناموں کے مشورے بھی ہوتے رہے لیکن پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام ایک دم میرے سامنے آ گیا جس کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ الہام یہ تھا

"مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَّ كُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "یعنی یہ مسجد برکت دہندہ

اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔"

(تذکرہ صفحہ 83 ایڈیشن چہارم)

اللہ تعالیٰ کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو دعائیں مسجد مبارک قادیان میں کیں اور جو آپؑ کی خواہشات اور تڑپ دنیا میں اسلام کے پھیلنے اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے تھی وہ اس مسجد کو بھی پہنچتی رہیں اور انگلستان اور یورپ اور دنیا کے تمام ممالک میں یہاں سے توحید کے پھیلانے اور اسلام کا پیغام پہنچانے والی یہ مسجد اور یہ مرکز ہمیشہ بنے رہیں۔ یہاں مرکز کا آنا ہر لحاظ سے مبارک ہو اور خلافتِ احمدیہ کی طرف سے جاری ہونے والے تمام منصوبے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور برکت کو جذب کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں جن برکتوں کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسجد سے تعلق تھا وہ اسے بھی ملتی رہیں۔

مجھے کل تک یہ نہیں پتا تھا اور کل ہی میرے سامنے یہ بات آئی کہ جب ربوہ کی آبادی شروع ہوئی ہے تو اس وقت بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد مبارک کی تعمیر کے وقت یہی فرمایا تھا کہ یہ مسجد، مسجد مبارک قادیان کے قائم مقام اور اس کا ظل اور مثیل ہو گی۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 30 صفحہ 316 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 30 ستمبر 1949ء)

یعنی ربوہ میں جو مسجد مبارک تھی وہ اس کا مثیل ہو گی۔ بہر حال وہاں ایک لمبا عرصہ خلافت رہی اور ابھی بھی مرکزی دفاتر وہاں ہیں لیکن گذشتہ 35 سال سے وہاں سے ہجرت کی وجہ سے یہاں بھی اب نئے دفاتر کی، نئی چیزوں کی، عمارتوں کی اور مساجد کی ضرورت تھی۔ ملکی قانون کی وجہ سے خلافتِ احمدیہ کو ربوہ سے ہجرت کرنی پڑی اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہاں پہلے سے بڑھ کر ترقیات کے دروازے بھی کھولے۔ اللہ تعالیٰ ان وسعتوں کو بھی مزید بڑھاتا چلا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں اور دشمن نے اپنے زعم میں جن فضلوں اور برکتوں کو ہم سے چھیننا چاہا تھا اللہ تعالیٰ پہلے سے بڑھ کر اور کئی گنا بڑھ کر اس مسجد اور اس مرکز سے وہ ترقیات کے نظارے دکھائے۔

اپنے زعم میں جماعت کی زندگی اور قسمت کے مالک بنے ہوؤں کی عقل کا بھی یہ حال ہے اور جہالت کی یہ حالت ہے کہ کسی نے مجھے دکھایا کہ سوشل میڈیا پر پیپلز پارٹی کے کوئی سیاستدان یہ تبصرہ کر رہے تھے اور وہ اپنا کمنٹ دے رہا تھا کہ ہم نے جماعت احمدیہ پر پابندیاں لگائی تھیں اور ان کو پاکستان میں پنپنے نہیں دیا تھا اور یہ نئی حکومت آئی ہے تو انہوں نے احمدیوں اور قادیانوں کو اسلام آباد میں مرکز بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ یہ ان کی عقل کا حال ہے۔ کچھ عرصہ پہلے بھی ان کے ایک سیاستدان نے ہمارے متعلق اسی طرح کا جاہلانہ بیان دیا تھا اور پھر بعد میں کہہ دیا اوہو غلطی ہو گئی۔ میں ٹھیک طرح سمجھا نہیں تھا۔ بہر حال یہ تو ان دنیاداروں کی سوچیں ہیں۔ ان کو کیا پتا کہ جماعت احمدیہ کی ترقی اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہے نہ دنیا کی کوئی حکومت اس کی ترقی کو روک سکتی ہے اور نہ کسی حکومت کی مدد کی جماعت احمدیہ اپنی ترقی کے لیے محتاج ہے۔ ہم جب تک اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے رہیں گے، جب تک اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مورد بنتے ہوئے ان

ترقیات کا حصہ بنے رہیں گے۔ پس ہمیں اپنی حالتوں کے جائزے لیتے رہنا چاہیے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس نئی بستی میں رہنے کی توفیق دی ہے اور جو لوگ یہاں مرکز بننے کی وجہ سے اس نئی آبادی کے قرب وجوار میں آکر آباد ہونے کی کوشش کر رہے ہیں یا ہو رہے ہیں انہیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی حالتوں کو ایسا بنائیں کہ اس علاقے میں احمدیت اور اسلام کی حقیقی تصویر لوگوں کو نظر آئے۔ بے شک اسلام آباد میں ایک لمبا عرصہ ہمارے واقفینِ زندگی اور کارکنان رہتے رہے ہیں اور اس لحاظ سے یہاں کے رہنے والے لوگ احمدیوں سے متعارف بھی ہیں۔ بے شک جلسوں کی وجہ سے بھی اس علاقے میں احمدیت کا تعارف ہے۔ 2004ء تک بڑا لمبا عرصہ یہاں جلسے ہوتے رہے اور پھر اب آلٹن میں ہو رہے ہیں۔ وہ جگہ بھی قریب ہی ہے لیکن اب ایک نئی صورت یہاں کی آبادی کو ملی ہے اور اچانک جو یہاں آکر احمدیوں نے گھر لینے شروع کر دیے ہیں تو اس لحاظ سے یہاں کے مقامی لوگ بھی ہمیں ایک اَور نظر سے دیکھیں گے۔ یہاں کی آبادی کو اس کا احساس ہو گیا ہے اور وہ اس کا ذکر بھی کرنے لگ گئے ہیں کہ تمہارے جو خلیفہ ہیں یا جماعت کے تمہارے سربراہ ہیں ان کے یہاں آنے کی وجہ سے اچانک یہ تم لوگوں کا اس طرف رخ ہوا ہے۔ پس اس وجہ سے اپنے نمونے پہلے سے بڑھ کر دکھانے ہوں گے۔ ان پر اچھا اثر ڈالنا ہو گا۔ اگر ہمارے شور کی وجہ سے، ٹریفک کی بے قاعدگی کی وجہ سے یا کسی بھی اور وجہ سے ہمارے ہمسائے ڈسٹرب (disturb) ہوتے ہیں تو ہم یہاں کے رہنے والوں کو ایک غلط پیغام دے رہے ہوں گے۔ اگر اپنے عمل سے ہم اسلام کا صحیح پیغام نہیں دے رہے تو اللہ تعالیٰ کے انعام پر ہماری شکر گزاری صرف منہ کی باتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہماری باتیں اور ہمارے کام، ہماری تعلیم اور ہمارے عمل ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہوں نہ یہ کہ ہم کہیں کچھ اور کریں کچھ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں مسجدوں کے حوالے سے بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں بھی ہمیں بہت اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ان باتوں کی طرف اگر ہم توجہ رکھیں تو جہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق ادا کرنے والے ہوں گے وہاں اس کی مخلوق کے حق ادا کرنے والے بھی ہوں گے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو، مسلمانوں کو واضح طور پر فرماتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے ایمان کو، اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرو۔ اگر یہ نہیں کرو گے تو تمہاری ترقی نہیں بلکہ تم گمراہی کے گڑھے میں پڑو گے۔ مسجدوں کا جو مقصد ہے اسے پورا کرنا ہو گا تب ہی اللہ تعالیٰ کے انعام ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادتوں کو خالص کرنا ہو گا تب ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہو گے۔ دنیاوی خیالات اور ترجیحات سے اپنے ذہنوں کو پاک کرنا ہو گا تب ہی اللہ تعالیٰ کے فضل بھی تم پر نازل ہوں گے۔ دن میں جب پانچ مرتبہ یہ کوشش ہو گی تو تب ہی پھر ہم اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے کہ اپنی روح کی صفائی کے بھی انتظام رکھو اور یہ صفائی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کو خالص کرتے ہوئے ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ اپنی ہدایت کے سامان کرنے کی کوشش نہیں کرتے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو خالص نہیں کرتے وہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں جا پڑتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں

نے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی بجائے شیطان کو اپنا دوست بنالیا ہے اور پھر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے کا انکار کرنے والوں کا یہی حال ہے۔ آج کل علمائے سوء جو ہم دیکھتے ہیں، جو ہمارے مخالفین ہیں ان کا یہی حال ہے۔ اپنے ساتھ عامۃ الناس کو بھی یہ علماء گمراہ کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کو یہی زعم ہے کہ ہمارے سے زیادہ یعنی ان لوگوں سے زیادہ اسلام پر عمل کرنے والا کوئی نہیں۔ اپنے مقصد حاصل کرنے کے لیے کوئی بھی طریقہ اور کوشش یا مکر یہ نہیں چھوڑتے اور حکومتیں بھی پھر ان سے خوفزدہ رہتی ہیں۔ آج کل پاکستان میں کراچی میں مخالفت کا زور ہے۔ اس بات پر مصر ہیں۔ اور حکومت بھی ان کی یہی کہتی ہے کہ ہم اپنی مسجدوں کے منارے گرائیں۔ لاکھ ان کو کہا کہ مسجدوں کے جو منارے بنے ہوئے ہیں یہ پرانی مسجدیں ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ سال سے بنی ہوئی مسجدیں ہیں لیکن ان کو سمجھ ہی نہیں آتی۔ مولوی کا خوف بے تحاشا ہے۔ افرادِ جماعت پر ظلم و تعدی میں یہ لوگ بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف دشنام طرازی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان پر گمراہی لازم ہو چکی ہے۔ جو نام نہاد علماء اس کے پیچھے ہیں یقیناً ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس آخری زمانے میں مسجدیں بظاہر آباد نظر آئیں گی اور جو آج کل ہمیں وہاں غیروں کی دیکھنے میں نظر بھی آتی ہیں لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی اور انہی میں سے فتنے اٹھیں گے اور وہیں لوٹ جائیں گے اور یہ لوگ اسلام کو بدنام کرنے والی مخلوق ہو گی جو بدترین مخلوق ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی جلد3 صفحہ 317-318 حدیث 1763 مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون بیروت 2003ء)

پس ایسے میں ہماری اور بھی زیادہ ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اپنی عبادتوں کو بھی خالص کریں اور دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے بھی آشنا کریں۔ ہمارے لیے تو ہماری کوشش سے زیادہ اسلام کی حقیقی تعلیم کو پھیلانے کے لیے اللہ تعالیٰ راستے کھولتا ہے اور یہ مرکز بھی انہی میں سے ایک ہے۔ پس ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے۔ ہماری ذاتی کوشش ہوتی یا جماعتی کوشش ہوتی تو یہ کبھی تعمیر نہ ہو سکتا۔ یہ صرف محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے یہ مرکز عطا فرمایا۔ ان رمضان کے دنوں میں جب روح کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ نے سامان بہم پہنچائے ہیں، اپنے دین کو پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنے کے لیے ہماری کس طرح رہنمائی فرمائی ہے اس بارے میں آپ نے ایک موقعے پر فرمایا:

"قرآن شریف میں لکھا ہے اُدْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (الاعراف: 30)۔ اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیئے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ اخلاص ہو، احسان ہو اور اس کی طرف ایسا رجوع ہو کہ بس وہی ایک رب اور حقیقی کارساز ہے۔" فرمایا کہ

"عبادت کے اصول کا خلاصہ اصل میں یہی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور یا یہ کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ ہر قسم کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو جاوے اور اسی کی

عظمت اور اسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔" فرمایا کہ "ادعیہ ماثورہ اور دوسری دعائیں خدا تعالیٰ سے بہت مانگے اور بہت توبہ استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے تا کہ تزکیۂ نفس ہو جاوے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو جاوے اور اسی کی محبت میں محو ہو جاوے۔" (ملفوظات جلد 9 صفحہ 451)

پس اللہ تعالیٰ کے لیے جب دین خالص ہو گا، عبادت خالص ہو گی تو تزکیہ نفس بھی ہو گا۔ اپنے نفس کو پاک کرنے کا موقع بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کا بھی حق ادا ہو گا۔ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش ہو گی۔ کسی نے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو دیکھائی کہ افطار کے وقت بڑے اہتمام سے مسلمان ایک جگہ افطار کے لیے جمع ہوئے اور کسی بات پر غالباً کھانے پر ہی پہلے گالم گلوچ شروع ہوئی اور اس سے بڑھ کر پھر ہاتھا پائی اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک دوسرے کو مکّے مار رہے ہیں، لڑائی کر رہے ہیں، نوچ گھسوٹ رہے ہیں، کھانا ادھر ادھر بکھرا پڑا ہے۔ کوئی ادھر لڑھک رہا ہے کوئی ادھر لڑھک رہا ہے۔ نہ بڑی عمر والے کی عزت ہے نہ چھوٹے کا لحاظ ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور یہ اس دوران ہو رہا ہے جو روزے کی حالت ہے اور باقاعدہ جس طرح ان کا رواج ہے کہ لمبی قمیضیں پہن کے نمازوں کے لیے بھی آتے ہیں وہ جبے پہن کے آئے ہوئے ہیں اور لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس حالت میں یہ کہا ہے کہ تم نے روزے کی حالت میں کوئی غلط بات نہیں کرنی۔ لڑائی کرنے والے کو بھی جواب نہیں دینا اور یہ کہہ دینا کہ میں روزے دار ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ روزے کی میں جزا ہوں تو کیا اس قسم کے روزے داروں کی اللہ تعالیٰ جزا بنے گا؟ کیا یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بن رہے ہیں؟ کیا یہ تزکیہ نفس ہے جو روزوں سے ان کا ہو رہا ہے؟ ان باتوں سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنے والے امام کو ماننے کی کیا اہمیت تھی اور کتنا ضروری تھا کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے امام وقت آتا۔ اور جب وہ آیا تو اس کو نہیں مان رہے لیکن یہ باتیں ہمیں اور اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ ہم اپنے جائزے لیں۔ اپنی اصلاح کریں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہمارے اندر بھی اگر کوئی رنجشیں اور بے چینیاں ہیں تو ان کو دور کریں اور روزوں کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوتے ہوئے اس کی عبادت کرنے والے ہوں اور پھر اس کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔

اسی طرح ایک اور موقعے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"اس وقت اسلام جس چیز کا نام ہے اس میں فرق آ گیا ہے۔ تمام اخلاق ذمیمہ بھر گئے ہیں۔" یعنی جو غلط قسم کی باتیں ہیں، فضول باتیں ہیں، بداخلاقیاں ہیں، برائیاں ہیں وہ تو بہت بھر گئے ہیں اور وہ اخلاص..... آپؑ فرماتے ہیں "اور وہ اخلاص جس کا ذکر مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ میں ہوا ہے آسمان پر اٹھ گیا ہے۔" یعنی اس کا کوئی وجود ہی نظر نہیں آتا۔ "خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سرے سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 352-353)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ "اب یہ زمانہ ہے کہ اس میں ریاکاری، عجب، خود بینی، تکبر، نخوت، رعونت وغیرہ

صفات رذیلہ تو ترقی کر گئے ہیں۔" یہ سب برائیاں جو ہیں ان میں تو بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ "اور مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وغیرہ صفات حسنہ جو تھے وہ آسمان پر اٹھ گئے۔"

فرماتے ہیں کہ "توکل، تفویض وغیرہ سب باتیں کالعدم ہیں۔" یعنی اللہ تعالیٰ پر توکل بھی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کے سپرد اپنے معاملات ایک مومن جو کرتا ہے اس کی بھی کوئی صورت کسی مومن سے نظر نہیں، شکل نظر نہیں آتی۔ جو بظاہر so called مومن ہیں، نام نہاد مومن ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ بالکل ہی اخلاق ختم ہو چکے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "اب خدا کا ارادہ ہے کہ ان کی تخم ریزی ہو۔"

(البدر جلد 3 نمبر 10 مورخہ 8 مارچ 1904ء صفحہ 3)

پہلے فرمایا کہ خدا کا ارادہ ہے کہ ان قوتوں کو زندہ کرے۔ اس میں فرمایا خدا کا ارادہ ہے کہ ان کی تخم ریزی ہو اور یہ تخم ریزی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہوئی ہے اور خدا کا ان اخلاق کو زندہ کرنے کا اور عبادتوں کو خالص کرنے کا، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے جاری فرمایا اور آگے اس تخم ریزی سے پیدا ہوئے ہوئے پودوں اور درختوں کی شاخیں ہم نے بننا ہے۔ اور یہ ہم اس وقت کر سکتے ہیں جب اپنی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں۔ دوسروں کی کمزوریاں دیکھ کر اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا باقی ترجیحات پر حاوی ہو جائے۔ ایک موقعے پر آپؑ نے فرمایا کہ "اعمال کے لیے اخلاص شرط ہے۔" (ملفوظات جلد 8 صفحہ 354)

پس صرف ظاہری عمل ہو اور اس میں اخلاص نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کی تڑپ نہ ہو تو وہ عمل بے کار ہے۔ نمازیں بے کار ہیں۔ پس یہ بھی ہمیں ایک تنبیہ ہے کہ اپنی عبادتوں کو جب تک خالص نہیں کریں گے ان عبادتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر ایک موقعے پر آپؑ نے فرمایا:

واضح ہو کہ قرآن شریف کی رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا افطار کا یہ واقعہ بتایا تھا جو دیا جا رہا تھا کہ افطاری کے لیے لوگ اکٹھے ہوئے تھے ان کی مثال دی تھی ان کی ظاہری حالت ہی ان کی روحانی حالت کی تصویر کھینچتی ہے۔ پس یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کے اندر روحانیت اب ختم ہو چکی ہے اور یہ باتیں پھر ہمیں توجہ دلانے والی ہونی چاہئیں۔ آپؑ فرماتے ہیں اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایت کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں۔ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں، کھانے پینے کی باتیں ہیں، بنیادی اخلاق ہیں، کھانوں میں balance سے کھانا ہے، یہ چیزیں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائیں، شریعت کی ہدایت کے مطابق کی جائیں تو ان سے تمہارے اخلاق بھی اچھے ہوں گے اور فرمایا کہ پھر یہ تمام حالتیں اخلاقی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع و خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل

کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ ظاہری پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ آداب بھی ضروری ہیں۔ اپنے آپ کو صحیح رکھنا بھی ضروری ہے۔ تب ہی انسان متوازن ہو سکتا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اعضاء کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے۔ مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کر دیں اور گو تکلف سے ہی روئیں مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اٹھ کر دل پر جا پڑتا ہے۔ فوراً دل بھی افسردہ ہو جاتا ہے۔

تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کر کے غمگین ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی جب ہم تکلف سے ہنسنا شروع کریں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے، ایک خوشی محسوس ہوتی ہے۔ فرمایا کہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور خضوع کی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ جسمانی سجدہ کرو تو اس سجدے کی حالت میں بھی ایک عاجزی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے تو فرماتے ہیں کہ ان نمونوں سے پورے انکشاف کے کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے۔

(ماخوذ از اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 319-320)

انسان کی روحانی حالت بہتر کرنے کے لیے پھر آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ظاہری خوراک بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لیے متوازن غذا کھانی چاہیے۔ نہ ہی صرف گوشت خور ہو جاؤ نہ ہی صرف یہ فیصلہ کر لو کہ ہم نے سبزیوں کے علاوہ کچھ نہیں کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں انسان کے لیے پیدا کی ہیں انہیں کھانے کی اجازت ہے جو حلال ہیں، طیب ہیں اس میں توازن اور اسراف نہ ہو تو یہ انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔

متوازن غذا سے انسان کے اخلاق بھی متوازن رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بھی توجہ رہتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ اسلام کی ہی خوبصورتی ہے کہ ہر معاملے میں رہنمائی کرتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ خدا تعالیٰ کا ان لوگوں پر اور تمام دنیا پر احسان تھا کہ حفظانِ صحت کے قواعد مقرر فرمائے۔ یہاں تک کہ یہ بھی فرما دیا کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ یعنی بے شک کھاؤ اور پیو مگر کھانے میں بھی بے جا طور پر کوئی زیادت کیفیت یا کمیت کی مت کرو۔

(ماخوذ از ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 332)

کیونکہ اس سے بھی توازن خراب ہوتا ہے اور اس کا اثر پھر روحانی حالتوں پر بھی پڑتا ہے۔ پس ایک حقیقی عابد جو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو کر عبادت کرتا ہے وہ نہ صرف اپنی روحانی حالت بہتر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھتا ہے بلکہ اپنی جسمانی حالت بھی ٹھیک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔ دنیا کی چیزیں، آرام و آسائش اور کھانا پینا اس کا مقصود نہیں ہوتا بلکہ جتنی زندگی ہے وہ اس میں دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس زندگی کو گزارنے کی کوشش

کرتا ہے اور یہی اس کا مقصود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی ایک مؤمن توجہ رکھتا ہے۔ اسلام ہی ہے جو جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ پس جیسا کہ میں نے کہا اس مرکز کے بننے پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کے لیے ہمیں جہاں اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے وہاں اخلاقی معیاروں کو بھی بلند کرنے کی ضرورت ہے اور خاص طور پر ان نئے حالات میں جب غیر لوگوں کی، ہمسایوں کی، علاقے میں رہنے والوں کی ہم پر ایک نئے زاویے سے نظر ہو گی ہمیں بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کے زاویے اپنے قول اور فعل سے، اپنے عمل سے دکھانے کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہو گی۔ اگر ہم اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں گزاریں گے تو یہی تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن جائے گی اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بناتے ہوئے اس کے فضلوں کو حاصل کرنے والا بنائے گی۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ بعض لوگ اپنے ہمسایوں اور باہر ملنے والے لوگوں کے ساتھ تو بڑے اچھے ہوتے ہیں لیکن اپنے گھر میں بیوی کے ساتھ یا بچوں کے ساتھ ان کے رویّے اچھے نہیں ہوتے۔ یہ ان کے ذاتی فعل نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے تو ذاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی زیادتیوں کی پکڑ ان سے ہی کرے گا لیکن یہ باتیں جماعتی اکائی اور سکون پر بھی اثر ڈالتی ہیں۔ گھروں کی جو بے سکونی ہے بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور بچے مستقبل میں جماعت کا بہترین حصہ بننے کی بجائے جماعت سے دور اور دین سے دور جانے والے بن جاتے ہیں اور اسلام کو پھیلانے کے لیے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنی اگلی نسلوں کو بھی سنبھالا جائے اور اگر ایسے عمل ہوں گے تو اپنی نسلیں بگڑ جائیں گی۔ پس اس کے لیے بھی ہمیں کوشش کرنی ہو گی۔ اس لحاظ سے یہ جماعتی چیز ہے کیونکہ وہ بچے دیکھتے ہیں کہ میرا باپ بظاہر تو بڑا دین دار ہے اور جماعت میں بڑا اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن گھر میں اس کا رویہ بالکل مختلف ہے اور یہ ردّعمل پھر اگلی نسل کو برباد کر دیتا ہے۔ پھر گھر کے جھگڑوں سے بیوی کے گھر والوں اور خاوند کے گھر والوں میں رنجشیں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں تو معاشرے کا امن بھی برباد ہوتا ہے۔ پس ایسے گھر جو ہیں جہاں اس قسم کی باتیں پیدا ہو رہی ہیں وہ اپنے گھروں کے امن و سکون کو بھی قائم رکھنے کی کوشش کریں بلکہ یہ فیصلہ کریں کہ ہم نے یہ کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جماعت کے ساتھ جوڑ کر جو فضل اور احسان کیا ہے اس کے شکرانے کے طور پر ہم اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے، اس کے احکام پر چلتے ہوئے ڈھالنے کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح جن عورتوں میں ذرا ذرا سی بات پر غصے کا پہلو غالب آجاتا ہے انہیں بھی اپنے بچوں کی تربیت کے لیے اپنی حالتوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس رمضان کو اس لحاظ سے بھی ممتاز بنالیں کہ اپنے گھروں کو بھی اس مہینے کی برکتوں سے ہم نے سنوارنا ہے۔ رمضان میں مسجدوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے تو تقویٰ جو مسجدوں کی اصل زینت ہے اس میں ہم نے بڑھنا ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ پر چلتے ہوئے ریاکاری اور تکبر اور رعونت وغیرہ سے بچنا ہے۔ جتنے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہم پر ہو رہے ہیں اتنا زیادہ ہمیں ان

باتوں کو سوچنا چاہیے کہ ہم ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ ان نمازیوں میں سے نہ بنیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر ان کی نمازوں کو ان کی ہلاکت کا موجب بنایا ہے بلکہ ان لوگوں میں ہمارا شمار ہو جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں، اس کے انعاموں کے وارث ہیں۔

یہ مرکز جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس کی اصل غرض تو دین کی ضروریات کے لیے استعمال کرنا ہے لیکن دنیا داری کے لحاظ سے بھی یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جو اس انعام سے اس نے ہمیں نوازا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہم اپنی کوشش سے اس کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ گویا اس مرکز کے ذریعے سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیاوی دونوں انعامات سے نوازا ہے۔ پس ہر پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرنی چاہیے۔ ایک دنیا دار جب اس سارے منصوبے کو دیکھتا ہے تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اور جب اسے پتا چلتا ہے کہ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ممکن ہوا ہے ورنہ ہم ایک چھوٹی سی جماعت ہیں جن کے دنیاوی وسائل بالکل محدود ہیں اور افراد جماعت کی قربانیوں سے یہ سب کچھ ہوتا ہے تو وہ مزید حیران ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو پھر یہ احساس ہوتا ہے کہ آج بھی وہ زندہ خدا ہے جو جن کی مدد کرنا چاہتا ہے وہ کرتا ہے، جن کو نوازنا چاہتا ہے ان کو نوازتا ہے۔

پس بظاہر ایک دنیا دار جو ہے اس کے اوپر اس ذریعہ سے بھی ہماری تعلیم کا اثر ہوتا ہے اور وہ اس لحاظ سے زیر تبلیغ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے وجود کو دکھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے قول و فعل ایسے ہوں جو دوسروں کو متاثر کریں۔ پس جس زاویہ سے بھی ہم لیں ہمارے سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے چلے جاتے ہیں اور جھکنے چاہئیں کہ اس نے ہمیں اپنے فضل سے ایک بستی آباد کرنے کی توفیق دی گو یہ ایک محلے کے برابر کی آبادی ہے بلکہ اس سے بھی چھوٹی ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اس کی اہمیت مرکز ہونے کے لحاظ سے اہم ہے۔ دنیا کے اس خطے میں اللہ تعالیٰ نے مرکز کی توفیق دی جو توحید سے خالی ہے بلکہ شرک سے بھرا ہوا ہے کہ یہاں سے ایک نئے عزم کے ساتھ توحید کو پھیلانے کا کام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے مشن کو پورا کرو اور پھر وہ دن بھی آئے جب بستیوں کی بستیاں اور شہروں کے شہر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے والے ہوں اور آج جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، بک دیتے ہیں اس کے بجائے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آنے میں فخر محسوس کرنے والے ہوں اور آپؐ پر درود بھیجنے والے ہوں۔

پس یہ ہماری ذمہ داری ہے، اور صرف اسلام آباد میں رہنے والوں کی نہیں، ارد گرد آ کر یہاں آباد ہونے والوں کی نہیں ہے بلکہ اس ملک میں رہنے والے ہر احمدی اور دنیا کے رہنے والے ہر احمدی کی ہے کہ وہ یہ کوشش کرے، یہ راستے تلاش کرے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے کو کس طرح لہرانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے دنیا کو کس طرح لانا ہے۔ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنا ہے۔ کس طرح خلیفۂ وقت کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے اس کا ہاتھ بٹانا ہے۔ دعاؤں سے، عمل سے کس طرح خلیفۂ وقت کی مدد کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کے مہینے میں اس مسجد کے افتتاح کی توفیق دے رہا ہے۔ پہلے

خلفاء کا تو مجھے علم نہیں لیکن میرے وقت میں یہ پہلا موقع ہے کہ رمضان کے مہینے میں مسجد کا افتتاح ہو رہا ہے۔

پس اس برکتوں والے مہینے اور دعاؤں کی قبولیت والے مہینے سے صحیح استفادہ کرتے ہوئے احمدیت کی ترقی اور دنیا کے اس خطے میں مرکز کی تعمیر کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے دعا کریں اور بہت دعا کریں کہ اس مرکز میں بھی وسعت پیدا ہوتی چلی جائے۔ اس کے اردگرد احمدی آبادی بھی پھیلتی چلی جائے۔ ہم لوگوں کے اسلام کی آغوش میں آنے کا نظارہ دیکھیں۔

تمام مخالفین کے منصوبوں کو پارہ پارہ ہوتے ہم دیکھیں۔ ربوہ جانے کے راستے بھی کھلیں اور قادیان جو مسیح کی تخت گاہ ہے وہاں واپسی کے راستے بھی کھلیں اور مکہ اور مدینہ جانے کے لیے راستے بھی ہمارے لیے کھلیں کہ وہ ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بستیاں ہیں اور اسلام کے دائمی مرکز ہیں اور اسلام کا اصل پیغام ان لوگوں کو بھی پہنچے، اور وہ قبول کرنے والے بھی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی تصدیق کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ جہالت کی وجہ سے تعصب رکھنے والوں کی آنکھیں بھی کھولے اور جو صرف شرارت کیلئے اور اپنے مقصد کیلئے عامۃ المسلمین کے دلوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کے خلاف تعصب سے بھر رہے ہیں ان کی پکڑ کے بھی اللہ تعالیٰ سامان کرے اور مسلمان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر جمع ہو کر امت واحدہ بن کر اسلام کی حقیقی تعلیم کا عملی نمونہ بننے والے ہوں اور جلد سے جلد غیر مسلم دنیا بھی اسلام کی جھنڈے تلے آئے۔

اس مسجد اور اس تمام تعمیراتی منصوبے کے بارے میں بھی کچھ تھوڑا سا بتا دوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جو مسجد ہے اس کا نمازیوں کی گنجائش کا جو ایریا ہے یہ تقریباً 314 مربع میٹر ہے یعنی 500 کے قریب نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہال ہے جس میں 1200 کے قریب ایک جگہ اور 110 کے قریب ایک جگہ لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ پھر ہال کے آگے اس کی انٹرنس پہ ایک کھلا، چھتا ہوا ایریا بھی ہے وہاں بھی تقریباً 300 آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں تو اس لحاظ سے یہاں جو گنجائش ہو گئی وہ تقریباً 1200 اور 300 = 1500۔ کل دو ہزار سے اوپر کی گنجائش ہو گئی۔ اسی طرح جو میں نے بتایا کہ گھر بن گئے ہیں، دفاتر بن گئے ہیں، آفس کے بلاکس تو تین ہیں لیکن اس میں تقریباً پانچ دفاتر بن گئے ہیں۔ امید ہے کہ ایم۔ ٹی۔ اے کے سٹوڈیو وغیرہ کے لیے بھی وہاں جگہ میسر آجائے گی وہ بھی بن جائیں گے۔ پھر ساری سہولیات غسل خانوں وغیرہ کی بھی میسر ہیں۔ پھر یہ ہے کہ سولر انرجی کے پینل بھی ہر جگہ لگے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ زمانے کی جو تمام سہولیات ہیں وہ میسر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ منصوبہ ایسا ہے کہ باوجود بہت بڑا ہونے کے اس کے لیے کوئی علیحدہ سے مالی تحریک نہیں کی گئی اور جہاں تک میرا علم ہے یہ پہلا منصوبہ ہے جو بغیر کسی علیحدہ تحریک کے اپنی تکمیل کو پہنچا ہے اور مسجد کا جو یہ ڈیزائن ہے بعضوں کو اچھا لگتا ہے بعضوں کو نہیں لیکن بہرحال ماہرین کے نزدیک یہ ہے کہ اس میں ڈیزائن ایسا ہے کہ بجلی کی بھی بچت ہے اور انرجی کی بھی بچت ہے اور اس کے علاوہ جو تعمیر ہے وہ بھی ماہرین کے نزدیک عام تعمیر کی نسبت سستی ہے اور مسجد کے اندر جو کیلی گرافی کی گئی ہے یہ اتنی زیادہ کیلی گرافی پہلے ہماری مساجد میں نہیں تھی لیکن

کیونکہ اس مسجد کا ڈیزائن ایسا تھا اس لیے میں نے ان کو کہا کہ کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور نام جو ہیں وہاں لکھے جائیں کوئی حرج نہیں ہے اس کے لیے رضوان بیگ صاحب جو جلسے کے دنوں میں قرآن پراجیکٹ بھی کرتے ہیں انہوں نے بڑی مدد کی۔ انہوں نے لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے اور ساتھ ان کے ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر عامر سفیر نے بھی بڑی مدد کی ہے۔ پھر دو ہمارے مربی تھے ایک کینیڈا سے اس سال پاس ہوئے۔ اب آئے ہوئے تھے باسل بٹ وہ اور موسیٰ ستار اور مصور دین انہوں نے ایک ایک لفظ کو، حرف کو (لفظ کو نہیں حرف کو) لے کے جوڑ کے اور سپیشل گلو سے پھر لگایا ہے۔ بڑی محنت کا کام تھا جو ان سب نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔ اسی طرح آڈیو اور وڈیو جو ہے اس کے لیے یو۔کے کی جو ٹیم ہے اور ہماری ایم۔ٹی۔اے کی ٹیم انہوں نے بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے۔ تعمیر کا جو منصوبہ تھا اس میں ایک مرکزی کمیٹی بنائی گئی تھی جو وقتاً فوقتاً جائزہ لیتی رہی اور مستقل نگرانی کرنے والے بھی دو شامل کیے تھے۔ ان میں ایک تو وقف عارضی کے ادریس صاحب تھے اور ایک مستقل وقف نو انجنیئر ہیں۔ ہمارے واقف زندگی فاتح انہوں نے مستقل نگرانی بھی رکھی ہے۔

بعض کمیاں خامیاں ہوتی ہیں لیکن بہر حال عمومی طور پر نگرانی کی گئی اور ابھی تک کام کروا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کمیٹی کے ممبر جو یہاں آ کے والنٹیئر کرتے رہے اور اپنا وقت دیتے رہے اور ممبر بھی تھے وہ چوہدری ظہیر صاحب ہیں انہوں نے بڑا اچھا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے۔ ذاتی دلچسپی لے کے اپنے تجربے سے انہوں نے بہت سارے کام ٹھیک کروائے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ اس منصوبے کے لیے کوئی تحریک نہیں کی گئی اور یہ بہت بڑا منصوبہ تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے ممالک میں بھی خاص طور پر قادیان میں بھی اور مالی میں بھی اور تنزانیہ وغیرہ میں بھی بڑے منصوبے چل رہے تھے۔ بعض دفعہ مجھے فکر ہوتی تھی کہ کہیں کوئی منصوبہ کچھ دیر کے لیے روکنا نہ پڑے لیکن اللہ تعالیٰ پھر اپنا فضل فرما دیتا تھا اور تمام منصوبے مکمل ہوتے چلے گئے۔

تنزانیہ میں بھی ایک ملٹی سٹوری بلڈنگ بنائی گئی ہے جس میں بہت سارے آفس اور دوسری چیزیں ہیں۔ نئی مسجد بنی ہے۔ ایک پورا کمپلکس بنایا گیا ہے۔ مالی میں بھی بہت بڑی مسجد بنائی ہے۔ دوسری عمارات بنی ہیں۔ ایک بڑا اچھا اور مکمل کمپلکس ہے جو بھی وہاں دیکھتا ہے بڑی تعریف کرتا ہے۔ مالی میں تو لوگ اب یہ باتیں کرتے ہیں کہ اتنی بڑی مسجد اور دوسری عمارتیں جو بنائی گئی ہیں تو یہ لگتا ہے کہ کوئی بہت بڑی امیر جماعت ہے۔

دنیاوی لحاظ سے تو ہم امیر نہیں ہیں لیکن ہماری اصل امارت جو ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امیر بنایا ہے۔ پس جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو مانگتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے فضل نازل فرماتا چلا جائے گا۔ اس کے حق ادا کرتے چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فضل نازل فرماتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

گذشتہ دنوں امریکہ سے ایک ڈاکٹر صاحب وقف عارضی پہ مالی گئے ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں

ایئرپورٹ سے جارہا تھا تو میں نے دور سے ایک بڑی خوبصورت مسجد دیکھی اور ایک بہت بڑی بلڈنگ دیکھی تو میں نے اپنے ڈرائیور سے پوچھا یہ کس کی مسجد ہے؟ کسی نے بہت خوبصورت بنائی ہوئی ہے۔ تو انہوں نے کہا یہ احمدیوں کی مسجد ہے اور یہیں تو آپ جارہے ہیں۔ تو ہر دیکھنے والا اس کی تعریف کرتا ہے۔

بہت بڑا منصوبہ تھا جو اللہ کے فضل سے مکمل ہوا اور وہاں یہ پلاننگ وغیرہ یہاں سے احمدیہ آرکیٹکٹ انجینئرز ایسوسی ایشن نے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے انہوں نے یہ کام کیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ فضل فرماتا رہے اور آئندہ بھی جو منصوبے چل رہے ہیں وہ بھی تکمیل کو پہنچیں اور اللہ تعالیٰ مزید منصوبے مکمل کرنے کی توفیق بھی دیتا رہے۔

اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر جماعت کو جو مالی قربانی کی توفیق دی ہے اسی قربانی سے یہ تمام منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں اور آئندہ بھی پہنچیں گے ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمام افراد جماعت کی مالی استطاعت کو بھی بڑھاتا چلا جائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ اس لحاظ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ منصوبے کسی خاص تحریک کے بغیر ہیں اور کیونکہ جماعت کے عمومی بجٹ میں سے بھی ہیں اس لیے تمام دنیا کی جماعتیں اس میں شامل ہیں اور کوئی تخصیص نہیں کہ کس نے زیادہ دیا کس نے کم دیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت عطا فرماتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ جون 2019ء جلد 26 شمارہ 25 صفحہ 05 تا 09)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24 رمئی 2019ء بمطابق 24 رہجرت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (ٹلفورڈ، سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ۔ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ۔ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا۔ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ۔ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ۔ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (سورۃ النور: 52 تا 58)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں سورۂ نور کی آیات ہیں اور 'آیتِ استخلاف' یعنی وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں خلافت کا سلسلہ جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، اس آیت سے پہلے کی بھی آیات ہیں اور بعد کی بھی آیات اور ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور حکموں پر عمل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر یہ ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ خلافت کا انعام دینے کا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ خوف کی حالت کو امن میں بدلے گا اور دشمنوں کو ان کے انجام تک پہنچائے گا۔ ان آیات کا ترجمہ یوں ہے کہ

مومنوں کا جواب جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں یہ ہوا کرتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی لوگ کامیاب ہوا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں وہ بامراد ہو جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ اللہ کی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تُو ان کو حکم دے تو وہ فوراً گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ کہو قسمیں نہ کھاؤ۔ ہمارا حکم تو تمہیں صرف ایسی اطاعت کا ہے جو معروف اطاعت ہے جو عرفِ عام میں اطاعت سمجھی جاتی ہے۔ اللہ اس سے جو تم کرتے ہو یقیناً خبردار ہے۔ تو کہہ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ پھر

جائیں تو اس (رسول) پر صرف اس کی ذمہ داری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے اور تم پر اس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف بات کو کھول کر پہنچا دینا ہے۔ اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسبِ حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ ان کے لیے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لیے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیے جائیں گے۔ اور تم سب نمازوں کو قائم کرو اور زکوتیں دو اور اس رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور (اے مخاطب) کبھی خیال نہ کر کہ کفار زمین میں ہمیں اپنی تدبیروں سے عاجز کر دیں گے اور ان کا ٹھکانا تو دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (ترجمہ از تفسیرِ صغیر)

پس ہر بات اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان فرما دی کہ تم ہزار دعویٰ کرو کہ تم مومن ہو، ایمان لانے والے ہو لیکن جب تک ہر امتحان اور ہر آزمائش میں ثابت قدم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر شرح صدر اور کامل یقین سے عمل نہیں کرو گے کامیابی نہیں مل سکتی۔ پس حقیقی کامیابی پانے کے لیے اور بامراد ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے کہ کہیں وہ میرا پیارا محبوب خدا میرے کسی عمل سے مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ اور اسی طرح تقویٰ پر قائم ہونا ضروری ہے کہ ہر نیکی اور اعلیٰ اخلاق کو اس لیے کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ جب یہ ہو گا تو پھر کامیابیاں بھی ملیں گی اور اللہ تعالیٰ کی امان بھی حاصل رہے گی۔ اگر ہم جائزہ لیں تو اکثر موقع پر یہ نظر آئے گا کہ اطاعت کے وہ معیار حاصل نہیں کرتے جو ہونے چاہئیں۔ اگر کسی بات پر عمل کر بھی لیں تو بڑی بے دلی سے عمل ہوتا ہے جو مرضی کے خلاف باتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے جو حکم ہیں، ان آیات میں اتنی بار جو اطاعت کا حکم آیا ہے یہ خلافت کے جاری رکھنے کے وعدے کے ساتھ ان آیات میں آیا ہے گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ خلافت کا نظام بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات اور نظام کا ایک حصہ ہے۔ پس خلافت کی باتوں پر عمل کرنا بھی تمہارے لیے ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک حکم ہے بلکہ ایک قومی اور روحانی زندگی کے جاری رکھنے کے لیے مومنین کے لیے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ اپنی اطاعت کے معیار کو بڑھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جس نے میرے قائم کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور میری اطاعت کرنے والے نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور اسی طرح میرے امیر کی نافرمانی میری نافرمانی ہے اور میری نافرمانی خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاحکام باب قول اللہ تعالٰی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم حدیث 7137)

تو خلیفۂ وقت کی اطاعت تو عام امیر کی اطاعت سے بہت بڑھ کر ضروری ہے۔ دلی خوشی کے ساتھ کامل اطاعت کے نمونے ہمیں صحابہ کی زندگیوں میں کس طرح نظر آتے ہیں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔

ایک جنگ میں جنگ کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی گئی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی وجہ سے ان کو بدل دیا اور عین جنگ کی حالت میں ان کو بدلا گیا۔ تو بہر حال اس حالت میں خلیفۂ وقت کا حکم آیا کہ اب کمان حضرت ابو عبیدہ کریں گے، ان کو دے دی جائے۔

تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی عمدگی سے کمان کر رہے ہیں ان سے چارج نہیں لیا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ آپ فوری طور پر مجھ سے چارج لیں کیونکہ یہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے اور میں بغیر کسی شکوے کے یا دل میں کسی قسم کا خیال لائے بغیر کامل اطاعت کے ساتھ آپ کے نیچے کام کروں گا جس طرح آپ کہیں گے۔

(ماخوذ از تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 356-357 سنہ 13ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1987ء)

تو یہ اطاعت کا معیار ہے جو ایک مومن کا ہونا چاہیے نہ یہ کہ اگر کوئی فیصلہ خلاف ہو جائے تو شکوہ شروع کر دیں۔ کسی عہدے دار کو ہٹا کر دوسرے کو مقرر کر دیا جائے تو کام کرنا چھوڑ دیں۔ جو ایسا کرتا ہے نہ تو اس میں اطاعت ہے نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے نہ تقویٰ ہے۔

اب مجھے پتا لگا ہے کہ بعض صدران ایسے ہیں جنہوں نے نئے قاعدے کے مطابق، جون میں اپنی ٹرم ختم ہونے سے پہلے اس لیے کام چھوڑ دیا ہے کہ اب ہم کیوں کام کریں۔ کیا یہ صرف اس لیے کام کر رہے تھے کہ ہم نے اب مستقل عہدے دار رہنا ہے؟ انہوں نے جو ذمہ داریاں مئی جون کے مہینے میں نبھانی ہوتی ہیں اس پر توجہ نہیں دے رہے۔ ایک تو ایسی سوچ اپنے دینی کام میں خیانت ہے۔ دوسرے یہ باغیانہ سوچ ہے اور اپنے آپ کو خلافت کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکالنے والی بات ہے کیونکہ اب خلیفۂ وقت نے اس قاعدے کو منظور کر لیا ہے کہ صدر کی ٹرم چھ سال ہو گی اس لیے ہم بھی اب پوری طرح دل جمعی سے کام نہیں کریں گے۔ پس ایسے لوگوں کو تقویٰ سے کام لینا چاہیے اور خوفِ خدا کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر بیعت اس نکتے پر لی تھی کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند۔

(صحیح البخاری کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس؟ حدیث 7199)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہو گی نہ کوئی عذر ہو گا اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امامِ وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ ..... حدیث 1851)

پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے امامِ وقت کی بیعت کی اور ان جاہلوں میں شامل نہیں ہوئے جو امامِ وقت کے انکاری ہیں۔ لیکن اگر ہمارے عمل اس قبول کرنے کے بعد بھی جہالت والے رہے تو اپنے آپ کو عملاً اس بیعت سے باہر نکالنے والی بات ہو گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے بھی باہر نکل رہے ہوں گے۔

پس بیعت کے بعد اپنی سوچوں کو درست سمت میں رکھنا اور کامل اطاعت کے نمونے دکھانا انتہائی ضروری ہے۔ زمانے کے امام نے اپنی بیعت میں آنے والوں کے معیار کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ ایک موقعے پر

آپؑ نے فرمایا کہ: "ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے۔ محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ "یعنی عملی حالت اگر اس تعلیم کے مطابق نہیں تو صرف نام لکھوا کر جماعت میں شامل ہونے والی بات ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اصل میں میری نظر میں تو وہ جماعت میں نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں "..... اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد 4 صفحہ 439)

اور وہ تعلیم یہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ "فتنہ کی بات نہ کرو۔ شر نہ کرو۔ گالی پر صبر کرو۔ کسی کا مقابلہ نہ کرو۔" یعنی لغو اور بیہودہ باتوں میں مقابلہ نہ کرو۔ ان باتوں میں مقابلہ نہ کرو کہ اب فلاں عہدے دار بن گیا تو مَیں نے اطاعت نہیں کرنی یا مجھے ہٹایا گیا تو میں نے اطاعت نہیں کرنی۔ فرمایا اور "جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔" عام معاملات میں بھی، روزمرہ معاملات میں بھی، لڑائی جھگڑوں میں بھی، اگر فضولیات پہ، لغویات پہ کوئی مقابلہ ہوتا بھی ہے، تب بھی صَرفِ نظر کرو بلکہ نہ صرف صَرفِ نظر کرو بلکہ نیکی سے پیش آؤ۔ فرمایا کہ "شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔" خوش اخلاقی سے بات کرو۔ نرم زبان استعمال کرو۔ اس کا اچھا نمونہ دکھاؤ۔ "سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا۔ مقدمات میں سچی گواہی دو۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہو جاوے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 413)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ بڑی پکّی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تُو حکم دے تو ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔ جب حکم دو تو اس پر پورے نہیں اترتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم زیادہ قسمیں نہ کھاؤ۔ بڑے بڑے وعدے نہ کرو۔ اگر معروف اطاعت کر لو، ایسی اطاعت جو عرفِ عام میں اطاعت سمجھی جاتی ہے تو ہم سمجھیں گے کہ تم نے حکم مان لیا ورنہ صرف منہ کے دعوے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے بھی باخبر ہے اور تمہارے دلوں کی حالت سے بھی باخبر ہے۔ پس عام اطاعت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرو۔ اس کی عبادت بھی سنوار کر کرو۔ آج کل رمضان میں جو توجہ پیدا ہوئی ہے اس کو جاری رکھو اور قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اس کے بندوں کے حق بھی ادا کرو اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ ہر قسم کے فتنے سے بچو۔ ہر قسم کے شر اور لڑائی اور جھگڑے سے بچو۔ اپنے اخلاق عمدہ کرو۔ ایسے اعلیٰ اخلاق ہوں کہ احمدی اور غیر احمدی میں فرق صاف نظر آنے لگ جائے۔ سچائی پر ہمیشہ قائم رہو۔ غرض کہ تمام قسم کی نیکیاں کرنا ضروری ہے اور یہی معروف اطاعت ہے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اسی بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا ہے اور اپنی جماعت کے افراد کے لیے حکم دیا ہے۔ اور خلافتِ احمدیہ بھی ان باتوں کے کرنے کی طرف ہی توجہ دلاتی

رہتی ہے۔ گذشتہ 111 سال ہو گئے خلافت کی طرف سے انہی باتوں کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ انتظامی معاملات میں بھی کامل اطاعت کا نمونہ دکھاؤ۔ صرف دینی یا روحانی معاملات میں نہیں۔ جیسا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دکھایا تھا اور اس جھگڑے میں نہ پڑو کہ یہ بات معروف کے زمرے میں آتی ہے یا نہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کے خلاف کوئی بات ہے تو وہ یقیناً غیر معروف ہے۔ پس یہ جو ہم عہد میں دوہراتے ہیں کہ خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا اس سے ہر ایک اپنی خود ساختہ تشریح معروف فیصلہ کی نہ نکالنے لگ جائے کہ یہ فیصلہ معروف ہے اور یہ نہیں ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ نہیں کہا تھا کہ عین جنگ کے درمیان جب فوجیں آمنے سامنے ہیں اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی حکمت عملی بھی بہت اچھی تھی اور مسلمانوں کو فائدہ بھی ہو رہا تھا اس وقت حضرت عمرؓ کا حکم جو آیا وہ غیر معروف تھا۔ نہیں بلکہ انہوں نے کامل اطاعت کے ساتھ ابو عبیدؓ کے زیرِ کمان ایک عام کمانڈر کی حیثیت سے، فوجی کی حیثیت سے لڑنے کو ہی برکت سمجھا۔ جو لوگ معروف اور غیر معروف کے الجھاؤ اور چکروں میں پڑ جاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ

"ایک اور غلطی ہے وہ اطاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے۔" لوگ خود ہی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ جو ہم معروف نہیں سمجھتے اس لیے اس میں اطاعت نہ کریں۔ آپؓ نے فرمایا کہ "یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی آیا ہے۔" جیسا کہ فرمایا۔ "وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ۔" اور نہ ہی معروف امور میں تیری نافرمانی کریں گے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں کہ "اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمدؐ رسول اللہ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔" آپؐ کے عیبوں کی یا کمزوریوں کی نعوذ باللہ کوئی فہرست بنائی ہوئی ہے۔ یعنی کوئی ایسی فہرست بنائی ہوئی ہے جن سے یہ پتا چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حکم معروف ہیں اور یہ نعوذ باللہ غیر معروف ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "اسی طرح حضرت صاحب" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام "نے بھی شرائطِ بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے۔ اس میں ایک سِرّ ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 75-76)

اور وہ یہی راز ہے کہ نبی اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق حکم دیتے ہیں اور جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعے پر اس لفظ کی اس طرح تشریح فرمائی ہے کہ یہ نبی ان باتوں کا حکم دیتا ہے جو خلافِ عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں بیان فرما دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دی۔ تمام اوامر و نواہی، کرنے والی باتیں اور نہ کرنے والی باتیں کھول کر بیان فرما دیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی پیروی کریں گے وہی نجات پائیں گے۔ جو ان باتوں پر عمل کریں گے وہی نجات پائیں گے۔ پس ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت کی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں شریعت اور سنت کے مطابق ہی احکام دیے جاتے ہیں اور دیے جاتے رہیں

گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اگر اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ اس سے ہٹ کر کوئی نجات کا راستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ کا خلافت جاری رہنے کا وعدہ ہے۔ نیک اعمال ان کے ہی نہیں ہیں جو صرف اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اپنی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہیں اور ہر قسم کے شرک سے بچتے ہیں۔ صرف ظاہری شرک نہیں بلکہ دنیاوی خواہشات اور ان کے پیچھے پڑ کر دین کو ثانوی حیثیت دینے کی حالت بھی شرک کی حالت ہے۔ بے شک یہ بہت بڑی نیکیاں ہیں لیکن ساتھ ہی اطاعت جو ہے وہ بہت ضروری ہے۔

پس خلافت کا جو وعدہ ہے اگر اس کے فیض سے صحیح فائدہ اٹھانا ہے تو پھر نہ صرف اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ضروری ہے۔ دنیاوی خواہشات کے شرک سے بچنے کی بھی ضرورت ہے۔ خلیفۂ وقت کی کامل اطاعت کرنی بھی ضروری ہے ورنہ پھر نافرمانوں میں شمار ہو گا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل میں تو پھر بیعت سے باہر ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں کی جماعت، خلافت سے وابستہ رہنے والوں کی جماعت نمازوں کو قائم رکھنے والی جماعت ہے۔ نمازوں کے قیام کی طرف توجہ دینے والی ہے۔ مسجدوں کو آباد کرنے والی ہے اور زکوٰۃ دینے والی ہے۔ اپنے اموال کا تزکیہ کرنے والی ہے۔ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کی خاطر مالی قربانیاں دینے والی ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر حتی الوسع عمل کرنے والی ہے اور جب یہ حالت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کرنے کے لیے اپنی حالتوں کو سنوارنے کی ضرورت ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا رحم ہمیں اپنی رحمانیت اور رحیمیت کی چادر میں لے لے گا تو پھر دشمن کا ہر مکر اس پر الٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے بدترین انجام کو پہنچے گا۔ ان شاء اللہ۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لیے ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک ہم میں اطاعت کا مادہ ہے۔ کس حد تک ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم اپنی عبادتوں کو سنوار رہے ہیں۔ کس حد تک سنت پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہماری اطاعت کے معیار ہیں۔ یہ جائزے خود ہمیں اپنے آپ سے لینے چاہئیں۔

اب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بعض باتیں پیش کروں گا جو آپؓ نے مختلف وقتوں میں بیان فرمائیں کہ کس طرح جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی وفات کے بعد ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑا جو ہر ایک کو بے چین کر رہے تھے اور پھر خلافت نے سکون بخشا۔ وہ لوگ جو بعد میں خلافت کی بیعت سے ہٹ گئے اور پیغامی یا غیر مبائع کہلائے ان کا پہلے کیا رویہ تھا اور پھر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے بعد کیا رویہ تھا؟ پہلے اور پھر بعد میں کس قسم کے ان کے خیالات تھے؟ پھر دشمن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد کس طرح خوش تھا لیکن حضرت خلیفہ اولؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد کس طرح کھسیاہٹ کا اظہار کیا اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد مخالفینِ احمدیت کو ایک اَور امید پیدا ہوئی کہ اب جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت کو کس طرح سنبھالا اور پھر کس طرح خوف کی

حالت کو امن کی حالت میں بدلا؟ یہ چند تاریخی حوالے ہیں جو نوجوانوں اور کم علم والوں کی ایمان میں مضبوطی کے لیے بھی ضروری ہیں یہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور اس لیے بھی ضروری ہیں کہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ تاریخ سے بھی آگاہی ہونی چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت مسلمانوں کی جو حالت تھی وہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے وقت بھی، وصال کے وقت بھی ہمارا یہ حال تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت بھی جماعت کی ذہنی کیفیت وہی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہؓ کی تھی۔ چنانچہ ہم سب یہی سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابھی وفات نہیں پاسکتے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کبھی ایک منٹ کے لیے بھی ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہو جائیں گے تو کیا ہو گا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بچہ نہیں تھا بلکہ جوانی کی عمر کو پہنچا ہوا تھا۔ میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ میں ایک رسالے کا ایڈیٹر بھی تھا مگر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کبھی ایک منٹ، بلکہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پاجائیں گے حالانکہ آخری سالوں میں متواتر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے الہامات ہوئے جن میں آپؑ کی وفات کی خبر ہوتی تھی۔ اور آخری ایام میں تو ان کی کثرت اَور بھی بڑھ گئی تھی مگر باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے الہامات ہوتے رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ بعض الہامات وکشوف میں آپؑ کی وفات کے سال اور تاریخ وغیرہ کی بھی تعیین تھی اور باوجود اس کے کہ ہم الوصیت میں پڑھتے تھے، ہم یہی سمجھتے تھے کہ یہ باتیں شاید آج سے دو صدیاں بعد پوری ہوں گی۔ اس لیے اس بات کا خیال بھی دل میں نہیں گزرتا تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پاجائیں گے تو کیا ہو گا۔ اور چونکہ ہماری حالت ایسی تھی کہ ہم سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے سامنے فوت ہی نہیں ہو سکتے اس لیے جب واقعہ میں آپؑ کی وفات ہو گئی تو ہمارے لیے باور کرنا مشکل تھا کہ آپؑ فوت ہو چکے ہیں۔

چنانچہ آپؓ لکھتے ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جب آپؑ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو چونکہ ایسے موقعے پر بعض دفعہ ہوا کے جھونکے سے کپڑا ہل جاتا ہے یا بعض دفعہ مونچھیں ہل جاتی ہیں، (بال ہل جاتے ہیں) اس لیے بعض دوست دوڑتے ہوئے آتے اور کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو زندہ ہیں۔ ہم نے آپؑ کا کپڑا ہلتے دیکھا ہے، یا مونچھوں کے بالوں کو ہلتے دیکھا ہے اور بعض کہتے کہ ہم نے کفن کو ہلتے دیکھا ہے۔

اس کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعش کو قادیان لایا گیا تو اسے باغ میں ایک مکان کے اندر رکھ دیا گیا۔ کوئی آٹھ نو بجے کا وقت ہو گا، (یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہ وفات کے بعد تو ہم سب کی یہ حالت تھی پھر کہتے ہیں جب نعش قادیان پہنچی ہے آٹھ نو بجے کا وقت ہو گا تو) خواجہ کمال الدین صاحب باغ میں پہنچے اور مجھے علیحدہ لے جا کر کہنے لگے کہ میاں! کچھ سوچا بھی ہے کہ اب حضرت صاحبؑ کی وفات کے بعد کیا ہو گا۔

میں نے کہا کچھ ہونا تو چاہیے مگر یہ کہ کیا ہو اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ کہنے لگے کہ میرے نزدیک ہم سب کو حضرت مولوی صاحب، (حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کر لینی چاہیے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت کچھ عمر کے لحاظ سے بھی اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ میرا مطالعہ باوجود اس کے کہ مطالعہ کرتا تھا لیکن پھر بھی کم تھا مَیں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ کہیں نہیں لکھا کہ آپؑ کے بعد کسی اَور کی بھی بیعت کر لیں اس لیے حضرت مولوی صاحبؓ کی ہم کیوں بیعت کریں؟ آپؓ لکھتے ہیں گو الوصیت میں اس کا ذکر تھا مگر اس وقت میرا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس پر میرے ساتھ بحث شروع کر دی اور کہا کہ اگر اس وقت ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی گئی تو ہماری جماعت تباہ ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی تو یہی ہوا تھا کہ قوم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ (یہ بڑی اہم بات ہے کہ اس وقت خواجہ صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی اور آپؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ پھر خواجہ صاحب نے کہا کہ) اس لیے اب بھی ہمیں ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیے اور اس منصب کے لیے حضرت مولوی صاحبؓ سے بڑھ کر ہماری جماعت میں اور کوئی شخص نہیں۔ پھر خواجہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کی بھی یہی رائے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تمام جماعت کو مولوی صاحب کی بیعت کرنی چاہیے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ آخر جماعت نے متفقہ طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ لوگوں سے بیعت لیں۔ اس پر باغ میں تمام لوگوں کا اجتماع ہوا اور اس میں حضرت خلیفہ اولؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ مجھے امامت کی کوئی خواہش نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی اَور کی بیعت کر لی جائے۔ چنانچہ آپؓ نے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آپؓ نے اس سلسلے میں پہلے میرا نام لیا، پھر ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحبؓ کا نام لیا، پھر ہمارے بہنوئی نواب محمد علی خان صاحبؓ کا نام لیا۔ اسی طرح بعض اَور دوستوں کے نام لیے لیکن ہم سب لوگوں نے متفقہ طور پر یہ عرض کیا کہ اس منصبِ خلافت کے اہل آپ ہی ہیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے آپؓ کی بیعت کر لی۔

(ماخوذ از خلافتِ راشدہ۔ انوار العلوم جلد نمبر 15 صفحہ نمبر 48 تا 50)

بلکہ بعض روایات کے مطابق تو خواجہ صاحب نے یہ اشتہار بھی، اعلان بھی شائع کروایا تھا کہ رسالہ الوصیت کی رُو سے ہمیں اپنا ایک واجب الاطاعت خلیفہ منتخب کرنا چاہیے اور اس کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا نام پیش کیا تھا۔ تو بہرحال یہ پہلے ان لوگوں کی ایک سوچ تھی۔ حالات کی وجہ سے اپنے مقاصد پورا کرنے کے لیے ہو سکتا ہے یہ سوچ ہو۔ ان لوگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت تو کر لی لیکن دل میں جو اطاعتِ خلافت کی سچی روح ہونی چاہیے وہ نہیں تھی اور دل میں کچھ اَور تھا۔ اس لیے اس تدبیر اور فکر میں بھی رہتے تھے کہ کس طرح خلافت پر انجمن کو بالا سمجھا جائے یا کیا جائے۔ اور پھر سب اختیار انجمن کے ذریعہ سے اپنے قبضے میں لے لیں۔ یہ بھی ان عمائدین کا خیال تھا۔ ان لوگوں کی اس نیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

ابھی آپؓ کی بیعت پر پندرہ بیس دن ہی گزرے تھے (یعنی خلیفہ اولؓ کی بیعت پر پندرہ بیس دن گزرے

تھے) کہ ایک دن مولوی محمد علی صاحب مجھے ملے اور کہنے لگے کہ میاں صاحب! کبھی آپ نے اس بات پر غور بھی کیا ہے کہ ہمارے سلسلے کا نظام کیسے چلے گا؟ میں نے کہا اس پر اب اور غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے حضرت مولوی صاحبؓ کی بیعت جو کر لی ہے۔ وہ کہنے لگے وہ تو ہوئی پیری مریدی۔ سوال یہ ہے کہ اس سلسلے کا نظام کس طرح چلے گا۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو اب یہ بات غور کرنے کے قابل ہی نہیں کیونکہ جب ہم نے ایک شخص کی بیعت کر لی ہے تو وہ اس امر کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح سلسلے کا نظام قائم کرنا چاہیے۔ ہمیں اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر وہ خاموش تو ہو گئے مگر کہنے لگے کہ یہ بات غور کے قابل ہے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ۔ انوار العلوم جلد نمبر 15 صفحہ 50)

تسلی نہیں ہوئی۔ تو اس بات سے ان لوگوں کے اندرونی حالات کا پتا چل جاتا ہے۔ اندرونی دلی حالت کا پتا چل جاتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت بھی کسی مقصد کے لیے کی گئی تھی، دل سے نہیں۔ اس لیے دلوں کے امن بھی قائم نہیں رہے، سکون بھی قائم نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کا خلافت کی بیعت کے ساتھ امن کی حالت پیدا کرنے کا جو وعدہ ہے وہ ان میں پیدا نہیں ہو سکا۔ اطاعت جو تھی، کامل اطاعت اس کے اندر وہ رہنا نہیں چاہتے تھے اور اس روحانی نظام کو بھی دنیاوی نظام کی طرح چلانا چاہتے تھے اور پھر نتیجہ بھی دیکھ لیا کہ اب نام کے یہ لوگ رہ گئے ہیں۔ چند ایک یا شاید کہیں چند سو ہوں۔ بلکہ حقیقت میں چند ایک ہی کہنا چاہیے جو ان کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق ان کے ساتھ ہیں اور جو خلافت کے زیرِ سایہ جماعت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے 212 ممالک میں قائم ہو چکی ہے۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ دشمن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر جماعت کے مستقبل کے بارے میں کیا اظہار کیا کرتا تھا، حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اب یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا اور دشمن خوش تھا کہ چندہ آنا بند ہو جائے گا اور جماعت کی ترقی رک جائے گی کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی خاطر لوگ چندہ دیتے تھے۔ مگر جب لوگوں نے ایک دو سال کے بعد دیکھا کہ جماعت افراد کی تعداد کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے قربانی کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے اور اشاعتِ دین کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے تو انہوں نے یہ نئی بات بنالی کہ اصل میں مولوی نورالدین صاحب جماعت میں ایک بہت بڑے عالم ہیں اور سلسلے کی تمام ترقی کا انحصار انہی پر ہے اور مرزا صاحب کی زندگی میں بھی تمام کام مولوی صاحب ہی کرتے تھے گو ظاہر میں مرزا صاحب کا نام رہتا تھا۔ بلکہ آپؓ فرماتے ہیں کہ کئی مولوی طرز کے لوگ جو ظاہری امور کی قدر زیادہ کرتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی کہا کرتے تھے کہ اس سلسلے کو مولوی نور الدینؓ چلا رہے ہیں۔ انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد دیکھا کہ مولوی صاحبؓ کے زمانے میں سلسلہ پہلے سے زیادہ ترقی کر رہا ہے تو دوسرا گروہ جو مولویوں کا تھا انہوں نے اپنی بات کو بالکل پلٹا اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا، خوش ہو کر یہی کہنا شروع کر دیا کہ ہم نہیں کہتے تھے کہ تمام کام مولوی نورالدین صاحبؓ کر رہے ہیں۔ اس لیے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بھی کوئی

فرق نہیں پڑا اور مولوی صاحبؓ، حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی وجہ سے ہی جماعت چل رہی ہے۔
(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 21 صفحہ 413)

پھر ایک مولوی کا اس بارے میں ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ گجرات کے دوستوں نے مجھے سنایا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو ایک اہلِ حدیث مولوی نے ہمیں کہا کہ اب تم لوگ قابو آئے ہو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے۔ تم جو کہتے ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں، چاہے غیر شرعی نبی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نبوت ملی ہے لیکن کہتے تو یہ ہو کہ نبوت ہے تو نبوت کے بعد تو خلافت ہوتی ہے اور تم میں خلافت اب نہیں ہو گی۔ تم لوگ انگریزی دان ہو اس لیے خلافت کی طرف تم نہیں جاؤ گے۔ وہ دوست بتاتے ہیں کہ دوسرے دن تار موصول ہوئی، اس زمانے میں تاریں چلا کرتی تھیں، ڈاک خانے کے ذریعے تار جایا کرتی تھی۔ آج کل تو ایک سیکنڈ میں یہاں سے خبریں انٹرنیٹ کے ذریعے، فون کے ذریعے وائرل (viral) ہو جاتی ہیں، لیکن اس زمانے میں تار کا نظام تھا اور تار بھی دوسرے تیسرے دن بعض دفعہ پہنچتی تھی۔ تو بہرحال کہتے ہیں دوسرے دن تار موصول ہوئی کہ جماعت نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی بیعت کر لی ہے اور ان کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہے۔ جب احمدیوں نے اس مولوی کو بتایا تو کہنے لگا کہ نورالدین تو بڑا پڑھا لکھا آدمی ہے۔ اس لیے اس نے جماعت میں خلافت قائم کر دی۔ اگر اس کے بعد خلافت رہی تو پھر دیکھیں گے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خلیفہ اولؓ فوت ہوئے تو کہنے لگا کہ اُس وقت اَور بات تھی۔ اب کوئی خلیفہ بنے گا تو دیکھیں گے۔ دوست بتاتے ہیں کہ اگلے دن تار پہنچ گئی کہ جماعت نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ اس پر کہنے لگا۔ یار و تم بڑے عجیب لوگ ہو تمہارا کوئی پتا نہیں لگتا۔
(ماخوذ از نبوت اور خلافت اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جاتی ہیں، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 242)

مانا پھر بھی نہیں۔ تو اب بھی یہی کہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان میں حسد کی آگ مستقل لگی ہوئی ہے جیسا کہ میں پہلے بھی بعض دفعہ بتا چکا ہوں کہ انتخابِ خلافتِ خامسہ کے وقت ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ سارا کچھ نظارہ میں نے دیکھا ہے۔ لگتا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت تم لوگوں کے ساتھ ہے لیکن یہ نشان دیکھ کر بھی ماننے کے بجائے حسد اور مخالفت اور بغض میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ تو خلافت سے وابستہ جماعت کو ترقی دے رہا ہے۔ جماعتیں دنیا میں پھیل رہی ہیں اور دور دراز ملکوں میں بیٹھے ہوئے بھی خلافت سے وفا کا تعلق رکھے ہوئے ہیں اور اس میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خلافت اور جماعت سے جڑنے والوں کی رہ نمائی بھی فرماتا ہے اور ان کو خود اس خلافت کی طرف لے کر بھی آتا ہے۔ کس طرح لے کر آتا ہے؟ اس کی ایک دو مثالیں میں پیش کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت تمہارے ساتھ ہے تو اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کے ساتھ ہونے کی ایک مثال یہ ہے اور یہ اس لیے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام ہم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی تعلیم، اصل تعلیم کو ہم دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ گنی بساؤ ایک دور دراز ملک ہے۔ وہاں کی ایک معمر خاتون ہیں کہتی ہیں کہ

ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے مشنری انہیں ایک کتاب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری نجات اسی کتاب میں ہے۔ کہتی ہیں جب میں خواب میں کتاب کھولتی ہوں تو اس میں ایک تصویر بھی ہوتی ہے۔ میں مشنری سے پوچھتی ہوں کہ یہ کون ہیں تو وہ بتاتے ہیں کہ یہ خلیفۃ المسیح ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اب چنا ہے۔ کہتے ہیں اگلے دن وہ خاتون ہمارے مشنری کے پاس آئیں تو مشنری نے انہیں بتایا کہ آپ کی خواب تو کسی تعبیر کی محتاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی رہ نمائی کر دی ہے۔ اس پر وہ خاتون کہنے لگیں کہ خدا کی قسم! میں آج سے احمدی ہوں اور واقعی احمدیوں کا خلیفہ خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ یہ خلافت جو جاری ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ چنانچہ اسی وقت اس نے بیعت کر لی اور بیعت کرنے کے بعد تمام جماعتی پروگراموں میں وہ حصہ لیتی ہیں اور اپنی توفیق کے مطابق چندہ بھی دیتی ہیں اور بڑی بہادری کے ساتھ تبلیغ بھی کر رہی ہیں اور لوگوں کو بتاتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خود ان کی رہ نمائی کی۔

اسی طرح ایک مصری دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں انتہائی برائیوں میں مبتلا تھا، جھگڑالو قسم کا تھا اور ایم۔ٹی۔اے پر آپ کے خطبے دیکھ کر مجھے دین کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور پھر میں نے عہد کر لیا کہ میں احمدی ہو جاؤں گا کیونکہ یہی خلافت ہے جو ہماری صحیح رہ نمائی کر رہی ہے۔ اسی طرح بعض اور مثالیں ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں پر، مختلف ملکوں میں لوگوں کی رہ نمائی کر رہا ہے۔

مشنری انچارج صاحب کہتے ہیں کہ کیمرون کے شہر مروہ میں لوگ ایم۔ٹی۔اے دیکھتے ہیں اور ایم۔ٹی۔اے افریقہ جب سے شروع کیا گیا ہے بہت کثرت سے لوگ دیکھ رہے ہیں اور وہاں خاص طور پر خطبات کو ضرور سنتے ہیں اور خطبات کو سننے کے بعد ان میں ایک تبدیلی پیدا ہو رہی ہے اور جماعت کی طرف رجحان بھی بڑھ رہا ہے۔ اور جو احمدی ہیں وہ مضبوط ایمان بھی ہو رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ان کی کوشش ہے اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھیں، وابستہ کریں اور کامل اطاعت کے نمونے بھی دکھائیں۔ تو بہر حال یہ جو خلافت سے تعلق اور محبت ہے یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور جب تک خلافتِ احمدیہ سے یہ تعلق اور محبت رہے گی خوف کی حالت بھی امن میں بدلتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے تسلی کے سامان بھی پیدا فرماتا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

مختلف جگہوں پر جب میں دوروں پر بھی جاتا ہوں تو لوگ بتاتے ہیں، اس کے علاوہ بہت سارے خطوط بھی آتے ہیں کہ کس طرح ان کو احمدیت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت سے تعلق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور کس طرح ان کی ایسی حالتوں کو جہاں وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں تھے امن بھی عطا فرمایا۔ پس جو خلافت سے وابستہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر عمل کرتے رہیں گے، اپنی نمازوں کی حفاظت کریں گے، تزکیہ نفس اور تزکیہ اموال کرتے رہیں گے، اطاعت میں اعلیٰ معیار قائم کرتے رہیں گے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں گے۔ پس خلافتِ احمدیہ کے ذریعے ہی دنیا اب امّتِ واحدہ بننے کا نظارہ بھی دیکھ سکتی ہے اور اس کے بغیر نہیں۔ پس اس کے حصول کے لیے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دائمی طور پر حاصل کرنے کے لیے افرادِ جماعت کو، ہم میں سے ہر ایک کو ہمیشہ دعائیں کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس فیض کو ہم میں ہمیشہ جاری

رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم تمام دنیا کو مسلمان بنانے والے ہوں، امتِ واحدہ بنانے والے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

گذشتہ خطبے میں جو یہاں مسجد کا افتتاح کا خطبہ تھا، مَیں ایک ذکر کرنا بھول گیا تھا کہ اس مسجد کی جب بنیاد رکھی گئی تھی تو میں کینیڈا کے سفر پہ تھا شاید۔ شاید نہیں بلکہ تھا یا جارہا تھا اور جب انہوں نے تاریخ مقرر کی ہے اور جو تاریخ تھی وہ میرے سفر پر جانے کے بعد کی تھی تو بہرحال سفر کی وجہ سے اینٹ پے دعا کروا کے انہوں نے مجھ سے لے لی تھی اور پھر اس مسجد کی بنیاد 10/ اکتوبر 2016ء کو دعاؤں کے ساتھ مکرم عثمان چینی صاحب مرحوم نے رکھی تھی اور اس مسجد کی بنیاد کے ساتھ ہی اس سارے پراجیکٹ کی بھی تعمیر شروع ہوئی تھی۔ تو بنیاد اس مسجد کی مکرم عثمان چینی صاحب نے رکھی تھی اور اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چینی قوم کا بھی اس میں حصہ ہے اور اس لیے ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ چین میں بھی اسلام کو جلد پھیلانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

مکرم عثمان چینی صاحب کی بڑی خواہش تھی، ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ چین میں کسی طرح احمدیت اور اسلام کا حقیقی پیغام پہنچ جائے۔ ہمیں جہاں ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کرنی چاہیے وہاں چین میں بھی اور دنیا کے ہر ملک میں بھی احمدیت اور حقیقی اسلام کے پھیلنے کے لیے بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/ جون 2019ء جلد 26 شمارہ 26 صفحہ 05 تا 09)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 31 / مئی 2019ء بمطابق 31 / ہجرت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔ (الجمعۃ:10 تا 12)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ

اے مومنو! جب تم کو جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے (یعنی نماز جمعہ کے لیے) تو اللہ کے ذکر کے لیے جلدی جلدی جایا کرو۔ اور (خرید اور) فروخت کو چھوڑ دیا کرو۔ (اور) اگر تم کچھ بھی علم رکھتے ہو تو یہ تمہارے لیے اچھی بات ہے۔ اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو، اور اللہ کا فضل تلاش کیا کرو، اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب یہ لوگ تجارت یا کھیل کی بات دیکھتے ہیں تو تجھ سے الگ ہو کر اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تجھ کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ان سے کہہ دے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل کی بات بلکہ تجارت سے بھی اچھا ہے اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

آج اس رمضان کا آخری جمعہ ہے اور جیسا کہ عموماً لوگوں کا رجحان ہوتا ہے زیادہ لوگ اور خاص طور پر توجہ سے جمعہ کی نماز پہ حاضر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتفاق سے آج کل اکثر سکولوں میں بھی چھٹیاں ہیں، رخصتیں ہیں اس لحاظ سے بھی حاضری بہتر نظر آ رہی ہے اور عموماً نظر آتی بھی ہے۔

سورۂ جمعہ کے یہ آخری رکوع کی آیات ہیں جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے جمعوں کی اہمیت کے بارے میں کھول کر بیان فرما دیا۔ پس جمعے پر حاضری اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جمعہ کی نماز کی طرف بلایا جائے تو کسی قسم کی سستی نہ دکھاؤ بلکہ فوری توجہ دیتے ہوئے جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہو جاؤ چاہے جتنی بھی مصروفیت ہے، تجارت کا انتہائی وقت ہے اور اس وقت دنیاوی کام اور تجارت سے بے توجہگی جو ہے ایک کاروباری آدمی کے لیے لاکھوں کروڑوں کے نقصان پر منتج ہو سکتی ہے تو پھر بھی پروانہ کرو

اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں کے ممکنہ نقصان کی پروانہ کرتے ہوئے جمعے پر حاضر ہو جاؤ کیونکہ یہ جمعے کی نماز کی حاضری اور جامع مسجد میں جا کر جمعہ کی نماز ادا کرنا اور امام کا خطبہ سننا تمہارے لیے تمہاری تجارتوں سے، کاروباروں سے، دنیاوی کاموں سے، ہزاروں، لاکھوں گنا زیادہ بہتر ہے لیکن اس کا احساس اسے ہی ہو سکتا ہے جو اس کا صحیح فہم اور ادراک رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صحیح فہم و ادراک رکھنے والا یقیناً ان تجارتوں کو، کاروباروں کو ثانوی حیثیت دے گا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ جمعے کی نماز کے بعد پھر تمہیں آزادی ہے۔ جاؤ اور اپنے دنیاوی کاموں اور کاروباروں میں بے شک مصروف ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت عطا فرمائے گا لیکن یہاں پھر واضح فرما دیا کہ اپنی عبادتوں کو صرف جمعے تک ہی محدود نہیں رکھنا بلکہ خدا تعالیٰ تمہیں ہر وقت یاد رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ رکھو تو پھر تمہیں پہلے سے بڑھ کر کامیابیاں ملیں گی، دینی اور روحانی بھی اور دنیاوی بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے جب اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں تو اس بات کو بھی یاد رکھتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہم نے عصر کی نماز بھی پڑھنی ہے۔ کہ یہ بھی فرائض میں داخل ہے۔ مغرب کی نماز بھی پڑھنی ہے، عشاء کی نماز بھی پڑھنی ہے کہ یہ نمازیں فرائض میں داخل ہیں اور دنیاوی کاروبار ہوں یا دوسری نعمتیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ملتی ہیں۔ پس کامیابی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت سے ہی وابستہ ہے۔ یہ جمعہ کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش صرف رمضان تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ جہاں جیسا کہ ان آیات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تمام جمعوں کے بارے میں یہ ایک عمومی حکم ہے، خاص طور پر حکم ہے۔ عمومی بھی ہے اور خاص بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ جمعے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن تو عید کا دن ہے اور یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے اور کس طرح افضل ہے؟ فرمایا کہ اس عید کے لیے سورہ جمعہ ہے یعنی سورۃ جمعہ میں جمعہ کی خاص طور پر ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور پھر آپؑ نے جمعہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک یہودی کا ایک مکالمہ بھی بیان فرمایا کہ جب اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ جب یہ آیت اتری تو ایک یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے یا اگر ہم پر یہ آیت اترتی تو ہم اس دن عید کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جمعہ عید ہی ہے کیونکہ یہ آیت جمعہ کے دن اتری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 399)

جو عید اللہ تعالیٰ نے ہر ہفتے منانے کا حکم دیا ہے، جس میں دین کے مکمل ہونے کی خبر دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو تمام کرنے کی خوشخبری دی اس دن کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی اور سمجھتے ہیں کہ رمضان کے آخری جمعہ پر خاص توجہ سے حاضر ہو کر ہم تمام جمعوں کا ثواب لے لیں گے۔ پس بہت فکر کے ساتھ ہمیں اپنے

جمعوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ جس طرح رمضان کے آخری جمعہ کو اہمیت دی جاتی ہے اسی طرح سارا سال کے جمعوں کو اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر مومن کو اگر وہ حقیقی مومن ہے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ لیکن ہوتا کیا ہے ؟ بہت سے اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے اور دنیاوی کاروباروں اور دنیاوی دلچسپیوں میں اپنے جمعے ضائع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں پتا ہونا چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ان دنیاوی چیزوں اور دولتوں اور دلچسپیوں سے بہت بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے۔

پس یہ بہت اہم اور ہر مومن کے لیے قابلِ توجہ امر ہے اور خاص طور پر ہم جو اس زمانے کے امام کو مانتے ہیں ہمیں اس طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اصل مومن تو احمدی ہی ہیں جنہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 122-123)

پس یہ ماننا ایک ذمہ داری ڈالتا ہے کہ اپنے عمل بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کریں۔ دنیاوی خواہشات ہماری ترجیح نہ ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا اور رضا کو حاصل کرنا ہماری ترجیح ہو لیکن ہم میں سے بہت سے ہیں جو اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا تو کس لیے مانا تھا۔ آپؑ تو ہمیں خدا تعالیٰ سے تعلق میں مضبوط کرنے کے لیے آئے تھے۔ آپؑ تو اس لیے آئے تھے کہ سب ترجیحات سے زیادہ اور بڑی ترجیح اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کا پیار حاصل کرنا ہے یہ نہ ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور بھی اس وقت جائیں یعنی نماز اس وقت پڑھیں، دعاؤں کی طرف اس وقت توجہ ہو جب ہماری دنیاوی خواہشات پوری نہ ہو رہی ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ان خواہشات کو پورا کرنے کے لیے جھکیں۔

ہمیں یہی نہ پتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسے حاصل کرنے کی اہمیت کیا ہے اور ہم اپنی خواہشات اور دنیاوی ضروریات کو ہی اہمیت دینے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لیے پیدا کر دی ہے۔ مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے۔ اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا۔ پا چکے "ہو۔ "یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو۔" سعادت پانے کے قریب ہو گئے ہو۔" جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا۔ "جو منکرین ہیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ "اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسنِ ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی۔ لیکن "فرمایا کہ "سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لیے پیدا کیا ہے ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو۔ کہ وہ تمہیں سیر اب کرے۔" پانی پلائے اور اتنا پلائے کہ سیر اب ہو جاؤ" کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدُوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔" فرمایا کہ "یہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پیئے گا وہ ہلاک نہ ہو گا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیر اب ہونے کا کیا طریق ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم

پر قائم کیے ہیں اُن کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے دوسرا مخلوق کا۔"
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 184-185)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرما دیا کہ اپنے عمل خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق کریں اور مجھے ماننے کے بعد اپنی عبادتوں کے معیار بھی بلند کریں اور حقوق العباد کے معیار بھی بلند کریں اور اگر یہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اس طرح حاصل کرنے والے نہیں بن سکتے جو اس کا حق ہے۔ چشمے سے پانی پینے کے لیے اپنی ترجیحات ہمیں بدلنی ہوں گی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک موقعے پر فرمایا کہ حضرت صاحبؑ نے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس چشمے سے پانی پینا ابھی باقی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ اس کا مخاطب میں تو نہیں۔

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 126)

تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا جو مقام ہے وہ ہم سب پر واضح ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کو بہت عزت کا مقام دیا ہے۔ اگر آپؓ اس فکر میں ہیں تو ہمیں کس حد تک اور کس شدت سے اس کی فکر ہونی چاہیے کہ کس طرح ہم اس چشمہ سے پانی پینے کی کوشش کریں اور ہم کس طرح بیعت کا حق ادا کرنے والے بنیں۔

پس اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس بات کو سامنے رکھنا ضروری ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق ادا کر دیے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے تو ہماری پیدائش کا مقصد ہی عبادت مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں ہمارے مقصد کو واضح فرما دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کا آخری جمعہ پڑھ کر تم نے میرے حکم کی تعمیل کر دی اور میری عبادت کا حق ادا کر دیا بلکہ یہ فرمایا کہ یہ ایک مستقل عمل ہے جو تم نے اپنی ہوش میں آنے سے لے کر اس دنیا سے رخصت ہونے تک ادا کرنا ہے۔

پس سال کے ایک جمعے کو ہی کافی نہ سمجھو بلکہ ہر جمعہ ہی اہم ہے اور پھر جمعوں کی ادائیگی پر توجہ دلا کر اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ تم جمعہ ادا کر کے میرا حق ادا کرنے والے بن گئے اور یا نمازیں پڑھ کے میرا حق ادا کرنے والے بن گئے اور اس کا کوئی اللہ تعالیٰ کو فائدہ پہنچا ہے یا اللہ تعالیٰ کو ہماری نمازوں اور ہمارے جمعوں کی، ہمارے ذکر الٰہی کی ضرورت تھی بلکہ فرمایا کہ جب تم جمعوں پر آتے ہو، نماز پڑھتے ہو، خطبہ سنتے ہو اور اس دوران ذکر الٰہی کرتے ہو تو اس میں، ایسے وقت میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا مانگ رہا ہو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے حرام کے علاوہ جو بھی مانگے انسان، اللہ تعالیٰ اگر اس انسان کو وہ گھڑی میسر کر دے تو وہ دعا قبول کر لیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعة باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة حدیث 852)

اب یہ گھڑی، یہ وقت، یہ لمحہ کسی خاص جمعہ کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر جمعہ کے لیے ہے۔ پھر ایک موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعے کے دن جمعہ پڑھنا فرض کیا گیا ہے سوائے مریض کے، مسافر کے، عورت کے، بچے کے اور غلام

کے کیونکہ یہ سب مجبور ہیں، ان کی بعض مجبوریاں ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس نے لہو ولعب اور تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی برتی۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہی کا سلوک کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمد والا ہے۔

(کنز العمال جلد 7 صفحہ 726 کتاب الصلوٰۃ حدیث 21120 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

اللہ تعالیٰ کو تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نوازنا ایک مومن سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کی حمد کی جائے۔ پھر آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جمعے کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

(کنز العمال جلد 7 صفحہ 712 کتاب الصلوٰۃ حدیث 21057 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

اللہ تعالیٰ کے حکموں سے بڑھ کر اور حکموں پر عمل سے بڑھ کر کون سی نیکی ہے؟ پس جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اس کے حکموں پر عمل کرے جن میں سے ایک حکم جمعہ کے لیے آنا بھی ہے، نمازوں اور عبادتوں کی طرف توجہ بھی ہے تو ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ اور پھر کس قدر ثواب اللہ تعالیٰ ایک مومن کو دے رہا ہو گا، اس مومن کو جو نیکیاں اور عبادتیں اور جمعوں میں شمولیت صرف اور صرف اس لیے کر رہا ہو گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ کوئی دنیاوی خواہش ترجیح نہیں ہو گی۔ اور بلاوجہ جمعہ چھوڑنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انذاری ارشاد بھی ہے کہ جس کسی نے بلاوجہ جمعہ چھوڑا وہ اعمال نامے میں منافق لکھا جائے گا۔

(کنز العمال جلد 7 صفحہ 730 کتاب الصلوٰۃ حدیث 21144 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء)

پھر فرمایا جو سستی کرتے ہوئے تین جمعے لگاتار چھوڑے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشدید فی ترک الجمعۃ حدیث 1052)

پس بڑے خوف کا مقام ہے کیونکہ جب مہر لگ جائے تو پھر نیکیوں کی توفیق بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر بے دلی سے نمازوں پر آنا جمعوں پر آنا نفاق پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے اور بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک موقعے پر آپؐ نے فرمایا کہ جمعہ پڑھنے آیا کرو۔ ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے حالانکہ وہ جنت کا اہل ہوتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 752 مسند سمرۃ بن جندبؓ حدیث 20373 مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

بہت ساری نیکیاں کرتا ہے وہ جو اس کو جنت میں لے جا سکتی ہیں لیکن پیچھے رہتا رہتا جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ پس بے شمار مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں شمولیت کی تلقین فرمائی بلکہ بلاوجہ نہ شامل ہونے والوں کو انذار بھی فرمایا۔ کہیں ایک موقع پر بھی یہ نہیں فرمایا آپؐ نے کہ رمضان کا آخری جمعہ پڑھو تو اس لیے تم بخشے جاؤ گے۔ ہاں یہ ہم ضرور دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ ہم نے ابھی آپؐ کے ایک ارشاد میں دیکھا کہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ تجارت اور لہو ولعب دنیاوی مشاغل کی وجہ سے جمعہ چھوڑنے والے سے، جمعوں کی ادائیگی میں لاپرواہی کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ بھی لاپرواہی کا سلوک کرتا ہے اور صرف جمعوں ہی پر اکتفا نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عبادتوں کا حق ادا کرنا ایک مومن کی نشانی بتائی ہے، عبادتوں کا حق ادا کرنے والا اسے بتایا ہے جو ایک نماز سے دوسری نماز کی فکر میں رہتا ہے اور اس کے انتظار میں رہتا ہے اور ایک جمعے سے دوسرے جمعے کی فکر میں رہتا ہے اور

انتظار کرتا ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کی فکر میں رہتا ہے اور انتظار کرتا ہے نہ کہ دنیاوی خواہشات اور کاموں کے لیے اپنے جمعوں اور نمازوں کو ضائع کر دے۔

پس اپنی عبادتوں کی ہمیں فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی ترجیحات کو صحیح راستے پر لگانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لیے ایک کوشش کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لیے اس مقام کا ادراک ضروری ہے، صرف منہ سے کہہ دینے سے یہ حاصل نہیں ہو جاتا۔

لیکن اگر ہم غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے اصل مقام اور اس کی قدر و قیمت کا ہمارے عمل جو ہیں وہ صحیح پہچان نہیں رکھتے۔ ہماری عملی حالتیں ایسی نہیں کہ ہم کہہ سکیں کہ ہمیں بڑی پہچان ہے بلکہ ہماری دعائیں بھی ہماری ذاتی اغراض کے لیے ہوتی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کو پانے کے لیے ہوں تو پھر ان میں ایک مستقل مزاجی ہو۔ ہمارے دل صرف جمعوں کے لیے نہیں بلکہ پانچ نمازوں کے لیے بھی مسجدوں میں اٹکے ہوں لیکن جیسا کہ میں نے کہا ہمیں حقیقت میں اس کا ادراک نہیں ہے۔ ہم عارضی اور فوری ضرورت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور مستقل اور بڑی اور ہمیشہ رہنے والی ضرورت کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ نمازوں اور جمعوں کو ہم چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے عارضی دنیاوی مفادات کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے تو بعد میں معافی مانگ لیں گے تو اللہ تعالیٰ تو بخش دے گا، کیا فرق پڑتا ہے، یہ دنیوی کام تو کر لو۔ یہ گاہک ہاتھ سے نہ نکل جائے کہیں۔ ایک کاروباری شخص کہتا ہے۔ پھر پتا نہیں ایسا گاہک دوبارہ ملے گا کہ نہیں ملے گا۔ اگر اپنے کام کے لیے کسی افسر کے پاس گئے ہیں، اگر اس افسر کو اس وقت خوش نہ کیا جبکہ اس کا موڈ اچھا ہے اور اس کو یہ کہہ دیا کہ اوہو میری نماز کا وقت ہو گیا، جمعے کا وقت ہو گیا، میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں یا جمعہ پڑھنے جا رہا ہوں تو کہیں وہ افسر ناراض نہ ہو جائے اور میں اس کے فائدے سے محروم نہ ہو جاؤں۔ اگر یہ خیال آتا ہے تو ترجیحات بالکل مختلف ہیں۔ دنیا کی ترجیح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی ترجیح پر فوقیت حاصل کر رہی ہے اور اسی طرح کی بہت ساری خواہشات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر پھر ثانوی حیثیت رکھنے کی بجائے اول ترجیح بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیچھے چلا جاتا ہے اور دنیاوی خواہشات اوپر آ جاتی ہیں۔ اس وقت ہم بھول جاتے ہیں کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کو بھلا دیں اور اس کے حکموں کو دنیاوی خواہشات کے پیچھے کر دیں تو پھر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھر ایسے لاپرواہوں سے بھی لاپرواہی برتے گا اور باوجود جنت کا اہل ہونے کے اس لاپرواہی کی وجہ سے ایسا انسان جنت سے محروم ہو جائے گا۔ پس ایک مومن کا کام ہے کہ یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رکھے کہ میرے کاروبار بھی اور میرے کام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی بابرکت ہو سکتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی برکت ہے تو پھر میں پہلے اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی کوشش کیوں نہ کروں۔ پس اس اصول کو ہر ایک کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم یہ سمجھ لیں گے تو ہماری مسجدیں رمضان کے علاوہ بھی پانچ نمازوں کے وقت بھی آباد رہیں گی اور جمعوں پر بھی بھری رہیں گی بلکہ چھوٹی پڑ جائیں گی اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد ہے کہ آپؑ بندے کو خدا کے قریب کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور یہی ہماری بیعت کا مقصد ہے کہ ہم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے قریب کریں، اس سے تعلق جوڑیں اور اس کے صحیح عبد بن جائیں۔ ہماری

نمازیں، ہمارے جمعے، ہمارے روزے، ہماری عیدیں بھی خدا تعالیٰ کا قرب پانے اور اسے حاصل کرنے کے لیے ہوں۔ ہر سال رمضان کے روزے بھی اللہ تعالیٰ نے اسی لیے مقرر فرمائے ہیں کہ ایک مہینے میں خاص توجہ سے مومن اپنی نیکی اور عبادت کے معیار اونچے کرے اور پھر ان پر قائم رہے اور پھر اگلے رمضان میں اس سے اگلے قدم اور منازل ہوں۔ یہ نہیں کہ واپس دوبارہ وہیں آ جائے۔ یہ نہ ہو کہ رمضان کے بعد پھر پہلے والی حالت ہم پر طاری ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہی ہمیں بتایا ہے کہ اگر ہمارا آج ہمارے گذشتہ کل سے بہتر نہیں تو ہم حقیقی مومن نہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 138)

پس جمعہ کو وداع کہنے کے لیے ہم آج جمع نہیں ہوئے بلکہ اپنی نیکیوں میں، اپنی عبادتوں میں، اپنی اللہ تعالیٰ سے محبت میں بڑھے ہوئے قدم کو مضبوط کرنے اور اس کے لیے دعا کرنے کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اور یہ عہد ہمیں آج کرنا چاہیے کہ ہم نے اب آئندہ خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق میں بڑھنا ہے۔ ان شاء اللہ۔ اور یہ عہد اور دعا تبھی ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے قرب کی اہمیت کا بھی احساس ہو۔ اگر اس چیز کی قدر کا علم ہو، اگر اللہ تعالیٰ کو حقیقت میں سب طاقتوں کا مالک اور سرچشمہ اور سب کاموں کے بہترین انجام تک پہنچانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہو لیکن اگر کھیل کود اور دنیاوی تجارتوں کی قدر اللہ تعالیٰ کی قدر سے زیادہ ہے تو ان بچوں والا حال ہے جو ہیروں کی قدر نہیں کرتے اور اگر انہیں کہیں ہیرے مل جائیں تو اسے شیشے کی گولیاں سمجھتے ہیں اور بچوں کی جو بنٹوں کی کھیل ہوتی ہے، ایک دوسرے کے بنٹے پہ بنٹہ مارتے ہیں، ہاتھ سے گولی مارتے ہیں اور پھر یہ جس کے پاس زیادہ آ جائیں وہ جیتتا ہے۔ تو ان ہیروں سے بھی وہ کھیلنا شروع کر دیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک واقعہ بیان کیا۔ فرماتے ہیں کہ غالباً حج کے سفر میں جبکہ میں بمبئی میں جہاز کے انتظار میں تھا، اس زمانے میں سمندری سفر ہوا کرتے تھے، سمندری جہازوں پر سفر کیا جاتا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ایک دوست نے وہاں اس وقت مجھ سے ذکر کیا کہ چند روز ہوئے کوئی جوہری بازار میں سے جا رہا تھا کہ اس کے ہیرے گر پڑے۔ غالباً ایک سو پانچ ہیرے تھے اس میں جن میں سے بعض چھوٹے اور بعض بڑے تھے۔ اس نے پولیس کے مرکزی دفتر میں اطلاع دے دی جنہوں نے آگے تمام تھانوں کو، پولیس سٹیشنوں کو اطلاع دے دی کہ اس پر نظر بھی رکھی جائے اور تلاش کیا جائے۔ تو کچھ دنوں کے بعد ایک شخص ہیرے لے کر پولیس سٹیشن میں آیا اور کہا کہ میں نے بعض بچوں کو ان سے کھیلتے دیکھا ہے۔ تو ایک بچے سے جب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے تو سمجھا وہ شیشے کی گولیاں ہیں بنٹے ہیں، کاغذ میں لپٹی ہوئی پائی تھیں تو بہرحال اس نے انہیں پڑے دیکھا تو اسے گولیاں سمجھ لیں اور کھیلنے لگا جیسے بچے کھیلتے ہیں۔ جب اس سے پوچھا کہ باقی گولیاں کہاں ہیں تو اس نے کہا کہ میں نے وہ محلے والوں میں، باقی بچوں میں تقسیم کر دیں حالانکہ وہ کئی لاکھ کے ہیرے تھے مگر اس بچے کو اس کی کیا قدر ہو سکتی تھی۔ وہ شیشے کی گولیوں کی طرح ان سے کھیلنے لگا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آگے لکھا اگر اس کے باپ کو وہ ملتے تو شاید وہ ان کو چھپاتا پھرتا، شاید شہر چھوڑ کر بھی چلا جاتا اور کسی دوسرے شہر میں جا کر وہ فروخت کر دیتا مگر

بچے کی نظر میں اس کی کوئی قدر نہیں تھی۔ وہ اسے شیشے کی گولیاں سمجھتا تھا اور دوسرے بچوں میں تقسیم کرتا پھرتا تھا۔ اگر اسے مٹھائی کی گولیاں مل جاتیں تو وہ اس خوشی سے ان کو تقسیم نہ کرتا جس طرح اس نے یہ تقسیم کیں۔ جب دوسرے بچے یہ ہیرے مانگتے ہوں گے تو وہ کہتا ہو گا کہ میرے پاس یہ گولیاں ایک سو پانچ ہیں میں نے ان سب کو کیا کرنا ہے تو کچھ تم بھی لے لو اور بانٹ دیتا ہو گا لیکن اگر اسے میٹھی گولیاں ملتیں تو وہ کبھی دوسروں کو اس طرح نہ دیتا اور کہتا کہ میں خود کھاؤں گا۔ تو اس کے نزدیک مٹھائی کی گولیوں کی زیادہ قیمت تھی اور زیادہ کام کی چیز تھی وہ اور شیشے کی گولیوں کی اس کے نزدیک اتنی اہمیت اور قدر نہیں تھی۔

اسی طرح ایک اَور کہانی آپؓ نے بیان فرمائی کہ کوئی شخص جنگل میں جا رہا تھا۔ اس کا کھانا بالکل ختم ہو گیا حتّٰی کہ وہ بھوک سے بے تاب ہو گیا، زندگی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ اسے راستے میں ایک تھیلی پڑی ہوئی ملی۔ اس نے بڑے شوق سے یہ سمجھ کر اٹھالیا کہ شاید اس میں بھنے ہوئے دانے ہوں یا کوئی کھانے کی چیز ہو۔ وہ بے تاب ہو کر اس پر جھپٹا اور چاقو سے اسے کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ موتی ہیں۔ اس نے نہایت حقارت سے انہیں پھینک دیا۔ اس وقت اس کے نزدیک مٹھی بھر دانے یا روٹی کا ٹکڑہ زیادہ قیمتی تھا بہ نسبت ان موتیوں کے۔ تو چیز کی قدر اس کی ضرورت اور علم کے مطابق ہوتی ہے۔ پس بعض لوگ اپنے خیال اور ضرورت کے مطابق اہمیت کو دیکھتے ہیں، چھوٹی چیزوں کی تلاش میں نکلتے ہیں اور نہایت اہم باتوں اور چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 20 صفحہ 494-495 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 3 نومبر 1939ء)

یہ چیز دنیاوی خواہشات کے پورا ہونے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے مقابلے میں بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ دنیا کے بہت سے لوگ ہیں جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں اور اپنی دعاؤں کے مانگنے کی ترجیحات میں بھی اکثر لوگوں میں یہ بات نظر آتی ہے اور انسان صحیح ادراک نہ ہونے یا عدمِ علم کی وجہ سے اہم چیزوں کو پیچھے کر دیتا ہے اور کم اہمیت والی چیزوں کو انسان اپنے لیے بہت اہم سمجھتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے دعائیں مانگنے کی ترجیح کے حوالے سے بہت عمدہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ ان کا نکتہ بیان کرنے سے پہلے، میں بھی بیان کر دوں کہ مجھ سے بھی لوگ دعا کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ ہم دعا کرتے ہیں اور بڑی تڑپ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی۔ میں بہرحال ان کو جواب دیتا رہتا ہوں اور اس آیت کے مطابق دیتا ہوں جس کی وضاحت میں نے اپنے رمضان کے پہلے خطبہ میں بھی کی تھی جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور ان کی دعائیں سنتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس آیت کے حوالے سے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہاں دَعْوَةَ الدَّاعِ میں ہر پکارنے والا مراد نہیں ہے بلکہ وہ خاص پکارنے والے مراد ہیں جو دن کو اللہ تعالیٰ کی خاطر روزے رکھتے ہیں، فرض نمازیں ادا کرتے ہیں، ذکرِ الٰہی کرتے ہیں، اپنی نمازوں اور جمعوں کی حفاظت کرتے ہیں اور رات کو اضطراب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ بے شک الدَّاعِ کے معنے ہر پکارنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں لیکن یہاں کیونکہ رمضان کے حوالے سے بات ہو رہی ہے اس لیے یہاں ان لوگوں سے مراد ہے جو اپنی عبادتوں کو

خاص اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے پھر اپنی عبادتوں کو رمضان تک محدود نہیں کرتے بلکہ پھر ان کی عبادتیں سارے سال پر محیط ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ دنیاوی خواہشات کے لیے دعا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو مانگنے کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب کچھ بھول کر صرف میرے قرب کے حصول کی دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعائیں ضرور سنتا ہوں۔ یہی الدَّاع کی تعریف حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ۔ کہ یعنی میرے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ مَیں کہاں ہوں، مجھے پانا چاہتے ہیں۔ روٹی کا سوال نہیں کرتے۔ نوکری کا سوال نہیں کرتے۔ کسی اَور دنیاوی خواہش کا سوال نہیں کرتے۔ سوال کرتے ہیں کہ اللہ کہاں ہے، ہم اللہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں، ان کو میں ضرور ملتا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ جو نوکری یا روٹی یا دولت یا رشتہ مانگے میں اس کی ضرور سنتا ہوں۔ اور عموماً دیکھا بھی یہی گیا ہے کہ یہ چیزیں مانگنے والے بھی جو ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم نے بڑی تڑپ کے دعائیں کیں، ہماری دعائیں نہیں سنی گئیں۔ یہ چیزیں مانگنے والے بھی عارضی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس وقت تک ہی توجہ دیتے ہیں اپنی عبادتوں میں اور نمازوں میں اور دعاؤں میں جب تک ان کو ایک کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کے اضطراب کی حالت عارضی ہوتی ہے۔ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہم نے اس طرح اضطراب کے ساتھ دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ نے نہیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں کہا کہ میں تمام تمہاری دنیاوی خواہشات کو پورا کروں گا اور دعائیں سنوں گا۔ ہاں اگر پاک تبدیلیاں لا کر اللہ تعالیٰ کو پانے اور ملنے کی اضطراب سے ہم دعا کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ضرور سنوں گا اور اپنے ولی کا پھر دوست بن کر اس کے ساتھ مَیں کھڑا ہو جاؤں گا۔ اس کی خواہشات کو پورا کروں گا۔ اس کے دشمن سے لڑوں گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بعض مضامین الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتے بلکہ عبارت میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور یہی حالت یہاں ہے۔ یہاں الدَّاع کے معنے ہر پکارنے والا نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کو پکارنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بندے میری طرف دوڑتے ہیں، ان کے اندر ایک اضطراب اور عشق پیدا ہوتا ہے اور وہ چِلّاتے ہیں کہ میرا خدا کہاں ہے تو ان سے کہہ دو کہ میں پکارنے والے کی پکار کو ردّ نہیں کرتا اور ضرور اس کی دعا سنتا ہوں۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 20 صفحہ 500-501 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 3 نومبر 1939ء)

دنیاوی باتوں میں لوگ دعا کرتے ہیں جو قبول نہیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ سے مایوس ہو جاتے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ مثلاً نوکری کی تلاش والا ہے، بہت سی درخواست دینے والے ہوتے ہیں۔ ایک شخص سے دوسرا شخص زیادہ لائق ہو سکتا ہے۔ اسے نوکری ملے گی۔ اگر کوئی کہے کہ میں نے بہت اضطراب سے دعا کی تو ہو سکتا ہے کہ دوسرے نے اس سے بھی زیادہ اضطراب سے دعائیں کی ہوں اور اس وجہ سے اسے نوکری مل گئی ہو اور اسی طرح دوسرے دنیاوی معاملات ہیں۔ تو جہاں دنیاوی چیزیں محدود ہیں اور نوکری اگر ایک ہے، دو ہیں، چند ایک ہی ہوں گی ناں۔ اسی طرح دنیا کی باقی چیزیں ہیں وہ محدود ہیں، ایک یا دو یا چند ہو سکتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ تو لامحدود ہے۔ اس

کی تو کوئی حد نہیں ہے۔ جب ہم خدا سے خدا کو مانگیں تو وہ ہر ایک کو مل سکتا ہے بشرطیکہ اضطراب بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل بھی ہو۔ یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم بھی میری مانو۔ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ اور ارفع شان کی قدر بھی ہو۔ ہیرے کی پہچان ہو، اسے شیشے کے بنٹے نہ سمجھیں۔ جب یہ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ملتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ مل جائے اس کے قدموں کے نیچے دنیا کی ہر نعمت آجاتی ہے۔ پس بندے کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات مانے۔ سال کے ایک مہینے کو ہی عبادتوں کے لیے کافی نہ سمجھے، رمضان کے آخری جمعہ کو ہی صرف قبولیت کا ذریعہ نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل ہم رکھیں اور کبھی اللہ تعالیٰ سے غدّاری نہ کریں تو ہم حقیقت میں ہدایت پانے والوں میں شمار ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، جن کا دوست اور ولی اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور ان کی تمام ضروریات پوری فرماتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

پس جب ہم، جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے، ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کریں۔ جن معیاروں تک اس رمضان میں پہنچے ہیں یا پہنچنے کی کوشش کی ہے اس سے نیچے اپنے آپ کو نہ گرنے دیں۔ اپنی نمازوں کے معیاروں کو بھی اونچا کرتے چلے جائیں، اپنے جمعوں کی حاضری کو بھی قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے والے ہوں اور خاص ان لوگوں میں شامل ہونے کی کوشش ہمیشہ جاری رکھیں جو اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کو مانگنے والے ہوں۔ یعنی اس دعا کی کوشش ہو، ہمیشہ یہ دعا ہم کرتے رہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ملے۔ ہماری نمازیں، ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کا لقا حاصل کرنے والی نمازیں اور عبادتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان معیاروں کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/جون 2019ء جلد 26 شمارہ 29 صفحہ 05 تا 08)

23

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07/ جون 2019ء بمطابق 07/ احسان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ (ٹلفورڈ، سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج سے دوبارہ بدری صحابہ کا ذکر شروع کروں گا۔ آج جن صحابہ کا ذکر ہے ان میں سے پہلا نام ہے حضرت عبداللہ بن طارقؓ۔ علامہ زُہری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن طارق ظَفَرِیؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ عروہ نے ان کا نام عبداللہ بن طارق بَلَوِی لکھا ہے جو انصار کے حلیف تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن طارق بَلَوِی انصار کے قبیلہ بنو ظَفَر کے حلیف تھے۔ ابن ہشام کے مطابق آپ قبیلہ بَلِیّ میں سے تھے اور قبیلہ بنو عبد بن رِزَاحْ کے حلیف تھے۔ حضرت مُعَتِّبْ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عُبَید حضرت عبداللہ بن طارقؓ کے اخیافی بھائی تھے یعنی والدہ کی طرف سے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ کی والدہ بنو عُذرَہ کی شاخ بنو کَاھِل سے تھیں۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ اور حضرت مُعَتِّبْ بن عُبَیدؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے اور واقعہ رجیع کے دن دونوں بھائیوں کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ ان چھ صحابہ، یا بعض روایات کے مطابق جس میں بخاری کی روایت بھی شامل ہے ان کی تعداد دس بتائی جاتی ہے، ان میں شامل تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 3/ ہجری کے آخر میں قبیلہ عَضَلْ اور قَارَہ کے چند آدمیوں کے پاس بھیجا تھا تا کہ وہ انہیں دین کے بارے میں کچھ سمجھ بوجھ دیں اور انہیں قرآن کریم اور اسلامی شریعت کی تعلیم دیں۔

جب یہ لوگ مقامِ رجیع تک پہنچے، جو حجاز میں ایک چشمہ ہے، جو قبیلہ ھُذَیل کی ملکیت تھا تو اس پر قبیلہ ھُذَیل کے لوگوں نے سرکشی اختیار کرتے ہوئے ان صحابہ کا محاصرہ کیا اور بغاوت کرتے ہوئے ان سے قِتال کیا، جنگ کی۔ ان میں سے سات صحابہ کے نام یہ ہیں:

حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت مَرثَد بن اَبُو مَرثَدؓ، حضرت خُبَیب بن عَدِیؓ، حضرت خالد بن بُکَیرؓ، حضرت زید بن دَثِنہؓ، حضرت عبداللہ بن طارقؓ اور حضرت مُعَتِّبْ بن عُبَیدؓ۔ ان میں حضرت مرثدؓ، حضرت خالدؓ اور حضرت عاصمؓ اور حضرت مُعَتِّبْ عُبَیدؓ تو وہیں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت خُبیبؓ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ اور حضرت زیدؓ نے ہتھیار ڈال دیے تو کافروں نے انہیں قید کر لیا اور ان کو مکہ کی طرف لے کر چلنے لگے۔ جب وہ مقامِ ظَہرَان (ظہران مکہ سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے، وہاں) پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارقؓ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور اپنی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ یہ کیفیت دیکھ کر مشرکین ان سے پیچھے ہٹ گئے اور آپؓ کو پتھروں

سے مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپؓ شہید ہو گئے۔ اور آپؓ کی قبر ظَہرَان میں ہے۔ واقعہ رَجیع ہجرت کے بعد 36ویں مہینے میں، جو صفر کا مہینہ ہے اس میں ہوا۔

(سیرت ابنِ ہشام صفحہ 464 دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 284-285 عبد اللہ بن طارق دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء) (الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 347 عبد اللہ بن طارق و اخوہ لأمہ معتب بن عبید دار الکتب العلمیہ 1990ء) (صحیح البخاری کتاب الجہاد باب ھل یستأسر الرجل ..... الخ حدیث 3045) (معجم البلدان جلد 4 صفحہ 247 دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت حسانؓ اپنے اشعار میں ان اصحاب کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

وَابْنُ الدَّثِنَةِ وَابْنُ طَارِقٍ مِنْهُمْ
وَافَاهُ ثَمَّ حِمَامُهُ الْمَكْتُوْبُ

پھر یہ جو نظم ہے اس کا پہلا شعر ہے:

صَلَّى الْإِلٰهُ عَلَى الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا
يَوْمَ الرَّجِيْعِ فَأُكْرِمُوْا وَأُثِيْبُوْا

پہلے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن دَثِنَہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن طارقؓ ان میں سے تھے وہیں موت ان سے جا ملی جہاں وہ ان کے لیے مقدر تھی۔ اور پھر جو پہلا شعر ان کی نظم کا تھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ خدائے معبود نے ان پر رحمت نازل کی جو غزوۂ رَجیع کے دن پے در پے شہید ہوئے۔ پس انہیں اعزاز بخشا گیا اور انہیں ثواب دیا گیا۔

(الاستیعاب جلد 3 صفحہ 928-929، عبد اللہ بن طارق، دار الجیل بیروت 1992ء)

واقعہ رَجیع کے بارے میں کچھ صحابہ کے واقعات میں پہلے بھی میں بیان کر چکا ہوں۔ کچھ تو یہاں بھی یہ بیان ہو گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تفصیل لکھی ہے اس کا مزید خلاصہ بیان کرتا ہوں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے کفار کے حملوں کی، ان کے منصوبوں کی بڑی خوفناک خبریں آ رہی تھیں اور جنگِ احد کی وجہ سے کفار جو تھے وہ بڑے دلیر بھی ہو رہے تھے، شوخ بھی ہو رہے تھے اور ان کی طرف سے خطرہ بہت زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ہجری میں صفر کا جو اسلامی مہینہ ہے اس میں اپنے دس صحابیوں کی پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں، دیکھیں کہ ان کے کیا ارادے ہیں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے پھر آپؐ کو اطلاع دیں۔ لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اور ہمارے ساتھ آپؐ چند آدمی روانہ کریں جو ہمیں اسلام کے بارے میں بتائیں اور اسلام کی تعلیم دیں تا کہ ہم مسلمان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خواہش معلوم کر کے وہی خبر رساں پارٹی جو مکہ کی طرف بھیجنے کے لیے تیار کی گئی تھی وہ وہاں کی بجائے ان کے ساتھ روانہ کر دی۔ لیکن جیسا کہ ثابت ہوا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور بَنُو لِحْیَان کے بھڑکانے پر مدینہ آئے تھے، ان کے کہنے پر مدینہ آئے تھے جنہوں نے اپنے

رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانے سے کچھ مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے اور بَنُو لِحْیَان نے اس خدمت کے معاوضے میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لیے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کیے تھے۔ جب عَضَل اور قَارَہ کے یہ غدّار لوگ عُسْفَان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بَنُو لِحْیَان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آ رہے ہیں۔ تم بدلہ لینے کے لیے آ جاؤ۔ جس پر قبیلہ بَنُو لِحْیَان کے دو سو نوجوان، جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے، مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے۔ یعنی ان کے بلانے پے وہاں آ گئے اور مقام رجیع میں ان کا آمنے سامنے مقابلہ ہو گیا۔

دس مسلمان آدمی تھے بعض روایات میں سات ہے تو یہ لوگ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس لوگوں کا، دو سو سپاہیوں کا، دو سو کفار کا، مقابلہ کیا کر سکتے تھے؟ لیکن مسلمان! اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مسلمانوں میں ایمانی جوش تھا اور ہتھیار ڈالنا تو ان کی سرشت میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوری طور پر، یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ ایک قریبی ٹیلے پر چڑھ گئے تا کہ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ کفار نے، جن کے نزدیک دھوکا دینا کوئی ایسی معیوب بات نہیں تھی، ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے بڑا پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصمؓ نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے یہ جو عہد و پیمان ہیں ان پے کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے اور پھر حضرت عاصمؓ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے خدا! تُو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ بہر حال عاصمؓ اور اس کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا اور بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب سات صحابہ مارے گئے اور صرف خُبَیب بن عَدِیؓ اور زید بن دَثِنَہؓ اور عبد اللہ بن طارقؓ باقی رہ گئے تو کفار نے، جن کی اصل خواہش یہ تھی کہ ان لوگوں کو زندہ پکڑ لیں، پھر آواز دی کہ اب بھی نیچے اتر آؤ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دیں گے۔ اس دفعہ ان لوگوں نے ان کے وعدے پے یقین کر لیا اور ان کے اس جال میں آ کے نیچے اتر آئے مگر نیچے اترتے ہی کفار نے انہیں اپنی تیر کمانوں کی تندیوں سے باندھ دیا۔ اس پر خُبَیبؓ اور زیدؓ اور عبد اللہ بن طارقؓ سے صبر نہ ہو سکا۔

انہوں نے پکار کے کہا یہ تمہاری بد عہدی ہے اور اب دوبارہ تم نے ہمارے ساتھ کی ہے اور آگے چل کے نامعلوم کیا کرو گے، ہمیں نہیں پتا۔ عبد اللہ نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا جس پر کفار تھوڑی دیر تک تو عبد اللہ کو گھسیٹتے ہوئے اور زدو کوب کرتے ہوئے لے گئے اور پھر انہیں قتل کر کے وہیں پھینک دیا۔ (عبد اللہ سے مراد عبد اللہ بن طارقؓ ہیں۔) اس روایت میں یہ درج ہے کہ اس طرح ان کو لے گئے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ چھڑا لیے اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ اس پر انہوں نے پتھر مار کے شہید کر دیا۔ لیکن جو بھی تھا ان کو بہر حال یہاں شہید کر دیا گیا اور وہیں پھینک دیا۔ اب چونکہ ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا، قریش کو خوش کرنے کے لیے اور روپے کے لالچ سے خبیبؓ اور زیدؓ کو ساتھ لے کر یہ لوگ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چنانچہ خُبیب کو تو حَارِث بن عامِر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ خُبَیبؓ نے بدر کی جنگ میں حَارِث کو قتل کیا تھا اور زیدؓ کو صَفْوَان بن امیہ نے خرید لیا۔

یہ حضرت خبیبؓ ہی ہیں جن کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ جب یہ قید میں تھے تو جس گھر میں یہ تھے ان کافروں کا ایک بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس آ گیا اور خبیبؓ نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس پر اس کی ماں بڑی پریشان تھی تو حضرت خبیبؓ نے اسے کہا کہ پریشان نہ ہو۔ اس کو میں کچھ نہیں کہوں گا حالانکہ اس وقت ان کے ہاتھ میں اُسترا تھا۔ اس استرے کی وجہ سے وہ ڈر گئی تھی وہاں۔ تو بہرحال یہ حضرت عبداللہ بن طارقؓ رجیع کے واقعہ میں اس طرح شہید ہوئے تھے کہ انہوں نے کافروں کے ساتھ آگے جانے سے انکار کر دیا تھا اور وہیں لڑے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 513 تا 515)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عاقل بن بُکَیرؓ۔ حضرت عاقلؓ کا تعلق قبیلہ بنو سعد بن لیث سے تھا (سیرت ابن هشام صفحه 462-463 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 2001ء)

حضرت عاقلؓ کا پہلا نام غَافِل تھا لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عاقل رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام تاریخ و سیرت کی زیادہ تر کتب میں بُکَیر آیا ہے تاہم چند کتابوں میں ابو بُکَیر بھی لکھا ہے۔ آپؓ کے والد بُکَیر زمانہ جاہلیت میں حضرت عمرؓ کے جدِّ امجد نُفَیل بن عَبْدُ الْعُزّٰی کے حلیف تھے۔ اسی طرح بُکَیر اور ان کے سارے بیٹے بنو نُفَیل کے حلیف تھے۔ حضرت عاقلؓ، حضرت عامرؓ، حضرت اِیَاسؓ، اور حضرت خالدؓ یہ چاروں بھائی بُکَیر کے بیٹے تھے۔ انہوں نے اکٹھے دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا اور یہ سب دارِ ارقم میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔

حضرت عاقلؓ، حضرت خالدؓ، حضرت عامرؓ اور حضرت اِیاسؓ ہجرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے تمام مرد و زن کو اکٹھا کر کے ہجرت کی۔ سب عورتیں بچے وغیرہ سب نے اکٹھے ہجرت کی۔ یوں ان کے گھروں میں کوئی مکہ میں پیچھے باقی نہیں رہا، یہاں تک کہ ان کے دروازے بند کر دیے گئے۔ ان سب لوگوں نے حضرت رِفَاعہ بن عَبْدُ الْمُنْذِر رضی اللہ عنہ کے ہاں مدینہ میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاقلؓ اور حضرت مُبَشِّر بن عَبْدُ الْمُنْذِر رضی اللہ عنہ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمائی، بھائی چارہ قائم فرمایا، بھائی بھائی بنایا۔ آپ دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاقلؓ اور حضرت مُجَذَّر بن زِیَاد کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ حضرت عاقل غزوۂ بدر کے روز 34/ سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ آپؓ کو مالک بن رُھَیر جُشَمِی نے شہید کیا تھا۔

(الطبقات الكبرٰى جلد 3 صفحه 208، عاقل بن ابى البكيرؓ، داراحياء التراث العربى 1996ء)

(اسد الغابه جلد3 صفحه113، عاقل بن البكير، دارالكتب العلميه بيروت2008ء)

(الاصابه جلد 3 صفحه466، عاقل بن البكير، دارالكتب العلميه بيروت2005ء)

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت اِیاسؓ اور ان کے بھائیوں حضرت عاقلؓ، حضرت خالدؓ اور حضرت عامرؓ کے علاوہ کوئی بھی چار ایسے بھائی معلوم نہیں جو غزوۂ بدر میں اکٹھے شریک ہوئے ہوں۔

(الاصابه جلد1، صفحه 310، اياس بن البكير، دارالكتب العلميه بيروت2005ء)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ابو بُکَیر کے لڑکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

اور عرض کی یارسول اللہ! ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ یعنی یہ جو چاروں بھائی تھے ان میں سے کچھ بھائی یا چاروں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بہن کے رشتے کے لیے حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے رشتہ کے متعلق ان سے پوچھا۔ تسلی نہیں تھی تو چلے گئے۔ وہ لوگ دوسری مرتبہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ بلالؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس بات پر وہ پھر چلے گئے۔ پھر وہ لوگ تیسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ پھر مزید فرمایا کہ ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اہل جنت میں سے ہے؟ اس پر ان لوگوں نے حضرت بلالؓ سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 126 ،بلال بن رباح، داراحیاء التراث العربی بیروت1996ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت زید بن حارثہؓ ہے۔ حضرت زیدؓ کے والد کا نام حارثہ بن شَراحِیل کے علاوہ حَارِثہ بن شُرَحْبِیل بھی بیان کیا جاتا ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام سُعْدٰی بنت ثَعْلَبَہ تھا۔ حضرت زیدؓ قبیلہ بنو قُضَاعَۃ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا۔ حضرت زید چھوٹی عمر کے تھے کہ ان کی والدہ انہیں لے کر میکے گئیں۔ وہاں سے بنو قَین کے سوار گزر رہے تھے۔ سفر کے دوران پڑاؤ ڈالا تو انہوں نے خیمے کے سامنے سے حضرت زید کو جو ابھی بچے تھے اٹھالیا اور غلام بنا کر عُکَاظ کے بازار میں حکیم بن حزام کو چار سو درہم میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام نے پھر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی خدمت میں حضرت زیدؓ کو پیش کیا اور بعد میں حضرت خدیجہؓ نے اپنے تمام غلاموں کے ساتھ حضرت زیدؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ188 ذکر اسلام زیدا ثانیا ، دار الکتب العلمیۃ بیروت2001ء)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 165 حضرت زید بن حارثہؓ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)

ایک روایت کے مطابق جب حضرت زید کو خرید کر مکہ لایا گیا تو اس وقت آپ کی عمر محض آٹھ سال کی تھی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن جلد 8 صفحہ 94 ۔مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حضرت زیدؓ کی گمشدگی پر آپؓ کے والد حارثہ کو بہت صدمہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد بنو کَلْب کے چند آدمی حج کرنے کے لیے مکہ آئے تو انہوں نے حضرت زیدؓ کو پہچان لیا۔ حضرت زیدؓ نے انہیں کہا کہ میرے خاندان کو میرے بارے میں بتانا کہ میں خانہ کعبہ کے قریب بنو مَعَدْ کے ایک معزز خاندان میں رہتا ہوں اس لیے آپ لوگ کچھ غم نہ کریں۔ بنو کَلْب کے لوگوں نے جا کر ان کے والد کو اطلاع دی تو وہ بولے کہ رب کعبہ کی قسم! کیا وہ میرا بیٹا ہی تھا؟ لوگوں نے حلیہ اور تفصیل بتائی تو آپؓ کے والد حَارِثہ اور چچا کعب مکہ کی طرف چل پڑے۔

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فدیہ کے بدلہ اپنے لڑکے حضرت زید کی آزادی کی درخواست کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو بلا کر ان کی رائے طلب کی تو حضرت زید نے اپنے

والد اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 165 تا 168 زید بن حارثہ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)

اس واقعہ کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی تو آپؓ سمجھ گئیں کہ میں مالدار ہوں اور یہ غریب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ضرورت ہو گی مجھ سے مانگنا پڑے گا اور یہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت نہ کر سکیں تو پھر زندگی کیسے گزرے گی۔ حضرت خدیجہؓ میں بڑی ذہانت تھی۔ آپؓ بڑی ہوشیار اور سمجھدار خاتون تھیں۔ آپؓ نے خیال کیا کہ اگر ساری دولت آپؐ کی نذر کر دوں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی احساس نہیں ہو گا کہ یہ چیز بیوی نے مجھے دی ہے، بلکہ آپؐ جس طرح چاہیں گے خرچ کر سکیں گے۔ چنانچہ شادی کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو پیش کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کیا تجویز ہے؟ حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنی ساری دولت اور اپنے سارے غلام آپؐ کی خدمت میں پیش کر دوں اور یہ سب آپؐ کا مال ہو جائے۔ آپؐ قبول فرمالیں تو میری خوشی ہو گی اور خوش قسمتی ہو گی۔ آپؐ نے جب یہ تجویز سنی تو آپؐ نے فرمایا خدیجہ! کیا تم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے؟ اگر تو تم سارا مال مجھے دے دو گی تو مال میرا ہو جائے گا اور پھر تمہارا نہیں رہے گا۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ میں نے سوچ کر ہی یہ بات کی ہے اور میں نے سمجھ لیا ہے کہ آرام سے زندگی گزارنے کا بہترین ذریعہ یہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سوچ لو۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا ہاں ہاں میں نے خوب سوچ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے سوچ لیا ہے اور سارا مال اور سارے غلام مجھے دے دیے ہیں تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے جیسا کوئی دوسرا انسان میرا غلام کہلائے۔ میں سب سے پہلے غلاموں کو آزاد کر دوں گا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ اب یہ آپؐ کا مال ہے، جس طرح آپؐ چاہیں کریں۔ آپؐ یہ سن کر بے انتہا خوش ہوئے۔ آپؐ باہر نکلے، خانہ کعبہ میں آئے اور آپؐ نے اعلان فرمایا کہ خدیجہؓ نے اپنا سارا مال اور اپنے سارے غلام مجھے دے دیے ہیں۔ میں ان سب غلاموں کو آزاد کرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ آج کل اگر کسی کو مال مل جائے تو وہ کہے گا کہ چلو موٹر خرید لیں، کوٹھی بنالیں، یورپ کی سیر کر لیں اور یا پھر یہ بھی آج کل میں نے دیکھا ہے اور بعض معاملات آتے ہیں کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو مال دے بھی دے تو یہ جو اپنی خواہشات ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ بیوی کے حقوق ادا کرنے سے بھی انکاری ہو جاتے ہیں اور پھر کوشش یہ ہوتی ہے کہ مال تو ہمارے پاس آ گیا، اب تم ہماری لونڈی باندی ہو اور بیویاں پھر مجبور ہوتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام تھا، جو سوچ تھی وہ یہ تھی کہ دین کی خاطر مال خرچ ہو، اللہ تعالیٰ کی خاطر مال خرچ ہو اور انسانوں کو جو غلام بنایا جاتا ہے اس غلامی کا خاتمہ ہو۔ بہرحال آپؐ کے اندر جو خواہش پیدا ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ جو میری طرح خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور عقل اور دماغ رکھتے ہیں وہ غلام ہو کر کیوں رہیں۔ عرب کے لحاظ سے ہی نہیں ساری دنیا کے لحاظ سے یہ ایک عجیب بات تھی مگر اس عجیب بات کا آپؐ نے

اعلان فرمایا اور اس طرح آپؐ نے مال ملنے پر غیر معمولی سخاء کا ثبوت دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا کہ میں تمام غلاموں کو آزاد کرتا ہوں تو اس پر اَور تو سب غلام چلے گئے صرف زید بن حارثہؓ جو بعد میں آپؐ کے بیٹے مشہور ہو گئے تھے وہ آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپؐ نے تو مجھے آزاد کر دیا مگر میں آزاد نہیں ہونا چاہتا۔ میں آپؐ کے پاس ہی رہوں گا۔ آپؐ نے اصرار کیا کہ وطن جاؤ اور اپنے رشتہ داروں سے ملو، اب تم آزاد ہو۔ مگر حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ جو محبت اور اخلاص میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھا ہے اس کی وجہ سے آپؐ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ زیدؓ ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن چھوٹی عمر میں ان کو ڈاکو اٹھا لائے تھے اور انہوں نے آپؓ کو آگے بیچ دیا تھا۔ اس طرح یہ پھرتے پھراتے حضرت خدیجہؓ کے پاس آ گئے۔ آپؓ کے باپ اور چچا کو بہت فکر ہوا، آپؓ کی تلاش میں نکلے۔ انہیں پتا لگا کہ زیدؓ روما میں ہیں۔ وہاں گئے تو پتا لگا کہ آپؓ عرب میں ہیں۔ عرب آئے تو پتا لگا کہ آپؓ مکہ میں ہیں۔ مکہ میں آئے تو پتا لگا کہ آپؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔ وہ آپؐ کے پاس آئے اور کہا ہم آپؐ کے پاس آپؐ کی شرافت اور سخاوت سن کر آئے ہیں۔ آپؐ کے پاس ہمارا بیٹا غلام ہے۔ اس کی جو قیمت آپؐ مانگیں ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپؐ اسے آزاد کر دیں۔ اس کی ماں بڑھیا ہے اور وہ جدائی کے صدمے کی وجہ سے رو رو کر اندھی ہو گئی ہے۔ آپؐ کا بڑا احسان ہو گا اگر آپؐ منہ مانگی قیمت لے کر اسے آزاد کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا بیٹا میرا غلام نہیں ہے۔ میں اُسے آزاد کر چکا ہوں۔ پھر آپؐ نے زیدؓ کو بلایا اور فرمایا تمہارے ابا اور چچا تمہیں لینے آئے ہیں۔ تمہاری ماں بڑھیا ہے اور رو رو کر اندھی ہو گئی ہے۔ میں تمہیں آزاد کر چکا ہوں۔ تم میرے غلام نہیں ہو۔ تم ان کے ساتھ جا سکتے ہو۔ حضرت زیدؓ نے جواب دیا آپؐ نے تو مجھے آزاد کر دیا ہے مگر میں تو آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ میں تو اپنے آپ کو آپؐ کا غلام ہی سمجھتا ہوں۔

آپؐ نے پھر فرمایا کہ تمہاری والدہ کو بہت تکلیف ہے اور دیکھو تمہارے ابا اور چچا کتنی دور سے اور کتنی تکلیف اٹھا کر تمہیں لینے آئے ہیں تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ زیدؓ کے والد اور چچا نے بھی بہت سمجھایا مگر حضرت زیدؓ نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ آپ بے شک میرے باپ اور چچا ہیں اور آپ کو مجھ سے محبت ہے مگر جو رشتہ میرا ان سے قائم ہو چکا ہے وہ اب ٹوٹ نہیں سکتا۔ حضرت زیدؓ نے کہا، مجھے یہ سن کر کہ میری والدہ سخت تکلیف میں ہیں بہت دکھ ہوا ہے، مگر ان سے جدا ہو کر میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو کے میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ ماں کا دکھ بھی ایک طرف لیکن یہ دکھ مجھے اس سے بڑھ کر ہو گا۔ جب زیدؓ نے یہ باتیں کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ خدا میں تشریف لے گئے اور اعلان کیا کہ زیدؓ نے جس محبت کا ثبوت دیا ہے اس کی وجہ سے وہ آج سے میرا بیٹا ہے۔ اس پر زیدؓ کا باپ اور چچا دونوں خوش ہوئے اور خوش خوش واپس چلے گئے کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ نہایت آرام اور سکھ کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اخلاق کا یہ ثبوت ہے کہ جب زیدؓ نے وفاداری کا مظاہرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر معمولی احسان مندی کا ثبوت دیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 334-335)

اس واقعہ کا ذکر سیرت خاتم النبیین میں یوں ملتا ہے۔ جب ان کے والد اور چچا انہیں لینے آئے تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ سے فرمایا تمہیں میری طرف سے بخوشی اجازت ہے۔ زیدؓ نے جواب دیا کہ میں آپؐ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ آپؐ میرے لیے میرے چچا اور باپ سے بڑھ کر ہیں۔ یہاں یہ ایک نئی بات لکھی ہے کہ اس پر زیدؓ کا باپ غصے میں بولا کہ ہیں! تُو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے؟ ہم تجھے آزاد کرانے آئے ہیں، لینے آئے ہیں اور تم کہتے ہو میں غلام بن کر رہوں گا۔ زیدؓ نے کہا۔ ہاں کیونکہ میں نے ان میں ایسی خوبیاں دیکھی ہیں کہ اب میں کسی کو ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زیدؓ کا یہ جواب سنا تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور زید کو خانہ کعبہ لے جا کر بلند آواز سے کہا کہ لوگو! گواہ رہو کہ آج سے میں زید کو آزاد کرتا ہوں اور اسے اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ گو کہ یہ پہلے ہی آزاد تھے لیکن وہاں لوگوں کے سامنے بھی اعلان کیا۔ یہ میرا وارث ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ میرا وارث ہو گا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔ اس دن سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا تو زیدؓ بجائے زید بن حارثہ کے زید بن محمد کہلانے لگے لیکن ہجرت کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم اترا کہ منہ بولا بیٹا بنانا جائز نہیں ہے تو زیدؓ کو پھر زید بن حارثہ کہا جانے لگا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اور پیار اس وفادار خادم کے ساتھ وہی رہا جو پہلے دن تھا بلکہ دن بدن ترقی کرتا گیا اور زیدؓ کی وفات کے بعد زیدؓ کے لڑکے اسامہ بن زیدؓ سے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ امِّ ایمنؓ کے بطن سے تھے آپؐ کا وہی سلوک اور وہی پیار تھا۔

زیدؓ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ تمام صحابہؓ میں سے صرف ان ہی کا نام قرآن شریف میں صراحت کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 110-111)

ایک اَور روایت میں یہ بھی ہے۔ حضرت زیدؓ کے بڑے بھائی حضرت جَبَلہؓ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میرے بھائی کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ یہ شاید بعد میں دوبارہ پھر واقعہ ہوا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارا بھائی تمہارے سامنے ہے۔ اگر یہ جانا چاہے تو میں اسے نہیں روکوں گا۔ اس پر حضرت زیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپؐ پر کبھی بھی کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ حضرت جبلہؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی کی رائے میری رائے سے بہتر تھی۔

(کنز العمال جلد 13 صفحہ 397 باب فضائل الصحابہ حرف الزای زید بن حارثہؓ حدیث 37065 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

آپؓ کے بھائی کے حوالے سے ایک یہ روایت بھی ملتی ہے۔ حضرت جَبَلہؓ جو عمر میں حضرت زیدؓ سے بڑے تھے، ان سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آپ دونوں میں سے کون بڑا ہے۔ آپؓ یا زیدؓ؟ تو انہوں نے کہا زیدؓ مجھ سے بڑے ہیں۔ مَیں بس ان سے پہلے پیدا ہو گیا تھا۔ آپؓ کی مراد یہ تھی کہ حضرت زیدؓ اسلام لانے میں سبقت لے جانے کی وجہ سے آپؓ سے افضل ہیں۔

(الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جلد 3 صفحہ 19 اسلام زید، دارالکتب الحدیثہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ

غلام زید بن حارثہؓ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی کہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔(الاحزاب:6) کہ چاہیے کہ ان لَے پالکوں کو ان کے باپوں کا بیٹا کہہ کر پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ فعل ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر باب ادعوھم لابائھم ھو اقسط عند اللہ حدیث4782)

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا۔ اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔

(صحیح البخاری جلد7 صفحہ224 کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب زید بن حارثہ مولی النبی ﷺ شائع کردہ نظارت اشاعت)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ یَا زَیْدُ اَنْتَ مَوْلَایَ وَمِنِّیْ وَاِلَیَّ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ کہ اے زید! تو میرا دوست ہے اور مجھ سے ہے اور میری طرف سے ہے اور تو مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد 2صفحہ 497 دارالکتب العلمیۃ بیروت1995ء)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لیے میرے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ کے یہ بیٹے تھے۔ بیان کر رہے ہیں کہ اسامہؓ جو زیدؓ کے بیٹے تھے ان کا وظیفہ جب مقرر ہوا تو میرے سے زیادہ تھا۔ اس پر میں نے پوچھا کہ زیادہ کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ پیارا تھا۔ اسامہؓ جو زیدؓ کا بیٹا تھا یہ تمہارے سے زیادہ پیارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور اس کا باپ یعنی حضرت زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے باپ سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت عمرؓ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ حضرت زیدؓ میرے سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جلد 2صفحہ 497زید بن حارثہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے اور نماز ادا کی۔

(کنز العمال جلد 13صفحہ 397 باب فضائل الصحابہ زید بن حارثہؓ حدیث 37063 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے کہ: "ہر طبقہ کے لوگ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرما دیے۔ عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ مکہ کے چوٹی کے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ ادنیٰ ادنیٰ لوگ اس کے ساتھ ہیں، اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھنے والے کسی شخص نے اس کو قبول نہیں کیا تو عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ اس کا جواب دینے کے لیے موجود تھے" کہ ہم اعلیٰ خاندان کے ہیں" اور اگر کوئی کہتا کہ چند امراء کو اپنے ارد گرد اکٹھا کر لیا گیا ہے، غرباء جن کی دنیا میں اکثریت ہے انہوں نے اس مذہب کو قبول نہیں کیا تو زیدؓ اور بلالؓ وغیرہ اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے موجود تھے اور اگر بعض لوگ کہتے کہ یہ نوجوانوں کا کھیل ہے "نوجوان اکٹھے ہو گئے ہیں" تو لوگ ان کو یہ جواب دے سکتے تھے کہ ابو بکرؓ تو نوجوان اور ناتجربہ کار نہیں۔ انہوں نے کس بناء پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

قبول کر لیا ہے؟ غرض وہ کسی رنگ میں دلیل پیدا کرنے کی کوشش کرتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ہر شخص ان دلائل کو ردّ کرنے کے لیے ایک زندہ ثبوت کے طور پر کھڑا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا فضل تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال تھا۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ اے محمد رسول اللہ! کیا دنیا کو نظر نہیں آتا کہ جن سامانوں سے دنیا جیتا کرتی ہے وہ سارے سامان ہم نے تیرے لیے مہیا کر دیے ہیں۔ اگر دنیا قربانی کرنے والے نوجوانوں سے جیتا کرتی ہے تو وہ تیرے پاس موجود ہیں۔ اگر دنیا تجربہ کار بڈھوں کی عقل سے ہارا کرتی ہے تو وہ تیرے پاس موجود ہیں۔ "بڑی عمر کے لوگ" اگر دنیا مالدار اور بارسوخ خاندانوں کے اثر ورسوخ کی وجہ سے شکست کھاتی ہے تو وہ تیرے پاس موجود ہیں اور اگر عوام الناس کی قربانی اور فدائیت کی وجہ سے دنیا جیتا کرتی ہے تو یہ سارے غلام تیرے پیچھے بھاگے پھرتے ہیں۔

پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تُو ہار جائے اور یہ مکہ والے تیرے مقابلہ میں جیت جائیں۔ پس وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ کے معنی یہ ہیں کہ وہ بوجھ جس نے تیری کمر کو توڑ دیا تھا وہ ہم نے خود اٹھا لیا۔ تُو نے اس کام کی طرف نگاہ کی اور حیران ہو کر کہا کہ میں یہ کام کیوں کر کروں گا۔ خدا نے ایک دن میں ہی تجھے پانچ وزیر دے دیے۔ ابو بکرؓ کا ستون اس نے اسلام کی چھت قائم کرنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ خدیجہؓ کا ستون اس نے اسلام کی چھت قائم کرنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ علیؓ کا ستون اس نے اسلام کی چھت قائم کرنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ زیدؓ کا ستون اس نے اسلام کی چھت قائم کرنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ ورقہ بن نوفل کا ستون اس نے اسلام کی چھت قائم کرنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ اور اس طرح وہ بوجھ جو تجھ اکیلے پر تھا وہ ان سب لوگوں نے اٹھا لیا۔"

(تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 140)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "چار آدمی جن کو آپؐ سے بہت زیادہ تعلق کا موقع ملا تھا وہ آپؐ پر ایمان لائے یعنی خدیجہؓ آپ کی بیوی، علیؓ آپ کے چچازاد بھائی اور زیدؓ آپ کے آزاد کردہ غلام اور ابو بکرؓ آپ کے دوست اور ان سب کے ایمان کی دلیل اس وقت یہی تھی کہ آپؐ جھوٹ نہیں بول سکتے۔" آپؐ کے سب قریبی یہ کہا کرتے تھے۔" (دورۂ یورپ، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 543)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے اسلام لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں جنہوں نے ایک لحہ کے لیے بھی تردد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکرؓ عبد اللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا جن کی عمر اس وقت صرف دس سال کی تھی اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔

حضرت علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی

طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا بلکہ ان کی طرف سے تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابو بکرؓ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق بالایمان تھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 121)

یعنی عمر کے لحاظ سے صاحبِ عقل لوگوں میں سے، باشعور لوگوں میں سے تھے۔ صاحبِ عقل تو ماشاء اللہ بچے بھی اس زمانے میں ہوا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے دنیا جس کو باشعور اور تجربہ کار کہتی ہے حضرت ابو بکرؓ تھے جو مردوں میں سے ایمان لائے لیکن بہر حال یہ چار تھے، تین مرد اور ایک عورت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کا ایک بڑا مقام ہے جس طرح حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا۔

سفر طائف میں بھی حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے۔ طائف مکہ سے جنوب مشرق کی جانب تقریباً 36/ میل کے فاصلہ پر واقع ایک جگہ ہے۔ نہایت ہی سرسبز و شاداب علاقہ ہے جہاں بہت اعلیٰ قسم کے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں قبیلہ ثقیف کے لوگ آباد تھے۔

(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 241، لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 46 کتاب "ف")

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ مظالم شروع کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہؓ کے ہمراہ طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ 10/ نبوی کا ہے اور ماہ شوال کے کچھ دن ابھی باقی تھے۔ آپؐ دس دن تک طائف میں رہے۔ اس دوران آپؐ طائف کے تمام رؤسا کے پاس گئے مگر کسی نے بھی آپ کی دعوت قبول نہیں کی۔ جب ان کو اندیشہ ہوا کہ ان کے نوجوان آپؐ کی دعوت قبول کر لیں گے، یہ فکر ضرور پیدا ہو گئی کہ کہیں نوجوان جو ہیں، جو عام لوگ ہیں وہ اسلام کی دعوت قبول نہ کر لیں تو انہوں نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے شہر سے نکل جاؤ اور وہاں جا کر رہو جہاں آپؐ کی دعوت قبول کی گئی ہے۔ پھر انہوں نے آوارہ لوگوں کو آپؐ کے خلاف بھڑکایا تو وہ آپؐ کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں قدموں سے خون بہنے لگا۔ حضرت زید بن حارثہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکے جانے والے پتھروں کو اپنے اوپر لینے کی کوشش کرتے تھے حتّٰی کہ حضرت زیدؓ کے سر پر بھی متعدد زخم آئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد اوّل صفحہ 165 ذکر سبب خروج رسول اللہ ﷺ الی الطائف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت زیدؓ کے جو حالات دیے گئے ہیں ان کی مزید تفصیل ابھی باقی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبہ میں بیان ہو گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28/ جون 2019ء جلد 26 شمارہ 31 صفحہ 05 تا 09)

24

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 / جون 2019ء بمطابق 14 / احسان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، سرے۔ یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت زید بن حارثہؓ کے واقعات مَیں گذشتہ خطبے میں بیان کر رہا تھا اور اس ضمن میں طائف کے سفر کے واقعے کا بھی ذکر ہوا تھا۔ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ طائف کے اس سفر کی کچھ مزید وضاحت جو سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے، وہ بھی اس کے حوالے سے بیان کرتا ہوں۔

شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر کیا تھا۔ جب یہ محاصرہ اٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حرکات و سکنات یعنی موومنٹ (movement) میں کچھ حد تک آزادی نصیب ہوئی تو آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ طائف میں جا کر وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ طائف ایک مشہور مقام ہے جو مکہ سے جنوب مشرق کی طرف چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس زمانہ میں قبیلہ بنو ثقیف سے آباد تھا۔ کعبہ کی خصوصیت کو اگر الگ رکھ کر دیکھا جائے تو شہر کے لحاظ سے طائف گویا مکہ کا ہم پلّہ تھا اور اس میں بڑے بڑے صاحبِ ثروت اور دولت مند لوگ آباد تھے اور طائف کی اس اہمیت کا خود مکہ والوں کو بھی اقرار تھا۔ چنانچہ یہ مکہ والوں کا ہی قول ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ذکر فرمایا ہے کہ لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ (الزخرف:32) یعنی اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہے تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔ غرض شوال 10 / نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ بعض روایتوں میں اکیلے تشریف لے گئے، بعض میں یہ ہے کہ زید بن حارثہؓ بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہنچ کر آپؐ نے دس دن قیام کیا اور شہر کے بہت سے رؤساء سے یکے بعد دیگرے ملاقات کی مگر اس شہر کی قسمت میں بھی مکہ کی طرح اس وقت اسلام لانا مقدّر نہیں تھا۔ چنانچہ سب نے انکار کیا بلکہ ہنسی اڑائی۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے رئیسِ اعظم عَبْدِ یَالِیْل اور حدیث میں ابنِ عَبْدِ یَالِیْل کا نام آتا ہے، اس کے پاس جا کر اسلام کی دعوت دی مگر اس نے بھی صاف انکار کیا بلکہ تمسخر کے رنگ میں کہا کہ اگر آپؐ سچے ہیں تو مجھے آپؐ کے ساتھ گفتگو کی مجال نہیں اور اگر جھوٹے ہیں تو پھر گفتگو لاحاصل ہے۔ اس کا کوئی مقصد نہیں اور پھر اس خیال سے کہ کہیں آپؐ کی باتوں کا شہر کے نوجوانوں پر اثر نہ ہو جائے آپؐ سے کہنے لگا کہ بہتر ہو گا کہ آپؐ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ یہاں

کوئی شخص آپؐ کی بات سننے کے لیے تیار نہیں اور اس کے بعد اس بدبخت نے شہر کے آوارہ آدمی آپؐ کے پیچھے لگا دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے نکلے تو یہ لوگ شور کرتے ہوئے آپؐ کے پیچھے ہو لیے اور آپؐ پر پتھر برسانے شروع کیے جس سے آپؐ کا سارا بدن خون سے تربتر ہو گیا اور جو پہلی روایت ہے اس میں یہ بھی تھا کہ حضرت زید بن حارثہؓ ساتھ تھے، ان کے سر پر بھی پتھر لگے جب وہ پتھروں کو روکتے تھے۔ بہرحال برابر تین میل تک یہ لوگ آپؐ کے ساتھ ساتھ گالیاں دیتے اور پتھر برساتے چلے آئے۔

طائف سے تین میل کے فاصلے پر مکہ کے رئیس عتبہ بن ربیعہ کا ایک باغ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آکر پناہ لی اور ظالم لوگ تھک کر واپس لوٹ گئے۔ یہاں ایک سائے میں کھڑے ہو کر آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی کہ

اَللّٰھُمَّ اِلَیکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ۔اَللّٰھُمَّ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَاَنْتَ رَبِّیْ۔ اے میرے ربّ! میں اپنے ضعفِ قوت اور قلتِ تدبیر اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی شکایت تیرے ہی پاس کرتا ہوں۔ اے میرے خدا! تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور کمزوروں اور بے کسوں کا تو ہی نگہبان اور محافظ ہے۔ تو ہی میرا پروردگار ہے۔ میں تیرے ہی منہ کی روشنی میں پناہ کا خواستگار ہوتا ہوں کیونکہ تو ہی ہے جو ظلمتوں کو دور کرتا اور انسان کو دنیا و آخرت کے حسنات کا وارث بناتا ہے۔

عُتْبَہ و شَیبَہ اس وقت اپنے اس باغ میں موجود تھے۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا تو دور و نزدیک کی رشتہ داری سے یا قومی احساس سے یا نہ معلوم کسی اَور خیال سے، بہرحال اپنے عیسائی غلام عَدَّاس نامی کے ہاتھ ایک کشتی میں کچھ انگور لگا کر آپ کے پاس بھجوائے۔ آپؐ نے لے لیے اور عَدَّاس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور کس مذہب کے پابند ہو؟ اس نے کہا کہ میں نینوا کا ہوں اور مذہباً عیسائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہی نینوا جو خدا کے صالح بندے یونس بن متّی کا مسکن تھا؟ عَدَّاس نے کہا۔ اس نے پھر آپ سے پوچھا کہ ہاں مگر آپ کو یونس کا حال کیسے معلوم ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرا بھائی تھا کیونکہ وہ بھی اللہ کا نبی تھا اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔

پھر آپؐ نے اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی جس کا اس پر اثر ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر جوشِ اخلاص میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ چوم لیے۔ اس نظارے کو دور سے کھڑے عُتْبَہ اور شَیبَہ بھی دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ جب عَدَّاس ان کے پاس واپس گیا تو انہوں نے کہا عَدَّاس تجھے کیا ہوا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ چومنے لگا۔ یہ شخص تو تیرے دین کو خراب کر دے گا حالانکہ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

اس کے بعد پھر تھوڑی دیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغ میں آرام فرمایا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے اور وہاں کچھ دن قیام کیا۔ اس کے بعد نخلہ سے روانہ ہو کر آپؐ کوہِ حرا پر آئے اور چونکہ سفر طائف کی بظاہر ناکامی کی وجہ سے مکہ والوں کے زیادہ دلیر ہو جانے کا

اندیشہ تھا اس لیے یہاں سے آپؐ نے مُطْعِم بن عَدِی کو کہلا بھیجا کہ میں مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے اس کام میں مدد دے سکتے ہو؟ مُطْعِم پکا کافر تھا مگر طبیعت میں شرافت تھی اور ایسے حالات میں اِنکار کرنا شرفائے عرب کی فطرت کے خلاف تھا کہ اگر کوئی پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ نہ دیں۔ بہر حال عربوں میں اُس زمانے میں بھی، جاہلیت میں بھی یہ خصوصیت تھی۔ اس لیے اس نے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو ساتھ لیا اور سب مسلح ہو کر کعبے کے پاس کھڑے ہو گئے اور آپؐ کو کہلا بھیجا کہ آجائیں ہم آپؐ کو پناہ دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور کعبہ کا طواف کیا اور وہاں سے مُطْعِم اور اس کی اولاد کے ساتھ تلواروں کے سایہ میں اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ راستہ میں ابو جہل نے مُطْعِم کو اس حالت میں دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا کہ کیا تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف پناہ دی ہے یا اس کے تابع ہو گئے ہو؟ مُطْعِم نے کہا۔ میں صرف پناہ دینے والا ہوں۔ تابع نہیں ہوں۔ اس پر ابو جہل نے کہا۔ اچھا پھر کوئی حرج نہیں۔ بہر حال مُطْعِم کفر کی حالت میں ہی فوت ہوا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 181 تا 183)

یہ بہر حال اس کی ایک نیکی تھی۔ حضرت زیدؓ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپؓ نے حضرت کلثوم بن ھِدْم رضی اللہ عنہ کے پاس قیام کیا جبکہ بعض کے مطابق آپؓ حضرت سعد بن خَیثَمہؓ کے پاس ٹھہرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی مؤاخات حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ سے کروائی۔ بعض نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی مؤاخات حضرت حمزہؓ سے قائم کروائی۔ یعنی کہ حضرت حمزہؓ کو آپؓ کا بھائی بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہ نے لڑائی کے وقت حضرت زیدؓ کے حق میں وصیت فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 32 زید الحب بن حارثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 6 حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں مزید لکھا ہے کہ

مدینہ پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو کچھ روپیہ دے کر مکہ روانہ فرمایا جو چند دن میں آپ کے اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ عبد اللہ بن ابی بکر، حضرت ابو بکرؓ کے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے کر مدینہ پہنچ گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 269)

حضرت بَرَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو اہلِ مکہ نے اس بات سے انکار کیا کہ آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے دیں۔ آخر آپؐ نے ان سے اس شرط پر صلح کی کہ آپؐ آئندہ سال عمرے کو آئیں گے اور یہاں مکہ میں تین دن تک ٹھہریں گے۔ جب صلح نامہ لکھنے لگے تو یوں لکھا کہ یہ وہ شرطیں ہیں جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی۔ مکہ والے کہنے لگے کہ ہم اس چیز کو نہیں مانتے۔ اگر ہم جانتے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو آپؐ کو کبھی نہ روکتے۔ کہنے لگے ہمارے نزدیک تو آپؐ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ یہاں سے مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپؐ کے

خطاب کو کبھی نہیں مٹاؤں گا یعنی کہ 'اللہ کا رسول'۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خطاب دیا ہے اس کو مَیں نہیں مٹا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لکھا ہوا کاغذ لے لیا۔ آپ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے یوں لکھا کہ یہ وہ شرطیں ہیں جو محمد بن عبداللہ نے ٹھہرائیں۔ مکہ میں کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے سوائے تلواروں کے، جو نیاموں میں ہوں گی اور مکہ والوں میں سے کسی کو بھی ساتھ نہیں لے جائیں گے اگرچہ وہ ان کے ساتھ جانا چاہے اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی نہیں روکیں گے اگر وہ مکہ میں ٹھہرنا چاہے۔ بہرحال اس معاہدے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال مکہ میں داخل ہوئے اور تین دن کی مدت ختم ہو گئی تو قریش حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنے ساتھی محمد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ اب یہاں سے چلے جائیں کیونکہ مقررہ مدت گزر چکی ہے، تین دن ٹھہرنے کی شرط تھی، تین دن ہو گئے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ کی بیٹی عُمَارَہ، ایک روایت میں ان کا نام اُمَامَہ اور دوسری روایت میں اَمَۃ اللہ بھی ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے آئیں کہ اے چچا! اے چچا! حضرت علیؓ نے جا کر اسے لے لیا، پکڑ لیا۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا کہ آپؓ چچا کی بیٹی کو لے لیں۔ انہوں نے اس کو سوار کر لیا۔ اب حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، اور حضرت جعفرؓ حضرت حمزہؓ کی لڑکی کی بابت جھگڑنے لگے۔ حضرت علیؓ کہنے لگے کہ مَیں نے تو اس کو لیا ہے اور میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر نے کہا کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ اسماء بنت عُمَیس میری بیوی ہے اور حضرت زیدؓ نے کہا کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخات قائم کرائی تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فیصلہ کیا کہ وہ اپنی خالہ کے پاس رہیں یعنی حضرت جعفر جو تھے ان کے پاس رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور حضرت علیؓ سے کہا تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں اور حضرت جعفر سے کہا تم صورت اور سیرت میں مجھ سے ملتے جلتے ہو اور حضرت زید سے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور دوست ہو۔ حضرت علی نے کہا کہ آپ حمزہؓ کی بیٹی سے شادی نہیں کر لیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ میرے دودھ بھائی ہیں اور میں اس بچی کا چچا ہوں۔ یہ روایت بخاری میں ہے اور سیرۃ الحلبیۃ میں بھی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء حدیث 4251)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 95 باب ذکر مغازیہ ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت زید بن حارثہؓ نے حضرت ام ایمنؓ سے شادی کی تھی۔ حضرت ام ایمنؓ کا نام بَرَکَۃ تھا اور آپ اپنے بیٹے ایمنؓ کی وجہ سے ام ایمن کی کنیت سے مشہور تھیں۔ آپؓ حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کی کنیز تھیں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگیں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ سال کی تھی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ آپؐ کو ساتھ لے کر اپنے میکے سے ملنے مدینہ گئیں تو اس وقت حضرت ام ایمنؓ بطور خادمہ ساتھ تھیں، چھوٹی بھی ہوں گی۔ مدینہ سے واپسی پر جب ابواء مقام جو کہ مسجد نبویؐ سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے پہنچے تو حضرت آمنہ کی وفات ہو گئی۔ حضرت ام ایمنؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی دو اونٹوں پر مکہ واپس لے آئیں جن پر وہ مکہ سے گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے دعویٰ نبوت سے قبل مکہ میں حضرت ام ایمنؓ کی شادی عُبَید بن زید سے ہوئی جو خود ایک حبشی غلام تھے۔ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ایمن تھا۔ حضرت ایمنؓ نے غزوہ حنین میں شہادت کا مقام حاصل کیا۔ حضرت ام ایمنؓ کے خاوند کی وفات ہو گئی تو آپؓ کی شادی حضرت زیدؓ سے کر دی گئی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ام ایمنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت مہربانی سے پیش آتیں اور آپؐ کا خیال رکھتی تھیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اہل جنت کی خاتون سے شادی کر کے خوش ہونا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ام ایمنؓ سے شادی کر لے۔ چنانچہ اس پر حضرت زید بن حارثہؓ نے ان سے شادی کی جس سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے۔ حضرت ام ایمنؓ نے مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہاں سے ہجرت کے بعد مدینہ واپس آئیں اور غزوۂ احد میں شرکت کی۔ اس موقعے پر آپؓ لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ ان کو غزوۂ خیبر میں بھی شرکت کی توفیق ملی۔ 23ھ ہجری میں جب حضرت عمرؓ نے شہادت پائی تو حضرت ام ایمنؓ بہت روئیں۔ لوگوں نے پوچھا کیوں روتی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ کی شہادت سے اسلام کمزور پڑ گیا ہے۔ حضرت ام ایمنؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت کے آغاز میں ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 179 تا 181 ام ایمن ، جلد 1 صفحہ 93-94 ذکر وفاۃ آمنۃ ام رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (السیرۃ الحلبیۃ جلد اوّل صفحہ 77 باب وفاۃ والدۃ رسول اللہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء) (اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 291 ''ام ایمن'' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(معجم البلدان جلد اوّل صفحہ 102 ''ابواء''مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت زیدؓ کی حضرت ام ایمنؓ سے شادی کے متعلق مختلف حوالوں سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تحریر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے، جو آپؓ کی تحریرات میں ہے کہ ام ایمنؓ وہی ہیں جو آپؐ کے والد کی وفات پر ایک لونڈی کی حیثیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورثہ میں پہنچی تھیں۔ بڑے ہو کر آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور ان کے ساتھ بہت احسان کا سلوک فرماتے تھے۔ بعد میں ام ایمنؓ کی شادی آپؐ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے ساتھ ہو گئی اور ان کے بطن سے اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 99)

جنہیں اَلْحِبُّ ابْنُ الْحِبِّ یعنی محبوب کا پیارا بیٹا کہا جاتا تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 1 صفحہ 75 ''اسامہ بن زید''مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمنؓ کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یا اُمَّہ ، یعنی اے میری والدہ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ ایمنؓ کی طرف دیکھتے تو فرماتے۔ ھٰذِہٖ بَقِیَّۃُ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ یہ میرے اہل بیت میں سے باقی ماندہ ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ اُمُّ اَیْمَنَ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ۔ یعنی ام ایمنؓ میری حقیقی والدہ کے بعد میری والدہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں بھی ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(تاریخ الطبری جلد 13 صفحہ 375 المنتخب فی کتاب المذیل والذیل/ذکر تاریخ من عرف وقت وفاتہ من النساء..... دارالفکر بیروت 2002ء)(اسد الغابۃ جلد 7 صفحہ 291، ام ایمن مولاۃ رسول اللہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مہاجر مکہ سے مدینہ آئے اور ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا اور انصار زمین اور جائیداد والے تھے تو انصار نے ان سے معاہدہ کیا کہ وہ ان کو اپنے باغوں کا میوہ ہر سال دیا کریں گے لیکن ان میں کام کاج وہ خود کریں گے۔ باغ کا پھل دیں گے، آمد دیں گے لیکن جو باغ کی محنت مزدوری ہے، اس کو سنبھالنا ہے وہ خود کیا کریں گے۔ مہاجرین کو نہیں کرنے دیں گے۔ حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سُلَیم تھیں جو حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ کی بھی والدہ تھیں۔ حضرت انس کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجور کے درخت دیے ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخت اپنی کھلائی حضرت ام ایمنؓ کو دے دیے جو حضرت اسامہ بن زیدؓ کی والدہ تھیں۔ ابنِ شہاب کہتے تھے کہ مجھے حضرت انس بن مالکؓ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اہلِ خیبر کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور مدینہ کو لوٹ گئے تو مہاجرین نے انصار کے وہ عطیے یعنی وہ پھل دار درخت جو انہوں نے ان کو اپنے باغوں سے دیے ہوئے تھے، واپس کر دیے۔ اب ان کو اپنی بھی کچھ دولت جائیداد وغیرہ مل گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت انسؓ کی والدہ کو ان کی کھجوریں واپس کر دیں اور ان کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمنؓ کو اپنے باغ میں سے کچھ درخت دے دیے۔

(صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب فضل المنیحۃ حدیث 2630)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں اس کی مزید تفصیلات یوں ہیں کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کوئی صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجوروں کے کچھ درخت خاص کر دیا کرتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ اور نضیر فتح کیے تو آپؐ کو ان کی ضرورت نہ رہی۔ تو وہ کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ درخت جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے یا ان میں سے کچھ درخت واپس کرنے کے لیے کہوں کیونکہ اب آپؐ کو ضرورت نہیں رہی۔ حضرت انسؓ سے یہ روایت ہے۔ تو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخت کیونکہ حضرت ام ایمنؓ کو دیے ہوئے تھے تو یہ سن کر حضرت ام ایمنؓ آئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈالا اور بولیں کہ میں ہرگز نہیں دوں گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کہ یہ درخت تمہیں کبھی نہیں ملیں گے جبکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دے چکے ہیں یا کچھ ایسا ہی کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ سے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، واپس کر دو۔ تمہیں اتنے ہی اَور دوں گا۔ جتنے تمہیں درخت دیے ہوئے ہیں اُتنے ہی دوسری جگہ سے اَور دے دوں گا۔ لیکن وہ کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو، حضرت ام ایمنؓ کو اس سے دس گنا دیے یا کچھ ایسے ہی الفاظ تھے جو کہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرجع النبیﷺ من الاحزاب ..... الخ حدیث 4120)

کہ میں تمہیں دس گنا دے دوں گا۔ اس کے بعد یہ درخت واپس کیے گئے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ام ایمنؓ کو مدینہ کی طرف پیدل ہجرت کرتے وقت شدید پیاس لگی، بڑی

بزرگ عورت تھیں، اللہ تعالیٰ سے ان کا بڑا خاص تعلق تھا۔ اس وقت آپؓ کے پاس پانی بھی نہیں تھا اور گرمی بھی بہت شدید تھی۔ انہوں نے اپنے سر کے اوپر کسی چیز کی آواز سنی تو کیا دیکھتی ہیں کہ ان پر آسمان سے ڈول کی مانند ایک چیز جھک آئی تھی جس سے پانی کے سفید قطرات گر رہے تھے۔ انہوں نے اس میں سے پانی پیا یہاں تک کہ سیر اب ہو گئیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد سے مجھے کبھی پیاس اور تشنگی کا احساس نہیں ہوا، تکلیف نہیں ہوئی اور کبھی روزے کی حالت میں بھی پیاس محسوس ہوتی تو تب بھی میں پیاسی نہیں رہتی تھی۔

بدری صحابہ کے ساتھ جن خواتین کا بھی تعلق ہے ان خواتین کا ذکر بھی بعض صحابہ کے ذکر میں آ جاتا ہے تا کہ ان خواتین کے بلند مقام کا بھی ہمیں پتا لگتا رہے اس لیے میں یہ ذکر ساتھ ساتھ کرتا رہتا ہوں۔

حضرت ام ایمنؓ کی زبان میں کچھ لکنت تھی جب وہ کسی کے پاس جاتیں تو سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ کی بجائے، (پہلے یہ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ کہنے کا رواج تھا،) لکنت کی وجہ سے سَلَامُ لَا عَلَیْکُمْ کہتی تھیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ کی بجائے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کی اجازت دی اور اب وہی رواج ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا تو اس وقت حضرت ام ایمنؓ آپؐ کے پاس تھیں۔ انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! مجھے بھی پانی پلائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس پر میں نے اُن سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم اس طرح کہہ رہی ہو کہ تمہیں پانی پلائیں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ کیا مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ خدمت نہیں کی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر آپؐ نے انہیں پانی پلایا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 77-78 باب وفاۃ والدۃ رسول اللہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ام ایمنؓ روتی رہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپؓ کیوں رو رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں یہ تو جانتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور وفات پا جائیں گے لیکن میں تو اس لیے روتی ہوں کہ وحی ہم سے اٹھالی گئی۔

(اسدالغابۃ جلد 7 صفحہ 291، ام ایمن مولاۃ رسول اللہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

یعنی آپؐ کی وفات کا ایک غم ہے وہ تو الگ رہا لیکن اس کے ساتھ جو تازہ بتازہ اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا تھا، وحی ہوتی تھی وہ سلسلہ اب بند ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے مجھے رونا آ رہا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہمارے ساتھ حضرت ام ایمنؓ کے ہاں چلو کہ ان سے ملیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ اس پر ان دونوں نے انہیں کہا کہ آپؓ کیوں روتی ہیں؟ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لیے بہتر ہے۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا کہ میں اس لیے نہیں روتی کہ جانتی نہیں ہوں کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لیے بہتر ہے۔ ان کا

بھی نیکی میں بڑا مقام تھا جیسا کہ میں نے کہا۔ کہتی ہیں کہ میں تو اس لیے روتی ہوں کہ اب آسمان سے وحی آنا بند ہو گئی۔ انہوں نے ان دونوں کو بھی رلا دیا اور وہ دونوں بھی رونے لگے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ام ایمن حدیث2454)

حضرت اسامہؓ اور حضرت زیدؓ کی رنگت کا بڑا فرق تھا۔ ماں کیونکہ حبشہ کی رہنے والی تھیں، افریقن تھیں۔ اور زید دوسری جگہ کے رہنے والے تھے تو اس وجہ سے باپ بیٹے میں فرق تھا۔ ماں کی طرف ان کا رنگ زیادہ مائل تھا جس کی وجہ سے بعض لوگ حضرت اسامہؓ کی نسل پر اعتراض کرتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت زیدؓ کے بیٹے نہیں ہیں یا اعتراض برائے اعتراض ہوتے تھے۔ منافقین بھی اعتراض کیا کرتے تھے تو حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میرے پاس آئے تو آپؐ بڑے خوش تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! ابھی مُجَزِّزْ مُدْلِجِی میرے پاس آیا تھا۔ اس نے اسامہ بن زیدؓ اور زید بن حارثہؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان دونوں پر ایک چادر تھی۔ گرمی کی وجہ سے یا بارش کی وجہ سے بہرحال کسی وجہ سے ایک چادر دونوں نے لی ہوئی تھی اور منہ ڈھکے ہوئے تھے، جس سے انہوں نے اپنے سروں کو ڈھانپا ہوا تھا اور چہرے بھی نظر نہیں آ رہے تھے اور ان دونوں کے پیر باہر نکلے ہوئے تھے۔ صرف پیر باہر نکلے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ یقیناً یہ پیر ایک دوسرے میں سے ہیں یعنی کہ دونوں کے جو پاؤں ہیں بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش تھے کہ اسامہؓ پر جو اعتراض کیا جاتا تھا آج وہ اعتراض دور ہو گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ماہر قیافہ شناس ہے اور یہ دیکھنے والے قیافہ شناس جو دنیادار آدمی ہوتے ہیں اس کی یہ بھی گواہی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الفرائض باب القائف حدیث6771)(فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 12 صفحہ 58 کتاب الفرائض حدیث 6771 مطبوعہ دار الریان للتراث القاھرہ 1987ء)

اور عرب کے ماحول میں یہ ایک حتمی بات ہوا کرتی تھی۔ ویسے تو کوئی نہیں لیکن یہ جو دنیاداروں کا منہ بند کرانے کے لیے، منافقین کا منہ بند کرانے کے لیے ایک ثبوت ملا جس پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے۔

حضرت زیدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے بھی تھے۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ کی ایک شادی حضرت زینب بنت جحشؓ سے کروائی تھی لیکن یہ شادی زیادہ عرصہ تک نہیں چلی اور حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ یہ شادی ایک سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ تک رہی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی کی۔

(السیرۃ النبویۃ ،عرض وقائع و تحلیل احداث از دکتور علی محمد صلابی۔المبحث الاول: زواج النبی ﷺ بزینب بنت جحش صفحہ 628-629، دار المعرفۃ بیروت 2007ء)

مختلف حوالوں کو اکٹھا کر کے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تحریر فرمایا ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ

ہجرت کے پانچویں سال میں غزوۂ بنی مصطلق سے کچھ عرصہ پہلے جو شعبان 5/ہجری میں واقع ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحشؓ سے شادی فرمائی۔ حضرت زینبؓ آنحضرتؐ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب

کی صاحبزادی تھیں اور باوجود نہایت درجہ نیک اور متقی ہونے کے ان کی طبیعت میں اپنے خاندان کی بڑائی کا احساس بھی کسی قدر پایا جاتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اس قسم کے خیالات سے بالکل پاک تھی اور گو آپؐ خاندانی حالات کو تمدنی رنگ میں قابلِ لحاظ سمجھتے تھے مگر آپؐ کے نزدیک بزرگی کا حقیقی معیار ذاتی خوبی اور ذاتی تقویٰ وطہارت پر مبنی تھا۔

جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:14) یعنی اے لوگو! تم میں سے جو شخص زیادہ متقی ہے وہی زیادہ بڑا اور صاحبِ عزت ہے۔ پس آپؐ نے بلا کسی تامل کے اپنی اس عزیزہ یعنی زینب بنت جحشؓ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ زید بن حارثہؓ کے ساتھ تجویز فرمادی۔ پہلے تو زینبؓ نے اپنی خاندانی بڑائی کا خیال کرتے ہوئے اسے ناپسند کیا لیکن آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی پُرزور خواہش کو دیکھ کر رضامند ہو گئیں۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور تجویز کے مطابق زینبؓ اور زیدؓ کی شادی ہو گئی اور گو زینبؓ نے ہر طرح شرافت سے نبھاؤ کیا مگر زیدؓ نے اپنے طَور پر یہ محسوس کیا کہ حضرت زینبؓ کے دل میں ابھی تک یہ خلش مخفی ہے کہ میں ایک معزز خاندان کی لڑکی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریبی رشتہ دار ہوں اور حضرت زیدؓ ایک محض آزاد شدہ غلام ہے اور میرا کفو نہیں۔

دوسری طرف خود زیدؓ کے دل میں بھی زینب کے مقابلہ میں اپنی پوزیشن کے چھوٹا ہونے کا احساس تھا اور اس احساس نے آہستہ آہستہ زیادہ مضبوط ہو کر ان کی خانگی زندگی کو بے لطف کر دیا تھا اور میاں بیوی میں ناچاقی رہنے لگی تھی۔ جب یہ ناگوار حالت زیادہ ترقی کر گئی تو زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بزعم خود زینبؓ کے سلوک کی شکایت کر کے انہیں طلاق دے دینے کی اجازت چاہی اور ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ انہوں نے یہ شکایت کی کہ زینبؓ سخت زبانی سے کام لیتی ہے۔ اس لیے میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً یہ حالات معلوم کر کے صدمہ بھی ہوا مگر آپؐ نے زیدؓ کو طلاق دینے سے منع فرمایا اور غالباً یہ بات محسوس کر کے کہ زیدؓ کی طرف سے نبھاؤ کی کوشش میں کمی ہے آپؐ نے حضرت زیدؓ کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ اختیار کر کے جس طرح بھی ہو نبھاؤ کرو۔ اس کی کوشش کرو۔

چنانچہ قرآن شریف میں بھی آپ کے یہ الفاظ مذکور ہیں کہ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (الاحزاب:38) کہ اے زید! اپنی بیوی کو طلاق نہ دو اور خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔ آپؐ کی اس نصیحت کی وجہ یہ تھی کہ اول تو اصولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ۔ کہ ساری حلال چیزوں میں سے طلاق خدا کو زیادہ ناپسند ہے اور اسی لیے اسلام میں صرف انتہائی علاج کے طور پر اس کی اجازت دی گئی ہے۔

دوسرے جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام زین العابدین علی بن حسین کی روایت ہے اور امام زہری نے اس روایت کو مضبوط قرار دیا ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے یہ وحی الٰہی ہو چکی تھی کہ زید بن حارثہؓ بالآخر زینبؓ کو طلاق دے دیں گے اور اس کے بعد زینبؓ آپؐ کے نکاح میں آئیں گی اس

لیے آپؐ اس معاملہ میں اپنا ذاتی تعلق سمجھتے ہوئے بالکل غیر متعلق اور غیر جانبدارانہ رویہ رکھنا چاہتے تھے اور اپنی طرف سے اس بات کی پوری پوری کوشش کرنا چاہتے تھے کہ زیدؓ اور زینبؓ کے تعلق کے قطع ہونے میں آپؐ کا کوئی دخل نہ ہو اور جب تک نبھاؤ کی صورت ممکن ہو نبھاؤ ہوتا رہے اور تعلق قائم رہے اور اسی خیال کے ماتحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اصرار کے ساتھ زیدؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ تم طلاق نہ دو اور خدا کا تقویٰ اختیار کر کے جس طرح بھی ہو نبھاؤ کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر زیدؓ کی طلاق کے بعد زینبؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو لوگوں میں اس کی وجہ سے اعتراض ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبنیٰ کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے اور خواہ نخواہ ابتلا کی صورت پیدا ہو گی۔

چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (الاحزاب:38) کہ اے نبی! تُو اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا وہ بات جسے خدا نے آخر ظاہر کر دیا۔ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ ... جسے خدا نے آخر ظاہر کر دیا تھا۔ اور تو لوگوں کی وجہ سے ڈرتا تھا اور یقیناً خدا اس بات کا بہت زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو تقوی اللہ کی نصیحت کر کے طلاق دینے سے منع فرمایا اور آپؐ کی اس نصیحت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے زیدؓ خاموش ہو کر واپس آ گئے مگر اکھڑی ہوئی طبیعتوں کا ملنا مشکل تھا۔ دراڑیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اب بڑا مشکل تھا اور جو بات نہ بننی تھی نہ بنی اور کچھ عرصے کے بعد زیدؓ نے طلاق دے دی۔ جب زینبؓ کی عدت ختم ہو چکی تو ان کی شادی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر وحی نازل ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں خود اپنے عقد میں لے لینا چاہیے اور اس خدائی حکم میں علاوہ اس حکمت کے کہ اس سے حضرت زینبؓ کی دلداری ہو جائے گی اور مطلقہ عورت کے ساتھ شادی کرنا مسلمانوں میں عیب نہ سمجھا جائے گا۔ یہ حکمت بھی مدِ نظر تھی کہ چونکہ حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تھے اور آپؐ کے بیٹے کہلاتے تھے اس لیے جب آپؐ خود اس کی مطلقہ سے شادی فرما لیں گے تو اس بات کا مسلمانوں میں ایک عملی اثر ہو گا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور نہ اس پر حقیقی بیٹوں والے احکام جاری ہوتے ہیں اور آئندہ کے لیے عرب کی جاہلانہ رسم مسلمانوں میں پورے طور پر مٹ جائے گی۔ چنانچہ اس بارہ میں قرآن شریف نے جو تاریخ اسلامی کا سب سے زیادہ صحیح ریکارڈ ہے یوں فرماتا ہے کہ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (الاحزاب:38) یعنی جب زید نے زینب سے قطع تعلق کر لیا تو ہم نے زینب کی شادی تیرے ساتھ کر دی تا کہ مومنوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی مطلقہ بیویوں کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی روک نہ رہے بعد اس کے کہ وہ منہ بولے بیٹے اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر لیں اور خدا کا یہ حکم اسی طرح پورا ہونا تھا۔

الغرض اس خدائی وحی کے نازل ہونے کے بعد جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہش اور خیال کا قطعاً کوئی دخل نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینبؓ کے ساتھ شادی کا فیصلہ فرمایا اور پھر حضرت زیدؓ

کے ہاتھ ہی حضرت زینبؓ کو شادی کا پیغام بھجوایا اور حضرت زینبؓ کی طرف سے رضامندی کا اظہار ہونے پر ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے ان کی طرف سے ولی ہو کر چار سو درہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا اور اس طرح وہ قدیم رسم، جو عرب کی سرزمین میں راسخ ہو چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نمونے کے نتیجے میں اسلام میں جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دی گئی۔

اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ عام مؤرخین اور محدثین کا یہ خیال ہے کہ چونکہ زینبؓ کی شادی کے متعلق خدائی وحی نازل ہوئی تھی اور خدا کے خاص حکم سے یہ شادی وقوع میں آئی اس لیے ظاہری طور پر ان کے نکاح کی رسم ادا نہیں کی گئی مگر یہ خیال درست نہیں ہے۔ بے شک خدا کے حکم سے یہ شادی ہوئی اور کہا جا سکتا ہے کہ آسمان پر نکاح پڑھا گیا مگر اس وجہ سے شریعت کی ظاہری رسم جو تھی وہ بھی خدا ہی کی مقرر کردہ ہے اس سے آزادی حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ابنِ ہشام کی روایت، جس کا حوالہ پہلے درج کیا گیا ہے اور جس میں ظاہری رسم نکاح کا واقع ہونا بتایا گیا ہے، اس معاملہ میں واضح ہے اور کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ دوسری امہات المومنین کے مقابلے میں حضرت زینبؓ یہ فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے ولیوں نے زمین پر پڑھائے ہیں اور میرا نکاح آسمان پر ہوا ہے، اس سے بھی یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ حضرت زینبؓ کے نکاح کی ظاہری رسم ادا نہیں ہوئی تھی کیونکہ باوجود ظاہری رسم کی ادائیگی کے ان کا یہ فخر قائم رہتا ہے کہ ان کا نکاح خدا کے خاص حکم سے آسمان پر ہوا مگر اس کے مقابل پر دوسری امہات المومنین کی شادیاں عام اسباب کے ماتحت ظاہری رسم کی ادائیگی کے ساتھ وقوع میں آئیں۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اذن کے زینبؓ کے پاس تشریف لے گئے تھے اور اس سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ان کے نکاح کی ظاہری رسم ادا نہیں ہوئی تھی مگر غور کیا جاوے تو اس بات کو بھی ظاہری رسم کے ادا ہونے یا نہ ہونے کے سوال سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے گھر بغیر اجازت چلے گئے تھے تو یہ غلط اور خلافِ واقعہ ہے کیونکہ بخاری کی صریح روایت (بڑی واضح روایت) میں یہ ذکر ہے کہ شادی کے بعد زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رخصت ہو کر آئی تھیں نہ کہ آپؐ ان کے گھر گئے تھے اور اگر اس روایت سے یہ مراد ہے کہ جب وہ رخصت ہو کر آپؐ کے گھر آ گئیں تو اس کے بعد آپؐ ان کے پاس بغیر اذن کے تشریف لے گئے تو یہ کوئی غیر معمولی اور خلافِ دستور بات نہیں ہے کیونکہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن کر آپؐ کے گھر آ گئی تھیں تو پھر آپؐ نے بہر حال ان کے پاس جانا ہی تھا اور آپؐ کو اذن کی ضرورت نہیں تھی۔

پس اذن نہ لینے والی روایت کا قطعاً کوئی تعلق اس سوال سے نہیں ہے کہ آپؐ کے اس نکاح کی ظاہری رسم ادا کی گئی یا نہیں۔ اور حق یہی ہے جیسا کہ ابنِ ہشام کی روایت میں تصریح کی گئی ہے کہ باوجود خدائی حکم کے اس نکاح کی باقاعدہ رسم ادا کی گئی تھی۔ اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ایسا ہوا ہو کیونکہ اول تو عام قاعدے میں استثنا کی کوئی وجہ نہیں تھی اور دوسرے جب اس نکاح میں ایک رسم کا توڑنا اور اس کے اثر کو زائل کرنا مقصود تھا۔ یہ پہلے

رسم تھی اور بڑی پکی رسم تھی کہ متبنیٰ کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اس رسم کو توڑنا مقصد تھا۔ تو اس بات کی پھر بدرجہ اولیٰ ضرورت تھی، بہت زیادہ ضرورت تھی کہ یہ نکاح بڑے اعلان کے ساتھ کیا جاتا اور بڑی شہادتوں کے سامنے کیا جاتا تا کہ دنیا کو پتا لگتا کہ یہ رسم آج ختم ہو رہی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 543 تا 546)

حضرت زیدؓ کی زندگی کے واقعات کے تعلق میں حضرت زینبؓ کے بارے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے بارے میں بھی میں نے کچھ تفصیل سے یہ ذکر اس لیے کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینبؓ کی شادی کے بارے میں آج کل بھی معترضین سوال اور اعتراض کرتے ہیں اس لیے اس بارے میں ہمیں کچھ تفصیلی علم بھی ہونا چاہیے۔ اس کی بعض اَور تفصیلات بھی ہیں۔ حضرت زیدؓ کے بارے میں بھی بعض باتیں بیان کرنے والی ہیں۔ تو یہ دونوں باتیں جس حد تک بیان کرنے کی ضرورت ہوئی میں آئندہ بھی کروں گا۔ حضرت زید کے حوالے سے یہ سلسلہ ابھی چل رہا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05/ جولائی 2019ء جلد 26 شمارہ 33 صفحہ 05 تا 09)

25

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21/ جون 2019ء بمطابق 21/ احسان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (ٹلفورڈ، سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں مَیں حضرت زید بن حارثہؓ کے حوالے سے باتیں کر رہا تھا اور اس ضمن میں یہ بات ہوئی تھی کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد میں شادی ہوئی۔ اس حوالے سے میں نے کہا تھا کہ بعض مزید باتیں بیان ہونے والی ہیں۔

حضرت زینب بنت جحشؓ کی عمر شادی کے وقت 35 سال کی تھی اور عرب کے حالات کے لحاظ سے یہ عمر ایسی تھی جسے گویا ادھیڑ عمر، بڑی عمر کہنا چاہیے۔ حضرت زینبؓ ایک نہایت متقی اور پرہیز گار اور مخیر خاتون تھیں۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں صرف زینب ہی وہ بیوی تھیں جو حضرت عائشہؓ کا مقابلہ کرتی تھیں اور ان کی ہمسری کا دم بھرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ ان کے ذاتی تقویٰ اور طہارت کی بہت مداح تھیں اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں نے زینبؓ سے زیادہ نیک عورت نہیں دیکھی اور یہ کہ وہ بہت متقی، بہت راست گو، بہت صلہ رحمی کرنے والی، بہت صدقہ و خیرات کرنے والی اور نیکی اور تقربِ الٰہی کے اعمال میں نہایت سرگرم تھیں۔ بس اتنی بات تھی ان کی طبیعت ذرا تیز تھی مگر تیزی کے بعد وہ جلد ہی خود نادم ہو جایا کرتی تھیں۔ صدقہ اور خیرات میں تو ان کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اَسْرَعُکُنَّ لِحَاقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا۔ یعنی تم میں سے جو سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے وہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچے گی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ہم نے اس سے ظاہری ہاتھ سمجھے اور اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھیں لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے زینب بنت جحشؓ کا انتقال ہوا تو تب جا کر ہم پر یہ راز کھلا کہ ہاتھ سے مراد صدقہ و خیرات کا ہاتھ تھا نہ کہ ظاہری ہاتھ۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مزید لکھتے ہیں کہ جیسا کہ اندیشہ کیا جاتا تھا حضرت زینبؓ کی شادی پر منافقینِ مدینہ کی طرف سے بہت اعتراضات ہوئے اور انہوں نے برملا طور پر طعن کیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر کے گویا اپنی بہو کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے لیکن جب اس شادی کی غرض ہی عرب کی اس جاہلانہ رسم کو مٹانا تھی تو پھر ان طعنوں کا سننا بھی ضروری تھا۔ اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ابنِ سعد اور طبری وغیرہ نے حضرت زینب بنت جحشؓ کی شادی کے متعلق ایک سراسر غلط اور بے بنیاد روایت نقل کی ہے اور چونکہ اس سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے خلاف اعتراض کا موقع ملتا ہے اس لیے بعض مسیحی مؤرخین نے اس روایت کو نہایت ناگوار صورت دے کر اپنی کتب کی زینت بنایا ہے۔

روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحشؓ کی شادی زید کے ساتھ کر دی تو اس کے بعد آپؐ کسی موقع پر زیدؓ کی تلاش میں ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس وقت اتفاق سے زید بن حارثہؓ اپنے مکان پر نہیں تھے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے سے باہر کھڑے ہو کر زیدؓ کو آواز دی تو زینبؓ نے اندر سے جواب دیا کہ وہ مکان پر نہیں ہیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہچان کر وہ لپک کر اٹھیں اور عرض کیا یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ اندر تشریف لے آئیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا اور واپس لوٹنے لگے۔

اب یہ راوی اس طرح کی روایت آگے لکھتے ہیں کہ مگر چونکہ حضرت زینبؓ گھبرا کر ایسی حالت میں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں کہ ان کے بدن پر اوڑھنی نہیں تھی اور مکان کا دروازہ کھلا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان پر پڑ گئی اور آپؐ نعوذ باللہ ان کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر یہ الفاظ گنگناتے ہوئے واپس لوٹ گئے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰہِ مُصَرِّفِ الْقُلُوْبِ۔ کہ پاک ہے وہ اللہ جو سب سے بڑائی والا ہے اور پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں لوگوں کے دل ہیں جدھر چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔ جب زید بن حارثہؓ واپس آئے تو زینبؓ نے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا قصہ بیان کیا اور زیدؓ کے دریافت کرنے پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے تھے۔ حضرت زینبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بیان کیے اور کہا میں نے تو عرض کیا تھا کہ آپؐ اندر تشریف لے آئیں مگر آپؐ نے انکار فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔ یہ سن کر زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور کہا یارسولؐ اللہ! شاید آپؐ کو زینب پسند آگئی ہے۔ اگر آپؐ پسند فرمائیں تو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور پھر آپؐ اس کے ساتھ شادی فرمالیں۔ آپؐ نے فرمایا زید! خدا کا تقویٰ کرو اور زینبؓ کو طلاق نہ دو۔ یہ روایت لکھنے والے پھر آگے اس طرح لکھتے ہیں کہ مگر اس کے بعد زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دے دی۔ یہ وہ روایت ہے جو ابنِ سعد اور طبری وغیرہ نے اس موقع پر بیان کی ہے اور گو اس روایت کی ایسی تشریح کی جاسکتی ہے جو چنداں قابلِ اعتراض نہیں، بالکل قابلِ اعتراض نہیں ہو گی مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ قصہ سرتاپا محض غلط اور جھوٹ ہے اور روایت و درایت ہر طرح سے اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے۔ روایتاً تو اس قدر جاننا کافی ہے کہ اس قصے کے راویوں میں زیادہ تر واقدی اور عبداللہ بن عامر اَسْلَمِی کا واسطہ آتا ہے اور یہ دونوں شخص محققین کے نزدیک بالکل ضعیف اور ناقابلِ اعتماد ہیں حتّٰی کہ واقدی تو اپنی کذب بیانی اور دروغ بیانی میں ایسی شہرت رکھتا ہے کہ غالباً مسلمان کہلانے والے راویوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ اور اس کے مقابلہ میں وہ روایت جو ہم نے اختیار کی ہے جس میں زیدؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زینبؓ کی بدسلوکی کی شکایت کرنا بیان کیا گیا تھا، (وہ پچھلے خطبے میں بیان ہوئی تھی) اور اس کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا گیا تھا کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور طلاق نہ دو، یہ

روایت جو ہے وہ بخاری کی روایت ہے جو دوست اور دشمن کے نزدیک قرآن شریف کے بعد اسلامی تاریخ کا صحیح ترین ریکارڈ سمجھی جاتی ہے اور جس کے خلاف کبھی کسی حرف گیر کو انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پس اصولِ روایت کی رو سے دونوں روایتوں کی قدر و قیمت ظاہر ہے۔

اسی طرح عقلاً بھی غور کیا جاوے تو ابنِ سعد وغیرہ کی روایت کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا کیونکہ جب یہ بات مسلّم ہے کہ زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں حتّٰی کہ آپؐ ہی نے ان کے ولی بن کر زید بن حارثہؓ سے ان کی شادی کی تھی اور دوسری طرف اس بات سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اب تک مسلمان عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں بلکہ پردہ کے متعلق ابتدائی حکم حضرت زینبؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے بعد نازل ہوئے تھے تو اس صورت میں یہ خیال کرنا کہ زینبؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، صرف اس وقت اتفاقی نظر پڑ گئی اور آپؐ ان پر فریفتہ ہو گئے ایک صریح اور بدیہی بطلان اور جھوٹ ہے اور اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یقیناً اس سے پہلے آپؐ نے ہزاروں دفعہ زینب کو دیکھا ہو گا اور ان کے جسم کا حسن و قبح جو کچھ بھی تھا آپؐ پر عیاں تھا اور گو اوڑھنی کے ساتھ دیکھنا اور اوڑھنی کے بغیر دیکھنا کوئی فرق نہیں رکھتا لیکن جب رشتہ اس قدر قریب تھا اور پردے کی رسم بھی اور حکم بھی اس وقت شروع نہیں ہوا تھا اور ہر وقت کی میل ملاقات تھی تو اَغلب یہ ہے کہ آپؐ کو کئی دفعہ انہیں بغیر اوڑھنی کے دیکھنے کا اتفاق بھی ہوا ہو گا اور زینبؓ کا آپؐ کو اندر تشریف لانے کے لیے عرض کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت ان کے بدن پر اتنے کپڑے ضرور تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہونے کے لیے تیار تھیں۔ پس جس جہت سے بھی دیکھا جائے یہ قصہ ایک محض جھوٹا اور بناوٹی قصہ قرار پاتا ہے جس کے اندر کچھ بھی حقیقت نہیں اور اگر ان دلائل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کامل درجہ مقدس اور زاہدانہ زندگی کو بھی مدنظر رکھا جائے جو آپؐ کی ہر حرکت و سکون سے واضح اور عیاں تھی تو پھر تو اس واہیات اور فضول روایت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور یہی وجہ ہے کہ محققین نے اس قصے کو قطعی طور پر جھوٹا اور بناوٹی قرار دیا ہے۔ مثلاً علامہ ابنِ حجر نے فتح الباری میں، علامہ ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر میں، علامہ زرقانی نے شرح مَوَاہِب میں وضاحت کے ساتھ اس روایت کو سراسر جھوٹا قرار دے کر اس کے ذکر تک کو صداقت کی ہتک سمجھا ہے اور یہی حال دوسرے محققین کا ہے۔ اور محققین پر ہی بس نہیں بلکہ ہر شخص جسے تعصّب نے اندھا نہیں کر رکھا وہ اس بیان کو جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا ہے کہ ہم نے قرآن شریف اور احادیثِ صحیحہ کی بنا پر مرتب کر کے پیش کیا ہے اُس لچر اور ناقابلِ التفات قصے پر ترجیح دے گا جسے بعض منافقین نے اپنے پاس سے گھڑ کر روایت کیا اور مسلمان مؤرخین نے جن کا کام صرف ہر قسم کی روایات کو جمع کرنا تھا اسے بغیر کسی تحقیق کے اپنی تاریخ میں جگہ دے دی اور پھر بعض غیر مسلم مؤرخین نے مذہبی تعصب سے اندھا ہو کر اسے اپنی کتاب کی زینت بنایا۔

اس بناوٹی قصے کے ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ اپنی سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ یہ زمانہ اسلامی تاریخ کا وہ زمانہ تھا جبکہ منافقینِ مدینہ اپنے پورے زور میں تھے

اور عبداللہ بن ابیّ بن سلول کی سرکردگی میں ان کی طرف سے ایک باقاعدہ سازش اسلام اور بانیٔ اسلام کو بدنام کرنے کی جاری تھی اور ان کا یہ طریق تھا کہ جھوٹے اور بناوٹی قصے گھڑ گھڑ کر خفیہ خفیہ پھیلاتے رہتے تھے یا اصل بات تو کچھ ہوتی تھی اور وہ اسے کچھ کا کچھ رنگ دے کر اور اس کے ساتھ سو قسم کے جھوٹ شامل کر کے اس کی درپردہ اشاعت شروع کر دیتے تھے۔ چنانچہ قرآن شریف کی سورۂ احزاب میں جس جگہ حضرت زینبؓ کی شادی کا ذکر ہے اس کے ساتھ ساتھ منافقینِ مدینہ کا بھی خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اور ان کی شرارتوں کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ إِلَّا قَلِيْلًا۔ (الاحزاب:61)

یعنی اگر منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی اور فتنہ انگیز خبروں کی اشاعت کرنے والے لوگ اپنی ان کارروائیوں سے باز نہ آئے تو پھر اے نبی ہم تمہیں ان کے خلاف ہاتھ اٹھانے کی اجازت دیں گے اور پھر یہ لوگ مدینہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے مگر تھوڑا۔ اس آیت میں صریح طور پر اس قصہ کے جھوٹا ہونے کی طرف اصولی اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر جیسا کہ آگے چل کے ذکر آتا ہے اسی زمانہ کے قریب قریب حضرت عائشہؓ کے خلاف بہتان لگائے جانے کا بھی خطرناک واقعہ پیش آیا اور عبداللہ بن ابی اور اس کے بد دیانت ساتھیوں نے اس افترا کا اس قدر چرچا کیا اور ایسے ایسے رنگ دے کر اس کی اشاعت کی کہ مسلمانوں پر ان کا عرصہ عافیت تنگ ہو گیا اور بعض کمزور طبیعت اور ناواقف مسلمان بھی ان کے اس گندے پروپیگنڈا کا شکار ہو گئے۔ الغرض یہ زمانہ منافقوں کے خاص زور کا زمانہ تھا اور ان کا سب سے زیادہ دل پسند حربہ یہ تھا کہ جھوٹی اور گندی خبریں اڑا اڑا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے متعلقین کو بدنام کریں اور یہ خبریں ایسی ہوشیاری کے ساتھ پھیلائی جاتی تھیں کہ بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اکابر صحابہؓ کو تفصیلی علم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تردید کا موقع بھی نہیں ملتا تھا اور اندر ہی اندر ان کا زہر پھیلتا جاتا تھا۔ ایسی صورتوں میں بعض بعد میں آنے والے مسلمان جو زیادہ تحقیق اور تدقیق کے عادی نہیں تھے انہیں سچا سمجھ کر ان کی روایت شروع کر دیتے تھے اور اس طرح یہ روایتیں واقدی وغیرہ کی قسم کے مسلمانوں کے جو مجموعے تھے ان میں راہ پا گئیں مگر جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے صحیح احادیث میں ان کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا اور نہ محققین نے انہیں قبول کیا ہے۔

حضرت زینب بنت جحشؓ کے قصہ میں سر ولیم میور نے جن سے یقیناً ایک بہتر ذہنیت کی امید کی جاتی تھی واقدی کی غلط اور بناوٹی روایت کو قبول کرنے کے علاوہ اس موقع پر یہ دلآزار طعن بھی کیا ہے۔ وہ معترض تھا۔ ان سے تو یہی امید ہونی چاہیے تھی اور پھر جب حوالہ مسلمانوں کا مل جائے تو پھر ان کو مزید طعن کرنے کا بھی موقع مل جاتا ہے کہ گویا بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفسانی خواہشات بھی ترقی کرتی جاتی تھیں (نعوذ باللہ) اور میور صاحب آپؐ کے حرم کی جو توسیع تھی، شادیوں میں اضافہ تھا اس کو میور صاحب اسی جذبے پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ یہ نفسانی خواہشات تھیں، نعوذ باللہ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے

لکھا ہے کہ میں بھی ایک مؤرخ کی حیثیت سے اس بات کو بغیر کسی مذہبی بحث میں پڑنے کے بیان کرتا ہوں مگر تاریخی واقعات کو ایک غلط راستے پر جب ڈالا جاتا ہے تو اسے دیکھ کر اس ناگوار اور غیر منصفانہ طریق کے خلاف آواز بلند کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ پس علاوہ مذہبی جذبات کے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کے سوال کے، جس پر ایک حقیقی مسلمان اور ایک مومن تو اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے، عقلی اور تاریخی حقائق جو ہیں وہ بھی اس بیہودہ بات کی نفی کرتے ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ بے شک یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور یہ بات بھی مسلمہ تاریخ کا حصہ ہے کہ علاوہ حضرت خدیجہؓ کے آپؐ کی ساری شادیاں اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جسے بڑھاپے کا زمانہ کہا جا سکتا ہے مگر بغیر کسی تاریخی شہادت کے بلکہ واضح اور صریح تاریخی شہادت کے خلاف یہ خیال کرنا کہ آپ کی یہ شادیاں نعوذ باللہ جسمانی خواہشات کے جذبہ کے ماتحت تھیں ایک مؤرخ کی شان سے بہت بعید ہے اور ایک شریف انسان کی شان سے بھی بعید تر ہے۔

میور صاحب اس حقیقت سے بے خبر نہیں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ ادھیڑ عمر کی بیوہ عورت سے شادی کی اور پھر پچاس سال کی عمر تک اس رشتہ کو اس خوبی اور وفاداری کے ساتھ نباہا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اور اس کے بعد بھی آپؐ نے پچپن سال کی عمر تک عملاً صرف ایک بیوی رکھی اور یہ بیوی حضرت سودہؓ بھی حسنِ اتفاق سے ایک بیوہ اور ادھیڑ عمر کی خاتون تھیں اور اس تمام عرصہ میں جو جذباتِ نفسانی کے ہیجان کا مخصوص زمانہ ہے آپؐ کو کبھی دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔

میور صاحب اس تاریخی واقعہ سے بھی ہرگز ناواقف نہیں تھے کہ جب مکہ والوں نے آپؐ کی تبلیغی مساعی سے تنگ آکر اور ان کو اپنے قومی دین کا مخرّب (خراب کرنے والا) خیال کر کے آپؐ کے پاس عتبہ بن ربیعہ کو بطور ایک وفد کے بھیجا تھا اور آپؐ سے بڑی پُرزور استدعا کی درخواست کی تھی کہ آپؐ اپنی ان کوششوں سے رُک جائیں اور دولت اور ریاست کی طمع دینے کے علاوہ ایک یہ درخواست بھی پیش کی کہ اگر آپؐ کسی اچھی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے ہم سے خوش ہو سکتے ہیں اور ہمارے دین کو برا بھلا کہنے اور اس نئے دین کی تبلیغ سے باز رہ سکتے ہیں تو آپؐ جس لڑکی کو پسند کریں ہم آپؐ کے ساتھ اس کی شادی کیے دیتے ہیں۔

اس وقت آپؐ کی عمر بھی کوئی ایسی زیادہ نہیں تھی پھر جسمانی طاقت بھی بعد کے زمانہ کی نسبت یقیناً بہتر حالت میں تھی مگر جو جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے مکہ کے اس نمائندہ کو دیا وہ بھی تاریخ کا ایک کھلا ہوا ورق ہے جس کے دوہرانے کی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ضرورت نہیں ہے اور یہ تاریخی واقعہ بھی میور صاحب کی نظر سے اوجھل نہیں تھا کہ مکہ کے لوگ آپؐ کو آپؐ کی بعثت سے قبل یعنی چالیس سال کی عمر تک ایک بہترین اخلاق والا انسان سمجھتے تھے مگر باوجود ان سب شہادتوں کے میور صاحب کا یہ لکھنا کہ پچپن سال کی عمر کے بعد جب ایک طرف آپؐ کی جسمانی طاقتوں میں طبعاً انحطاط رونما ہونے لگا تھا اور دوسری طرف آپؐ کے مشاغل اور ذمہ داریاں اس قدر بڑھ گئیں جو ایک مصروف سے مصروف انسان کے مشاغل کو بھی شرماتی ہیں تو آپؐ

عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے۔ یہ یقیناً ہر گز کوئی غیر متعصبانہ ریمارک نہیں سمجھا جاسکتا۔ یقیناً یہ تعصّب سے بھرا ہوا ریمارک ہے۔ کہنے کو تو کوئی شخص جو کچھ بھی کہنا چاہے کہہ سکتا ہے اور اس کی زبان اور قلم کو روکنے کی دوسروں میں طاقت نہیں ہوتی مگر عقل مند آدمی کو چاہیے کہ کم از کم ایسی بات نہ کہے جسے دوسروں کی جو عقلِ سلیم ہے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔

میور صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ اگر اپنی آنکھوں سے تعصّب کی پٹی اتار کر دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ محض یہ بات ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شادیاں آپؐ کے بڑھاپے کی عمر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جسمانی اغراض کے ماتحت نہیں تھیں بلکہ ان کی تہ میں کوئی دوسری اغراض بھی مخفی تھیں خصوصاً جبکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپؐ نے اپنی جوانی کے ایام ایک ایسی حالت میں گزارے جس کی وجہ سے آپؐ نے اپنوں اور بیگانوں سے امین کا خطاب پایا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں اور ہر پڑھنے والے کے، تاریخ جاننے والے کے یقیناً یہی جذبات ہوتے ہیں کہ اس بات کے مطالعہ سے مجھے ایک روحانی سرور حاصل ہوتا ہے کہ آپؐ کی عمر کے جس زمانہ میں آپؐ کی یہ شادیاں ہوئیں وہ وہ زمانہ ہے جب کہ آپؐ پر آپؐ کے فرائضِ نبوت کا سب سے زیادہ بار تھا اور اپنی ان لاتعداد اور بھاری ذمہ داریوں کی ادائیگی میں آپؐ بالکل محو ہو رہے تھے اور ہر انصاف پسند، شریف انسان کے نزدیک محض یہ منظر ہی اس بات کی ایک دلیل ہے کہ آپؐ کی یہ شادیاں آپؐ کے فرائضِ نبوت کا حصہ تھیں جو آپؐ نے اپنی خانگی خوشی کو برباد کرتے ہوئے تبلیغ و تربیت کی اغراض کے ماتحت کی تھیں۔ ایک بُرا آدمی دوسرے کے افعال میں بری نیت تلاش کرتا ہے اور اپنی گندی حالت کی وجہ سے بسا اوقات دوسرے کی نیک نیت کو سمجھ بھی نہیں سکتا مگر ایک شریف انسان اس بات کو جانتا اور سمجھتا ہے کہ بسا اوقات ایک ہی فعل ہوتا ہے جسے ایک گندہ آدمی بری نیت سے کرتا ہے مگر اسی کو ایک نیک آدمی نیک اور پاک نیت سے کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔

پھر یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ اسلام میں شادی کی غرض یہ نہیں ہے کہ مرد اور عورت اپنی نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کے لیے اکٹھے ہو سکیں بلکہ گو نسلِ انسانی کے بقا کے لیے مرد و عورت کا اکٹھا ہونا نکاح کی ایک جائز غرض ہے مگر اس میں بہت سی اَور پاکیزہ اغراض بھی مدِّ نظر ہیں۔ پس ایک انسان کی شادیوں کی وجہ تلاش کرتے ہوئے، جس کی زندگی کا ہر حرکت اور سکون اس کی بے نفسی اور پاکیزگی پر ایک دلیل ہے، گندے آدمیوں کی طرح گندے خیالات کی طرف مائل ہونے لگنا اس شخص کو تو ہر گز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے متعلق یہ رائے لگائی جاتی ہے مگر رائے لگانے والے، دینے والے کے اپنے اندرونے کا آئینہ ضرور سمجھا جا سکتا ہے۔ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ پس اس سے زیادہ اس اعتراض کے جواب میں، مَیں کچھ نہیں کہتا کہ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ کہ اللہ ہی ہے جس سے اس بات پر مدد مانگی جاسکتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 549 تا 555)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی اس شادی اور نکاح کے حوالے سے ایک نکتہ اپنے ایک نکاح کے خطبہ

میں بیان فرمایا تھا وہ بھی مَیں پڑھ دیتا ہوں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کا نکاح زیدؓ سے کرایا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ نہیں کیا ہو گا۔ دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ پر اتکال نہ کیا ہو گا تو کّل نہیں کیا ہو گا۔ یہ سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہوں گی۔ آپؐ نے استخارہ بھی کیا ہو گا۔ دعائیں بھی کی ہوں گی مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی کوشش کو بارآور نہیں کیا۔

آپؓ لکھتے ہیں یہ نکتہ بیان فرمارہے ہیں کہ اصل وجہ اس بات کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ یہ بات لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہیں ہے خواہ قانونِ قدرت والی اولاد ہو یا قانونِ ملکی والی، (جو بچے adopt کر لیتے ہیں وہ ملکی قانون کے تحت اولاد تصور ہوتی ہے۔) قانونِ قدرت کے مطابق تو آپؐ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی مگر ملکی دستور اور اس وقت کے قانونِ شریعت کے مطابق آپؐ کی اولاد موجود تھی جیسا کہ زیدؓ تھے۔ لوگ انہیں ابنِ محمدؐ کہا کرتے تھے۔

حضرت زینبؓ کے نکاح کے واقعہ سے خدا تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اولاد وہی ہوتی ہے جو قانونِ قدرت کے مطابق ہو یعنی جسمانی اولاد ہو۔ قانون ملکی والی اولاد حقیقی اولاد نہیں ہوتی۔ (جو adopt کیے ہوئے بچے ہوتے ہیں وہ بھی حقیقی اولاد نہیں ہوتی) اور نہ شریعت نے حقیقی اولاد کے لیے جو قوانین رکھے ہیں وہ دوسروں پر عائد ہوتے ہیں۔ اس بات کو قائم کرنے کے لیے واحد طریق یہی تھا کہ حضرت زیدؓ کی مطلقہ کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکاح فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے زیدؓ اور اس کی بیوی کے تفرقہ کو دور نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو دور ہو سکتا تھا لیکن نہیں دور ہونے دیا۔ باوجود اس کے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ بھی کیا تھا دعائیں بھی کی تھیں اللہ تعالیٰ پر اتکال کیا تھا، کوشش کی تھی مگر حکمتِ الٰہی یہی تھی کہ زیدؓ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں جائے تا کہ یہ ثابت ہو کہ قانونِ ملکی کے لحاظ سے اولاد قانونِ قدرت والی اولاد کی طرح نہیں ہوتی۔ یہ بھی ایک نکتہ ہے جو اس شادی کی حکمت کے پیچھے آپؓ نے بیان فرمایا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمودؓ جلد 3 صفحہ 390-391)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد شدہ غلاموں کے ساتھ جو برتاؤ تھا اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ لوگوں کے پرانے خیالات کی اصلاح کی غرض سے آپؐ غلاموں اور آزاد شدہ غلاموں میں سے قابل لوگوں کی تعظیم و تکریم کا خیال دوسرے لوگوں کی نسبت بھی زیادہ رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے بہت سے موقعوں پر اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ اور ان کے لڑکے اسامہ بن زیدؓ کو جنگی مہموں میں امیر مقرر فرمایا اور بڑے بڑے صاحبِ عزت اور جلیل القدر صحابیوں کو ان کے ماتحت رکھا اور جب ناسمجھ لوگوں نے اپنے پرانے خیالات کی بنا پر آپؐ کے اس فعل پر اعتراض کیا تو آپؐ نے فرمایا..... تم لوگوں نے اسامہؓ کے امیر بنائے جانے پر اعتراض کیا ہے اور اس سے پہلے تم اس کے باپ زیدؓ کی امارت پر بھی طعن کر چکے ہو مگر خدا کی قسم جس

طرح زیدؓ امارت کا حق دار اور اہل تھا اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا اسی طرح اسامہؓ بھی امارت کا اہل ہے اور میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

اس ارشادِ نبویؐ پر جو اسلام کی حقیقی مساوات کا حامل تھا صحابہ کی گردنیں جھک گئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اسلام میں کسی شخص کا غلام یا غلام زادہ ہونا یا بظاہر کسی ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھنا اس کی ترقی کے رستہ میں حارج نہیں ہو سکتا، کوئی روک نہیں بن سکتا اور اصل معیار بہر صورت تقویٰ اور ذاتی قابلیت پر مبنی ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 683)

"پھر اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ آپؐ نے اپنی حقیقی پھوپھی کی لڑکی زینب بنت جحشؓ کو زید بن حارثہؓ سے بیاہ دیا اور عجیب کرشمہ یہ ہے کہ سارے قرآن میں اگر کسی صحابی کا نام مذکور ہوا ہے تو وہ یہی زید بن حارثہؓ ہیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 399)

غلاموں کی اسلامی طریق پر آزادی کے بارے میں آپؓ مزید لکھتے ہیں کہ "اسلامی طریق پر آزاد ہونے والے لوگوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی نظر آتی ہے جو ہر قسم کے میدان میں ترقی کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچے ہیں اور جنہوں نے مختلف شعبوں میں مسلمانوں میں لیڈر ہونے کا مرتبہ حاصل کیا..... صحابہؓ میں زید بن حارثہؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے مگر انہوں نے اتنی قابلیت پیدا کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قابلیت کی وجہ سے بہت سی اسلامی مہموں میں انہیں امیر العسکر "یعنی پورے لشکر کا امیر" مقرر فرمایا اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی حتّٰی کہ خالد بن ولیدؓ جیسے کامیاب جرنیل بھی ان کی ماتحتی میں رکھے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 403)

حضرت زیدؓ غزوۂ بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت زیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر تیر اندازوں میں سے شمار ہوتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ مُرَیْسِیع (یہ غزوۂ بنو مصطلق کا دوسرا نام ہے) جو سیرۃ الحلبیہ کے مطابق شعبان 5/ ہجری میں ہوا تھا، اس کے لیے جانے لگے تو آپؐ نے حضرت زیدؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی اور نو ایسے سرایا میں شامل ہوا (وہ جنگیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکروں میں شامل نہیں ہوئے تھے) جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر حضرت زید بن حارثہؓ کو امیرِ لشکر مقرر کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو جب بھی کسی لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا تو ہر دفعہ اس لشکر کا امیر ہی مقرر فرمایا اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اگر حضرت زیدؓ بعد میں بھی زندہ رہتے تو آپؐ انہی کو امیر مقرر فرماتے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 33 زید الحب بن حارثہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 377-378 باب غزوہ بنی المصطلق مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں غزوۂ سَفْوَانْ جسے غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں جو جمادی الآخر 2/ ہجری میں ہوا۔ اس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غزوۂ عُشَیْرَہ کے بعد "ابھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لائے دس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ مکہ کے ایک رئیس کُرْزبن جَابِر فِهْرِی نے قریش کے ایک دستہ کے ساتھ کمال ہوشیاری سے مدینہ کی چراگاہ پر جو شہر سے صرف تین میل پر تھی اچانک حملہ کیا اور مسلمانوں کے اونٹ وغیرہ لوٹ کر چلتا ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی تو آپؐ فوراً زید بن حارثہؓ کو اپنے پیچھے امیر مقرر کر کے اور مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اس کے تعاقب میں نکلے اور سَفْوَان تک جو بدر کے پاس ایک جگہ ہے اس کا پیچھا کیا، مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ اس غزوہ کو غزوۂ بدر الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 330)

جس کی پہلے وضاحت کی تھی اور جو غزوۂ عُشَیْرَۃ ہے اس کے بارے میں مختصر بتا دوں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے بد ارادوں کی خبر ملی تو آپؐ یہ خبر سن کر مدینہ سے نکلے اور ساحلِ سمندر کے پاس عُشَیْرَۃ مقام تک پہنچے۔ گو قریش سے وہاں مقابلہ نہیں ہوا لیکن وہاں قبیلہ بنو مدلج کے ساتھ بعض شرائط پر آپس میں امن کا معاہدہ ہوا اور اس کے بعد آپؐ مدینہ تشریف لے آئے۔ تو عُشَیْرَۃ سمندر کے کنارے مقام تھا۔ وہاں آپؐ خبر سن کے گئے تھے کہ کافر وہاں جمع ہو رہے ہیں اور شاید فوج اکٹھی ہو رہی ہے تو آپؐ نے سوچا کہ وہیں باہر نکل کے ان کا مقابلہ کیا جائے لیکن بہر حال جنگ نہیں ہوئی اور اس سفر کا یہ فائدہ ہوا کہ ایک قبیلے سے آپؐ کا امن کا معاہدہ ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 329)

غزوہ اور سَرِیَّہ کے بارے میں بھی یہ وضاحت کر دوں۔ بعضوں کو نہیں پتا ہو گا کہ غزوہ اسے کہتے ہیں جس مہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوئے اور سَرِیَّہ یا بعث اسے کہتے ہیں جس میں آپؐ شامل نہیں ہوئے۔ غزوہ اور سَرِیَّہ دونوں میں یہ بھی واضح ہو جائے کہ تلوار کے جہاد کے لیے نکلنا ضروری نہیں ہے بلکہ ہر وہ سفر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی حالت میں شریک ہوئے ہوں وہ غزوہ کہلاتا ہے خواہ وہ خصوصیت سے لڑنے کی خاطر نہ بھی کیا گیا ہو لیکن بعد میں مجبوری سے جنگ کرنی پڑی ہو۔ اسی طرح سَرِیَّہ بھی ہے۔ پس ہر غزوہ اور سَرِیَّہ لڑائی کی مہم کا ہی نہیں ہوتا۔ غزوۂ عُشَیْرَۃ میں بھی جیسا کہ بیان ہوا کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 327)

جب جنگِ بدر ختم ہو گئی تو "بدر سے روانہ ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو مدینہ کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہ آگے آگے جا کر اہلِ مدینہ کو فتح کی خوشخبری پہنچاویں؛ چنانچہ انہوں نے آپؐ سے پہلے پہنچ کر مدینہ والوں کو فتح کی خبر پہنچائی جس سے مدینہ کے صحابہ کو اگر ایک طرف اسلام کی عظیم الشان فتح ہونے کے لحاظ سے کمال درجہ خوشی ہوئی تو اس لحاظ سے کسی قدر افسوس بھی ہوا کہ اس عظیم الشان جہاد کے ثواب سے وہ خود محروم رہے۔ اس خوشخبری نے اس غم کو بھی غلط کر دیا جو زید بن حارثہؓ کی آمد سے تھوڑی دیر قبل مسلمانانِ مدینہ کو عموماً اور حضرت عثمانؓ کو خصوصاً رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہنچا تھا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بیمار چھوڑ کر غزوۂ بدر کے لیے تشریف لے گئے تھے اور جن کی وجہ سے حضرت عثمانؓ بھی شریکِ غزوہ نہیں ہو سکے۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 367)

حضرت زید بن حارثہؓ کے ایک سَرِیّہ جو جمادی الآخر سن 3 ہجری میں قَرَدَہ کے مقام کی طرف بھیجا گیا تھا، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

بَنُو سُلَیْم اور بَنُو غَطَفَانْ کے حملوں سے کچھ فرصت ملی تو مسلمانوں کو ایک اور خطرہ کے سدِّباب کے لیے وطن سے نکلنا پڑا۔ اب تک قریش اپنی شمالی تجارت کے لیے عموماً حجاز کے ساحلی راستے سے شام کی طرف جاتے تھے لیکن اب انہوں نے یہ راستہ ترک کر دیا کیونکہ..... اس علاقہ کے قبائل مسلمانوں کے حلیف بن چکے تھے اور قریش کے لیے شرارت کا موقع کم تھا بلکہ ایسے حالات میں وہ اس ساحلی راستے کو خود اپنے لیے خطرے کا موجب سمجھتے تھے۔ بہر حال اب انہوں نے اس راستے کو ترک کر کے نجدی راستہ اختیار کر لیا جو عراق کو جاتا تھا اور جس کے آس پاس قریش کے حلیف اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے، پہلے رستے وہ تھے جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہوا تھا اور اس رستے پر جس کو قریش نے اختیار کیا وہاں ان کے اپنے معاہدے والے تھے اور وہ لوگ اور قبائل آباد تھے جو مسلمانوں کے بھی جانی دشمن تھے جو قبائل سُلَیْم اور غَطَفَان تھے۔ چنانچہ جمادی الآخر کے مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قریشِ مکہ کا ایک تجارتی قافلہ نجدی راستے سے گزرنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر قریش کے قافلوں کا ساحلی راستے سے گزرنا مسلمانوں کے لیے موجبِ خطرہ تھا تو نجدی راستے سے ان کا گزرنا ویسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر اندیشہ ناک تھا کیونکہ بر خلاف ساحلی راستے کے اس راستے پر قریش کے حلیف آباد تھے جو قریش ہی کی طرح مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے اور جن کے ساتھ مل کر قریش بڑی آسانی کے ساتھ مدینہ میں خفیہ چھاپہ مار سکتے تھے یا کوئی شرارت کر سکتے تھے اور پھر قریش کو کمزور کرنے اور انہیں صلح جوئی کی طرف مائل کرنے کی غرض کے ماتحت بھی ضروری تھا کہ اس راستے پر بھی ان کے قافلوں کی روک تھام کی جاوے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کے ملتے ہی اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کی سرداری میں اپنے صحابہ کا ایک دستہ روانہ فرما دیا۔

قریش کے اس تجارتی قافلے میں ابو سُفْیان بن حَرْب اور صَفْوَان بن اُمَیَّہ جیسے رؤساء بھی موجود تھے۔ زیدؓ نے نہایت چستی اور ہوشیاری سے اپنے فرض کو ادا کیا اور نجد کے مقام قَرَدَہ میں ان دشمنانِ اسلام کو جا پکڑا اور اس اچانک حملہ سے گھبرا کر قریش کے لوگ قافلہ کے اموال اور جو بھی ان کا مال تھا اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھی ایک کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ میں کامیاب و کامران واپس آئے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریش کے اس قافلہ کا راہبر ایک فرات نامی شخص تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوا اور مسلمان ہونے پر رہا کر دیا گیا لیکن دوسری روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا جاسوس تھا مگر بعد میں مسلمان ہو کر مدینے میں ہجرت کر کے آ گیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 465-466)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہؓ ایک سریے سے مدینہ واپس لوٹے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ حضرت زیدؓ آئے اور گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے آپؐ کا استقبال کیا اور انہیں گلے لگایا اور ان کا بوسہ لیا۔

(سنن الترمذی ابواب الاستئذان باب ما جاء فی المعانقة والقبلة حدیث 2732)

شعبان 5 ہجری میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق کی طرف روانہ ہونے کی تحریک فرمائی تو بعض روایات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 558)

غزوۂ خندق کے دن مہاجرین کا جھنڈا بھی حضرت زید بن حارثہؓ کے پاس تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد دوم صفحہ 51 باب غزوہ رسول اللہ ﷺ الخندق مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یہ ذکر شاید ابھی کچھ مزید چلے۔ دوسرے اب میں ذکر کروں گا۔ یہ ایک افسوسناک خبر ہے۔ (جنازہ آ گیا ہوا ہے؟) عزیزہ مریم سلمان گُل جو مبارک احمد صدیقی صاحب کی بیٹی تھیں 17 جون کو 25 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ چند روز قبل ہی ان کی بیماری کا پتہ چلا تھا۔ طبیعت زیادہ خراب ہونے پر ہسپتال داخل کرایا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی، جانبر نہیں ہو سکیں۔ عزیزہ بچی کے بارے میں جو بھی ان کے ملنے والے ہیں انہوں نے یہی کہا ہے کہ بڑی ملنسار اور خوش اخلاق بچی تھیں۔ نمازوں کی بڑی پابند تھیں۔ ہمدرد اور خدمت گزار تھیں۔ خلافت سے بڑا محبت کا تعلق تھا اور مرحومہ نے والدین اور شوہر کے علاوہ اپنی یادگار دو بیٹیاں نایاب اور زریاب چھوڑی ہیں۔ نایاب پانچ سال کی ہے اور زریاب ڈیڑھ سال کی۔ لکھنے والے نے لکھا ہے کہ مریم سلمان صاحبہ کی والدہ گل مبارک صاحبہ کو پچھلے چھ ہفتوں میں تین صدمات دیکھنے پڑے یعنی گل مبارک صاحبہ کے ایک بھائی فوت ہوئے۔ پھر بہن پچھلے مہینے مئی میں ہوئیں اور اب ان کی بیٹی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ خدا تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

مریم سلمان صاحبہ اپنی جماعت ایپسم (Epsom) کی سیکرٹری نومبائعات تھیں۔ بڑی خوش اخلاق، ہنس مکھ اور مستحق افراد کی باقاعدگی سے مدد کرنے والی تھیں۔ ان کے حلقہ کی صدر لجنہ کہتی ہیں کہ عزیزہ مریم سلمان سیکرٹری نومبائعات کے طور پر بہت اچھا اور مثالی کام کر رہی تھیں اور نئی احمدی ہونے والی خواتین سے ایسا پیار کا تعلق قائم رکھتی تھیں کہ نئی احمدی خاتون کو جماعت کے نظام سے خود بخود محبت ہو جاتی تھی۔

ایک نئی احمدی خاتون فریدہ نیلسن کہتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں پہلی بار میٹنگ پر گئی تو مجھے فکر تھی کہ میں خود کو الگ تھلگ محسوس کروں گی لیکن مجھے دیکھتے ہی مریم کے چہرے پر ایک بڑی مسکراہٹ آ گئی اور مسکراہٹ لیے میری طرف بڑھی۔ مجھے گلے لگایا اور سارا وقت میرے ساتھ بیٹھی رہی۔ پھر اس کے بعد بھی گھر میرے لیے چاکلیٹ کا تحفہ لے کے آئی اور مجھے جماعت کی اور خلافت کی برکات بتاتی رہی۔ اسی طرح ایک اور نئی احمدی خاتون نومبائعہ عندلیب صاحبہ ہیں۔ وہ بھی کہتی ہیں کہ میرے خیال میں ہر سیکرٹری نومبائعہ کو مریم کی طرح ہونا چاہیے کیونکہ مجھے یاد ہے کہ جب میری پہلی ملاقات مریم سے ہوئی تو وہ مجھے گلے لگا کر اتنے پیار اور محبت سے ملی

کہ مجھے لگا کہ مجھے ایک پیار کرنے والی بہن مل گئی ہے۔ وہ میرے گھر میں میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے چھوٹے چھوٹے تحائف لے کر آتی تھیں۔ فون کے ذریعہ اور ملاقات کے ذریعہ ہر وقت مجھ سے رابطے میں رہتی تھیں۔ دوستوں اور لوگوں میں باتوں باتوں میں اکثر خلافت کی برکات اور نظام جماعت کے بارے میں بتاتی رہتی تھیں۔ نومبائعات کی بہترین دوست بنتی تھیں۔ ان کی مدد کرتی تھیں جس سے جماعت کے پروگراموں میں جانے کا شوق پڑ گیا اور اب یہ نومبائعہ کہتی ہیں کہ اس بچی کی تربیت کی وجہ سے، اب میں اس حلقے کی جنرل سیکرٹری بن چکی ہوں اور اپنی معمولی جیب خرچ سے بچت کر کے وہ خدمتِ خلق بھی کرتی رہتی تھی۔

عزیزہ مریم کے والد مبارک صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔ بڑی باقاعدگی سے خطبات سنتی تھی۔ ہر کام میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتی تھی۔ وفات سے ایک دو دن قبل مجلس شوریٰ تھی اور مریم آئی سی یو میں تھی اور میں نے اس سے کہا کہ میں لکھ کر شوریٰ نہ اٹنڈ (attend) کرنے کی اجازت لے لیتا ہوں لیکن مریم کہنے لگی کہ نہیں۔ آپ میری فکر نہ کریں اور میری وجہ سے جماعت کا پروگرام نہیں چھوڑنا اور شوریٰ میں شامل ہوں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہم نے یہی عہد کیا ہوا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ انگریزی نظمیں بھی لکھتی تھی اور ایک انگریزی نظم کا خلاصہ کچھ یہ ہے کہ جب بھی تم نیکی کا کوئی کام کرنا شروع کرو گے تو تمہیں بہت مشکلات آئیں گی اور لوگ تمہارے خلوص پر شک کریں گے۔ لوگوں کو اپنا کام کرنے دو اور تم اپنا نیکی کا کام کرتے جاؤ۔ اسی طرح انہوں نے خلافت پر ایک نظم اردو میں بھی لکھی تھی۔

سینٹ جارجز (St. Georges) ہسپتال لندن میں جہاں داخل تھیں وہاں ان کی جو نرس تھی وہ ایک جرمن عورت تھی۔ وہ کہتی ہے کہ مریم سے باتیں کر کے مجھے لگتا تھا کہ میں کسی فرشتے سے مل رہی ہوں۔ گرمیوں میں جب یہاں زیادہ گرمی ہوتی تھی تو اپنے فریج میں پانی کی بوتلیں رکھ دیتیں۔ پھر چھٹی والے دن بچیوں کے ساتھ باہر بیٹھ کے لوگوں کو پانی پلانے کے لیے اوپر لکھ دیتی تھیں کہ بغیر کسی قیمت کے مفت پانی ہے اور انگریز بہت سارے آتے تھے اور سٹال دیکھ کر رک جاتے تھے، چیزیں لیتے تھے۔

ایک انگریز عورت کا انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے مریم سے پوچھا کہ یہ خیال تمہیں کیسے آیا کہ گھر کے باہر تم میز پہ یہ چیزیں پانی اور چاکلیٹ وغیرہ رکھ کے اوپر لکھ دیتی ہو کہ مفت ہے، لے جاؤ۔ کہنے لگی کہ بچوں کو سکول سے ایک ہفتہ چھٹیاں ہیں اور میں نے بچوں کی تفریح کے لیے سارا ہفتہ ایسا ہی سٹال لگانا ہے۔ وہ انگریز کہنے لگی کہ میں تفریح اور سکون کے لیے بچوں پر ہزاروں پاؤنڈ خرچ کر کے دُور دراز لے کے جاتی ہوں اور مجھے سکون نہیں ملتا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ اصل خوشی اس طرح گھر بیٹھے حاصل ہو سکتی ہے کہ لوگوں کی خدمت کی جائے۔

ہمیشہ سلام کرنے اور دوسروں کا حال پوچھنے میں پہل کرتی تھیں اور اگر کسی واقف کار سے یا اپنے محلے کے لوگوں سے کچھ دن بات نہ ہوتی تو میسج کر کے حال پوچھتیں۔ ایک یہ بھی خوبی تھی کہ ہمیشہ دوسروں میں اچھی باتیں تلاش کرتی تھیں اور پھر ان اچھی باتوں کو appreciate کرتی تھیں۔ ہمیشہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی

تھی۔ اللہ تعالیٰ پر بہت توکل کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بہت شکر کرنے والی بچی تھی۔

اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور جس طرح اس بچی نے اپنے خدا سے امید رکھی تھی اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس سے اپنے پیار کا سلوک فرمائے اور اپنے پیار کی آغوش میں لے لے۔ اس کے درجات بلند فرماتا رہے اور اس کی بچیوں کو بھی ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور تمام وہ دعائیں جو اس نے اپنی بچیوں کے لیے کی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اس کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر کامل شرح صدر سے راضی ہوں اور اس کی بچیوں کی مثالی رنگ میں پرورش کرنے والے ہوں اور ان کی مدد کرنے والے ہوں۔ ان کے خاوند کو بھی بچیوں کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دینے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتا رہے۔

ابھی جمعہ کے بعد ان شاء اللہ عزیزہ مرحومہ بچی کا نماز جنازہ پڑھاؤں گا سب اس میں شامل ہوں۔ جنازہ مَیں باہر جا کر پڑھاؤں گا اور آپ لوگ جو اندر ہیں وہ یہیں اندر رہیں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/ جولائی 2019ء جلد 26 شمارہ 35 صفحہ 05 تا 09)

26

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28/ جون 2019ء بمطابق 28/ احسان 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ (ٹلفورڈ، سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت زید بن حارثہؓ کے ذکر میں بعض مزید واقعات اور حوالے ہیں جنہیں آج میں پیش کروں گا۔

حضرت زید بن حارثہؓ ایک سریہ جو ربیع الآخر سن 6/ ہجری میں بنو سُلَیم کی طرف بھیجا گیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

ماہ ربیع الآخر 6/ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام اور سابق متبنّٰی زید بن حارثہؓ کی امارت میں چند مسلمانوں کو قبیلہ بنی سُلَیم کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ اس وقت نجد کے علاقے میں بمقام جموم آباد تھا اور ایک عرصہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرپیکار چلا آتا تھا، سازشیں کرتا رہتا تھا، جنگوں کی کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ غزوۂ خندق میں بھی اس قبیلہ نے مسلمانوں کے خلاف نمایاں حصہ لیا تھا۔ جب زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھی جموم میں پہنچے جو مدینہ سے قریباً پچاس میل کے فاصلہ پر تھا تو وہاں کوئی نہیں تھا، خالی جگہ دیکھی مگر انہیں قبیلہ مُزَیْنَہ کی ایک عورت حلیمہ نامی جو مخالفین اسلام میں سے تھی اس نے اس جگہ کا پتہ بتا دیا جہاں اس وقت قبیلہ بنو سُلَیم کا ایک حصہ اپنے جانور، مویشی چرا رہا تھا۔

چنانچہ اسی اطلاع سے فائدہ اٹھا کر زید بن حارثہؓ نے اس جگہ پر چھاپا مارا اور اس اچانک حملہ سے گھبرا کر اکثر لوگ تو اِدھر اُدھر بھاگ کر منتشر ہو گئے مگر چند قیدی اور مویشی مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے جنہیں وہ لے کر مدینہ کی طرف واپس لوٹے۔ اتفاق سے ان قیدیوں میں حلیمہ کا خاوند بھی تھا اور گو کہ وہ جنگی مخالف تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ کی اس امداد کی وجہ سے نہ صرف حلیمہ کو بلا فدیہ آزاد کر دیا بلکہ اس کے خاوند کو بھی احسان کے طور پر چھوڑ دیا اور حلیمہ اور اس کا خاوند خوشی خوشی اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 669)

حضرت زید بن حارثہؓ کے ایک اَور سریہ، جو جمادی الاولیٰ سن چھ ہجری میں عیص مقام کی طرف بھیجا گیا تھا، اس کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ

زید بن حارثہؓ کو اس مہم یعنی بنو سُلَیم کی طرف جو سریہ گیا تھا اس سے واپس آئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ کے مہینہ میں انہیں ایک سو ستر صحابہ کی کمان میں پھر مدینہ

سے روانہ فرمایا اور اس مہم کی وجہ اہل سیر نے یہ لکھی ہے کہ شام کی طرف سے قریش مکہ کا ایک قافلہ آرہا تھا اور اس کی روک تھام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستہ کو روانہ فرمایا تھا۔

یہاں یہ وضاحت بھی کر دوں کہ قریش کے قافلے عموماً ہمیشہ مسلح ہوتے تھے اور مکہ اور شام کے درمیان آتے جاتے ہوئے وہ مدینہ کے بالکل قریب سے گزرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ قافلے جہاں جہاں سے گزرتے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے جاتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں جس کی وجہ سے سارے ملک میں مسلمانوں کے خلاف عداوت کی ایک خطرناک آگ مشتعل ہو چکی تھی اس لیے ان کی روک تھام ضروری تھی۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کی خبر پا کر زید بن حارثہؓ کو اس طرف روانہ فرمایا اور وہ اس ہوشیاری سے گھات لگاتے ہوئے آگے بڑھے کہ کسی کو پتہ نہ لگے اور عِیص کے مقام پر قافلے کو جا پکڑا۔ عِیص ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے چار دن کی مسافت پر سمندر کی جانب واقع ہے۔ چونکہ یہ اچانک حملہ تھا، اہل قافلہ مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لاسکے اور اپنا سازوسامان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید نے بعض قیدی پکڑ کر اور سامانِ قافلہ اپنے قبضہ میں لے کر مدینہ کی طرف واپسی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 670)

یہ یاد رکھنا چاہیے ہر سریہ یا جو بھی جنگ ہوئی، جو بھی لشکر بھیجا گیا وہ اس لیے کہ کچھ نہ کچھ قافلوں کی طرف سے یہ خبر ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے خلاف کوئی سازشیں کر رہے ہیں یا کوئی منصوبہ بندی کر کے حملوں کی تجویز سوچ رہے ہیں۔ پھر حضرت زید بن حارثہؓ کے ایک اَور سریہ جو جمادی الآخرۃ سن چھ ہجری میں طَرف مقام کی طرف بھیجا گیا تھا اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی ذکر کیا ہے کہ

"غزوہ بنولحیان کے کچھ عرصہ بعد جمادی الآخرۃ 6ر ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کی کمان میں پندرہ صحابیوں کا ایک دستہ طَرِف کی جانب روانہ فرمایا جو مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور اس جگہ ان ایام میں بنوثَعْلَبَہ کے لوگ آباد تھے مگر قبل اس کے کہ زید بن حارثہؓ وہاں پہنچتے اس قبیلہ کے لوگ بروقت خبر پا کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور زیدؓ اور ان کے ساتھی چند دن کی غیر حاضری کے بعد "کچھ دن وہاں قیام کیا اور پھر "مدینہ میں واپس لوٹ آئے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 680-681)

اور کوئی جنگ ونگ نہیں کی، نہ ان کو تلاش کیا۔

پھر زید بن حارثہؓ کا ایک اَور سریہ ہے جو جمادی الآخرۃ سن 6ر ہجری میں حِسمٰی کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

اسی ماہ جمادی الآخرۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو پانچ سو مسلمانوں کے ساتھ حِسمٰی کی طرف روانہ فرمایا، جو مدینہ کے شمال کی طرف بنوجُذام کا مسکن تھا، وہ وہاں رہتے تھے۔ اس مہم کی غرض یہ

تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام دِحْیہ کلبیؓ تھا، شام کی طرف سے قیصر روم کو مل کر واپس آرہے تھے اور ان کے ساتھ کچھ سامان بھی تھا جو کچھ تو قیصر کی طرف سے خلعت وغیرہ کی صورت میں تھا اور کچھ تجارتی سامان تھا۔ جب دِحْیہؓ بنوجُذام کے علاقہ کے پاس سے گزرے تو اس قبیلہ کے رئیس ھُنَید بن عارِض نے اپنے قبیلہ میں سے ایک پارٹی کو اپنے ساتھ لے کر دِحْیہ پر حملہ کر دیا اور سارا سامان چھین لیا، تجارتی سامان بھی اور جو کچھ قیصر نے دیا تھا۔ یہاں تک زیادتی کی کہ دحیہؓ کے جسم پر بھی سوائے پھٹے ہوئے کپڑوں کے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ جب اس حملہ کا علم بنوضُبَیب کو ہوا جو قبیلہ بنوجُذام ہی کی ایک شاخ تھے اور ان میں سے بعض لوگ مسلمان ہو چکے تھے تو انہوں نے بنوجُذام کی اس پارٹی کا پیچھا کر کے ان سے لوٹا ہوا سامان واپس چھین لیا اور دِحْیہؓ اس سامان کو لے کر مدینہ واپس پہنچے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ یہاں آکر دِحْیہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے حالات سے اطلاع دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو روانہ فرمایا اور دِحْیہؓ کو بھی زیدؓ کے ساتھ بھجوا دیا۔ زیدؓ کا دستہ بڑی ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ دن کو چھپتا تھا اور رات کو سفر کرتا تھا اور یہ سفر کرتے ہوئے حِسْمٰی کی طرف بڑھتے گئے اور عین صبح کے وقت بنوجُذام کے لوگوں کو جا پکڑا۔ بنوجُذام نے مقابلہ کیا، باقاعدہ جنگ ہوئی مگر مسلمانوں کے اچانک حملہ کے سامنے ان کے پاؤں جم نہ سکے اور تھوڑے سے مقابلہ کے بعد وہ بھاگ گئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور زید بن حارثہؓ بہت سا سامان اور مال مویشی اور ایک سو کے قریب قیدی پکڑ کر واپس آگئے۔ مگر ابھی زیدؓ مدینہ میں پہنچے نہیں تھے کہ قبیلہ بنوضُبَیب کے لوگوں کو جو بنوجُذام کی شاخ تھے زیدؓ کی اس مہم کی خبر پہنچ گئی اور وہ اپنے رئیس رِفاعہ بن زید کی معیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں جا کے کہا کہ یارسول اللہ! ہم مسلمان ہو چکے ہیں، جیسا کہ ذکر ہوا ان لوگوں نے تو سامان چھڑایا تھا۔ اور ہماری بقیہ قوم کے لیے امن کی تحریر ہو چکی ہے، معاہدہ ہو چکا ہے کہ ان کو امن بھی ملے گا تو پھر ہمارے قبیلہ کو اس حملہ میں کیوں شامل کیا گیا ہے۔ اس حملے میں ان کے قبیلے کے کچھ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے مگر زیدؓ کو اس کا علم نہیں تھا اور پھر جو لوگ اس موقع پر مارے گئے تھے ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار افسوس کا اظہار کیا۔ اس پر رِفاعہ کے ساتھی ابوزید نے کہا یارسولؐ اللہ! جو لوگ مارے گئے ہیں ان کے متعلق ہمارا کوئی مطالبہ نہیں یہ ایک غلط فہمی کا حادثہ تھا جو ہو گیا کہ ہمارے جو معاہدے والے لوگ تھے جنگ میں ان کو بھی ملوث کر لیا گیا مگر جو لوگ زندہ ہیں اور جو سازوسامان زیدؓ نے ہمارے قبیلہ سے پکڑا ہے وہ ہمیں واپس مل جانا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ بالکل درست ہے اور آپؐ نے فوراً حضرت علیؓ کو زیدؓ کی طرف روانہ فرمایا اور بطور نشانی کے انہیں اپنی تلوار عطا فرمائی اور زیدؓ کو کہلا بھیجا کہ اس قبیلہ کے جو قیدی اور اموال پکڑے گئے ہیں، جو بھی مال تم نے پکڑا ہے وہ چھوڑ دو۔ زیدؓ نے یہ حکم پاتے ہی فوراً سارے قیدیوں کو چھوڑ دیا اور ان کا مال غنیمت بھی انہیں واپس لوٹا دیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 681-682)

پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدوں کی پاسداری کا اسوہ تھا۔ یہ نہیں کہ پکڑ لیا تو ظلم کرنا ہے بلکہ

غلط فہمی سے جو کچھ ہوا، بعض قبیلے شامل تھے اور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ جان بوجھ کے بھی شامل ہوئے ہوں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا اور ان کا مال و متاع بھی ان کو واپس کر دیا۔

پھر حضرت زیدؓ کے ایک اَور سریہ جو رجب 6 ہجری میں وادی القُریٰ کی طرف بھیجا گیا تھا اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔

"سریہ حِسمٰی کے قریباً ایک ماہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر زید بن حارثہؓ کو وادی القُریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔ جب زیدؓ کا دستہ وادی القُریٰ میں پہنچا تو بنو فَزارہ کے لوگ ان کے مقابلہ کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ اس معرکے میں متعدد مسلمان شہید ہوئے اور خود زیدؓ کو بھی سخت زخم آئے مگر خدا نے اپنے فضل سے بچا لیا۔" حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "وادی القُریٰ جس کا اس سریہ میں ذکر ہوا ہے وہ مدینہ سے شمال کی طرف شامی راستہ پر ایک آباد وادی تھی جس میں بہت سی بستیاں آباد تھیں اور اسی واسطے اس کا نام وادی القُریٰ پڑ گیا تھا۔ یعنی بستیوں والی وادی۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 682-683)

سریہ مُؤتہ 8/ ہجری میں ہوا۔ مُؤتہ بلقاء کے قریب ملک شام میں ایک مقام ہے۔ اس سریہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے، وجوہات بیان کرتے ہوئے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیرؓ کو قاصد بنا کر شاہ بصریٰ کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جب وہ مُؤتہ کے مقام پر اترے تو انہیں شُرَحبیل بن عَمرو غَسَّانی نے شہید کر دیا۔ حضرت حارث بن عمیرؓ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی قاصد شہید نہیں کیا گیا۔ بہر حال یہ سانحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا تو وہ تیزی سے جُرف مقام پر جمع ہو گئے جن کی تعداد تین ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کے امیر زید بن حارثہؓ ہیں اور ایک سفید جھنڈا تیار کر کے حضرت زیدؓ کو دیتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ حارث بن عمیرؓ جہاں شہید کیے گئے ہیں وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک ہے نہیں تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور ان سے جنگ کریں۔ سریہ مُؤتہ جمادی الاول سن 8 ہجری میں ہوا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 98-97 سریہ مؤتہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 34 زیدالحب بن حارثہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ مُؤتہ کے لیے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ امیر ہوں گے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ تمہارے امیر ہوں گے۔ اور اس لشکر کو جَیشُ الْاُمَرَاء بھی کہتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ مؤتۃ من أرض الشام حدیث 4261)(مسند احمد بن حنبل جلد7 صفحہ 505 حدیث 22918 مسند ابو قتادہ انصاریؓ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

صحیح بخاری میں بھی اس کا ذکر ہے مسند احمد بن حنبل میں بھی۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت جعفرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! مجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ آپ زیدؓ کو مجھ پر امیر فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ بہتر کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3 صفحہ34۔ ذکر زید الحب۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سریہ مُؤتہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، گو اس واقعہ کا کچھ تھوڑا سا ذکر میں چند ہفتے پہلے یا چند مہینے پہلے کے خطبوں میں بھی کر چکا ہوں۔ بہر حال دوبارہ کیونکہ حضرت زیدؓ کے حوالے سے بات ہو رہی ہے تو پھر ذکر کر دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ

اس سریہ کا افسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ کو مقرر کیا تھا مگر ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں اس وقت زیدؓ کو لشکر کا سردار بناتا ہوں۔ اگر زید لڑائی میں مارے جائیں تو ان کی جگہ جعفرؓ لشکر کی کمان کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ کمان کریں اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو پھر جس پر مسلمان متفق ہوں وہ فوج کی کمان کرے۔ جس وقت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت ایک یہودی بھی آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میں آپؐ کو نبی تو نہیں مانتا لیکن اگر آپؐ سچے بھی ہوں تو ان تینوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں آئے گا کیونکہ نبی کے منہ سے جو بات نکلی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔

گذشتہ چند مہینے پہلے جو ذکر ہوا تھا اس میں غالباً یہ ذکر تھا کہ یہودی حضرت زیدؓ کے پاس گیا اور ان کو یہ کہا۔ تو بہر حال حضرت مصلح موعودؓ نے اس روایت کو اس طرح درج کیا ہے کہ وہ یہودی حضرت زیدؓ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ اگر تمہارا رسول سچا ہے تو تم زندہ واپس نہیں آؤ گے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ میں زندہ آؤں گا یا نہیں آؤں گا اس کو تو اللہ ہی جانتا ہے مگر ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچا رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ یہ واقعہ بالکل اسی طرح پورا ہوا۔ حضرت زیدؓ شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی وہ بھی شہید ہوئے اور قریب تھا کہ لشکر میں انتشار پھیل جاتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کے کہنے سے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح دی اور وہ خیریت سے لشکر کو واپس لے آئے۔

(ماخوذ از فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 405-406)

بخاری میں اس واقعہ کی روایت اس طرح ملتی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفرؓ نے اسے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبد اللہ بن رواحہؓ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے اور یہ خبر دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ فرمایا کہ پھر جھنڈے کو خالد بن ولیدؓ نے بغیر سردار ہونے کے پکڑا اور انہیں فتح حاصل ہوئی۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الرجل ینعی الیٰ اھل المیت بنفسہ حدیث 1246)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت زیدؓ کے ذکر سے آغاز فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! زیدؓ کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! زیدؓ کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! زیدؓ کی مغفرت فرما۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے اللہ! جعفرؓ اور عبد اللہ بن رواحہؓ کی مغفرت فرما۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 34 زیدالحب بن حارثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھ گئے۔ آپؐ کے چہرے سے غم و حزن کا اظہار ہو رہا تھا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الجلوس عند المصيبة حديث 3122)

طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ جب حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اہل خانہ کے پاس تعزیت کے لیے تشریف لائے تو ان کی بیٹی اس حال میں تھی کہ اس کے چہرے سے رونے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت زید بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو آ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ هٰذَا شَوْقُ الْحَبِيبِ اِلٰى حَبِيْبِهٖ یہ ایک محبوب کی اپنے محبوب سے محبت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 34 زیدالحب بن حارثہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت زیدؓ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریہ مُؤتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر کیا اور دوسرے امیروں پر آپؓ کو مقدم رکھا۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا آپس میں مقابلہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امراء پیادہ ہی لڑ رہے تھے۔

حضرت زیدؓ نے جھنڈا لیا اور قتال کیا اور دوسرے لوگ بھی آپؓ کے ساتھ مل کر قتال کر رہے تھے۔ لڑائی کے دوران حضرت زیدؓ نیزہ لگنے کی وجہ سے شہید ہو گئے اور شہادت کے وقت آپؓ کی عمر 55 سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا کہ حضرت زیدؓ کے لیے مغفرت طلب کریں وہ جنت میں دوڑتے ہوئے داخل ہو گئے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 33-34 زیدالحب بن حارثہؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت اسامہؓ، جو حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے تھے، بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یعنی حضرت اسامہؓ کو اور حسنؓ کو لیتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب ذکر اسامہ بن زید حدیث نمبر 3735)

حضرت جَبَلَہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے کے لیے تشریف نہ لے جاتے تو آپؐ اپنا ہتھیار سوائے حضرت علیؓ کے یا حضرت زیدؓ کے کسی کو نہ دیتے۔

(کنز العمال جلد 13 صفحہ 397 باب فضائل الصحابہ حرف الزای زید بن حارثہؓ حدیث 37066 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

حضرت جَبَلَہؓ پھر ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کجاوے تحفۃً دیے گئے تو ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھ لیا اور دوسرا حضرت زیدؓ کو دے دیا۔

(کنز العمال جلد 13 صفحہ 397 باب فضائل الصحابہ حرف الزای زید بن حارثہؓ حدیث 37067 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

پھر حضرت جَبَلَہؓ کی ہی روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو جبے ہدیہ کیے گئے، تحفہ کے طور پر پیش ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خود رکھ لیا اور دوسرا حضرت زیدؓ کو عطا فرمایا۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم جلد 3 صفحه 241 كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب زيد الحب بن حارثه، حديث 4963 دارالكتب العلميه بيروت 2002ء)

ایک اَور جگہ بیان ہوا ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب کہا جاتا تھا۔ حضرت زیدؓ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرا محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی زیدؓ۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ ان پر انعام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی کے ذریعہ ان پر انعام کیا۔

(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد 2 صفحه 117 زيد بن حارثه دارالكتب العلمية بيروت 2010ء)

جنگ مُؤتہ کے بارے میں مختلف تاریخ کی کتب میں جو درج ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ مُؤتہ کا بدلہ لینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑا لشکر تیار فرمایا جو صفر گیارہ ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ روم کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ گو جنگ مُؤتہ کے بعد یہ جو لشکر تیار فرمایا تھا اس کا زید بن حارثہ سے براہ راست تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ پہلے ہی شہید ہو چکے تھے لیکن فوج کی تیاری اور وجہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کا ذکر بھی آتا ہے اس لیے یہ حصہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ کچھ حصے کا حضرت اسامہؓ کے ذکر میں بھی غالباً کچھ عرصہ پہلے ذکر ہو چکا ہے بہر حال حضرت اسامہ بدری صحابی نہیں تھے اس وقت بہت چھوٹے تھے لیکن پہلے کیونکہ میں عمومی طور پر صحابہ کا ذکر کر رہا تھا اس میں ان کا ذکر ہو گیا تھا۔ بہر حال یہ لشکر جب تیار ہوا تو اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا اور اس مہم کی قیادت آپؓ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا اپنے باپ کے شہید ہونے کی جگہ کی طرف جاؤ اور ملک شام کے لیے روانگی کا ارشاد کرتے ہوئے فرمایا جب روانہ ہو تو تیزی کے ساتھ سفر کرو اور ان تک اطلاع پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ۔ پھر صبح ہوتے ہی اہل اُبنیٰ یعنی ملک شام میں بَلْقاء کے علاقے میں مُؤتہ کے قریب ایک مقام جہاں جنگ مُؤتہ ہوئی تھی وہاں پر حملہ کرو اور بَلْقاء، یہ ملک شام میں واقع ایک علاقہ ہے جو دمشق اور وادی القریٰ کے درمیان ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت لوطؑ کی نسل میں سے بالق نام کے ایک شخص نے آباد کیا تھا۔ اور داروم کے بارے میں لکھا ہے کہ مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غزہ کے مقام پر ایک مقام ہے بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت زیدؓ کا بدلہ لینے کے لیے ان جگہوں کو اپنے گھوڑوں کے ذریعہ سے روند ڈالو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ سے مزید فرمایا اپنے ساتھ راستہ بتانے والے بھی لے کر جاؤ اور وہاں کی خبر کے حصول کے لیے بھی آدمی مقرر کرو جو تمہیں صحیح صورت حال سے آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی بخشے تو جلد واپس لوٹ آنا۔ اس مہم کے وقت حضرت اسامہؓ کی عمر سترہ سال سے بیس سال کے درمیان تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کے لیے اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا باندھا اور حضرت اسامہؓ سے کہا کہ اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو جو اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو۔ حضرت اسامہؓ یہ جھنڈا لے کر نکلے اور اسے حضرت بُرَیدَہؓ کے سپرد کیا۔ یہ لشکر جُرُف مقام پر اکٹھا ہونا

شروع ہوا۔ جُرُف بھی مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اس لشکر میں مہاجرین اور انصار میں سے سب شامل ہوئے۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے جلیل القدر صحابہ اور کبار صحابہ بھی شامل تھے لیکن ان کے لشکر کے سردار حضرت اسامہؓ کو مقرر فرمایا جو سترہ اٹھارہ سال کی عمر کے تھے۔

کچھ لوگوں نے حضرت اسامہؓ پر اعتراض کیا کہ یہ لڑکا اتنی چھوٹی عمر میں اولین مہاجرین پر امیر بنا دیا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے اپنے سر کو ایک رومال سے باندھا ہوا تھا اور آپؐ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ اے لوگو! یہ کیسی بات ہے جو تم میں سے بعض کی طرف سے اسامہؓ کی امارت کے بارے میں مجھے پہنچی ہے۔ اگر میرے اسامہؓ کو امیر بنانے پر تم نے اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کو میرے امیر مقرر کرنے پر بھی تم اعتراض کر چکے ہو۔ پھر آپؐ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ بھی اپنے اندر امارت کے اوصاف رکھتا تھا یعنی حضرت زید بن حارثہؓ اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی اپنے اندر امارت کے خواص رکھتا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ دونوں یقیناً ہر خیر کے حق دار ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا پس اس یعنی اسامہ کے لیے خیر کی نصیحت پکڑو کیونکہ یہ تم میں سے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ یہ دس ربیع الاول ہفتہ کا دن تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو دن پہلے کی بات ہے۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہ کے ساتھ روانہ ہو رہے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع کر کے جُرُف کے مقام پر لشکر میں شامل ہونے کے لیے چلے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاکید فرماتے تھے کہ لشکر اسامہ کو بھجواؤ۔ اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد اَور زیادہ ہو گیا اور حضرت اسامہؓ لشکر میں واپس آئے تو آپؐ بیہوشی کی حالت میں تھے۔ اس روز لوگوں نے آپؐ کو دوا پلائی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے سر جھکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بول نہیں سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور حضرت اسامہؓ کے سر پر رکھ دیتے تھے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ حضرت اسامہ لشکر کی طرف واپس آ گئے۔ سوموار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ۔ حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں ان کی والدہ حضرت اُمِّ ایمنؓ کی طرف سے ایک شخص یہ پیغام لے کر آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت دکھائی دے رہا ہے، طبیعت بہت زیادہ خراب ہو چکی ہے۔ یہ اندوہناک خبر سنتے ہی حضرت اسامہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ واپس آ گئے تو دیکھا کہ آپؐ پر نزع کی حالت تھی۔

12 / ربیع الاول کو پیر کے دن سورج ڈھلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جس کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر جُرُف مقام سے مدینہ واپس آ گیا اور حضرت بُرَیدہؓ نے حضرت اسامہ کا جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دروازے پر گاڑ دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بُرَیدَہؓ کو حکم دیا کہ جھنڈا لے کر اسامہؓ کے گھر جاؤ کہ وہ اپنے مقصد کے لیے روانہ ہو۔ یہ لشکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا اب اس کو لے کر جاؤ۔ حضرت بُرَیدَہؓ جھنڈے کو لے کر لشکر کی پہلی جگہ پر لے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میں خواہ کوئی عام آدمی تھا یا خاص تقریباً ہر قبیلے میں فتنۂ ارتداد پھیل چکا تھا اور ان میں نفاق ظاہر ہو گیا تھا۔ اس وقت یہود و نصاریٰ نے اپنی آنکھیں پھیلائیں اور بڑے خوش تھے کہ اب دیکھیں کیا ہوتا ہے اور بدلے لینے کی تیاریاں بھی کر رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور مسلمانوں کی کمی تعداد کے باعث ان مسلمانوں کی حالت ایک طوفانی رات میں بکرے کی مانند تھی، بہت مشکل حالت میں تھے۔ بڑے بڑے صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر فی الحال لشکر اسامہؓ کی روانگی متاخر کر دیں، ذرا لیٹ کر دیں، کچھ عرصہ کے بعد چلے جائیں تو حضرت ابو بکرؓ نہ مانے اور فرمایا کہ اگر درندے مجھے گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق بھجوا کر رہوں گا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاری فرمودہ فیصلہ نافذ کر کے رہوں گا۔ ہاں اگر بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی نہ رہے تو بھی میں اس فیصلے کو نافذ کروں گا۔

بہر حال آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کما حقہٗ قائم رکھا اور نافذ فرمایا اور جو صحابہ حضرت اسامہ کے لشکر میں شامل تھے انہیں واپس جُرُف جا کر لشکر میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو پہلے اسامہ کے لشکر میں شامل تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا تھا وہ ہرگز پیچھے نہ رہے اور نہ ہی میں اسے پیچھے رہنے کی اجازت دوں گا۔ اسے خواہ پیدل بھی جانا پڑے وہ ضرور ساتھ جائے گا۔ بہر حال لشکر ایک بار پھر تیار ہو گیا۔ بعض صحابہ نے حالات کی نزاکت کے باعث پھر مشورہ دیا کہ فی الحال اس لشکر کو روک لیا جائے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ وہ لشکر کی روانگی کا حکم منسوخ کر دیں تا کہ ہم مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہوں اور خلیفۂ رسول اور حرم رسول اور مسلمانوں کو مشرکین کے حملے سے محفوظ رکھیں۔

اس کے علاوہ بعض انصار صحابہ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اگر لشکر کو روانہ کرنے پر ہی مصر ہیں اگر یہی اصرار ہے تو ان سے یہ درخواست کریں کہ وہ کسی ایسے شخص کو لشکر کا سردار مقرر کر دیں جو عمر میں اسامہؓ سے بڑا ہو۔ لوگوں کی یہ رائے لے کر حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے پھر اسی آہنی عزم کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اگر جنگل کے درندے مدینہ میں داخل ہو کر مجھے اٹھا لے جائیں تو بھی وہ کام کرنے سے باز نہیں آؤں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے بعض انصار کا پیغام دیا تو وہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ نے جلال سے فرمایا کہ اسے یعنی اسامہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر فرمایا ہے اور تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اسے اس عہدے سے ہٹا دوں۔ حضرت ابو بکرؓ کا حتمی فیصلہ سننے اور آپؓ کے آہنی عزم کو دیکھنے کے بعد حضرت عمرؓ لشکر والوں کے پاس پہنچے۔ جب

لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تو حضرت عمرؓ نے بڑے غصہ سے کہا کہ میرے پاس سے فوراً چلے جاؤ۔ محض تم لوگوں کی وجہ سے مجھے آج خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈانٹ کھانی پڑی ہے۔

جب حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق جیشِ اسامہ جُرف کے مقام پر اکٹھا ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ خود وہاں تشریف لے گئے اور آپؓ نے وہاں جا کر لشکر کا جائزہ لیا اور اس کو ترتیب دی اور روانگی کے وقت کا منظر بھی بہت ہی حیرت انگیز تھا۔ اس وقت حضرت اسامہؓ سوار تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ خلیفۃ الرسولؐ پیدل چل رہے تھے۔

حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یا تو آپؓ سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اترتا ہوں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ بخدا نہ ہی تم نیچے اُترو گے اور نہ ہی میں سوار ہوں گا اور مجھے کیا ہے کہ میں اپنے دونوں پیر اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لیے آلودہ نہ کروں کیونکہ غازی جب قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے اس کے بدلہ میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کو سات سو درجے بلندی دی جاتی ہے اور اس کی سات سو برائیاں ختم کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کو مدینہ میں کئی کاموں کے لیے حضرت عمرؓ کی ضرورت تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں از خود روکنے کی بجائے حضرت اسامہؓ سے اجازت چاہی کہ وہ اگر بہتر سمجھیں تو حضرت عمرؓ کو مدینہ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس رہنے دیں۔ حضرت اسامہؓ نے خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے حضرت عمرؓ کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ جب بھی حضرت اسامہؓ سے ملتے تو آپؓ کو مخاطب ہو کر کہا کرتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ۔ کہ اے امیر تم پر سلامتی ہو۔ حضرت اسامہؓ اس کے جواب میں غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن کہتے تھے۔ کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپؓ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے آخر میں لشکر کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ تم خیانت کے مرتکب نہ ہونا، خیانت نہ کرنا۔ تم بد عہدی نہ کرنا۔ چوری نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا، جنگ میں مخالفین کے جو لوگ مر جائیں قتل ہو جائیں ان کی شکلیں نہ بگاڑنا۔ چھوٹی عمر کے بچے اور بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درخت کو نہ کاٹنا اور نہ ہی جلانا۔ کسی بھیڑ، گائے اور اونٹ کو کھانے کے سوا ذبح نہ کرنا۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ تم ضرور ایسی قوم کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجاؤں میں عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہو گا تو انہیں چھوڑ دینا۔ تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو اپنے برتنوں میں انواع و اقسام کے کھانے لائیں گے۔ تم اگر ان میں سے کھاؤ تو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور تم ضرور ایسی قوم کے پاس پہنچو گے جنہوں نے درمیان سے اپنے سروں کو منڈوایا ہو گا لیکن چاروں طرف سے بالوں کو لٹوں کی مانند چھوڑا ہو گا پس تم ایسے لوگوں کو تلوار کا ہلکا سا زخم لگانا اور اللہ کے نام کے ساتھ اپنا دفاع کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں طعن اور طاعون کی وبا سے محفوظ رکھے۔ اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمہیں کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب کچھ کرنا۔

ان ساری باتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کو اسلامی آداب جنگ کی تاکید فرمائی، کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں ہونا چاہیے وہاں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپؓ کو اس لشکر کی فتح پر بھی

یقین تھا اس لیے آپؓ نے فرمایا کہ تمہیں کامیابیاں ملیں گی۔ بہر حال یکم ربیع الآخر گیارہ ہجری کو حضرت اسامہؓ روانہ ہوئے۔ حضرت اسامہ اپنے لشکر کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہو کر منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے حسب وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے علاقہ اُبنٰی پہنچے اور صبح ہوتے ہی آپؓ نے بستی کے چاروں اطراف سے ان پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں جو شعار تھا، نعرہ تھا یامَنْصُوْرُ اَمِتْ یعنی اے مدد یافتہ! مار ڈال۔ اس لڑائی میں جس نے بھی مسلمان مجاہدوں کے ساتھ مقابلہ کیا وہ قتل ہوا اور بہت سے قیدی بھی بنائے گئے۔ اسی طرح بہت سا مال غنیمت بھی حاصل ہوا جس میں سے انہوں نے خُمس رکھ کر باقی لشکر میں تقسیم کر دیا، پانچواں حصہ رکھ کے باقی تقسیم کر دیا اور سوار کا حصہ پیدل والے سے دوگنا تھا۔ اس معرکے سے فارغ ہو کر لشکر نے ایک دن اسی جگہ قیام کیا اور اگلے روز مدینہ کے لیے واپسی کا سفر اختیار کیا۔

حضرت اسامہؓ نے مدینہ کی طرف ایک خوشخبری دینے والا روانہ کیا۔ اس معرکے میں مسلمانوں کا کوئی آدمی بھی شہید نہیں ہوا۔ جب یہ کامیاب اور فاتح لشکر مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ نے مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل کر ان کا بھرپور خیر مقدم کیا۔ حضرت بُرَیدہؓ جھنڈا لہراتے ہوئے لشکر کے آگے آگے چل رہے تھے۔ مدینہ میں داخل ہو کر لشکر مسجد نبویؐ تک گیا۔ حضرت اسامہؓ نے مسجد میں دو نفل ادا کیے اور اپنے گھر چلے گئے۔ متفرق روایات کے مطابق یہ لشکر چالیس سے لے کر ستر روز تک باہر رہنے کے بعد مدینہ واپس پہنچا تھا۔

جَیش اسامہؓ کا بھجوایا جانا مسلمانوں کے لیے بہت نفع کا موجب بنا کیونکہ اہل عرب یہ کہنے لگے کہ اگر مسلمانوں میں طاقت اور قوت نہ ہوتی تو وہ ہرگز یہ لشکر روانہ نہ کرتے۔ تو اس طرح جو کفار تھے وہ بہت ساری ایسی باتوں سے باز آ گئے جو وہ مسلمانوں کے خلاف کرنا چاہتے تھے۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 145 تا 147 سریہ اسامہ بن زید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد 3صفحہ291تا 294باب سرایا و بعوثہ/سریۃ اُسامۃ..... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 199-200 سنۃ 11ھ ذکر انفاذ جیش اسامہ بن زید مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2006ء)(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 579- 580 ''البلقاء'' جلد 2 صفحہ 483 ''الدارو م'' جلد 2 صفحہ 149 ''الجرف'' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید سے حضرت اسامہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حرف بہ حرف پورا کر دکھایا اور انتظام و انصرام کے لحاظ سے بھی اور معرکہ آرائی میں انتہائی کامیابی اور کامرانی کے لحاظ سے بھی اس مہم کو اعلیٰ ثابت کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ بہترین سردار ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں کی قبولیت اور برکت نے ثابت کر دیا کہ حضرت اسامہؓ بھی اپنے شہید والد حضرت زیدؓ کی طرح نہ صرف یہ کہ سرداری کے اہل تھے بلکہ ان خواص اور اوصاف میں ایک بلند مقام رکھتے تھے اور یہ خلیفۂ وقت کا مضبوط عزم و ہمت اور بلند حوصلہ ہی تھا جس نے متعدد اندرونی اور بیرونی خطرات اور اعتراضات کے باوجود اس لشکر کو روانہ کیا اور پھر خدا نے کامیابی اور کامرانی سے نواز کر مسلمانوں کو پہلا سبق یہ سکھا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب تمام برکتیں صرف اطاعت خلافت میں ہی

ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی سر الخلافۃ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہوا ہے۔
(ماخوذ از سر الخلافۃ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 394 حاشیہ)

بہر حال اللہ تعالیٰ حضرت زید بن حارثہؓ اور پھر ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ پر، جو ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور محبوب تھے۔ ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

نمازِ جمعہ کے بعد میں دو جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ ہے مکرم صدیق آدم دُمبیا (Dumbia) صاحب کا جو آئیوری کوسٹ کے مبلغ تھے، ایک عرصے سے بیمار چلے آ رہے تھے۔

گذشتہ سال پراسٹیٹ (prostate) کا آپریشن بھی ہوا۔ اسی طرح گردوں کا بھی مسئلہ تھا، ڈائلیسز (dialysis) بھی ہوتے رہتے تھے۔ کافی عرصے سے علاج کے سلسلے میں آبی جان (Abidjan) ٹھہرے ہوئے تھے۔ گذشتہ دنوں اچانک زیادہ طبیعت خراب ہونے پر ملٹری ہسپتال میں لے جایا گیا جہاں 14/ جون کو آپ کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

صدیق آدم صاحب 1950ء میں آئیوری کوسٹ کے ایک گاؤں لوسنگے میں پیدا ہوئے تھے۔ 1977ء کے قریب احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ سات بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ پھر 1981ء میں زندگی وقف کرنے کے بعد علم حاصل کرنے کے لیے آپ نے اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پاکستان کے لیے پیدل سفر کا آغاز کیا۔ تقریباً ایک سال تک سفری صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد 1982ء میں ربوہ پہنچے اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم کا آغاز کیا۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد 86-1985ء میں آپ کی آئیوری کوسٹ واپسی ہوئی اور پھر وفات تک مسلسل تیس سال سے زائد عرصہ مغربی افریقہ کے مختلف ممالک میں بطور مبلغ خدمت کی توفیق پائی۔

ان کی پاکستان کے سفر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہتے ہیں کہ 1977ء میں جب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے گھانا کا دورہ کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح کی زیارت نے ان کی روح میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی کہ بالکل کایا پلٹ دی۔ آئیوری کوسٹ پہنچ کر پاسپورٹ بنوایا اور پھر کہتے ہیں خلیفۃ المسیح کی زیارت کے لیے اپنے ایک دوست کے ساتھ پاکستان کے سفر کے لیے کوشش کرنی شروع کر دی۔ اسی دوران مالی کے ایک نوجوان عمر معاذ صاحب جو وہاں آجکل ہمارے مبلغ ہیں، مسجد آبی جان میں آئے اور اپنی ایک رؤیا کی بنا پر احمدیت قبول کی اور پھر کچھ دنوں بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر کو دیکھنے اور خلیفۃ المسیح کی ملاقات کی شدید خواہش کا اظہار کیا۔ بہر حال اس طرح ان تینوں نے پاکستان کے سفر کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ 20/ اگست 1981ء کو انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ آئیوری کوسٹ سے روانہ ہو کر سفر کی پہلی منزل پہ گھانا پہنچے۔ وہاں وہاب آدم صاحب امیر مشنری انچارج سے ملاقات کی۔ دعاؤں کے بعد یہ ٹوگو سے بینن کو عبور کرتے ہوئے نائیجیریا کے شہر لیگوس (Lagos) پہنچے۔ وہاں مشن میں قیام کے بعد کیمرون کے لیے روانہ ہوئے۔ مشنری انچارج نائیجیریا نے بھی اپنی دعاؤں کے ساتھ ان کو رخصت کیا، کچھ مالی مدد بھی کی۔ پھر کیمرون سے ہوتے ہوئے چاڈ میں داخل ہوئے۔ چاڈ میں وہاں ان کو قید و بند کی

صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن بہر حال صبر اور حوصلے کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔ چاڈ سے آگے سفر جاری رکھنا تقریباً ناممکن تھا لیکن خدا تعالیٰ نے ایک خواب کے ذریعہ ان کی رہنمائی فرمائی کہ فوج میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے لیبیا کی فوج میں شامل ہونے کی کوشش کی اور اس موقع پر خدا تعالیٰ نے غیبی امداد کی اور ناممکن کو ممکن بنایا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لیبیا کی گورنمنٹ نے ان سب کو ملک بدر کر دیا لیکن مسبب الاسباب خدا نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ نہ صرف یہ کہ ملک بدر ہونے کا حکم نامہ کینسل ہو گیا بلکہ لیبیا کی فوج میں بطور رضاکار شامل ہو کر لبنان میں تقریباً آٹھ ماہ سرحد کی حفاظت کی ذمہ داری بھی انجام دی۔ جب جنگ ختم ہوئی تو انہوں نے اپنے انچارج سے پاکستان جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو اس نے کہا کہ کچھ عرصہ مزید ہمارے پاس ٹھہر لو اس کے بعد انٹرنیشنل پاسپورٹ بنوا کر آپ کو امریکہ بھجوا دوں گا۔ آپ پاکستان جانے کے بجائے امریکہ چلے جائیں تو ان لوگوں نے شکریہ کے ساتھ یہ پیشکش قبول کرنے سے معذرت کر لی اور عرض کیا کہ ہم تعلیم کی غرض سے پاکستان جانا چاہتے ہیں۔ پاکستانی سفارت خانے نے ویزا دینے سے انکار کر دیا لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے انچارج کے ذریعہ کراچی تک کے ایئر ٹکٹ مہیا کر دیے جو ان کا فوج کا انچارج تھا اور یوں 27/ نومبر 1982ء کو یہ پاکستان جانے کے لیے ایئر پورٹ پہنچے۔ نصرت الٰہی کا نظارہ پھر سے دیکھنے کو ملا۔ انچارج نے ان کا تعارف ایک پولیس اہلکار سے کرایا کہ یہ اسلامی تعلیم کے لیے پاکستان جا رہے ہیں۔ ان کی ہر ممکن مدد کی درخواست ہے۔

چنانچہ اس پولیس اہلکار نے ان کی بے حد مدد کی۔ رات جہاز دمشق سے روانہ ہو کر صبح کراچی ایئر پورٹ پر پہنچ گیا۔ اب یہ کراچی تو پہنچ گئے لیکن ویزے کی پریشانی تھی۔ دعاؤں کے بعد پھر ایئر پورٹ پولیس کے سامنے پاسپورٹ رکھ دیے۔ سوال و جواب ہوئے۔ تعلیم کے لیے پاکستان آنا اپنا مقصد بیان کیا تو پولیس اہلکار نے مہر لگا کر پاسپورٹ پر دستخط کر دیے۔ پھر پوچھا کہ کہاں جانا ہے انہوں نے کہا کہ ربوہ جانا ہے تو اس نے کہا تو کیا تم قادیانی ہو؟ پہلے اس کے کہ مزید کوئی منفی خیالات اس کا ارادہ بدل دیتے اور وہ مہر کو کینسل کر دیتا اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ قادیانی ہیں تو کیا ہوا تعلیم کے لیے آئے ہیں جانے دو۔

بہر حال کہتے ہیں کہ ربوہ پہنچنے کا اور خلیفۃ المسیح سے ملنے کا اتنا ان کو شوق تھا، بڑے جذبات سے مغلوب تھے کہ ان کو یہ خیال ہی نہیں گیا کہ یہاں کراچی میں پتا کر لیں کہ جماعت ہے تو کہاں ہے اور کوئی ممبر ہے تو اس سے مل لیں تا کہ آسانیاں پیدا ہو جائیں۔ بجائے جماعت سے رابطہ کرنے کے سیدھے ریلوے سٹیشن پہنچے اور وہاں سے ربوہ کے لیے ریل کا ٹکٹ طلب کیا۔ وہاں بھی ریلوے میں ٹکٹ دینے والا کوئی لالچی شخص اور متعصب تھا۔ اس نے کہا احمدیوں کو ہم ٹکٹ نہیں دیتے اور دو گھنٹے کی بڑی بحث کے بعد آخر دوگنا کرایہ لے کر ٹکٹ دینے پر راضی ہو گیا لیکن ٹکٹ بھی پھر ایسی گاڑی کا دیا جو سست ترین گاڑی تھی اور چوبیس گھنٹے ان کو لگے کراچی سے ربوہ پہنچتے ہوئے۔ بہر حال خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زیارت کا ان کو شوق تھا تو بڑے کٹھن سفر کے بعد ربوہ پہنچے۔

ربوہ پہنچ کر دارالضیافت میں گئے۔ بہر حال ان کو نہیں پتا تھا کہ کیا ہو چکا ہے لوگوں کی زبان پر بار بار خلیفۃ المسیح الرابع کے الفاظ سن کر ان کو تشویش ہوئی اور پھر رابطہ کرنے پر علم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تو

وفات ہو چکی ہے اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت کے مقام پر متمکن ہیں۔ بہر حال پھر 1982ء میں ان کی ملاقات ہوئی۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ جامعہ سے تعلیم مکمل کر کے واپس آئیوری کوسٹ روانہ ہوئے اور پھر وہاں سے جماعت کے ذریعہ مختلف ممالک میں ان کی پوسٹنگ ہوتی رہی۔ 87ء سے 91ء تک آئیوری کوسٹ میں۔ 91ء سے 92ء تک نائیجر میں۔ 92ء سے 94ء تک بینن میں۔ 94ء سے 96ء تک ٹوگو میں اور 96ء سے وفات تک پھر آئیوری کوسٹ میں رہے۔

باسط صاحب مبلغ آئیوری کوسٹ لکھتے ہیں کہ صدیق آدم صاحب خلافت کے سچے عاشق اور سلسلہ کے مخلص خادم تھے۔ کہتے ہیں لمبا عرصہ ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے دیکھا کہ دعا گو، تہجد گزار، صاحب رؤیا تھے۔ خوابوں کی تعبیر کا بھی بڑا ملکہ تھا اور اکثر اپنے جاننے والوں کو ان کی خوابوں کے مطالب بیان کیا کرتے تھے۔ باقاعدہ اپنی ماہانہ رپورٹ یہاں مرکز میں بھی بھجواتے اور مجھے بھی خط لکھتے تھے، دعائیہ خطوط بھی لکھتے تھے اور اردو زبان میں خطوط لکھا کرتے تھے یہ ان کی عادت تھی۔

بڑے نیک اور وقت کی پابندی کا احساس کرنے والے تھے۔ ذمہ داری کا احساس تھا۔ ہمیشہ وقت کی پابندی کرتے اور جو کام بھی سپرد کیا جاتا وقت کے اندر ختم کرنے کی کوشش کرتے۔ لمبے سفروں کے دوروں سے کبھی نہیں گھبراتے تھے۔ تبلیغ بڑے دلنشین انداز میں کرتے تھے۔ فتنۂ دجال اور اس کے ظہور اور علامات اور موجودہ دور کی خرابیوں کا ذکر کر کے امام مہدی کے ظہور کا تذکرہ کرتے۔ سننے والے آپ کے اندازِ بیان کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور اکثر اوقات انہوں نے لکھا ہے کہ تبلیغ میں کامیابی ہوتی تھی۔ نارتھ ریجن میں ان کے تبلیغی دَوروں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں پھل عطا فرمائے۔

اپنے پاکستان کے سفر کا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا یہ بڑا ذکر کیا کرتے تھے، اور احمدیت کی صداقت کے طور پر یہ نشان پیش کیا کرتے تھے کہ کس طرح دور دراز ملکوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سلطان نصیر عطا فرمائے ہیں جو اس راہ میں قربانی پیش کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں نوازتا اور اپنے پیارے مہدی کی تائید اور نصرت فرماتا ہے۔ مرحوم کا انداز بیان 'جو لازبان' جو وہاں بولی جاتی ہے ان بولنے والوں کے لیے خاص کشش کا باعث تھا۔ ریڈیو کے ذریعہ لائیو پروگرام بھی پیش کرتے تھے اور بڑے اعلیٰ قسم کے ان کے پروگرام ہوتے تھے، بڑے پسند کیے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی اولاد کو بھی صبر اور حوصلہ بھی عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ جو ہے وہ میاں غلام مصطفیٰ صاحب، میرک ضلع اوکاڑہ کا ہے جو 24/ جون کو 83/ سال کی عمر میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم پیدائشی احمدی تھے اور عبادت کا خاص شوق تھا۔ باجماعت نمازیں ادا کرنے والے، تہجد گزار تھے۔ اپنی مسجد میں فجر کی اذان خود دیا کرتے تھے۔ ساری فیملی کو نماز فجر پہ اٹھاتے اور آخری وقت تک اللہ تعالیٰ نے

ان کو توفیق دی کہ رمضان کے روزے رکھتے رہیں۔ تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ ہر ملنے والے کو کسی نہ کسی رنگ میں جماعت کا پیغام پہنچاتے تھے۔ انتہائی ملنسار، بہت نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت سے عقیدت کا تعلق تھا۔ خطباتِ جمعہ باقاعدگی سے سنتے۔ بچوں کو بھی اس کی تاکید کرتے۔ مرکزی مہمانوں کی خدمت اور مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے اور ان کو تھرپارکر میں پیاسوں کے لیے پانی کا کنواں لگوانے کی بھی توفیق ملی۔ وصیت کا حساب اپنی زندگی میں مکمل کیا ہوا تھا۔ چند سال پہلے اپنا مکان بھی جماعت کو پیش کرنے کی ان کو توفیق ملی اور خود مسجد میں ایک چھوٹے سے کمرے میں رہنے لگے۔ اور یہ مکان جو ہے مربی ہاؤس کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ غلام مرتضیٰ صاحب مربی سلسلہ برونڈی کے والد تھے جو اس وقت میدان عمل میں مصروف ہیں اور والد کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے اور اس سے پہلے اپنی والدہ کی وفات پر بھی نہیں جا سکے تھے۔ بڑے صبر اور حوصلے سے غلام مرتضیٰ صاحب نے ان دونوں صدموں کو برداشت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا صبر اور حوصلہ بڑھائے اور وفا کے ساتھ اپنا وقف نبھانے کی توفیق بھی عطا فرماتا رہے۔

آپ کے ایک پوتے قاسم مصطفیٰ صاحب اور ایک نواسے محمد سفیر الدین صاحب بھی مربی ہیں۔ اسی طرح ایک پوتے بلال احمد واقف نَو ہیں اور اس سال ڈاکٹر بن کر میدان عمل میں جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔ غلام مرتضیٰ صاحب مربی جو پردیس میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں مصروف ہیں اور اس وجہ سے جیسا کہ میں نے کہا جنازے میں شامل نہیں ہو سکے انہیں صبر اور حوصلے سے صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ جمعے کے بعد ان شاء اللہ دونوں کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 19/ جولائی 2019ء جلد 26 شمارہ 37 صفحہ 5 تا 10)

27

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ جولائی 2019ء بمطابق 05/ وفا 1398 ہجری شمسی
بمقام DM-Arena، کالسروئے، (جلسہ گاہ) جرمنی

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خطبہ کے آغاز میں حضور انور نے منتظمینِ جلسہ سے استفسار فرمایا: آخر تک ٹھیک آواز آ رہی ہے؟ آپ کا انتظام ہے، چیک کیا ہے؟

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں میں سے جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر ملے ایک یہ بھی ہے اور یہ بہت بڑا فضل اور انعام ہے جو ہمیں جلسہ سالانہ کی صورت میں مل رہا ہے تا کہ ہم اپنی روحانی اور اخلاقی اور علمی بہتری کے لیے کوشش کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور تقویٰ میں بڑھنے کے سامان کر سکیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کے لیے اپنے دلوں کو صاف کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلسے کے قیام کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کر سکیں۔ آپس میں رنجشوں اور دوریوں کو صلح اور قرب میں بدلنے کی کوشش کریں۔ اپنے آپ کو لغویات سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تمام باتیں جلسہ کے انعقاد کے مقصد میں بیان فرمائی ہیں۔

احمدیوں کی ایک بہت بڑی تعداد سارا سال جلسہ سالانہ کا انتظار کرتی ہے اور کیلنڈر کا اگلا سال شروع ہوتے ہی اس انتظار میں اور جلسہ کے انعقاد کے شوق میں مزید تیزی آجاتی ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کو بھی انتظار ہوتا ہے جو یہاں ایک عرصے سے رہ رہے ہیں اور خاص طور پر ان کو تو بہت انتظار ہوتا ہے جو پاکستان سے نئے نئے یہاں آتے ہیں اور اپنے حالات کی وجہ سے یہاں اسائلم بھی لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ قانونی پابندیوں کی وجہ سے وہاں تو جلسے منعقد نہیں کر سکتے اور ایک عرصے سے ان کو یہ پتا ہی نہیں کہ جلسہ سالانہ کیا چیز ہے اور اب اس کی تعداد بھی سینکڑوں سے ہزاروں میں ہو گئی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ اسی طرح باہر کے ممالک سے صرف جلسے میں شامل ہونے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے اور کافی تعداد میں اب لوگ جرمنی میں بھی آ رہے ہیں۔ اس سال تو افریقہ کے بھی بعض ممالک کے کچھ لوگ جلسے پہ آئے ہیں جن میں مقامی لوگ بھی شامل ہیں۔ جلسے میں شامل ہونے کا شوق اور جلسے کا انتظار اس لیے ہوتا ہے اور ہونا چاہیے کہ جلسے کے انعقاد کے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور جو یہ سوچ نہیں رکھتا اور اس نیت سے جلسے میں شامل نہیں ہوتا اس کا جلسے کا انتظار بھی فضول اور لغو ہے اور جلسے میں شامل ہونا بھی فضول اور لغو بات ہے۔ پس ہر شخص کو جو جلسے میں شامل ہو رہا ہے، مرد ہے یا عورت

اس بات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ کیا وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کر رہا ہے یا اس نیت سے جلسہ میں شامل ہوا ہے؟ تقویٰ میں بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے؟ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے یا اس سوچ کے ساتھ یہاں آیا ہے؟ اگر نہیں تو جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسے میں شمولیت، جلسے پر آنا فضول ہے اور کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ماحول بے شک اثر ڈالتا ہے لیکن اس ماحول کے اثر کو قبول کرنے کے لیے انسان کی اپنی کوشش کا بھی دخل ہے۔ پس اس کے لیے ہمیں کوشش کرنی ہو گی تا کہ ان تمام باتوں کا حصول ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم جذب کرنے والے ہوں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ پر آنے والوں کے لیے کی گئی دعاؤں کے بھی مستحق بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے جو اس سوچ کے ساتھ اس جلسہ میں شامل نہیں ہوتے اور اپنے عملوں کو اس کے مطابق نہیں ڈھالتے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"میں ہرگز نہیں چاہتا کہ حال کے بعض پیرزادوں کی طرح صرف ظاہری شوکت دکھانے کے لیے اپنے مبائعین کو اکٹھا کروں بلکہ وہ علّتِ غائی جس کے لیے میں حیلہ نکالتا ہوں اصلاحِ خلق اللہ ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

پس آپؑ نے واضح فرما دیا کہ ظاہری شان و شوکت اور دکھاوے کے لیے لوگوں کو جمع کرنا مقصد نہیں ہے جس طرح گدی نشین پیر عرسوں اور میلوں کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ بلکہ وہ مقصد جس کے لیے میں نے جلسے کا طریق اختیار کیا ہے صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی اصلاح ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرنے والے ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کا حق بھی ادا کرنے والے ہوں۔ اور اپنی اصلاح نہ کرنیوالوں سے صرف بیزاری کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ آپؑ نے کراہت کا بھی اظہار فرمایا ہے۔ تیس ہزار یا پینتیس ہزار یا چالیس ہزار کی بھی حاضری ہو جاتی ہے تو اس کا کیا فائدہ ہے اگر آپؑ کی خواہش کو، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے ہم بیعت کرنے کے بعد اپنے دل میں دنیا کی محبت لیے بیٹھے ہوں اور اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس دنیاوی محبت پر حاوی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق ہم اپنی زندگیاں گزارنے والے نہیں اور ان تین دنوں میں بھی دنیا ہی ہمارے سامنے ہو۔ پس ہمیں ان باتوں پر غور کرنا چاہیے۔

چند دن پہلے رمضان ختم ہوا ہے جو ایک روحانی اصلاح اور ترقی کا مہینہ تھا جس میں ذاتی عبادتیں اور روزے اور ذکر الٰہی کا موقع ہر ایک مومن کو میسر آیا اور اب ایک اَور تین دن کا کیمپ ہے جس میں دینی اور علمی ترقی کے موقعے کے ساتھ عبادتوں اور ذکرِ الٰہی کا ماحول ہے اور ان تمام باتوں کے اجتماعی اظہار کا بہتر موقع ہے۔ سب جمع ہو کر عبادتوں کی طرف توجہ دے رہے ہیں، نوافل بھی پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں اور چاہے اپنی اپنی زبان میں، جو ان کے دل میں دعائیں اور ذکرِ الٰہی ہے وہ ذکرِ الٰہی کر رہے ہوں لیکن پورا ماحول اگر ذکرِ الٰہی کر رہا ہے تو وہ بھی ذکرِ الٰہی کا ایک اجتماعی رنگ ہے۔ اگر ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو پھر کب اور کس طرح اٹھائیں گے۔

پس ایک بہت بڑی ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم پر ڈالی ہے اور اپنے ماننے والوں سے بڑی توقعات وابستہ فرمائی ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ اس ماحول کا حقیقی فائدہ تبھی ہو گا جب دنیا کی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے مقابلے میں ٹھنڈی ہو جائے گی۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کی محبت کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کے مقابلے میں ثانوی حیثیت دینا یہ بہت بڑی بات ہے اور یہی چیز ہے جو حقیقی مومن بناتی ہے۔ اس جلسہ کے تین دنوں کے بعد دنیا کے کام بھی کرنے ہیں۔ لیکن اس تربیت کا اور شمولیت کا فائدہ تبھی ہو گا کہ جب ہم دنیا کے کاموں کے باوجود دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ ان تین دنوں میں خاص طور پر دنیا کی محبت بالکل ٹھنڈی کرنی ہو گی۔

ہم جلسہ کے دنوں میں یہ بھی یہاں دیکھتے ہیں کہ بازار بھی مہیا کیے گئے ہیں، سٹال بھی لگتے ہیں اور دنیاوی چیزوں کی یہاں خرید و فروخت بھی ہو جاتی ہے لیکن جلسے میں شامل ہونے والے بھی اور بازار لگانے والے بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ بازاروں میں پھرنا اور شاپنگ کرنا اور اپنی چیزوں پر منافع حاصل کرنے کی کوشش کرنا دنیاداری ہے۔ اس لیے خریدار بھی اور دکاندار بھی اس سے بچیں اور جلسہ کے جو لوگ ہیں یہ دونوں خاص طور پر جلسہ کی کارروائی توجہ سے سنیں اور اس کے بعد وقفوں میں دونوں کا حق ہے، دونوں کو اجازت ہے کہ بازاروں میں جائیں لیکن پھر بازار کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں اور بازاروں کے حق یہ ہیں کہ وہاں چلتے پھرتے ایک دوسرے کو سلام کریں۔ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہیں۔ دکانوں پر کسی خاص چیز کو دیکھنے کے بعد رَش کر کے دھکم پیل نہ کریں۔ دکاندار جائز منافعے سے اپنی چیزیں فروخت کریں۔ کسی کی مجبوری سمجھ کر ناجائز منافع نہ کمائیں۔ بازاروں میں بھی جیسا کہ میں نے کہا ذکرِ الٰہی مستقل کرتے رہیں۔ جو دکاندار ہیں وہ بھی اس دوران میں (ذکرِ الٰہی) بھی کرتے رہیں۔ یہ ظاہری شکل میں ہم اختیار کریں گے تو ہمارے دلوں کی حالت بھی بدلے گی اور ہمارے اندر تقویٰ بھی پیدا ہو گا، اللہ تعالیٰ کی محبت بھی پیدا ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے اندر یہ نیکیاں پیدا کرنے اور تقویٰ کا معیار بلند کرنے کے لیے مزید فرماتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے غرض یہی رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا سے مفقود ہو گئی تھی اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانے میں پائی نہیں جاتی تھی اسے دوبارہ قائم کرے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 277-278)

پھر آپ ایک موقعے پر ہمیں اپنے تقویٰ کے معیار بلند کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کیے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت دلوں میں پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا

خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308)

پس یہ باتیں ہیں جنہیں ہمیں ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ کس طرح ہم نے حقیقی تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ کسی ایک نیکی کو بجالانا تقویٰ نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام قسم کی نیکیاں بجالانا، خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے تمام قسم کے حقوق ادا کرنا اصل تقویٰ ہے۔

(ماخوذ از ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 210)

اس لحاظ سے اگر ہم جائزہ لیں تو خود ہی ہمارے سامنے ہماری حالتوں کی جو صورت بنتی ہے وہ آجائے گی۔

بعض لوگ باہر جماعتی کاموں میں اچھے ہیں تو گھروں میں بیوی بچے ان سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ بعض گھروں کے حق ادا کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کی عبادت کی طرف توجہ نہیں ہے۔ اس قسم کی شکایتیں ملتی ہیں۔ بعض بظاہر عبادت کرنے والے ہیں تو معاشرے کے آپس کے معاملات میں ایک دوسرے کا حق مارنے والے ہیں۔ بعض دنیا والوں کے سامنے بعض نیکیاں کرنے والے ہیں تو صرف دکھاوے کے لیے اور بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے اور وہ ہمیں ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میری جماعت شمار ہونے کے لیے، اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے، اس کے فضلوں کا وارث بننے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے لطف و احسان کو حاصل کرنے کے لیے ہر جہت سے اور ہر پہلو سے اپنی عملی حالتوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے اور یہ جلسے کے اہتمام اسی غرض کے لیے کیے گئے ہیں کہ نیکیوں کی ادائیگی کی طرف توجہ پیدا ہو۔ اور جو مقررین ہیں وہ بھی اپنی تقریروں میں اس طرف توجہ دلاتے رہیں۔ ہمیں ایک ماحول میں رکھ کر اس طرف توجہ دلائی جاتی رہے کہ ہمارے ہر عمل میں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

"یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:38) "یعنی جنہیں نہ کوئی تجارت نہ خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل رکھتی ہے۔ فرمایا کہ "جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی ایک کیفیت" آپؑ فرماتے ہیں کہ اس طرح، "اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے، کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔ اسی طرح پر جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 20-21)

پس یہ وہ حالت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اس حالت کے پیدا کرنے کی کوشش کے لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے اور خدا تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے کہ ہم اس حالت کے حاصل کرنے والے بن سکیں اور جب ہم یہ حالت پیدا کریں گے اور اس کے

لیے کوشش کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ہمیں یاد رکھے گا جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ۔ پس کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کا اللہ تعالیٰ ذکر کرے، انہیں یاد رکھے۔ ہمارا مولیٰ ہمیں صرف اس بات پر اتنا نوازے کہ ہم دنیاوی مصروفیات میں اپنے مولیٰ کو نہیں بھولے اور ان دنوں میں خاص طور پر اس بات کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم خدا تعالیٰ کا حقیقی ذکر کریں اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں یاد رکھ کر اپنے فضلوں کا مورد بنائے۔

پس جلسے میں آنے والے بھی اور ڈیوٹیاں دینے والے بھی ان دنوں میں ذکرِ الٰہی سے اپنی زبانوں کو تر رکھنے کی کوشش کریں اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بنیں۔ اس سے بڑی اَور کیا بات ہمارے لیے ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یاد رکھے۔ پس اس کے حصول کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق آسمان پر آپؑ کی جماعت شمار ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ ہمیں فکر میں ڈالنے والے ہونے چاہئیں کہ آسمان پر میری جماعت تب شمار ہو گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ بیعت کے بعد ہم میں سے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے عزیزوں کی طرف سے بھی دھتکارے گئے ہیں۔ آپ میں سے بہت سے یہاں اس لیے ہجرت کر کے آئے کہ احمدی ہونے کی وجہ سے مخالفینِ احمدیت کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑا۔ ملکی قانون نے ہماری مذہبی آزادی پر پابندیاں لگائیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود اور ان سب تکلیفوں کے باوجود جو پاکستان میں یا بعض اَور ممالک میں احمدی برداشت کر رہے ہیں یا آپ میں سے بھی بعض نے کی ہیں پھر ہم اپنے عملوں کی کمی کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شمار نہ ہوں اور ان لوگوں میں اور ان خوش قسمت لوگوں میں شامل نہ ہوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو یہ کتنا گھاٹے کا سودا ہے۔ پس ان دنوں میں بہت دعائیں کریں اور ہمیں یہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ ہم ان لوگوں میں شمار نہ ہوں جن سے خدا تعالیٰ راضی نہیں بلکہ ان لوگوں میں شامل ہوں جن کا ذکر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے ہم پختہ تعلق جوڑنے والے ہوں۔ اپنے دلوں کے اندھیروں کو مٹانے والے ہوں۔

یہاں جلسہ کی کارروائی کے دوران بھی اور وقفوں میں بھی اور رات کو بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ یہ دعا مانگیں اور عہد کریں کہ اے خدا ہم نیک نیت ہو کر تیرے مسیح کے جاری کردہ اس جلسے میں شامل ہوئے جو یقیناً تیری خاص تائیدات اور اذن سے جاری ہوا۔ اس میں تیری رضا کے حصول اور تیرے ذکر میں بڑھنے اور تیری محبت کے حصول کے لیے شامل ہوئے ہیں۔ اپنی ان تمام برکات سے ہمیں متمتع فرما جو تو نے اس جلسے سے وابستہ کی ہیں اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا فرما جو تُو چاہتا ہے اور جس کو قائم کرنے کے لیے تُو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو اس زمانے میں بھیجا ہے تا کہ ہم اس کی بیعت میں حقیقی رنگ میں شامل ہونے والے بن سکیں۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اور درود و استغفار کرتے ہوئے یہ دن گزاریں گے، اپنے دنوں کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کریں گے تو ہماری عبادتوں کے معیار بھی بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کرنے والے بھی بنیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان جلسوں کا ایک مقصد یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ جماعت کے

افراد کا آپس کا تودّد و تعارف بڑھے۔

(ماخوذ از آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

پس جہاں نئے آنے والوں سے احمدیت کے رشتے کی وجہ سے محبت اور تعارف کا رشتہ قائم ہو گا وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ پرانے رشتوں میں مزید محبت پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے بے انتہا نوازتا ہے جو اپنے بھائی سے خدا تعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہے۔ پس ان دنوں کو آپس کی رنجشوں کو دور کرنے کا ذریعہ بھی بنائیں نہ یہ کہ یہاں آکر اگر ان لوگوں کا آمنا سامنا ہو جائے جن کی آپس میں رنجشیں ہیں تو یہ آپس کی رنجشیں غضب دکھانا شروع کر دیں اور ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں اور بغض مزید بڑھ جائے اور وہ جلسے کے ماحول کو اس وجہ سے پھر خراب کرنے والے بن جائیں اور بجائے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننے کے اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ناراضگی کا موجب بن جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ کو بھی شعائر اللہ میں شامل فرمایا ہے تو جو لوگ شعائر اللہ کے تقدس کو نقصان پہنچاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے نیچے آتے ہیں۔

(ماخوذ از افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ 1931ء، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 389)

پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ جن کی ناراضگیاں ہیں ان کو چاہیے کہ فوراً ایک دوسرے کے لیے صلح کا ہاتھ بڑھائیں اور اب ایسا ماحول پیدا کریں جہاں اناؤں کے خولوں میں بند ہونے کے بجائے اور اس کی آگ میں جلنے اور حسد کی آگ میں جلنے کی بجائے سلامتی اور صلح کا خوبصورت ماحول پیدا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ حدیث 10)

ہمیں جائزہ لینا چاہیے کہ کیا یہ ارشاد ہماری حالتوں کی عکاسی کرتا ہے، ہمارے عمل اس کے مطابق ہیں؟ کیا ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سو فیصد اس پر عمل کرنے والے ہیں؟ اگر یہ سچ ہے، اگر ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سچ ہے تو پھر قضا میں ہمارا کوئی معاملہ آنا ہی نہیں چاہیے اور ملکی عدالتوں میں حقوق کے حصول کے لیے مقدمات جانے ہی نہیں چاہئیں۔ مجھے بڑے افسوس سے یہ بھی کہنا پڑ رہا ہے کہ بعض لوگ یہاں جلسہ پر آتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر پرانے کینوں اور رنجشوں کی وجہ سے جلسے کے دنوں میں اس ماحول میں بھی دست و گریبان ہو جاتے ہیں، لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ پولیس کو بھی بلانا پڑتا ہے۔ کیا یہ ایک مومن کی شان ہے؟ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے والوں کے یہ عمل ہیں؟ یقیناً نہیں۔ ایسے لوگوں کو نظامِ جماعت اگر جماعت سے باہر نکالے یا نہ نکالے وہ اپنے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں جماعت سے باہر نکل جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق وہ آسمان پر آپؑ کی جماعت میں شامل نہیں ہیں۔

پس اپنے جائزے لیں، دوعملیاں نہ ہوں۔ اپنے دلوں کے میل ایسے لوگوں کو نکالنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عفو، درگزر اور صلح کے طریق اختیار کرنے چاہئیں۔ دنیا کو یہ بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

بیعت میں آکر ہماری روحانی اور اخلاقی حالتوں میں ایک انقلابی تبدیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح عہدیداران ہیں اور جلسہ کی ڈیوٹی دینے والے ہیں وہ ان دنوں میں خاص خیال رکھیں کہ ان کے اخلاق کے معیار بہت بلند ہونے چاہئیں۔ جن کی عام دنوں میں کسی سے کوئی رنجش تھی بھی تو ان کارکنوں کو جلسہ کے ماحول میں اسے صلح اور صفائی میں بدلنے کے لیے پہل کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ بدلے لینے کی صورت پیدا کریں۔ جلسے پر آنے والا ہر شخص مہمان ہے اور ہر عہدیدار اور ہر کارکن کا کام ہے کہ ہر قسم کی ذاتی رنجشوں کو دور کر کے اعلیٰ ظرفی اور مہمان نوازی کا مظاہرہ کریں۔ عہدیداروں کی یہ خاص ذمہ داری ہے کہ ان میں برداشت کا مادہ زیادہ ہونا چاہیے۔ پس عہدیدار اپنے آپ کو ہر حال میں خادم سمجھیں اور افرادِ جماعت اور جلسے میں شامل ہونے والے عہدیداروں کو نظامِ جماعت کا نمائندہ سمجھیں تو تبھی کھچاؤ اور لڑائیوں کے ماحول میں بہتری آسکتی ہے، آپس کی رنجشیں دور ہو سکتی ہیں۔

مجھے یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بعض جماعتوں کے عہدیداروں نے اپنے عہدوں کا خیال نہیں رکھا۔ جلسے کے ماحول کی بات نہیں کر رہا۔ عام حالات میں بھی اپنی جماعتوں کی جماعتی ذمہ داریوں میں اور خدمتِ دین کو اللہ تعالیٰ کے فضل کی بجائے دنیاوی عہدے کی طرح سمجھا ہے جس کی وجہ سے انہیں تبدیل بھی کرنا پڑا ہے۔

پس ایسے لوگ اگر یہاں جلسے پر آئے ہیں تو عبادت، ذکرِ الٰہی اور عاجزی میں بڑھنے کی کوشش کریں۔ اگر ان کے خیال میں ان کے بارے میں غلط فیصلے بھی ہوئے ہیں تب بھی عاجزانہ راہیں اختیار کریں اور عاجزانہ راہیں اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور نظامِ جماعت کے بارے میں دلوں میں رنجشیں نہ لائیں۔ اگر غلط فیصلے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے، غیب کا بھی علم رکھتا ہے، حاضر کا بھی علم رکھتا ہے۔ اس کے آگے اگر عاجز ہو کر جھکا جائے تو وہ دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور مشکلات سے نکالتا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اصل چیز عہدہ نہیں بلکہ اصل چیز اپنے بیعت کے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ عہدے دار ہے یا فردِ جماعت ہے اسے اس حق کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہیے اور اس حق کی ادائیگی کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو، وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لیے ایسا طیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب طیار کیے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لیے ہے اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لیے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔"

فرمایا "اے سعادت مند لوگو تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لیے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، نہ آسمان میں سے، نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسا کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں

اور غصّوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفسِ امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لیے وعظ کرتے ہو۔

سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجالاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں ہے کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔"

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

پس یہ وہ معیار ہے جس پر ہم میں سے ہر ایک کو پورا اترنے کی کوشش کرنی چاہیے، عہدیداروں کو بھی، کارکنوں کو بھی اور افرادِ جماعت کو بھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں، جو آپ کی بیعت میں شامل ہوئے، سعادت مند کہا ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل کا مورد بنتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ آپ جو میرے سامنے بیٹھے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں سعادت تھی جو یہ فضل فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق دی۔ یہ سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا۔ یہ پہلا قدم ہے یہ انتہا نہیں ہے۔ اس کی انتہا کے حصول کے لیے اس تعلیم پر عمل کرنا ضروری ہے جو آپ کو دی گئی ہے۔ دنیا کے کاروباروں کو اور کاموں کو بھی اس سوچ کے ساتھ ہمیں کرنا ہو گا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو کبھی نہ بھولو۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی کاروباروں سے منع نہیں کرتا بلکہ یہ ضروری ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے روکتا ہے کہ انسان راہب بن جائے، دنیا سے کٹ جائے، ایسی زندگی گزارے جو دنیا سے کٹی ہوئی زندگی ہو۔

دنیا میں رہنے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے روکا ہے کہ دنیا کو انسان دین پر مقدم کر لے۔ دین ہر حالت میں مقدم رہنا چاہیے۔ ہر احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر احمدی کے چہرے کے پیچھے احمدیت کا چہرہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ ہے، اسلام کا چہرہ ہے۔ پس ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ ان چہروں کی حفاظت کرے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائی ہے اور موقع دیا ہے ان کی زیادہ بڑی ذمہ داری ہے کہ اس ذمہ داری کو نبھائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہماری بیعت کا دعویٰ کر کے پھر ہمیں بدنام نہ کریں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 137)

پس اس ارشاد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف عہدیداروں کے

لیے ہے اور باقی اس سے بَری الذّمہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر شخص جو آپ کی بیعت میں شامل ہے اسے یہ فرمایا ہے اس لیے ہمیں اپنے قول و فعل میں کبھی تضاد نہیں رکھنا چاہیے ورنہ ہماری بیعت کے دعوے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا، کھوکھلے دعوے ہیں اور جلسہ میں شمولیت صرف دنیاداری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا اس وقت میں پیش کرتا ہوں جس سے آپؑ کے درد کا اظہار ہوتا ہے جو آپؑ کے دل میں اپنے ماننے والوں کے لیے ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں "دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے کیے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھا دے اور باہمی سچّی محبّت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ سے ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ یہ دعا ہمارے حق میں پوری ہو۔ ہماری نسلوں کے حق میں پوری ہو اور قیامت تک ہماری نسلیں بھی اس دعا سے فیض اٹھاتی چلی جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی قبولیت کے لیے ہمیں عملی کوشش بھی کرنی ہو گی۔ اپنی حالتوں کو بھی کوشش کر کے بدلنا ہو گا اور دردِ دل سے دعا بھی کرنی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

اس دعا کے اگلے حصے میں آپ نے یہ بھی دعا کی ہے جس کے ہمارے حق میں قبول نہ ہونے کے لیے ہمیں دعا کرنی چاہیے جس میں آپؑ نے فرمایا کہ "ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں بدبختِ ازلی ہے جس کے لیے یہ مقدّر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا! میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 398)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی حالت سے بچائے جس میں ہم خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادے سے منحرف ہونے والے ہوں۔ ہمارے ایمانوں کو ہمیشہ سلامت رکھے بلکہ اس میں اضافہ کرتا چلا جائے اور ہم ان تمام دعاؤں کے حاصل کرنے والے بنیں جو آپ نے اپنے ماننے والوں کے لیے اور ان کے حق میں کی ہیں۔

جلسہ کے بابرکت اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے بھی ان دنوں میں دعائیں کرتے رہیں اور محتاط بھی رہیں۔ دائیں بائیں نظر بھی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شریر کی شرارت، ہر حاسد کے حسد سے ہمیں بچاتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/ جولائی 2019ء جلد 26 شمارہ 39 صفحہ 05 تا 08)

28

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12/ جولائی 2019ء بمطابق 12/ وفا 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد۔ (ٹلفورڈ، سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کا جلسہ سالانہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہوئے اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ میں نے آخری دن بتایا بھی تھا اس سال وہاں حاضری بھی چالیس ہزار سے اوپر تھی۔ یہ ترقیات ہم ہر سال دیکھتے ہیں۔ یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو ہمارے کاموں اور ہماری کوششوں سے بڑھ کر ہمیں دیتا ہے۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں بڑھتے ہوئے اپنی طرف سے اپنی کوششوں کو مزید بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ فضل اور نوازشیں بڑھتی چلی جائیں۔

جلسے میں شامل ہونے والے سینکڑوں غیر از جماعت اور غیر مسلم مہمانوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ ایک غیر معمولی ماحول اور اثر دیکھنے میں آیا ہے۔ اپنے تو اظہار کرتے ہی ہیں لیکن کس طرح تمام کارکن بچے بچیاں تک کام کرتے ہیں اور کس طرح اتنی بڑی تعداد میں لوگ بغیر کسی جھگڑے اور فساد کے رہتے ہیں۔ یہ غیروں کے نزدیک ایک عجیب غیر معمولی چیز ہے بلکہ بعض نے تو یہ اظہار کیا کہ یہ ایک معجزہ ہے۔ پس ہمارا جلسہ علاوہ ہماری اپنی تربیت کے تبلیغ کا بھی ایک بہت بڑا ذریعہ بنتا ہے۔ پس یہ چیز ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی شکر گزاری میں بڑھتے چلے جائیں اور یہ ماحول ہمارے عارضی ماحول نہ ہوں بلکہ ہماری زندگیوں کا ہر لمحہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو ہمارے ہر عمل سے دکھانے والا ہو اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کے مقصد کو ہر وقت پورا کرنے والے ہوں۔

عموماً مَیں جلسے کے بعد مہمانوں کے تاثرات اور جلسے کے بارے میں بعض باتوں کا ذکر کیا کرتا ہوں۔ آج مَیں وہ پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے میں کام کرنے والے کارکنوں اور کارکنات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے رات دن ایک کر کے جلسے کے انتظامات کو ہر لحاظ سے کامیاب کرنے کی کوشش کی اور اب وہاں وائنڈاپ (Wind-up) ہو رہا ہے تو یہ لوگ ابھی تک کام کر رہے ہیں۔

جیسا کہ اب یہاں بھی اور دنیا کی ہر بڑی اور منظّم جماعت میں دیکھنے میں آتا ہے کہ کارکن جلسے کے کاموں کے لیے اپنے ذاتی مفادات اور کام پسِ پشت ڈال کر صرف اور صرف جلسہ کے انتظامات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کے کام کے لیے اپنا ہر لمحہ وقف کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمنی کی جماعت بھی اخلاص و وفا میں بڑھی ہوئی جماعت ہے بلکہ بعض قربانیوں میں تو بعض جماعتوں سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ اگر کہیں کمی ہوتی ہے تو عہدیداروں کے کام کے طریق یا صحیح کام نہ لینے یا نہ کرنے میں کمی ہوتی ہے لیکن افرادِ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت قربانی کرنے والے ہیں۔ جان، مال، وقت قربان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص و وفا کو بڑھاتا چلا جائے۔

اس دفعہ شاملین کی تعداد بڑھنے کے بعد انتظامیہ اور امیر صاحب کو بھی خیال آیا گو یہ خیال گذشتہ سال بھی آیا تھا اور میں بھی ان کو چند سالوں سے کہہ رہا تھا لیکن اس سال لگتا ہے کہ سنجیدہ ہوئے ہیں اور امیر صاحب اور مرکزی نیشنل عاملہ اور عہدیدار جو ہیں وہ زیادہ سنجیدہ ہیں کہ ہمارے پاس اپنی ایک بڑی جلسہ گاہ ہونی چاہیے۔ اس دفعہ ان کو پارکنگ وغیرہ کا بھی مسئلہ رہا ہے جس کی وجہ سے ٹریفک کے مسائل بھی پیدا ہوئے اور ایک موقعے پر پھر لوگوں کو جلسہ گاہ میں آکر پروگرام میں شامل ہونے میں بھی دقّت رہی۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں جب رَش بھی زیادہ ہو اور انتظام میں ذرا سی کمی ہو جائے تو یہ ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی بدمزگی بھی ہوئی، یہ بھی قدرتی بات ہے ہونی تھی۔ لوگوں نے جو شامل نہیں ہو رہے تھے لیٹ ہو رہے تھے ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور ڈیوٹی والے کارکن بھی جو ٹریفک اور پارکنگ میں تھے پریشان رہے لیکن بہرحال ایسے حالات میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ فون پر ایم۔ٹی۔اے کی سہولت کی وجہ سے لوگوں نے تقریریں سن لیں یا پروگرام دیکھ لیے، سن لیے۔ جلسے کی یہ سب باتیں ایسی باتیں ہیں جو پھر اس طرف توجہ دلاتی ہیں کہ کوئی کھلا انتظام ہونا چاہیے۔ پھر جلسے کی تاریخیں بھی انتظامیہ کے مطابق مقرر کرنی پڑتی ہیں۔ اپنی آزادی نہیں اور اس دفعہ تو جلسے کا ہال بھی انہوں نے بالکل آخری وقت میں دیا ہے۔ یہ سب باتیں اب انتظامیہ کو اس طرف توجہ دلا رہی ہیں کہ ان کی اپنی جگہ ہو جہاں جلسہ منعقد کیا جا سکے۔ امیر صاحب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے ایک جگہ دیکھی ہے جس کے حصول کی وہ کوشش کر رہے ہیں اور یہ انہیں پسند بھی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر وہ جگہ جماعت کے لیے بہتر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے خریدنے اور لینے کے بھی انتظام فرما دے اور آسانی پیدا کر دے۔ مجھے امید ہے اور اسی طرح جرمن جماعت کے اخلاص و وفا اور قربانی کے اس کے جذبے کو دیکھ کر بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کے لیے کچھ مالی قربانی کی ضرورت پڑی تو جماعت ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قربانی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیق کو بھی بڑھائے۔

جیسا کہ میں نے جرمنی کے جلسے کے آخری دن میں کہا تھا کہ جرمنی کا جلسہ بھی اب بین الاقوامی جلسہ بن گیا ہے اور یورپ کے لیے تو جلسہ جرمنی میں شامل ہونا پہلے بھی آسان تھا۔ اب اس دفعہ یہ محسوس ہوا ہے کہ بعض دوسرے ممالک جیسے سابق روس کی ریاستیں ہیں اور افریقہ کے بعض ممالک ہیں ان لوگوں کا بھی وہاں آنا زیادہ آسان رہا ہے اور ویزے آسانی سے ملے ہیں۔ اس لحاظ سے جرمنی میں بھی جلسہ گاہ اور متعلقہ انتظامات میں وسعت کی ضرورت ہے۔

کارکنوں کا شکریہ ادا کرنے اور جلسہ کے متعلق ان باتوں کے بعد اب میں آپ کے سامنے جلسے پر آنے والوں کے کچھ تاثرات پیش کروں گا جن سے پتا چلتا ہے کہ نہ صرف کارکن بلکہ جلسے میں شامل ہونے والا ہر احمدی

اپنے اخلاق اور رویّے کی وجہ سے غیروں کے لیے خاموش تبلیغ کا ذریعہ بن رہا ہوتا ہے۔ جلسے کے دنوں میں وہاں ہفتے والے دن دوپہر کو غیر احمدی اور غیر مسلموں کے لیے ایک الگ پروگرام بھی ہوتا ہے جس میں میری تقریر بھی ہوتی ہے تو سب سے پہلے میں اس میں شامل ہونے والوں کے تاثرات بیان کرتا ہوں۔ اس پروگرام میں باقی وقت تبلیغی نشست، تبلیغی پروگرام ہوتا ہے جو وہاں کی مقامی انتظامیہ مہمانوں کے ساتھ کرتی ہے۔

اس سال تبلیغی نشست میں ان کے کُل گیارہ سو اُناسی، seventy nine، ایک ہزار ایک سو اناسی (1179) مہمان شامل ہوئے۔ اس میں جرمن مہمانوں کی تعداد 502 تھی اور دیگر یوروپین اقوام سے تعلق رکھنے والے مہمانوں کی تعداد 341 تھی۔ اس کے علاوہ 157 عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے لوگ آئے۔ 104 ایشین اور 175 افریقن مہمان بھی شامل ہوئے۔ اس طرح وہاں کل ستاسٹھ (67) قومیتوں کے مہمانوں کی نمائندگی تھی۔

ان مہمانوں میں ایک مسٹر Hans Oliver ہیں جو فرینکفرٹ کی ایک لاء فرم کے سینئر پارٹنر ہیں اور اس لحاظ سے وکیل ہیں۔ انہوں نے تبلیغی نشست میں شامل ہو کے اور میری تقریر سننے کے بعد اپنے یہ تاثرات بیان کیے کہ امام جماعت احمدیہ کی تقریر میرے لیے بہت پرجوش اور ہیجان انگیز تاثیر رکھتی تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ بظاہر پُرسکون اور روزمرہ کے معمول کے مطابق چلتے ہوئے حالات میں آنے والے خطرات اور جنگ کو بھانپ لینا یہ بڑی اہم بات ہے اور امام جماعت احمدیہ نے نہ صرف مستقبل میں معلّق خطرات کو حقیقی طور پر محسوس کیا ہے بلکہ ساتھ ساتھ دنیا کو خبردار بھی کر رہے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے امیگریشن کو جس طرح حکومتوں کے سماجی اور اقتصادی مفادات کے ساتھ جوڑ کر دکھایا ہے وہ تجزیہ بھی برحقیقت تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ایک قانون دان کے طور پر مَیں اس پہلو کو اپنے ساتھیوں سے بیان کرنا اور دوطرفہ ضرورت کے ادراک کو عام کرنا چاہوں گا کیونکہ عام طور پر یہاں لوگ صرف پناہ گزینوں کی آمد کا منفی ذکر ہی کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ جڑے ہوئے ملکوں اور قوموں کے مقامی مفادات کو نظر انداز کر جاتے ہیں جو کہ بڑا اہم پہلو ہے۔

پھر ویرینا لُڈوِگ صاحبہ Vereena Ludwig جو لفتھانسا (Lufthansa) میں ہیں۔ ایئرلائن کے آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کی ایکسپرٹ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں خطاب کو سنتے وقت مسلسل سوچ رہی تھی کہ گفتگو دیگر رہنما بھی کرتے ہیں اور دنیا کو پیش آمدہ خطرات سے بچنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ پھر کہتی ہیں کہ امنِ عالم کے قیام پر بات کرنا تو لیڈروں کے لیے ایک ہاٹ کیک ہے مگر امام جماعت احمدیہ کی گفتگو میں جو طاقت تھی وہ میں نے کہیں اور نہیں دیکھی اور دوسری بات یہ ہے کہ بڑی تفصیلی تحقیق بھی تھی جس سے گہرا درد بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر یہ درد نہ ہو تو کوئی اتنا تفصیلی تجزیہ پیش نہیں کرتا۔ پھر کہتی ہیں کہ مذہبی نقطۂ نظر سے ہی نہیں بلکہ سماجی اور اقتصادی حوالوں سے دنیا کی لیڈرشپ پر واضح کیا ہے کہ امنِ عالم خوفِ خدا سے منسلک ہے۔ اگر ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر اقدامات نہ کیے گئے تو ایٹمی جنگ کی ہولناک تباہی کے ذمہ دار ہم ہوں گے۔ پھر کہتی ہیں کہ میرے نزدیک اس قدر وضاحت کے ساتھ پیغام دے دیا گیا ہے کہ اگر تعصبات حائل نہ ہوں تو انسان کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لیے یہ

تنبیہ کافی ہے اور فیصلہ سازوں تک یہ پیغام پہنچنا چاہیے کیونکہ انسانیت کی وسیع تر بہبود کے لیے اس کا گلوبل لیول پہ ادراک عام ہونا بھی ضروری ہے۔

پھر مسٹر کلاؤزے (Klause) اور مسز ہائڈے (Heide) یہ دو جرمن میاں بیوی تھے، یہ کہتے ہیں کہ یہاں آنے سے پہلے ہمارا تو بہت خوفزدہ سا حال تھا۔ اور اگرچہ کئی سال سے جماعت کا تعارف تھا مگر جلسے میں آتے ہوئے ہمارے تحفظات ہوتے تھے جن کی بنیاد اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں میڈیا سے سنی ہوئی معلومات پر ہی تھی۔ اس لیے یہاں آتے ہی ہم آج بھی بہت گھبرائے ہوئے تھے کہ پتا نہیں کیسا ہجوم ہو گا لیکن آنے کے بعد ہم دونوں میاں بیوی ایسے ریلیکس ہیں اور ماحول میں اتنی اپنائیت ہے کہ ہم گویا اپنے ہی ماحول میں گھوم رہے ہیں۔ میری تقریر کے بعد ان کی بیوی کہتی ہیں کہ اس تعلق میں مَیں یہ کہنا چاہوں گی کہ میں نے جنگ کے فسادات بچشم خود دیکھ رکھے ہیں۔ (دوسری جنگِ عظیم کی یہ بات کر رہی تھیں) اور امام جماعت احمدیہ نے جن تباہیوں اور جن ہولناک مناظر سے قبل از وقت خبردار کیا ہے یا کر رہے ہیں اور جس درد اور سنجیدگی کی روح سے انسانیت کو متنبہ کر رہے ہیں اس کا اثر مجھ جیسوں پر جنہوں نے جنگِ عظیم دیکھ رکھی ہے اَور طرح سے ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اس خطاب کے لفظ لفظ سے متفق ہیں اور چاہتے ہیں کہ موجودہ نسل اس کا بروقت ادراک اور احساس کر سکے۔ ان خاتون کے خاوند کہتے ہیں کہ انہوں نے خطرات کی نشاندہی تو ضرور کی ہے مگر یہ بیان کرتے ہوئے نہ تو کسی کا نام لیا اور نہ ہی اس طرح کے لب و لہجہ سے دورانِ گفتگو کسی طرف خاص جھکاؤ کا تاثر مل رہا تھا اور نصیحت کا انداز پُر درد تنبیہ کا تھا نہ کہ کوئی ذاتی پسند ناپسند کا۔ ذاتی جھکاؤ کا ادنیٰ شائبہ بھی ان کی گفتگو سے نہیں ملا اور مذہبی سربراہ کا یہی مقام ہوتا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد میں قائل ہو کر جا رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ میں دنیا کے لیے ایک درد ہے۔

پھر مسٹر نوبرٹ واگنر (Nobert Wagner) امیگریشن لائر، یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ مَیں جلسے میں شرکت پہلی بار نہیں کر رہا اور احمدیوں کے کیسز کے وکیل کے طور پر مجھے اکثر باتوں کا علم ہوتا رہتا ہے۔ یہ احمدیوں کے اسائلم کیس کرتے ہیں، لیکن امام جماعت احمدیہ کا آج کا خطاب میرے لیے بالکل نئے پہلو اور نئے نکات کا حامل تھا۔ گو کہ میں اپنے تاثرات کا اظہار کر رہا ہوں مگر یہ اظہار ایک طرح کا فوری ردِّ عمل ہے جو میں کہہ رہا ہوں جبکہ ابھی اس تقریر میں میرے لیے پیشہ وارانہ ضرورت کے بہت سے اہم نکات ہیں جن کو میں گھر جا کر دوبارہ زیرِ غور لاؤں گا۔ مہاجرین اور تارکینِ وطن کے مسئلے پر آج جو نکتۂ نظر امام جماعت احمدیہ نے بیان کیا ہے اس سے میزبان ملکوں اور مہاجرین کے باہمی معاملات میں ایک توازن اور وقار پیدا ہو گا اور خاص طور پر جس طرح انہوں نے اعداد و شمار کی مدد سے بڑھاپے اور ریٹائرمنٹ کی عمر کے حوالے سے جرمنی کی افرادی قوت کی ضرورت کو اجاگر کیا ہے اس سے پناہ گزینوں کی عزتِ نفس کو بھی سہارا ملے گا اور میزبان اداروں میں بھی ان مہاجرین کی عزت اور وقار بڑھیں گے مگر میں دوبارہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی میرے لیے اور امیگریشن لاء کی پریکٹس کرنے والے رفقائے کار کے لیے اس میں بہت سا مواد ہے جو ہمارے کام آسکتا ہے تو اس لحاظ سے بھی، دنیاوی لحاظ سے بھی لوگوں کی مدد ہو جاتی ہے۔

پھر سوئٹزرلینڈ سے ایک خاتون لیلیٰ صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں میں ایک تنظیم کے لیے کام کرتی ہوں اور ہم

امن کے فروغ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ آج جب میں نے یہ تقریر سنی تو مجھے ہر ایک لفظ میں امن ہی امن نظر آیا۔ مجھے ہر ایک لفظ میں برداشت اور انسانیت کی اقدار نظر آئیں۔ اگر آپ امن، برداشت اور انسانیت کو باہم یک جا کر دیں تو پھر آپ ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

پھر کہتی ہیں جو بھی آپ کہتے ہیں وہ ہمارے ہی فائدے کے لیے ہے۔ سب سے زیادہ متاثر کن بات یہ تھی کہ آپ نے تمام مسائل بیان کرنے کے بعد مذہب سے اس کا حل پیش کیا اور بتایا کہ ان تمام مسائل کا حل خدا کو پہچاننے میں ہے۔ آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب مسئلہ نہیں بلکہ مسائل کا حل ہے۔

ایک جرمن لڑکی کہتی ہیں کہ مجھے یہ بات بہت اچھی لگی کہ اس تقریر میں حالیہ مسائل پر بات کی گئی۔ پہلے بھی بعض سیاستدانوں نے بات کی لیکن ان کی باتوں میں کوئی وزن نہیں تھا، وہی معمولی باتیں تھیں جو کوئی بھی کہہ سکتا ہے لیکن یہ تقریر بالکل مختلف تھی۔ آپ نے حقیقی مسائل کے بارے میں بات کی۔ جوہری جنگ کی بات کی۔ ماحولیاتی تبدیلیوں کی بات کی۔ امیگریشن کی بات کی اور یہ وہ مسائل ہیں جو عام ہیں اور پھر ان کا حل بھی بتایا۔ مذہب پر قدغنیں لگانے کی بجائے مذہب کو فروغ دیا جائے۔ لوگ خدا کی طرف آئیں، اس طرف توجہ دلائی۔ پھر کہتی ہیں بہت واضح الفاظ میں بتا دیا کہ آج کل جو جنگیں ہو رہی ہیں اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سیاسی معاملات پر بھی بڑی روشنی ڈالی۔ پھر یہ کہا کہ طاقتور ممالک کمزور ممالک سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ فائدے ظاہری طور پر اٹھائے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ پوشیدہ طور پر اٹھائے جاتے ہیں اور ان کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ طاقتور ملکوں کے مفادات کا تحفظ کریں۔ یہ سٹوڈنٹ ہیں تو اس لحاظ سے بھی انہوں نے بڑا اچھا تجزیہ کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے لوگ غور سے سنتے بھی ہیں اور پھر اس پر غور بھی کرتے ہیں۔

پھر جرمنی کے ایک عیسائی پادری اندریاس وائس بروٹ (Andreas Weisbrot) ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں جلسہ سالانہ سے، ان بہت سے دوستانہ چہروں سے، اس خوش خلقی کی فضا سے، اس عظیم اتحاد اور محبت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اور پھر میری تقریر کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس تقریر نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا۔ ایٹمی جنگ کے خطرے کا مجھے اتنا احساس نہیں تھا۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہم صرف اس وقت ترقی کر سکتے ہیں جب ہم سماجی اقدار اور امن کی طرف توجہ دیں اور مل کر امن کی تلاش کریں۔ اس مقصد کے لیے ہمیں ایک مضبوط معاشرے کی ضرورت ہے جس میں ہم رواداری اور کثیر العقائد فضا کو قائم کریں اور اس میں مکالمہ بین المذاہب ایک اہم حصہ ہے۔

یہ تو چند ایک مثالیں مَیں نے بہت ساری مثالوں میں سے لی تھیں۔ اب جلسے کے عمومی تاثرات کے بارے میں بھی چند مثالیں بیان کر دیتا ہوں۔

میسیڈونیا (Macedonia) سے ایک وفد آیا تھا جو ستّر احباب پر مشتمل تھا۔ اس وفد میں آٹھ صحافی بھی شامل تھے۔ دو علاقائی ٹی وی اور دیگر چھ نیشنل ٹی وی یا دیگر نیوز ایجنسیز سے منسلک تھے اور انہوں نے جلسے کی کارروائی کے علاوہ بعض لوگوں کے انٹرویو بھی لیے۔ میرے سے بھی بعض سوال جواب تھے۔ صحافیوں کے علاوہ

وفد میں پندرہ عیسائی دوست تھے۔ 23 غیر احمدی مسلمان تھے اور 24 احمدی مسلمان شامل تھے۔ غیر از جماعت مہمانوں میں سے پانچ نے اس جلسے کے دوران اس کارروائی کو دیکھ کر اور سارا پروگرام دیکھ کر بیعت بھی کر لی۔ یہ پہلے بھی زیرِ تبلیغ تھے۔

میسیڈونیا وفد کی ایک خاتون الیگزانڈرا دونیوا صاحبہ (Aleksandra Doneva) پہلی بار جلسہ میں شامل ہوئیں۔ ان کا اپنا اندازِ بیان ہے بڑا شاعرانہ بھی فلسفیانہ بھی۔ اس لیے میں نے اس کو بیان کرنے کے لیے رکھ لیا۔ کہتی ہیں اہلِ خانہ کے بغیر گھر کا کیا تصور ہو سکتا ہے؟ کیا اخلاق کے بغیر انسانیت کا تصور ہو سکتا ہے؟ انسان کی حقیقت مذہب اور عقیدے کے بغیر نہیں ہے اور محبت کے بغیر انسانیت کا کیا تصور ہو سکتا ہے؟ انسان کی روح کی پاکیزگی صرف امن میں رہنے اور امن کو پھیلانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح روح کی پاکیزگی رواداری، باہمی عزت و تکریم میں پنہاں ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا پر یقین رکھے اور زمین پر مستقبل کو بہتر بنائے۔ یہ ایک ایسا طریق ہے جس سے ہم انسانیت کی حفاظت کر سکتے ہیں اور جماعت احمدیہ یہ تمام امور سرانجام دے رہی ہے۔ احمدی امن کو پھیلاتے ہیں امن کی تعلیم دیتے ہیں۔ اخلاقیات کو قائم کر رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ بنی نوع انسان یہ تمام امور سرانجام دیں۔ احمدیت لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کر رہی ہے۔ ان کو عبادت کی لَو لگائی ہے۔ احمدیت یہ چاہتی ہے کہ لوگ روحانیت میں اضافہ کرنے والے ہوں۔ ان میں اتحاد قائم ہو۔ وہ خدا کے قریب ہوں اور اس سال جلسہ سالانہ پر میں نے مسکراتے چہروں کے ساتھ بہت زیادہ اچھے لوگ دیکھے جو ہمیں بہت عزت دے رہے تھے۔ ان کو اس بات کا یقین ہے کہ اچھے اخلاق کے ساتھ اچھی زندگی جی جا سکتی ہے۔

کہتی ہیں کہ میں شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کا خدا پر یقین اور ایمان بہت مضبوط ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہ نیک کام جاری رکھیں گے، اس سلسلے میں زیادہ توجہ اور محبت جاری رکھیں گے اور پھر ایک وقت آئے گا اور لوگوں کو اس بات کا علم ہو گا کہ زندگی کا اصل مقصد اور ویلیو (value) کیا ہے۔

یہ ایک غیر از جماعت کا تاثر ہے اور یہ تاثر ہمیں اس بات کی طرف لانے والا ہونا چاہیے کہ ہم حقیقت میں اپنی زندگی کے مقصد کو پہچاننے والے ہوں اور اس مقصد کو حاصل کرنے والے بھی ہوں۔

میسیڈونین وفد میں شامل ایک ٹی وی کے صحافی زُورَانچو زُورِنسکی (Zoranco Zorinski) صاحب کہتے ہیں کہ میں دوسری بار جلسے میں شامل ہوا ہوں اور میرے لیے بڑا اعزاز ہے۔ جلسے کے انتظامات بہت اعلیٰ تھے۔ میرے خیال میں جلسے کے انتظامات پچھلے سال کی نسبت زیادہ اچھے تھے۔ پھر کہتے ہیں آپ کا جو خطاب تھا اس سے مَیں بہت محظوظ ہوا۔ ہر لفظ انسانیت کے لیے ایک سبق تھا۔ یہ ایک عالمی پیغام ہے کہ 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں'۔ پھر کہتے ہیں کہ خدا پر ایمان رکھنا اور تمام انسانوں کی مدد کرنا یہ ایسا کام ہے جو تمام لوگوں کے درمیان اختلافات کو دور کر دے گا۔ پھر مزید لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لوگوں کو مثبت چیزیں سکھاتی ہے اور پھر میری جو پریس کانفرنس تھی اس کے حوالے سے کہتے ہیں کہ صحافیوں کو جو جوابات دیے وہ انسانیت کی بنیادی اقدار

کا اظہار کر رہے تھے۔ کہتے ہیں مَیں بھی صحافی ہوں، میں کسی وقت آپ کا انٹرویو کر لینے کی کوشش کروں گا۔ پھر کہتے ہیں کہ "اچھی نصیحت کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ مزید لوگ احمدیت قبول کریں گے جو انسانیت کی بہتری کے لیے کام کریں گے۔" تو دنیا کو یہ نظر آ رہا ہے کہ اسلام ان شاء اللہ تعالیٰ احمدیت کے ذریعے سے پھیلنا ہے۔

پھر وویو مانیو سکی (VojoManevski) صاحب کہتے ہیں کہ میں نے گہرائی میں جا کر احمدی مسلمانوں کے پیغام کو سمجھا ہے۔ بطور صحافی میں نے مختلف مذاہب میں ملتی جلتی تعلیمات کا جائزہ لیا ہے۔ مذہب کی بنیاد اللہ تعالیٰ سے محبت اور بنی نوع انسان سے محبت پر مبنی ہے۔ یہ ایسا پیغام ہے جس کی آج کے دور میں بہت ضرورت ہے۔ آج کی دنیا کے بہت سے مسائل کا حل جو دنیا کو سخت پریشان کر رہے ہیں اس محبت کے پیغام میں ہے۔ آج یورپ کا بہت بڑا مسئلہ دائیں بازو کے سیاست دانوں کی طاقت میں اضافہ ہے جس کا حل صرف گفتگو سے ممکن ہے جو مختلف مذاہب، کلچر اور سویلائزیشن (Civilization) کے درمیان ہو۔ اگر ہم خدا کی تلاش کریں تو ہمیں علم ہو جائے گا کہ ہم میں آپس میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جتنا ہم خدا سے دور ہوں گے اتنا ہی ہم انسانیت اور لوگوں سے دور ہوں گے۔ مادیّت کا دور روحانی زندگی اور آپس کے تعلقات کو ختم کر رہا ہے۔ اس لیے ہم اپنی فیملی اور دوستوں کی حفاظت کریں اور تعلقات کی حفاظت کریں۔

پھر ایک جانی رجیپوو (Jani Redjepov) صاحب بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اپنی فیملی کے ساتھ جلسے میں شامل ہوا ہوں۔ جلسہ بہت اچھا رہا۔ جلسہ ایک شاندار تجربہ تھا۔ پھر کہتے ہیں میسیڈونیا میں میں نے جب پہلی بار احمدیت کا پیغام سنا تو مجھے احساس ہو گیا تھا کہ احمدیت کا پیغام لوگوں کے لیے مثبت رہنمائی کا کام ہے۔ پہلے میری فیملی نے اس پیغام کو قبول کیا اور پھر میری رہنمائی کی۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کا انتظام کرنے پر آپ کا شکر گزار ہوں۔

پھر ایک تانیہ (Tanja) صاحبہ ہیں کہتی ہیں کہ میں پہلی بار جلسے میں شامل ہوئی ہوں۔ یہاں میرے لیے سب کچھ نیا تھا اور بہت اچھا تھا۔ تمام انتظامات ہر لحاظ سے بہت اچھے تھے خصوصاً کام کرنے والے رضاکاران کا انداز بہت دوستانہ تھا۔ مسکراتے چہروں کے ساتھ پیش آ رہے تھے اور بڑے خوش اخلاقی سے یہ کام کر رہے تھے۔

پھر بلغاریہ کے ایک یونیورسٹی کے طالب علم ہیں، کہتے ہیں: لوگ بہت ہمدرد تھے جس کی وجہ سے میں اب یہاں ہوں۔ بیعت کی تقریب کو میں ایک زائر کے طور پر دیکھ رہا تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکوں۔ لوگوں کا اس رنگ میں اکٹھا ہونا ایک شاندار امر ہے۔

بلغاریہ سے 49/ افراد پر مشتمل وفد شامل ہوا تھا اس میں 15/ احمدی تھے اور 34/ غیر از جماعت اور عیسائی احباب شامل تھے۔ وفد میں شامل ایک عیسائی خاتون جولیا (Yulia) صاحبہ کہتی ہیں۔ میں اس بات کو سوچ کر بہت جذباتی ہو رہی ہوں کہ میں بھی احمدیہ جماعت کے جلسے پر ان ہزارہا شاملین کے ساتھ شامل ہوئی ہوں۔ بے شک میں عیسائی ہوں لیکن میری تقریر کے متعلق کہہ رہی ہیں کہ مجھے یہ تقریر بہت پسند آئی۔ آپ کی دعائیں دل پر اثر کرنے والی تھیں۔ تلاوتِ قرآن کریم بھی مجھے بہت پسند آئی۔ اس کا ترجمہ بھی۔ قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ طلباء کو انعامات بھی آپ نے اپنے ہاتھ سے دیے اور پھر آگے بھی دعا دے رہی ہیں کہ آپ کی دعائیں قبول ہوں۔

بلغارین وفد کی ایک خاتون کراسمیرا (Krasrmira) صاحبہ کہتی ہیں مجھے تیسری مرتبہ جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہونے کا موقع ملا ہے اور ہر سال مجھے نئی سے نئی باتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔ میں تقاریر کو بہت غور سے سنتی ہوں کیونکہ میں ایک فزیو تھراپسٹ اور سائیکالوجسٹ بھی ہوں۔ میں ان تقاریر میں بتائی جانے والی جماعت احمدیہ کی تعلیم کے ذریعے اپنے ہر مریض کے مسائل کا بہتر رنگ میں حل کر سکتی ہوں اور میں اپنے لیے بھی مفید نصائح اکٹھی کر کے لے جاتی ہوں۔

بلغارین وفد کی ایک عیسائی خاتون ایوانکا (Ivanka) صاحبہ کہتی ہیں۔ مجھے پہلی دفعہ جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ میں ساری چیزیں دیکھ کر حقیقت میں حیران رہ گئی ہوں۔ خاص طور پر ان بچوں سے بہت متاثر ہوئی ہوں جو گلاسوں میں ہمیں پانی دیتے تھے۔

پھر ایک خاتون گیلیا (Galia) صاحبہ کہتی ہیں مَیں تینوں دن جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہوئی۔ میں جلسہ کی مہمان نوازی اور انتظامات سے بے حد متاثر ہوں۔ میں ان خوش اخلاق اور نیک ارادے رکھنے والے لوگوں سے بھی بہت متاثر ہوئی ہوں جن سے میں جلسے کے موقع پر ملی۔

ہنگری سے بھی اس سال وفد آیا جس میں آٹھ مہمان تھے اور گیارہ احمدی شامل تھے اور سَاوا وِنس (Szava Vince) صاحب جن کا تعلق روما قوم سے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لیے اور ان کی لیگل (legal) مدد کے لیے ہم نے ایک تنظیم بنائی ہے اور اس تنظیم کے سولہ ہزار سے زائد ممبر ہیں۔ جلسے میں پہلی مرتبہ شامل ہوئے۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کو اپنے کام کی وجہ سے مختلف لوگوں سے ملنا پڑتا ہے۔ یہ مختلف تقریبات میں جاتے ہیں ان کے پروگراموں میں جاتے ہیں۔ یہودیوں کے پروگراموں میں بھی گئے۔ مسلمانوں کے پروگراموں میں بھی گئے۔ عیسائیوں کے پاس بھی گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جو محبت اور انسانیت کا احترام، مساوات اور بھائی چارہ یہاں آ کر دیکھا ہے ایسا کبھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی اور پروگرام میں دیکھا۔ انہوں نے جماعت کا شکریہ ادا کیا کہ جماعت نے انہیں موقع دیا کہ یہاں آ کر خود دیکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں'۔ اس کا عملی اظہار بھی یہاں ہو رہا ہے۔ یہ بتاتے ہیں کہ یہ تجربہ ان کے لیے ایک لائف ٹائم تجربہ ہے۔ اس کو بھلایا نہیں جا سکتا اور یہ جلسہ میں شمولیت کی وجہ سے خاص جذباتی کیفیت میں ہیں۔ پھر کہتے ہیں اپنے ملک میں جہاں مسلمان مہاجرین کے مسائل کی وجہ سے ان کے لیے خاص نفرت ہے ہم مسلمانوں کے لیے پہلے سے بھی بڑھ کر آواز اٹھاتے رہیں۔ پہلے بھی آواز اٹھاتے رہے ہیں لیکن اب تو مزید زور اور شور کے ساتھ آواز اٹھائیں گے کہ وہ مسلمان جن کی باتیں میڈیا کرتا ہے یہ بالکل غلط باتیں ہیں۔

پھر وفا حسن شرمانی صاحبہ یمن کی ہیں۔ اپنے بیٹے اور والدہ کے ساتھ ہجرت کر کے ہنگری آ گئی ہیں۔ یہ کہتی ہیں کہ جلسہ میں پچھلے سال بھی اور اس سال بھی شامل ہوئی تھی۔ اور پچھلی دفعہ جب یہ عورتوں کی طرف گئی تھیں تو کہتی ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو وہاں زیادہ comfortable محسوس کیا تھا تو اس سال انہوں نے عورتوں میں جا کر وہیں سارے پروگرام سنے اور کہتی ہیں ان کے لیے ایک خاص روحانیت سے

بھرا ہوا اور جذباتی ماحول تھا۔

پھر ایک مہمان بیسم جوزی (Besim Gjozi) صاحب ہیں۔ آخری روز بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے اور کہتے ہیں کہ اس کے لیے میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر گزار ہوں۔

ایک اور مہمان سِنان بڑے شانائے (Sinan Breshanaj) صاحب کہتے ہیں کہ میرے جماعت میں شامل ہونے کا سبب ہی وہ ملاقات تھی جو چند سال پہلے میرے سے ان کی ہوئی۔ کہتے ہیں اس وقت سے ان پر اثر تھا جس کے بعد یہ ہر سال جرمنی کے جلسہ میں شامل ہوتے ہیں۔

دوسرے ایک احمدی دوست بیکِم بیتسی (BekimBici) صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے 2004ء میں بیعت کی۔ جرنلزم میں گریجوایشن میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی اور اس بنا پر 2016ء کے جلسہ سالانہ پر میں نے میڈل بھی حاصل کیا۔ اس کے بعد میں نے البانیہ میں آن لائن اخباروں میں بطور صحافی کام کیا۔ گذشتہ سال جلسہ سالانہ پر آنے کے لیے جب میں نے چھٹی کی درخواست دی تو منظور نہیں ہوئی۔ اس پر میں نے کام سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ میں اس جلسہ سالانہ سے غیر حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی دن میرے لیے دوسری میڈیا کمپنی میں کام دلا دیا جہاں پر یہ شرط بھی منظور کر لی گئی کہ میں اس سال جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہو کر واپسی کے بعد کام شروع کر سکتا ہوں۔ کہتے ہیں اسی طرح اس سال بھی صرف چار ماہ ہوئے تھے کہ ایک آن لائن اخبار میں کام کر رہا تھا۔ کمپنی کے قوانین کے مطابق چھ ماہ سے پہلے چھٹی نہیں مل سکتی تھی۔ پھر بھی میں نے جلسے کے لیے درخواست دی جو منظور نہیں ہوئی۔ میں نے استعفیٰ دے دیا اور اسی دن مجھے تین اور کمپنیوں کی طرف سے کام کی آفر ملی۔ چنانچہ اس پر میں نے ایک جگہ اس شرط کے ساتھ کام قبول کر لیا کہ میں جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہو کر واپس آنے کے بعد کام شروع کروں گا۔ چنانچہ میری شرط منظور کر لی گئی۔ یہ ہے ایمان اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی حقیقی مثال جو نئے آنے والے بھی قائم کر رہے ہیں۔

پھر ایک احمدی دوست گزِیم مُژاچی (Gëzim Muzhaqi) صاحب جن کا تعلق لامذہب سوسائٹی سے تھا۔ چند سال قبل ان کا جماعت سے رابطہ ہوا۔ مذہب اور خصوصاً اسلام سے متعلق دلائل جو جماعت احمدیہ دیتی ہے وہ انہیں بہت معقول لگے، بہت پسند آئے۔ اس سے قبل مولویوں کی کہانیوں کی وجہ سے ان کا دل مذہب سے بیزار تھا۔ چنانچہ چند سال قبل انہوں نے بیعت کی اور اب آہستہ آہستہ اسلامی شعار کی پابندی کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ مجھے بہت خاص لگا۔ مہمان نوازی اور انتظامات ہر سال کی طرح نہایت ہی اعلیٰ تھے اور یہ کہتے ہیں کہ لجنہ میں میرا خطاب اور جو اختتامی خطاب تھا اس نے مجھے بڑا متاثر کیا اور یہ پیغام ہم مردوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

پھر ایک مہمان اِلیرْ چُولانجی (ILIR CYLANDJI) ہیں۔ البانین ہیں۔ جرمنی میں رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جلسہ سالانہ ہر احمدی مسلمان کے لیے ایک عظیم الشان روحانی اجتماع ہے جس میں افرادِ جماعت کے علاوہ دیگر مذاہب اور قوموں سے تعلق رکھنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد شامل ہوتی ہے۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر انہیں جہاں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے تعارف حاصل ہوتا ہے وہیں جماعت احمدیہ میں قائم نظامِ خلافت کے

ذریعے ان خوبصورت تعلیمات کے عملی نمونے دیکھنے کا بھی تجربہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ان تین دنوں کے دوران مردوں اور خواتین کے جلسہ گاہ میں صرف اجلاسات کا انعقاد ہوتا ہے اور موجودہ زمانے کے تغیّرات اور چیلنجز کے بالمقابل اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پیش کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں میں بحیثیت ایک احمدی مسلمان سارا سال اس روحانی جلسے کا بڑے اہتمام سے انتظار کرتا ہوں کیونکہ یہاں ایک حقیقی اخوّت کی روح نظر آتی ہے جسے بیان کرنا ناممکن ہے اور کہتے ہیں کہ خالص اور فطری محبت کا اظہار تمام اراکین جماعت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس جلسے میں آکر مجھے یوں لگتا ہے گویا میں جنت میں ہوں اور دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہوں اور اگلے سال کے جلسہ کا بڑی بے صبری سے میں انتظار کر رہا ہوتا ہوں۔

پھر جارجیا کا وفد تھا جو 85/ افراد پر مشتمل تھا۔ رشیا کے کسی بھی ملک سے آنے والا یہ سب سے بڑا وفد تھا۔ ایک فلاحی ادارے کے چیئرمین بیسو (Besso) صاحب کہتے ہیں کہ بہت سے احمدی احباب سے بات کرنے کا موقع ملا اور میں نے بات چیت میں یہ جائزہ لینے کی کوشش کی کہ یہ جماعت کس قدر مذہبی رواداری کا خیال رکھنے والی ہے۔ اس غرض سے دو احمدیوں سے بات چیت کی اور اس بات چیت کے دوران میں نے انہیں اچانک بتایا کہ میں مسلمان نہیں ہوں بلکہ عیسائی ہوں۔ میرا خیال تھا کہ یہ جان کر ان لوگوں کا رویہ بدل جائے گا لیکن میں بہت حیران ہوا کہ احمدی دوست جس طرح پہلے خوش اخلاقی سے بات کر رہے تھے اسی طرح اپنے اخلاق کا اظہار کرتے رہے اور کسی قسم کے تعصّب کا اظہار نہیں کیا۔ اس طرح بھی غیر لوگ جو ہیں ہمیں آزمانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جارجیا کے وفد میں دینی علوم کی طالبہ نانوکا (Nanuka) صاحبہ بھی شامل تھیں اور بیعت کی تقریب کے بارے میں اپنے جذبات بیان کرتی ہیں کہ بیعت کی تقریب جذبات سے بھرپور تھی۔ مجھے مذہبی اتحاد کا ایک نظارہ دیکھنے کو ملا اور معلوم ہوا کہ کس طرح مختلف رنگ و نسل کے لوگ امن کے ساتھ اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ میں دینی علم حاصل کر رہی ہوں۔ جلسے پر پہلی مرتبہ آئی ہوں اور میرا یقین ہے کہ یہ جلسہ امن کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

پھر ایک اور خاتون ہیں نانا کردیانی (Nana Kurdiani) صاحبہ کہتی ہیں میں نہ تو مسلمان ہوں اور نہ ہی عیسائی ہوں لیکن اس جلسے پہ آنے کے بعد میں اپنے آپ کو اسلام کی طرف جھکا ہوا دیکھتی ہوں اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ میں اپنے مذہب کے بارے میں کچھ فیصلہ کروں۔ پھر جارجیا سے ایک یونیورسٹی طالب علم ہیں جورجیو (Georgio) صاحب یہ ایک امام کا بھتیجا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میں برائے نام مسلمان ہوں لیکن اب جلسے پر شامل ہو کر امام جماعت احمدیہ کی محبت کو دیکھ کر میں جماعت احمدیہ کے بارے میں مزید مطالعہ کروں گا۔

کوسووو سے بھی ایک وفد آیا ہوا تھا 45/ افراد پر مشتمل تھا۔ 30/ احباب اس میں احمدی تھے 15/ غیر از جماعت تھے۔ ایک دوست مسٹر شیپ زکرجی (Mr. Shaip Zeqiraji) صاحب دوسری بار جلسے میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب مجھے اطلاع ملی کہ جلسے میں شامل ہونا ہے تو یہ بہت خوش ہوئے مگر اس سفر کے اخراجات جب سامنے آئے تو بہت کشمکش میں مبتلا ہو گئے لیکن پھر کہتے ہیں خلیفہ وقت سے ملنا اور جلسے میں شامل ہونا میری ایک

تڑپ تھی۔ اس لیے وہ کہتے ہیں میں نے اپنی گائے بیچی اور جلسے میں شامل ہونے کے اخراجات پورے کیے۔ اس طرح بھی لوگ احمدی ہونے کے بعد قربانی کر کے جلسے میں آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پرانے زمانے کی مثالیں ہیں جو یہ قائم کر رہے ہیں۔

کوسووو کے وفد میں ایک دوست مسٹر سکینڈر اسلانی (Skender Asllani) صاحب بھی تھے جو البانین زبان اور لٹریچر کے استاد ہیں۔ انہیں اس سال بیعت کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مجھے تو ڈھونڈنے پر بھی ان جلسے کے انتظامات میں کوئی نقص نہیں ملا۔ تقاریر کا معیار بہت عمدہ تھا اور پھر میری تقریر کا بھی کہتے ہیں کہ بڑا متاثر ہوا۔ پھر کہتے ہیں بیعت کرنا ایک انعام ہے جس کی قدر ہم سب کو کرنی چاہیے کیونکہ اس ماحول میں ایک ہاتھ پر جمع ہونا ہی کامیابی کی کنجی ہے۔

مالٹا سے جلسے میں شامل ہونے والی تین خواتین مستورات کی مارکی میں بھی گئیں۔ کہتی ہیں کہ ہمارا بہت خیال رکھا گیا۔ بہت دفعہ ہمیں پوچھا گیا۔ خواتین کی مارکی میں ایک فیملی کا ماحول تھا۔ ایسے تھا کہ جیسے ہم ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح شاید صدیوں سے جانتے ہیں مگر ہماری تو پہلی بار ملاقات ہو رہی تھی۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ خواتین کی مارکی میں زیادہ آسانی تھی اور ہمیں دونوں طرف کے ماحول کو تجربہ کرنے کا موقع ملا اور ہمیں اسلامی تعلیمات جس میں مرد و خواتین کے لیے علیحدہ انتظام کیا جاتا ہے اس کی صحیح اور گہری حکمت اور فلاسفی کو سمجھنے کا موقع ملا اور ہم اپنے تجربے کی بنا پر بھی یہ کہہ سکتی ہیں کہ اسلامی تعلیمات بہت گہری اور حکمت سے پُر ہیں اور خواتین علیحدہ جگہ پر زیادہ آسانی اور اطمینان محسوس کرتی ہیں اور انہیں اپنے انتظامات سنبھالنے اور اپنی قابلیتوں کے جوہر دکھانے کا وسیع موقع ملتا ہے۔

پس غیر بھی اب اس بات کو ماننے لگ گئے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی جو علیحدگی ہے اور جو انتظامات ہیں یہ حقیقت میں ضروری ہیں اور ہماری نوجوان نسل کی بعض لڑکیوں کو جو بعض خیالات آتے ہیں کہ اکٹھا کیوں نہیں ہوتا اور اکٹھے کیوں نہیں؟ یہ آزادی نہیں ہے؟ ان کو بھی سوچنا چاہیے۔

مالٹا سے جلسہ میں شرکت کرنے والی ایک مہمان خاتون جن کی حال ہی میں شادی ہوئی ہے کہتی ہیں کہ آپ کا مستورات سے جو خطاب تھا اس سے مَیں بڑی متاثر ہوئی۔ آپ نے مرد و خواتین کے حقوق اور ذمے داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ گھروں میں مسائل پیش آتے رہتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی یہ رہنمائی ہمیشہ کے لیے بہت مفید ثابت ہو گی۔ پھر کہتی ہیں کہ اس بارے میں یہ بیان کیا کہ اسلام کی شادی سے قبل پاکیزگی اور عفّت کی تعلیم بہت ہی پُر حکمت اور جامع ہے۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ روحانی اور جسمانی پاکیزگی اور تقویٰ اور طہارت کی طرف بھی ہماری رہنمائی کی۔ پھر کہتی ہیں اگر کبھی دوبارہ جلسے میں شامل ہوئی تو سارا وقت مستورات کی مارکی میں گزاروں گی کیونکہ وہاں جو ماحول میسر آیا وہ بہت ہی دینی اور روحانی تھا۔

قرغیزستان سے آنے والے ایک مہمان بیان کرتے ہیں کہ جلسے میں شامل ہو کر غیر معمولی احساسات تھے۔ احمدی ہونے سے قبل مجھے کبھی بھی رونا نہیں آیا مگر صرف قادیان اور جرمنی میں رونا آیا۔ محسوس ہو رہا تھا کہ دل میں ایک

نرمی اور تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ ہر ایک جو بیعت کرتا ہے اس کے ذریعے میرے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ میں پہلے مولوی تھا، جب جماعت احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کیا تو تمام باتیں جو قرآنِ کریم میں دجال اور مسیح موعود علیہ السلام وغیرہ کے بارے میں بیان ہوئی ہیں ان سب باتوں کی حقیقت معلوم ہوئی۔ بیعت میں ایسا لگا مجھ پر ٹھنڈا پانی پڑ رہا ہے اور اب میں اصل اور حقیقی مسلمان ہو گیا ہوں۔

پھر تاجکستان سے ایک مہمان عبد الستار (Abdussator) تھے کہتے ہیں میں نے احمدیوں کے بارے میں سنا تھا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں اور شراب کو جائز سمجھتے ہیں۔ جلسے میں شامل ہونے سے پہلے احمدیوں کی مسجد سبحان دیکھی۔ یہ وہاں جرمنی میں ہے اور اس میں نماز پڑھی تو پتا لگا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں اور پانچ ارکانِ دین پر عمل کرتے ہیں۔ جلسے میں شامل ہو کر پتا چلا کہ یہ امام مہدی کو مانتے ہیں اور بالکل شراب نہیں پیتے اور قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ یہاں جلسہ میں شامل ہونے کے بعد بہت زیادہ معلومات احمدیہ جماعت کے بارے میں ملیں اور میں بنیادی طور پر آپ لوگوں کو مسلمان سمجھنے لگا ہوں۔ ارکانِ دین اور ارکانِ اسلام وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہوتے ہیں۔ یہاں پر حج کے بعد دوسری مرتبہ اتنے مسلمانوں کو اکٹھے ہوتے دیکھا۔

لتھوینیا (Lithuania) سے جو وفد آیا تھا 58/ افراد پر مشتمل تھا۔ 46/ غیر احمدی تھے۔ 12/ احمدی تھے۔ وہاں سے ایک پطرس یانولیونس (Petras Janulionis) اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جلسہ پر آنے سے قبل اسلام کے بارے میں میرا تصور کچھ اچھا نہ تھا لیکن جلسے میں شمولیت کے بعد اسلام کے بارے میں میرے جذبات مثبت ہو گئے ہیں۔ مجھے جلسے میں اس بات کا احساس ہوا کہ مسلمان اپنے عقیدے کے ساتھ بہت سنجیدہ ہیں بلکہ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ عیسائیوں کی نسبت بہت زیادہ سنجیدہ ہیں۔

پھر لتھوینیا کی ایک صاحبہ مانیفہ (Manefa) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ جلسہ میں شمولیت سے قبل اسلام کے بارے میں شش و پنج میں تھی کیونکہ بعض مسلمان نہایت غصیلے اور دوسرے مذہب کے بارے میں عدم برداشت کا شکار ہوتے ہیں لیکن جلسے میں شمولیت کے بعد مجھے اندازہ ہوا ہے کہ احمدی مسلمان دوسروں کی رائے اور مذہب کا احترام کرنے والے اور تمام انسانیت میں امن اور محبت بانٹنے والے لوگ ہیں۔

لتھوینیا سے ایک لائر کمپنی کے سربراہ آئے ہوئے تھے۔ شارونس (Sarunas) صاحب کہتے ہیں جلسہ سالانہ بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں اسلام کی پرامن تعلیم کا پتا چلتا ہے اور اسلام کے بارے میں جو غلط تصورات ہیں اس کا قلع قمع ہوتا ہے۔

سیریا (Syria) کے ایک دوست جنہوں نے جنوری 2019ء میں بیعت کی تھی وہ بیعت کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے والد نے 2008ء میں سیریا میں بیعت کی تھی۔ پھر ایک بھائی نے بھی بیعت کر لی لیکن میں تین دفعہ جلسے پر آیا ہوں اور لوگوں کو جذبات سے روتے دیکھ کر حیران ہوتا تھا اور ہنستا تھا کہ یہ لوگ کیوں روتے ہیں لیکن میں مخالف ہی رہا اور بیعت نہیں کی۔ پھر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر یہ جماعت سچی ہے تو اللہ تعالیٰ خود ہی رہنمائی فرما دے۔ اس پر میں نے خواب میں دیکھا کہ اسی ملاقات کا سا موقع ہے۔ لوگ بیٹھے ہیں۔ میں پہلی

صف میں بیٹھا ہوں۔ سب دوست خاموش ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آپ آتے ہیں اور میں نے بے اختیاری سے رونا شروع کر دیا تو اس پر میں نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پیار سے پوچھا اور کہا کہ ادھر آ کے پاس بیٹھ جاؤ۔ کہتے ہیں اس پر میں بیدار ہوا تو بیعت کے لیے شرح صدر ہو گیا اور بیعت کر لی۔ یہ واقعہ خود بھی مجھے سنایا اور اس وقت بھی دوران ملاقات بڑے جذباتی تھے۔ بعد میں بھی جب بھی ان پر نظر پڑتی تھی بڑے جذباتی ہو جاتے تھے۔

بیلجیم سے آنے والے ایک نوجوان دوست لَوخ بالن صاحب کہتے ہیں کہ میں نے چند ماہ قبل بیعت کی تھی۔ پہلی بار جلسے میں شامل ہوا ہوں۔ اس جلسے میں شامل ہو کر حیران رہ گیا کہ اتنا خوبصورت بھائی چارے کا ماحول ہے۔ پہلے جو میں نے سنا تھا اس کی حقیقی تصویر اس جلسے میں دیکھنے کو ملی اور بڑا خوش قسمت ہوں کہ روحانی ماحول میں شامل ہوا۔

سینیگال سے آنے والے ایک مہمان تھے جو وہاں اپنے علاقے میں کمشنر ہیں۔ انہوں نے میری ملاقات کا ذکر کیا۔ کہتے ہیں کہ ملاقات کے بعد مَیں بڑا خوش ہوا اور آپ کی جو تقریر ہے وہ محبت اور توحید کا درس ہے اس سے بڑا متاثر ہوں۔ کہتے ہیں اگر میں جلسہ نہ دیکھتا اور آپ سے نہ ملتا تو میں اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا محسوس کرتا اور آج میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کا مشن مکمل ہو گیا ہے۔

یہ ایک کشتی لائے ہوئے تھے اور وہ اپنی گود میں لے کے بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ یہ تحفہ ہے۔ ہم آپ کے لیے لائے ہیں اور کہا کہ یہ کشتی امن کی کشتی ہے۔ 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' کی کشتی ہے۔ اب جو اس میں سوار ہو گا وہی امن پائے گا اور یہ احمدیت کی کشتی ہے اور کشتی کا تحفہ دینے کا ایک دوسرا مطلب یہ بھی تھا کہ ہمارے ملک کی معیشت اس سے وابستہ ہے۔ وہاں ماہی گیر زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہمارے ملک کے لیے خاص دعا کریں۔

پھر ان کے ساتھ ایک اور مہمان تھے وہ وہاں اسٹیبلشمنٹ کے محکمہ صحت کے ڈائریکٹر ہیں اور انہوں نے ہسپتال کے حوالے سے بھی میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہاں آ کر انہوں نے اسلام کے بارے میں بہت کچھ دیکھا ہے پھر کہتے ہیں کہ میں نے دنیا کے بہت سے ممالک دیکھے ہیں۔ مذہبی اور سیاسی اجتماع بھی دیکھے ہیں۔ امریکہ اور یورپ سب جگہوں پر گیا ہوں لیکن آج تک ایسا نظام، ایسا حقیقی اسلام اور اسلام کی ایسی تصویر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ ایسی اطاعت کبھی نہیں دیکھی جو میں نے یہاں لوگوں میں دیکھی ہے اور خلافت سے ایسی محبت میں نے نہیں دیکھی۔ کہتے ہیں میں یہ علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں کسی جگہ بھی کوئی اپنے سیاسی یا مذہبی لیڈر سے ایسا پیار نہیں کرتا جتنا یہاں میں نے اپنے خلیفہ سے لوگوں کو کرتے دیکھا ہے اور میں اس سچائی کو تسلیم کرتا ہوں۔

پھر ایک ڈاکٹر مورجاؤ (Mordiaw) صاحب تھے۔ کہتے ہیں ہم دل سے اس سچائی کو قبول کرتے ہیں۔ جو ہم نے دیکھا ہے یہ ایک ایسی سچائی ہے کہ جس کو کوئی بھی رد نہیں کر سکتا اور ہم اور ہمارے دل آج سے آپ کے ساتھ ہیں۔ جو ہم نے دیکھا ہے اور آپ سے سنا ہے اس کو ہم محسوس کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

بوسنیا وفد بھی شامل ہوا جس میں 74/ افراد شامل تھے۔ ایک مقامی این جی او کے بانی یاسمین سپاہچ (Yasmin Spahich) صاحب ہیں۔ یہ ان کے صدر ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کا اسلام اور بانیٔ اسلام سے عشق اور اس عشق کا انتشار آپ کے محبت بکھیرنے والے الفاظ میں ہوتا ہے۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے حوالے سے نصیحت دل کو چھو رہی تھی۔ یہی وہ کام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اگلا جلسہ اس سے بھی بہتر ہو اور یہ جلسہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت اور اتحاد پیدا کرنے کا باعث ہو۔

پھر یمینہ چاؤشیوچ (Emina Chaoshevich) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں مجھے جلسہ میں شامل ہو کر یہ احساس ہو گیا کہ جلسہ کے ماحول میں وہ قوت اور تاثیر ہے کہ روحانی طور پر مردہ انسان میں زندگی کی روح چلی آتی ہے۔

پھر عِلما کرے میش (Elma Krehmiche) صاحبہ ہیں کہتی ہیں میں اس موقعے سے استفادہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کا شکر ادا کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے اس عظیم جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ مہمان نوازی اور جلسے کے متعلق تمام انتظامات نے مجھے حیرت انگیز طور پر متاثر کیا ہے اور خصوصاً میرا یہ weekend ایسے لوگوں کے درمیان گزرا ہے جن کے چہرے پہ ہمیشہ مسکراہٹ تھی۔

پھر وہاں بیعت کی تقریب بھی ہوئی جس میں 16/ ممالک سے تعلق رکھنے والے 37/ افراد نے بیعت کی توفیق پائی جس میں البانیہ، سربیا، ہالینڈ، جرمنی، چیچنیا، رومانیہ، کوسووو، بیلجیم، سیریا، ترکی، ازبکستان، لبنان، سینیگال، گھانا، گیمبیا، گنی کناکری شامل تھے۔

ایک دوست مسٹر لیبنوٹ (Labinot) کوسووو کے ایک ہائی سکول کے پرنسپل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ نے مجھ پر ایک خاص جذباتی اثر ڈالا ہے اور خاص طور پر جب آپ نے وہاں کہا کہ بیٹھ جاؤ تو اتنا بڑا مجمع فوراً بیٹھ گیا۔ یہ دنیا میں کہیں دیکھنے میں نہیں ملا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جلسہ میں شامل ہونے کے بعد تو میں یہ کہتا ہوں کہ جلسہ تین دن کا نہیں ہونا چاہیے بلکہ تیس دن کا ہونا چاہیے اور کہتے ہیں بیعت کرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا لیکن میں سب چیز سے اور پھر اس سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ بیعت کے دوران میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ خود بخود ہی میرا ہاتھ اٹھ گیا اور الفاظ دہرانے شروع کر دیے اور اب میں نے بیعت کر لی۔ صرف ظاہری طور پر نہیں بلکہ حقیقت میں کر لی۔

پھر آذربائیجان سے آغا صف صاحب ہیں۔ یہ کہتے ہیں میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں روحانیت کی اتنی بلندیوں کو دیکھوں گا۔ مربی محمود صاحب نے مجھے جماعت کے بارے میں اور اس کے عقیدے کے بارے میں معلومات دینی شروع کیں۔ مجھے یہ سب بناوٹی اور جھوٹ لگا۔ میں نے ان باتوں کو سنتے ہی انکار کر دیا لیکن معلوم نہیں تھا کہ سچ کی یہ قوت مجھے جلد اپنی طرف کھینچ لے گی۔ یقینی طور پر جماعت کی سچائی اور اس کے پیش کردہ دلائل بہت پختہ ہیں۔ ویڈیوز میں دیکھے جانے والے نظارے یہاں آکر حقیقت میں دیکھنے کا موقع ملا۔ جلسے میں بہت سے لوگوں سے ملنے کا موقع ملا لیکن ہر ایک سے مل کر ایک ہی جیسا خوشگوار احساس ہوتا تھا جو یقینی طور پر دلیل ہے کہ یہ ایک جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت بخشی۔ پہلی دفعہ جب مجھے اطلاع دی گئی تو

مجھے یقین نہیں آیا۔ میں نے چار پانچ بار پوچھا کیا واقعی میں خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیعت کروں گا۔ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ساتھ ہی پریشان ہو گیا کہ میں تو اس قابل نہیں۔ پھر میں نے درود شریف اور استغفار کا وِرد کرنا شروع کیا۔ بیعت کا موقع آنے تک میں نہ کھا سکا اور نہ ہی کچھ اَور کر سکا۔ الحمد للہ بیعت کا موقع بھی آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی قوت بخشی، روحانی موقعے سے نوازا کہ میں بیعت کے بعد سجدے میں گر گیا اور اس ذات کا شکر ادا کیا جس نے اپنے اس ناچیز گناہگار بندے کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔ جلسے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ پھر ملاقات کا ایک موقع بھی مل جائے گا۔ میں سارا دن کئی سوال سوچتا رہا لیکن ملاقات ہوئی تو میں بھول گیا اور صرف سب سے زیادہ فکر مند کرنے والا سوال یاد رہا کہ جلسہ کے بعد اپنے ملک جانے کے بعد کیا روحانیت کا معیار قائم رہے گا۔ تو اس پر آپ نے کہا کہ اس کو قائم رکھنے کے لیے سورت فاتحہ اھدنا الصراط المستقیم اور صراط الذین انعمت علیھم اور استغفار کو باقاعدگی سے پڑھتے رہا کرو اور کہتے ہیں میں یہاں سے یہ عہد کر کے جا رہا ہوں کہ اگلے جلسے تک اس نصیحت پر عمل پیرا رہوں گا اور اگلے جلسہ پر آ کر یہ بتاؤں گا کہ میں نے نصیحت پر عمل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص و وفا کو بڑھاتا رہے۔

کوسووو کے وفد میں ایک دوست تھے جو پہلی دفعہ شامل ہوئے۔ کہتے ہیں اپنے احساسات اور جذبات کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میری زندگی میں کب سے ایک خواہش تھی کہ کوئی ایسا وجود مجھے ملے جو دنیا کی فکر کرنے والا ہو اور جس سے مل کر میرے تمام مسائل اور تکلیفیں حل ہو جائیں۔ میرا اس جلسے میں شامل ہونا خدائی تصرّف سے تھا اور بیعت کرتے ہوئے مجھے ایسے لگ رہا تھا گویا کہ میں خدا کے قریب ہو گیا ہوں۔

پھر البانیہ کے پَلُّومب (Pellumb) صاحب ہیں۔ کہتے ہیں میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جماعت میں داخل ہونے کی سعادت پائی۔ اللہ تعالیٰ کا اس کے لیے بے حد شکر گزار ہوں کہ مجھے احمدیت میں آنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ایک سال قبل میں ایمان سے خالی تھا اور اس سال اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان کی دولت نصیب فرمائی ہے۔ میری پیدائش اور پرورش مکمل لامذہب ماحول میں ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ میں شمولیت اور آپ سے ملاقات کے ذریعہ مجھے ایمان سے آراستہ کیا۔

ڈاکٹر محمد محمود صاحب کہتے ہیں جب دو سال قبل پہلی بار جلسے پہ آیا تو مجھے عجیب سا لگا اور میرے لیے بالکل نئی بات تھی کہ احمدی کہتے ہیں کہ مہدی اور مسیح آ گیا اور ہمیں اس کا ابھی علم نہیں ہے۔ میرے ذہن میں کئی سوالات گردش کرتے کہ ہم نے تو یہی سیکھا اور پڑھا ہے کہ مہدی عربی ہو گا اور اس کا نام محمد بن عبداللہ ہو گا۔ کیا یہ جماعت دینی ہے یا سیاسی۔ اسی طرح کے کئی سوالات نے میرے ذہن کو جکڑ لیا۔ ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے میں اگلے سال پھر جلسے پر آیا اور احمدی بھائیوں سے مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔ جلسے کے بعد بھی میرا احمدیوں سے رابطہ رہا اور آہستہ آہستہ میرے تمام سوالات کے جوابات ملتے رہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ احمدی ہی ایک حقیقی مسلمان کی تمام صفات اپنے اندر رکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے جماعت کی محبت اور الفت سے متاثر ہو کر بیعت کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ کہتے ہیں یہ محبت جو جماعت کے لوگوں میں پائی جاتی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کا

بیج ان کے دلوں میں نہ بوتا تو کبھی بھی یہ محبت پیدا نہ ہوتی۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مجھے خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور بیعت کے الفاظ دہراتے ہوئے جو احساس تھا اس کو بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ خوش قسمت ہوں کہ خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر بیعت پانچ گھنٹے بھی جاری رہتی تو میں بور نہ ہوتا اور نہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہوتا۔

کوسووو کے وفد میں ایک دوست تھے جو پہلی مرتبہ شامل ہوئے اور پانچ افراد کی ساری فیملی کو بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ پہلے مجھے بیعت کا ایک ڈر تھا کہ کس طرح ہو گی اور جسم گھبراہٹ سے کانپ رہا تھا لیکن بیعت کرنے کے بعد پھر یہ پر سکون ہو گیا اور محسوس ہونے لگا جیسے کہ سب نارمل ہو گیا ہے۔

کمال علوان صاحب لبنانی ہیں۔ کہتے ہیں میرے پاس ایک ریسٹورنٹ تھا جس میں ایک احمدی دوست محمد شہادہ آیا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے کہنے لگے کہ میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ امام مہدی آ بھی چکے ہیں اور وفات بھی پا چکے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے سوچا کہ یہ شخص کون تھا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد وہ احمدی آتا ہے اور دوبارہ آ کے کہتا ہے کہ امام مہدی آ چکا ہے۔ ایک دن اس نے بعض باتوں کی وضاحت کی جن میں دجال اور وفاتِ مسیح کا ذکر تھا۔ میرے لیے حیرت انگیز معلومات تھیں اور میرے دل میں گھر کر گئیں اور میرے دل میں تحریک پیدا کرنے لگیں کہ میں جماعت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کروں۔ پھر اس نے مجھے جلسے پر آنے کی دعوت دی جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔ کہتے ہیں جلسے میں جو میرے لیے جماعت کی سچائی کی سب سے پہلی دلیل بنی وہ اتنی بڑی تعداد اور ان کا حسنِ انتظام تھا۔ جلسہ کے دوران ایک دوست نے مجھے بتایا کہ یہ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ پھر میں نے احمدیوں سے مختلف سوالات کیے جن کا انہوں نے بڑے پیار سے جواب دیا۔ میرا دل احمدیت کی صداقت سے مطمئن ہوتا چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ اگلے سال تک زندہ رہوں گا بھی یا نہیں اس لیے ابھی بیعت کرنی چاہیے تو میں نے بیعت کر لی۔ اسی طرح میری دو خوابیں بھی جماعت کی صداقت کی وجہ بنیں۔

اللہ کے فضل سے میرے ایک بیٹے نے بھی بیعت کر لی اور میں چاہتا ہوں کہ میری باقی اولاد بھی احمدی ہو جائے۔ میں آج الحوار المباشر اور خطبات جمعہ غور سے دیکھتا ہوں۔ میرے نزدیک دس شرائطِ بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے صرف چند شرائط ہی نہیں بلکہ یہ خدائی لائحہ عمل ہے۔ بیعت سے قبل میں دعا کیا کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے امام مہدی کو دیکھنے کی توفیق دے۔ گذشتہ زندگی جو جماعت کے بغیر میں نے گزاری اس پر مجھے ندامت ہوتی رہتی ہے۔ میں اس لیے ہر احمدی کا تہ دل سے احترام کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر رہے ہیں۔ مجھے اب اپنے بیوی بچوں اور کام کرنے کی اتنی فکر نہیں ہوتی بلکہ مجھے فکر لاحق رہتی ہے کہ میرے پاس اتنے پیسے ہوں کہ میں جماعت کی ترقی کے لیے خرچ کر سکوں اور جماعت کی خدمت کر سکوں اور اللہ تعالیٰ میری خواہش کو قبول کرے۔

پھر فواد صاحب ہیں جو کہتے ہیں کہ جماعت کے تعارف سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے بارے میں سوچتا تھا اور مسلمانوں کی حالت پر نظر کرتا تھا جو دن بدن بُری ہوتی چلی جا رہی تھی اور یہ کہ ان کی حالت کب ٹھیک ہو

گی۔ پھر جب میں جرمنی آ گیا تو میں یورپ کے عرب دوستوں کو دیکھ کر سوچا کرتا تھا کہ کیا ان لوگوں کے ذریعے سے یورپ میں اسلام پھیلے گا جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آخری زمانے میں یورپ میں اسلام پھیلے گا۔ اسی دوران ایک احمدی دوست ماہر المعانی سے میری ملاقات ہوئی اور اس نے جماعت کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ شروع میں تو میں نے اس کی مخالفت کی لیکن جماعتی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے جلسے پر جانے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے جلسہ دیکھا اور سوچا کہ اس قدر لوگ کس طرح ایک شخص کے ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے اور آپس میں محبت اور الفت کا تعلق بھی قائم ہو گیا۔ میں نے تہجد میں بہت دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ جماعت سچی ہے تو مجھے اسی جلسہ میں (یہ 2018ء کی بات ہے) بیعت کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔

پس اس جلسہ پر میرا دل مطمئن ہو گیا اور میں نے بیعت کر لی لیکن میری بیوی نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور میں نے سمجھایا کہ تم یہ کتابیں پڑھو اور خدا سے استخارہ کرو۔ تین مہینے بعد میری بیوی نے استخارہ کیا اور اس نے خواب میں دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور ایک سفید کبوتر اُن کے درمیان موجود ہے۔ میری بیوی نے پوچھا کہ یہ کبوتر کیا ہے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا یہ کبوتر اسلام پھیلانے کے لیے قُدس کے علاقے میں آیا ہے۔ اس خواب نے میری بیوی کے دل کو کھول دیا اور وہ اس جلسے میں یعنی 2019ء میں شامل ہوئی اور بیعت کر لی۔ پھر کہتے ہیں میں اس بات پر بہت خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری تمام فیملی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کی توفیق دی ہے اور اب میں اپنے تمام رشتے داروں کو بھی تبلیغ کروں گا۔

آسٹریا سے تعلق رکھنے والی ایک مہمان فاطمہ سامر صاحبہ کہتی ہیں کہ میں نے جلسہ جرمنی کے موقعے پر 7/ جولائی کو بیعت کی ہے اور میں دعا کی درخواست کرتی ہوں کہ میری بیعت بابرکت ہو اور میری کوئی غلطی میرے اس عہدِ بیعت کو توڑ نہ دے۔ اللہ کرے کہ میں اپنے اندر وہ تبدیلیاں پیدا کر سکوں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں ذکر کیا ہے۔ پھر کہتی ہیں مَیں اپنی فیملی کے ساتھ 2011ء سے احمدی ہوں۔ لیکن بیعت فارم فِل نہیں کیا تھا اور اپنے آپ کو احمدی سمجھتی تھیں۔ کہتی ہیں دو ماہ بعد میری عمر اٹھارہ سال ہو جائے گی۔ میری بچپن سے یہ خواہش تھی کہ خود بیعت کروں۔ میں نے 2011ء سے اپنا بیعت فارم محفوظ کیا ہوا تھا تا کہ خود پیش کروں اور آپ کے ہاتھ پر خود بیعت کروں۔ چنانچہ اس سال یہ خواہش پوری ہو گئی اور اب وہ فارم فل کرنے سے پہلے ہی مہمانوں کو تبلیغ بھی کرتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نوجوانوں کے دل بھی کھول رہا ہے۔

ایک کُرد لڑکی اپنے تاثرات بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ نے احمدیت قبول کی تھی لیکن اس وقت میں تیار نہ تھی۔ اب گذشتہ چند ماہ سے مجھے شرح صدر ہو رہی ہے کیونکہ میں نے احمدیوں میں باہمی محبت دیکھی ہے اور آج آپ کا خطاب سننے سے میرے تمام خدشات دور ہو گئے ہیں۔ گذشتہ سال بھی میں آئی تھی لیکن یہ کیفیت نہ تھی جو آج ہے۔ میری والدہ بہت خوش ہوں گی کیونکہ اب مجھے بہت شدت سے احساس ہونے لگا ہے کہ اب مجھے احمدی ہو جانا چاہیے۔

جارجیا سے ایک وکیل جو یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں۔ وہ بھی آئے۔ غیر ہیں۔ کہتے ہیں انہوں نے بیعت کی

جو کارروائی دیکھی۔ کہتے ہیں: میں بہت متاثر ہوا اور یہ ایک معجزہ ہے۔ بار بار کہتے تھے یہ ایک معجزہ ہے۔ اور ایک معجزہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جماعت میں باہمی محبت زیادہ ہے۔ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کے چہروں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان بیعت کرنیوالوں کے اخلاص و وفا اور ایمان و ایقان میں ترقی عطا فرماتا رہے اور ہم میں سے ہر ایک کو بھی جلسہ کی برکات سے فیض پانے والا بنائے اور مسیح موعود کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

میڈیا کے ذریعہ سے اس سال جرمنی میں کُل تیرہ میڈیا آؤٹ لٹس (Outlets) نے اور اس کے علاوہ پھر سوشل میڈیا کے ذریعہ سائٹس پر بھی جلسہ کی کوریج دی۔ اٹلی، چین اور سلواکیہ کے آن لائن اخبارات نے خبریں دیں۔ ان کے اندازے کے مطابق دو کروڑ چھبیس لاکھ افراد تک پیغام پہنچا۔ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعے سے بھی مختلف پروگرام آتے رہے۔ یہ ایک ہفتے تک جاری رہے گا اور ان کا خیال ہے کہ اس کے ذریعہ بھی ایک ملین لوگوں تک پہنچ جائے گا۔ یہ جو ریویو آف ریلیجنز کا میں نے بھی ذکر کیا یہ ابھی چل رہا ہے۔ افریقہ میں ایم۔ٹی۔اے افریقہ کے ذریعہ سے انہیں تعارف حاصل ہوا ہے۔ وہاں بھی جلسوں کے پروگرام دکھائے گئے اور جلسہ جرمنی کے حوالے سے جو رپورٹس بنا کر بھیجی گئی تھیں وہ وہاں گھانا کے نیشنل ٹی وی نے دکھائیں۔ گیمبیا کے نیشنل ٹیلیویژن نے دکھائیں۔ روانڈا کے نیشنل ٹیلیویژن نے دکھائیں۔ سیرالیون کے نیشنل ٹیلیویژن نے دکھائیں اور یوگنڈا کے نیشنل ٹیلیویژن نے دکھائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں اس جلسہ کے حوالے سے بڑے وسیع پیمانے پر جماعت کا تعارف بھی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے یہ بابرکت فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30/ جولائی 2019ء تا 06/ اگست 2019ء جلد 26 شمارہ 40 تا 42 خصوصی اشاعت بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2019ء صفحہ 05 تا 11)

29

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19/ جولائی 2019ء بمطابق 19/ وفا 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح (مورڈن، سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی بدری صحابہ کا ذکر ہو گا۔ جن صحابی کا آج پہلے ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عامر بن سلمہؓ۔ حضرت عامر بن سَلَمہؓ کو عمرو بن سلمہؓ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بَلِیّ سے تھا۔ بَلِیّ عرب کے ایک قدیم قبیلہ قُضَاعہ کی ایک شاخ ہے جو یمن کے علاقے میں واقع ہے۔ اسی نسبت سے انہیں عامر بن سلمہ بَلَوِیؓ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عامر انصار کے حلیف تھے۔ حضرت عامر بن سلمہؓ کو غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ468، الانصار و من معھم من بنی جزء وحلفائھم ، دارالکتب العلمیۃ 2001ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ280، عامر بن سلمۃ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(اسدالغابۃ جلد 3 صفحہ 121 عامر بن سلمہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عدی سے تھا جو حضرت عمر بن خطابؓ کا قبیلہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت پر ریاح نامی شخص پر جا کر حضرت عمرؓ سے اور دسویں پشت پر کعب نامی شخص پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ کے والد کا نام سُراقہ بن مُعْتَبِر اور ان کی والدہ کا نام اَمَّہ بنت عبداللہ تھا۔ ان کی بہن کا نام زینب اور بھائی عمرو بن سُراقہؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ کی بیوی کا نام اُمَیمہ بنت حارِث تھا۔ ان سے ان کا بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ سیرت نگاروں کی اکثریت نے ان کو جنگ بدر میں شریک ہونا بیان کیا ہے لیکن چند ایک نے کہا ہے کہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور غزوۂ احد اور بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے تھے۔ بہرحال اکثریت کی رائے کے مطابق حضرت عبداللہؓ اور ان کے بھائی عَمرو بن سُراقہؓ کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہؓ کی نسل میں سے عَمرو یا عثمان بن عبداللہ، زید اور ایوب بن عبدالرحمٰن کا ذکر ملتا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ462، من بنی عدی وحلفائھم، دارالکتب العلمیۃ 2001ء)
(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ91-92، عبد اللّٰہ بن سُرَاقَہ، دارالکتب العلمیۃ 2005ء)
(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ256 ،عبد اللّٰہ بن سُرَاقَہ، جلد 4 صفحہ137، عمر بن الخطاب، جلد 1 صفحہ121، محمد رسول اللّٰہ، دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)

عبداللہ بن ابو بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ نے اپنے بھائی عمروؓ کے ہمراہ مکے سے مدینہ ہجرت کی اور دونوں نے حضرت رِفَاعہ بن عبدالمنذرؓ کے ہاں قیام کیا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 4صفحہ389، عبد اللہ بن سُرَاقَہ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 35ھ ہجری میں وفات پائی۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد4 جزء7صفحہ212،سنۃ 35ھ، ذکر من توفی زمان عثمان....، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

حضرت عبداللہ بن سُراقہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِالْمَاءِ۔ کہ سحری کیا کرو خواہ پانی ہی کیوں نہ ہو یعنی سحری کرنا لازمی قرار دیا۔

(اسدالغابہ جلد 3 صفحہ 256 عبداللہ بن سُرَاقَہ، دارالکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

پھر اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت مالک بن ابو خَوْلِیؓ۔ حضرت مالک بن ابو خولیؓ کا تعلق قبیلہ بنو عِجل سے تھا جو قریش کے قبیلہ بنو عَدی بن کعب کے حلیف تھے۔ ابو خَولیؓ ان کے والد کی کنیت تھی جبکہ ان کا نام عمرو بن زُہَیر تھا۔ حضرت مالکؓ کا نام ہِلال بھی بیان کیا جاتا ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ462، من حضر بدرًا من المسلمین / من بنی عدی و حلفائھم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 209 خولی بن ابی خولی داراحیاءالتراث العربی 1996ء)

حضرت عمرؓ نے جب مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ حضرت مالکؓ اور ان کے بھائی حضرت خَوْلِیؓ بھی شامل تھے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ338، منازل المھاجرین بالمدینۃ/ منزل عمر واخیہ..... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001)

حضرت مالکؓ اپنے بھائی خولیؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر میں حضرت خولیؓ اپنے دو بھائیوں حضرت ہِلالؓ یعنی حضرت مالکؓ اور حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 209 خولی بن ابی خولی لداراحیاءالتراث العربی 1996ء)

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں حضرت مالک بن ابو خولیؓ کی وفات ہوئی تھی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ، جلد 5،صفحہ533،مالک بن ابی خولی،دارالکتب العلمیہ،بیروت2005)

پھر اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت وَاقِد بن عبداللہؓ۔ حضرت واقدؓ کے والد کا نام عبداللہ بن عَبدِ مَنَاف تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ حضرت واقدؓ خَطَّاب بن نُفَیل کے حلیف تھے۔ اور ایک قول کے مطابق وہ قریش کے قبیلہ بنو عدیّ بن کعب کے حلیف تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 298 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیۃبیروت1990ء)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃجلد5 صفحہ403 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1994ء)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں جن افراد کے اسلام قبول کرنے کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے ان میں حضرت واقدؓ بھی شامل ہیں۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 1 صفحہ170، ذکر من اسلم من الصحابۃ بدعوۃ ابی بکررضی اللہ عنہ دار الکتاب العربی بیروت 2008ء)

حضرت واقدؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 298 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیۃبیروت1990ء)

دار ارقم کے بارے میں کچھ عرصہ ہوا مَیں بیان کر چکا ہوں کہ یہ کیا تھا۔ مختصر طور پر بیان کر دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خیال پیدا ہوا کہ مکّے میں ایک تبلیغی مرکز قائم کیا جائے جہاں مسلمان جمع ہوں، نماز وغیرہ کے لیے آئیں اور بے روک ٹوک اور اطمینان سے اپنے تربیتی امور کے بارے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ بھی وہاں کی جا سکے تو اس غرض کے لیے ایک مکان کی ضرورت تھی جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نو مسلم ارقم بن ابی ارقمؓ کا مکان پسند فرمایا جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا۔

اس کے بعد مسلمان یہیں جمع ہوتے تھے، یہیں نمازیں پڑھتے تھے اور وہ لوگ جنہیں حق کی تلاش تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آتے تھے تو آپ ان کو یہیں اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ مکان تاریخ میں خاص شہرت حاصل کر گیا اور دارالاسلام کے نام سے بھی مشہور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین سال تک دارِ ارقم میں کام کیا۔ یعنی بعثت کے چوتھے سال آپ نے اسے اپنا مرکز بنایا اور چھٹے سال کے آخر تک آپ نے اس میں یہ تبلیغی سرگرمیاں اور تربیتی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ دارِ ارقم میں اسلام لانے والوں میں آخری شخص حضرت عمرؓ تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دارِ ارقم سے نکل کر کھلے طور پر تبلیغ کرنے لگ گئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 129)

حضرت عمرؓ نے جب مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ حضرت واقدؓ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

حضرت واقدؓ نے مکّے سے مدینہ ہجرت کے وقت حضرت رِفاعہ بن عبدالمنذرؓ کے ہاں قیام کیا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت واقدؓ اور حضرت بِشْر بن بَرَاءؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 298 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیۃبیروت1990ء)

حضرت واقدؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 299 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیۃبیروت1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عبداللہ بن جَحْشؓ کی قیادت میں ایک سَریہ بھجوایا تو اس میں حضرت واقدؓ بھی شامل تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃجلد5 صفحہ403 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1994ء)

اس سریے میں کفار کے ایک شخص عَمرو بن حَضْرَمی قتل ہوا اسے حضرت واقدؓ نے قتل کیا تھا۔ اسلام میں

یہ پہلا مشرک تھا جو قتل ہوا اور حضرت واقدؓ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے کسی مشرک کو کسی جنگ میں قتل کیا ہو۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد5 صفحہ404 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیة بیروت 1994ء)

اس سریہ کی تفصیل حضرت عبداللہ بن جَحشؓ کے ضمن میں مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ حضرت واقدؓ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے آغاز میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 299 واقد بن عبداللہ دارالکتب العلمیةبیروت1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت نَصر بن حارِثؓ۔ حضرت نَصْر بن حارِثؓ انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو عَبد بن رَزَاخ میں سے تھے۔ ان کا نام نُمَیر بن حارِث بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو حَارِث تھی۔ ان کے والد کا نام حارِث بن عَبْد اور والدہ کا نام سَوْدَہ بنت سُوَّاذ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 346 نصر بن حارِث دارالکتب العلمیةبیروت1990ء)(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 1 صفحہ405، من حضر بدرًا من المسلمین دار الکتاب العربی بیروت 2008 ء)

حضرت نَصر بن حارِثؓ کو غزوۂ بدر میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے والد حارِث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت نصرؓ جنگِ قادسیہ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد5 صفحہ299 نصر بن حارِث دارالکتب العلمیة بیروت 1994ء)

قادسیہ ایران، موجودہ عراق میں ایک مقام ہے جو کوفہ سے پینتالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور 14ھ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان قادسیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی تھی جس کے نتیجے میں پھر ایرانی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی تھی۔

(تاریخ الطبری جلد4 صفحہ 111 دار الفکر بیروت2002ء)(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ229 زوار اکیڈمی کراچی2003ء)

جن کا اب ذکر ہو گا وہ حضرت مالک بن عمروؓ صحابی ہیں۔ حضرت مالک بن عمروؓ کا تعلق قبیلہ بنو سُلَیم کے خاندان بنو حَجَر سے تھا اور یہ بنو عَبدِ شمس کے حلیف تھے۔ ان کے والد کا نام عَمرو بن سُمَیط تھا۔ حضرت مالکؓ اپنے دو بھائیوں حضرت ثَقْف بن عَمروؓ اور حضرت مُدْلِج بن عَمروؓ کے ہمراہ جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔

(السیرۃ النبویة لابن ہشام صفحہ 326 ذکر من حضر بدرًا من المسلمین دار ابن حزم بیروت 2009ء)

(سبل الهدٰي والرشاد، فی سیرۃ خیر العباد جلد 4صفحہ 116 ذکر اسماء من شهدوا بدرا دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

حضرت مالکؓ غزوۂ بدر، احد اور دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل رہے اور 12ھ ہجری میں جنگِ یمامہ میں یہ شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 3صفحہ72 من حلفاء بنی عبد شمس دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت نُعمان بن عَصَرؓ ہے۔ حضرت نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ بَلِیّ سے تھا اور قبیلہ بنو مُعَاویہ کے حلیف تھے۔ انہیں لَقِیط بن عَصَر بھی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح انہیں نُعمان بَلَوِیّ کے نام سے بھی ذکر کیا

جاتا ہے۔ حضرت نُعمان بن عَصَرؓ بیعتِ عَقَبہ اور غزوۂ بدر اور اسی طرح باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ اِن کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک حضرت نُعمان وہ شخص تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین سے جنگ میں طُلَیحَہ نے شہید کیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ466،467 اَلْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ/ مِنْ بَنِي مُعَاوِيَةَ وَحُلَفَائِهِمْ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5صفحہ318 اَلنُّعْمَانُ بِنْ عَصَرْ ، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔لبنان2008ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 5 صفحہ510 لَقِيْط بِنْ عَصَرْ ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عُوَیم بن سَاعِدہؓ۔ حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ کا تعلق قبیلہ اَوس کی شاخ بنو عمرو بن عوف سے تھا۔ حضرت عویمؓ بیعت عَقَبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شریک ہوئے۔ سیرت خاتم النبیینؐ میں جو حوالہ ہے اس کے مطابق بیعت عقبہ اولیٰ سے قبل مدینہ کے انصار کا ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا جن کی تعداد چھ تھی اور بعض روایات میں آٹھ افراد کا بھی ذکر ملتا ہے۔

ان میں حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ بھی شامل تھے۔ طبقات الکبریٰ کے مطابق ہجرت مدینہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ سے حضرت عمرؓ کی اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعَہ کی مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عُوَیم بن ساعِدہؓ اللہ کے بندوں میں سے کیا ہی اچھا بندہ ہے اور وہ اہلِ جنت میں سے ہے۔

ایک روایت کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی کہ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ(التوبۃ:108) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عُوَیم بن ساعِدہؓ کیا ہی اچھا بندہ ہے۔ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 349 تا 351، عویم بن ساعِدہ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 222)

اس آیت فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ کا ترجمہ یہ ہے کہ اس میں آنے والے ایسے لوگ بھی ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ بالکل پاک ہو جائیں اور اللہ کامل پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ عَاصِم بن سُوَیدؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ کی بیٹی عُبیدہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ کی قبر پر کھڑے تھے تو انہوں نے فرمایا دنیا میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس صاحبِ قبر سے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو بھی جھنڈا گاڑا گیا عُوَیم اس کے سائے تلے ہوتے تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد4 صفحہ 304، عویم بن ساعِدہ، دارالکتب العلمیہ بیروت 1994ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں حارِث کے باپ سُوَید نے حضرت مُجَذَّر کے باپ زِیاد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایک دن مقتول کے بیٹے حضرت مُجَذَّر نے سُوَید پر قابو پالیا اور انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالا۔ یہ دونوں واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں اور یہی واقعہ جنگ بُعَاث جو اَوس اور خزرج کے درمیان جنگ تھی اس کا سبب بنا تھا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو دونوں مقتولوں کے بیٹوں نے، یعنی حارِث بن سُوَید اور حضرت مُجَذَّربن زِیادؓ، اسلام قبول کر لیا، مسلمان ہو گئے، اور دونوں ہی غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اس روایت کی تصدیق کہاں تک ہے؟ بہر حال یہ روایت ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی حارِث بن سُوَید موقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے کہ اپنے والد کے بدلے میں حضرت مُجَذَّر کو قتل کریں لیکن اسے ایسا موقع نہ میسر آ سکا۔ غزوۂ احد میں جب قریش نے مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کیا تو حارِث بن سُوَید نے پیچھے سے حضرت مُجَذَّر کی گردن پر وار کر کے انہیں شہید کر دیا اور ایک قول کے مطابق یہ بھی ہے کہ حارِث بن سُوَید نے حضرت قَیس بن زیدؓ کو بھی شہید کیا تھا۔ غزوۂ حمراء الاسد سے واپسی پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کو بتایا کہ حارِث بن سُوَید اس وقت قبا میں موجود ہے۔ حارِث بن سُوَید نے حضرت مُجَذَّر بن زیادؓ کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ آپؐ حارِث بن سُوَید کو حضرت مُجَذَّر بن زِیادؓ کے بدلے میں قتل کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کے فوراً قبا تشریف لے گئے اور عام طور پر اس وقت آپؐ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ اس وقت قبا میں سخت گرمی تھی۔ آپؐ وہاں پہنچے تو قبا میں مقیم انصاری مسلمان آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے جن میں حارِث بن سُوَید بھی تھا جو ایک یا دو زرد رنگ کی چادریں لپیٹے ہوئے تھا۔ حضرت عُوَیمَر بن ساعِدہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مسجد قبا کے دروازے پر حارِث بن سُوَید کو قتل کیا۔ سیرۃ الحلبیہ میں ان صحابی کا نام جن کا ذکر ہو رہا ہے عُوَیم کے بجائے عُوَیمَر بھی لکھا ہوا ہے جبکہ طبقات ابن سعد اور باقی جگہوں میں آپؓ کا نام عُوَیم بن ساعدۃ ہی ہے۔ بہر حال ایک اَور روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عُوَیم بن سُوَید کو قتل کرنے کا، مارنے کا نہیں فرمایا تھا جس نے مسلمان کو دھوکے سے شہید کیا تھا۔ دونوں ہی مسلمان تھے۔ قتل کا بدلہ قتل لیا گیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حارِث نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے مُجَذَّر کو قتل کیا ہے مگر اس وجہ سے نہیں کہ مَیں اسلام سے پھر گیا ہوں، نہ اس لیے کہ مجھے اسلام کی سچائی میں کوئی شبہ ہے بلکہ اس لیے کہ شیطان نے مجھے غیرت اور عار دلائی تھی اور اب میں اپنے اس فعل سے خدا اور اس کے رسولؐ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور مقتول کا خون بہا دینے کے لیے تیار ہوں اور مسلسل دو مہینے روزے رکھوں گا اور ایک غلام کو آزاد کروں گا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارِث کی اس معافی کو قبول نہیں کیا اور اسے قتل کی سزا دی گئی۔

(السیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی صفحہ 353-354 باب ذکر مغازیہ ﷺ، غزوہ حمراء الاسد، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 349 عویم بن ساعِدہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یہ روایت سیرۃ الحلبیۃ کی ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت عویمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں

ہی فوت ہو گئے تھے۔ یہ روایت ابو عمر کی ہے لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں 65 یا 66 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد4 صفحه 304، عويم بن ساعِدہ، دارالكتب العلميه بيروت 1994ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت نُعْمَان بن سِنَانؓ ہے۔ حضرت نُعْمَان بن سِنَانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نُعمان سے تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت نعمانؓ بنو نُعمان کے آزاد کردہ غلام تھے جبکہ ابن سعد نے انہیں بنو عُبَید بن عَدِی کا آزاد کردہ غلام لکھا ہے۔ حضرت نُعْمَان بن سِنَانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(السيرة النبويه لابن هشام صفحه471، الانصار ومن معهم / من بنی النعمان، دار الكتب العلمية بيروت 2001ء)(الطبقات الكبرٰی جلد 3 صفحه 293 ''النعمان بن سنان'' داراحياء التراث العربی بيروت لبنان 1996ء)(اسد الغابه فی معرفة الصحابه جلد 5 صفحه 315 ''النعمان بن سنان ''دارالكتب العلميه بيروت لبنان2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عَنْتَرہ مولیٰ سُلَیمؓ۔ حضرت عَنْتَرہ حضرت سُلَیم بن عمروؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ حضرت عَنْتَرہ سُلَمِی ذَکوانِی تھے اور وہ قبیلہ بنو سَوَاد بن غَنْم کے حلیف تھے جو انصار کی ایک شاخ تھی۔ حضرت عَنْتَرہؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ احد کے روز شہید ہوئے۔ انہیں نَوفَل بن مُعَاوِیہ دِیلِیؓ نے شہید کیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عنترہ کی وفات جنگ صِفّین میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں 37ھ ہجری میں ہوئی۔

(الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد 3 عَنْتَرَة السُلَمِی صفحه 1246 دارالجيل بيروت 1992ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت نُعمان بن عبد عَمروؓ ہے۔ حضرت نُعمان بن عبد عَمروؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خَزرج کی شاخ بنو دِینَار بن نَجَّار سے تھا۔ ان کے والد کا نام عبدِ عَمرو بن مسعود تھا اور والدہ کا نام سُمَیراء بنتِ قَیس تھا۔ حضرت نُعمان بن عبد عمروؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ جنگ بدر میں ان کے بھائی ضَحَّاک بن عبد عمرو بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت نُعمان بن عبد عمروؓ کو غزوۂ احد میں شہادت کا رتبہ نصیب ہوا۔ حضرت نعمانؓ اور حضرت ضحاکؓ کا ایک تیسرا بھائی بھی تھا جن کا نام قُطْبَہ رضی اللہ عنہ تھا، انہیں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ واقعہ بئرِ معونہ میں حضرت قطبہؓ کی شہادت ہوئی تھی۔

(الطبقات الكبرٰی لابن سعد جلد 3 صفحه394 ''النعمان بن عبد عمرو''، دارالكتب العلمية بيروت لبنان 2012ء)(اسد الغابه فی معرفة الصحابه جلد 5 صفحه 316 ''النعمان بن عبد عمرو''دارالكتب العلميه بيروت لبنان2008ء)

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس کا خاوند، بھائی اور باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور وہ سب شہید ہو گئے تھے۔ جب ان کی تعزیت اس عورت سے کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو لوگوں

نے کہا کہ اے اُمِّ فلاں! آپؓ ٹھیک ہیں اور الحمد للہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ تو پسند کرتی ہے، تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے دکھاؤ میں آپؐ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ تو پھر اس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے دکھایا گیا۔ جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگی کہ ہر مصیبت آپؐ کے بعد معمولی ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 545، باب غزوۃ اُحد، شَأْنُ الْمَرْأَۃِ الدِّیْنَارِیۃِ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ایک اور روایت میں اس عورت کے بیٹے کے شہید ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ احد کے موقعے پر جب اہلِ مدینہ بہت گھبراہٹ کا شکار ہو گئے تھے کیونکہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے حتی کہ مدینے کے گلی کوچوں میں چیخ پکار مچ گئی تھی تو ایک انصاری خاتون پریشان ہو کر گھر سے نکلی تو اس نے آگے اپنے بھائی، بیٹے اور شوہر کی لاش دیکھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ پہلے اس نے کسے دیکھا تھا مگر جب وہ آخری کے پاس سے گزری تو اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ تیرا بھائی، تیرا شوہر، تیرا بیٹا ہے۔ اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا وہ آگے ہیں۔ وہ عورت چلتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا اور پھر کہا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! جب آپؐ سلامت ہیں تو مجھے کسی نقصان کی کوئی پروا نہیں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی حدیث 7499 جلد 05 صفحہ 329-330 من اسمہ محمد، دار الفکر بیروت 1999ء)

ایک قول کے مطابق اس عورت کا نام سُمَیراء بنتِ قَیْسؓ تھا جو نُعمان بن عبدِ عَمروؓ کی والدہ تھیں۔

(کتاب المغازی لمحمد بن الواقدی جلد 1 صفحہ 251-252، باب غزوۃ احد دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعے پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں اس بہادری کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ دنیوی لوگوں میں تو کروڑوں لوگوں اور سینکڑوں ملکوں میں سے ایک آدھ مثال ایسی مل سکے گی مگر صحابہؓ میں، چند ہزار صحابہؓ میں سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی یہ مثال ہے جو ایک عورت سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ اسے بیان کر چکا ہوں۔ (یہ مثال میں بھی یہاں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں) اور جو اس قابل ہے کہ ہر مجلس میں سنائی جائے اور اس کی یاد کو تازہ رکھا جائے۔ بعض واقعات ایسے شاندار ہوتے ہیں کہ بار بار سنائے جانے کے باوجود پرانے نہیں ہوتے۔ ایسا ہی واقعہ اس عورت کا ہے جس نے جنگ احد کے موقعے پر مدینے میں یہ خبر سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ وہ مدینے کی دوسری عورتوں کے ساتھ گھبرا کر باہر نکلی اور جب پہلا سوار احد سے واپس آتے ہوئے اسے نظر آیا تو اس نے اس سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ تمہارا خاوند مارا گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا ہے اور تم میرے خاوند کی خبر سنا رہے ہو۔ اس نے پھر کہا کہ تمہارا باپ بھی مارا گیا ہے۔ مگر اس عورت نے کہا میں تمہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتی ہوں اور تم باپ کا حال بتا رہے ہو۔ اس سوار نے کہا کہ تمہارے

دونوں بھائی بھی مارے گئے۔ مگر اس عورت نے پھر یہی کہا کہ تم میرے سوال کا جواب جلد دو۔ میں رشتے داروں کے متعلق نہیں پوچھتی۔ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتی ہوں۔ اس صحابی کا دل چونکہ مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ آپؐ بخیریت ہیں۔ اس لیے اس کے نزدیک اس عورت کے لیے سب سے اہم سوال یہی تھا کہ اس کے متعلقین کی موت سے اسے آگاہ کیا جائے مگر اس عورت کے نزدیک سب سے پیاری چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ اس لیے اس نے جھڑک کر کہا کہ تم میرے سوال کا جواب دو۔ اس پر اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خیریت سے ہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ جب آپؐ زندہ ہیں تو پھر مجھے کوئی غم نہیں خواہ کوئی مارا جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اور ظاہر ہے کہ اس مثال کے سامنے اس بڑھیا کی مثال کی کوئی حقیقت نہیں جس کے متعلق خود نامہ نگار کو اعتراف ہے، (کسی واقعہ کے بارے میں ذکر کر رہے ہیں کہ اس کا دل مغموم) غم کے بوجھ سے دبا ہوا معلوم ہوتا تھا اور آپؓ بیان کرتے ہیں وہ دل میں رو رہی تھی۔ کسی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ دل مغموم تھا اور دل میں رو رہی تھی لیکن اظہار نہیں کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں مگر صحابیہ کا واقعہ یہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس نے ضبط کیا ہوا تھا اور دل میں رو رہی تھی اور ظاہر نہیں کر رہی تھی بلکہ یہ صحابیہ تو دل میں بھی خوش تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اس عورت کے دل پر صدمہ ضرور تھا گو وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جس عورت کا بھی اپنے اس بیان میں ذکر فرما رہے ہیں یا اخباروں نے اس زمانے میں اس کو لکھا تھا جب آپؓ نے یہ بیان فرمایا مگر اس صحابیہ کے دل پر تو کوئی صدمہ بھی نہیں تھا اور یہ ایسی شاندار مثال ہے کہ دنیا کی تاریخ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی اور بتاؤ اگر ایسے لوگوں کے متعلق یہ نہ فرمایا جاتا کہ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ تو دنیا میں اَور کون سی قوم تھی جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جاتے؟ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں میں جب اس عورت کا واقعہ پڑھتا ہوں تو میرا دل اس کے متعلق ادب اور احترام سے بھر جاتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقدس عورت کے دامن کو چھوؤں اور پھر اپنے ہاتھ آنکھوں سے لگاؤں کہ اس نے میرے محبوب کے لیے اپنی محبت کی ایک بے مثل یادگار چھوڑی۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 20 صفحہ 542-543 خطبہ جمعہ فرمودہ 24 نومبر 1939)

پھر اسی عشق و محبت کا ذکر بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ آپؓ نے اس طرح بیان فرمایا کہ "دیکھو اس عورت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق تھا۔ لوگ اسے یکے بعد دیگرے باپ، بھائی اور خاوند کی وفات کی خبر دیتے چلے گئے لیکن وہ جواب میں ہر دفعہ یہی کہتی چلی گئی کہ مجھے بتاؤ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ غرض یہ بھی ایک عورت ہی تھی جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق کا مظاہرہ کیا۔"

(قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ۔ انوار العلوم جلد نمبر 25 صفحہ 440)

پھر ایک دوسری جگہ آپؓ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ذرا اس حالت کا نقشہ اپنے ذہنوں میں اب کھینچو۔ تم میں سے ہر ایک نے مرنے والے کو دیکھا ہو گا۔ کوئی نہ کوئی قریبی مرتا ہے۔ کسی نے اپنی ماں کو، کسی نے باپ کو، کسی نے بھائی کو، بہن کو مرتے دیکھا ہو گا۔ ذرا وہ نظارہ تو یاد کرو کہ کس طرح اپنے عزیزوں کے ہاتھوں میں اور گھروں میں اچھے سے اچھے کھانے پکوا کر اور کھا کر، علاج کروا کر اور خدمت کرا کر مرنے والوں کی حالت کیا

ہوتی ہے اور کس طرح گھر میں قیامت برپا ہوتی ہے اور مرنے والوں کو سوائے اپنی موت کے کسی دوسری چیز کا خیال تک بھی نہیں ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے دلوں میں ایسا عشق پیدا کر دیا تھا کہ انہیں آپؐ کے مقابلے میں کسی اَور چیز کی پرواہی نہ تھی مگر یہ عشق صرف اس وجہ سے تھا کہ آپؐ خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر عشق تھا تو اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ آپؐ کے محمدؐ ہونے کی وجہ سے عشق نہیں تھا بلکہ آپؐ کے رسولؐ اللہ ہونے کی وجہ سے یہ تھا۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ دراصل خدا تعالیٰ کے عاشق تھے اور چونکہ خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا تھا اس لیے آپؐ کے صحابہ آپؐ سے پیار کرتے تھے اور صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی دیکھ لو ان کے دلوں میں بھی آپؐ کی ذات کے ساتھ کیا محبت اور کیا عشق تھا۔ پھر آپؑ نے اس عورت کا یہ واقعہ بھی بیان فرمایا۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ محبت تھی جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی مگر باوجود اس کے وہ خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے اور یہی توحید تھی جس نے ان کو دنیا میں ہر جگہ غالب کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے مقابلے میں وہ نہ ماں باپ کی پرواکرتے تھے اور نہ بہن بھائیوں کی اور نہ بیویوں کی اور نہ خاوندوں کی۔ ان کے سامنے ایک ہی چیز تھی اور وہ یہ کہ ان کا خدا ان سے راضی ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رضی اللہ عنہم فرما دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدم کیا مگر آپؑ فرماتے ہیں کہ بعد میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ رہی اور اب اگر ان کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو محض دماغی ہے۔ دماغ میں ضرور ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ توحید کے قائل ہیں۔ دل میں یہ نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اگر ان کے سامنے کیا جائے تو ان کے دلوں میں محبت کی تاریں ہلنے لگتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیزوں کے ذکر پہ بھی تاریں ہلتی ہیں۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 23 صفحہ 46-47، خطبہ جمعہ فرمودہ 30 جنوری 1942)

شیعہ سنی سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اولاد کے ذکر پر جوش میں آجاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مسلمانوں کے دلوں کی تاریں نہیں ہلتیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمت ہمیں خدا تعالیٰ نے ہی دی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور نام سے بھی ایک ایسا ہیجان ہمارے دلوں میں پیدا ہونا چاہیے کیونکہ حقیقی ترقی اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہی حاصل ہو گی۔ توحید پہ قائم رہنے سے ہی حاصل ہو گی۔ پس یہ ہے بنیادی اصول جسے ہمیں، ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اندر اللہ اور رسولؐ کی حقیقی محبت اور اس کا صحیح ادراک پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب میں بعض مرحومین کا ذکر کروں گا جن کا جنازہ بھی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ پہلا ذکر مکرم مودود احمد خان صاحب امیر جماعت کراچی کا ہے جو مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب کے بیٹے تھے۔ 14/ جولائی کو 78/ سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 12/ اپریل 1941ء کو یہ قادیان میں مکرم مسعود احمد خان صاحب اور صاحبزادی طیبہ صدیقہ صاحبہ کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے پوتے تھے اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے نواسے تھے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری لی۔ پھر کچھ دیر حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے ساتھ بھی پریکٹس کی۔ پھر ایک مشہور لاء فرم ہے آرڈگنم(ORR, DIGNAM)اس کے ساتھ منسلک ہو گئے اور ڈھاکہ چلے گئے۔ وہاں کام کرتے رہے اور تقریباً 52 سال اسی کمپنی کے ساتھ رہے۔ ان کے سینئر پارٹنر (senior partner)تھے اور ان کا شمار پاکستان کے سینئر کارپوریٹ وکلاء میں ہوتا تھا۔ بین الاقوامی کمرشل قوانین اور بینکنگ اور کارپوریٹ قوانین کے ماہر تھے اور اس حوالے سے بڑی شہرت رکھتے تھے۔ پاکستان کے کچھ کارپوریٹ قوانین کو بھی انہوں نے ترتیب دیا ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں کی طرف سے آپ کو ڈائریکٹر شپ کی پیشکش ہوتی تھی لیکن آپ انکار کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسے عہدوں میں انسان کچھ نہ بھی کر رہا ہو تو دوسروں کی وجہ سے ہی بدعنوانیوں کے الزامات لگ جاتے ہیں اور اس طرح پھر یہ چیز جو ہے جماعت کی بدنامی کا باعث بن سکتی ہے اس لیے میں ان سے بچتا ہوں۔

ان کی اہلیہ کے علاوہ انہوں نے دو بچے چھوڑے ہیں۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ ان کا بیٹا بھی وکالت سے منسلک ہے اور بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ کینیڈا میں ہے۔ ان کے میاں خاوند لڑکی کا یا مودود خان صاحب کا داماد جو ہے یہ مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی پوتی کا بیٹا ہے۔

مودود احمد خان صاحب اکتوبر 1996ء میں امیر ضلع کراچی مقرر ہوئے۔ اس سے قبل آپ نائب امیر اور سیکرٹری امور خارجہ کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن، ناصر فاؤنڈیشن، طاہر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی تھے اور 84ء میں جماعت پر جو ابتلا آیا اس کے نتیجے میں پریس کے ساتھ بھی ان کا کافی اچھا رابطہ رہا۔ ان کی اہلیہ امۃ المؤمن صاحبہ جو ملک عمر علی صاحب مرحوم کی بیٹی ہیں اور ان کی والدہ کا نام سیدہ سعیدہ بیگم تھا جو حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی بیٹی تھیں، وہ کہتی ہیں کہ بڑی سادہ طبیعت، خوش اخلاق، ہمدرد، منکسر المزاج اور شفقت کرنے والے تھے۔ جن سے بھی آپ کا تعلق رہا ہے ایسا ہی تھا کہ ہر کوئی یہ کہتا تھا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم سے سالہا سال کا تعلق ہے۔ چاہے وہ جماعت کا چھوٹے سے چھوٹا کارکن ہو یا سینئر ممبر ہو۔ پھر آپ ہی کہتی ہیں کہ کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں جس میں کسی بھی لحاظ سے میں نے بحیثیت شوہر یا بحیثیت باپ ان میں کمی دیکھی ہو۔ آئیڈیل شوہر تھے، آئیڈیل باپ تھے، آئیڈیل شخص تھے اور ہر شخص آپ سے بڑا متاثر ہوتا تھا۔

ان کے بیٹے مامون احمد خان کہتے ہیں کہ آئیڈیل باپ تھے۔ بچپن سے ہی ہمیں نماز کی عادت ڈالی۔ بہت چھوٹی عمر سے ہی مجھے اپنے ساتھ نماز فجر پر لے جایا کرتے تھے اور بڑوں کی عزت اور خدمت کی تلقین بھی کیا کرتے تھے اور ہم دونوں بہن بھائیوں پر ان کی نماز کی پابندی کا اور دوسری مالی قربانی کا بڑا اثر ہے۔ مالی قربانی میں بھی صف اول میں تھے اور کہتے ہیں جب ہم ربوہ جاتے تھے تو بہشتی مقبرہ میں لے جاتے تھے اور بزرگوں کی قبروں پر اور صحابہؓ کی قبروں پر لے جا کے ہمیں ان کے بارے میں تعارف بھی کروایا کرتے تھے۔ انکساری آپ میں بڑی تھی اور غنٰی بڑا پایا جاتا تھا۔ غریبوں سے بڑے عاجز ہو کے ملتے تھے لیکن یہ نہیں کہ کسی افسر سے اس لیے ملنا کہ شاید میری ترقی کا

باعث بن جائے یا مجھے فائدہ ہو، ان کے سامنے بالکل وہ اپنا ایک وقار رکھتے تھے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں مَیں ان سے مذاق سے کہا کرتی تھی کہ آپ باقی لوگوں سے بڑا اچھی طرح ملتے ہیں لیکن جب کوئی بڑا افسر ہوتا ہے تو وہاں آپ بڑا خاص وقار سے رہتے ہیں۔ لگتا ہے وہاں آپ کی نوابیت سامنے آجاتی ہے۔

پھر سندھ کے اسیر ان کے لیے انہوں نے بڑا کام کیا۔ شہداء کی فیملیز کے لیے وہاں کافی کام کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں دوروں پر مجھے بھی لے جاتے تھے۔ ان فیملیوں کا خیال رکھتے۔ ان کو تحائف دلواتے۔ مہمان نوازی کا وصف ان میں بہت زیادہ تھا۔ اس کا ہر ایک لکھنے والے نے ذکر کیا ہے۔

ان کی اہلیہ بھی کہتی ہیں کہ بعض دفعہ دس منٹ پہلے فون آتا تھا کہ اتنے مہمان آرہے ہیں کھانا تیار کر دو اور ہمیشہ فون پر اطلاع دیتے اور فوراً فون بند کر دیتے تا کہ کوئی عذر کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ خلافت سے ان کا بے انتہا ادب کا اور پیار کا تعلق تھا، اخلاص کا تعلق تھا۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں مجھے اور میری بہن کو اور ہمارے دوسرے بچوں کو بھی تلقین کرتے کہ ہفتے میں ایک بار تم نے ضروری طور پر خلیفہ وقت کو اپنے حالات بتانے کا خط لکھنا ہے اور فیکس کرنی ہے اور اس تعلق کو بڑھانا ہے۔

پھر ان کو کچھ عرصہ پہلے، دو سال ہوئے کینسر کی تکلیف ہوئی۔ پھر علاج ہوتا رہا۔ علاج میں اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے مجھے بھی لکھا علاج ٹھیک ہے۔ میں نے دفتر دوبارہ بھی جانا شروع کر دیا ہے۔ تقریباً آدھے سے زیادہ کام کرنا شروع کر دیا ہے لیکن پھر چند دن پہلے ایک دم ان کی طبیعت خراب ہوئی اور پھر اسی میں لگتا ہے کہ دل کا حملہ ہوا اور اس کی وجہ سے جاں بر نہیں ہو سکے۔

بہر حال ان کا جب کینسر کا علاج ہو رہا تھا تو ان کے متعلق ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہم اس شخص سے بڑے متاثر ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑے صبر اور حوصلے والے ہیں۔ دوسرے ہمارے سے گفتگو ہوئی تو ہمیں پتا لگا کہ بڑے سکالر بھی ہیں۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں جب ہم جاتے تھے تو ہسپتال کے ڈاکٹر ان کو دیکھ کے احتراماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں غیر از جماعت نوجوان بھی تعزیت کے لیے آئے۔ ایک نوجوان نے مجھے کہا کہ ان کے اخلاق کا اور مینٹور شپ (mentorship) کا میری زندگی پر بہت اثر ہے۔

پھر ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ ایک خاص وصف یہ تھا کہ چندوں کے بڑے پابند تھے۔ ان کی بڑی اچھی آمد تھی۔ بڑے صاحب حیثیت تھے لیکن کہتی ہیں میں نے کبھی آمد نہیں پوچھی، کبھی خیال دل میں آیا بھی تو پھر کبھی جرأت نہیں ہوئی لیکن کبھی کبھی چندوں کی لِسٹ پر جب نظر پڑتی تھی تو پتا لگتا تھا کہ کتنے چندے یہ دے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے کیا آمد ہے۔ پھر اس کے علاوہ مرحومین کے چندوں کی بھی ایک لمبی فہرست تھی۔

کہتے تھے گھر کا خرچ کم کرو اور جماعت کے لیے قربانی زیادہ کرو بلکہ یہ کہتی ہیں مجھے تو بعض دفعہ یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ زیادہ کماتے ہی اس لیے ہیں کہ جماعت کو زیادہ سے زیادہ دیں۔ شکووں سے شدید نفرت تھی اور یہ تو ہر کوئی ان کے متعلق کہتا ہے، میں بھی گواہ ہوں کہ سخت نفرت تھی اور منع کیا کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ کبھی کسی کے خلاف بات نہیں سنی۔ چغل خوری کے بھی بہت زیادہ خلاف تھے اور ایک نصیحت جو آپ نے کئی بار کی

وہ یہ تھی کہ زندگی میں کسی سے امید نہ لگانا جو کرنا ہے اپنی طاقت سے کرو تا کہ بعد میں کسی سے شکوہ نہ پیدا ہو۔

میجر بشیر طارق صاحب نے بیان کیا وہ بھی نائب امیر تھے شاید یا کسی اَور عہدے پر تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے ان سے کہا کہ ضرورت سے زیادہ آپ نرمی سے پیش آتے ہیں۔ تھوڑی سختی کیا کریں۔ بعض کاموں میں سختی کرنی پڑتی ہے تو اس پر انہوں نے جواب دیا کہ آپ ایک والنٹیئر پر کس طرح سختی کر سکتے ہیں، جو اپنا وقت نکال کر خدمت کے لیے آیا ہے۔ اس پر سختی کیسے کر سکتے ہیں؟ پس انہوں نے بڑے پیار سے کام لیا اور خدام نے بھی مجھے لکھا۔ قائدین نے بھی لکھا کہ جماعت کراچی میں حالات کی وجہ سے ہم ڈیوٹیاں بھی دیتے تھے تو وہ بڑے پیار سے یہ ہمارے سے کام لیتے تھے۔ بلکہ مرکز نے کہا تھا امراء کے ساتھ سکیورٹی ہونی چاہیے۔

خدام ڈیوٹی پر جاتے تھے تو ان کا خیال رکھتے۔ اپنے گھر پہنچ کر کہتے کہ مجھے اپنے گھر جا کر فون پہ اطلاع دینا کہ خیریت سے پہنچ گئے ہو۔ ایک قائد نے لکھا ہے کبھی کبھی میرے پاس اگر اپنی سواری نہ ہوتی تو اپنی کار مجھے دے دیتے تھے کہ یہ گھر لے جاؤ تا کہ احتیاط سے گھر پہنچ جاؤ۔

ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ ابا نے ہمارے اندر بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ پر یقین اور خلافت سے مخلصی اور خلیفۂ وقت کی فرمانبرداری کی بہت بڑی مثال پیش کی اور اس پر قائم رہنے کی ہمیں تلقین کرتے تھے اور جلسے بیماری میں بھی بڑی باقاعدگی سے سنتے رہے۔ لائیو سٹریم یو۔ ایس۔ اے کا جلسہ سنا۔ مجھے روز کہتے تھے کہ تم بھی سنا کرو۔ پھر جرمنی اور کینیڈا کا جلسہ جب اکٹھا ہو رہا تھا تو یہ بیٹی کینیڈا رہتی ہے تو اس نے کہا کہ جلسے پہ انہوں نے کہا کہ میں جرمنی کا جلسہ سن رہا ہوں اور باقاعدگی سے خطبات وغیرہ سننے کی ان کی عادت تھی۔ رمضان کے مہینے کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ اس مہینے میں کبھی کہیں جانے کا یا سفر کا پروگرام نہیں بناتے تھے تا کہ رمضان کا جو احترام ہے وہ قائم رہے۔ اس میں بہت سے لوگوں کے لیے سبق ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر سفر کے بہانے نکال لیتے ہیں اور روزے چھوڑ دیتے ہیں۔

کراچی کے ایک سابق مربی سید حسین احمد ہیں، ان کے کزن بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ کراچی کے دورانِ قیام جب میں وہاں مربی سلسلہ تھا تو اجلاسِ عاملہ میں کسی مشکل مرحلہ پر اکثر کہتے تھے کہ یہ اللہ کے کام ہیں ہم نے تو صرف ہاتھ لگانا ہے اس لیے اپنی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر ملنے والے کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے تھے۔ ہر سوالی کی درخواست کو غور سے سنتے اور پڑھتے تھے، مناسب کارروائی کرتے تھے۔ یتامیٰ، بیوگان اور غرباء کی حتی المقدور امداد کیا کرتے تھے۔ باوجود جماعتی بجٹ کی تنگی کے گنجائش پیدا کر لیا کرتے تھے۔

کراچی کی ایک خاتون ہیں۔ مریم ثمر صاحبہ کہتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ ساری کراچی جماعت کے لیے ایک شفیق باپ کی طرح تھے اور ہر ایک کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے تھے۔ سب کی فکر کرتے تھے۔ بہت عاجز اور بہت معاملہ شناس تھے۔ ایک مرتبہ کسی پروگرام میں ان کا نام نواب مودود احمد خان لکھا گیا تو انہوں نے اپنی قلم سے نواب کا لفظ کاٹ دیا۔

قائمقام امیر قریشی محمود صاحب نائب امیر ہیں کہتے ہیں کہ اپنے دَور امارت میں ایک نہایت شفیق اور مہربان باپ کی طرح افراد جماعت کراچی کی رہنمائی کی اور بڑے ہر دلعزیز شخص اور شفیق اور قابل احترام وجود

تھے۔ بہت متحمل مزاج تھے۔ بردبار شخصیت کے حامل تھے۔ انکسار والی طبیعت تھی۔ شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ان کا انکسار تھا۔ بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب، تعلیم یافتہ ہو یا اَن پڑھ ہر ایک کے ساتھ نہایت محبت سے ملتے تھے اور توجہ سے ان کی بات سنتے تھے۔ پھر مشورے سے نوازتے تھے اور ہر ایک آنے والے کو چاہے چھوٹا ہو بڑا ہو یہ کرسی سے اٹھ کے ملا کرتے تھے۔ جماعتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے اور روزانہ رات دیر تک دفتر میں بیٹھ کر کئی گھنٹے اپنے جماعتی مفوضہ امور سرانجام دیتے تھے۔ اپنے دفتر سے سیدھے جماعت کے دفتر میں آتے تھے اور پھر رات دس بجے تک بیٹھتے تھے۔ پھر جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کو حصولِ تعلیم کے لیے راغب کرنے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ بحیثیت امیر آپ ہر شعبہ کے سیکرٹری سے نیز صدران حلقہ جات سے ذاتی رابطہ رکھتے تھے اور گاہے بگاہے ان کے شعبہ جات کے کاموں میں ان کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

صدر انصار اللہ پاکستان لکھتے ہیں کہ جماعت کی تعلیم اور تربیت کے لیے بڑے (فکر مند) رہتے تھے۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں دَورے پر وہاں گیا، عہدیداروں کا ریفریشر کورس تھا تو میرے پاس آئے اور بڑے درد سے مجھے کہا کہ آپ ریفریشر کورس کے لیے کراچی آئے ہیں میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج فجر کی نماز پر مسجد میں صرف ہم تین انصار تھے جبکہ مسجد کے قریب بہت سے گھر ہیں اور گاڑیاں بھی ہر ایک کے پاس ہیں۔ آسانی سے نماز فجر پہ آسکتے ہیں اور پھر انہوں نے کہا کہ اس میٹنگ میں سارے عہدیداران آئے ہوئے ہیں آپ ان کو سمجھائیں کہ اولاً اپنے اندر نیک اور پاک تبدیلیاں پیدا کریں اور عبادت کی طرف خصوصی توجہ کریں۔ پھر اپنی اولادوں اور نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کی بھی فکر کریں۔ کہتے ہیں جب یہ بات کر رہے تھے تو ان کے اندر ایک درد تھا۔

پھر ایک خاتون نے لکھا ہے کہ ہم انڈیا جا رہے تھے۔ قادیان جا رہے تھے تو ہر ایک کے پاس کچھ نہ کچھ انڈین کرنسی تھی اور پہلے ہمیں یہی تھا کہ لے جانے کی اجازت ہے لیکن بعد میں کہا گیا کہ نہیں ہے تو ہر ایک کو فارم پُر کرنے کے لیے دیا گیا۔ انڈین امیگریشن کے ایک کارکن نے انہیں بتایا کہ کرنسی لے جانے کی اجازت تو نہیں ہے مگر اگر آپ غلطی سے لے آئے ہیں تو کوئی بات نہیں۔

اس فارم میں اس کا ذکر نہ کریں اور لے جائیں لیکن امیر صاحب نے ان کی بات نہیں مانی اور فارم میں اپنے پاس موجود جو ان کی رقم تھی تھوڑی رقم نہیں تھی تقریباً پچیس تیس ہزار روپے تھے، اس کو declare کر دیا۔ امیگریشن کے اس کارکن نے دوبارہ کہا کہ یہ یہاں نہ لکھیں ورنہ ہم قانون کی رو سے اس رقم کو ضبط کرنے پر مجبور ہیں۔ پھر بھی آپ نے فارم میں پوری دیانت داری سے یہ رقم declare کی اور پھر ان کو خوشی سے ساری رقم دے دی کہ ٹھیک ہے تم اس کو ضبط کرو۔ کسی بھی قسم کی آسانی سے فائدہ نہ اٹھایا۔

اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا خدام نے بھی لکھا کہ بڑی خاص توجہ ہم پر ہوتی تھی۔ ڈیوٹی دینے والوں کا شکریہ ادا کرتے تھے اور اس طرح شکر گزار ہوتے تھے جس طرح ہم نے ان پر بہت احسان کیا ہے۔ امتیاز حسین شاہد صاحب کراچی کے ڈرگ روڈ کے امیر ہیں کہتے ہیں کہ اگر میں ان کی شخصیت کو ایک کوزے میں بند کرنے کی کوشش کروں تو جو صفات سامنے آئیں گی وہ یہ ہیں عاجزی اور انکساری، عشقِ خلافت اور احترامِ نظام جماعت۔

پھر یہ کہتے ہیں کہ 2016ء میں کراچی میں امارات مقامی کا نظام قائم ہوا اور ان کا تقرر امیر کے طور پر ہو گیا۔ کہتے ہیں میں امیر صاحب ضلع کے پاس گیا کہ بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہو گئی ہے تو انہوں نے مجھے کہا کہ بھاری ذمہ داری تو ہے۔ لہٰذا ہمیشہ یاد رکھیں کہ کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو خلیفۂ وقت کو دعا کے لیے خط لکھ دیا کریں اور اللہ تعالیٰ پھر فضل فرماتا ہے اور کہا کہ میں بھی یہی کرتا ہوں۔ اس لیے بڑی باقاعدگی سے ان کے ہر ہفتے جمعہ سے پہلے اور کراچی کا ہر اہم جو کوئی بھی فنکشن ہوتا یا کوئی واقعہ ہوتا یا چندوں کے سال کے آخر ہوتے تو ضرور دعا کے لیے مجھے لکھا کرتے تھے۔

قائد خدام الاحمدیہ بلال حیدر ٹیپو کہتے ہیں کہ امیر صاحب کو سورۃ المؤمنون سے بہت لگاؤ تھا۔ اکثر خدام الاحمدیہ کے پروگرام میں تلاوت ہوتی تو مجھے کہتے، سورۃ المؤمنون تلاوت کروائیں اور پھر پیار سے نصیحت بھی کرتے کہ اس سورت کو، خاص طور پہ شروع کا حصہ غور سے پڑھا کرو۔

کہتے ہیں آج بھی جب میں سوچتا ہوں دل گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے اپنی نمازوں کی حفاظت کی، ہر لغویات سے پرہیز کیا اور انہوں نے ہمیں ایک مثال بن کر دکھایا کہ مومن فلاح کیسے پا سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو دوسری نصیحت مجھے یاد ہے وہ یہ کہ ایک دن مجھے اکیلے میں انہوں نے پیار سے کہا کہ میری زندگی کا یہ نچوڑ ہے کہ ہر ہفتے خلیفہ وقت کو خط ضرور لکھا کرو اور بڑے پیار سے مجھے یہ بات سمجھائی اور کہتے ہیں میں بھی اس سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔

خلافت کی اطاعت حقیقت میں بہت زیادہ تھی اور بڑا احترام تھا۔ خاندان کا ہی ایک فنکشن تھا وہاں کچھ ایسی باتیں ہوئیں جو مجھے پتا لگیں، میں نے ان کو بھی لکھا کہ آپ بھی وہاں موجود تھے اور اس طرح نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے امید نہیں تھی۔ اس پر ان کا خط آیا۔ اور پہلے تو معافی کا خط تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے لکھا کہ مجھے اس بات پہ خوشی بھی ہوئی کہ ہم آزاد نہیں ہیں۔ ہمیں کوئی احساس دلانے والا ہے، ہماری کوئی تربیت کرنے والا ہے اور ساتھ ہی انہوں نے میرا بڑا شکریہ بھی ادا کیا۔ رشتے میں بڑے تھے۔ رشتے کا تعلق تھا۔

خلافت سے پہلے میرا ان سے کافی احترام کا جو رشتہ تھا وہ تو قائم تھا ہی لیکن میرے خلیفۃ المسیح منتخب ہونے کے بعد انہوں نے انتہائی عاجزی سے بلکہ جب میں ناظرِ اعلیٰ ہوا ہوں، حضرت خلیفہ رابعؒ نے مقرر کیا تو اس وقت بھی بڑی عاجزی سے انہوں نے نظام کا احترام کرتے ہوئے میری عزت کی اور ہر طرح سے انہوں نے وفا اور عزت کا سلوک کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ جو ہے وہ خلیفہ عبدالعزیز صاحب نائب امیر جماعت کینیڈا کا ہے جو 9/ جولائی کو حرکتِ قلب بند ہو جانے کی وجہ سے 84/ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا تعلق جموں کشمیر کے مشہور احمدی خلیفہ خاندان سے تھا۔ ان کے والد حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحبؓ دادا حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونیؓ اور نانا حضرت عمر بخش صاحبؓ تینوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔

ان کے دادا کو سری نگر کشمیر کے محلہ خانیار میں حضرت عیسیٰ کی قبر دریافت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ ذکر فرمایا ہے۔ کینیڈا جماعت کے اولین ممبران میں سے تھے۔

1967ء میں پاکستان سے کینیڈا شفٹ ہوئے۔ پیشے کے طور سے وکیل تھے۔ پھر انہوں نے وہاں اپنی لاء فرم قائم کی۔ پھر جماعت کو بھی قانونی معاملات میں ہمیشہ مدد دیا کرتے تھے۔ کینیڈا جماعت میں ان کی خدمات کا عرصہ نصف صدی سے زائد ہے۔ کینیڈا کے پہلے نیشنل صدر تھے۔ پہلے صدر قضاء بورڈ تھے اور آخر دم تک نائب امیر کینیڈا کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔

2010ء میں ان کو حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انتہائی ملنسار، ہر دلعزیز، ہنس مکھ، معاملہ فہم، صائب الرائے اور ایک نیک، مخلص، باوفا انسان تھے۔ صحت کی خرابی کے باوجود اپنے مفوضہ فرائض آخر وقت تک بڑی ہمت سے ادا کرتے رہے۔ خلافت سے گہری محبت اور عقیدت کا تعلق تھا اور جو بھی یہاں سے ہدایت جاتی تھی ہمیشہ اس پہ بڑی کوشش کرتے تھے کہ عمل کریں۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ دے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ اگست 2019ء جلد 26 شمارہ 43 صفحہ 05 تا 10)

30

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ جولائی 2019ء بمطابق 26/ وفا 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح (مورڈن، سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی میں بدری صحابہ کا ذکر ہی کروں گا۔ پہلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت مُظَہِّر بن رَافِع رضی اللہ عنہ۔ حضرت مُظَہِّر کے والد کا نام رافع بن عدی تھا۔ حضرت مُظَہِّر کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو حارثہ بن حارث سے تھا۔ حضرت مُظَہِّر اور حضرت ظُہَیر رضی اللہ عنہ دونوں سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں حضرت رَافع بن خَدِیج رضی اللہ تعالیٰ کے چچا تھے۔
(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 324 حاشیہ، باب اسماء من شھد العقبہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

یعنی حضرت رَافع بن خَدِیج رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر آتا ہے جو بدری صحابی تو نہیں تھے لیکن ان کا بھی تاریخ میں ایک مقام ہے، ان کے یہ چچا تھے یعنی بھتیجے کا نام بھی رافع تھا اور باپ کا نام بھی۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختصر یہ بتا دوں کہ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں جانے کے لیے خود کو پیش کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عمری کی وجہ سے واپس بھیج دیا تھا اور اُحد کے دن ان کو شامل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ غزوۂ احد اور خندق اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ احد کے دن ایک تیر ان کی ہنسلی کی ہڈی میں لگا تھا۔ تیر تو نکال لیا گیا تھا لیکن اس کا اگلا حصہ ان کی وفات تک جسم کے اندر ہی رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمہارے لیے شہادت دوں گا۔ ان کی وفات عبد الملک بن مروان کے دورِ حکومت میں 74/ ہجری میں 86/ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 232-233 ، رافع بن خدیج، دارالکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

یہ تو ان کے بھتیجے کا ذکر تھا۔ حضرت ظُہَیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاتا ہوں۔ امام بخاریؒ نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت ظُہَیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے اور اس بھائی کا نام انہوں نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ بخاری کے شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت ظُہَیر رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام مُظَہِّر تھا۔ اسی طرح سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل کتاب سُبُلُ الْھُدٰی وَالرَّشَاد میں حضرت ظُہَیر رضی اللہ عنہ بن رافع کے ضمن میں لکھا ہے کہ بخاری کے مطابق ان کے بھائی حضرت مُظَہِّر بھی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ حضرت ظُہَیر میں نے کہا تھا۔ حضرت مُظَہِّر کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ ان کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابیں جیسے اُسد الغابہ، الاِصابۃ، الاِستیعاب وغیرہ جو ہیں ان میں حضرت مُظَہِّر کے حالات کے ضمن میں ان کے غزوۂ بدر میں شامل ہونے کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ان تینوں کتابوں میں حضرت مُظَہِّر کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ حضرت مُظَہِّر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب تسمیة من سمی من اهل بدر.....)(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری جلد7 صفحہ195، دارالفکر بیروت2010ء) (سبل الھدٰی والرشاد جلد 4 صفحہ 106، غزوہ بدر الکبرٰی، دارالکتب العلمیة بیروت 1993ء)(اسدالغابہ فی معرفة الصحابہ لابن اثیر جلد5 صفحہ185، مظہر بن رافع، دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)(الاصابة فی تمییز الصحابہ جزء6 صفحہ106، مظہر بن رافع دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد4 صفحہ 39، مظہر بن رافع، دارالکتب العلمیہ بیروت2002ء)

لیکن جو کتابیں ہیں وہ حضرت مُظَہِّر کو ثابت کرتی ہیں کہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے، اسی پر زیادہ تر اعتماد کیا جاتا ہے۔ یَحْیٰی بن سَہْل بن اَبُوحَثْمَہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُظَہِّر بن رَافِع حَارِثِی میرے والد کے پاس ملک شام سے چند طاقتور مزدور اپنے ساتھ لے کر آئے تا کہ وہ ان کی زمینوں میں کام کر سکیں۔ جب یہ خیبر میں پہنچے تو وہاں تین دن قیام کیا۔ وہاں یہود نے ان مزدوروں کو حضرت مُظَہِّر کے قتل پر اکسانا شروع کر دیا اور دو یا تین چھریاں مخفی طور پر انہیں دے دیں۔ جب حضرت مُظَہِّر خیبر سے باہر نکلے اور ثبار نامی جگہ پر پہنچے جو خیبر سے 6/ میل کے فاصلے پر واقع ہے تو ان لوگوں نے حضرت مُظَہِّر پر حملہ کر دیا اور پیٹ چاک کر کے انہیں شہید کر دیا۔ پھر وہ لوگ خیبر واپس چلے گئے جس پر یہود نے انہیں زادِ راہ اور خوراک دے کر روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ملک شام واپس پہنچ گئے۔ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر ملی تو فرمایا کہ میں خیبر کی طرف نکلنے والا ہوں اور وہاں موجود اموال کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اس کی حدود کو واضح کرنے والا ہوں اور زمینوں میں حدِ فاصل لگانے والا ہوں یعنی اس کا بدلہ لیا جائے گا اور یہود کو وہاں سے جلاوطن کرنے والا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس وقت تک ٹھکانہ دوں گا جب تک اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اللہ نے انہیں جلاوطن کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے پھر ایسا ہی کیا۔

(کنزالعمال جلد 4 صفحہ 509، اخراج الیھود، حدیث نمبر11505، مکتبہ مؤسسة الرسالہ)(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 4 صفحہ 39-40، مظہر بن رافع، دارالکتب العلمیہ بیروت2002ء) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ6، داراحیاء التراث العربی)

حضرت مُظَہِّر کی شہادت کا واقعہ 20/ ہجری میں پیش آیا تھا۔

(الکامل فی التاریخ لابی الحسن علی جلد2صفحہ410، باب ثم دخلت سنة عشرین، دارالکتب العلمیہ بیروت2006ء)

پھر اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت مالک بن قُدَامَہؓ ہے۔ حضرت مَالِک بن قُدَامَہؓ کے والد کا نام قُدَامَہؓ بن عَرْفَجَہ تھا جبکہ ایک روایت کے مطابق ان کے دادا کا نام حارث بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت مالک یعنی عَرْفَجَہ کے بجائے حارث بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت مالک کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو غَنَم سے تھا۔ حضرت مالک اپنے ایک بھائی حضرت مُنْذِر بن قُدَامَہؓ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت مالک غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے۔

(السیرة النبویہ لابن ھشام صفحہ466، الانصار ومن معھم من بنی غنم، دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء) (الطبقات الکبرٰی لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 367 مالك بن قدامہ۔دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت خُرَیم بن فَاتِکؓ ہے۔ حضرت خُرَیم بن فَاتِکؓ کا تعلق بنو اسد سے تھا۔ ان کے والد کا نام فَاتِک بن اَخْرَم یا اَخْرَم بن شَدَّاد بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان کی کنیت ابو یحیٰ جبکہ ایک روایت کے مطابق ابو ایمن بیان ہوئی ہے کیونکہ ان کے بیٹے کا نام حضرت ایمن بن خُرَیم تھا۔ حضرت خُرَیم بن فَاتِک اپنے بھائی حضرت سَبْرَہ بن فَاتِک کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 167 خُرَیم بن فَاتِک دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

ایک قول کے مطابق حضرت خُرَیمؓ صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ ایک غیر معروف روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خُرَیمؓ اور ان کے بیٹے حضرت ایمنؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب فتح مکہ کے بعد قبیلہ بنو اسد نے اسلام قبول کیا تھا جبکہ پہلی روایت زیادہ درست ہے کہ حضرت خُرَیمؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور امام بخاریؒ نے اپنی کتاب التَّارِیخ الکبیر میں ان کا بدری ہونا بیان کیا ہے۔ حضرت خُرَیمؓ بیٹے سمیت بعد میں کوفہ چلے گئے اور ایک روایت کے مطابق یہ دونوں رَقَّہ شہر جو دریائے فرات کے شرقی جانب ایک مشہور شہر ہے وہاں منتقل ہو گئے اور یہ دونوں اسی جگہ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں فوت ہوئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد2صفحہ236 خُرَیم بن فَاتِک،دارالفکر بیروت 2001ء)(التاریخ الکبیر ازابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری جلد 3صفحہ196،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2001ء)(معجم البلدان جلد 4صفحہ413-414)

حضرت خُرَیم بن فَاتِکؓ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اونٹ گم گئے تھے تو میں اپنے اونٹوں کو ڈھونڈھنے نکلا، ان کے نشانات کا پیچھا کرتے کرتے مجھے رات ہو گئی۔ چنانچہ میں نے انہیں اَبْرَقُ العَزَّاف یہ بنو اسد بن خزیمہ کے پانی پینے کی مشہور جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے بصرہ کے راستے پر ہے، وہاں جا کر پالیا تو میں نے انہیں وہیں باندھ دیا اور ان میں سے ایک اونٹ کی ران کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔ رات گزارنے کے لیے وہیں رہ گئے اور کہتے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ابتدائی زمانے کی بات ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس وادی کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں۔ اونچی آواز میں کہا۔ یہ اس زمانے میں ان کا رواج تھا۔ میں اس وادی کے عظیم کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضرت خُرَیمؓ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی طرح کہا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی ویران وادی میں رات گزارنے کی غرض سے داخل ہوتا تو اس کے اہل اور بیوقوفوں کے شر سے بچنے کے لیے یہ الفاظ کہا کرتا تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ جب میں یہ کہہ رہا تھا تو اچانک ایک پکارنے والے نے مجھے آواز دی اور یہ اشعار پڑھے کہ تیرا بھلا ہو تُو اللہ ذوالجلال کی پناہ مانگ جو حرام اور حلال کا نازل کرنے والا ہے۔ اللہ کی توحید کا اقرار کر پھر تجھے جِنَّات کی آزمائشوں کی کوئی پروا نہیں ہو گی۔ جب تُو اللہ کو یاد کرے گا تو کئی میلوں اور زمینوں اور پہاڑوں کی پنہائیوں میں جِنَّات کا مکر ناکام ہو جائے گا سوائے تقویٰ والے شخص کے اور نیک اعمال کے یعنی نیکیاں جاری رہیں گی۔ کوئی برائی نہیں آئے گی۔

حضرت خُرَیمؓ کہتے ہیں کہ میں نے جواباً کہا کہ اے پکارنے والے! تو جو کچھ کہہ رہا ہے کیا تیرے نزدیک وہ ہدایت کی بات ہے یا تُو مجھے گمراہ کر رہا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کی باتیں تو اَور تھیں۔ اور یہ تم توحید کی عجیب باتیں کر رہے ہو۔ اس نے کہا یہ اللہ کے رسول ہیں۔ بھلائیوں والے ہیں۔ یٰس اور حٰمٓ آیات لے کر آئے ہیں اور اس کے بعد

مُفَصَّلَات سورتیں بھی لائے ہیں جنہوں نے ہمیں یہ ساری باتیں بتائی ہیں اور جو بہت ساری چیزوں کو حرام قرار دینے والے ہیں اور بہت ساری چیزوں کو حلال قرار دینے والے ہیں۔ وہ نماز اور روزے کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو ان برائیوں سے روکتے ہیں جو گذشتہ دنوں کی برائیاں لوگوں میں موجود تھیں۔ یہ ان کو جواب ملا کہ اس طرح ہمیں توحید کا اعلان پتا لگا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں۔ حضرت خُرَیمؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تجھ پر رحمت کرے تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مَلَک بن مَالِک ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اہلِ نجد کے جِنّ یعنی سرداروں پر مقرر کر کے بھیجا ہے۔ یہ ان کی آپس میں بات چیت ہو رہی ہے۔ حضرت خُرَیمؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگر میرے لیے کوئی ایسا شخص ہو تا جو میرے اونٹوں کی کفالت کرتا، تو مَیں ضرور اس رسولؐ کے پاس جاتا، یہاں تک کہ اس پر ایمان لے آتا۔ ان کو توحید کی باتیں اچھی لگیں، مَلَک بن مَالِک نے کہا کہ میں ان کی، تمہارے اونٹوں کی ذمہ داری لیتا ہوں یہاں تک کہ میں انہیں تیرے اہل تک ان شاء اللہ صحیح سلامت پہنچا دوں گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک اونٹ تیار کیا اور اس پر سوار ہو کر مدینہ آ گیا۔ باقی اونٹ ان کے سپرد کر دیے۔ میں ایسے وقت میں پہنچا کہ جب لوگ نمازِ جمعہ میں مصروف تھے۔ جمعہ کا وقت تھا تو میں نے سوچا یہ لوگ نماز پڑھ لیں پھر میں اندر جاؤں گا کیونکہ میں تھکا ہوا تھا لہٰذا میں نے اپنی سواری کو بٹھا دیا۔ جب حضرت ابو ذرؓ باہر نکلے تو انہوں نے مجھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اندر آ جاؤ۔ پس میں اندر آ گیا۔ جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اس بوڑھے شخص کا کیا بنا جس نے تمہیں ضمانت دی تھی کہ تمہارے اونٹ صحیح سلامت تمہارے گھر پہنچا دے گا۔ اس نے تمہارے اونٹ تمہارے گھر صحیح سلامت پہنچا دیے ہیں؟ یہ سارا نظارہ جو تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی اطلاع دے دی۔ حضرت خُرَیمؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا اللہ اس پر رحم کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ اس پر رحم کرے۔ اس پر حضرت خُرَیمؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس طرح بڑے اچھے انداز میں وہ اسلام لے آئے۔

(المعجم الکبیر از حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، جلد4صفحہ 211 تا 213 حدیث نمبر4166، مکتبہ ابن تیمیہ قاھرہ)(السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 1صفحہ 379 ،مکتبہ دار المعرفہ بیروت لبنان1976ء)(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 68) (بلوغ الارب مترجم از ڈاکٹر پیر محمد حسن جلد3 صفحہ 135۔ اردو سائنس بورڈ لاہور 2002ء)

انہوں نے اپنا اسلام لانے کا یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت خُریم بن فاتِکؓ نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے۔ لباس اور وضع قطع میں خوبصورتی اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد ہفتم صفحہ 307 حضرت زید بن حارثہؓ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اسلام لانے سے پہلے نیچا ازار پہنتے تھے، لمبا پاجامہ یا جو نچلا لباس ہے وہ لمبا کر کے پہنتے تھے۔ لمبے بال رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں اس کے متعلق ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ حضرت خُریم بن فَاتِک سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے خُریم اگر تم میں دو باتیں نہ ہوتیں تو تم بہت اچھے شخص ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں وہ دو باتیں کون سی

ہیں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا تمہارا اپنے بال بڑھانا اور اپنا ازار لٹکانا یعنی ایسا لمبا پاجامہ پہننا جو فخر کے طور پر پہنا جاتا ہے۔ پس حضرت خُرَیم گئے اور اپنے بال کٹوا دیے اور اپنا ازار چھوٹا کر دیا۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم جلد 6 صفحه 2363 كتاب معرفة الصحابة، حديث6608 مكتبه نزار مصطفى الباز مكه المكرمه 2000ء)

ایک یہ روایت ہے اور ایک روایت تاریخ الکبیر میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن حَنْظَلِیَّہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خُریم اَسَدِی کتنا ہی اچھا شخص ہوتا اگر اپنے بال مونڈھوں تک نہ بڑھاتا۔ کندھے تک نہ لاتا اور اپنا ازار نہ لٹکاتا فخر کے طور پر۔ اپنا پاجامہ جو نچلا لباس ہے یا جو بھی نیچے لباس پہنا ہوتا ہے وہ زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضرت خُرَیمؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے اپنا چھوٹا استرا لیا اور اپنے بال کانوں تک کاٹ دیے۔ لمبے بالوں کی بجائے یہاں تک کاٹ دیے، اور اپنا ازار نصف پنڈلیوں تک اوپر کر لیا۔

(التاریخ الکبیر از ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری جلد 3 صفحہ 196 حدیث 3651، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)

کیونکہ وہ اس وقت لوگوں میں فخر کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بلاوجہ بلاضرورت لمبے بال رکھنے میں کیا حرج ہے۔ اتنے ہی پٹے کانوں کی لَو تک، رکھنے چاہئیں جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی طرح لمبے نہیں ہونے چاہئیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام کی فتوحات میں یہ شریک ہوئے تھے۔

(سیر الصحابہ جلد ہفتم صفحہ 307 حضرت زید بن حارثہ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)

حضرت قَیس بن ابو حَازِمؒ اور حضرت عَامِر شَعْبِی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَرْوَان بِن حَکَم نے حضرت اَیْمَن بن خُرَیمؓ سے کہا تم ہمارے ساتھ جنگ میں کیوں شریک نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا میرے والد اور میرے چچا غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے یہ تاکیدی حکم دیا تھا کہ میں کسی ایسے شخص سے نہ لڑوں جو کہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت ایمنؓ نے مروان بن حکم سے کہا کہ اگر تم میرے پاس آگ سے براءت لائے ہو تو مَیں تمہارے ساتھ جنگ میں شریک ہو جاؤں گا تو مروان نے کہا تم ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ پس وہ نکلے تو یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے کہ میں کسی شخص سے نہیں لڑوں گا جو قریش کے کسی دوسرے سلطان کی تعریف کرتا ہے۔ اس کے لیے اس کی سلطنت ہے اور میرے اوپر میرا گناہ۔ میں ایسی جہالت اور غصّے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کیا میں ایک مسلمان کو بغیر کسی جرم کے قتل کروں گا۔ اگر ایسا ہوا تو میں جتنی زندگی بھی جی لوں اس کا مجھے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

(المستدرك على الصحيحين للحاكم جلد3 صفحه 1004 كتاب معرفة الصحابة، ذكر خُرَيْم بن فَاتِك، حديث2667 مكتبه نزار مصطفى الباز مكه المكرمه 2000ء)

آج کل کے مسلمانوں کے عمل دیکھیں تو پتا لگتا ہے کہ یہ اصل تعلیم سے کتنی دُور جا چکے ہیں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے حضرت مَعْمَر بن حارِثؓ ان کا نام ہے۔ حضرت مَعْمَر بن حارِثؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو جُمَح سے تھا۔ ان کے والد کا نام حارِث بن مَعْمَر تھا اور والدہ کا نام قُتَیلہ بنت مَظْعُون تھا جو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ یوں حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت مَعْمَرؓ کے ماموں تھے۔ حضرت معمرؓ کے دو اَور بھائی تھے جن

کے نام حَاطِبؓ اور خَطَّابؓ تھے۔ یہ تینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت معمرؓ کا شمار اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوتا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 226 معمر بن الحارث دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)(سیر اعلام النبلاء لامام محمد بن احمد الذھبی جلد 1 صفحہ 144، الرسالۃ العالمیۃ 2014ء)

حضرت عائشہؓ بنت قُدَامَہ سے روایت ہے کہ بنو مَظْعُون میں سے حضرت عثمانؓ، حضرت قُدَامَہؓ، حضرت عبد اللہؓ اور حضرت سَائِبؓ بن عثمان بن مظعون اور حضرت مَعْمَر بن حارِثؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضرت عبد اللہ بن سَلَمَہؓ عَجْلَانِی کے گھر ٹھہرے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 302 عثمان بن مظعون ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معمرؓ کی مؤاخات حضرت مُعَاذ بن عَفْرَاءؓ کے ساتھ کروائی تھی۔ حضرت مَعْمَر بن حارِثؓ غزوۂ بدر، اُحد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ حضرت مَعْمَر بن حارِثؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں 23ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 307 معمر بن الحارث ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء) (البدایۃ و النھایۃ لابن کثیر جلد 7 صفحہ 139، ذِكْرُ مَنْ تُوُفِّيَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے ظُهَیر بن رَافِعؓ۔ پہلے صحابی حضرت مظہّر کا جو ذکر آیا تھا، یہ ان کے بھائی تھے۔ حضرت ظُهَیر انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو حَارِثَہ بن حارِث سے تعلق رکھتے تھے۔

(السیرۃ النّبویّہ لابن ھشام مَنْ شَهِدَ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ بْنِ الْحَارِثِ صفحہ 209 مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت ظُهَیر بن رَافِع کے بیٹے کا نام اُسَیْد تھا جنہیں صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حضرت ظُهَیر، رافع بن خَدِیج کے چچا تھے، حضرت رافع کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ حضرت ظُهَیر کی بیوی کا نام فاطمہ بنت بِشْر تھا جو بنو عَدِی بن غَنَم سے تھیں۔

(اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد3 صفحہ103 ظُهَيْر بن رَافِع دارالکتب العلمیہ بیروت 2008ء) (اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد1 صفحہ243 -244 أُسَيْد بن ظُهَيْر دارالکتب العلمیہ بیروت 2008ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 273 اسید بن ظُهَیر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت مُظَهِّر بن رَافِعؓ، حضرت ظُهَیر کے سگے بھائی تھے۔ دونوں بھائیوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد5 صفحہ 185 مُظَهِّر بن رَافِع دارالکتب العلمیہ بیروت 2008ء) (صحیح البخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمی من اھل بدر.....)

جو کہتے ہیں کہ نہیں یہاں یہ کہہ رہے ہیں اور اکثر تاریخیں یہ کہتی ہیں کہ دونوں بھائی شامل ہوئے تھے۔ حضرت ظُهَیر بیعت عقبہ ثانیہ اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔

(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد3 صفحہ 103 ظهير بن رافع، دارالکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

حضرت رافع بن خَدِیج اپنے چچا حضرت ظُهَیر بن رافع سے روایت کرتے تھے کہ حضرت ظُهَیر نے کہا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی بات سے منع فرمایا جو ہمارے لیے فائدہ مند تھی۔ میں نے کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی بجا تھا۔ ظُہَیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ آپؐ نے پوچھا تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہم انہیں ٹھیکے پر دے دیتے ہیں۔ زمینیں ہیں جو ہم اس شرط پر ٹھیکے پر دے دیتے ہیں کہ جو نالیوں کے قریب پیداوار ہو وہ ہم لیں گے یعنی جو پانی کے قریب جگہ ہے وہاں اچھی فصل ہو گی وہ ہم لیں گے اور کھجور اور جَو میں چند وسق کے حساب سے لیں گے۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع اڑھائی کلو کے قریب ہوتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ تم خود اس میں کاشت کرو یا ان میں کاشت کراؤ یا انہیں خالی رہنے دو۔ حضرت رافعؓ کہتے تھے کہ میں نے کہا میں نے سن لیا اور اب ایسا ہی ہو گا۔

(صحیح البخاری جلد4 کتاب الْحَرْثِ وَ الْمُزَارِعَۃ بَابُ مَا کَانَ مِن أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوَاسِی بَعْضُھُمْ بَعْضًا فِی الزِّرَاعَۃِ وَالثَّمَرَۃِ۔ حدیث 2339 و مترجم اردو ۔ صفحہ334۔ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)(لغات الحدیث جلدچہارم صفحہ51''وسق''۔لغات الحدیث جلد دوم صفحہ 113''صاع'')

اس کے بعد ہم خود کاشت کیا کرتے تھے یا ایسے طریقے سے لیتے تھے جہاں حق دار کو اس کا حق بھی مل جائے۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عَمْرو بن اِیَاسؓ ہے۔ حضرت عَمْروؓ یمن سے تعلق رکھتے تھے اور انصار کے قبیلہ بنو لَوْذَان کے حلیف تھے۔ ان کے والد کا نام اِیَاس بن عمرو تھا۔ دونوں ایک اَور قول، روایت یہ بھی ہے کہ ان کے دادا کا نام زید تھا۔ حضرت عمروؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت عمروؓ حضرت رَبِیع بن اِیَاسؓ اور حضرت وَرَقَہ بن اِیَاسؓ کے بھائی تھے اور ان تینوں بھائیوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 469 الانصار و من معہم / من بنی لوذان وحلفائہم، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء4 صفحہ 186 عمرو بن ایاس بن زید، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت مُدْلِج بن عَمْروؓ ہے۔ حضرت مُدْلِج بن عَمْرو کا نام مِدْلَاج بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بَنُو سُلَیم کے خاندان بَنُو حَجَر سے تھا۔ یہ بنو کبیر بن غَنْم بن دُوْدَان کے حلیف تھے جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق بَنُو عَمرو بن دُوْدَان کے حلیف تھے جو پھر آگے بَنُو عَبد شَمْس کے حلیف تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 53 مدلاج بن عمرو دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ460 "ذکر من حضر بدراً من المسلمین" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان2001ء) (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء سادس صفحہ 49 "مدلاج بن عمرو الاسلمی" دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان2005ء)

حضرت مُدْلِجؓ غزوۂ بدر میں اپنے دو بھائیوں حضرت ثَقْف بن عَمْروؓ اور حضرت مَالِک بن عَمْروؓ کے ہمراہ شامل ہوئے تھے۔ حضرت مُدْلِج بن عمروؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر، اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء رابع صفحہ 31-32 ''مدلاج بن عمرو السلمی'' دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء الخامس صفحہ 127 مدلج بن عمرو دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

حضرت مُدْلِج بن عمروؓ کی وفات پچاس ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں ہوئی تھی۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 53 "مدلاج بن عمرو"۔ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ ہے۔ حضرت عبداللہ کے والد کا نام سُہَیل بن عَمرو اور والدہ کا نام فَاخِتَہ بنتِ عَامر تھا۔ ان کے بھائی کا نام ابوجَنْدَل تھا۔ حضرت عبداللہ اپنے بھائی ابوجَنْدَل سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت عبداللہ کی کنیت ابو سُہَیل تھی۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیل کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو عَامِر بن لُؤیّ سے تھا۔ تاریخ کی جو کتاب ہے اس میں ابن اسحاق نے مہاجرین حبشہ ثانیہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ حبشہ سے لوٹے تو ان کے والد نے انہیں پکڑ کر ان کے دین سے ہٹا دیا یعنی زبردستی کی ان پہ۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ نے رجوع کا اظہار کیا اور آپؓ مشرکین کے ہمراہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بدر کی طرف روانہ ہوئے یعنی انہوں نے باپ کو کہا کہ ٹھیک ہے میں اس دین سے واپس آتا ہوں، اسلام سے توبہ کرتا ہوں۔ کہہ تو یہ دیا لیکن دل میں تسلی نہیں تھی۔ بہرحال مشرکین کے ساتھ بدر کی جنگ کے لیے آ گئے۔ حضرت عبداللہ اپنے والد سُہَیل بن عمرو کے ساتھ ان کے نفقہ اور انہی کی سواری میں سوار تھے۔ ان کے والد کو کسی قسم کا شک نہ تھا کہ اس نے اپنے دین کی طرف رجوع کر لیا ہے یعنی اسلام چھوڑ کے واپس آ گیا ہے۔ جب بدر کے مقام پر مسلمان اور مشرکین مقابلہ کے لیے آمنے سامنے ہوئے اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو حضرت عبداللہ بن سُہَیل مسلمانوں کی طرف پلٹ آئے اور لڑائی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یوں آپؓ بحالتِ اسلام غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر 27 سال تھی۔ حضرت عبداللہ کے ایسا کرنے کی وجہ سے ان کے والد سُہَیل بن عمرو کو شدید غصہ آیا۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے والد کے واسطے امان لی یعنی کہ ان کو معاف کر دیں۔ پناہ میں لے لیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپؐ میرے والد کو امان دیں گے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ وہ اللہ کی امان کی وجہ سے امن میں ہے۔ ٹھیک ہے اسے چاہیے کہ وہ باہر آ جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اردگرد احباب سے فرمایا جو شخص سُہَیل بن عمرو کو دیکھے تو اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ میری زندگی کی قسم ہے کہ یقیناً سُہَیل عقل مند اور شریف آدمی ہے اور سُہَیل جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ اٹھ کر اپنے والد کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ سُہَیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ بڑھاپے اور بچپن میں نیکوکار تھے۔ یوں حضرت عبداللہ کے والد سُہَیل نے اس موقعے پر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سُہَیلؓ امان والے واقعہ کے بعد کہتے تھے کہ اللہ نے اسلام میں میرے بیٹے کے لیے بہت زیادہ بھلائی رکھ دی ہے۔ حضرت عبداللہ جنگِ یمامہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور اسی جنگ میں بارہ ہجری میں دورِ خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ میں شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 38 سال تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے دورِ خلافت میں حج کے لیے مکہ تشریف لائے تو

حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ کے والد حضرت سُہَیل بن عمرو مکہ میں حضرت ابو بکرؓ سے ملنے آئے تب حضرت ابو بکرؓ نے ان سے ان کے بیٹے عبداللہ کی تعزیت کی۔ اس پر حضرت سُہَیلؓ نے کہا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید اپنے اہل میں سے ستر افراد کی شفاعت کرے گا تو میں یہ امید رکھتا ہوں کہ میرا بیٹا مجھ سے قبل کسی اور سے آغاز نہ کرے گا یعنی میں جب مروں تو وہ میری بخشش کی سفارش کرے۔ اسی طرح دوسری رائے کے مطابق حضرت عبداللہ بحرین کے علاقہ جُوَاثَاء میں 88 سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ جَوَاثَاء بحرین میں عَبْدُالْقَیْس کا قلعہ ہے جس کو عَلَاء بن حَضْرَمِی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں 12 ہجری میں فتح کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 216-217 عَبْدُاللّٰہ بِنْ سُھَیْل، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 107 عَبْدُاللّٰہ بِنْ سُھَیْل ،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ الجزء الثالث صفحہ 272 عَبْدُاللّٰہ بِنْ سُھَیْل ،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ الجزء الثانی صفحہ 585 سُھَیْل بن عمرو قرشی،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 84 دار احیاء التراث العربی بیروت)

بہرحال یہ دو روایتیں ہیں۔

حضرت یَزِید بن حارِثؓ صحابی ہیں جن کا اب ذکر ہو گا۔ حضرت یَزِید بن حارِثؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو اَحْمَر بن حَارِثَہ سے تھا۔ حضرت یَزِید کے والد کا نام حَارِث بن قَیس اور والدہ کا نام فُسْحُمْ تھا جو قبیلہ قَیْن بن جَسْر سے تعلق رکھتی تھیں۔ قَیْن یمن میں قُضَاعَہ کا ایک قبیلہ تھا۔ حضرت یزیدؓ اپنی والدہ کی نسبت سے یزید فُسْحُمْ اور یزید بن فُسْحُمْ کے نام سے بھی پکارے جاتے تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام باب الانصار و من معھم، من بنی احمر صفحہ 467 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جز 3 صفحہ 275 یزید بن حارث دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(الانساب للسمعانی جلد 10 صفحہ 545 حاشیہ از المکتبہ الشاملہ)

حضرت یزید بن حارِثؓ کے ایک بھائی عبداللہ بن فُسْحُم بھی تھے۔ ان کا نام 'ذوالشمالین' بھی تھا۔ حضرت عُمَیر بن عبدِ عمرو 'ذوالشمالین' کے بارے میں ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہیں ذوالشمالین اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بائیں ہاتھ سے زیادہ کام کرتے تھے۔

ذوالیدین کے لقب سے بھی یہ مشہور تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ دونوں ہاتھوں سے کام لیتے تھے اس لیے انہیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔ ان کا نام عُمَیر بن عَبدِ عمرو خُزَاعی تھا۔

جب وہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت یزید بن حارث کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ عمیر بن عبد عمرو کا یہ ذکر یا ذوالشمالین کا یہ ذکر اس لیے ہوا کہ ان کی مؤاخات یزید بن حارثؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ حضرت یزید اور حضرت ذوالشمالین دونوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور دونوں نے ہی اسی جنگ میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ نَوفَل بن مُعَاوِیَہ دِیْلِیؓ نے حضرت یزید کو شہید

کیا تھا اور ایک دوسرے قول کے مطابق قاتل کا نام طُعَیْمَہ بن عَدِیّ تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جز 3 صفحہ 275 یزید بن حارث دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء 6 صفحہ 511 یزید بن حارث دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 5 صفحہ 448-449 یزید بن حارث دار الکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 461 من حضر بدراً من المسلمین/ من بنی زھرۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الروض الانف جلد 5 صفحہ 299 من استشھد من المسلمین یوم بدر..... بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جز 3 صفحہ 124، ذوالیدین، دار احیاء التراث العربی بیروت 1990ء)

حضرت یَزِید بن حَارِثؓ نے جنگِ بدر کے روز اپنے ہاتھ میں کھجوریں پکڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ پھینک کر لڑائی شروع کی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء 6 صفحہ 511 یزید بن حارث دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عُمَیر بن حُمَامؓ ہے۔ حضرت عُمَیر بن حُمَامؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو سَلَمَہ کے خاندان بَنُو حَرَام بن کَعْب سے تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 476 ”من استشھد من المسلمین یوم بدر“ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

حضرت عمیر کے والد کا نام حُمَام بن جَمُوح اور والدہ کا نام نُوَار بِنتِ عَامِر تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء ثالث صفحہ 426 ”عمیر بن الحمام“۔دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُمَیر بن حُمَام، حضرت عُبَیْدَہ بن حَارِثْ مُطَّلِبِی کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی جنہوں نے مکے سے مدینہ ہجرت کی۔ یہ دونوں بدر کے دن شہید ہونے والوں میں شامل تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء رابع صفحہ 278 ”عمیر بن الحمام“ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء)

غزوہ بدر کے موقع پر جب مشرک قریب آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جنت کے لیے آگے بڑھو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عُمَیر بن حُمَامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جنت جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کیا آپؐ یہ فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا بَخٍ بَخٍ! یعنی واہ واہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بَخٍ بَخٍ کیوں کہہ رہے ہو، کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں صرف اس خواہش کی وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ میں جنت کے باشندوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کے باشندوں میں سے ہو۔ حضرت عُمَیر بن حُمَامؓ نے اپنی ترکش سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر آپؓ نے فرمایا اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہوں تو یہ بڑی لمبی زندگی ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر آپؓ نے وہ کھجوریں جو آپ کے پاس تھیں پھینک دیں اور کفار سے یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئے۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشھید حدیث نمبر 3506 ترجمہ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن جلد 10 صفحہ 102 تا 104)

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت عُمَیر بن حُمَام یہ رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے کہ

رَکْضًا اِلَی اللّٰہِ بِغَیْرِ زَادِ اِلَّا التُّقٰی وَ عَمَلَ الْمَعَادِ

وَالصَّبْرَ فِی اللّٰہِ عَلَی الْجِھَادِ اِنَّ التُّقٰی مِنْ اَعْظَمِ السَّدَادِ

وَ خَيْرُ مَا قَادَ اِلَى الرَّشَادِ وَ كُلُّ حَيٍّ فَاِلٰى نَفَادِ

کہ اللہ کی طرف سوائے تقویٰ اور آخرت کے اور کچھ زادِ راہ نہیں لے جاتا اور اللہ کی راہ میں جہاد پر ثابت قدم رہتا ہوں۔ بے شک تقویٰ عمدہ چیز ہے اور سب سے بہتر ہدایت کی طرف رہنما ہے اور سب زندہ فنا ہونے والے ہیں۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جزء رابع صفحه 278 "عُمَير بن حُمَام" دارالكتب العلمية بيروت لبنان2008ء)

اسلام میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید حضرت عُمَیر بن حُمَامؓ ہیں۔ انہیں خَالِد بن اعلَم نے شہید کیا یا بعض کے نزدیک سب سے پہلے انصاری شہید حضرت حارثہ بن قیسؓ تھے۔ دو روایتیں ہیں۔ بہر حال یہ دو بدر کے شہید تھے۔

(الطبقات الكبرٰى لابن سعد الجزءثالث صفحه 426 "عمير بن الحمام"۔دارالكتب العلمية بيروت 1990ء)(السيرة الحلبية جلد 2 صفحه 222باب ذكر مغازيهﷺ دارالكتب العلمية بيروت لبنان 2002ء)

حضرت حُمَید انصاریؓ ایک صحابی تھے جن کا اب ذکر کروں گا۔ حضرت زُبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینے کی پتھریلی زمین کے ایک کاریزہ یعنی کھیتوں کو پانی دینے والی جو چھوٹی نالی ہوتی ہے اس کے متعلق ان کا ایک انصاری شخص سے جھگڑا ہو گیا جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ جھگڑا فیصلے کے لیے آیا۔ وہ دونوں زمین کو اس کاریزہ سے پانی دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ زبیر تم پانی دو۔ (پہلے ان کی زمین تھی) پھر اپنے پڑوسی کے لیے اسے چھوڑ دو۔ پانی لگاؤ، پھر اس کا حصہ بھی اس کو دے دو اور آگے چھوڑ دو۔ وہ انصاری اس بات پہ ناراض ہو گیا۔ اس نے کہا یا رسولؐ اللہ! اس لیے آپ ان کے حق میں یہ فیصلہ دے رہے ہیں کہ وہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ پہلے تو احسان کے رنگ میں مَیں نے بات کی تھی کہ تھوڑا سا پانی دے کے اس کو چھوڑو۔

اب یہ حق والی بات آ رہی ہے کہ تم پانی دو اور اسے روکے رکھو یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک آ جائے۔ اپنے کھیتوں کو پورا پانی لگاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق دلوایا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے حضرت زبیر کو اپنی رائے کا اشارہ کر چکے تھے جس میں ان کے اور اس انصاری کے لیے بڑی گنجائش تھی۔ جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو صاف اور صحیح فیصلہ دے کر ان کا پورا حق دلا دیا۔ عُروہ نے کہا کہ حضرت زبیرؓ کہتے تھے کہ بخدا میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ آیت اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی ہے کہ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:66) کہ تیرے رب کی ہی قسم ہے ہر گز ہر گز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ تجھے ان باتوں میں حَکَم نہ بنائیں جو ان کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتی ہیں۔ پوری آیت بھی مَیں بتا دیتا ہوں اس طرح ہے کہ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:66) کہ تیرے رب کی قسم ہے

کہ جب تک وہ ہر بات میں جس کے متعلق ان میں جھگڑا ہو جائے تجھے حَکَم نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ تو کرے اس سے اپنے نفوس میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر فرمانبردار نہ ہو جائیں ہر گز ایماندار نہیں ہوں گے۔

الاصابۃ، اسد الغابۃ اور صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری میں یہ لکھا ہے کہ انصار کے جس شخص کی حضرت زبیرؓ سے تکرار ہوئی وہ حضرت حُمید انصاریؓ تھے جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی، جلد2 صفحہ112، حمید الانصاری، دارالکتب العلمیہ بیروت2005ء)(اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد2 صفحہ76، حمید الانصاری، دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الصلح باب اذا اشار الامام بالصلح..... حدیث نمبر2708، جلد5 صفحہ140، دارالفکر بیروت2010ء)

بہر حال بعض دفعہ شیطان چپکے سے حملہ کر دیتا ہے لیکن ان بدری صحابہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی بخشش کی گواہی دی اور اعلان کیا ہوا ہے۔

حضرت عَمرو بن مُعاذ بن نُعمان اَوسیؓ ایک صحابی تھے۔ حضرت عَمروؓ کے والد کا نام مُعاذ بن نُعمان اور ان کی والدہ کا نام کَبشَہ بنتِ رَافع تھا۔ حضرت **عَمرو بن مُعاذ انصاری**رضی اللہ عنہ **اَشْہَلِی** قبیلہ اَوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کے بھائی ہیں۔ انصار کے قبیلہ بَنُو عَبدِ الاَشْہَل سے تعلق رکھنے والوں کو اَشْہَلِی بھی کہا جاتا تھا۔ اس قبیلے سے ایک کثیر جماعت نے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عَاصِم بن عُمَر بن قَتَادَہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے حضرت عمرو بن معاذؓ اور مکے سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے والے حضرت عُمیر بن ابو وقاصؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔ عُمیر بن ابو وقاصؓ، حضرت سعد بن ابو وقاصؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عَمرو بن مُعاذؓ اپنے بھائی حضرت سعدؓ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عَمرو بن مُعاذؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ انہیں ضِرَار بن خَطَّاب نے شہید کیا۔ ضِرَار بن خَطَّاب نے جب حضرت عمرو بن معاذؓ کو نیزہ گھونپا جو ان کے جسم کے آر پار ہو گیا تو ان سے بطور استہزاء کہا کہ دیکھنا تم سے وہ شخص نہ چھوٹنے پائے جو حُورِ عِین سے تمہاری شادی کرائے۔ اس وقت ضِرار نے بڑا طنزیہ لفظ استعمال کیا۔ ضرار مسلمان نہیں ہوئے تھے اور فتح مکہ کے دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عَمرو بن معاذؓ کی عمر شہادت کے وقت 32 سال تھی۔ ضِرَار بن خَطَّاب بن مِرْدَاس کے والد خَطَّابؓ اپنے زمانے میں بَنُو فِہر کے رئیس تھے۔ اپنی قوم کے لیے ایک مسافر خانہ بنایا ہوا تھا۔ ضِرَار جنگ فُجَّار کے دن بنو محارب بن فہر کے سردار تھے۔ قریش کے شہ سواروں، بہادروں اور شیریں کلام شاعروں میں سے تھے۔ یہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے خندق پار کی تھی۔ ابنِ عساکر دمشقی نے تاریخ دمشق میں ان کا نام، بطور صحابی کے ان کا ذکر کیا ہے۔ ضرار حضرت ابو عبیدہ کے ہمراہ فتوحاتِ شام میں شریک تھے اور فتح مکہ کے دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کا اسلام لانا مشہور ہے اور ان کی نظم و نثر ان کے اسلام پر دلالت کرتی ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الرابع صفحہ 260 ''عَمْرو بن مُعَاذ اَلْأَنْصَارِی ''دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 447-448 ''ضِرَار بن خَطَّاب''دارالفکر بیروت لبنان2003ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 4 صفحہ 567

''عَمْرو بن مُعَاذ'' دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2005ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثالث صفحہ 279 «عَمْرو بن مُعَاذ الأَشْهَلِي، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثانی صفحہ 359'' عَمْرو بنِ مُعَاذ ''دار الفکر بیروت لبنان 2012ء)(الانساب از ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی الجزء الاوّل صفحہ 283–284 الطبعۃ الثانیۃ مکتبۃ ابن تیمیۃ2009ء)

حضرت مسعود بن رَبیعہ بن عمروؓ ایک صحابی ہیں۔ حضرت مسعود بن رَبِیعہؓ کا تعلق قبیلہ قَارَہ سے تھا اور آپؓ قبیلہ بنوزُہرہ کے حلیف تھے۔ حضرت مسعودؓ کی کنیت ابو عمیر تھی۔ حضرت مسعودؓ کے والد کا نام ربیع کے علاوہ رَبیعہ اور عامر بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مسعودؓ کے ایک بیٹے کا نام عبداللہ بھی ملتا ہے۔ حضرت مسعودؓ کے خاندان کو مدینہ میں بنو قَارِی کہا جاتا تھا۔ حضرت مسعود بن رَبیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لے آئے تھے۔ حضرت مسعود بن رَبیعہ نے جب مدینے کی طرف ہجرت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اور حضرت عُبید بن تَیِّہَانؓ کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا۔ حضرت مسعود بن رَبِیعہ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ تمام دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپؓ کی وفات تیس ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپؓ کی عمر 60/ سال سے زیادہ تھی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ460-461، من حضر بدرًا من المسلمین /من بنی زھرۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 89-90 مسعود بن ربیع ۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 154-155 ''مسعود بن ربیعہ''دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد6 صفحہ77 مسعود بن ربیعہ ،دارالفکر بیروت 2001ء)

اللہ تعالیٰ ان تمام صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور جو ان کی نیکیاں تھیں ہم بھی ان کو جاری رکھنے والے ہوں۔ اس کے بعد میں مختصراً صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگلے جمعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں برطانیہ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ اس کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ جن کی ڈیوٹیاں ہیں وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ان ڈیوٹیوں کو سرانجام دینے کی کوشش کریں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ صحیح طور پہ ڈیوٹیاں ادا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس سال شعبہ ٹرانسپورٹ کو اس لحاظ سے کچھ زیادہ کام کرنا پڑے گا اور پلاننگ بھی کرنی ہو گی کہ یہاں جماعتی قیام گاہوں میں جو مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو اسلام آباد جلسے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی چند دن لانے کا انتظام کرنا ہو گا اور ٹرانسپورٹ کا انتظام کرنا ہو گا۔ اس کے لیے میں نے افسر جلسہ سالانہ کو کہا تھا کہ پلاننگ کر لیں۔ امید ہے اس پہ کام شروع ہو گیا ہو گا تا کہ مہمان وہاں اسلام آباد میں بھی آ کے نمازیں ادا کر سکیں اور جلسے کے دنوں میں تو حدیقۃ المہدی میں یہاں سے انتظام ہوتا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کام احسن رنگ میں سب کو انجام دینے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16/ اگست 2019ء جلد 26 شمارہ 45 صفحہ 05 تا 09)

31

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ اگست 2019ء بمطابق 02/ ظہور 1398 ہجری شمسی
بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن، ہمپشائر۔ یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہمیں آج پھر جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ گذشتہ ماہ جرمنی کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ دنیا کی بڑی، مغربی ممالک کی جماعتوں میں سے کینیڈا کا جلسہ ہوا (جو جرمنی کے جلسے کے دنوں میں ہی تھا) پھر گذشتہ ماہ امریکہ کا جلسہ سالانہ ہوا اور دنیا کے اَور بھی بہت سارے ممالک میں جلسے ہوئے اور بڑی شان سے ہم ہر جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نصرت کے وعدے پورے ہوتے دیکھتے ہیں۔ تاہم یوکے کے جلسہ سالانہ کی اپنی ایک حیثیت اس لحاظ سے بن چکی ہے کہ دنیا کی نظر خاص طور پر اس طرف رہتی ہے، اپنوں کی بھی، غیروں کی بھی اور ہر ایک لحاظ سے اس جلسے کو بین الاقوامی جلسے کی حیثیت دی جانے لگی ہے۔ اور یہ جلسہ صرف اب یوکے کا جلسہ نہیں رہا گو کہ جیسا کہ میں نے جرمنی کے جلسے کے بارے میں بھی کہا تھا کہ اب جرمنی کا جلسہ بھی بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ بہت سے ملکوں کی وہاں بھی نمائندگی تھی اور حاضری کے لحاظ سے بھی شاید جرمنی کے جلسے کی حاضری یہاں سے زیادہ ہو، لیکن پھر بھی مرکزی جلسہ یوکے کا ہی ہے اور یہاں شمولیت کی باہر کے لوگوں کی کوشش زیادہ ہوتی ہے کیونکہ خلافت کا مرکز یہاں ہے۔ پس اس لحاظ سے دنیا کے مختلف ممالک سے اپنے بھی اور غیر بھی یوکے کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہاں جلسے کے کارکنان کی ذمہ داری بھی بہت بڑھ جاتی ہے اور پھر یہاں حدیقۃ المہدی میں جو یہ عارضی شہر بنایا گیا ہے اس کے انتظامات بھی خاص توجہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے جیسا کہ میں کارکنوں کو ان کی ڈیوٹیوں اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلایا کرتا ہوں تو اس وقت میں اس حوالے سے پہلے بات کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یوکے میں رہنے والے احمدی بوڑھے، جوان، بچے، عورتیں، لڑکیاں گذشتہ 35 سال سے جب سے کہ خلافت کا مرکز یہاں منتقل ہوا اور جلسوں کا انعقاد خلیفہ وقت کی موجودگی میں ہوا جلسے کے انتظامات کر رہے ہیں اور ڈیوٹیاں بڑی خوش دلی سے دے رہے ہیں۔ گو کہ جلسہ سالانہ کی تاریخ یوکے کی بھی بہت پرانی ہے لیکن اس وقت کے جلسے تو اب شاید یہاں کے ایک حلقے کی ماہانہ میٹنگ سے بھی تعداد کے لحاظ سے کم ہوتے ہوں گے۔ اس لیے میں نے گذشتہ 35 سالہ تاریخ کا حوالہ دیا ہے جو خلافتِ احمدیہ کے مرکز کی یوکے میں جلسوں کی تاریخ ہے۔

بہر حال ابتدا میں جو جلسے منعقد ہوئے ان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ خود بہت زیادہ رہ نمائی کرتے تھے۔ یہاں انتظامات بتانے کے لیے ان کو بہت محنت کرنی پڑی۔ پاکستان کے بعض عہدے داران کی بھی مدد لینی پڑی جنہوں نے یہاں کی انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کیا۔ لنگر کا انتظام ایک بہت بڑا انتظام ہے۔ یہاں وسائل اور سہولت بھی پاکستان کی طرح، اس طرح نہیں ہے جس طرح ہم کام کرنا چاہتے ہیں اس لیے شروع میں چار پانچ ہزار کا انتظام کرنا بھی ان کے لیے مشکل تھا اور اس طرح ہی تھا جس طرح کہ دو اڑھائی لاکھ کا انتظام کر رہے ہیں۔ میں خلافت کی یہاں ہجرت کے بعد پہلی دفعہ 1988ء کے جلسے میں شامل ہوا تھا اور اس وقت انتظامیہ کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ پانچ چھ ہزار کے لیے انتظام کرنا بھی ان کو کس قدر پریشانی میں ڈال رہا ہے۔ بہر حال آج ہم دیکھتے ہیں کہ انتظامات میں یہاں کے کارکنان شاید ربوہ کے کارکنان کی مدد کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ گذشتہ ہفتے کارکنان کے ساتھ جلسے کے انتظامات کی inspection کے بعد جو کھانا تھا اس میں میرے قریب ہی ربوہ سے آئے ہوئے ایک ناظر جو ناظر امور خارجہ ہیں اور جو نائب افسر جلسہ سالانہ بھی ہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانے کے بعد میں نے دیکھا کہ انہوں نے ربوہ سے آئے ہوئے ایک نمائندے کارکن کو بلایا اور کچھ باتیں کرتے رہے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ کیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے؟ کہنے لگے کہ لنگر کی یہ روٹی جو ہم کھا رہے ہیں یہ کوالٹی میں بڑی اچھی روٹی ہے اور ہم ربوہ میں روٹی پکانے کا جو ٹرائل کرتے ہیں۔ (وہاں بھی اللہ کے فضل سے مستقل ٹرائل ہوتے ہیں، لنگر خانے عارضی طور پر ایک آدھ دن کے لیے چلائے جاتے ہیں تا کہ مشینوں کو چالو رکھیں اور کام کی عادت بھی رہے، ڈیوٹیوں کی عادت بھی رہے۔ تو بہر حال کہتے ہیں کہ) وہاں ہماری جو روٹی ہے وہ اس معیار کی نہیں ہوتی تو کہنے لگے میں اس کارکن کو کہہ رہا تھا کہ یہاں کے روٹی پلانٹ والوں سے اس روٹی کے معیار کا پتا کریں کہ کس طرح بناتے ہیں؟ آٹے اور پانی کی نسبت کیا ہے؟ یہ آٹے اور پانی کی نسبت بڑا کاؤنٹ (count) کرتی ہے۔ ان سے نسخہ پوچھو۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ہمارے یہاں کام کرنے والے اپنے تجربات کے بعد اتنے ماہر ہو گئے ہیں کہ ان کی روٹی ربوہ کے افسران کو بھی پسند آنے لگ گئی ہے۔

اس دفعہ روٹی پلانٹ میں کام کرنے والے نوجوان انجنیئرز نے آٹا گوندھائی کی مشین میں بھی بعض improvements کی ہیں جس سے آٹا نکالنے میں مزید آسانی پیدا ہوئی ہے۔ روٹی پلانٹ کے انچارج اور نوجوان انجینئر جو واقف نو بھی ہیں اور اس پر کام کر رہے ہیں وہ اور ان کی ٹیم کے افراد بھی اب اس کوشش میں ہیں کہ اس کو مزید بہتر کیا جائے اور آٹا گوندھائی کی مشین سے لے کر پکوائی کی مشین تک براہِ راست آٹا پہنچتا رہے اور اس وقت کارکنوں کو بالٹیوں کے ذریعہ جو آٹا پہنچانا پڑتا ہے وہ واسطہ جو ہے وہ ختم ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس آٹومیشن کی وجہ سے کارکنوں کو خدمت سے محروم کر دیں گے۔ یہ کارکن دوسری بہتر خدمت پر لگا دیے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہی ہمارا جماعت کا امتیاز ہے کہ بچپن سے لے کے بڑے ہونے تک ہمارے کارکنان بڑی خوش دلی سے ہر کام میں اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہر حال یہ بیان کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ کہاں تو وہ وقت تھا کہ چار پانچ ہزار کو کھانا کھلانا انتظامیہ کے لیے ایک چیلنج ہوتا تھا اور نوے فیصد

روٹی بازار سے خریدی جاتی تھی۔ ایک چھوٹا سا سیکنڈ ہینڈ روٹی پلانٹ لیا گیا تھا جو تھوڑی تھوڑی دیر بعد خراب بھی ہوتا رہتا تھا۔ انجنیئرز مستقل اس کے اوپر بیٹھے رہتے تھے اور اس میں ہمارے بزرگ پرانے انجنیئرز ہیں وہ کافی کام کرتے رہے اور وہ پلانٹ صرف چند ہزار روٹی پکاتا تھا اور وہ بھی گول نہیں ہوتی تھی۔ اسی طرح پیٹا بریڈ pita) (bread کی طرح ہوتی تھی اور کہاں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پینتیس چالیس ہزار افراد کے لیے یہ خود روٹی پکاتے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں روٹی پکتی ہے اور اس کو الٹی میں ہے جو میں نے چیک بھی کی، لوگوں کو بھی پسند آئی اور وقتاً فوقتاً میں اس روٹی کو چیک کرتا بھی رہتا ہوں، وہ اس سے بہت بہتر ہے جو پہلے روٹی پکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو جو یہ کام کر رہے ہیں ان کے ہنر میں بھی اضافہ کرے اور ان کو عقل بھی دے اور اس میں مزید بڑھاتا چلا جائے کہ جلسے کے مہمانوں کی پہلے سے بڑھ کر خدمت کرنے والے ہوں۔

اسی طرح لنگر خانے میں جو کھانا پکانے کی ٹیمیں ہیں وہ اپنے اپنے انچارج صاحبان کے ساتھ بڑی محنت اور لگن سے کام کر رہی ہیں۔ کھانے کا معیار جو ہے وہ بھی بہت بہتر ہے۔ اللہ کرے کہ ان تین دنوں میں بھی یہ بہتر رہے۔

پھر لنگر خانے کے حوالے سے دیگیں دھونے کا شعبہ ہے۔ یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہے۔ ان کو چند سال پہلے جرمنی سے ہمارے احمدی انجنیئرز کی بنائی ہوئی دیگیں دھونے کی مشین منگوا کر دی گئی تھی۔ جرمنی والے تو ان کو بڑا پسند کرتے ہیں۔ وہاں بڑی کامیاب ہے اور وہ اس کے بڑے قائل ہیں کہ بڑی جلدی یہ مشین دیگ دھو کر خود ہی باہر نکال دیتی ہے۔ یہاں ہمارے اس شعبہ نے دو تین سال تک تو اُس مشین کو استعمال کیا اور اس کے ساتھ ہاتھ سے بھی دیگیں دھوتے رہے، یہ کام جاری رہا اور میرے کہنے پر کہ اس مشین کو ضرور استعمال کرنا ہے انہوں نے کیا لیکن گذشتہ سال سے انہوں نے بڑی منت سے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمیں ہاتھ سے ہی دھونے دیں کہ ہم کم وقت میں یہ دیگیں دھو لیتے ہیں بلکہ 3/1 وقت میں دھو لیتے ہیں یعنی جتنی دیر میں مشین ایک دیگ دھوتی ہے ہم تین دیگیں دھو لیتے ہیں اور دھوتے بھی اس سے صاف اور بہتر ہیں۔ میں نے ان کے انچارج کو مذاقاً اس دن کہا تھا کہ لگتا ہے کہ آپ نے اس شعبے میں کوئی جن رکھے ہوئے ہیں جو اتنی صفائی کر جاتے ہیں کیونکہ جرمنی والے ابھی تک اس بات کو ماننے کو تیار نہیں کہ اتنے کم وقت میں کوئی دیگ دھو سکتا ہے۔ بہرحال اس شعبے میں یہ لوگ بڑی محنت کا کام کر رہے ہیں۔ ایک تو ہے کہ محنت کرنا، وقت لگا دینا اور یہ صرف محنت نہیں کر رہے بلکہ یہ بڑی مشقت کا کام بھی ہے۔ پاکستان میں، قادیان میں تو یہ کام مزدوروں سے مزدوری دے کر کروایا جاتا تھا لیکن یہاں بڑے اخلاص اور جذبے سے کارکن یہ کام کرتے ہیں۔

پھر کھانا کھلانے کا شعبہ ہے۔ اس میں بھی اس دفعہ انہوں نے بہتری کی کوشش کی ہے۔ یہاں جگہ بھی، مارکیاں بھی بڑی کی ہیں تاکہ مہمانوں کو آرام سے اور کم وقت میں کھانا کھلایا جا سکے۔

پھر دوسرے شعبے ہیں نظافت اور صفائی کا شعبہ ہے، کار پارکنگ کا شعبہ ہے، ٹریفک کا شعبہ ہے۔ جلسہ گاہ کے اندر مختلف اَور شعبہ جات ہیں۔ سیکیورٹی کا ایک بہت بڑا اہم شعبہ ہے اور اسی طرح اَور متفرق شعبے ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر ہر شعبہ ہی بڑا اہم ہے۔ ان تمام شعبوں میں کام کرنے کے لیے ہزاروں کارکنان جو ہیں ان کو کام کرنے

کی توفیق مل رہی ہے۔ اسی طرح کارکنات ہیں ان کو کام کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو احسن رنگ میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس طرح کہ میں ہمیشہ کارکنوں کو کہا کرتا ہوں کہ جس شوق اور جذبے سے آپ نے اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے پیش کیا ہے۔ آپ کا کام ہے کہ اس جذبے کو آخر وقت تک قائم رکھیں۔ جلسے کے بعد بھی وائنڈ اپ (wind up) کا شعبہ ہو گا اور اس میں ایک ہفتہ تقریباً کام کرنا پڑتا ہے۔

اور اس بات کا اظہار کہ آپ نے جذبے کو قائم رکھا ہے آپ لوگوں کے چہروں کی مسکراہٹوں اور مہمانوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آنے سے ہو گا۔ پس کارکنان اور کارکنات جو اس جلسے کے مہمانوں کی خدمت پر مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں ان کو اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے وہ اس جلسے میں دوہرا ثواب کما رہے ہیں اور برکات سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ایک جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر اس جلسہ سالانہ کی جو برکات ہیں اس سے فیض پا کر اور دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کر کے ان برکات کو حاصل کر رہے ہیں۔

مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔ اتنی پسند ہے کہ اس کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی دو مرتبہ فرمایا ہے۔ اگر مہمانوں کو کھانا پیش کرنا کوئی معمولی بات ہوتی تو مہمانوں کے آنے کے ذکر پر ہر دفعہ ان کو کھانا پیش کرنے کا ذکر نہ ہوتا۔ اور پھر یہ کہ سلام، دعا کے بعد جو پہلا کام کیا وہ فوری طور پر بھنا ہوا بچھڑا پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (ھود:70) پھر وہ بھنا ہوا بچھڑا بڑی جلدی سے لے آیا۔ اس زمانے میں جو خاطر ہو سکتی تھی وہ کی اور اپنے جانور ذبح کر کے انہیں مہمانوں کے سامنے پیش کرنا بھی بہت بڑی خاطر تھی اور وہاں فوری طور پر مہیا بھی ہو سکتی تھی۔ اس وقت جو مہمان نوازی کا طریق تھا، اس کا جو اعلیٰ معیار تھا وہ دکھایا گیا۔ آج کل کے حالات کے مطابق جو مہمان نوازی ہے وہ ہمیں کرنی چاہیے۔ یہاں بھی مہمان کی ایسی ہی خاطر داری کرنی چاہیے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ضرور محنت سے کی جائے اور بڑی محنت سے بچھڑے تلاش کیے جائیں بلکہ جو آسانی سے اور جلد مہیا ہو سکے وہ ہمیں کرنا چاہیے۔ ان کو وہ آسانی سے اور جلد مہیا بھی ہو سکتا تھا اور اعلیٰ مہمان نوازی بھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس بارے میں ہمارے سامنے ہے۔ اگر کھجوریں میسر ہیں تو وہ پیش کر دیں۔ اگر گوشت یا کوئی اَور اچھا کھانا ہے تو وہ پیش کر دیا۔ اگر بکری کا دودھ ہے تو وہ پیش کر دیا۔ اگر اپنے پاس کچھ نہیں ہے تو صحابہ کو فرمایا کہ اس مہمان کو اپنے گھر لے جاؤ اور ان کی مہمان نوازی کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والوں کو جن تین باتوں کے کرنے کا فرمایا ہے وہ سب ایسی ہیں جو ایک دوسرے کے حقوق سے تعلق رکھتی ہیں، معاشرے کو پُر امن بنانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اچھی بات کرو یا خاموش رہو۔ فضول قسم کی باتیں کر کے بدامنی پیدا نہ کرو۔ آپس میں رنجشیں پیدا نہ کرو۔ ایک مومن لغو اور بیہودہ باتیں نہیں کرتا۔ دوسرے یہ کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرو کہ

پڑوسی کا بہت بڑا حق ہوتا ہے کہ اس کی عزت کی جائے اور اس کا خیال رکھا جائے۔ یہاں جو اس جلسے میں شامل ہونے والے ہیں، آنے والے مہمان بھی، کام کرنے والے بھی اور مہمانوں کے لیے جو کارکنان کام کر رہے ہیں وہ سب ایک دوسرے کے پڑوسی بھی ہیں۔ پس اس لحاظ سے مہمانوں کو بھی کام کرنے والوں کی عزت اور احترام کرنا چاہیے اور کارکنوں کو بھی مہمانوں کی عزت اور احترام کرنا چاہیے۔ پھر آپس میں جو ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو وہ عزت و احترام سے پیش آئیں اور تیسری بات یہ بتائی کہ اپنے مہمان کا احترام کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضیف ..... الخ حدیث47)

اب یہ خاص طور پر میزبانوں کے لیے ہے۔ ایک حسین اور پُرامن معاشرے کے قیام کے لیے یہ بنیاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے یہ حکم ہیں اور مومن کی یہ نشانی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب زیادہ مہمان آتے تھے تو صحابہ میں بانٹ دیا کرتے تھے اور پھر مہمانوں سے پوچھا بھی کرتے تھے کہ کیا تمہارے بھائیوں نے تمہاری مہمان نوازی اچھے طور پر کی اور پھر صحابہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھے، آپؐ سے فیض پانے والے تھے وہ ایسی مہمان نوازی کرتے تھے کہ مہمان جواب دیا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارے میزبانوں نے اپنے سے بہتر رکھا اور اپنے سے بہتر کھلایا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 357 حدیث 15644 مطبوعہ عالم الکتب بیروت1998ء)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مہمان نوازی کے یہ طریق تھے۔ گو وہ بھی دین سمجھنے کے لیے اور دین کا علم حاصل کرنے کے لیے آیا کرتے تھے اور یہاں جو آنے والے ہیں وہ بھی اسی مقصد کے لیے آ رہے ہیں اور ہم اسی بات پر مقرر کیے گئے ہیں کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے پر خالصۃً دینی جلسے میں شمولیت کے لیے آ رہے ہیں ہم ان مہمانوں کی خاص طور پر مہمان نوازی کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ نے جماعت کے وسائل میں بھی پہلے سے بہت زیادہ کشائش پیدا کر دی ہے اور جماعتی نظام کے تحت بھی مہمان نوازی ہوتی ہے بلکہ بعض گھروں میں ٹھہرے ہوئے مہمانوں کے لیے بھی گھر والوں کو اجازت ہے اور اس کا انتظام ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری لنگر سے اپنے مہمانوں کے لیے کھانا لے جا سکتے ہیں، لے جانا چاہیں تو لے جائیں لیکن صحابہ کے حالات تو ایسے نہیں تھے کہ ان کے لیے کوئی مرکزی انتظام بھی ہوتا۔ وہ بھی کوئی نہیں تھا اور ان کے ذاتی حالات بھی شروع میں اکثر کے ایسے نہیں تھے کہ ان کو کشائش ہو۔ بلکہ ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بچوں کو بھی بھوکا سُلا دیا، خود بھی میاں بیوی بھوکے رہے اور مہمان کو جو تھوڑا بہت کھانا تھا وہ کھلا دیا اور پھر ان کے اس فعل کو اللہ تعالیٰ نے بھی خوب سراہا اور ان کی اس بات پر خوش ہوا اور ایسا واقعہ ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خاص واقعے کی اطلاع دی۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب الانصار باب قول اللہ ویؤثرون علی انفسھم...الخ حدیث3798)

پس وہ لوگ جن کا اسوہ ہمیں اپنانے کا حکم ہے، قربانی کر کے مہمان نوازی کیا کرتے تھے اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں بہت سے افراد ہیں جو قربانی کے جذبے سے

مہمان نوازی کرتے ہیں اور یہی ہمیں کرنی چاہیے۔ باوجود جماعتی سہولت کے بعض لوگ خود مہمان نوازی کرنا چاہتے ہیں۔ کارکنان جو ڈیوٹی پر ہیں، کسی بھی خدمت پر مامور ہیں انہیں چاہیے کہ ان میں سے بعض نہیں بلکہ ہر ایک سو فیصد قربانی کے جذبے سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مہمان نوازی کرے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اب بھوک کی قربانی تو ہم سے نہیں مانگی جارہی۔ اس وقت جو قربانی ہے اور کارکنان جو قربانی کرتے ہیں وہ وقت کی قربانی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جذبات کی قربانی بھی مانگی جاتی ہے۔ بعض دفعہ مہمان نامناسب رویّہ دکھا دیتے ہیں تو اس حالت میں جذبات کی قربانی کرنی پڑتی ہے، صبر کرنا پڑتا ہے، خاموش ہونا پڑتا ہے۔

اس لیے خاموش ہونا پڑتا ہے کہ ہمیں مہمانوں پر حسن ظنی ہے کہ یہ لوگ نیک نیتی سے دینی اور روحانی پیاس بجھانے کے لیے آئے ہیں۔ شاید کسی غلط فہمی کی وجہ سے انہوں نے زیادتی کا رویہ دکھایا ہو اس لیے ہم معذرت کر کے چاہے اپنی غلطی نہ بھی ہو ان کا کام کر دیتے ہیں اور یہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو اس زمانے میں ہمیں مہمانوں کے لیے دکھانے چاہئیں اور جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے آپ کی مہمانوں کی دل داری اور مہمان نوازی کے اعلیٰ معیار قائم کیے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ایک دفعہ جب دور دراز کے ایک علاقے سے آئے ہوئے مہمان لنگر خانے کے کارکنوں کے انکار کی وجہ سے کہ ہم آپ کا سامان نہیں اتاریں گے ناراض ہو کر واپس چلے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس بات کا پتا چلا تو بیان کیا جاتا ہے کہ آپؑ ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل تھا جیسے کوئی بہت ہی ہنگامی صورتِ حال پیدا ہو گئی ہو جلدی جلدی ان کے پیچھے پیدل چلے گئے۔ وہ لوگ ٹانگے پہ جارہے تھے۔ بہرحال ان لوگوں نے جب دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لارہے ہیں۔ ان کو آتے دیکھا تو ٹانگہ کھڑا کر دیا اور ٹانگے سے اترے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے معذرت کی اور واپس چلنے کو کہا اور ان کا ٹانگہ واپس موڑا اور انہیں کہا کہ آپ ٹانگے پر بیٹھ جائیں اور میں آپ کے ساتھ ساتھ پیدل چلتا ہوں۔ بہرحال مہمان بھی شرمندہ ہوئے اور ٹانگے پر نہ بیٹھے بلکہ پیدل ہی چلتے رہے۔ آخر جب لوگ واپس لنگر خانے آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ان کا سامان اتارنا شروع کیا۔ اس کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس پر وہ خدام جو پہلے ہی شرمندہ ہو رہے تھے فوری طور پر آگے بڑھے اور ان مہمانوں کا سامان اتارا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت تک وہاں موجود رہے جب تک کہ ان کی رہائش اور کھانے کا تسلی بخش انتظام نہیں ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 56-57 روایت نمبر 1069)

آپؑ نے اپنے کارکنوں کو ایک موقعے پر فرمایا کہ دیکھو بہت سے مہمان آئے ہوتے ہیں۔ بعض کو تم پہچانتے ہو بعض کو نہیں۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاحترام جان کر ان کی تواضع اور خدمت کرو۔ فرمایا تم پر میرا حسنِ ظن ہے کہ مہمان کو آرام دیتے ہو۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 226)

پس یہ حسن ظن ہم نے آج بھی قائم رکھنا ہے۔

اس کے بعد میں مہمانوں کو بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ایک بات تو پہلے میں نے کی کہ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا سب کا فرض ہے، مہمانوں کا بھی، میزبانوں کا بھی۔ جہاں اسلام ہمیں مہمانوں کی عزت اور تکریم کا حکم دیتا ہے تو ساتھ ہی مہمانوں کو بھی حکم دیتا ہے کہ تم زیادہ بوجھ میزبان پر نہ بنو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے ہاں زیادہ لمبا مہمان ٹھہرنا جو ہے اور گھر والے پر جو بوجھ بنتا ہے وہ اسی طرح ہے جس طرح تم صدقہ لے رہے ہو۔ (صحیح البخاری کتاب الادب باب اکرام الضیف...الخ حدیث 6135)

ہر ایک کے حالات ایسے نہیں ہوتے کہ شروع سے آخر تک ایک جیسی مہمان نوازی کر سکے تو مہمان کو بھی حکم ہے کہ تم بھی گھر والوں کا خیال رکھو۔ اگر زیادہ قیام ہے تو پھر اس طرح رہو جس طرح گھر والا رہتا ہے اور گھر والوں کی کام کاج میں بھی کوئی مدد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی کر دینی چاہیے ان ملکوں میں تو خاص طور پر۔ عموماً تو لوگ کرتے ہیں اور یہی ایک خوبصورت معاشرے کے لیے ضروری ہے۔ جہاں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ دوسرا شخص ہم پر بوجھ ہے وہاں خلوص اور محبت میں کمی آجاتی ہے اور جب اس میں کمی آجائے تو پھر حالات پُرسکون نہیں رہتے۔ پس مہمان کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مہمان کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے ذمہ جو فرائض ہیں ان کو ادا کرے۔ اگر مہمان کا حق ہے کہ مہمان نوازی کی جائے تو میزبان کا بھی حق ہے کہ مہمان اس کا حق ادا کرے اور اس پر بوجھ نہ بنے۔ مہمان کے اس حق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند روز تک محدود کیا ہے۔ یہاں انتظامیہ کو میں یہ بھی کہہ دوں کہ ہمارے جلسہ پر آئے ہوئے جو مہمان ہیں اگر ایک مہینہ بھی ٹھہرتے ہیں تو ہم نے ان کی مہمان نوازی کرنی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھیں کہ تین یا چار دن کے بعد ہم نے مہمان نوازی ختم کر دینی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کاموں کے حوالے سے لنگر خانے کے قیام کو بھی اپنی شاخوں میں سے ایک شاخ قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 221)

اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر میں آنے والوں کے ساتھ جب بھی وہ آئیں جلسے کے دنوں میں نہیں عام حالات میں بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔

پھر ایک حکم حسین معاشرے کا جس پر مہمانوں کو خاص طور پر اس جلسے کے ماحول میں عمل کرنا چاہیے وہ ہے سلام کو رواج دینا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں جانے والوں کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی تھی کہ وہ سلام کو رواج دینے والے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان لا یدخل الجنۃ...الخ حدیث 54)

پھر آپؐ نے فرمایا کہ جسے تم جانتے ہو یا نہیں جانتے تم ان کو سلام کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب افشاء السلام من الاسلام حدیث 28)

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جلسے کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بیان فرمایا تھا کہ تا کہ لوگ جمع ہوں اور اس طرح جمع ہونے سے محبت کا رشتہ اور تعارف کا ذریعہ آپس میں بڑھے۔

(ماخوذ از آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 352)

پس سلام اس محبت اور تعارف کے ذریعہ کو بڑھانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ بھائی چارے اور تعارف کو بڑھانے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے اور اس کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جن کی آپس کی رنجشیں ہیں کسی

بھی وجہ سے وہ بھی دور ہوں گی۔

پھر یہاں جو لوگ آئے ہیں وہ خالصۃً للہ آئے ہیں اور اسی سوچ کے ساتھ آنا چاہیے۔ ان کے آنے کا ایک للّٰہی مقصد ہے۔ دینی اور علمی اور روحانی پیاس کو بجھانے کے لیے آئے ہیں یا اس کے حصول کے لیے آئے ہیں اور یہ مقصد جیسا کہ میں نے کہا یہی ہونا چاہیے۔ تو پھر آپس کے تعلقات کو بھی ہر ایک کو بہتر کرنا چاہیے اور رنجشوں اور نفرتوں کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جلسے میں آکر اس مقصد کو پورا کرنے کی بھی کوشش ہونی چاہیے کہ "دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے۔" (آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351)

پس اس محبت کے حصول کے لیے جلسے کے پروگرام میں خاص طور پر شامل ہوں اسے سنیں، غور کریں۔ جلسے کے دوران بھی اور چلتے پھرتے بھی ذکرِ الٰہی کرتے رہیں اور نماز باجماعت خاص فکر اور توجہ سے ادا کریں اور نوافل اور تہجد پڑھنے کی طرف بھی توجہ دیں۔ خاص طور پر جن کا یہاں قیام ہے وہ اس ماحول کو پاکیزہ تر کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔ اپنی حالتوں میں بہتری پیدا کرنے کی کوشش کریں اور جو صبح سے لے کر شام تک آتے ہیں ان کا بھی فرض ہے کہ اس مقصد کو پورا کرنے والے بنیں جو جلسے کا مقصد ہے اور وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں بڑھائی جائے۔

اور یہ بہت بڑا کام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سپرد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت ہمارے دلوں پر غالب آجائے۔ اگر جلسے میں شامل ہونے والے اس مقصد کو سامنے رکھ کر اس کے حصول کی بھرپور کوشش کریں گے تو سمجھیں آپ نے اپنے مقصد کو پالیا، جلسے میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا اور پھر رہائش اور کھانا تو ضمنی چیزیں بن جائیں گی۔ اصل مقصد یہ ہو گا کہ ہم نے اپنی روحانی حالت کو بہتر سے بہتر کرنا ہے، اس کو ترقی دینی ہے۔ اگر یہ حاصل ہو گیا تو جیسا کہ میں نے کہا جلسے پر آنے کے مقصد کو پالیا۔

اسی طرح انتظامی لحاظ سے مہمان اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ عارضی اور وسیع انتظام میں بعض کمیاں رہ جاتی ہیں۔ اگر کہیں ایسی صورت دیکھیں تو صَرفِ نظر کریں۔ کارکنوں کو تو میں نے کہا ہے کہ وہ کسی سختی کو اگر کسی کی طرف سے مظاہرہ ہو تو برداشت کریں لیکن مہمانوں کا بھی کام ہے، شامل ہونے والوں کا بھی کام ہے کہ کمزوریوں سے صرفِ نظر کریں اور اگر ایسی کمیاں دیکھیں تو کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض مہمان اگر ضرورت ہو تو بڑے شوق سے خود میزبان بن کر کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً غسل خانوں کی صفائی ہے۔ اگر زیادہ رَش ہو اور ڈیوٹی پر متعین کارکن پوری طرح صفائی کا انتظام نہ کر سکیں تو بعض مہمان خود ان ڈیوٹی والوں کے ساتھ یہ کام کرنے لگ جاتے ہیں اور یہی جذبہ ایک احمدی میں ہونا چاہیے اور یہی وہ حقیقی روح ہے جو آپس کے پرخلوص معاشرے کو قائم کرتی ہے۔ مہمان صرف کارکنان کو آزمانے اور امتحان لینے میں اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ اگر ضرورت ہو تو ہر شعبے میں جیسا کہ میں نے کہا مددگار بن جائیں۔

اسی طرح پارکنگ وغیرہ میں بھی بعض دفعہ رَش کی صورت میں ہنگامی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے

حالات میں کاروں پر آنے والے صبر اور حوصلے سے انتظامیہ سے مکمل تعاون کریں۔ بعض دفعہ عورتوں اور مردوں دونوں طرف سے بعض شکایات آجاتی ہیں۔ آنے والے احباب وخواتین مکمل تعاون نہیں کرتے۔ اسی طرح داخلی راستوں پر جہاں سکیننگ وغیرہ کا انتظام ہے وہاں عموماً تو لائنیں لگتی ہیں، بڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن بعض دفعہ کسی ایک آدھ کی وجہ سے ماحول خراب بھی ہو جاتا ہے۔ وہاں ہر ایک کو مکمل طور پر صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر تھوڑا سا وقت بھی لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لائن لگانے سے بہتر نکاس ہو سکتا ہے۔

پھر جلسہ گاہ میں بیٹھنے والے مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ جلسے کے دوران اپنے دائیں بائیں نظر رکھیں۔ اسی طرح چلتے پھرتے ہوئے بھی اپنے ماحول پہ نظر رکھیں۔ سیکیورٹی کے حوالے سے انتظامیہ جو بھی ہدایت دے اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جلسے کی کامیابی اور اپنے جلسے میں آنے کے مقصد کو پورا کرنے اور ہر شریر کی شرارت سے بچنے کے لیے مستقل دعا کرتے رہیں۔ جماعت کی ترقی حاسدوں کو حسد میں بڑھاتی چلی جارہی ہے۔ اس لیے دعاؤں کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ان دنوں میں پاکستان میں بھی احمدیوں کے حالات کے متعلق دعا کریں وہاں بھی لگتا ہے کہ حالات دوبارہ مخالفت کی طرف جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی امن کی زندگی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ مخالفین کے نئے یا پرانے منصوبوں کو ناکام ونامراد کر دے۔

اس کے علاوہ بھی جلسے میں شامل ہونے والوں کو اس بات کی بھی یاددہانی کروا دوں کہ اس سال بھی ہمارے جو مختلف مرکزی شعبہ جات ہیں آرکائیو کا شعبہ ہے یا ریویو آف ریلیجنز کا ہے یا مخزنِ تصاویر ہے یا دوسرے شعبہ جات ہیں انہوں نے اپنی نمائشوں کا اہتمام کیا ہوا ہے اور کافی معلوماتی اور علمی نمائشیں ہوتی ہیں، اس کو بھی جو فارغ وقت ہو اس میں دیکھنے کی کوشش کریں۔

اس کے علاوہ ایم۔ٹی۔اے کی طرف سے بھی ایک اعلان ہے۔ ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کی طرف سے آج ایک نئی ایپ (app) لانچ (launch) ہو گی اور جو سمارٹ ٹی وی ایپ ہے۔ کسی بھی ملک میں اب اس ایپ کو ڈاؤن لوڈ (download) کر کے ایل جی (LG)، فلپس (Philips)، ایمازون فائیر ٹی وی (Amazon Fire TV)، سونی (Sony) اور اینڈرائڈ (Android) کے ٹی وی سیٹس پر ڈش انٹینا کے بغیر بھی ایم۔ٹی۔اے کے تمام چینلز یعنی ایم۔ٹی۔اے ون (MTA1)، ایم۔ٹی۔اے ٹو (MTA2)، ایم۔ٹی۔اے تھری (MTA3) اور ایم۔ٹی۔اے العربیۃ اور ایم۔ٹی۔اے افریقہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امریکہ میں ایم۔ٹی۔اے پہلے ہی سام سنگ (Samsung) پلیٹ فارم پر موجود ہے۔ تو یہ بھی اعلان تھا۔ اللہ کے فضل سے جو باہر کے رہنے والے ہیں وہ اس ایپ (App) سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ابھی جمعے کے بعد مَیں اس کا لانچ (launch) بھی کر دوں گا۔

اللہ تعالیٰ جلسے کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور آپ سب کو اس سے بھرپور استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ اگست 2019ء جلد 26 شمارہ 47 صفحہ 05 تا 08)

32

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ اگست 2019ء بمطابق 09/ ظہور 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ اتوار کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یوکے کا سہ روزہ جلسہ سالانہ اختتام کو پہنچا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی اَن گنت برکات ان جلسوں کے ساتھ منسلک ہیں جن کے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے حامل بنتے ہیں۔ جلسے کے بعد کے جمعے کے خطبے میں انہی باتوں کا میں ذکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد جماعت پر جو اثر ہوتا ہے وہ تو ہے، غیروں پر بھی اس کا کیا اثر ہے اور کس طرح وہ جلسے کے ماحول کو دیکھتے ہیں اور نئی نئی باتیں ان کو پتا لگتی ہیں، اسلام کے بارے میں تحفظات ان کے ختم ہوتے ہیں۔ تو ان باتوں کا مَیں عموماً اگلے جمعے میں ذکر کیا کرتا ہوں اور کروں گا لیکن اس سے پہلے میں تمام کارکنان اور کارکنات کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں جو کسی بھی شعبے سے منسلک تھے۔

کسی بھی شعبے میں کسی بھی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ معاون سے لے کر افسر تک، عورت، مرد، بچے، جوان، بوڑھے ہر ایک بے نفس ہو کر اپنی ڈیوٹیاں اور فرائض سرانجام دے رہا تھا اور غیر مہمانوں کے سامنے اپنے عمل سے اسلام کی حقیقی تصویر یہ لوگ پیش کر رہے تھے۔ خاص طور پر معاونین شکریے کے مستحق ہیں کہ جو ایک بڑی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اور اصل کام تو ان معاونین کا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔ جلسے کے کارکنان کے علاوہ مستقل مرکزی دفاتر کے کارکنان ہیں۔ ایم۔ٹی۔اے کے کارکنان ہیں۔ اس میں یوکے کے رہنے والے والنٹیئر بھی ہیں اور دوسرے ممالک سے بھی آئے۔ بعض ڈاکیومنٹریز پیش کی گئیں ان کی تیاری کے لیے کام کرنے والے اور کچھ وہاں سٹوڈیو میں پروگرام ہوئے ان میں کام کرنے والے۔ غرض کہ ہر شعبہ جو ہے جلسے کے دنوں میں اپنا بڑا فعال کردار ادا کرتا ہے۔ پھر ریویو آف ریلیجنز کی جو نمائش ہوتی ہے اس کا بڑا اثر ہوتا ہے اور آرکائیو کی نمائش ہے۔ پھر مخزنِ تصاویر ہے تو یہ سب شعبے جو کام کر رہے ہیں اور تمام کارکنان جو ہیں جنہوں نے جلسے سے پہلے کام کیا ہے یا بعد میں، سب اپنا ایک اہم کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ لوگ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ اب میں بعض لوگوں کے جو تاثرات ہیں وہ وقت کی رعایت سے پیش کروں گا۔

مالے ہو سو یعقوب صاحب مسلم کمیونٹی بینن کے وائس پریذیڈنٹ ہیں اس دفعہ جلسہ میں شامل ہوئے کہتے ہیں میں نے بیس سے زیادہ حج کیے ہیں لیکن جماعتِ احمدیہ کے جلسے میں شامل ہو کر مجھے اس سے کہیں زیادہ بہتر

انتظامات دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ جلسے کا ماحول ایسا تھا کہ میں نے کبھی زندگی میں نہیں دیکھا۔ میں نے بہت سی مذہبی کانفرنسز اور اجتماعات میں شرکت کی ہے لیکن جلسہ سالانہ جیسا ماحول کہیں نہیں ملا۔ ائیر پورٹ سے لے کر رہائش کے انتظامات تک ایسے انتظامات تھے کہ لگتا تھا کہ گھر میں رہ رہے ہیں۔ پھر جلسے میں ہر طبقے کے لوگوں کو دیکھا۔ انجنیئرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز پڑھے لکھے لوگ، بڑے علم والے لوگ بڑے انکسار سے سب نے ہماری خدمت کی اور اس بات پر بڑے خوش تھے۔ پھر میری تقاریر کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہمیں اس سے صحیح اسلام کا پیغام ملا اور اسی پیغام کی عالمِ اسلام کو اور مسلمانوں کو ضرورت ہے تا کہ اسلام کے بارے میں جو تحفّظات ہیں وہ دور ہوں۔

کہتے ہیں میں نے یہاں آکر بہت کچھ سیکھا۔ احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں بینن جا کر لوگوں کو بتاؤں گا کہ دوسروں کی باتوں پر کان نہ دھرو اور احمدیت سے سیکھو۔ صرف احمدی ہی ہیں جو دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان کو بیان کر رہے ہیں۔

پھر برکینا فاسو سے سیمون سوادوگو صاحب (Simeon Sawadogo) ہیں جو وزیر مذہبی امور ہیں اور وزیرِ داخلہ اور وزیرِ مملکت ہیں۔ انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار یہ کیا کہ بطور وزیر مذہبی امور میں تمام مذاہب کا احترام کرتا ہوں۔ جلسے میں شامل ہو کر میرے بہت سے سوال حل ہو گئے ہیں۔ وہ سوالات جو میں نے پوچھے بھی نہیں ان کے جواب بھی مل گئے۔ میری بہت مدد ہوتی ہے۔ میں پہلی دفعہ جلسے میں شامل ہوا ہوں۔ جلسے کے مقدس خیالات اور پاکیزہ ماحول نے روحانی طور پر میری بہت مدد کی ہے۔ ہم محبت، اخلاقیات اور اصولوں پر عمل پیرا ہو کر مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ پھر جلسے کے کارکنان کے حوالے سے کہتے ہیں کہ جلسے میں کام کرنے والے رضاکار ٹائلٹ صاف کر رہے تھے، پلیٹیں دھو رہے تھے، چھوٹے بچے پانی پلا رہے تھے۔ یہ سب کچھ جذبۂ ایثار کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسروں کی خدمت کرنے کا جذبہ غیر معمولی ہے۔ پھر کہتے ہیں میں مسجد فضل بھی گیا۔ چھوٹی سی مسجد ہے، ابتدائی مسجد ہے۔ اس میں کشش تھی اور سادگی بھی، اس کی ایک خوبصورتی تھی۔ پھر بیعت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اخلاص، وفا اور اطاعت کی ایک زنجیر جو دنیا کے لیے نمونہ ہے اور لوگ خلیفہ کی آواز کو سمجھ نہیں رہے۔ آج کی دنیا مادیت کے پیچھے دوڑ رہی ہے لیکن اس مادہ پرستی کا نقصان بھی انسان کو ہی ہو رہا ہے اور پھر میرے متعلق کہا کہ اپنے خطاب میں بہتر معاشرے قائم کرنے کا لائحہ عمل دیا ہے۔ والدین کے حقوق ہیں۔ بچوں کے حقوق ہیں اور جو آخری تقریر تھی اس میں یہ چیزیں تھیں ان لوگوں نے اس سے کافی اثر لیا ہے۔ اکثر لوگوں نے یہی تبصرے کیے ہیں۔

برکینا فاسو سے سایوبہ اورراگو صاحب (Sayouba Quedraogo) ممبر پارلیمنٹ ہیں کہتے ہیں جلسہ بہت اچھا تھا۔ ہر کام منظم تھا۔ ہر کوئی متحرک تھا۔ پوری دنیا سے آئے ہوئے چھوٹے بڑے مرد وزن اسلام کے لیے ہر خدمت کے لیے تیار تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اسلام احمدیت کے ذریعہ پھیل رہا ہے۔ احمدی ایک دوسرے کی مدد کرتے اور دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اور پھر انہوں نے میرے بارے میں یہ کہا کہ آپ نے ہمارے حکمرانوں کے لیے اور قیامِ امن کے لیے دعا کی، یہ ہمارے لیے سرمایہ ہے۔ جلسے کے موقعے پر ہمارا بڑا اچھا استقبال کیا گیا اور پھر باقی تقاریر بھی بہت اعلیٰ تھیں۔

پھر یونان سے چیف ربیائے آف ایتھنز (Chief Rabbi of Athens) گیبرئیل نیگرین صاحب (Gabriel Negrin) تھے کہتے ہیں مَیں خدا تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے اس حیرت انگیز بین الاقوامی جلسے کا حصہ بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جلسے کا ماحول اور منتظمین اور شرکاء دونوں کی فراخ دلی کا ہر پہلو جماعتِ احمدیہ کے نصب العین 'محبت سب کے لیے' کو اجاگر کرتا ہے۔ بحیثیت ربیائے (Rabbi) میں نے یہاں دوسرے مذاہب اور عقائد کے لیے قبولیت اور احترام کو محسوس کیا۔ پھر کہتے ہیں مجھے ان تمام محترم اماموں نے دل سے اعزاز سے نوازا جن سے مجھے ملاقات اور گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ پھر کہتے ہیں کہ میں واقعی خوش تھا کہ میں اپنی مخصوص ٹوپی کیپا (kippah) سر پہ پہن کے بغیر کسی دھمکانے والے اشارے، غضب ناک دیکھتی ہوئی نظروں یا نعوذ باللہ متشدد ردّعمل کے ہزاروں مسلمان بھائیوں کے درمیان گھومتا پھرتا تھا اور یہ بالکل اس کے برعکس تھا جو باقی جگہ مجھے دیکھنے کو ملتا ہے۔ پھر کہتے ہیں ہر لحاظ سے میرا خیال رکھا گیا۔ میرے لیے کھانا بھی میرے مطابق تیار کیا گیا۔ میری عبادت کے فرائض ہیں ان کو بھی ایڈجسٹ (adjust) کیا گیا اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن جلسے کی انتظامیہ نے اور میرے میزبانوں نے یہ سب کچھ میرے لیے کیا۔

پھر جاپان سے بدھ مت کے معبد کے چیف یوشیدا نی چی کو (Yoshida Nichiko)، یہ جلسے پہ آئے تھے اور ان کے مطابق میجی (Meiji) بادشاہ کی والدہ ان کے معبد کی مرید تھیں اور ٹوکیو میں واقع ان کے معبد میں میجی بادشاہ کی والدہ کی راکھ بھی دفن ہے۔ کہتے ہیں کہ جلسے کا ماحول دیکھ کر دل کو حقیقی سکون ملتا ہے۔ سب کی حفاظت کے لیے چیکنگ تو ہوتی ہے لیکن کوئی جھگڑا نہیں دیکھا، کسی کو تلخ ہوتے نہیں دیکھا۔ کھانے سے لے کر تقاریر تک سب پروگرام نہایت منظم تھے اور پھر خطاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ بہت بروقت محسوس ہوا۔ آج واقعی دنیا کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مذہب کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کی مدد سے ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کر سکتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جاپانی معاشرہ بھی والدین اور بچوں میں دوری کے مسئلے سے دوچار ہے۔ ہر طرح کی کوشش کے باوجود ہم اس لہر کا مقابلہ نہیں کر پا رہے اور کہتے ہیں کہ آپ کی نصائح ہم اپنے معاشرے میں بھی استعمال کر کے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ کہتے ہیں اسلام کے بارے میں پہلے بھی میرا برا تاثر نہیں تھا لیکن جلسے کا ماحول دیکھ کر جب بیعت کی تقریب کا وقت آیا تو مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ دنیا میں امن کے قیام اور محبت و اخوت پر مبنی معاشرے کی تشکیل کے لیے مجھے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دینا چاہیے لہٰذا میں بھی بیعت میں شامل ہو گیا۔ میں آپ کی لیڈرشپ کو تسلیم کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ دنیا کے امن کے لیے کی جانے والی کاوشوں میں آپ کا مددگار ہوں گا۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے بیعت کر لی لیکن دنیا میں امن قائم کرنے کا جو مقصد ہے اس کے لیے کہتے ہیں کہ میں ہر طرح آپ کے ساتھ ہوں۔

ارجنٹائن سے ایک خاتون تھیں جو دِث صاحبہ (Judith) یہ خود عیسائی ہیں۔ ان کے خاوند نے دس ماہ پہلے احمدیت قبول کر لی تھی۔ کہتی ہیں کہ میں پیشے کے اعتبار سے وکیل ہوں اور جلسے کی تقاریر میں سے میری سب سے پسندیدہ تقریر امام جماعت کا اختتامی خطاب تھا (وہ میرے خطاب کی بات کر رہی ہیں) جس میں آپ نے بڑی

تفصیل اور خوبصورتی سے اسلامی تعلیمات کے ذریعہ قائم ہونے والے ہیومن رائٹس پر روشنی ڈالی۔ جلسے میں شامل ہونے سے قبل میں کچھ پریشان تھی اور کچھ تحفظات بھی تھے۔ میرا خیال تھا کہ اس قدر بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوں گے تو یقیناً بدمزگی اور جھگڑے ہوں گے لیکن آپ لوگوں کا جمع ہونا ہمارے لوگوں کے جمع ہونے سے بالکل مختلف تھا۔ لوگوں کے رَش اور اس قدر بڑی تعداد میں جمع ہونے کے باوجود ہر وقت پیار محبت اور امن کا ماحول تھا۔ لوگوں کے چہروں پر مستقل مسکراہٹ تھی۔ پھر یہ کہتی ہیں مجھے یہ بھی فکر تھی کہ جلسے میں شامل ہونے کے لیے مجھے اسلامی پردہ کرنے کا کوئی لازمی حکم نہ دیا جائے دباؤ نہ ڈالا جائے۔ لیکن شروع سے لے کر آخر تک میں نے اپنے آپ کو آپ کے درمیان اسلامی پردے کے بغیر بہت ہی comfortable محسوس کیا اور آپ کی عورتیں اور مرد مجھ سے بڑی عزت سے پیش آئے بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ لوگ میرا دوسروں سے زیادہ خیال رکھ رہے ہیں۔

لائبیریا کے منسٹر برائے پوسٹ اینڈ ٹیلی کمیونی کیشن کُوپر ڈبلیو کرُوآصاحب (Kooper W. Kruah) شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں جلسے کے مختلف پروگرامز کا انعقاد ایسے خوبصورت طریق سے کیا گیا کہ مجھے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی دیکھنے کو نہیں ملی۔ یہاں تک کہ جلسے کے انتظامات کے بعض حصے جیسا کہ پبلک ریلیشن سے لے کر کچن تک ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام انتظامات رضاکاروں کی ٹیم انجام دے رہی تھی جو برادرانہ ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے پہلے اپنی ڈیوٹی کے ساتھ کسی کی ایسی کمٹمنٹ (commitment) نہیں دیکھی جیسے یہ رضاکار اپنے کام کے لیے committed تھے۔ جلسے کے پروگراموں کے دوران شاملینِ جلسہ کی طرف سے بھی ایک دوسرے کے لیے عزت اور اخوت کے جذبات دیکھنے کو ملے۔ انتالیس ہزار سے زیادہ لوگوں کے لیے اتنے وسیع پیمانے پر کسی انتظامی بدنظمی کے بغیر سارے پروگرام ترتیب دینا کم از کم میرے لیے تو حیران کن ہے۔

پھر یوروگوائے سے ایک مہمان خاتون تھیں جو یونیورسٹی میں اورینٹل سٹڈیز (Oriental Studies) کی پروفیسر ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں تیس سال سے زائد عرصے سے اسلامی ممالک اور تنظیموں کا مطالعہ کر رہی ہوں۔ آپ کے جلسے میں شامل ہو کر دو امتیازی باتیں دیکھی ہیں جو کہیں اَور دیکھنے کو نہیں ملیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جماعت کے اتحاد اور ایک لیڈر کے ذریعہ یک جہتی کی مثال کہیں نہیں دیکھی۔ مربیان سے لے کر مختلف شعبوں میں رضاکارانہ ڈیوٹی کرنے والوں میں خواہ کھانا پیش کرنے والے ہوں یا گاڑیوں کے ڈرائیور ہوں ان سب میں ایک بات مشترک ہے، ہر کوئی اپنے خلیفہ سے اطاعت اور اخلاص کا غیر معمولی رشتہ رکھتا ہے۔ پس یہ وہ معیار ہے جو ہمارے دوستوں کو بھی نظر آتا ہے اور حاسدوں کو بھی نظر آتا ہے اور اس کی وجہ سے حاسد پھر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جس کی آج ہم نے عمل سے بھی اور دعا سے بھی حفاظت کرنی ہے۔

پھر کہتی ہیں دوسری بات یہ ہے کہ جماعت میں کسی قسم کا ریس ازم (racism) نہیں پایا جاتا خواہ پیدائشی احمدی ہوں یا نئے، خواہ عرب ہوں یا غیر عرب، خواہ پاکستانی ہوں یا غیر پاکستانی، آپ کی جماعت کا نظام ہر قسم کے ریس ازم (racism) اور قومی تعصّب سے پاک معلوم ہوتا ہے۔

پس یہ وہ خوبی ہے کہ صرف یہی نہیں کہ ظاہری طور پر چند دنوں کے لیے ہم دکھائیں بلکہ یہ ہمیشہ ہمارے اندر رہنی چاہیے۔ اور یہی وہ آخری پیغام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا تھا کہ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر اور عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ ایک انسان کی حیثیت سے سب برابر ہیں۔

پھر مراکش کے ایک دوست ہیں جو کہ فلسفے کے پروفیسر ہیں وہ کہتے ہیں کہ جلسے سے ہم نے بہت اچھا تاثر لیا ہے۔ یہ جماعت کو قریب سے دیکھنے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ ہم نے اس عالمی اجتماع میں جماعت کی بہت مضبوط تنظیم، تقسیم کار اور مہمانوں کے بہترین استقبال کو دیکھا۔ اسی طرح ہمیں جماعتِ احمدیہ کے اعلیٰ اخلاق کا پتا لگا جو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا عکس ہیں۔ اس جلسے کے ذریعہ مخالفین کے پروپیگنڈے کا جھوٹ بھی ہم پر کھل گیا۔ یہ لوگ اس خدائی جماعت سے خواہ مخواہ کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ انسانیت کی توفیق دیتا چلا جائے۔

پھر گنی کناکری سے الحاج محمد وکیل یاتارا صاحب ہیں جو مذہبی امور کے انسپکٹر جنرل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جلسے کے ان تین دنوں میں جس چیز نے مجھے بہت متاثر کیا وہ یہ تھی کہ احمدی احباب کی تربیت خالص اسلامی تعلیمات کے مطابق کی گئی ہے اور تمام احمدی جو اس جگہ جمع ہوئے یوں لگتا تھا کہ یہ سب اسلامی بھائی چارے کی اعلیٰ مثال ہیں۔ ایک ہی ماں کی اولاد اور ایک ہی گھر سے آرہے ہیں۔ غیر معمولی نظم وضبط، رضاکاروں کے مسکراتے چہرے، جلسہ گاہ میں بغیر کسی کو تکلیف دیے آنا جانا۔ یوں لگتا تھا کہ یہ کوئی آسمانی مخلوق ہیں۔ یہ سب دیکھ کر لگ رہا تھا کہ آج اگر کوئی جماعت اسلام کا حوالہ بن سکتی ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہی ہے۔ کہتے ہیں مجھے دوسرے اسلامی ممالک کے علاوہ سعودی عرب میں بھی بارہا جانے کا اتفاق ہوا ہے لیکن میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں کہ مجھے اسلامی بھائی چارے سے بھرپور ایسا ماحول کہیں میسر نہیں آیا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے ذرا بھی عار نہیں کہ تقریباً چالیس ہزار کے قریب لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنا اور پھر مسلسل اسلامی تعلیمات کا پرچار کرنا اور بغیر کسی جھگڑے اور بھگدڑ کے اللہ تعالیٰ کے رسول کی محبت میں یہ دن گزارنا احمدیہ جماعت کا ہی طرہ امتیاز ہے۔

پھر ایک اور خاتون فانتا فوفانہ عمر صاحبہ (Fanta Fofan Oumar) ہیں جو کسٹم ایئرپورٹ گنی کناکری میں لیفٹیننٹ (lieutenant) ہیں۔ انہوں نے بیعت بھی کی ہوئی ہے۔ نومبائعہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں اگرچہ احمدیہ تعلیمات سے متأثر ہو کر احمدی تو ہو گئی تھی لیکن دل میں خوف تھا کہ کہیں مجھ سے کوئی غلط فیصلہ تو نہیں ہو گیا کیونکہ گنی میں جماعت کی مخالفت اور جماعت مخالف پروپیگنڈا دیکھ کر بعض اوقات پریشان ہو جاتی تھی لیکن آج جبکہ میں جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئی ہوں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ میرے سارے شکوک وشبہات دور ہو گئے اور جلسے میں شامل ہو کے مجھے یقین ہو گیا کہ دنیا میں آج اگر کوئی جماعت اسلام کی نمائندگی کر سکتی ہے تو وہ احمدیہ مسلم جماعت ہی ہے۔ کہتی ہیں کہ اگر مجھے جلسے کی ویڈیوز مل جائیں تو پھر میں اپنی ساری فیملی کو اس سچائی اور حقیقت سے آشکار کرنا چاہتی ہوں اور آخر میں دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ میرے سارے خاندان کو احمدیت اور حقیقی اسلام میں دل وجان سے داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

پھر شانتل مارتھ ایتالی جو کہ گیبون کی بینن میں کونسلر جنرل ہیں، کہتی ہیں کہ قبل ازیں پچاسویں جلسہ سالانہ میں شامل ہوئی تھی اب میں 53ویں جلسہ سالانہ میں بہت خوش اور دل کی گہرائی سے شکریہ کے جذبات کے ساتھ شامل ہو رہی ہوں اور پہلے بھی یہ محسوس ہوتا تھا کہ روحانی ماحول ہے اور وہی روحانی ماحول اور سب کے لیے جذبات آج بھی ہیں اور سب چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان، بچے عورتیں محبت سے پیش آتے ہیں۔ جہاں تک انتظامات کا تعلق ہے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے رضاکاروں کا جو نظام ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہر چیز اپنی جگہ پر تھی جہاں اس کو ہونا چاہیے تھا اور ہر چیز اعلیٰ معیار کی تھی اور ہر ایک میں، ہر رضاکار میں عاجزی تھی، خدمت کے جذبے سے معمور تھے اور ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر تھے۔ میں اپنے آپ کو بھی اس ماحول کا حصہ سمجھنے لگی اور کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اور تقاریر بھی بڑی عمدہ اور تعلیمات سے بھری ہوئی تھیں۔ مہمان نوازی بہت عمدہ تھی۔ نمائشیں دیکھنے کا مجھے موقع ملا، نمائشیں بہت اعلیٰ تھیں۔ کہتی ہیں احمدیہ تاریخ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے بہت فائدہ ہوا۔ نمائشوں میں بہت معلومات تھی اور پھر جماعتی خدمتِ خلق کے جو کام ہیں ان کو جاننے کا بھی موقع ملا۔

کوملن پطرس صاحب (Comlan Patrice) جو بینن سے ممبر پارلیمنٹ ہیں اور فنانس کمیشن کے ہیڈ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلی دفعہ جماعتِ احمدیہ کے جلسہ میں شامل ہوا۔ بڑا متاثر ہوا۔ کہتے ہیں جب میں بینن سے جلسے کے لیے سفر شروع کر رہا تھا تو بالکل بھی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اتنے بڑے اور عظیم الشان جلسے میں شامل ہونے جا رہا ہوں اور اس جلسے میں ہر مرتبہ اور ہر حیثیت والے لوگ شامل تھے لیکن اس کے باوجود میں نے کسی کے چہرے سے ناخوشی کے آثار نہیں دیکھے اور میرا بڑا خیال رکھا۔ میرے ایئرپورٹ سے اترنے سے لے کے مہمان نوازی تک چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بڑی خدمت کی اور سب نے اپنے آرام کو ترک کر کے لگتا تھا کہ مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے۔

اور پھر کہتے ہیں کہ مختلف ثقافتیں، مختلف زبانیں، مختلف رنگ و نسل ان سب کے لیے بغیر پولیس اور فوج کے آپ نے کس طرح ڈسپلن اور بغیر شور و غوغا اور لڑائی جھگڑے کے اس کا انتظام کیا؟ پھر میں سوچتا ہوں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ اتنی تعداد میں مختلف لوگ ہیں اور پھر بھی کوئی جھگڑا نہیں؟ کہتے ہیں میری سوچ کا نتیجہ یہی ہے کہ بے شک یہ سب کچھ جو نظر آتا ہے آپ کی محنت اور جماعتِ احمدیہ کے ساتھ الٰہی تائیدات سے ہی ممکن ہوا ہے۔ پھر میری تقریر کے بارے میں کہتے ہیں عالمی امن کے لیے بڑی ضروری ہیں۔ پھر نمائشیں بہت اچھی لگیں۔ اس میں جماعتِ احمدیہ کی تاریخ بیان کی گئی تھی۔ شہدائے احمدیت کے واقعات سن کر مجھے دلی صدمہ ہوا اور بہت کچھ مجھے جاننے کو ملا۔

گیبون کے سابق وزیر اعظم اور ممبر پارلیمنٹ پاؤل بیوگے صاحب جلسے میں شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ سو سے زیادہ ممالک سے لوگوں کا ہزاروں کی تعداد میں جلسے میں شامل ہونا میرے لیے ایک منفرد تجربہ تھا۔ ان سب کی ضرورتوں کا خیال رکھنے کے لیے رضاکاروں کی ایک بڑی تعداد نے دن رات کام کیا اور چھوٹے، بڑے،

بوڑھے، بچے، عورتیں، ہر کوئی ایک دوسرے کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اور کوئی ناخوش گوار واقعہ نہیں ہوا۔ اور جلسے کے دوران پیش کی جانے والی تقاریر سے مجھے اسلام اور بالخصوص احمدیت کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا موقع ملا۔ اور ہمارے ملک گیبون میں جماعتِ احمدیہ ابھی نئی ہے۔ میں احمدیت کو بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح سمجھتا تھا لیکن جب مجھے جلسے میں شامل ہونے کی دعوت دی تو میں نے سوچا میں خود جا کر دیکھوں کہ کیسے لوگ ہیں۔ کیا احمدیت کا اسلام بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم ٹی وی کے ذریعہ دیکھتے ہیں جو دنیا کے امن کو برباد کر رہے ہیں؟ لیکن میں یہاں آ کر آپ کے کاموں سے بہت متاثر ہوں۔ آپ محنت کرنے والے لوگ ہیں۔ آپ کا اسلام حقیقی اسلام ہے اور آج دنیا کو اس کی ضرورت ہے۔ میرے ملک کو بھی اسی اسلام کی ضرورت ہے۔

پھر گیبون سے ہی پاسد الوبا ادونگا صاحب (Pacide Olouba Odounga) ہیں جو کہ وزارتِ خارجہ میں ڈائریکٹر کیبنٹ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسے کا ماحول بہت عمدہ تھا۔ بڑا روحانی ماحول تھا۔ اسے کبھی بھول نہیں سکتا۔ جلسے کے انتظامات سے بہت متاثر ہوں۔ ایک چین (chain) کی طرح سب چھوٹے بڑے منسلک تھے اور کام کر رہے تھے. اور پھر کہتے ہیں جماعتِ احمدیہ کے جلسہ میں شامل ہو کر مجھے قرآن اور بائبل میں بیان کردہ تعلیمات کا عملی نمونہ دیکھنے کا موقع ملا۔ سب ایک خاندان کی شکل میں رہ رہے تھے۔

اور اسی طرح پھر انہوں نے میری تقاریر کا ذکر کیا کہ مجھے انہوں نے بہت متاثر کیا۔ کہتے ہیں جلسے میں شامل ہو کر مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ اسلام کے متعلق بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کی توفیق ملی۔ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن میں اب اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اسی طرح مجھے جلسہ کے دوران مختلف نمائشیں اور سٹالز وغیرہ دیکھنے کا بھی موقع ملا جس سے میرے علم میں بہت اضافہ ہوا۔

پھر ایک مہمان جیری علی گونیسا صاحب ہیں جو سنٹرل افریقن ریپبلک کے صدر کے مشیر ہیں۔ کہتے ہیں جلسے کے دوران انتظامات بہت اعلیٰ تھے۔ جماعتِ احمدیہ کے رضاکار جن میں بچے، جوان، بوڑھے شامل تھے، ہر طبقۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے تھے، ان لوگوں نے ایک خلیفہ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے بہترین انتظامات کا ثبوت دیا۔ جماعتِ احمدیہ کا ایک مقصد ہے کہ دنیا میں بھائی چارے کا قیام ہو اس کام کے لیے وہ دن رات محنت کرتے ہیں جبکہ دنیا کی دوسری تنظیموں میں اس اعلیٰ اخلاص کی کمی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اعلیٰ پائے کی اسلامی تعلیمات ہیں جو آپ پیش کرتے ہیں، جو دل پر اثر کرنے والی تھیں اور یہ تعلیمات اور محبت اس سے بہت مختلف ہے جو لوگ جماعتِ احمدیہ کے متعلق باتیں کرتے ہیں اور اپنی ناسمجھی اور کم علمی کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔

اس موقعے پر میں اپنی اور اپنے ملک کی طرف سے اس کامیاب جلسے کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میں جماعتِ احمدیہ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ میرے ملک میں بھی ان تعلیمات اور محبت کو عام کریں۔ میرا ملک جو کئی سالوں کی خانہ جنگی کے بعد اب امن کی طرف جا رہا ہے، ان تعلیمات سے ملک میں امن کا دیرپا قیام ممکن ہو سکتا ہے۔ اور کہتے ہیں جلسے کا ماحول میرے لیے ایک نہ بھولنے والا واقعہ ہے اور میری کوشش ہو گی کہ میں ہر سال جلسے میں شامل ہو کر روحانی سکون حاصل کرنے کی کوشش کروں اور اس کے لیے میں دعا کرتا ہوں۔ پھر کہتے ہیں

اب میں واپس جا کر جماعتِ احمدیہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچاؤں گا کہ یہی حقیقی اسلام ہے۔ پھر عالمی بیعت کا کہتے ہیں مجھ پہ بہت اثر ہوا۔ میں احمدی نہیں ہوں لیکن جب آپ بیعت لے رہے تھے تو اس وقت میں اپنے آپ سے وعدہ کر رہا تھا کہ اس جماعت کی حتی المقدور اپنے ملک میں مدد کروں گا۔ ان کی میرے سے ملاقات بھی ہوئی اور مجھے انہوں نے کہا کہ مجھے اب آپ سینٹرل افریقن ریپبلک میں اپنا سفیر سمجھیں۔

پیراگوئے کے وائس منسٹر آف ریلجین فرنینڈو گریفیت (Fernando Griffith) صاحب جلسے میں شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں مجھے احمدیہ جماعت کو جان کر بڑی خوشی ہوئی۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت اچھا لگا کہ بے شمار لوگ رضاکارانہ طور پر خدمت سرانجام دے رہے تھے اور ایک مشترکہ مقصد کے لیے مل کر کام کر رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پیراگوئے بحیثیت ملک آپ کی جماعت سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ اور پھر میری تقریر کے بارے میں کہتے ہیں کہ بچوں کی تعلیم اور تربیت پر بہت زور دیا، نیز عزیز و اقارب سے اچھے تعلقات قائم رکھنے پر زور دیا اور عورتوں اور بچوں کے بارے میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں جو بیان کیا تھا وہ ان کو خاص طور پر بہت پسند آیا تھا اور باقی انتظامات کے بارے میں پھر یہ کہتے ہیں کہ عارضی ہونے کے باوجود بڑے اعلیٰ تھے۔

ماسکو سے آنے والے الدار سافن صاحب(Ildar Safan) نے جلسے میں شرکت کے بعد کہا کہ ہم ایک فیملی ہیں جو پہلی مرتبہ ماسکو سے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ ہمیں جلسہ سالانہ بہت پسند آیا اور ہم آئندہ لمبے عرصے تک اسے یاد کرتے رہیں گے اور اپنے دوستوں کو بھی ان یادوں سے آگاہ کریں گے۔ تمام انتظام اچھے تھے۔ رضاکاروں کا کام بہت اچھا لگا جو بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ ہر وقت مسکراتے چہرے کے ساتھ مدد کرنے کے لیے تیار تھے۔ چھوٹے بچوں کو رضاکار کے طور پر کام کرتے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور کہتے ہیں ہر جگہ ہمارا آپ نے ایسا خیال رکھا کہ اپنائیت کا اظہار ہوتا تھا۔

پھر برازیل کے مہمان ہیں موروہنریق (Mauro Henrique) جو کہ پیٹروپولس(Petropolis) سٹی کونسل کے صدر ہیں، کہتے ہیں مجھے اپنے ملک برازیل کی نمائندگی میں اس عظیم اسلامی جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کرنے کی بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ خلیفۂ وقت کی تمام تقاریر حقیقی اسلام کا گہوارہ ہیں۔ آپ کی باتیں از خود دل میں اتر جاتی ہیں۔ میں نے جلسے کے تین دن روحانیت کے ماحول میں گزارے اور کسی قسم کی تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوا۔ جلسے پر نماز کا منظر کہ ایک آواز پر سب کا اٹھنا اور بیٹھنا میرے لیے غیر معمولی اور حیران کن بات تھی۔ یہ مسلمان نہیں ہیں لیکن مستقل دیکھتے رہے۔ اس کے علاوہ ایک اَور بات جس نے میرے پر ایک غیر معمولی اثر چھوڑا ہے جس کو بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جیسے ہی خلیفہ کہیں بھی آتے ہیں تو ہزاروں افراد کا مجمع یک دم خاموش ہو جاتا ہے، کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نظام میں نہیں بلکہ تمام لوگوں کے دلوں میں اپنے خلیفہ کے لیے حد درجہ عزت و احترام ہے اور یہ یادیں لے کر میں واپس جا رہا ہوں اور پھر کہتے ہیں کہ میں نے جو محسوس کیا ہے اس کو میں اپنے سینٹر میں اور کونسل میں آگے پھیلاؤں گا۔ در حقیقت حقیقی اسلام یہی ہے۔

پھر اُرلی میسیاس (Orli Mesias) جو ایکواڈور(Ecuador) سے آئے تھے۔ یہ اپنے علاقے کے

بشپ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسے کے انتظامات بہت عمدہ تھے۔ کھانا میرے لیے گو مختلف تھا لیکن مجھے پسند آیا۔ جلسے کا ماحول ایک بڑی فیملی کی دعوت کی طرح تھا جس میں کوئی اجنبیت نہیں تھی اور ایک دوسرے کے نہ جاننے کے باوجود بھی اپنائیت اور سکون کا احساس تھا۔ خلیفہ کی تقاریر میں تمام وہ لوازمات موجود تھے جو ہمارے مطمح نظر کو بدلنے کے لیے ضروری ہیں۔ مجھے ان کی تقریر کی سب سے اچھی بات یہ لگی کہ انہوں نے کسی قوم یا مذہب کے بارے میں منفی بات بالکل نہیں کی بلکہ ان کا سارا زور اسلام کی حقیقی اور مثبت تعلیمات پر تھا۔ امام جماعت نے اپنی تقریروں میں ایک حدیث پڑھی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ خدا قیامت کے دن پوچھے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا پیاسا تھا اور ننگا تھا تو پانی نہیں دیا اور کپڑے نہیں دیے۔

یہی بات بائبل میں بھی مذکور ہے جس کا میرے دل پر اثر ہوا اور پھر مجھے پتا لگا کہ یہ تمام تعلیمات ایک خدا کی طرف سے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ بھی سمجھنے کی توفیق دے کہ یہ تعلیمات جس خدا کی طرف سے ہیں اسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بھیجا ہے اور یہ لوگ اسلام کی حقیقی تعلیم کو ماننے والے ہوں۔ کہتے ہیں میں جب اس جلسہ میں شمولیت کی غرض سے گھر سے نکلا تو میرے ذہن میں اسلام ایک مذہب سے زیادہ نہ تھا مگر یہاں آکر میں نے دیکھا کہ اسلام ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان برادری ہے، ایک کنبہ ہے، ایک فیملی ہے۔ میں اسلام کے قائم کردہ نظام اخوت اور آپ لوگوں کی اپنے مذہب کے لیے جاں فشانی اور قربانیوں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں۔

پھر عالمی بیعت کے حوالے سے کہتے ہیں مجھے پہلے صرف اتنا محسوس ہوا کہ یہ تقریب سب شاملین کے لیے ایک خاص اہمیت کی حامل ہے مگر جیسے ہی بیعت شروع ہوئی تو کسی نے میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور میں نے بھی اپنے آگے والے شخص کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو میں نے محسوس کیا کہ ایک برقی رَو ہے جو تمام شاملینِ جلسہ میں سے گزر رہی ہے۔ میں نے خاص طور پر یہ محسوس کیا کہ احمدی اس بیعت کے بعد اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کر رہے تھے اور ایسے ہیں کہ جیسے انہیں ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔ میں تمام لوگوں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس جلسے میں شمولیت کا موقع دیا اور اسلام کی حقیقی تعلیم سے متعارف کرایا اور اب کہتے ہیں مجھے خاص طور پہ یہ احساس ہوا ہے کہ ہمیں چند لوگوں کے غلط اقدامات کی وجہ سے تمام مذہب اسلام کو غلط نہیں سمجھنا چاہیے۔ پھر ایک بات ترجمانی کے شعبے کے لیے بھی کہہ دوں جو انہوں نے لکھی ہے جو کمی ہے وہ ہمیں، ایم۔ٹی۔اے کے ترجمانی کے شعبے کو پوری کرنی چاہیے۔

کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ سپینش ترجمے کے حوالے سے میں کہتا ہوں کہ سپینش ترجمہ صرف کرسیوں تک محدود تھا۔ اگر کوئی شخص کہیں اَور بیٹھنا چاہے تو رینج (range) سے باہر ہو جاتا تھا۔ ترجمہ اور آواز نہیں آتی تھی۔ سپینش ترجمہ کی رینج کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے، نہ صرف سپینش بلکہ باقیوں کو بھی چیک کرنا چاہیے۔ ان مہمانوں کے ذریعہ سے ہمیں اپنی بعض کمیوں کا بھی پتا لگ جاتا ہے۔

اسی طرح سلوینیا سے باربرا ہوچے وار صاحبہ (Barbara Hocevar) آئی تھیں۔ یہ عیسائیت کی

پروفیسر ہیں اور کہتی ہیں کہ میں نے کبھی ایسا اسلام نہیں دیکھا جو جماعتِ احمدیہ پیش کرتی ہے۔ جلسہ دیکھ کر مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں ایک نئے اسلام کو دیکھ رہی ہوں۔ آپ کا جلسے کا انتظام بہت اچھا اور عمدہ ہے۔ نہ کوئی مسئلہ، نہ کوئی لڑائی، نہ کوئی گند۔ میں اس بات سے بہت متاثر ہوں۔ پھر کہتی ہیں جماعتِ احمدیہ کا حضرت عیسیٰ کے متعلق موقف یعنی صلیب کا واقعہ، آپؑ کی ہجرت اور وفات سب سے زیادہ قابل یقین اور حقائق کے مطابق معلوم ہوتی ہیں۔

بوسنیا سے ایک فیملی شامل ہوئی اور یہ سرکاری افسر ہیں۔ اس فیملی کے سربراہ سینائج صاحب بیجچ (Senaid Begic) ممبر پارلیمنٹ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں سب سے پہلے جماعتِ احمدیہ کا شکر گزار ہوں کہ جماعت نے مجھے، میری فیملی کو ایک پُر سکون اور پُر امن محبت کی فضا میں چند روز گزارنے کا موقع دیا۔ جلسہ سالانہ یوکے کا تجربہ ہمارے لیے بالکل نیا تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ اس جلسے کی خوبصورتی اور انتظامی پہلو کے حسن کو بیان کر سکوں۔ انتظامیہ نے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھا اور ہر رضاکار نے مسکراتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو ادا کیا۔ ہیومینٹی فرسٹ کی نمائش میں مجھے بتایا گیا کہ اس کارِ خیر کے آغاز کا سبب میرا ملک تھا جہاں جنگ کے دوران جماعتِ احمدیہ نے اپنی بے لَوث خدمت پیش کی تھی اور آج بھی کر رہی ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ایک خاص بات جس نے مجھے اور میری فیملی کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ آگے پھر میرے سے جو ان کی ملاقات تھی اس کا ذکر کرتے ہیں کہ بڑی اچھی ملاقات رہی۔ پھر کہتے ہیں کہ آج میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ میری طرف سے تاحیات اس دوستی کے تعلق کو اور اخلاص کے تعلق کو نبھایا جائے گا اور بوسنیا میں نیز اس ملک سے باہر بھی حسبِ توفیق میں اس سلسلے کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لیے خود کو پیش کرتا ہوں۔

پھر مؤانس سینانووچ صاحب (Muanis Sinanovic) یہ سلوینیا سے ہیں۔ مصنف ہیں، پیدائشی مسلمان ہیں لیکن کبھی ان کی اسلام میں دل چسپی نہیں رہی۔ بس نام کے مسلمان تھے۔ پچھلے دو سال سے کہتے ہیں میں نے اسلام کے بارے میں پڑھنا شروع کیا اور پھر اپنی نمازیں بھی پڑھنی شروع کیں لیکن کسی امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ یہاں آ کے میں نے دیکھا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا جو مزہ ہے وہ ایک بالکل الگ مزہ ہے۔ پچھلے دو سال سے جب میں نے اسلام میں دل چسپی لینی شروع کی تو میں نے کسی اسلامی کمیونٹی یا اسلامی انٹرپریٹیشن (interpretation) کو فالو (follow) نہیں کیا بلکہ خود عقل اور دل کے ساتھ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی۔ بہرحال جب مجھے احمدیت کے بارے میں پتا لگا تو مجھے ایسے لگا کہ جماعتِ احمدیہ کی تعلیم وہی ہے جو میں اسلام کے بارے میں خود سمجھتا تھا یعنی ہر چیز فطرت کے مطابق ہے۔ ایک اور بات جو ان کو پسند آئی تھی وہ یہ تھی کہ احمدی وہی کرتے ہیں جو وہ کہتے ہیں اور یہ اس لحاظ سے ہمارے لیے ایک بہت بڑا چیلنج بھی ہے کہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہمارے قول اور عمل ایک ہونا چاہیے۔ جو ہم کہیں وہی کریں۔

ایک رشین مہمان ہیں عزت صاحب۔ کہتے ہیں پہلی مرتبہ جلسے میں شامل ہوا۔ میرے دادا نے مجھے جلسے میں شامل ہونے کی تحریک کی۔ اس دفعہ آنے کے لیے ان کے دادا نے کہا کہ تمہیں احمدی بلاتے ہیں تو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ میں اس جماعت کے لوگوں کو دیکھ کر عجیب حیرانگی کی کیفیت میں ہوں۔

جلسے میں شامل تمام احمدی ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ ہمیشہ مدد کرنے کے لیے تیار ہوتے اور ہر مشکل میں اچھا مشورہ دیتے۔

ہالینڈ سے ایک گروپ آیا ہوا تھا۔ اس میں فان بومبل صاحب (Van Bommel) جو کہ سابق ممبر پارلیمنٹ ہیں اور ایک ماہر نفسیات خاتون شامل تھیں۔ وہ کہتے ہیں جماعت کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ پہلے بھی جلسے میں شامل ہو چکا ہوں لیکن اس دفعہ بھی انتظامات بہت متاثر کن تھے۔ ابھی تک اس بات کو سمجھنے سے میں قاصر ہوں کہ کس طرح رضاکار اتنے زبردست انداز میں تمام انتظامات کر لیتے ہیں۔

مس نکیتا جو کہ ایرانی النسل ہیں وہ بھی انتظامات سے بہت متاثر تھیں خاص طور پر حیران تھیں کہ جماعت نے اتنی بڑی جگہ کس طرح حاصل کر لی اور کس طرح یہ سارے انتظامات ہو رہے ہیں اور ان کو پھر حضرت سلمان فارسی کے حوالے سے تعارف بھی کروایا گیا۔ مسیح موعودؑ کے آنے کے بارے میں ان کے ساتھ تبلیغی نشستیں بھی ہوئیں۔ بہرحال ان پہ اچھا اثر ہوا ہے اور متأثر ہو کر گئی ہیں۔

اٹلی سے واسکو صاحب (Vasco) ہیں جو نیپلس (Naples) کی یونیورسٹی میں اسلامی فقہ اور شریعت کے پروفیسر ہیں۔ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ میرے لیے بہت کامیاب رہا۔ میں نے امام جماعت کا اختتامی خطاب سنا اور مجھے بہت پسند آیا۔ خصوصاً اس بات پر جب آپ نے فیملی اور بچوں کے حقوق کے حوالے سے اور بالخصوص عورتوں کے حقوق کے حوالے سے بتایا۔ میں نے عالمی بیعت میں بھی شرکت کی اور میں اس تقریب میں بہت جذباتی ہو گیا تھا۔

اٹلی سے میڈالینا (Madalena) صاحبہ ہیں جنہوں نے ویٹیکن (Vatican) کی اسلامی اور عربی کی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ کہتی ہیں کہ جلسہ سالانہ بہت اچھا، دل کش، پُرامن اور پیار سے بھرا ہوا تھا۔ ہر انتظام بہترین تھا۔ تقاریر بہت اچھی تھیں اور صرف احمدی احباب کے لیے نہیں بلکہ سب مہمانوں کے لیے علم میں اضافہ کرنے والی تھیں۔ نیز احمدیت کا بالخصوص اسلام کا تعارف بڑھانے والی جو باتیں تھیں وہ بہت اچھی تھیں۔

پھر جواد بولامل (Jawad Boulaamayl) صاحب ہیں جو فرانس میں منسٹری آف جسٹس کے لیے کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں پہلی مرتبہ جلسے میں شامل ہوا۔ خوشی کا باعث تھا کہ مجھے آپ کی جماعت کو اتنے قریب سے جاننے کا موقع ملا۔ جلسے کے دنوں میں IAAAE اور ہیومینٹی فرسٹ کی نمائش میں جا کر اور آپ کی جماعت کے فلاحی کاموں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ اصل دین یہی ہے جو بلا امتیاز قوم و نسل انسانی خدمت کر رہا ہے۔ سیکیورٹی انتظامات اور عمومی انتظامات بھی دیکھے اور بڑا متاثر ہوا۔ ہر انتظام میں بڑا پروفیشنل ازم تھا۔

سپین کے وفد میں ایک مہمان سوزانہ مورال (Susana Morales) شامل تھیں جو کہ جیورسٹ (jurist) ہیں، وکیل ہیں۔ 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' کا ذکر کر کے کہتی ہیں کہ میرے خیال میں یہ جملہ کامل رنگ میں اس شاندار اجتماع کی عکاسی کر رہا ہے۔ میں نے مختلف قسم کے لوگوں کو آپس میں ملتے دیکھا ہے یہ ایک ایسا مذہب ہے جسے دنیا میں قیام امن کی مساعی اور ناانصافی کے خلاف جنگ کے لیے جانا چاہیے۔ بلاشبہ یہ چند

ایام میرے دل میں ہمیشہ نقش رہیں گے۔ میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گی۔

برازیل سے ایک دوست ڈان فرانسسکو (Don Francisco) جو ایک کیتھولک عیسائی ہیں اور اخبار اور ریڈیو کے مالک ہیں اور شاہی خاندان سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے مذہبی امور کے تعلق میں واسطہ پڑتا رہتا ہے لیکن جو حسن انتظام جلسہ میں دیکھا ہے بہت متاثر کن تھا۔ بہت سی باتیں سیکھنے کا موقع ملا۔ اور میں اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہوں۔ کہتے ہیں میں انڈیا کی ایک مسجد میں اپنی بیوی کے ساتھ گیا تو وہاں مسلمانوں کی طرف سے بہت غیر مناسب رویہ پایا لیکن یہاں جلسہ سالانہ کے دوران اور بعد میں بھی اس کے مقابل مجھے بہت عزت اور توقیر ملی۔

اور سپین سے سوشلسٹ پارٹی کے سابق ممبر پارلیمنٹ اسٹیکو صاحب (Eustaquio) کہتے ہیں کہ میں خود کو مذہبی عقائد سے دور سمجھتا ہوں لیکن جماعتِ احمدیہ عمل کے ذریعہ محبت کی تبلیغ کرتی ہے جس کی وجہ سے میں جماعت کے قریب آ گیا ہوں۔ کل کی بیعت نے میرے اندر بہترین جذبات کو جنم دیا اس لیے میں اس ناقابلِ فراموش تجربے کی وجہ سے بہت خوش ہوں۔ یہ دن میرے لیے ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان دنوں میں مجھے محسوس ہوا کہ میں احمدی ہوں جو دنیا میں امن اور محبت چاہتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

بنگلہ دیش کے ایک جسٹس آئے ہوئے تھے، ریٹائرڈ جسٹس نظام الدین صاحب۔ کہتے ہیں میں احمدی نہیں ہوں لیکن احمدی مسلمان ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیوں پر لمبے عرصے سے مظالم ہو رہے ہیں۔ ہیومن رائٹس ایکٹوسٹ (activist) ہونے کی وجہ سے میں انسانی ہمدردی کی بنا پر احمدیوں کی حمایت کرتا ہوں اور مختلف ممالک میں سفر کر چکا ہوں۔ ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عقیدے کا پرچار کرے۔ جلسے میں نظم وضبط دیکھا اور افرادِ جماعت میں اپنے خلیفہ کے لیے پیار اور عزت اور علم کی پیاس نہایت متاثر کن چیزیں تھیں۔ میں نے تمام خطابات بڑے غور سے سنے ہیں جس سے میری اپنی بعض غلط فہمیاں دور ہوئی ہیں۔ احمدیوں کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بولیں تا کہ ان کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں دور ہوں۔ پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ احمدی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے لیکن یہاں آ کے مجھے پتا لگا کہ ایسا نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس جلسے سے بہت کچھ سیکھا ہے اور میں سب کا بالخصوص امام جماعتِ احمدیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہیو فرے (Hugh Farey) یہ عیسائی کیتھولک فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں، سائنس دان ہیں، نظم برٹش سوسائٹی آف ٹیورن شراؤڈ کے سابقہ ایڈیٹر ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں باقاعدہ جلسے پہ پانچ سال سے آ رہا ہوں اور مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس نے اپنی پرکشش دعاؤں سے پُر اس روح کو ختم نہیں ہونے دیا جو اس کی فضا میں مجھے تب بھی محسوس ہوئی تھی جب پہلی دفعہ دعوت دی گئی تھی۔

میں شراؤڈ آف ٹیورن کا ماہر ہوں اور یہ ایک ایسا کپڑا ہے جو احمدیہ جماعت میں نہایت دلچسپی کا حامل ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ ایک ثبوت ہے کہ مسیح کی وفات صلیب پر واقع نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود یہ بات ان کو اس چیز سے نہیں روکتی کہ وہ اس کے ماہرین کو دعوت دیں جن میں سے اکثر اس بات سے متفق ہیں کہ یہ تصویر ایک وفات یافتہ شخص کی طرف دلالت کرتی ہے اور یہ اس بات کو بالائے طاق رکھتے ہیں کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے

ہیں اور پھر بھی ان کو بلاتے ہیں۔ میرا اپنا تجزیہ کہ یہ قرونِ وسطیٰ میں بنایا گیا تھا احمدیوں کی اس بات سے تضاد نہیں رکھتا کہ مسیح بچ گئے تھے اور پھر کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ اپنا نکتہ نظر بتا رہے ہیں کہ میرا بھی یہی نکتہ نظر ہے جو احمدیوں کا ہے۔

ریویو آف ریلیجنز کی یہ نمائش احمدیوں کی فراخ دلی، پُرامن اور متحمل فطرت کی طرف دلالت کرتی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہاں مختلف ڈسکشنز (discussions) بھی ہوئیں۔ پینل ڈسکشنز (panel discussions) بھی ہوئیں۔ امریکہ سے آئے ہوئے ڈاکٹر صاحب ایک پینل میں شامل ہوئے تھے جو ٹراما (Trauma) کے سرجن کے طور پر کام کر رہے ہیں اور اس دفعہ پہلے احمدی ماہرین میں شامل ہوئے، انہوں نے اس پینل میں شمولیت اختیار کی۔ ان کے ذاتی تجربے پر مشتمل وسیع علم نے ان کے دلائل کو اور مضبوط کر دیا جو اس آدمی کے بچ جانے کے متعلق پیش کر رہے تھے جو کفن میں موجود تھا۔ یہ بھی کافی متاثر تھے۔

پھر پیٹر واڈھمز (Peter Wadhams) جو کیمبرج یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں اور شراوڈ آف ٹیورن کمیٹی کے سرکاری ممبر ہیں کہتے ہیں کہ میرا پہلا جلسہ ہے افسوس کہ میں اس سے قبل شامل نہ ہو سکا۔ میں چاہوں گا کہ میں اس جیسے مزید جلسوں پر آؤں اور مجھے یقین ہے کہ میں آئندہ منعقد ہونے والوں پر تو ضرور آؤں گا لیکن میں اس میٹنگ سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا موجود ہونا اور پھر اتنی محنت خرچ ہونا اور اتنی محبت سے سب کچھ ہونا۔ ٹیورن کی نمائش کے لیے اتنی محنت کرنا اور پھر جس سنجیدگی سے جماعتِ احمدیہ کا اس نمائش کا انعقاد کروانا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ اس کے بارے میں مزید جاننے کے خواہش مند ہیں حالانکہ ہم ابھی تک خود بھی اس کو مکمل طور پر سمجھ نہیں سکے۔

پھر کینیڈا کی ایبوریجنل (Aboriginal) کمیونٹی کی نمائندگی ہوئی تو ابوریجنیز (Aborigines) کے جو نمائندے تھے چیف میینگن ہنری (Chief Myeengun Henry) وہ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ میں شمولیت میرے لیے بہت اہمیت کی حامل تھی کیونکہ اس سے میری زندگی بدل گئی ہے۔ میں اب اسلام کے متعلق پہلے سے کہیں زیادہ جانتا ہوں اور مجھے احساس ہوا ہے کہ اسلام اور کینیڈا کے قدیم مذہب میں بہت سی مشترک باتیں پائی جاتی ہیں۔ میرے لیے یہ بات بڑی حیران کن تھی کہ اسلام عورتوں کو مساوی حقوق دیتا ہے پہلے مجھے ہر طرف مرد ہی مرد دکھائی دے رہے تھے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ عورتوں کا انتظام بھی مردوں ہی کی طرح کا ہے۔

یہ ایک ایسی بات ہے جس سے بہت سے غیر مسلم بے خبر ہیں۔ لہٰذا میں انہیں بتاؤں گا کہ اسلام مرد و زن کے حقوق میں تفریق نہیں کرتا اور انہوں نے میرے سے ملاقات بھی کی تھی۔ اس کے بھی تاثرات ہیں کہ اس ملاقات کا مجھ پر بڑا اچھا اثر ہے۔

اسی طرح چیف رین وارن شیبوئر (Chief Rene Warren Chaboyer) جلسہ سالانہ میں شرکت کی بات کرتے ہیں۔ میں بہت خوش ہوں کہ مجھے اتنے بڑے جلسے سے خطاب کرنے کا موقع دیا گیا۔ مَیں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ اسلام اتنا پُرامن اور مخلوقِ خدا سے محبت کرنے کا درس دینے والا مذہب ہے۔ کہتے ہیں میں

نے چاہا کہ امام جماعتِ احمدیہ کو ابارجنل کمیونٹی کا سب سے بڑا اعزاز دوں یا دینا چاہیے تو میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے میزبان سے کیا اور اس کی تکمیل کے لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنے ہیڈ ڈریس جو باز کے پروں سے بنا ہوا ہے۔

یہ تاج پہنتے ہیں جس پہ پَر لگے ہوتے ہیں اس میں سے باز کا ایک پر جو ہمارے لیے بڑا قیمتی ہے وہ نکال کے امام جماعتِ احمدیہ کی خدمت میں پیش کروں اور یہ ایسا اعزاز ہے جو میں نے آج تک کسی لیڈر کو نہیں دیا اور میں جماعتِ احمدیہ اور ان کے عقائد کا بہت احترام کرتا ہوں۔ پھر کہتے ہیں، میرے ساتھ وقت گزارنا بھی مجھے بڑا اچھا لگا اور پھر انہوں نے ایک ملاقات کے دوران مجھے وہ پَر دیا بھی تھا۔

بیلیز کی ایک مہمان ہیں رینے ٹرجیو (Renee Trujillo) جو لَو ایف ایم (Love FM) کے چینل کی ڈائریکٹر آف نیوز ہیں۔ کہتی ہیں میں نے احمدیوں میں جو اتحاد دیکھا ہے وہ انسان میں ایک نئی روح پھونکنے والا ہے۔ اس کو دیکھ کر دل میں امن کے حصول کی خواہش سر اٹھاتی ہے۔ ہمیں بڑی سہولیات بہم پہنچائی گئیں۔ انتظامات بہت منظم تھے۔ امام جماعت کے خطابات موجودہ زمانے کی ضرورت کے عین مطابق تھے۔ مجھے ان سب سے زیادہ آپ کے اس خطاب نے متاثر کیا جو آپ نے عورتوں میں کیا تھا اور اس تجربے نے مجھے دینِ اسلام کو مزید بہتر طور پر سمجھنے کے قابل بنا دیا ہے۔ جلسے میں شمولیت کے باعث مجھے احمدیت اور اس کے عقائد کے متعلق سوالات کرنے کا موقع ملا اور اس کا مجھے فائدہ ہوا۔

پھر بیلیز سے چسٹر ولیم (Chester Williams) صاحب ہیں جو بیلیز ملک کے پولیس کمشنر ہیں۔ کہتے ہیں اسلام کے متعلق میرے علم میں اضافہ ہوا ہے۔ اس جلسہ میں شمولیت سے قبل مجھے لگتا تھا کہ مسلمان ایک جیسے ہیں۔ اب سمجھ آئی ہے کہ اور بھی فرقے ہیں۔ قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ احمدی امن کو فروغ دیتے ہیں اور نوجوانوں کی اصلاح کے لیے بہت سا وقت خرچ کرتے ہیں۔

امریکہ سے حکومتی طور پر کانگریس سٹاف اور اس کے علاوہ یو ایس کمیشن برائے مذہبی آزادی کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے۔ اسی طرح چائنہ کے اویغور مسلم (Uyghur Muslims) جو ہیں ان کے نمائندے بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں میں نے جلسہ سالانہ یوکے اور یو ایس اے دونوں میں شرکت کی ہے اور جس طرح جماعت مل جل کر کام کرتی ہے یہ دیکھنا نہایت تعجب انگیز ہے۔ تمام جماعتی رضاکاران کا بے لوث خدمت کرنا بہت متاثر کن تھا۔ اس جلسے نے نوجوانوں کو اتحاد کی طرف مائل کیا اور یکجہتی کا ماحول بھی پیدا ہوا۔ یہ ان کے عمومی تاثرات تھے۔

پھر باقی اب میں چھوڑتا ہوں۔ ارجنٹائن کے ایک مہمان صحافی تھے۔ ان کا ذکر کر دیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں خاکسار کو بطور صحافی مختلف ایونٹس (events) میں شامل ہونے کا موقع ملتا رہتا ہے لیکن آپ لوگوں کے جلسے میں ایک غیر معمولی بات یہ دیکھی ہے کہ سب شاملین اور ممبران بیک وقت میزبان آرگنائزیشن کے ممبرز معلوم ہوتے ہیں، کہ دونوں شاملین بھی ہیں اور آرگنائزر بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے ایونٹس میں واضح طور پر میزبان اور مہمان میں فرق نظر آتا ہے بلکہ اس پیمانے کا ایونٹ کرنے کے لیے لوگ ہائر کیے جاتے ہیں لیکن آپ کے جلسے

میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب شاملین بیک وقت مہمان بھی ہیں اور میزبان بھی ہیں۔ جب بھی ضرورت پیش آتی تھی تو مہمان میزبان میں بدل جاتے تھے اور یہی ایک خوب صورتی ہے جو ہمارے ہر جلسہ میں ہمیشہ ہونی چاہیے۔

کولمبیا سے تعلق رکھنے والے ایک اخبار نویس و کیل جیزز گیبلم (Jesus Gabalam) ہیں، کہتے ہیں کہ انسانی حقوق کے بارے میں جو امام جماعت کی تقریر تھی وہ مجھے بہت پسند آئی ہے۔ بطور جرنلسٹ دنیا کی اہم سیاسی، سماجی، مذہبی شخصیات کو ملنے کا مجھے موقع ملتا ہے اور امام جماعت سے بھی ملا اور ان سے ملنا مجھے بڑا اچھا لگا۔ میری خواہش ہے کہ اسلام کی حسین تعلیمات سے کولمبیا کے لوگوں کو روشناس کروانے کے لیے احمدی مشنریز کو وہاں بھیجا جائے جس کی میرے ملک کو اس وقت بہت ضرورت ہے۔

پھر اسی طرح بی۔بی۔ایس ٹی وی (BBS.Tv) یوگنڈا کے سی ای او کہتے ہیں میں نے اتنا بڑا اجتماع ڈسپلن کے ساتھ دیکھا اور بڑا حیران ہوا کہ کوئی فوج اور پولیس نہیں تھی۔ میں عیسائی ہوں اور جیزز اِن انڈیا (Jesus in India) کے حوالے سے جلسے میں نمائش دیکھی۔ وہاں ایک آرگنائزر سے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بات ہوئی تو انہوں نے مجھے بائبل کے حوالے دے کر ایسی باتیں بتائیں جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ مجھے سخت حیرانی ہوئی کہ احمدیوں کے پاس تو عیسائیوں سے زیادہ بائبل کا علم ہے۔

پھر بولیویا سے ٹی وی کے نمائندے آئے تھے۔ جو بڑا ٹی وی شو کرنے والے ہیں۔ آرندیا (Arandia) صاحب ان کا نام ہے۔ کہتے ہیں کامیاب تجربہ تھا۔ اس سے پہلے مجھے جلسہ سالانہ کینیڈا میں بھی شمولیت کا موقع ملا اور ان جلسوں میں شامل ہو کر مجھے اسلام کی حقیقی تعلیم کے بارے میں پتا چلا ہے۔ جلسے کے ماحول اور اس میں ہونے والی تقاریر نے اسلام کے بارے میں میرے تمام تر شبہات اور غلط فہمیوں کو دور کر دیا ہے۔

یوکرائن سے ایک دوست ایگر صاحب تھے۔ جو مذہبی علوم کے ماہر ہیں۔ انہوں نے پی۔ایچ۔ڈی کی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر ہیں۔ دو کتابیں بھی تصنیف کر چکے ہیں۔ انہوں نے جماعتِ احمدیہ کے لٹریچر کا بڑا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ جلسے میں شمولیت کی اور پھر انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ اور یہ یوکرائن قوم سے پہلے احمدی ہیں۔ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں مجھے مختلف موضوعات پر ہونے والی بہت سی بین الاقوامی کانفرنسوں، جلسوں اور تقاریب میں شامل ہونے کا موقع ملا ہے لیکن جلسہ سالانہ میں شمولیت نے میرے دل اور روح پر ایسا اثر کیا ہے جو اس زندگی سے لے کر اگلے جہان میں جانے تک باقی رہے گا۔

پھر کہتے ہیں عربی زبان میں ایک بہت پیارا لفظ "نور" ہے جس کا مطلب ہے روشنی اور جلسہ سالانہ ایمان اور محبت کی وہ روشنی ہے جو پوری انسانیت کو اپنے وجود سے منور کرتی ہیں۔ پھر کہتے ہیں خلیفۃ المسیح کے خطابات سے مجھے یہ بات سمجھنے میں بہت مدد ملی کہ اس دنیا میں میری موجودگی کا اصل مقصد کیا ہے۔ پھر انتظامیہ کے کاموں کو بھی انہوں نے بڑا سراہا کہ ہر ایک بڑی محنت سے مصروفِ عمل ہے۔

اسی طرح میکسیکو کے تاثرات ہیں۔ ایک بیان کر دیتا ہوں۔ ماریہ صاحبہ ہیں کہتی ہیں کہ مجھے اسلام قبول کیے صرف دو ماہ ہوئے ہیں۔ میرے اسلام کے بارے میں کافی سوالات تھے مگر جلسے میں شمولیت کی وجہ

سے میری اسلام کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ میرے سارے شکوک اور سوالات ختم ہو گئے ہیں۔ اس جلسہ میں شمولیت ایک ناقابل فراموش تجربہ ہے۔ جلسے میں شمولیت کی وجہ سے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں اور آج میں نے اس بات کا عہد کر لیا ہے کہ اب سے اپنا حجاب فخر سے پہنوں گی اور ہر وقت استعمال کروں گی۔

پیراگوئے کی ایک نومبائعہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ جلسہ بڑا اچھا تھا اور میں نے آپ کے خطابات سنے اور بڑے قابلِ عمل ہیں اور میرے خطابات کے بارے میں کہتی ہیں کہ میرے جو سوال تھے ان کے مجھے جواب مل گئے اور مجھے یوں لگتا تھا کہ آپ نے اپنی تقاریر میرے سوالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تیار کی ہیں اور میں روحانی طور پر بہت سا علم اپنے ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف ہوتا ہے کہ وہ ایسی تقاریر بھی تیار کروا دیتا ہے اور پھر لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔

پھر پریس اینڈ میڈیا کی رپورٹ ہے۔ باقی تو اب میں چھوڑتا ہوں۔ ہمارے مرکزی پریس اینڈ میڈیا آفس کی رپورٹ کے مطابق اس وقت تک کل ایک سو تراسی (183) میڈیا رپورٹس نشر ہو چکی ہیں۔ میڈیا کوریج کا سلسلہ جاری ہے۔ اس رپورٹ کے ذریعہ ایک سو تہتر ملین سے زائد افراد تک پیغام پہنچا ہے اور میڈیا جس نے کوریج دی ہے وہ بی۔بی۔سی ریڈیو فور (BBC Radio4) ہے۔ بی۔بی۔سی ورلڈ سروس ہے۔ بی۔بی۔سی ایشین نیٹ ورک ہے، اور ٹیلیگراف (ڈچ نیشنل نیوز پیپر) ہے۔ سکائی نیوز ہے۔ آئی ٹی وی ہے۔ ایکسپریس ہے۔ ہفنگٹن پوسٹ ہے۔ پریس ایسوسی ایشن (نیوز ایجنسی) ہے۔ ای۔ایف۔ای (سپینش نیوز ایجنسی) ہے، یاہو نیوز (Yahoo News) ہے اور یو کے، برازیل، ہالینڈ، سپین، ارجنٹینا، پانامہ، کولمبیا، چلی، پیرو، وینزویلا، کیمرون، نائیجیریا، بیلجیئم، گھانا، اٹلی وغیرہ کافی ملکوں میں یہ ساری کوریج ہوئی ہے۔

ایم۔ٹی۔اے افریقہ کے ذریعہ انیس (19) چینلز پر الحمد للہ یہ کوریج ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی جماعت کے لوگوں کی، افراد جماعت کی جلسے میں شمولیت کے علاوہ غیروں کے بھی بہت سارے تاثرات ہیں جنہوں نے جلسے کے دنوں میں یہ پروگرام دیکھے اور بڑے متاثر ہوئے۔

اللہ تعالیٰ جلسے میں شامل ہونے والے احمدیوں کے لیے بھی یہ جلسہ سالانہ ان کے ایمان میں ترقی کا باعث بنائے اور جو باتیں انہوں نے سنی اور سیکھیں ان کو ہمیشہ اپنے اوپر لاگو کرنے والے ہوں، اس پر عمل کرنے والے ہوں اور پریس اور میڈیا کے ذریعہ جو خبریں دنیا کو پہنچی ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کرے کہ لوگوں کے دلوں پر اثر کرنے والی ہوں اور ان کے لیے احمدیت اور حقیقی اسلام کو قبول کرنے کا باعث بنائے۔

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کا ہے۔ یہ 30/ جولائی 2019ء کو ربوہ میں طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مجیب الرحمٰن صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور ان کے والد محترم مولانا ظل الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ تھے اور انہوں نے ان کو بچپن میں باقی بچوں کے ساتھ، والدہ کے ساتھ قادیان بھیج دیا تھا۔

مجیب الرحمٰن صاحب کی والدہ اور باقی بہن بھائیوں کو بنگال سے تربیت کے لیے قادیان بھجیج دیا تھا۔ ان کے والد حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے اوّلین شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس اور غلام احمد صاحب بدوملہی وغیرہ بزرگان ان کے ہم مکتب تھے۔ انہوں نے تقریباً 36 سال بنگال میں خدمات سرانجام دیں۔

مجیب الرحمٰن صاحب پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے کامیاب وکیل تھے اور جماعتی خدمات بھی ان کی بہت ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو 1980ء میں جماعتِ احمدیہ راولپنڈی کا امیر مقرر کیا تھا اور 1998ء تک یہ امیر جماعت رہے۔ 1974ء میں "بیت الحمد" مری روڈ راولپنڈی کی جو مسجد ہے اس کا مقدمہ بھی انہوں نے کافی خدمات سرانجام دیں۔ 1978ء میں ڈیرہ غازی خان کی مسجد کے مقدمے کی پیروی ہائی کورٹ میں کی۔ بے شمار جماعتی مقدمات تھے جن میں انہوں نے پیروی کی اور پیروی کا حق ادا کیا۔ 1978ء میں مجلسِ شوریٰ کی سٹینڈنگ کمیٹی کے رکن بنے۔ پھر صدر انجمن احمدیہ کے قواعد وضوابط کی تدوین میں ان کو خدمت کا موقع ملا۔ فقہ کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے فقہ احمدیہ حصہ اول کی تدوین میں شمولیت کا موقع ملا۔ پھر 1977-78ء کے جلسہ ہائے سالانہ میں ان کو تقاریر کا موقع ملا۔

اسلام اور مذہبی آزادی کے عنوان پر 79ء سے 83ء تک جلسہ ہائے سالانہ میں اسلام میں اختلافات کا آغاز، احمدی حضرت بانی سلسلہ کی نظر میں، عافیت کا حصار، شجرِ احمدیت کے شیریں ثمار کے موضوع پر تقاریر کا موقع ملا۔ ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں ان کو شرکت کا موقع ملا۔ غیروں کے اعتراضوں کے جواب دیے۔ ان کا دینی علم بھی بہت تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیاوی علم بھی بہت تھا اور بولتے بھی بہت اچھا تھے اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا جس سے انہوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے جماعت کی خدمت کا ان کو موقع دیا۔ پھر ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگراموں میں مختلف پروگرام شامل ہیں۔

1974ء کی پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ پر تبصرہ، عالمی شہرت یافتہ مؤرخین کے انٹرویوز، براہین احمدیہ کے محاسن وغیرہ شامل ہیں۔ پھر 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف جو شرعی عدالت میں مقدمہ داخل ہوا اس کی پیروی کی ان کو توفیق ملی اور وہاں بھی انہوں نے اس پیروی کا خوب حق ادا کیا۔ فوجی عدالتوں میں بھی پیروی کا ان کو موقع ملا۔ جماعت کے خلاف جو مقدمات تھے ان میں انہوں نے اسیر انِ راہِ مولیٰ کی خدمت کی توفیق پائی۔ 1993ء میں سپریم کورٹ میں بنیادی حقوق کے مقدمہ کی پیروی کرنے والی ٹیم کے رکن بھی بنے تھے۔ ان کو وہاں موقع ملا۔

1976ء کی کراچی میں منعقدہ جیورسٹس کانفرنس میں مقالے پڑھنے کا موقع ملا۔ انگلستان، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، کینیڈا، جاپان وغیرہ میں انسانی حقوق کے حوالے سے دانش وروں اور قانون کے ماہرین سے تبادلہ خیال کرنے اور سیمینارز میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ منیسوٹا سٹیٹ یونیورسٹی امریکہ میں قانون کے طلبہ سے خطاب کرنے کا موقع ملا اور جرمنی کی ایک عدالت میں اٹھارہ گھنٹے تک بطور ایک ایکسپرٹ گواہ کے انہوں نے اپنے بیان ریکارڈ کرانے کی توفیق پائی۔ 2014ء میں جماعتِ احمدیہ امریکہ کی طرف سے مختلف یونیورسٹیز میں لیکچر کے

لیے دعوت کا انتظام کیا گیا تھا وہاں مذہب اور آزادئ ضمیر کے موضوع پر انہوں نے لیکچر دیے۔

پھر رائس یونیورسٹی میں 2017ء میں قرآن کانفرس کا اہتمام کیا گیا جس میں جماعتِ احمدیہ کو بھی دعوت دی گئی۔ میں نے ان کو وہاں بھجوایا تھا اور انہوں نے وہاں نمائندگی کے فرائض انجام دیے اور حق ادا کیا۔ وہاں بھی قرآن کریم کے محاسن کو دنیا کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کی روشنی میں بیان کرنے کی ان کو توفیق ملی۔

سوئٹزرلینڈ اور کینیڈا میں امیگریشن بورڈ کے سامنے قانونی مسائل کی وضاحت کا موقع ملا۔ اَور بے شمار ان کی خدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے تمام جماعتی کام جو ان کے سپرد کیے جاتے تھے وہ وقف کی رُوح سے کرنے کی کوشش کی اور اس کا خوب حق ادا کیا۔

ان کی شادی ان کی تایازاد سے ہوئی تھی اور ان کی اہلیہ 1999ء میں وفات پاگئی تھیں۔ اس وقت ان کے تین بیٹے ہیں۔ عزیز الرحمٰن وقاص ہیں۔ راولپنڈی میں ایڈووکیٹ ہیں۔ وہ بھی جماعتی مقدمات میں مدد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن معاذ آج کل قطر میں ہیں۔ خلیل الرحمٰن حماد صاحب ہیں یہ بھی پاکستان میں ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ نمازوں کے بعد جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30/ اگست 2019ء تا جلد 26 شمارہ 49 صفحہ 05 تا 11)

33

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 / اگست 2019ء بمطابق 16 / ظہور 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، سرے، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج میں بدری صحابہ کا ذکر کروں گا جو گذشتہ کافی عرصے سے چل رہا ہے۔

جو پہلا ذکر ہے وہ حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ کا ہے۔ حضرت قتادہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو ظفر سے تھا۔ ان کے والد کا نام نعمان بن زید اور والدہ کا نام اُنیسہ بنت قیس تھا۔ حضرت قتادہؓ کی کنیت ابو عمر کے علاوہ ابو عمرو اور ابو عبد اللہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت قتادہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ کے اخیافی بھائی تھے یعنی والدہ کی طرف سے بھائی تھے۔ حضرت قتادہؓ کو ستر انصاری صحابہ کے ہمراہ بیعتِ عقبہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ البتہ دوسری روایت جو علامہ ابن اسحاق کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ عقبہ میں شامل ہونے والے انصاری صحابہ میں یہ نہیں تھے یا انہوں نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔

حضرت قتادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تیر اندازوں میں سے تھے اور غزوۂ بدر، احد، غزوۂ خندق اور بعد کے دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شمولیت کی توفیق ملی۔ غزوۂ احد کے روز حضرت قتادہؓ کی آنکھ پر تیر لگا جس سے ان کی آنکھ کا ڈیلا باہر آ گیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ تیر لگا ہے تو میرا ڈیلا باہر آ گیا ہے اور بات یہ ہے کہ میں اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا ہوں۔ اگر اس نے میری آنکھ کو اس طرح دیکھا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈیلے کو اپنے ہاتھ سے واپس رکھ دیا اور صحیح جگہ پر قائم ہو گیا اور بینائی لوٹ آئی۔ اور بڑھاپے میں بھی دونوں آنکھوں میں سے یہ والی آنکھ زیادہ قوی اور زیادہ صحیح تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آنکھ میں اپنا لعاب لگایا تھا اس کے نتیجے میں وہ دونوں میں سے حسین تر ہو گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ239 ومن بنی ظفر..... قتادۃ بن النعمان داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد4صفحہ370-371، قتادہ بن نعمان، دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)

حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں، یہ خود انہوں نے اس واقعہ کی اپنی تفصیل بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ایک کمان بطور ہدیہ دی گئی تو وہ غزوۂ احد کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی۔ میں اس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا وَتر یعنی کمان کی جو ڈور ہوتی ہے وہ ٹوٹ گئی۔ میں اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے رہا۔ عموماً حضرت طلحہؓ کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کا بھی ذکر ہے۔ کہتے ہیں مَیں سامنے کھڑا رہا۔ جب بھی کوئی تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتا تو میں اپنا سر اس کے آگے کر دیتا تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے لیے ڈھال بن سکوں۔ اس وقت میرے پاس کوئی تیر نہیں تھا جسے میں چلا سکتا۔ اسی دوران ایک تیر میری آنکھ پر لگا جس سے میری آنکھ کا ڈیلا نکل کر میری گال پر آ گیا اور جتھہ منتشر ہو گیا۔ اس عرصے میں جب یہ جتھہ جو حملہ آور تھا منتشر بھی ہو گیا تو اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ڈیلے کو پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قریب ہی تھا تو وہیں لے گیا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرے ہاتھ میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا اے اللہ! قتادہ نے اپنے چہرے کے ذریعے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے۔ پس تُو اس کی اس آنکھ کو دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ نظر والی بنا دے۔ چنانچہ وہ آنکھ دونوں میں سے زیادہ خوبصورت اور دونوں میں سے نظر کے اعتبار سے زیادہ تیز تھی۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 19 صفحہ 8 عمر بن قتادۃ بن النعمان، عن ابیہ دار احیاء التراث العر بی2002ء)

انہوں نے خود جو بیان کیا ہے وہاں بیوی کی محبت کا کوئی نہیں لکھا کہ اس لیے وہ مجھ سے نفرت کرے گی۔ تاریخ دانوں نے وہ واقعہ لکھا ہے جو پہلے میں نے بیان کیا تھا۔ واقعہ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے یا ویسے ہی۔ بہرحال یہ جو روایت ہے اس میں بیوی کا یہ حوالہ کوئی بھی نہیں آتا لیکن بہرحال جنگ کے دوران آنکھ باہر آ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس اس جگہ پر رکھ دیا اور ان کی نظر وہیں دوبارہ بحال بھی ہو گئی اور بڑی اچھی ہو گئی اور اسی وجہ سے بعد میں حضرت قتادہ 'ذوالعین' یعنی آنکھ والے کے لقب سے بھی مشہور ہو گئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد2صفحہ345 ذوالعین، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

حضرت قتادہؓ غزوۂ خندق اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنو ظَفَر کا جھنڈا حضرت قتادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت قتادہؓ نے 65 سال کی عمر میں 23ر ہجری میں وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے مدینے میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر میں ان کے اخیافی بھائی حضرت ابوسعید خدریؓ اور محمد بن مسلمہؓ اور حارث بن خَزْمَہ ؓ اترے اور ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ بھی قبر میں اترنے والوں میں شامل تھے۔ حضرت قتادہؓ کے ایک پوتے کا نام عاصم بن عمر تھا جو علم الانساب کا ماہر تھا یعنی قبیلوں کے خاندانوں اور نسلوں کا جو علم ہوتا ہے اور اس سے علامہ ابن اسحاق نے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 239 ومن بنی ظفر..... قتادۃ بن النعمان دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 4 صفحہ 372، قتادہ بن نعمان، دار الکتب العلمیہ بیروت2008ء) (سیرالصحابہ از سعید انصاری جلد 3 صفحہ 474، دارالاشاعت کراچی 2004ء)

ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کمان تھی جس کا نام کُتُوم تھا اور وہ

تَبَع ایک درخت ہے جس سے تیر بنائے جاتے ہیں، اس سے بنی ہوئی تھی اور یہ وہ کمان تھی جو غزوۂ احد کے روز حضرت قتادہؓ کے ہاتھ سے کثرتِ استعمال کی وجہ سے ٹوٹی تھی۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر جلد 4 صفحہ 148 باب ذکر سلاحہ ومرکوبہ.....دار احیاء التراث العربی 2001ء)(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 293 مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور 2005ء)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک خاندان ایسا تھا جنہیں بَنُو اُبَیْرِقْ کہا جاتا تھا۔ ان میں تین بھائی تھے بِشر، بُشَیر اور مبشر۔ بُشَیر منافق تھا۔ شعر کہتا تھا اور اشعار کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ہجو کرتا تھا۔ بظاہر یہ مسلمان تھا لیکن بعض عمل اس کے ایسے نہیں تھے۔ پھر ان کو بعض عرب کی طرف سے منسوب کر کے کہتا تھا کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ شعر سنا جو وہ شعر کہتا تھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ شعر اسی بدباطن شخص نے کہا ہوا ہے اور انہوں نے یعنی صحابہ نے کہا کہ یہ اشعار ابن اُبَیْرِقْ کے کہے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں ہی میں محتاج اور فاقہ زدہ لوگ تھے۔ کوئی ان میں تبدیلی نہیں پیدا ہوئی۔ کام نہیں کرتے تھے یا محنت نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے بہرحال بہت زیادہ غریب تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ مدینے میں لوگوں کا کھانا کھجور اور جَو ہی ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص مال دار ہو جاتا اور کوئی غلّوں کا تاجر شام سے سفید آٹا لے کر آتا، پسا ہوا باریک آٹا تو وہ مال دار شخص اس میں سے کچھ خرید لیتا اور اسے اپنے کھانے کے لیے مخصوص کر لیتا۔ لیکن اس کے بال بچے جو تھے وہ کھجور اور جَو ہی کھاتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ جب ایک غلے کا تاجر شام سے آیا تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدے کی، سفید آٹے کی ایک بوری خریدی اور اسے اپنے گودام میں رکھ دیا۔ اس گودام میں ہتھیار اور زرہ اور تلوار بھی رکھی ہوئی تھی، اسلحہ بھی رکھا ہوا تھا۔ کہتے ہیں ان پر ظلم یہ ہوا کہ اس گودام میں نقب لگائی گئی اور دیوار توڑ کے اندر چور آ گئے اور راشن اور ہتھیار سب کا سب چرا لیا گیا۔ صبح کے وقت میرے چچا رفاعہ میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے بھتیجے! آج کی رات تو میرے پر بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ ہمارے گودام میں نقب لگائی گئی ہے۔ ہمارا راشن اور ہمارے ہتھیار سب کچھ چرا لیے گئے ہیں۔ ہم نے محلے میں پتا لگانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں سے پوچھ گچھ کی ہے تو ہم سے کہا گیا کہ ہم نے بنو اُبَیرق کو آج رات دیکھا ہے، انہوں نے آگ جلا رکھی تھی اور ہمارا خیال ہے کہ تمہارے ہی کھانے پر وہ جشن منا رہے ہوں گے یعنی چوری کا مال پکا کر کھا رہے ہوں گے۔ جب ہم محلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے تو بنو ابیرق نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمیں تو تمہارا چور لبید بن سہل ہی لگتا ہے، کسی اَور کا نام لگا دیا۔ کہتے ہیں کہ لبید ہم میں سے ایک صالح مرد اور مسلمان شخص تھے۔ جب لبید نے یہ سنا کہ بنو ابیرق اس پہ چوری کا الزام لگا رہے ہیں تو انہوں نے اپنی تلوار سونت لی اور کہا کہ مَیں چور ہوں؟ اللہ کی قسم! میری یہ تلوار تمہارے بیچ رہے گی یا پھر تم اس چوری کا پتا لگا کر دو گے۔ بڑے غصّے میں کہا کہ اب یہ فیصلہ ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ جناب آپ اپنی تلوار دور رکھیں۔ آپ چور نہیں ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ بڑے نیک آدمی ہیں۔ ہم نے محلے میں مزید پوچھ گچھ کی تو ہمیں اس میں شک نہیں رہ گیا کہ وہی بنو ابیرق چور ہیں۔ میرے چچا نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے

اور آپؐ سے اس حادثے کا ذکر کرتے تو ہو سکتا ہے میرا مال مجھے مل جاتا۔ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کہتے ہیں کہ میں یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے ہی لوگوں میں سے ایک گھر والے نے ظلم و زیادتی کی ہے۔ انہوں نے میرے چچا رفاعہ بن زیدؓ کے گھر کا رخ کیا ہے اور ان کے گودام میں نقب لگا کر ان کے ہتھیار اور ان کا راشن چرا لیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہتھیار ہمیں واپس دے دیں۔ جہاں تک راشن یا غلے کا تعلق ہے تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بارے میں مشورے کے بعد کوئی فیصلہ دوں گا۔ جب یہ بات بنو ابیرق نے سنی تو اپنی قوم کے ایک شخص کے پاس آئے۔ اس شخص کو اُسَیر بن عروہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے اس معاملے میں بات کی اور محلے کے کچھ لوگ بھی اس معاملے میں ان کے ساتھ ایک رائے ہو گئے اور ان سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! قتادہ بن نعمان اور ان کے چچا دونوں ہمیں لوگوں میں سے ایک گھر والوں پر جو مسلمان ہیں اور اچھے لوگ ہیں بغیر کسی گواہ اور بغیر کسی ثبوت کے چوری کا الزام لگاتے ہیں۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپؐ سے بات چیت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایک ایسے گھر والوں پر چوری کرنے کا الزام عائد کیا ہے جن کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور بھلے لوگ ہیں اور تمہارے پاس کوئی گواہ اور ثبوت بھی نہیں ہے۔ قتادہؓ کہتے ہیں میں آپؐ کے پاس سے واپس آ گیا۔ نیک فطرت تھے، بڑے نیک تھے، کہتے ہیں میں واپس آ گیا اور میرا جی چاہا کہ میں اپنے کچھ مال سے محروم ہو گیا ہوتا تو مجھے گوارا ہوتا لیکن اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے بات نہ کی ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر مجھے خیال آیا کہ میں نے یوں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ اگر میرا مال چلا بھی جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن میں یہ بات نہ کرتا۔ کہتے ہیں پھر میرے چچا نے میرے پاس آ کر کہا کہ بھتیجے تم نے اس معاملے میں اب تک کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو جواب دیا تھا میں نے انہیں وہ بتا دیا۔ وہی جواب انہیں دے دیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا مددگار ہے۔ ہماری اس بات چیت کو ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں کہ

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىکَ اللّٰہُ ؕ وَ لَا تَکُنۡ لِّلۡخَآئِنِیۡنَ خَصِیۡمًا۔ (النساء:106) یعنی ہم نے یقیناً تیری طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے تا کہ تُو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے سمجھایا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حق میں بحث کرنے والا نہ بن۔ خائنین سے مراد یہاں لکھا ہے کہ بنو ابیرق ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ وَ اسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ کہ اللہ سے مغفرت چاہو۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۔ (النساء:107) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا رحیم ہے، مہربان ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ وَ لَا تُجَادِلۡ عَنِ الَّذِیۡنَ یَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ خَوَّانًا اَثِیۡمًا۔ یَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰہِ وَ ہُوَ مَعَہُمۡ اِذۡ یُبَیِّتُوۡنَ مَا لَا یَرۡضٰی مِنَ الۡقَوۡلِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطًا۔ ہٰۤاَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا فَمَنۡ یُّجَادِلُ اللّٰہَ عَنۡہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَمۡ مَّنۡ یَّکُوۡنُ عَلَیۡہِمۡ وَکِیۡلًا۔ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَہٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۔ (النساء:108-111)

اور ان لوگوں کی طرف سے بحث نہ کر جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں یقیناً اللہ سخت خیانت کرنے والے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔ وہ لوگوں سے تو چھپ جاتے ہیں جبکہ اللہ سے نہیں چھپ سکتے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتیں ایسی باتیں کرتے ہوئے گزارتے ہیں جو وہ پسند نہیں کرتا اور اللہ اسے گھیرے ہوئے ہے جو وہ کرتے ہیں۔ دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تم دنیا کی زندگی میں تو ان کے حق میں بحثیں کرتے ہو۔ پس قیامت کے دن ان کے حق میں اللہ سے کون بحث کرے گا یا کون ہے جو ان کا حمایتی ہو گا اور جو بھی کوئی برا فعل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ (النساء:112-113) یعنی جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا اور حکمت والا ہے اور جو کسی خطا کا مرتکب ہو یا گناہ کرے پھر کسی معصوم پر اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بہت بڑا بہتان اور کھلا کھلا گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے اشارہ بنو ابیرق کی اس بات کی طرف ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں لگتا ہے کہ یہ چوری لبید بن سہل نے کی ہے اور پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ م بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء:114-115) اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتے تو ان میں سے ایک گروہ نے تو ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ ضرور تجھے گمراہ کر دیں گے لیکن وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے اور وہ تجھے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتارے ہیں اور تجھے وہ کچھ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی کی بات نہیں سوائے اس کے کہ کوئی صدقہ یا معروف کی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے۔ اور جو بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش میں ایسا کرتا ہے تو ضرور ہم اسے ایک بڑا اجر عطا کرتے ہیں۔

بہرحال ان آیات کے اور بھی بڑے مطالب ہیں لیکن اگر اس کے بارے میں بھی لیا جائے تو کچھ عرصے بعد ان کو یہی خیال ہوا کہ ہمارے اس معاملے میں یہ ساری آیات نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حقیقت کھول دی اور پھر اس کا اثر یہ بھی ہوا کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو بنو ابیرق، جن پہ چوری کا شبہ تھا انہوں نے سمجھا کہ یہ ہمارے بارے میں ہی ہے تو انہوں نے اپنی وہ چوری تسلیم کر لی اور ہتھیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہتھیار رفاعہ کو جو مالک تھے ان کو لوٹا دیے۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میرے چچا بوڑھے تھے اور اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ان کی نگاہیں کمزور ہو چکی تھیں اور میں

سمجھتا تھا کہ ان کے ایمان میں کچھ خلل ہے۔ یہ سمجھتا تھا کہ ایمان تو یہ لے آئے ہیں، مسلمان ہو گئے ہیں لیکن ایمان مضبوط نہیں ہے۔ لیکن جب یہ ہتھیار ان لوگوں کی طرف سے واپس ہوئے جنہوں نے یہ چرائے تھے اور جب میں ہتھیار لے کے اپنے چچا کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! اسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ میں دیتا ہوں تو اس وقت مجھے پتا لگ گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ چچا کا اسلام پختہ اور درست تھا اور مجھے یوں ہی ان پہ شک تھا کہ ان کا ایمان مضبوط نہیں۔

جب قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں تو بُشیر جو ان میں سے ایک بھائی تھا جس کے بارے میں انہوں نے پہلے کہا کہ اس پر ان کو منافقت کا شک تھا وہ جا کے مشرکوں میں شامل ہو گیا اور سُلَافَہ بنتِ سَعد کے پاس جا ٹھہرا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء:116، 117)

کہ جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر روشن ہو چکی ہو اور مومنوں کے طریق کے سوا کوئی اور طریق اختیار کرے تو ہم اسے اسی جانب پھیر دیں گے جس جانب وہ مڑ گیا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ یقیناً اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس کے سوا ہے معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو وہ یقیناً دور کی گمراہی میں بہک گیا۔

جب یہ اس مشرک سُلَافَہ کے پاس جا کر ٹھہرا اور اسلام سے ہٹ گیا تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے چند اشعار کے ذریعہ اس کی ہجو کی۔ یہ سن کر وہ یعنی سُلَافَہ بنت سعد جو تھی اس کا سامان اپنے سر پر رکھ کر گھر سے نکلی اور میدان میں پھینک آئی اور پھر اس نے کہا کہ تم نے ہمیں حسّان کے شعر کا تحفہ دیا ہے یعنی اس نے یہ ہجو لکھی ہے اور تمہاری وجہ سے لکھی گئی ہے ہم بھی اس میں شامل ہو گئے۔ تم سے مجھے کوئی فائدہ پہنچنے والا نہیں۔

(سنن الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ النساء حدیث نمبر3036)

اس لیے میں تمہارا سامان نہیں رکھوں گی۔ تو یہ منافق کا یا پھر مشرک کا انجام ہوا۔

پھر حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ نے ایک مرتبہ سورۂ اخلاص ہی پر ساری رات گزار دی۔ ساری رات سورت اخلاص پڑھتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اس کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! سورۂ اخلاص نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل المجلد الرابع صفحہ 42 مسند ابوسعید خدری حدیث 11131، مکتبہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

جو آگے یہ کہتے ہیں وہ یہی بات کی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جو ہے وہی تو حقیقی قرآن ہے اور قرآن کریم میں اسی کی تعلیم ملتی ہے۔

ابوسَلَمَہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیا کرتے تھے

کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اگر وہ کسی مسلمان کو اس حال میں میسر آجائے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے خیر کا سوال کر رہا ہو تو اللہ اسے وہ چیز ضرور عطا فرما دیتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس ساعت کا مختصر حال بیان فرمایا کہ بہت چھوٹی سی ہے۔ جب حضرت ابوہریرہؓ کی وفات ہوئی تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ بخدا اگر میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس گیا تو ان سے اس گھڑی کے متعلق ضرور پوچھوں گا۔ ہو سکتا ہے انہیں اس کا علم ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا وہ چھڑیاں سیدھی کر رہے تھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابوسعیدؓ! یہ کیسی چھڑیاں ہیں جو آپؓ سیدھی کر رہے ہیں؟ جو سوٹیاں تھیں وہ میں آپؓ کو سیدھی کرتے دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چھڑیاں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے برکت رکھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پسند فرماتے تھے اور انہیں ہاتھ میں پکڑ کر چلا کرتے تھے۔ ہم انہیں سیدھا کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ رخ تھوک لگا ہوا دیکھا۔ کسی نے تھوک پھینکا تو اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں ان میں سے ہی ایک چھڑی تھی۔ آپؐ نے اس چھڑی سے اسے صاف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو سامنے مت تھوکے کیونکہ سامنے اس کا رب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو رہے ہو تو سامنے کی طرف نہ تھوکا کرو اور اس وقت میرا خیال ہے ابھی پوری طرح احکامات بھی نہیں تھے۔ اس لیے اس روایت میں یہ ہے کہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکو اور یہ روایت بخاری میں بھی ہے۔ اس وقت کچی جگہ ہوتی تھی اور بعد میں مٹی ڈال کر یا مٹی سے صاف کر دیتے ہوں گے اس لیے نیچے تھوکنے کا کہا لیکن اصل جو ایک اَور روایت ہے اور بعد میں جب صحیح تربیت بھی ہو گئی اور احکامات بھی آ گئے تو اس میں یہی ہے کہ تمہارا جو چادر کا پلّو ہے اس میں صاف کیا کرو۔ ناک ہے یا تھوک ہے اُسے صاف کرنے کی اگر کوئی حاجت پڑ جائے تو کیونکہ اب تو رومال ہیں، ٹشو ہیں اور مسجدوں میں ویسے بھی قالین ہوتے ہیں اس لیے اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیچے تھوکنا جائز ہے بلکہ اُن حالات میں ایک وقتی اجازت تھی اور اس کے بعد پھر آپؐ نے باقاعدہ وضاحت سے بیان فرمایا کہ اگر ایسا ناک صاف کرنے کی یا تھوکنے کی کوئی حاجت پڑ جائے تو چادر کے ایک کونے سے لو اور اسے لپیٹ دو اور باہر جا کے صاف کر دو۔

تو راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر اسی رات خوب زور دار بارش ہوئی اور جب نماز عشاء کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو ایک دم بجلی چمکی تو آپؐ کی نظر حضرت قتادہ بن نعمانؓ پر پڑی۔ آپؐ نے فرمایا اے قتادہ! رات کے اس وقت تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معلوم تھا کہ آج نماز کے لیے بہت تھوڑے لوگ آئیں گے۔ بارش بہت ہو رہی ہے، بجلی چمک رہی ہے تو میں نے سوچا کہ میں نماز میں شریک ہو جاؤں اور میں پہلے آ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو رُک جانا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس سے گزرنے لگوں۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہؓ کو ایک چھڑی دی اور فرمایا یہ لے لو۔ یہ تمہارے دس قدم آگے اور دس قدم پیچھے روشنی دے گی پھر

جب تم اپنے گھر میں داخل ہو اور وہاں کسی کونے میں کسی انسان کا سایہ نظر آئے تو اس کے بولنے سے پہلے اسے اس چھڑی سے مار دینا کہ وہ شیطان ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو یہ ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے ہم ان چھڑیوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ چھڑیاں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہوئی ہیں اور ہم خاص طور پہ بنا کے دیا کرتے تھے اور آپؐ استعمال کیا کرتے تھے۔ پھر واپس بھی کر دیتے تھے یا تحفے کے طور پر دے دیتے تھے اور ان چھڑیوں میں یہ بہت ساری برکات ہیں اس لیے میں ان کو جوڑ رہا ہوں۔

پھر یہ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ابو سعیدؓ! حضرت ابو ہریرہؓ نے ہمیں ایک ایسی گھڑی کے متعلق حدیث سنائی ہے جو کہ جمعے کے دن آتی ہے۔ وہ سوال تو وہ پوچھنے گیا تھا لیکن پھر وہاں ان کو یہ دیکھتے ہوئے کہ سوٹیوں کو اکٹھے کر رہے ہیں، arrange کر رہے ہیں تو اس کا ضمناً ذکر آ گیا اور اس کی تفصیل بیان ہو گئی۔ اب دوبارہ وہ اپنے سوال کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ جمعے کے دن ایسی گھڑی آتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے، کیا آپ کو اس ساعت کا علم ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ساعت کے متعلق دریافت کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پہلے تو وہ گھڑی بتائی گئی تھی لیکن پھر شبِ قدر کی طرح بھلا دی گئی۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے نکل کر حضرت عبد اللہ بن سلام کے پاس چلا گیا۔

(مسند احمد بن حنبل المجلد الرابع صفحہ 165 مسند ابوسعید خدری حدیث 11647 مکتبہ عالم الکتب بیروت 1998ء)(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب حکّ المخاط بالحصی من المسجد حدیث 408-409)

مسند احمد بن حنبل کی جو یہ روایت بیان ہوئی ہے اس میں جمعے کے روز جس گھڑی کا ذکر ہے اس گھڑی کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان روایات سے تین مختلف اوقات کا یا باتوں کا پتا لگتا ہے۔ پہلا تو یہ کہ یہ گھڑی جمعے کے دوران آتی ہے۔ دوسرا جو مختلف روایتیں بیان ہوئی ہیں ان سے یہ کہ دن کے آخری حصے میں آتی ہے۔ اور تیسری یہ کہ نمازِ عصر کے بعد آتی ہے۔ چنانچہ یہ روایات یہاں بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو ایسی حالت میں پائے گا کہ وہ اس میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہو گا تو وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ ضرور اس کو دے گا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی بہت تھوڑی سی ہے۔ وہ بہت تھوڑا وقت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ حدیث 935)

پھر ایک صحیح مسلم کی روایت ہے **ابو بُرْدَہ بن ابو موسیٰ اَشْعَرِی** سے روایت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھ سے کہا کیا تم نے اپنے والد سے جمعے کی گھڑی کی کیفیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے سنا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے نماز کے ختم ہونے کے درمیان ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الجمعہ باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعہ حدیث 853)

پھر ایک اَور روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے عرض کیا کہ ہم اللہ کی کتاب میں جمعے کے دن ایک ایسی گھڑی کا ذکر پاتے ہیں کہ مومن بندہ جو نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے کچھ مانگ رہا ہو وہ اس گھڑی کو نہیں پاتا مگر اللہ اس کی وہ حاجت پوری کر دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یا گھڑی کا کچھ حصہ یا ایک تھوڑا سا وقت ہے۔" میں نے عرض کیا کہ جی یا "گھڑی کا کچھ حصہ۔" پھر میں نے عرض کیا کہ وہ کون سی گھڑی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دن کی آخری گھڑیوں میں سے ہے۔ یعنی دن ڈھلنے کے قریب ہے۔ میں نے کہا وہ نماز کی گھڑی نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ مومن بندہ جب نماز پڑھ لے اور بیٹھ جائے اور صرف نماز ہی اسے روکے ہوئے ہو تو وہ نماز میں ہی ہے۔

(سنن ابن ماجه كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها باب ما جاء فى الساعة التى ترجى فى الجمعه، حديث1139)

نماز کے بعد پھر بھی اگر ذکر الٰہی کر رہا ہے تو وہ نماز کی حالت ہی ہے اور دعا کی کیفیت ہی اس میں پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو اس حال میں میسر آ جائے کہ وہ اللہ سے خیر کا سوال کر رہا ہو تو اللہ اسے وہ چیز ضرور عطا فرما دیتا ہے اور وہ عصر کے بعد کی گھڑی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد13 صفحه117 مسند ابوهريره ، حديث 7688، مكتبه مؤسسة الرساله2008ء)

یہاں جمعے کا دن ہے لیکن عصر کے بعد کی روایت مسند احمد بن حنبل کی آتی ہے۔ پھر ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابو سلمہ نے اس گھڑی کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخِرُ ساعاتِ النهار یعنی یہ گھڑی دن کی آخری گھڑیوں میں سے ہے۔

(مسند احمد بن حنبل المجلد السابع صفحه847-848 مسند عبد الله بن سلام حديث24189، مكتبه عالم الكتب بيروت 1998ء)

اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ جمعہ اور رمضان کو آپس میں ایک مشابہت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جمعہ بھی قبولیتِ دعا کا دن ہے اور رمضان بھی قبولیتِ دعا کا مہینہ ہے۔ جمعے کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز کے لیے مسجد میں آ جائے اور خاموش بیٹھ کر ذکرِ الٰہی میں لگا رہے، امام کا انتظار کرے اور بعد میں اطمینان کے ساتھ خطبہ سنے اور نماز باجماعت میں شامل ہو تو اس کے لیے خاص طور پر خدا تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں اور پھر ایک گھڑی جمعے کے دن ایسی بھی آتی ہے کہ جس میں انسان جو دعا بھی کرے قبول ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو ایسی حالت میں پائے گا کہ وہ اس میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہو گا تو وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ اس کو ضرور دے گا اور آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی تھوڑی سی ہے۔ یہ بخاری کی حدیث ہے جس کا پہلے ذکر تھا۔ یہ بھی ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

آپؑ لکھتے ہیں کہ قانونِ الٰہی کے ماتحت اس حدیث کی ایک تعبیر تو ضرور کرنی پڑے گی کہ وہی دعائیں قبول ہوتی ہیں جو سنت اللہ اور قانونِ الٰہی کے مطابق ہوں۔ غلط قسم کی دعائیں تو بہر حال قبول نہیں ہوں گی۔ دعائیں وہی قبول ہوں گی جو اللہ کی سنت کے مطابق ہیں۔ جو جائز دعائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہیں لیکن جہاں یہ بہت بڑی نعمت ہے وہاں یہ آسان امر بھی نہیں ہے۔

جمعے کا وقت قریباً دوسری اذان یا اس سے کچھ دیر پہلے سے شروع ہو کر نماز کے بعد سلام پھیرنے تک ہوتا ہے۔ اگر یہ دونوں وقت ملا لیے جائیں اور خطبہ جمعہ چھوٹا بھی ہو تو یہ وقت بھی آدھ گھنٹہ ہو جاتا ہے اور اگر خطبہ لمبا ہو جائے تو یہ وقت گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس ایک گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جب انسان کوئی دعا کرے تو وہ قبول ہو جاتی ہے لیکن اس نوّے منٹ کے عرصے میں انسان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ آیا پہلا منٹ قبولیتِ دعا کا ہے، دوسرا منٹ قبولیتِ دعا کا ہے یا تیسرا منٹ قبولیتِ دعا کا ہے۔ یہاں تک کہ نوّے منٹ کے آخر تک انسان کسی منٹ کے متعلق بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔ گویا وہ گھڑی جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے نوّے منٹ میں تلاش کرنی پڑے گی اور وہی شخص قبولیتِ دعا کا موقع تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکے گا جو برابر نوّے منٹ تک دعا کرتا رہے اور نوّے منٹ تک برابر دعا میں لگے رہنا اور توجہ کو قائم رکھنا یہ ہر ایک کا کام نہیں، بڑا مشکل کام ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ تو پانچ منٹ بھی اپنی توجہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ کہتے ہیں کہ میں اس وقت مثلاً نماز کے لیے آیا ہوں۔ انسان اِدھر اُدھر نظر مارتا ہی ہے۔ میں نے خطبہ سے پہلے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ سنتیں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور یک دم ان کی آنکھ ادھر ادھر جا پڑتی تھی۔ سنتوں پر ڈیڑھ دو منٹ لگتے ہیں مگر اس تھوڑے سے وقت میں بھی وہ کبھی دائیں دیکھتے تھے، کبھی بائیں دیکھتے تھے، کبھی زمین کی طرف دیکھتے تھے، کبھی آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ جب ڈیڑھ دو منٹ تک توجہ کو قائم رکھنا مشکل ہے تو نوّے منٹ تک دعا کرتے رہنا، ذکرِ الٰہی میں لگے رہنا اور توجہ کو ایک ہی طرف قائم رکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 33 صفحہ 161-162، خطبہ فرمودہ 30 مئی 1952ء)

(صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ حدیث 935)

پس یہ گھڑی کا ذکر بھی ہے تو اس میں مسلسل توجہ کی بھی ضرورت ہے اور یہ بڑی محنت طلب چیز ہے اور اس کے لیے بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ آسان چیز نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے دعا کی تو اس منٹ میں قبول ہو گئی۔ انسان کو نہیں پتا کون سا منٹ ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ اس عرصے میں انسان بغیر توجہ ہٹائے مسلسل دعا میں لگا رہے اور یہ لگا رہنا ضروری ہے اور جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔ میں نے ذکر کیا کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ جمعے کی برکات کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے۔

دوسرے جن صحابی کا ذکر میں اس وقت کروں گا ان کا نام عبداللہ بن مظعونؓ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مظعونؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو جُمَحْ سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام سُخَیْلَہ بنتِ عَنْبَسْ تھا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت قُدَامَہ بن مظعونؓ اور حضرت سَائِب بن مظعونؓ کے بھائی تھے اور یہ سب رشتے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ

کے ماموں تھے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے ان کی ہمشیرہ زینب بنت مظعون سے شادی کی تھی۔

یزید بن رُومَان سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ اور حضرت قُدامہ بن مظعونؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں جانے اور اس میں دعوتِ اسلام دینے سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ463، من بنی جمع وحلفائھم، دارالکتب العلمیۃ 2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء3 صفحہ214، عبد اللہ بن مظعون داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد3 صفحہ201، عمر بن الخطاب، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2012ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، جلد 3 صفحہ391 ، عبد اللہ بن مظعون، دارالکتب العلمیۃ بیروت2008ء)(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد2 صفحہ 399 سائب بن مظعون، دارالکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ اور ان کے تینوں بھائی حضرت قُدامہ بن مظعونؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت سَائِب بن مظعونؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے اور حبشہ میں قیام کے دوران جب انہیں خبر ملی کہ قریش ایمان لے آئے ہیں تب یہ لوگ واپس آ گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ241، 267،من ھاجر الی الحبشۃ من بنی جمع ، من عاد من بنی جمع، دارالکتب العلمیۃ2001ء)(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد2 صفحہ 399 سائب بن مظعون، دارالکتب العلمیہ بیروت1996ء)

مَیں بعض صحابہ کے ذکر میں پہلے بھی حبشہ کی ہجرت کا یہ ذکر کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کی تکلیفیں جب انتہا کو پہنچ گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اُس زمانے میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر رجب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب انہوں نے ہجرت کی تو یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ مکے سے نکلے ہیں اور جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے جب یہ شَعَیْبَہْ مقام پر پہنچے جو اس زمانے میں عرب کی ایک بندرگاہ تھی تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ یہ سب امن سے اس میں سوار ہو گئے اور جہاز روانہ ہو گیا۔ حبشہ پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا لیکن جیسا کہ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے اور ان کے ضمن میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ خبر سن کے واپس آ گئے تھے۔ مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک افواہ اڑتی ہوئی ان کو پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکے میں بالکل امن ہو گیا ہے۔ اس خبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر مہاجرین بلا سوچے سمجھے واپس آ گئے۔ جب یہ لوگ مکے کے پاس پہنچے تو پتا لگا کہ یہ خبر تو غلط تھی اور مہاجرین کو حبشہ سے واپس لانے کی کافروں کی ایک کوشش تھی۔ اب ان سب کو بڑی مشکل کا سامنا تھا۔ بہر حال کوئی اَور رستہ نہیں تھا۔ بعض تو رستہ میں سے واپس چلے گئے اور بعض نے مکے میں آ کے کسی صاحبِ اثر کی پناہ لے لی لیکن وہ بھی

زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ قریش کے جو مظالم تھے وہ بڑھتے چلے گئے اور مسلمانوں کے لیے مکے میں کوئی امن کی جگہ نہیں تھی تو اس پر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہجرت کرو اور پھر دوسرے مسلمانوں نے بھی خفیہ خفیہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی اور موقع پا کر آہستہ آہستہ نکلتے گئے۔ اور ہجرت کا یہ سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ بالآخر حبشہ میں مہاجرین کی جو تعداد تھی وہ ایک سو تک پہنچ گئی جن میں اٹھارہ عورتیں تھیں باقی مرد تھے۔ تو اس طرح یہ دوسری ہجرت ہوئی۔

بہر حال حضرت عبداللہ بن مظعونؓ کے متعلق یہی ہے کہ وہ پہلی ہجرت میں واپس آئے تھے لیکن دوبارہ واپس گئے یہ نہیں پتہ۔ یا پھر یہاں سے انہوں نے مدینہ ہجرت کی۔

(ماخوذ از سیرت حضرت خاتم النبیینؐ صفحہ 146 تا 149)

بہر حال حضرت عبداللہ بن مظعونؓ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سہل بن عُبَید اللہ انصاری کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء3 صفحہ214، عبد اللہ بن مظعون دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مظعونؓ کی حضرت **قُطْبَہ بن عامر** کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(عیون الاثر جلد 1 صفحہ 232، ذکر المواخات، دار القلم بیروت1993ء)

حضرت عبداللہ بن مظعونؓ اپنے تینوں بھائیوں حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت قدامہ بن مظعونؓ اور حضرت سائب بن مظعونؓ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مظعونؓ غزوۂ بدر کے علاوہ غزوۂ احد اور خندق اور دیگر غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مظعونؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 30/ ہجری میں بعمر ساٹھ سال وفات پائی تھی۔

(اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد2 صفحہ 399 سائب بن مظعون، دارالکتب العلمیہ بیروت 1996ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء3 صفحہ212، 214، عبد اللہ بن مظعون داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06/ ستمبر 2019ء جلد26 شمارہ51 صفحہ 05 تا09)

34

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23 / اگست 2019ء بمطابق 23 / ظہور 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ سرے، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر میں آج میں جن صحابی کا ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عاصمؓ کے والد کا نام عدی تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عجلان بن حارثہ سے تھا جو قبیلہ بنو زید بن مالک کا حلیف تھا۔ حضرت عاصمؓ بنو عجلان کے سردار اور حضرت معن بن عدیؓ کے بھائی تھے۔

حضرت عاصمؓ کی کنیت ابو بکر بیان کی جاتی ہے جبکہ بعض کے نزدیک ان کی کنیت ابو عبد اللہ، ابو عمر اور ابو عمرو بھی تھی۔ حضرت عاصمؓ میانہ قد کے تھے اور بالوں پہ مہندی لگایا کرتے تھے۔ حضرت عاصمؓ کے بیٹے کا نام اَبُو الْبَدَّاح تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 354-355 عاصم بن عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 111 عاصم بن عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت عاصمؓ کی بیٹی کا نام سہلہ تھا جس کی شادی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ ہوئی اور ان کے اس شادی سے چار بچے تھے تین بیٹے: معن، عمر، زید اور ایک بیٹی امۃ الرحمٰن صغریٰ۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 94 عبدالرحمٰن بن عوف، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن عدیؓ کو قبا اور مدینہ کے بالائی حصہ "عالیہ" پر امیر مقرر فرمایا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ روحاء مقام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصمؓ کو مدینہ کے بالائی حصے عالیہ پر امیر مقرر کرتے ہوئے واپس بھیج دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصمؓ کو واپس بھجوایا لیکن آپؓ کو اصحابِ بدر میں شمار کیا اور ان کے لیے اموالِ غنیمت میں سے بھی حصہ مقرر فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 355 عاصم بن عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 463 عاصم بن عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعے کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے کہ "مدینہ سے نکلتے ہوئے آپؐ نے اپنے پیچھے عبد اللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ مگر جب آپؐ روحاء کے قریب پہنچے جو مدینہ سے 36 میل کے فاصلہ پر ہے تو غالباً اس خیال سے کہ عبد اللہ ایک نابینا آدمی

ہیں اور لشکر قریش کی آمد آمد کی خبر کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے پیچھے مدینہ کا انتظام مضبوط رہے آپؐ نے ابولبابہ بن منذر کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے واپس بھجوا دیا اور عبداللہ بن ام مکتوم کے متعلق حکم دیا کہ وہ صرف امام الصلوٰۃ رہیں۔ مگر انتظامی کام ابولبابہ سرانجام دیں۔ مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قباء کے لیے آپؐ نے عاصم بن عدی کو الگ امیر مقرر فرمایا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 354)

حضرت عاصمؓ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عاصمؓ نے 45ھ ہجری میں حضرت معاویہؓ کے دورِ حکومت میں مدینے میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 115 سال تھی۔ بعض کے نزدیک انہوں نے 120 سال کی عمر میں وفات پائی۔ جب حضرت عاصمؓ کی وفات کا وقت آیا تو ان کے گھر والوں نے رونا شروع کیا اس پر انہوں نے کہا کہ مجھ پر نہ روؤ کیونکہ میں نے تو اپنی عمر گزار لی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 355 عاصم بن عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 464 عاصم بن عدی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

اور بہت لمبی عمر گزار لی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال اور سواری مہیا کرنے کی تحریک بھی فرمائی اور اس پر مختلف لوگوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق قربانی پیش کی۔ اسی موقعے پر حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے کر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ کے آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ نصف چھوڑ کے آیا ہوں۔ اس موقعے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اُوقیہ دیے۔ ایک اُوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اس موقعے پر عورتوں نے بھی اپنے زیورات پیش کیے۔ اسی موقعے پر حضرت عاصم بن عدیؓ، جن کا ذکر ہو رہا ہے انہوں نے ستر وَسق کھجوریں پیش کیں۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع تقریباً اڑھائی سیر کا ہوتا ہے، یا اڑھائی کلو کا تو اس طرح کھجوروں کا کل وزن 262 من بنتا ہے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 183-184 غزوہ تبوک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

(لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 82 "اوقیہ" جلد 4 صفحہ 487 "وسق"۔ جلد 2 صفحہ 648 "صاع" ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

ایک من تقریباً چالیس سیر کا پاکستان کا وزن ہے یا انتالیس کلو کا یا اڑتیس کلو کا ہوتا ہے۔ بہرحال حضرت عاصمؓ نے بھی اس موقعے پر جو اُن کے پاس کھجوریں تھیں وہ پیش کیں اور بڑی مقدار میں پیش کیں۔ حضرت عاصم بن عدیؓ ان صحابہ میں سے تھے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار گرانے کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل

اس طرح بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بنو عمرو بن عوف نے مسجد قبا بنائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں۔ جب بنو غنم بن عوف کے کچھ لوگوں نے اس مسجد کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی ایک مسجد بناتے ہیں جیسے بنو عمرو نے بنائی ہے تو ان کو ابو عمرو فاسق جو بڑا مخالف تھا۔ یہ فتنہ پیدا کرنے والا تھا۔ اس نے کہا کہ تم بھی ایک مسجد بناؤ اور حتی الوسع اس میں اسلحہ بھی جمع کرو۔ اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو فتنے کا مرکز بنایا جائے۔ کہنے لگا کہ میں روم کے بادشاہ قیصر کے پاس جا رہا ہوں اور وہاں سے ایک رومی لشکر لاؤں گا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے نکال دوں گا۔

جب مسجد مکمل ہو گئی تو ان کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے یہ مسجد بیماروں اور معذوروں کی آسانی کے لیے بنائی ہے کہ وہ زیادہ دور نماز پڑھنے نہیں جا سکتے اور ساتھ ہی آپؐ سے یہ بھی درخواست کی کہ اس مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔ سفر پہ جا رہے تھے، ان شاء اللہ جب ہم واپس آئیں گے تو مَیں نماز پڑھاؤں گا۔ یہ غزوۂ تبوک کا سفر تھا۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ ذی اَوان، اس کے اور مدینہ کے درمیان ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے وہاں قیام فرمایا تو آپؐ کو مسجد ضرار کے بارے میں یہ وحی نازل ہوئی جس کا قرآن شریف میں سورۂ توبہ میں ذکر ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ (توبہ:107)

اور وہ لوگ جنہوں نے تکلیف پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور ایسے شخص کو کمین گاہ مہیا کرنے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے پہلے ہی لڑائی کر رہا ہے ایک مسجد بنائی ہے ضرور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں چاہتے تھے جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو بلایا اور ان کو مسجد ضرار گرانے کا حکم دیا۔ کچھ روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عاصم بن عدی اور عامر بن سکن اور وحشی، جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور سوید بن عباس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لیے بھیجا۔ شرح زرقانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو افراد کو بھجوایا ہو پھر مزید چار افراد ان کی اعانت کے لیے بھجوائے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد ضرار کی طرف جانے کا ارشاد فرمایا کہ اسے گرا دیں اور آگ لگا دیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ تیزی سے قبیلہ بنو سالم پہنچے جو کہ حضرت مالک بن دخشم کا قبیلہ تھا۔ حضرت مالک بن دخشمؓ نے حضرت معنؓ سے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دو یہاں تک کہ میں گھر سے آگ لے آؤں۔ چنانچہ وہ گھر سے کھجور کی سوکھی ٹہنی کو آگ لگا کر لے آئے۔ پھر وہ مغرب اور عشاء کے درمیان مسجد ضرار کے پاس پہنچے اور وہاں جا کر اسے آگ لگا دی اور اس کو زمین بوس کر دیا۔ یہ کچھ حصہ میں نے پہلے حضرت مالک بن دخشم کے

ضمن میں بیان کیا تھا۔ بہر حال اس وقت اس مسجد کے بنانے والے وہاں موجود تھے لیکن آگ لگنے کے بعد وہ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسجد والی جگہ عاصم بن عدی کو دینی چاہی کہ وہ اس جگہ کو اپنا گھر بنالیں (جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے) لیکن عاصم بن عدیؓ نے کہا کہ میں جگہ نہیں لوں گا۔ اس لیے معذرت کی کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو نازل کرنا تھا کر دیا یعنی کہ یہ تو ایسی جگہ بنی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کی عمارت وہاں پسند نہیں آئی تھی اس لیے میں نہیں چاہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر ثابت بن اقرم کو دے دیا کیونکہ ان کے پاس کوئی گھر نہیں ہے۔ ہاں عاصم بن عدیؓ نے کہا کہ میرے پاس گھر بھی ہے اور مجھے انقباض بھی ہو رہا ہے۔ معذرت چاہتا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اسے ثابت بن اقرم کو دے دیں اور وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس گھر نہیں۔ وہ یہاں اپنا گھر بنالیں گے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسجد، مسجد ضرار والی وہ جگہ جو تھی ثابت بن اقرم کو دے دی۔

ابنِ اسحاق کے مطابق مسجد ضرار بنانے والے منافقین کے نام یہ ہیں۔ **خِذام بن خالد، معتب بن قشیر، ابو حبیبة بن أزعر، عباد بن حُنیف، جاریه بن عامر** اور اس کے دونوں بیٹے **مُجَمِّع بن جاریه** اور **زید بن جاریه، نفیل بن حَرْث، بَحْزَج بن عثمان، ودیعه**۔ تو بہر حال یہ لوگ تھے جو ابو عامر رہب جس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق رکھا تھا اس کے ساتھ یہ سب ملے ہوئے تھے۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 5 صفحہ 470 تا 472 غزوہ تبوك مطبوعہ دار الكتب العلميه بيروت 1993ء)

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية الجزء الرابع صفحہ 97-98 ثم غزوة تبوك۔ دار الكتب العلمية بيروت 1996ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک دفعہ دہلی کے سفر پر جب گئے تو دہلی کی جامع مسجد کو دیکھ کر فرمایا بڑی خوبصورت مسجد ہے لیکن فرمایا کہ "مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔"

فرمایا کہ "ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں۔" اس زمانے میں بہت ساری مساجد تھیں، ویران تھیں۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چھوٹی سی تھی۔" آپؐ نے فرمایا "کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی گئی تھی" شروع میں "اور بارش کے وقت (مسجد کی) چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔" فرمایا کہ "مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دنیاداروں نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے گرادی گئی۔ اس مسجد کا نام مسجد ضرار تھا۔ یعنی ضرر رساں۔ اس مسجد کی زمین خاک کے ساتھ ملا دی گئی تھی۔ مسجدوں کے واسطے حکم ہے۔" آپؐ نے فرمایا کہ مسجدوں کے واسطے یہ حکم ہے "کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 170)

پس یہ ہے مسجد کی اصل حقیقت۔ آج کل مسلمانوں کے ایک طبقے کا مسجدوں کی آبادی کی طرف بھی رجحان ہوا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ رجحان بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد ہوا ہے۔ اگر کچھ موقع پیدا ہوا، جرأت پیدا ہوئی یا عبادت کی طرف توجہ ہوئی یا ظاہری عبادت کی طرف توجہ ہوئی تو یہ بھی آپؑ کے دعوے کے بعد ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بڑی توجہ سے مسجدیں بناتے ہیں اور مسجدیں بھی بڑی

خوبصورت بناتے ہیں اور آج کل خاص طور پر پاکستان وغیرہ میں ان کی آبادی کی طرف بھی بعض لوگوں نے توجہ کی ہے لیکن یہ تقویٰ سے خالی مسجدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد ضرار کو گرانے کا جو حکم فرمایا تھا اس کے آگے آیات میں یہ بھی بڑا واضح فرمایا تھا کہ مسجد وہی حقیقی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو لیکن ان غیر احمدی علماء نے اپنی دانست میں تقویٰ صرف اسی بات کو سمجھ لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مسجدوں میں کھڑے ہو کے ہرزہ سرائی کی جائے۔ گندی اور غلیظ زبان آپؑ کے متعلق استعمال کی جائے، جماعت کو گالیاں دی جائیں اور پھر صرف یہی نہیں ہے بلکہ آئے دن یہ واقعات ہوتے ہیں کہ ان مسجدوں کی امامت اور فرقوں کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں بھی ان کی گالم گلوچ رہتی ہے۔ اب تو اکثر واقعات وائرل ہوتے رہتے ہیں کہ مسجدوں میں دنگا فساد ہو رہا ہے یا ایک دوسرے کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ پس یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ ان میں تقویٰ کی کمی ہے اور ان کی مساجد میں مسجد کا حقیقی جو حق ہے وہ ادا نہیں ہو رہا اور ان کے عمل جو ہیں ان سے ہم احمدیوں کو بھی سبق لینا چاہیے اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری مسجدیں تقویٰ کی بنیاد پر ہوں۔ پس ہم تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے ان مسجدوں کو آباد کرنے کے لیے آئیں۔ پس یہی اصل حقیقت ہے۔ اگر یہ قائم رہے گی اور جب تک قائم رہے گی اس وقت تک ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے بھی وارث بنتے رہیں گے۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ۔ "لِمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ" اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ "یہ ابو عامر کی طرف اشارہ ہے جو عیسائی تھا۔ اس کے مکروں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ رسول کریمؐ اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ پھر کچھ مسلمان ادھر بھی آجایا کریں اور اس طرح مسلمانوں کی جماعت کو توڑ لوں گا۔ اس ابو عامر نے اپنا ایک رؤیا بھی مشتہر کر رکھا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریمؐ وَحِیْدًا طَرِیْدًا شَرِیْدًا۔" کہ دھتکارے ہوئے (نعوذ باللہ) تن تنہ "فوت ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اس کی یہ بات سن کر" فرمایا کہ خواب سچا ہے۔" یہ ٹھیک کہتا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اس لیے سچا ہے کہ "اس نے اپنی حالت دیکھی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا....." آپؐ نے نام نہیں لیا اور اس کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ نام نہ لینے میں اصل میں "یہ بلاغت ہے کہ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا انجام بھی یہی ہو گا۔"

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 310 زیر آیت وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا)

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی ایسے ہی دشمنوں کے انجام ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عمرو بن عوفؓ ہے۔ حضرت عمروؓ کا نام عمیر بھی ملتا ہے اور والد کا نام عوف تھا۔ حضرت عمروؓ کی کنیت ابو عمرو تھی۔ ان کی ولادت مکے میں ہوئی اور ابن سعد کے مطابق یہ یمن سے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 4 صفحہ 553-552 ''عمرو بن عوف ''دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد 'عمرو بن عوف' جزء 3 صفحہ 254 دار الفکر بیروت لبنان 2012ء)

یعنی یمن کے رہنے والے تھے۔ مؤرخین نے اور سیرت نگاروں نے اور محدثین نے ان صحابی کے نام کے بارے میں مختلف رائے دی ہیں اور ان کے بارے میں بہت زیادہ اشتباہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری، ابن اسحاق، ابن سعد،

علامہ ابن عبد البرؒ، علامہ ابن اثیر جزری وغیرہ نے ان کا نام عمرو بیان کیا ہے جبکہ ابن ہشام، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر محمد بن عمر واقدی وغیرہ نے ان کا نام عمیر بیان کیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی یہ دونوں صحیح بخاری کے شارح بھی ہیں۔ ان کی تشریح لکھی ہے ان کے مطابق عمرو بن عوف اور عمیر بن عوف دونوں ہی ایک شخص کے نام ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد "عمیر بن عوف"جلد 3 صفحہ 310، جلد 4 صفحہ 269۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 274 "عمرو بن عوف الأنصاری" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)(عمدۃالقاری الجزء 15صفحہ 121 کتاب الجزیۃ داراحیاء التراث بیروت۔لبنان2003ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 4 صفحہ552-553 "عمرو بن عوف" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 246 "عمرو بن عوف" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(ابن ھشام صفحہ 463 ومن بنی عامر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

امام بخاری کے مطابق حضرت عمرو بن عوفؓ انصاری قریش کے قبیلہ بنو عامر بن لوئی کے حلیف تھے جبکہ ابنِ ہشام اور ابنِ سعد نے انہیں قریش کے خاندان بنو عامر بن لوئی سے قرار دیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی جو بخاری کے شارح ہیں انہوں نے اس کی تطبیق کی ہے۔ اس کو (دونوں مختلف بیانوں کو) اس طرح اس کے ساتھ آپس میں ملایا ہے کہ کہتے ہیں کہ حقیقت میں حضرت عمرو بن عوفؓ انصار کے قبیلہ اوس یا خزرج میں سے تھے اور انہوں نے مکے جا کر قیام کیا تھا اور وہاں بعض لوگوں کے حلیف ہوئے تھے اور اس اعتبار سے وہ انصاری بھی ہوئے اور مہاجر بھی ہوئے۔

(صحیح بخاری کتاب الجزیہ بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ أَهْلِ الذِّمَةِ وَالْحَرْبِ حدیث نمبر 3158)(عمدۃالقاری الجزء 15صفحہ 121 کتاب الجزیۃ داراحیاء التراث بیروت۔لبنان2003ء)(ابن ھشام صفحہ 463 ومن بنی عامر مطبوعہ دار الکتب بیروت 2001ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 310 "عمیر بن عوف" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت عمرو بن عوفؓ قدیمی اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 254 "عمرو بن عوف" مطبوعہ دار الفکر بیروت 2012ء)

حضرت عمرو بن عوفؓ نے مکے سے ہجرتِ مدینہ کے وقت قبا میں حضرت کلثوم بن الہدمؓ کے ہاں قیام کیا۔

حضرت عمرو بن عوفؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد 'عمیر بن عوف' جزء3 صفحہ217 دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)
(الاصابہ جلد 3 صفحہ 46 سعد بن خیثمہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

حضرت عمرو بن عوفؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور ان کی نمازِ جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 4 صفحہ553 "عمرو بن عوف "دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت معن بن عدیؓ ہے۔ حضرت معنؓ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ (ابن ھشام صفحہ 209 اسماء من شھد العقبۃ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت2009ء)

حضرت معنؓ حضرت عاصم بن عدیؓ کے بھائی تھے۔ اس حوالے سے پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت معنؓ ستّر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ میں شامل ہوئے۔ حضرت معنؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے عربی میں لکھنا جانتے تھے، کتابت جانتے تھے۔ جبکہ اس وقت عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ حضرت معنؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت زید بن خطابؓ نے مکے سے مدینے ہجرت کی تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معن بن عدیؓ اور حضرت زید بن خطابؓ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ244-245معن بن عدی دار الاحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ ہمارے بھائی انصار کے پاس ہمارے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ہم گئے اور ان میں سے دو نیک آدمی ہمیں ملے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔ میں نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عُویم بن سَاعِدہؓ اور حضرت مَعْن بن عدیؓ ہی تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکۃ بدراً حدیث 4021)

راوی نے آگے جو لکھا ہے، حضرت عمرؓ کی جو روایت ابھی بیان ہوئی ہے اس کی مزید تفصیلات بخاری کی ایک اَور روایت میں بھی درج ہیں جس کا کچھ حصہ میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین میں سے کئی افراد کو قرآن پڑھایا کرتا تھا۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی تھے۔ ایک بار میں ان کے اس گھر میں تھا جو منیٰ میں ہے اور وہ عمر بن خطابؓ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ اس آخری حج کا ہے جو حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ میرے پاس واپس لوٹ کر آئے تو انہوں نے کہا کاش تم بھی اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین! کیا آپ کو فلاں حکم کے متعلق علم ہوا کہ جو کہتا ہے کہ اگر عمرؓ گئے تو میں فلاں کی بیعت کروں گا یعنی پہلے ہی بتا رہا ہے حضرت عمرؓ کے خلافت کے وقت میں کہ آپؓ کے بعد پھر میں فلاں کی بیعت کروں گا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ابو بکرؓ کی بیعت تو یوں ہی افراتفری میں ہو گئی تھی۔ پھر یہ ہی نہیں کہ اگلی کا اظہار کر دیا بلکہ یہ بھی اظہار کر دیا کہ حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت نعوذ باللہ افراتفری میں غلطی سے ہو گئی تھی اور اس طرح ان کی خلافت کا وہ مقام ان کو ملا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رنجیدہ ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو میں آج شام لوگوں میں کھڑا ہوں گا اور انہیں ان لوگوں سے چوکس کروں گا جو ان کے معاملات کو زبردستی اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ امیر المومنین! ایسا نہ کریں کیونکہ حج میں عامی لوگ اور اوباش بھی اکٹھے ہوئے ہوتے ہیں تو جب آپؓ لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی لوگ زبردستی آپ کے قریب ہو جائیں گے، اکٹھے ہو جائیں گے اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپؓ کھڑے ہو کر ایسی بات نہ کہہ دیں کہ ہر بات اڑانے والا آپؓ کے متعلق کچھ اَور کا اَور نہ اڑا دے۔ اپنی طرف سے باتیں لگا کے کچھ اَور ہی مشہور نہ کر دے اور لوگ اسے نہ سمجھیں اور نہ ہی مناسب محل پر اسے چسپاں کریں۔ سمجھ بھی نہ آئے اور پھر صحیح موقعے پر اس کو چسپاں بھی نہ

کریں۔ اس کی وضاحت بھی نہ ہو سکے۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ آپؓ اس وقت تک انتظار کریں کہ مدینے میں پہنچیں۔ حج کے دن تھے۔ مدینے پہنچیں گے تو کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا مقام ہے۔ وہاں کیا ہو گا کہ سمجھ دار اور شریف لوگوں کو الگ تھلگ لے کر جو آپؓ نے کہنا ہو انہیں اطمینان سے کہیں۔ اور کہا کہ میں نے کہا کہ اہلِ علم آپؓ کی بات سمجھیں گے اور مناسب محل پر اسے چسپاں بھی کریں گے۔ اپنی اپنی تشریحیں نہیں کرنے لگ جائیں گے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے۔ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ پہلی بار جو مدینے میں خطبہ کے لیے کھڑا ہوں گا تو پھر میں وہاں جاتے ہی یہ بات بیان کروں گا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہم مدینہ ذوالحجہ کے اخیر میں پہنچے اور جب جمعے کا دن ہوا تو جونہی سورج ڈھلا اور جمعے کا وقت ہوا تو ہم جلدی مسجد میں آ گئے۔ وہاں پہنچ کر میں نے سعید بن زیدؓ کو منبر کے پاس بیٹھے ہوئے پایا تو میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے سے لگ رہا تھا۔ اب یہ پوری تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نکلے۔ جب میں نے انہیں سامنے سے آتے دیکھا تو میں نے سعید بن زیدؓ سے کہا کہ آج وہ ایسی بات کہیں گے جو انہوں نے جب سے کہ وہ خلیفہ ہوئے نہیں کہی۔ انہوں نے میری بات کو عجیب سمجھا۔ ان کے پاس جو صحابی بیٹھا تھا انہوں نے عجیب سمجھا۔ کہنے لگے امید نہیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو انہوں نے اس سے پہلے نہیں کہی۔

حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھ گئے۔ جب اذان دینے والا خاموش ہو گیا تو وہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر کہا کہ اما بعد میں تم سے ایک ایسی بات کہنے لگا ہوں کہ میرے لیے مقرر تھا کہ میں وہ کہوں۔ میں نہیں جانتا کہ شاید یہ بات میری موت کے قریب کی ہو۔ اس لیے جس نے اس بات کو سمجھا اور اچھی طرح یاد رکھا تو جہاں بھی اس کی اونٹنی اس کو پہنچا دے وہ اس کو بیان کرے یعنی ان باتوں کو جہاں تک تم پہنچا سکتے ہو دوسروں تک صحیح رنگ میں ان کو پہنچانا اور جس کو یہ خدشہ ہو کہ اس نے اس کو نہیں سمجھا تو میں کسی کے لیے جائز نہیں رکھتا کہ میرے متعلق جھوٹ کہے۔ غلط بات نہ پہنچانا۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا اور آپؐ پر احکام شریعت نازل کیے۔ پھر بعض احکام کا بھی ذکر کیا ایک لمبی تفصیل ہے۔ یہ حدیث ہے اس کو میں چھوڑتا ہوں۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ سنو! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بڑھا چڑھا کر میری تعریف نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے متعلق یہ کہا کرو کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہے۔

پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی کہنے والا یہ کہتا ہے۔ اس بات کو بیان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کو تو خلافت یونہی مل گئی۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو بکرؓ کے متعلق بھی کہا ہے اور پھر میرے متعلق بھی کہا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر عمر مر گیا تو میں فلاں کی بیعت کروں گا۔ آپؓ نے فرمایا اس لیے کوئی شخص دھوکے میں رہ کر یہ نہ کہے۔ اس بارے میں وضاحت کر دوں کہ پھر آپؓ بات کو پہلے حضرت ابو بکرؓ کی طرف لے گئے اور آپؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص دھوکے میں رہ کر یہ نہ کہے کہ ابو بکرؓ کی بیعت یونہی افراتفری میں غلطی سے ہو گئی تھی اور وہ سرانجام پا گئی اور اس طرح آپؓ خلیفہ بن گئے۔ سنو! یہ درست ہے کہ وہ بیعت اسی طرح ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس افراتفری کی بیعت کے شر سے بچائے رکھا۔ ٹھیک ہے وہ افراتفری میں ہی ہوئی تھی۔

ایسا موقع آیا تھا لیکن اس کے شر سے اللہ تعالیٰ نے بچایا اور تم میں ابو بکرؓ جیسا کوئی نہیں کہ جس کے پاس اونٹوں پر سوار ہو کر لوگ آئیں۔ یعنی کہ ایسا عالم با عمل اور مخلص اور تقویٰ کے معیار پر پہنچا ہوا اور کوئی شخص نہیں تھا۔ پھر آگے باقی باتوں کی کچھ تفصیل بیان ہوئی ہے۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کی تو اس کی بیعت نہ کی جائے یعنی کہ جو بیعت ہوئی تھی وہ بڑے مشورے سے ہوئی تھی اور یہ بھی یاد رکھو کہ جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کی تو اس کی بیعت نہ کی جائے اور نہ اس شخص کی جس نے اس کی بیعت کی۔ اس لیے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو مروانہ ڈالے۔

پھر حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا اور اصل میں ہمارا واقعہ یوں ہوا تھا کہ جب اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی تو انصار ہمارے مخالف ہو گئے اور وہ سب ثقیفہ بنو ساعدہ میں اکٹھے ہو گئے اور علیؓ اور زبیرؓ اور جو ان دونوں کے ساتھ تھے، ہمارے مخالف تھے، اور مہاجر اکٹھے ہو کر ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ میں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ ابو بکرؓ! آؤ ہم اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس چلیں۔ ہم انہیں کا قصہ بیان کرتے ہوئے چلے۔ وہی باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے دو نیک مرد ہمیں ملے اور پہلی روایت جو میں نے بیان کی تھی اس کے مطابق وہ جو دو نیک مرد تھے ان میں سے ایک حضرت معن بن عدیؓ تھے۔ بہر حال آپؓ فرماتے ہیں اور جس مشورے پر وہ لوگ یعنی انصار جو تھے بالاتفاق آمادہ تھے ان دونوں نے جو ہمیں رستہ میں ملے ان کا ذکر کیا اور انہوں نے کہا کہ اے مہاجرین کی جماعت! تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم ان انصاری بھائیوں کو ملنا چاہتے ہیں۔ تو ان دونوں نے جو راستے میں ملے تھے یہ کہا جن میں حضرت معن بن عدیؓ بھی تھے کہ ہرگز نہ وہاں جانا۔ تمہیں یہی مناسب ہے کہ ان کے پاس نہ جاؤ۔ تم نے جو مشورہ کرنا ہے وہ خود ہی کر لو۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے اور یہ کہہ کر ہم چل پڑے اور بنو ساعدہ کے شامیانے میں ان کے پاس پہنچے۔

(صحیح البخاری کتاب الحدود باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت حدیث نمبر 6830)

وہاں انصار کی حضرت ابو بکرؓ کی اور حضرت عمرؓ کی ایک لمبی بحث ہوئی اور جو گفتگو تھی وہ خلافت کے انتخاب کے بارے میں تھی اور پھر آگے اس کی ایک لمبی تفصیل ہے۔ اس ثقیفہ بنو ساعدہ والے واقعہ کی کچھ حد تک تفصیل جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔ یہاں انصار کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ نے یہ خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک ایسا شخص ضرور ہونا چاہیے جو نظام اسلامی کو قائم کرے مگر چونکہ نبی کے منشا کو اس کے اہل و عیال ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے ہی کوئی شخص مقرر ہونا چاہیے۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ آپ کی اولاد میں سے کوئی شخص ہونا چاہیے۔ کسی اَور خاندان میں سے کوئی اَور شخص نہیں ہونا چاہیے۔ اس گروہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر کسی اَور خاندان میں سے کوئی شخص خلیفہ مقرر ہو گیا تو لوگ اس کی باتیں مانیں گے نہیں اور اس طرح نظام میں خلل واقع ہو گا۔ خاندان

سے اولاد مراد ہے یا ان کے قریبی داماد وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں لیکن اگر آپؐ کے خاندان میں سے ہی کوئی خلیفہ مقرر ہو گیا تو چونکہ لوگوں کو اس خاندان کی اطاعت کی عادت ہے اس لیے وہ خوشی سے اس کی اطاعت قبول کر لیں گے۔ جیسے ایک بادشاہ کی بات ماننے کے لوگ عادی ہو چکے ہوتے ہیں جب وفات پا جاتا ہے تو اس کا بیٹا جانشین بنتا ہے تو اس کی اطاعت بھی شوق سے کرنے لگ جاتے ہیں۔

مگر دوسرا فریق جو تھا اس نے سوچا کہ اس کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے ہونے کی شرط ضروری نہیں ہے۔ مقصد تو یہ ہے کہ رسول کریمؐ کا ایک جانشین ہو۔ پس جو سب سے زیادہ اس کا اہل ہو اس کے سپرد یہ کام ہونا چاہیے۔ اس دوسرے گروہ کے پھر آگے دو حصے ہو گئے اور گو وہ دونوں اس بات پر متحد تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جانشین ہونا چاہیے مگر ان میں سے اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ رسول کریمؐ کا جانشین کن لوگوں میں سے ہو۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ جو لوگ سب سے زیادہ عرصے تک آپؐ کے زیر تعلیم رہے ہیں وہ اس کے مستحق ہیں یعنی مہاجر اور ان میں سے بھی قریش جن کی بات ماننے کے لیے عرب تیار ہو سکتے ہیں اور بعض نے یہ خیال کیا کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مدینے میں ہوئی ہے اور مدینے میں انصار کا زور ہے اس لیے وہی اس کام کو اچھی طرح چلا سکتے ہیں۔

بہر حال اس پر انصار اور مہاجرین میں اختلاف بھی ہوا۔ غرض اب انصار اور مہاجرین میں اختلاف ہو گیا۔ انصار کا یہ خیال تھا کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل زندگی جو نظام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ہمارے اندر گزاری ہے۔ انصار یہ کہتے تھے کہ مدینے میں گزاری ہے اور مکے میں کوئی نظام نہیں تھا اس لیے نظامِ حکومت ہم ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور خلافت کے متعلق ہمارا ہی حق ہے کسی اور کا حق نہیں ہے۔ دوسری دلیل وہ یہ دیتے تھے کہ یہ علاقہ ہمارا ہے اور طبعاً ہماری بات کا ہی لوگوں پر زیادہ اثر ہو سکتا ہے مہاجرین کا اثر نہیں ہو سکتا۔ پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہم میں سے ہونا چاہیے مہاجرین میں سے نہیں۔

اس کے مقابلے میں مہاجرین یہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی لمبی صحبت ہم نے اٹھائی ہے اتنی لمبی صحبت انصار نے نہیں اٹھائی، اتنا عرصہ ان کے ساتھ نہیں رہے اس لیے دین کو سمجھنے کی جو قابلیت ہمارے اندر ہے وہ انصار کے اندر نہیں ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ اس اختلاف پر ابھی دوسرے لوگ غور ہی کر رہے تھے اور وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے کہ اس آخری گروہ نے جو انصار کے حق میں تھا بنی ساعدہ کے ایک برآمدہ میں جمع ہو کر اس بارہ میں مشورہ شروع کر دیا اور سعد بن عُبادہؓ جو خزرج کے سردار تھے اور نقباء میں سے تھے ان کے بارے میں طبائع کا اس طرف رجحان ہو گیا کہ انہیں خلیفہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ انصار نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک ہمارا ہے، زمینیں ہماری ہیں، جائیدادیں ہماری ہیں اور اسلام کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم میں سے کوئی خلیفہ مقرر ہو۔ اس بات پر فیصلہ کیا کہ اس منصب کے لیے سعد بن عُبادہؓ سے بہتر اَور کوئی شخص نہیں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بعض نے کہا کہ اگر مہاجرین اس کا انکار کریں گے تو کیا ہو گا؟ سوال اٹھا۔ اس پر کسی نے کہا کہ پھر ہم کہیں گے کہ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ۔ یعنی ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔ سعد جو بہت دانا آدمی تھے

انہوں نے کہا کہ یہ تو پہلی کمزوری ہے۔ انصار جن کو امیر خلیفہ بنانا چاہتے تھے، انہوں نے کہا کہ یہ تو پہلی کمزوری ہے یعنی یا تو ہم میں سے خلیفہ ہونا چاہیے یا ان میں سے۔ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ کہنا تو گویا خلافت کے مفہوم کو نہ سمجھنا ہے اور اس سے اسلام میں رخنہ پڑے گا اور یہ رخنہ ڈالنا ہے۔ اس مشورے کے بعد جب مہاجرین کو اطلاع ہوئی تو وہ جلدی سے وہیں آ گئے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا جو پہلے ذکر ہو چکا کہ آپ حضرت ابو بکرؓ اور کچھ اَور لوگ وہاں گئے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مہاجرین میں سے کوئی خلیفہ نہ ہوا تو عرب اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ صرف مدینہ کی بات نہیں بلکہ پورے عرب کی بات ہے۔ مدینے میں بے شک انصار کا زور تھا مگر تمام عرب مکہ والوں کی عظمت اور ان کے شرف کا قائل تھا۔ پس مہاجرین نے سمجھا کہ اگر اس وقت انصار میں سے کوئی خلیفہ مقرر ہو گیا تو اہل عرب کے لیے سخت مشکل پیش آئے گی اور ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر اس ابتلا میں پورے نہ اتریں چنانچہ جب سب مہاجرین وہیں آ گئے اور ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ بھی شامل تھے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر بیان کرنے کے لیے ایک بہت بڑا مضمون سوچا ہوا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جاتے ہی ایک ایسی تقریر کروں گا جس سے تمام انصار میرے دلائل کے قائل ہو جائیں گے اور وہ اس بات پر مجبور ہو جائیں گے کہ انصار کے بجائے مہاجرین میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کریں۔ مگر جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ انہوں نے بھلا کیا بیان کرنا ہے مگر خدا کی قسم! جتنی باتیں میں نے سوچی ہوئی تھیں وہ سب انہوں نے، حضرت ابو بکرؓ نے بیان کر دیں بلکہ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے پاس سے بھی بہت سے دلائل دیے۔ تب میں نے سمجھا کہ میں ابو بکرؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ غرض مہاجرین نے انہیں بتایا کہ اس وقت قریش میں سے ہی امیر ہونا ضروری ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی پیش کی کہ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ کہ قریش میں سے تمہارے امام ہوں اور ان کی سبقتِ دین اور ان کی قربانیوں کا ذکر کیا جو وہ دین کے لیے کرتے چلے آئے تھے۔ اس پر حُبَاب بن مُنْذِرْ خزرجی نے مخالفت کی اور کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مان سکتے کہ مہاجرین میں سے خلیفہ ہونا چاہیے۔ ہاں اگر آپ لوگ کسی طرح نہیں مانتے اور آپ کو اس پر بہت اصرار ہے تو پھر یہی ہے کہ ایک امیر آپ میں سے ہو جائے ایک ہمارے میں سے۔ اس پر عمل کیا جائے کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک آپ لوگوں میں سے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت میں دو امیروں کا ہونا جائز نہیں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثیں تو ایسی موجود تھیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظامِ خلافت کی تشریح کی ہوئی تھی مگر آپؐ کی زندگی میں صحابہ کا ذہن اُدھر منتقل نہیں ہوا اور اس کی وجہ وہی خدائی حکمت تھی جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ اپنے اس کے پہلے سیاق میں کر چکے ہیں جو بیان کر رہے ہیں۔ بہرحال کہتے ہیں کہ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہارا یہ مطالبہ کہ ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے عقلاً اور شرعاً کسی طرح جائز نہیں۔

پھر حضرت ابو بکرؓ کا انتخاب کس طرح ہوا؟ کچھ بحث مباحثہ کے بعد حضرت ابو عُبیدہؓ کھڑے ہوئے اور

انہوں نے انصار کو توجہ دلائی کہ تم پہلی قوم ہو جو مکے کے باہر ایمان لائی۔ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تم پہلی قوم نہ بنو جنہوں نے دین کے منشا کو بدل دیا اور کہتے ہیں کہ اس کا طبائع پر ایسا اثر ہوا کہ بشیر بن سعد خزرجی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی اور آپؐ کی نصرت و تائید کی وہ دنیاوی اغراض سے نہیں کی تھی اور نہ اس لیے کی تھی کہ ہمیں آپ کے بعد حکومت ملے بلکہ ہم نے خدا تعالیٰ کے لیے کی تھی۔ پس حق کا سوال نہیں ہے کہ ہمارا حق ہے امیر بنے یا ہم میں سے خلیفہ بنے بلکہ سوال اسلام کی ضرورت کا ہے اور اس لحاظ سے مہاجرین میں سے ہی امیر مقرر ہونا چاہیے کیونکہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی صحبت پائی ہے۔ اس پر کچھ دیر تک اَور بحث ہوتی رہی مگر آخر آدھ پون گھنٹے کے بعد لوگوں کی رائے اسی طرف ہوتی چلی گئی کہ مہاجرین میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعُبیدہؓ کو اس منصب کے لیے پیش کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر خود پیش کیا کہ یا حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت ابوعُبیدہؓ ہیں ان دونوں میں سے کسی کی بیعت کر لینی چاہیے مگر دونوں نے انکار کیا اور کہا کہ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیماری کے دنوں میں نماز کا امام بنایا تھا اور جو سب مہاجرین میں سے بہتر ہے ہم تو اس کی بیعت کریں گے۔

جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کا اور حضرت ابوعُبیدہؓ کا نام خلافت کے لیے پیش کیا تو اس پہ حضرت عمرؓ نے خود جو بیان کیا ہے، جو پچھلا تسلسل چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس بات کے سوا جیسا کہ انہوں نے کہا ناں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ بڑی اعلیٰ تقریر کی اس میں یہ باتیں بھی ہوئیں۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ساری باتیں بڑی اعلیٰ تھیں لیکن اس بات کے سوا میں نے اَور کوئی بات ناپسند نہیں کی جو انہوں نے کہی یعنی کہ حضرت عمرؓ کا نام پیش کیا یا حضرت ابوعبیدہؓ کا نام پیش کیا۔ آپؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ حال تھا جب حضرت ابو بکرؓ نے میرا نام پیش کیا کہ اگر مجھے آگے بڑھا کر میری گردن اڑا دی جاتی تا کہ یہ موت مجھے کسی گناہ کے قریب نہ پھٹکنے دے تو مجھے یہ بات اس سے زیادہ پسند تھی کہ میں ایسی قوم کا امیر بنوں جس میں ابو بکرؓ ہوں یعنی ان کا مقام ایسا ہے کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اس وقت مجھے حضرت ابو بکرؓ کی موجودگی میں امیر بنا دیا جائے تو میں نے اس کو ناپسند کیا۔ باقی تقریر بہت اعلیٰ تھی۔

بہر حال حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے جب کہا کہ جو مہاجرین میں سے سب سے بہتر ہے ہم اس کی بیعت کریں گے تو مطلب یہ تھا کہ اس منصب کے لیے حضرت ابو بکرؓ سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہیں۔ چنانچہ اس پر حضرت ابو بکرؓ کی بیعت شروع ہو گئی۔ پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔ پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے بیعت کی۔ پھر بشیر بن سعد خزرجی نے بیعت کی اور پھر اوس اور پھر خزرج کے دوسرے لوگوں نے اور اس قدر جوش اس وقت پیدا ہوا کہ سعد جو بیمار تھے اور اٹھ نہ سکتے تھے۔ ان کی قوم ان کو روندتی ہوئی آگے بڑھ کر بیعت کرتی تھی۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں سعدؓ اور حضرت علیؓ کے سوا سب نے بیعت کر لی۔ حتّٰی کہ سعدؓ کے اپنے بیٹے نے بھی بیعت کر لی۔ حضرت علیؓ نے کچھ دنوں بعد بیعت کی۔ چنانچہ بعض روایات میں تین دن آتے ہیں اور بعض روایات میں یہ

ذکر آتا ہے کہ آپؓ نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی تھی۔ چھے ماہ والی روایت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی تیمار داری میں مصروفیت کی وجہ سے آپ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہ کر سکے اور جب آپؓ بیعت کرنے کے لیے آئے تو آپؓ نے یہ معذرت بھی کی کہ چونکہ فاطمہؓ بیمار تھیں اس لیے بیعت میں مجھے دیر ہو گئی ہے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ صفحہ 39 تا 42، انوار العلوم جلد 15)

بہر حال اس وقت سب نے بیعت کی۔

حضرت عُروہ بن زبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر روئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم یہ چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مر جاتے۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت معنؓ صحابی جن کا ذکر ہو رہا ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا تھا۔ لوگ تو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم پہلے مر جاتے لیکن حضرت معنؓ نے کہا نہیں۔ میں نہیں یہ چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مر جاتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ میں جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُسی طرح تصدیق نہ کر لوں جیسا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ244-245معن بن عدی دار الاحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

جس طرح میں نے آپؐ کو نبی مانا تھا اسی طرح وفات کے بعد بھی اس بات کی تصدیق نہ کر لوں کہ خلافت راشدہ کا وہی نظام جس کی پیش گوئی آپؐ نے فرمائی تھی وہ جاری ہو چکا ہے اور اسی کو جاری رکھنا ہے اور منافقین اور مرتدین کے جال میں نہیں آنا۔

پس یہی وہ ایمان کا معیار ہے جسے ہر احمدی کو بھی اپنے اندر قائم کرنا چاہیے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت معنؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتدین اور باغیوں کی سرکوبی میں شامل تھے اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے دو سو گھڑ سواروں کے ہم راہ حضرت معنؓ کو یمامہ کی طرف بطور ہراول دستے کے بھیجا تھا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد6 صفحہ151 معن بن عدی، دارالکتب العلمیہ بیروت2005ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معنؓ کا حضرت زید بن خطّابؓ کے ساتھ عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں جنگِ یمامہ میں 12ھ ہجری میں شہادت پائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ244 معن بن عدی دار الاحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو بھی نبوت کے مقام کو پہچاننے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور خلافت کے ساتھ وفا اور اخلاص کا تعلق پیدا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 ستمبر 2019ء جلد26 شمارہ53 صفحہ 05تا09)

35

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ اگست 2019ء بمطابق 30/ ظہور 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ سرے (برطانیہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر مَیں آج میں جن صحابی کا پہلے ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت عُتْبہ بن مسعود ھُذَلیؓ۔ حضرت عُتْبہ بن مسعود ھُذَلیؓ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ آپؓ قبیلہ بنو ھُذیل سے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثالث صفحہ563 ''عُتْبہ بن مسعود'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ قبیلہ بنو زُھرَہ کے حلیف تھے۔ آپؓ کے والد کا نام مسعود بن غافل تھا اور آپؓ کی والدہ کا نام اُمِّ عَبْد بنت عَبدِ وُدّ تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ آپؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپؓ مکے میں ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں آپؓ شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ381 "عُتْبہ بن مسعود" وَمِنْ حُلَفَاءِ بنی زھرۃ بن کلاب۔ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 5 صفحہ 1615 کتاب الھجرۃ، حدیث نمبر4294 مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ مکرمۃ الریاض2000ء)

صفہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تواریخ سے تفصیل لے کر لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مسجد کے ایک گوشے میں ایک چھت دار چبوترہ بنایا گیا تھا جسے صُفّہ کہتے تھے۔ یہ ان غریب مہاجرین کے لیے تھا جو بے گھر بار تھے۔ ان کا کوئی گھر نہیں تھا۔ یہ لوگ یہیں رہتے تھے اور 'اصحاب الصفہ' کہلاتے تھے۔ ان کا کام گویا دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنا، عبادت کرنا اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا تھا۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ذریعۂ معاش نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی خبر گیری فرماتے تھے اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ھدیہ وغیرہ آتا تھا یا گھر میں کچھ ہوتا تھا تو ان کا حصہ ضرور نکالتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات آپؐ خود فاقہ کرتے تھے اور جو کچھ گھر میں ہوتا تھا وہ اصحاب الصفہ کو بھجوا دیتے تھے۔ انصار بھی ان کی مہمانی میں حتی المقدور مصروف رہتے تھے اور ان کے لیے کھجوروں کے خوشے لالا کر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی

حالت تنگ رہتی تھی اور بسا اوقات فاقے تک نوبت پہنچ جاتی تھی اور یہ حالت کئی سال تک جاری رہی حتّٰی کہ کچھ تو مدینے کی آبادی کی وسعت کے نتیجے میں ان لوگوں کے لیے کام نکل آیا اور کچھ نہ کچھ مزدوری مل جاتی تھی اور کچھ قومی بیت المال سے ان کی امداد کی صورت پیدا ہو گئی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 270)

بہر حال ان لوگوں کے بارے میں دوسری جگہ مزید تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ یہ لوگ دن کو بارگاہِ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے۔ رات کو ایک چبوترے پر پڑے رہتے۔ عربی زبان میں چبوترے کو صُفہ کہتے ہیں اور اسی بنا پر ان بزرگوں کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہ بند دونوں چیزیں کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔ چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانوں تک لٹک آتی تھی، کپڑے پورے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی بزرگوں میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ صفہ میں سے ستر اشخاص کو دیکھا کہ ان کے کپڑے ان کی رانوں تک بھی نہیں پہنچتے تھے، جسم پہ کپڑا لپیٹتے تھے تو وہ گھٹنوں سے اوپر مشکل سے پہنچتا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ معاش کا طریقہ یہ تھا کہ ان میں ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لیے کچھ کھانا مہیا کرتی۔ اکثر انصار کھجور کی شاخیں توڑ کر لاتے اور مسجد کی چھت میں لٹکا دیتے۔ باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ بے وقوف لوگ ہیں۔ بلاوجہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دیوانے ہیں کہ آپؐ کا دَر چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے صدقہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو بلا لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔

اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مہاجرین و انصار پر تقسیم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو اپنے ساتھ لے جائے اور رات کو ان کو کھانا کھلائے۔ بعض دفعہ ایسے موقعے بھی ہوتے تھے کہ کسی کو بعض مہاجرین کے سپرد کر دیا۔ کسی کو انصار کے سپرد کر دیا کہ رات کا کھانا ان کو دینا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ ایک صحابی تھے جو نہایت فیاض اور دولت مند تھے وہ کبھی کبھی اسّی اسّی مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ اسّی مہمانوں تک ساتھ لے جاتے۔ رات کو ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ ان کی کشائش تھی۔ مختلف روایتوں کے مطابق یا بعض روایتوں کے مطابق اہل صفہ کی تعداد مختلف وقتوں میں مختلف رہی تھی۔ کم سے کم بارہ افراد اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہاں تک کہ تین سو افراد ایک وقت مقام صفہ میں مقیم رہے تھے بلکہ ایک روایت میں ان کی کل تعداد چھ سو صحابہ کرام بتائی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ نہایت اُنس تھا۔ ان کے ساتھ مسجد میں بیٹھتے۔ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور لوگوں کو ان کی تعظیم و تکریم پر آمادہ کرتے۔ یعنی یہ نہیں کہ یہ بیٹھے ہوئے ہیں، فارغ ہیں تو ان کی عزت نہ کی جائے، ان کا احترام نہ کیا جائے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہیں جو میرے لیے، میری باتیں سننے کے لیے بیٹھتے ہیں اس لیے ہر ایک کو ان کی صحیح طرح تعظیم بھی کرنی چاہیے، عزت

بھی کرنی چاہیے۔ ایک بار اہلِ صفہ کی ایک جماعت نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شکایت کی کہ کھجوروں نے ہمارے پیٹ کو جلا دیا ہے۔ صرف کھجوریں ہی کھانے کو ملتی ہیں اَور تو کچھ ملتا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شکایت سنی تو ان کی دل دہی کے لیے ایک تقریر کی جس میں فرمایا: یہ کیا ہے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ہمارے پیٹوں کو کھجوروں نے جلا دیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کھجور ہی اہلِ مدینہ کی غذا ہے لیکن لوگ اسی کے ذریعہ سے ہماری مدد بھی کرتے ہیں اور ہم بھی انہی کے ذریعہ سے تمہاری مدد کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ایک یا دو مہینے سے اللہ کے رسول کے گھر میں دھواں نہیں اٹھا۔ یعنی میں نے بھی اور میرے گھر والوں نے بھی صرف پانی اور کھجور پر بسر اوقات کی ہے۔ بہر حال یہ اصحابِ صفہ عجیب فدائی لوگ تھے۔ کھجور کے کھانے کا ذکر تو کیا، شکوہ تو کیا کہ اس نے پیٹ کو جلا دیا ہے لیکن جگہ نہیں چھوڑی۔ وہ کامل وفا کے ساتھ وہیں بیٹھے رہتے تھے اور اسی چیز، فاقوں پر یا پھر کھجوروں پر یا جو بھی مل جاتا تھا اس پر گزارا کرتے تھے۔ پھر لکھا ہے کہ ان بزرگوں کا مشغلہ یہ تھا کہ راتوں کو عموماً عبادت کرتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے رہتے۔ ان کے لیے ایک معلم مقرر تھا جس کے پاس رات کو جا کر یہ پڑھتے تھے۔ جن کو پڑھنا نہیں آتا تھا یا قرآنِ کریم صحیح طرح پڑھ نہیں سکتے تھے یا یاد کرنا چاہتے ہوں گے تو معلم ان کو رات کو پڑھاتا تھا۔ اس بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہلاتے تھے اور اشاعتِ اسلام کے لیے کہیں بھیجنا ہوتا تو یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ جب یہ پڑھ لکھ گئے تو پھر یہ قاری بھی کہلانے لگ گئے اور پھر دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے بھی ان کو بھیجا جاتا تھا۔ بعد میں انہی اصحاب میں سے بہت سے بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز ہوئے یعنی اصحابِ صفہ جو تھے یہ نہیں کہ بعد میں وہیں بیٹھے رہے بلکہ عہدوں پر، بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بحرین کے گورنر رہے تھے۔ پھر حضرت معاویہؓ کے دور میں مدینہ کے گورنر رہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بصرہ کے گورنر رہے اور کوفہ شہر کی بنیاد آپ نے ڈالی۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر رہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کوفہ کے گورنر رہے۔ یہ سب اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ حضرت عُبادہ بن جراحؓ فلسطین کے گورنر رہے۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں مدینے کے گورنر رہے۔ انہی میں سے ایک سپہ سالار بھی تھے جنہوں نے فتوحاتِ اسلامیہ میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نہ صرف سپہ سالار تھے بلکہ حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی متعین رہے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد پنجم صفحہ 548 تا 550 دار الاشاعت کراچی 2004ء)(ماخوذ از جستجوئے مدینہ از عبد الحمید قادری صفحہ 672،681)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مَیں غریب مہاجرین کی جماعت میں جا بیٹھا یعنی انہی اصحابِ صفہ کی جماعت میں جو نیم برہنگی کے باعث ایک دوسرے سے ستر چھپا رہے تھے یا تقریباً آدھا جسم ان کا ننگا تھا اور اس حد تک تھا کہ مشکل سے اپنی ستر چھپا رہے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک قاری قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے تو قاری خاموش ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ قاری

ہمیں تلاوت سنا رہا تھا اور ہم کتاب اللہ کو سن رہے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی شامل فرمائے جن کے ساتھ صبر کرنے کا حکم مجھے بھی دیا گیا ہے کہ جس طرح یہ صبر کر رہے ہیں تمہیں بھی صبر کا حکم ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اقدس کو ہم میں شمار کرنے کے لیے ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ آپؐ نے دستِ مبارک سے حلقہ بنا کر اشارہ کیا یعنی میں بھی تم میں سے ہی ہوں۔ ایک دائرہ بنایا اور بیچ میں بیٹھ گئے، چنانچہ سب کا رخ آپؐ کی طرف ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں میرے سوا کسی کو نہیں پہچانا۔ بیان کرنے والے نے کہا کہ اتنے زیادہ لوگ تھے کہ میرے سوا کسی کو نہیں پہچانا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے تنگ دست مہاجرین کے گروہ تمہیں بشارت ہو۔ قیامت کے روز تم نورِ کامل کے ساتھ امیر لوگوں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ نصف دن جو ہے وہ پانچ سو برس کا دن ہے۔ (سنن ابو داؤد کتاب العلم باب فی القصص حدیث نمبر3666)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہام ہوا تھا جس میں اصحابِ صفہ کا ذکر ہے۔ عربی الہام تھا کہ

"اَصْحَابُ الصُّفَّةِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّةِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ صفہ کے رہنے والے اور تُو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ کے رہنے والے۔ تُو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی ہے جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 78)

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے بعض ساتھیوں کے بارے میں ہوا تھا کہ مجھے بھی ایسے ہی ملیں گے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ یہ جو اصحابِ صفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو گزرے ہیں، بڑی شان والے لوگ تھے اور بڑے مضبوط ایمان والے لوگ تھے اور انہوں نے جو اخلاص و وفا کا نمونہ دکھایا ہے وہ ایک مثال ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی فرمایا ہے کہ تمہیں بھی مَیں بعض ایسے لوگ عطا کروں گا۔

صحیح بخاری میں حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کا ذکر ان صحابہ کرام کی فہرست میں کیا گیا ہے جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے تاہم صحابہ کے حالات پر مشتمل جو بعض اَور کتب ہیں اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، الاصابہ فی تمییز الصحابہ اور الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور الطبقات الکبریٰ وغیرہ میں ان کے غزوۂ احد کے اور اس کے بعد والے غزوات میں شامل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمّی من اھل بدر .....الخ)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 3 صفحہ563 "عُتْبہ بن مسعود" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ جزء 4 صفحہ 366، عتبۃ بن مسعود الھذلی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1995ء)(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3 صفحہ 1030، عتبۃ بن مسعود الھذلی، دارالجیل بیروت)(الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ381 وَمِنْ حُلَفَاءِ بنی زھرۃ ،"عُتْبہ بن مسعود" داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

لیکن غزوۂ بدر میں نہیں۔ لیکن بخاری نے حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کا ذکر بدری صحابہ میں کیا ہے۔

حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کی حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں 23 ہجری میں مدینے میں وفات ہوئی اور حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قاسم بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کی نماز جنازہ میں ان کی والدہ حضرت ام عبدؓ کا انتظار کیا کہ وہ بھی شامل ہو جائیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الرابع صفحہ382 ''عُتْبہ بن مسعود'' وَمِنْ حُلَفَاءِ بنی زھرۃ ۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(البدایۃوالنہایۃلابن کثیر جلد4جزء7صفحہ138 ،ثم دخلت سنۃ ثلاث وعشرین،دارالکتب العلمیہ2001ء)

امام زہری سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صحبت اور ہجرت کے لحاظ سے اپنے بھائی حضرت عُتْبہؓ سے زیادہ قدیم نہ تھے۔ یعنی حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ زیادہ پرانے صحابی تھے۔ عبد اللہ بن عُتْبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کا انتقال ہوا تو آپؓ کے بھائی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بعض لوگوں نے آپؓ سے کہا کہ کیا آپؓ روتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرے بھائی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں میرے ساتھی تھے اور حضرت عمر بن خطابؓ کے علاوہ سب لوگوں سے زیادہ مجھ کو محبوب تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثالث صفحہ563 "عُتْبہ بن مسعود" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ان کے بھائی حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے کہا کہ إِنَّ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ لَا يَمْلِكُهَا ابْنُ اٰدَمَ۔ کہ یقیناً یہ رحمت ہے جسے اللہ نے پیدا کیا ہے اور ابنِ آدم اس کو قابو کرنے پر قادر نہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد4صفحہ381-382 "عُتْبہ بن مسعود"وَمِنْ حُلَفَاءِ بنی زھرۃ ۔داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

یعنی یہ موت برحق ہے اور نیک لوگوں کے لیے تو پھر رحمت بن جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کو امیر مقامی بھی بنایا کرتے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد4صفحہ366 "عُتْبہ بن مسعود الھذلی"دارالفکر بیروت 2001ء)

اگلے جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ ہے۔ یہ انصاری تھے۔ حضرت عُبادہؓ کے والد کا نام صَامِت بن قیس اور والدہ کا نام قرۃ العین بنت عُبادہ تھا۔ بیعتِ عَقَبہ اولیٰ اور ثانیہ میں یہ شریک تھے۔ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو عوف بن خزرج کے سردار تھے جو قَوَاقِل کے نام سے مشہور تھے۔ قَوَاقِل نام کی جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ جب مدینے میں کسی سردار کے پاس کوئی شخص پناہ کا طلب گار ہوتا تو اس سے یہ کہا جاتا تھا کہ اس پہاڑ پر جیسے مرضی چڑھ۔ اب تُو امن میں ہے یعنی تجھے کوئی مشکل نہیں۔ جہاں جس طرح مرضی رہ یعنی تُو اس حالت میں لَوٹ جا کہ تُو فراخی محسوس کر اور اب کسی بھی چیز کا خوف نہ کھا۔ اور وہ لوگ جو پناہ دینے والے تھے وہ قَوَاقِلَہ کے نام سے مشہور تھے۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ ایسے سردار جب کسی کو پناہ دیتے تو اسے ایک تیر دے کر کہتے کہ اس تیر کو لے کر اب جہاں مرضی جاؤ۔ حضرت نعمانؓ کے دادا ثَعْلَبہ بن دَعْد کو

قَوَ قَل کہا جاتا تھا۔ اسی طرح خزرج کے سردار غَنْم بن عوف کو بھی قَوَ قَل کہا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت عُبادہ بن صَامِت بھی قَوَ قَل کے لقب سے مشہور تھے۔ بنو سالِم، بنو غَنم اور بنو عوف بن خزرج کو بھی قَوَ اقِلَہ کہا جاتا تھا۔ بنو عوف کے سردار حضرت عُبادہ بن صَامِت رضی اللہ عنہ تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ لابن اثیر جلد3صفحہ158-159 عبادة بن الصَامِت، دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ414 النعمان بن مالك ، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2012ء)(السیرة النبویة لابن هشام صفحہ309، العقبة الاولی ومصعب بن عمیر۔۔۔، دارالکتب العلمیة 2001ء)(تاج العروس زیر مادہ "ققل" جلد 15 صفحہ 627 باب اللام مطبوعہ دار الفکر بیروت 1994ء)

حضرت عبادہؓ کے ایک بیٹے کا نام ولید تھا جس کی والدہ کا نام جمیلہ بنت ابو صَعْصَعَہ تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام محمد تھا جس کی والدہ کا نام حضرت اُمِّ حَرَام بنت مِلْحَان تھا۔ حضرت اَوس بن صَامِت ؓ حضرت عُبادہ کے بھائی تھے۔ حضرت اوسؓ بھی بدری صحابی تھے۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء الثالث صفحہ280-281، عُبادہ بن صَامِت، دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)

جب حضرت ابو مَرثَد غَنَوِیؓ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبادہ کے ساتھ ان کی مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت عُبادہ غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک تھے۔ حضرت عبادہؓ 34/ ہجری میں رَملہ فلسطین میں فوت ہوئے۔

بعض کے مطابق بیت المقدس میں فوت ہوئے اور وہیں تدفین ہوئی اور ان کی قبر آج بھی معروف ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبادہؓ کی وفات قُبرُص میں ہوئی جبکہ وہ حضرت عمرؓ کی طرف سے اس پر والی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔ ان کا قد لمبا جسم فربہ اور بہت خوبصورت تھا۔ بعض کے مطابق ان کی وفات پینتالیس ہجری میں امیر معاویہ کے دور میں ہوئی مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے جس میں ان کی وفات جو ہے وہ 34/ ہجری میں فلسطین میں ہوئی نہ کہ 45 ہجری۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ جلد3صفحہ55-56، دارالفکر بیروت 2003ء)(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد2 صفحہ355، عُبادہ بن صَامِت، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)(شرح مسند الشافعی از عبد الکریم بن محمد قزوینی جزء2 صفحہ165 مطبوعہ ادارۃ الشؤون الاسلامیہ قطر2007ء از مکتبہ الشاملہ)

حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ کی روایات کی تعداد ایک سو اکاسی (181) تک پہنچتی ہے۔ احادیث کی مختلف روایات ان سے ہیں جس کے روایت کرنے والے اکابر صحابہ اور تابعین ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت مِقْدَام بن مَعْدِی کَرِبؓ وغیرہ ہیں۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 405، دارالاشاعت اردو کراچی 2004ء)

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عُبادہؓ جنگِ بدر میں شامل ہوئے تھے اور عَقَبَہ کی رات یہ بھی سرداروں میں سے ایک سردار تھے کہ حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ نے بیان کیا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ایک گروہ تھا فرمایا کہ مجھ سے اس بات پر

بیعت کرو کہ تم کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ نہ ہی چوری کرو گے اور نہ ہی اولاد کو قتل کرو گے اور تم دیدہ و دانستہ بہتان نہیں باندھو گے اور نہ معروف بات میں تم نافرمانی کرو گے۔ پس جس نے بھی تم میں سے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا اور جس نے ان بدیوں میں سے کوئی بدی کی اور پھر دنیا میں اسے سزا مل گئی تو یہ سزا اس کے لیے کفارہ ہو گی اور جس نے ان بدیوں میں سے کوئی بدی کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اللہ چاہے تو اس سے درگزر کرے اور چاہے تو اسے سزا دے۔ سو ہم نے ان باتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب علامة الایمان حب الانصار حدیث 18)

ہجرتِ مدینہ کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قبا میں نمازِ جمعہ ادا فرمائی تو نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف جانے کے لیے اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی اور اس کو کوئی حرکت نہ دی۔ اونٹنی دائیں اور بائیں اس طرح دیکھنے لگی کہ جیسے وہ چلنے کے لیے کسی سمت اور کسی رخ کا فیصلہ کر رہی ہے کہ مَیں کدھر جاؤں۔ یہ کھڑی تھی، دائیں بائیں دیکھ رہی تھی اور آگے نہیں چل رہی تھی۔ یہ دیکھ کر بنو سالم کے لوگوں نے یعنی جن کے محلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھی تھی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ ان میں عِتْبان بن مالِک اور نَوفَل بن عبد اللہ بن مالک اور عُبادہ بن صَامِت بھی تھے۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے ہاں قیام فرمائیے۔ یہاں اس علاقے میں لوگوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور عزت و حفاظت بھی پوری ہو گی۔ ہم پوری طرح عزت بھی کریں گے، آپؐ کی حفاظت بھی کریں گے اور یہاں ہیں بھی ہم زیادہ مسلمان۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ یہاں دولت اور ثروت بھی ہے۔ ہمارے لوگ بڑے کشائش والے ہیں۔ پیسے ہمارے پاس ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمارے قبیلے میں اتریے، ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے پاس ہتھیار بھی ہیں۔ نیز ہمارے پاس باغات اور زندگی کی ضروریات بھی ہیں۔

یعنی کہ حفاظت بھی ہم کر سکتے ہیں۔ مالی لحاظ سے بھی ہم بہتر ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ یا رسولَ اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی خوف اور دہشت کا مارا ہوا عرب اس علاقے میں آجاتا ہے تو وہ ہمارے ہاں ہی آکر پناہ ڈھونڈتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ساری باتیں سن لیں۔ ان کے لیے خیر کے کلمات عطا فرمائے اور فرمایا تمہاری باتیں، تمہارا سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور فرمایا کہ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ آج یہ مامور ہے۔ اس نے جہاں بھی جانا ہے، رکنا ہے، بیٹھنا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی جائے گی۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹنی مامور ہے اس لیے اس کا رستہ چھوڑ دو۔ آپ مسکراتے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ جو بھی تم نے پیشکش کی ہے اللہ تم پر اپنی برکت نازل فرمائے۔ پھر اونٹنی وہاں سے چل پڑی۔

(السیرۃ الحلبیۃ الجزء الثانی صفحہ 83، باب الھجرۃ الی المدینۃ، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

فتحِ مصر کے متعلق "سیر الصحابہ" کا مصنف جو ہے لکھتا ہے کہ خلافتِ فاروقی میں مصر کے فتح ہونے میں

دیر ہوئی تو حضرت عَمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کو مزید مدد کے لیے خط لکھا۔ حضرت عمرؓ نے چار ہزار فوج روانہ کی جس میں سے ایک ہزار فوج کے افسر حضرت عبادہؓ تھے اور جواب میں لکھا کہ ان افسروں میں سے ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ یہ مدد مصر پہنچی تو حضرت عَمرو بن عاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے ایک پُراثر تقریر کی اور حضرت عُبادہؓ کو بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھ کو دیجیے اور خود انہوں نے، عَمرو بن عاصؓ نے، اپنے سر سے اپنا عمامہ اتارا اور نیزے پر لگا کر ان کے حوالے کیا کہ یہ سپہ سالار کا عَلَم ہے، سپہ سالار کا جھنڈا ہے اور آج آپ سپہ سالار ہیں۔ خدا کی شان کہ اس کے بعد پہلے ہی حملے میں شہر فتح ہو گیا۔

(مأخوذ از سیر الصحابہ مصنفہ سعید انصاری جلد 3 حصہ 2 صفحہ 402، دار الاشاعت کراچی 2004ء)

حضرت ابوعُبَیدَہ بن جَرَّاحؓ فتح دمشق کے بعد حِمص آئے اور یہاں کے باشندوں نے ان سے صلح کر لی اس کے بعد انہوں نے حضرت عُبادہ بن صَامِت انصاریؓ کو حِمص پر نگران مقرر کیا اور خود حُمَاۃ کی طرف بڑھے۔ حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ نے بعد میں لَاذِقِیَّہ کی طرف کُوچ کیا جو ملکِ شام میں ساحلِ سمندر پر واقع ایک شہر ہے۔ اس کے باشندوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔ وہاں ایک بہت بڑا دروازہ تھا جو لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے بغیر نہیں کھلتا تھا۔ حضرت عبادہؓ لشکر کو شہر سے دور لے گئے اور اسے ایسے گڑھے کھودنے کا حکم دیا جس میں ایک آدمی اور اس کا گھوڑا اچھی طرح چھپ جائیں۔ لمبی خندق کھودیں۔ مسلمانوں نے گڑھے کھودنے میں بڑی کوشش کی اور جب اس کام سے فارغ ہو چکے تو دن کی روشنی میں حِمص کی جانب واپس جانا ظاہر کیا اور جب رات چھا گئی تو یہ لوگ اپنی چھاؤنی اور اپنی خندقوں کی طرف واپس آئے جو کھودی تھیں۔ اہلِ لَاذِقِیَّہ دھوکے میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ جب دن چڑھا تو انہوں نے اپنا دروازہ کھولا اور اپنے مویشی لے کر نکلے۔ مسلمان دفعۃً نمودار ہوئے جنہیں دیکھ کر وہ لوگ دہل گئے۔ مسلمانوں نے ان پر چڑھائی کر دی اور دروازے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اس کو فتح کر لیا۔ حضرت عُبادہؓ قلعے میں داخل ہوئے۔ اس کی دیوار پر چڑھے اور اسی پر سے تکبیر کہی۔ لَاذِقِیَّہ کے نصاریٰ میں سے ایک قوم یَسِیْد کی طرف بھاگ گئی۔ پھر ان لوگوں نے اس پر امان چاہی کہ انہیں ان کی زمین کی طرف واپس آنے دیا جائے۔ پہلے تو ڈر کے چلے گئے لیکن پھر انہوں نے کہا کہ ہمیں امان دیں اور ہم واپس آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خراج کی ادائیگی پر زمین ان کے حوالے کر دی گئی کہ ایک حصہ آمد کا تم دو گے اور ان کو ان کی زمین واپس کر دی اور ان کی معبد گاہ ان کے لیے چھوڑ دی گئی۔ جہاں وہ عبادت کرتے تھے وہ بھی ان کو واپس کر دی گئی کہ ٹھیک ہے تم جس طرح چاہتے ہو اپنی عبادت کرو۔ مسلمانوں نے لَاذِقِیَّہ میں حضرت عُبادہؓ کے حکم سے ایک مسجد بنائی جو بعد میں وسیع کی گئی۔ حضرت عُبادہؓ اور مسلمان سمندر کے کنارے پہنچے اور بَلْدَۃ نام کا ایک شہر فتح کیا جو جَبَلَہ قلعہ سے دو فرسخ یعنی چھ میل کے فاصلے پر تھا۔

حضرت عُبادہؓ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے پھر کافی فتوحات کی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اَنطَرطُوس فتح ہوا جو ملکِ شام میں سمندر کے کنارے واقع ایک شہر ہے۔ اسی طرح پھر ملک شام کے علاقے لَاذِقِیَّہ، جَبَلَہ، بَلْدَۃ اَنْطَرطُوس حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

(فتوح البلدان صفحہ 83 تا 85 امر حمص دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء) (معجم البلدان جلد 4 صفحہ 169 "اللاذقیہ" دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان) (معجم البلدان جلد اول صفحہ 320 "انطرطوس" مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبادہؓ کو بعض صدقات کا عامل بنایا اور انہیں نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم اونٹ کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہو اور وہ بلبلاتا ہو یا گائے کو لادے ہوئے آؤ اور اس کی آواز نکل رہی ہو یا بکری کو لادے ہوئے آؤ اور وہ ممیاتی ہو یعنی کہیں خیانت نہ ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ صدقات کی صحیح طرح حفاظت نہ کر سکو اور اس زمانے میں جو صدقات آتے تھے۔ زکوٰۃ میں یا صدقات میں اونٹ گائے بکریاں وغیرہ جو چیزیں آ رہی ہیں یہ نہ ہو کہ ان کی تقسیم کا اور ان کی حفاظت کا تم صحیح طرح حق نہ ادا کر سکو اور پھر قیامت کے دن وہی چیزیں تمہارے پہ بوجھ بن جائیں گی۔

حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ نے یہ سن کے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو دو آدمیوں پر بھی عامل نہ بنوں گا۔ میری تو یہ حالت ہے کہ میں تو کسی کا کوئی بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجھے تو نہ ہی بنائیں تو ٹھیک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انصار میں سے پانچ آدمیوں نے قرآن کو جمع کیا تھا جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت مُعاذ بن جبلؓ، حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ، حضرت اُبَیّ بن کعبؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت ابو دَرْدَاءؓ۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد3صفحہ55، دارالفکر بیروت2003ء)

حضرت یزید بن سفیانؓ نے فتح شام کے بعد حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اہل شام کو ایسے معلم کی ضرورت ہے جو انہیں قرآن سکھائے اور دین کی سمجھ بوجھ دے تو حضرت عمرؓ نے حضرت مُعاذؓ، حضرت عُبادہؓ اور حضرت ابو دَرداءؓ کو بھیجا۔ حضرت عُبادہؓ نے جا کر فلسطین میں قیام کیا۔ جُنَادَہ سے مروی ہے کہ میں جب حضرت عُبادہؓ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے انہیں اس حالت میں پایا کہ انہیں اللہ کے دین کی خوب سمجھ تھی۔ یعنی بڑے صاحبِ علم تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد3 صفحہ 507، عبادۃبن صَامِت، دارالکتب العلمیہ بیروت،2005ء)

جب مسلمانوں نے ملکِ شام کو فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عُبادہؓ اور ان کے ساتھ حضرت مُعاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو درداءؓ کو شام بھجوایا تا کہ وہاں لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں اور ان کو دین سکھائیں۔ حضرت عُبادہؓ نے حِمص میں قیام کیا اور حضرت ابو دَرداءؓ نے دمشق میں قیام کیا اور حضرت مُعاذؓ فلسطین کی طرف چلے گئے پھر کچھ دیر بعد حضرت عُبادہؓ بھی فلسطین چلے گئے۔ وہاں امیر معاویہ نے ایک معاملہ میں یعنی دین کے معاملے میں مخالفت کی جس کو حضرت عبادہؓ ناپسند کرتے تھے۔ کسی دینی مسئلے میں اختلاف تھا۔

امیر معاویہ نے ان سے اس پر سخت کلامی کی تو حضرت عبادہؓ نے کہا کہ میں ہرگز آپ کے ساتھ ایک سرزمین میں نہ رہوں گا۔ پھر وہ مدینے چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز ادھر لے آئی ہے۔ حضرت عبادہؓ نے حضرت عمرؓ کو ساری بات بتائی کہ اس طرح اختلاف ہوا تھا اور پھر انہوں نے میرے ساتھ بڑی سخت کلامی کی ہے۔ بہرحال اختلاف کی وجہ سے وہ واپس آئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ اور اللہ ایسی زمین کو خراب کر دے گا جس میں تم یا تمہارے جیسا کوئی اَور نہ ہو۔

یعنی صاحبِ علم لوگ، دین کا علم رکھنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے صحابہ میں سے

لوگ ضرور ہونے چاہئیں۔ نہیں تو یہ اس زمین کی بدقسمتی ہے۔ اس لیے تمہارا واپس جانا ضروری ہے اور امیر معاویہ کو بھی یہ فرمان لکھ کر بھیجا کہ تمہیں ان یعنی حضرت عبادہؓ پر کوئی اختیار نہیں ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد3صفحہ55، عبادۃ بن الصَامِت، دارالفکر بیروت 2003ء)

بعض مسائل ہیں اگر یہ بیان کرتے ہیں یا بعض باتیں کہتے ہیں تو ان کے لیے سنا کرو اور یہ جو کہتے ہیں وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ بہرحال حضرت عبادہؓ کی کافی اَور مزید باتیں بھی ہیں۔ ان کے حوالے سے ان کی اَور روایتیں ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبے میں بیان ہوں گی کیونکہ وہ زیادہ لمبی تفصیلیں ہیں۔ اس پہ وقت سے زائد لگے گا۔

اب میں ایک مرحوم کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا جنازہ بھی مَیں ابھی پڑھاؤں گا۔ جنازہ حاضر ہے۔

وہ ہیں مکرم طاہر عارف صاحب جو 26/ اگست کو بڑی صبر آزما بیماری کے بعد یو۔کے میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ کینسر کی تکلیف تھی ان کو اور بڑے صبر سے انہوں نے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ پہلے یہ سرکاری افسر تھے اور بڑی اونچی رینک کے افسر تھے۔ وہاں سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس کے بعد میں نے کچھ عرصہ پہلے، چند سال پہلے ان کو صدر فضل عمر فاؤنڈیشن بنایا تھا۔ تو اس لحاظ سے آج کل یہ صدر فضل عمر فاؤنڈیشن تھے اور دینی خدمت بجالا رہے تھے۔

مکرم طاہر عارف صاحب 13/ فروری 1952ء کو پیدا ہوئے اور بنیادی طور پر تو ان کا خاندان سیالکوٹ سے تھا لیکن بہرحال پھر یہ سرگودھا آکر آباد ہو گئے تھے۔ مکرم طاہر عارف صاحب کے والد مکرم چوہدری محمد یار عارف صاحب مبلغ سلسلہ تھے جن کو بطور مبلغ انگلستان خدمت کی توفیق ملی۔ نائب امام مسجد لندن بھی رہے۔ ان کے والد محمد یار عارف صاحب ربوہ میں نائب وکیل التبشیر تحریک جدید بھی رہے۔

اس طرح مولانا مکرم محمد یار عارف صاحب جو تھے وہ جماعت کے چوٹی کے مناظر اور جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے۔ 23/ مارچ 1940ء کو جس جلسے میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تھی اس میں حضرت مولانا عبدالرحیم نیّر کے ہمراہ بطور نمائندہ جماعت احمدیہ مکرم محمد یار عارف صاحب بھی شامل ہوئے تھے یعنی طاہر عارف صاحب کے والد اور یہ بھی ان کو بہرحال ایک تاریخی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ طاہر عارف صاحب کی والدہ محترمہ عنایت ثریا بیگم تھیں۔ اور ان کے دادا حضرت چوہدری غلام حسین بھٹی صاحبؓ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ طاہر عارف صاحب بڑے علمی اور ذوق رکھنے والے آدمی تھے اور بڑے کہنہ مشق ادیب بھی تھے اور شاعر بھی تھے۔ کئی کتابیں بھی انہوں نے تصنیف کی ہیں۔ ان کے دو شعری مجموعے مشہور ہیں۔

ایک اردو کا اور ایک پنجابی کا۔ اس کے علاوہ دو اور کتابیں بھی ان کی کافی اچھی ہیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انگریزی میں کتاب لکھی انہوں نے "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور ایک اَور کتاب ہے پاکستان کے بارے میں "پاکستان منزل بہ منزل" یہ ان کی دوسری کتاب ہے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اکنامکس کرنے کے بعد وہیں ایل۔ایل۔بی کی ڈگری بھی لی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان آ گئے۔

لنڈن سکول آف اکنامکس سے ایل ایل ایم (LLM) کی ڈگری حاصل کی اور اللہ کے فضل سے لنڈن

یونیورسٹی سے مارک آف میرٹ کا اعزاز بھی ان کو حاصل ہوا۔ لندن سے تعلیم کے بعد پاکستان آ گئے اور یہاں سی ایس ایس (CSS) کا امتحان پاس کیا۔ سول سروسز پاکستان سے وابستہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتے کرتے انسپکٹر جنرل آف پولیس (آئی جی) کے عہدے تک پہنچے اور ہمارے خلاف قانون کے بعد پاکستان کے جو حالات تھے ان حالات میں اس پوزیشن میں پہنچنا یقیناً آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں پر دلالت کرتا ہے۔

پاکستان پولیس کے علاوہ ایف آئی اے اور امیگریشن انٹیلی جنس بیورو میں بھی متعین رہے ہیں۔ جب آپ تعلیم کے سلسلے میں انگلستان میں مقیم تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر چوہدری رشید صاحب نے بچوں کی انگریزی میں جو کتابیں لکھی تھیں ان کتب کے لکھنے میں بھی ان کو معاونت کی توفیق ملی اور انہوں نے اس میں کافی خدمت کی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا اور کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ ان کے زیرِ مطالعہ رہتی تھی۔ پھر یہ کہ صرف مطالعہ نہیں باقاعدہ کتب کے نوٹس لیتے تھے اور پھر اپنے دوستوں سے ان کے مضامین پر تبادلہ خیال بھی کیا کرتے تھے۔ بڑے باقاعدہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، اس پر غور کرنے والے تھے اور ان کے عزیزوں میں سے تو کسی نے نہیں لکھا لیکن مجھے پتا ہے کہ ایک دفعہ باتوں باتوں میں ذکر ہوا تو تب مجھے پتا چلا کہ بڑی باقاعدگی سے یہ تہجد کے وقت اٹھنے والے اور تہجد ادا کرنے والے تھے۔ دورانِ ملازمت پاکستان میں جہاں بھی مقیم رہے ہمیشہ جماعتی خدمات کے لیے حاضر رہے۔ اور بڑے نڈر انسان تھے۔ خدا کے فضل سے جیسا کہ میں نے کہا بڑا وسیع مطالعہ تھا اور ذہن بھی بڑا اچھا تھا اس لیے دینی مطالعہ بھی، دنیاوی مطالعہ بھی، علم بھی بڑا تھا اس لحاظ سے یہ اپنے اس علم کو استعمال بھی کرتے تھے اور جماعتی طور پر بھی بعض معاملات میں بڑی اچھی رائے رکھتے تھے اور بڑے صائب الرائے وجود تھے۔

خلافتِ احمدیہ کے لیے بڑی غیرت رکھنے والے تھے۔ بڑے مخلص اور نڈر احمدی تھے۔ ساری زندگی اس کوشش میں رہے کہ خلافتِ احمدیہ کے سلطانِ نصیر بنے رہیں اور باوفا خادمِ سلسلہ کے طور پر زندگی گزاریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے دیکھا ہے کہ اس کوشش میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب بھی فرمایا۔ میرے کلاس فیلو تھے اور بچپن سے، کالج کے زمانے سے میں ان کو جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت سے ان کو علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اچھے ڈیبیٹر (debater) بھی ہوا کرتے تھے۔ کالج کی ڈیبیٹوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ مقرر اچھے تھے اور اس وقت بھی ان کا دینی علم میں نے دیکھا ہے کافی تھا۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جماعت کے خدام اور واقفینِ زندگی کے لیے خاص احترام اور پیار کے جذبات رکھتے تھے اور اس کے علاوہ احمدی دوستوں کی جائز مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ بڑے اچھے عہدے پر فائز تھے۔ اس لحاظ سے انہوں نے اپنے احمدیوں کی جو جائز مدد تھی اس کو حتی المقدور کرنے کی کوشش کی۔

فضلِ عمر فاؤنڈیشن میں ان کی خدمات کا سلسلہ 2014ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت میں نے ان کو ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن مقرر کیا تھا۔ پھر 2017ء میں چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کی وفات کے بعد جو اس

وقت صدر فضل عمر فاؤنڈیشن تھے، مَیں نے ان کو صدر فضلِ عمر فاؤنڈیشن مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے یہ تا وفات صدر فضلِ عمر فاؤنڈیشن رہے۔ وفات تک یعنی کہ یہاں انگلستان علاج کے لیے آنے تک، تین چار مہینے پہلے تک آپ بڑی محنت سے فضل عمر فاؤنڈیشن کے کام سرانجام دیا کرتے تھے۔

تمام اجلاسات میں باقاعدگی سے آتے، دلچسپی لیتے۔ ان کے وقت میں بھی کام میں کافی وسعت پیدا ہوئی ہے۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ انیسہ طاہر صاحبہ ہیں اور بیٹے اسفندیار عارف اور تین بیٹیاں طیبہ عارف اور عزیزہ اوج اور بنا طاہر عارف ہیں۔ دو بیٹیاں بیاہی ہوئی ہیں ایک بیٹا اور بیٹی ابھی ان کی شادی نہیں ہوئی۔ ان کی بیٹی طیبہ عارف طاہر صاحبہ لکھتی ہیں کہ ہمارے والد محترم طاہر عارف صاحب مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ دنیوی ترقیات سے نوازا مگر آپ نے ہمیشہ احمدیت کے تشخص کو بڑی جرأت اور غیرت کے ساتھ برقرار رکھا۔

نہایت دیانت دار قابلِ اعتبار افسر تھے۔ دین کو ترجیح دینے والے، اللہ پر توکل رکھنے والے ایک منکسر المزاج انسان تھے۔ شاعر تھے، ادیب تھے، اعلیٰ منتظم تھے، ٹیچر تھے، دینی علوم سے مرقع تھے، ایک ذمہ دار شوہر تھے، نہایت شفیق باپ تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق میں بھی محو تھے۔ کہتی ہیں کہ ہماری امی کہتی ہیں کہ آپ کو ہمیشہ بہت انصاف پسند اور نرم مزاج پایا۔ بلا تفریق چھوٹے بڑے امیر غریب ہر کسی کے ساتھ عہدے سے مبرّا ہو کر حسنِ سلوک سے پیش آتے۔ بعض رشتہ دار جذبات میں آ کے اور اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے لکھ دیتے ہیں لیکن ان کے بارے میں جو بھی لکھا جا رہا ہے کیونکہ میں ان کو ذاتی طور پر جانتا ہوں اس لیے سب کچھ حقیقت ہے۔ واقعی یہ ایسے تھے۔

مبارک صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم طاہر عارف صاحب کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری تھی اور خلیفۂ وقت سے انتہائی عقیدت اور اطاعت کا تعلق رکھنے والے تھے۔ بہت ہی اعلیٰ پائے کے شاعر اور ادیب تھے۔ کہتے ہیں میں نے ایک دفعہ ان سے کہا کوئی اپنا پسندیدہ شعر سنائیں۔ اس پر انہوں نے خلافت سے عقیدت کے متعلق اپنا یہ شعر سنایا کہ

آقا ترا غلام ترے پاس ہو کبھی
قدموں میں لوٹ جائے بدن گھاس ہو کبھی

کہتے ہیں کہ ایک روز ایک دوستانہ نشست میں مَیں نے کہا طاہر صاحب! اللہ تعالیٰ نے ہر احمدی کو کسی نہ کسی رنگ میں بہت اعزاز سے نوازا ہے۔ آپ کو پولیس کے محکمے میں بہت بڑے عہدے کا اعزاز ملا ہے۔ کہنے لگے اس سے کہیں بڑھ کر بڑا اعزاز یہ ہے کہ میں احمدی ہوں اور پھر انہوں نے میرے ساتھ پڑھنے کا بھی حوالہ دیا کہ مَیں خلیفۂ وقت کا کلاس فیلو بھی رہ چکا ہوں۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

ان کے والد محترم مولانا محمد یار عارف صاحب نے تعلیم کی غرض سے انہیں ربوہ میں بھیجا تھا۔ کالج میں بھیجا اور اس وقت کیونکہ ہمارے کالج کچھ عرصے بعد ہی نیشنلائز ہو گئے تھے تو اس لیے پھر ان کے ہوسٹل میں قیام کے بجائے انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو درخواست کی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے مولانا محمد یار عارف صاحب کا بڑا تعلق

تھا تو انہوں نے پھر ان کا دارالضیافت میں انتظام کیا تھا۔ وہیں رہ کے انہوں نے اپنی پڑھائی مکمل کی۔ طالبِ علمی کے زمانے میں بے تکلفی میں بہت سی باتیں بھی ہو جاتی ہیں، مذاق ہوتے ہیں لیکن جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے ناظرِ اعلیٰ مقرر کیا تو تب سے ہی انہوں نے میرے ساتھ بڑا عزت اور احترام کا سلوک کرنا شروع کیا اور پھر خلافت کے بعد تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخلاص و وفا میں بہت بڑھ گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو بھی کامل وفا کے ساتھ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ ان کے دوستوں نے، عزیزوں نے، رشتہ داروں نے بھی یہی واقعات لکھے ہیں کہ بڑی عاجزی تھی، انکساری تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے صاحبِ علم انسان تھے۔ ابھی نماز کے بعد مَیں ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ جنازہ حاضر ہے یہاں تو نماز کے بعد ان شاء اللہ باہر جا کے مَیں جنازہ پڑھاؤں گا۔ احباب جنازے کے لیے یہیں اپنی صفیں درست کریں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/ ستمبر 2019ء جلد 26 شمارہ 55 صفحہ 05 تا 09)

36

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06/ ستمبر 2019ء بمطابق 06/ تبوک 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ سرے (یوکے)

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت عُبادہ بن صامتؓ کا میں ذکر کر رہا تھا جو مکمل نہیں ہوا تھا۔ ان کے بارے میں مزید واقعات و روایات اب بیان کرتا ہوں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب عبد اللہ بن اُبی کے کہنے پر اس کے حلیف قبیلہ بنو قَینُقَاع نے مسلمانوں سے جنگ کی تو حضرت عُبادہؓ بھی عبد اللہ بن اُبی کی طرح ان کے حلیف تھے لیکن اس جنگ کی حالت کی وجہ سے یہ اس قبیلے سے الگ ہو گئے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان کے حلیف ہونے سے بَری ہو گئے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدہ:52)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود اور نصارٰی کو دوست نہ پکڑو۔ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا وہ انہی کا ہو رہے گا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد3 صفحہ 506، عُبادہ بن صامت، دارالکتب العلمیہ بیروت، 2005ء)

یہاں یہ واضح کر دوں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کبھی بھی کسی عیسائی یا یہودی کو فائدہ پہنچانے والی بات نہیں کرنی۔ اُن سے تعلقات نہیں رکھنے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی جو تمہارے ساتھ جنگ کی حالت میں ہیں ان سے دوستیاں نہ کرو ورنہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اُن سے نیکی اور عدل سے نہیں روکتا جو تم سے جنگ نہیں کرتے یا جنہوں نے تمہیں گھروں سے نہیں نکالا چاہے وہ کافر ہیں یا یہود و نصارٰی میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنہ:9)

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا کہ تم ان سے نیکی کرو اور ان سے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

پس یہاں جو واضح کیا گیا ہے، پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کمزوری اور خوف اور بزدلی کی وجہ سے غیر مسلموں سے تعلقات نہیں رکھنے۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارا اللہ تعالیٰ پر توکّل ہونا چاہیے اور اپنی ایمانی حالت کو بہتر کرو گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ ہو گا لیکن ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں مدد کے لیے انہی غیر لوگوں کی گودوں میں گر رہی ہیں اور ان سے خوف زدہ بھی ہیں اور غیروں سے مدد لینے کی وجہ سے پھر نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہر ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان کے خلاف ہے۔ یہی لوگ پھر اسلام کی جڑیں کاٹنے والے بھی ہیں۔ بہرحال ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمان حکومتوں کو بھی عقل دے۔ بہرحال اس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ بنو قینقاع نے جب جنگ کی تو اس کے بعد ان کا گھیراؤ کیا گیا۔ جنگ ہوئی اور انہوں نے شکست کھائی۔ سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا مختلف تاریخوں سے لے کر جو ذکر کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ اس جنگ کے بعد جب بنو قینقاع کی شکست ہوئی تو ان کو جلاوطنی کا حکم دیا گیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

جب جنگ بدر ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو باوجود ان کی قلت اور بے سروسامانی کے قریش کے ایک بڑے جرّار لشکر پر نمایاں فتح دی اور مکے کے بڑے بڑے عمائد خاک میں مل گئے تو مدینے کے یہودیوں کی مخفی آتش حسد جو تھی وہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کھلم کھلا نوک جھونک شروع کر دی۔ مجلسوں میں برملا طور پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ قریش کے لشکر کو شکست دینا کون سی بڑی بات تھی۔ ہمارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہو تو ہم بتا دیں کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ حتّٰی کہ ایک مجلس میں انہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر اسی قسم کے الفاظ کہے۔

چنانچہ روایت آتی ہے کہ جنگ بدر کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ایک دن یہودیوں کو جمع کر کے ان کو نصیحت فرمائی اور اپنا دعویٰ پیش کر کے اسلام کی طرف دعوت دی۔ آپ کی اس پُرامن اور ہمدردانہ تقریر کا رؤسائے یہود نے ان الفاظ میں جواب دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم شاید چند قریش کو قتل کر کے مغرور ہو گئے ہو اور وہ لوگ لڑائی کے فن سے ناواقف تھے۔ اگر ہمارے ساتھ تمہارا مقابلہ ہو تو تمہیں پتا لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ اور یہود نے صرف اس عام دھمکی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ لکھا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیے تھے۔ کیونکہ روایت آتی ہے کہ جب ان دنوں میں طلحہ بن بَرَاء جو ایک مخلص صحابی تھے فوت ہونے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ اگر میں رات کو مروں تو نماز جنازہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کی طرف سے کوئی حادثہ گزر جائے۔

یعنی آپؐ رات کے وقت جنازے کے لیے تشریف لائیں اور یہود کو آپؐ پر حملہ کرنے کا موقع ملے۔ بہرحال جنگِ بدر کے بعد یہود نے کھلم کھلا شرارت شروع کر دی اور چونکہ مدینے کے یہود میں بنو قینقاع سب سے زیادہ طاقتور اور بہادر تھے اس لیے سب سے پہلے ان ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مدینے کے یہودیوں میں سب سے پہلے بنو قینقاع نے اس معاہدے کو توڑا جو ان کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے درمیان ہوا تھا اور بدر کے بعد انہوں نے بہت سرکشی شروع کر دی اور برملا طور پر بغض اور حسد کا اظہار کیا اور عہد و پیمان کو توڑ دیا۔

مگر باوجود اس قسم کی باتوں کے مسلمانوں نے اپنے آقا آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے ماتحت ہر طرح سے صبر سے کام لیا اور اپنی طرف سے کوئی پیش دستی نہیں ہونے دی بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ اس معاہدے کے بعد جو یہود کے ساتھ ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر یہود کی دل داری کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ یہودی نے حضرت موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت بیان کی۔ صحابی کو اس پر غصہ آیا اور اس نے یہودی کے ساتھ کچھ سختی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل بیان کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ ناراض ہوئے اور اس صحابی کو ملامت فرمائی، تنبیہ کی کہ تمہارا کیا کام ہے کہ تم خدا کے رسولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کرتے پھرو اور پھر آپ نے موسیٰ کی ایک جزوی فضیلت بیان کر کے یہودی کی دل داری فرمائی۔

مگر باوجود اس دل دارانہ سلوک کے، نرمی کے سلوک کے، شفقت کے سلوک کے یہودی اپنی شرارت پر ترقی کرتے گئے اور بالآخر یہود کی طرف سے ہی جنگ کا باعث پیدا ہوا اور ان کی جو قلبی، دلی عداوت تھی ان کے سینوں میں سما نہ سکی۔ وہیں نہ رہ سکی بلکہ باہر نکل آئی اور یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک مسلمان خاتون بازار میں ایک یہودی کی دکان پر کچھ سودا خریدنے کے لیے گئی۔ بعض شریر یہودیوں نے جو اس وقت اس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اسے نہایت اوباشانہ طریقے پر چھیڑا اور خود دکان دار نے یہ شرارت کی کہ عورت کے تہ بند کے کونے کو اس کی بے خبری میں کسی کانٹے وغیرہ سے اس کی پیٹھ کے کپڑے سے ٹانک دیا۔

کوئی چیز، کوئی hook لگا ہوا ہو گا یا کانٹا ہو گا۔ کوئی چیز پڑی ہو گی اس سے اس کے کپڑے کو وہاں ٹانک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ عورت ان کے اوباشانہ طریق کو دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر لوٹنے لگی تو وہ ننگی ہو گئی، کپڑا اتر گیا۔ اس پر اس یہودی دکاندار اور اس کے ساتھیوں نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور ہنسنے لگ گئے۔ مسلمان خاتون نے شرم کے مارے ایک چیخ ماری اور مدد چاہی۔ اتفاق سے ایک مسلمان اس وقت قریب موجود تھا۔ وہ لپک کر موقعے پر پہنچا اور پھر وہاں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔

یہودی دکاندار مارا گیا۔ جس پر چاروں طرف سے اس مسلمان پر تلواریں برس پڑیں۔ انہوں نے حملہ کر دیا اور وہ غیّور مسلمان وہیں ڈھیر ہو گیا۔ وہیں قتل ہو گیا، شہید ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس واقعے کا علم ہوا تو پھر ان کی بھی غیرتِ قومی بھڑکی۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دوسری طرف یہودی جو اس واقعہ کو لڑائی کا بہانہ بنانا چاہتے تھے ہجوم کر کے اکٹھے ہو گئے اور ایک بلوے کی صورت پیدا ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے رؤسائے بنو قینقاع کو جمع کر کے کہا کہ یہ طریق اچھا نہیں۔ تم ان شرارتوں سے باز آ جاؤ اور خدا سے ڈرو۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اظہارِ افسوس کرتے، ندامت کرتے، شرمندگی کا احساس کرتے اور معافی طلب کرتے، مانگنے والے بنتے انہوں نے سامنے سے نہایت ہی تکبر سے

متمردانہ جواب دیے اور پھر وہی دھمکی دہرائی کہ بدر کی فتح پر غرور نہ کرو۔ جب ہم سے مقابلہ ہو گا تو پتا لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ بہر حال ناچار آپؐ صحابہ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنو قینقاع کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب یہ آخری موقع تھا کہ وہ اپنے افعال پر پریشان ہوتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر گئے تو یہودیوں کو چاہیے تھا کہ جو کچھ انہوں نے زیادتی کی تھی، اس پر پریشان ہوتے اور صلح کی طرف قدم بڑھاتے مگر وہ سامنے سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ بہر حال جنگ کا اعلان ہو گیا اور اسلام اور یہودیت کی طاقتیں ایک دوسرے کے مقابل پر نکل آئیں۔

اس زمانہ کے دستور کے مطابق جنگ کا ایک طریق یہ بھی ہوتا تھا کہ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور فریق مخالف قلعوں کا محاصرہ کر لیتا تھا۔ جو حملہ آور ہوتا تھا قلعے کا محاصرہ کر لیتا تھا۔ اُسے گھیر لیتا تھا۔ موقع موقع پر گاہے گاہے ایک دوسرے کے خلاف حملے ہوتے رہتے تھے۔ حتّٰی کہ یا تو محاصرہ کرنے والی فوج قلعے پر قبضہ کرنے سے مایوس ہو کر محاصرہ اٹھا لیتی تھی، جو گھیراؤ کیا ہوتا تھا وہ ختم کر دیتی تھی اور چلی جاتی تھی اور یہ پھر قلعے کے اندر کے جو لوگ ہوتے تھے، محصورین جو تھے ان کی فتح سمجھی جاتی تھی کہ ان کو فتح ہو گئی اور یا پھر یہ ہوتا تھا کہ محصورین، جو قلعے کے اندر تھے، جو محصور ہوئے ہوئے تھے وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر قلعے کا دروازہ کھول کر اپنے آپ کو فاتحین کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس موقعے پر بھی بنو قینقاع نے یہی طریق اختیار کیا اور اپنے قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا، قلعے کو ارد گرد سے گھیر لیا اور پندرہ دن تک برابر محاصرہ جاری رہا۔ آخر جب بنو قینقاع کا سارا زور اور غرور ٹوٹ گیا تو انہوں نے اس شرط پر اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہو جائیں گے مگر ان کی جانوں اور ان کے اہل و عیال پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو منظور فرما لیا کیونکہ گو موسوی شریعت کی رو سے یہ سب لوگ واجب القتل تھے۔

ایسی صورت میں تو تورات جو موسوی شریعت ہے یہی کہتی ہے کہ یہ لوگ قتل کر دیے جائیں اور معاہدے کی رو سے ان لوگوں پر موسوی شریعت کا فیصلہ ہی جاری ہونا چاہیے تھا مگر اس قوم کا یہ پہلا جرم تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیم و کریم طبیعت انتہائی سزا کی طرف جو ایک آخری علاج ہوتا ہے ابتدائی قدم پر مائل نہیں ہو سکتی تھی۔ ابتدا تھی لیکن دوسری طرف ایسے بدعہد اور معاند قبیلہ کا مدینہ میں رہنا بھی ایک مارِ آستین کے پالنے سے کم نہیں تھا یعنی بغل میں سانپ پالا ہوا ہے۔ آستین میں سانپ پالنے کے برابر تھا خصوصاً جب اوس اور خزرج کا ایک منافق گروہ پہلے سے مدینہ میں موجود تھا اور بیرونی جانب سے بھی تمام عرب کی مخالفت نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔

ایسے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فیصلہ ہو سکتا تھا کہ بنو قینقاع مدینے سے چلے جائیں۔ یہ سزا ان کے جرم کے مقابلے میں اور اس کے علاوہ اس زمانہ کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک بہت نرم سزا تھی اور دراصل اس میں صرف خود حفاظتی کا پہلو مدّ نظر تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینے کے لوگوں کی، مدینے کے مسلمانوں کی

حفاظت ہو جائے ورنہ عرب کی خانہ بدوش اقوام کے نزدیک، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ یہ لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک تو نقل مکانی کوئی بڑی بات نہیں تھی، پھرتے رہتے تھے، ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتے رہتے تھے۔

خصوصاً جب کسی قبیلہ کی جائیدادیں زمینوں اور باغات کی صورت میں نہ ہوں جیسا کہ بنو قینقاع کی نہیں تھیں، ان کی جائیدادیں تو نہیں تھیں اور پھر سارے کے سارے قبیلے کو بڑے امن وامان کے ساتھ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ بنو قینقاع بڑے اطمینان کے ساتھ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔ ان کی روانگی کے متعلق ضروری اہتمام اور نگرانی وغیرہ کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی عُبادہ بن صامتؓ کے سپرد فرمایا، جو ان کے حلیفوں میں سے تھے جن کا ابھی ذکر ہو رہا ہے۔ چنانچہ عُبادہ بن صامتؓ چند منزل تک بنو قینقاع کے ساتھ گئے اور پھر انہیں حفاظت کے ساتھ آگے روانہ کر کے واپس لوٹ آئے۔ مالِ غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ صرف جنگی آلات تھے یا جو ان کا پیشہ تھا اس پہ مشتمل آلات تھے اور اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو مسلمانوں نے غنیمت میں لی ہو۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 458 تا 460)

اس کے بارے میں سیرت الحلبیہ میں بھی کچھ تفصیل ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان یہود کو مدینے سے ہمیشہ کے لیے نکال کر جلاوطن کر دیا جائے۔ ان کو جلاوطن کرنے کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے سپرد فرمائی اور یہودیوں کو مدینے سے نکل جانے کے لیے تین دن کی مہلت دی۔ چنانچہ یہودی تین دن بعد مدینے کو خیر باد کہہ کر چلے گئے۔ اس سے پہلے یہودیوں نے حضرت عُبادہ بن صامتؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کو تین دن کی جو مہلت دی گئی ہے اس میں کچھ اضافہ کر دیا جائے مگر حضرت عُبادہؓ نے کہا کہ نہیں۔ ایک منٹ بھی تمہیں مہلت نہیں دی جا سکتی، بڑھائی نہیں جا سکتی۔ پھر حضرت عُبادہؓ نے اپنی نگرانی میں ان کو جلاوطن کیا اور یہ لوگ ملک شام کی ایک بستی کے میدانوں میں جا بسے۔

(السیرۃ الحلبیۃ الجزء الثانی باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وسلم، غزوۃ بنی قینقاع، صفحہ 287، دارالکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

حضرت عُبادہ بن صامتؓ سے حدیثوں کی بہت ساری دوسری روایات بھی مروی ہیں۔ ایک روایت ان سے یہ ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں اس لیے مہاجرین میں سے کوئی آدمی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قرآن سکھانے کے لیے ہم میں سے کسی کے حوالے کر دیتے تھے کہ ان کو لے جاؤ اور قرآن سکھاؤ۔ دینی تعلیم بھی سکھاؤ۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو میرے سپرد کیا۔ وہ میرے ساتھ گھر میں رہتا تھا اور میں اسے اپنے گھر والوں کے کھانے میں شریک کرتا تھا، اسے قرآن پڑھاتا تھا۔ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے لگا تو اس نے خیال کیا کہ اس پر میرا حق بنتا ہے یعنی اس کے رہنے کی وجہ سے اور اتنی خدمت کی وجہ سے اور قرآن سکھانے کی وجہ سے اس کے اوپر میرا کچھ حق بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے اس نے مجھے ایک کمان ہدیۃً

پیش کی۔ تیر کمان کی کمان تحفۃً پیش کی اور کہتے ہیں کہ وہ ایسی اعلیٰ قسم کی کمان تھی کہ اس سے عمدہ لکڑی اور نرمی میں اس سے بہترین کمان میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ کہتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ! اس کے بارے میں آپؐ کی کیا رائے ہے؟ اس طرح وہ مجھے کمان تحفہ دے کر گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے کندھوں کے درمیان ایک انگارہ ہے جو تم نے لٹکایا ہے۔ یعنی یہ تحفہ جو تم لے رہے ہو وہ یہ اس لیے دے کے گیا ہے کہ تم نے اسے قرآن پڑھایا ہے اور اس طرح یہ تم نے آگ لی ہے جو اپنے کندھوں میں لٹکا رہے ہو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد7 صفحہ 563، مسند عُبادہ بن صامت حدیث 23146، عالم الکتب بیروت1998ء)

ایک اَور روایت بھی ہے کہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا کہ میں نے اہلِ صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے میرے پاس ہدیہ میں کمان بھیجی۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی مال تو ہے نہیں، کوئی ایسی نقد چیز تو ہے نہیں، سونا چاندی تو ہے نہیں، نہ کوئی کرنسی ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا۔ ایک کمان ہی ہے ناں، میرے کام آئے گی۔ اگر کبھی جہاد کا موقع ملا تو تیر اندازی کے کام آئے گی۔ اللہ کے رستے میں استعمال ہونی ہے۔ بہرحال کہتے ہیں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم آگ کا طوق پہننا پسند کرتے ہو تو اسے قبول کر لو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب الاجر علی تعلیم القرآن حدیث 2157)

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ آگ کا ایک طوق تمہارے گلے میں پہنایا جائے تو ٹھیک ہے لے لو۔ یہ دونوں روایتیں جو ہیں ایک ہی طرح کی ہیں، مختلف جگہوں سے آئی ہوئی ہیں۔ شارحین نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ گویا کمان قرآن پڑھانے کی اجرت کے طور پر تھی جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔ پس وہ لوگ جو انفرادی طور پر قرآن کریم پڑھانے کو ذریعہ آمد بنا لیتے ہیں ان کے لیے بھی اس میں رَہ نمائی ہے۔

حضرت راشد بن حُمَیْش سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عُبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لیے ان کے ہاں تشریف لائے جب کہ وہ بیمار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟ تو لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عُبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تھے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت عُبادہؓ نے ان سے کہا کہ مجھے سہارا دے کر بٹھا دو۔ چنانچہ لوگوں نے آپؓ کو بٹھایا تو حضرت عُبادہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے سوال کیا ہے کہ شہید کون لوگ ہیں؟ تو جو بہادری اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے والا اور ثواب کی نیت رکھنے والا ہو وہ شہید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر صرف اتنا ہی ہے تو اس طرح تو پھر میری امت کے شہداء بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزّ و جلّ کے راستے میں قتل ہو جانا شہادت ہے۔ طاعون کی وجہ سے مر جانا بھی شہادت ہے۔ ایک وبا جو پھیلی ہے اس میں اگر مومن بھی کسی وجہ سے لپیٹ میں

آ جاتے ہیں اور وہ اچھے مومن ہیں تو وہ ایسی صورت میں شہادت ہے۔ پھر پانی میں غرق ہو جانا بھی شہادت ہے اور پیٹ کی بیماری کی وجہ سے مرنا بھی شہادت ہے اور آپؐ نے فرمایا کہ نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت کو اس کا بچہ اپنے ہاتھ سے کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد5 صفحہ 492، مسند راشد بن حبیش16094، عالم الکتب بیروت1998ء)

یعنی ایسی عورت جو بچے کی پیدائش کے وقت خون بہنے کی وجہ سے مر جاتی ہے یا نفاس کی حالت میں جو چالیس دن تک رہتی ہے اس عرصے میں بھی بچے کی پیدائش کی وجہ سے اور اسی حالت میں کمزوری کی وجہ سے فوت ہو جاتی ہے تو فرمایا کہ اسے بھی اس کا بچہ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔ یعنی بچہ اس کو جنت میں لے جانے کا باعث بن جائے گا۔

جو روایت میں نے بیان کی ہے۔ اس سے ملتی جلتی صحیح بخاری میں درج ایک روایت ملتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید پانچ ہیں: طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب الشهادة سبع سوی القتل حدیث 2829)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طاعون ایک نشان کی صورت میں بتایا گیا تھا۔ اس کے لیے اب یہ نشانی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو ماننے والے لوگ ہیں، صحیح ایمان لانے والے ہیں ان کے اوپر اس کا حملہ نہیں ہو گا۔ اس لیے یہاں ایک بالکل اور صورت بن جاتی ہے لیکن عمومی طور پر اگر وبا پھیلی ہوئی ہے اور ایک مومن ہے اور کامل مومن ہے وہ اگر اس وجہ سے مرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شہید ہے۔

اسماعیل بن عُبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُبادہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ ہم نے آپؐ سے چستی اور سستی ہر حال میں بات سننے اور ماننے اور خوش حالی اور تنگی میں خرچ کرنے پر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر، اللہ تبارک و تعالیٰ کے متعلق صحیح بات کہنے اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرنے پر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر ان کی مدد کرنے اور اپنی جانوں اور اپنے بیوی بچوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کرنے کی شرط پر بیعت کی تھی۔ یہ تمام، ساری باتیں ایسی تھیں جن پر ہم نے بیعت کی تھی جس کے عوض ہمارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

پس یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت جس پر ہم نے بیعت کی۔ جو اسے توڑتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ جو ان شرائط کو جس پر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس بیعت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔

حضرت معاویہؓ نے ایک دفعہ حضرت عثمان غنیؓ کو خط لکھا کہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ کی وجہ سے شام اور اہلِ شام میرے خلاف شورش برپا کر رہے ہیں۔ اب یا تو آپ عُبادہؓ کو پاس بلا لیں یا پھر ان کے اور شام کے

درمیان سے میں ہٹ جاتا ہوں یعنی میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے لکھا کہ آپ حضرت عُبادہؓ کو سوار کروا کے مدینہ منورہ میں ان کے گھر کی طرف روانہ کر دیں۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے انہیں روانہ کر دیا اور وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت عُبادہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس ان کے گھر چلے گئے جہاں سوائے ایک آدمی کے اگلے پچھلوں میں سے کوئی نہ تھا یعنی کہ جس نے صحابہ کو پایا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مکان کے کونے میں بیٹھے ہوئے پایا۔ پھر آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اے عُبادہ بن صامتؓ! آپ کا اور ہمارا کیا معاملہ ہے۔ تو حضرت عُبادہؓ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حکمران ہوں گے جو تمہیں ایسے کاموں کی پہچان کرائیں گے جنہیں تم ناپسند کرتے ہو گے اور ایسے کاموں کو ناپسند کروائیں گے جنہیں تم اچھا سمجھتے ہو گے۔ سو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔ پس تم اپنے رب کی حدود سے تجاوز نہ کرنا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد7 صفحہ 564-565، مسند عُبادہ بن صامت حدیث 23149-23150، عالم الکتب بیروت1998ء)

بعض مسائل ہیں جن میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ اور عُبادہ بن صامتؓ میں بھی اس طرح کے بعض ایسے مسائل پہ اختلاف رہتا تھا۔ گذشتہ خطبے میں بھی یہ ذکر ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا اور کیونکہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ اولین صحابہ میں سے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست انہوں نے یہ مسائل سنے ہوئے تھے اس لیے بڑے تحدی سے یہ ان کے اوپر عمل کرنے اور کروانے والے ہوتے تھے اور یہی کہا کرتے تھے کہ یہی صحیح ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب امیر معاویہ سے یہ اختلاف ہوا تو حضرت عمرؓ نے امیر معاویہ کو کہہ دیا کہ ان سے تم نے کوئی پوچھ گچھ نہیں کرنی۔ جو مسائل یہ بیان کرتے ہیں ان کو کرنے دیا کرو اور جب یہ مدینہ آئے تھے تو ان کو واپس بھیج دیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ..... الخ حدیث 18)

لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دوبارہ یہ بات ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو ان حالات کی وجہ سے واپس بلا لیا۔ بہرحال حضرت عُبادہؓ کا ایک مقام تھا۔ وہ بعض باتوں کی تشریح کر سکتے تھے۔ انہوں نے سمجھی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سنی تھیں اور اس وجہ سے وہ اختلاف کرتے تھے اور بعض معاملات میں بتا بھی دیا کرتے تھے۔ مثلاً لین دین کا معاملہ ہے، بارٹر (barter) کا معاملہ ہے، تجارت کا معاملہ ہے۔ یہ وسیع مضمون ہے یہاں اس وقت بیان نہیں ہو سکتا، اس میں بھی ان کا اختلاف امیر معاویہؓ سے ہوا تھا۔ تو بہرحال ان کے پاس دلائل تھے اور انہوں نے اس کے مطابق اپنی تشریح کی۔ امیر معاویہؓ نے اپنی تشریح کی لیکن ہر ایک کا یہ کام نہیں ہے کہ اس طرح اختلاف کرتا پھرے جب تک قرآن اور حدیث کی واضح نص موجود نہ ہو۔ اور اس زمانے میں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بیان کیا ہے۔ اس میں بنیادی چیز جو ضروری ہے، یاد رکھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود جو ہیں ان سے تجاوز نہیں کرنا، ان کے اندر رہنا ہے۔ بس یہی ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور پھر اطاعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہیے۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں ولید سے ملا جو حضرت عُبادہ بن صامتؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے والد یعنی حضرت عُبادہؓ کی موت کے وقت وصیت کیا تھی؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے یعنی حضرت عُبادہؓ نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور جان لے کہ تُو ہرگز اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ تُو اللہ پر ایمان نہ لائے۔ ایمان کامل ہونا چاہیے۔ اور ہر قسم کے خیر و شر کی تقدیر پر بھی ایمان نہ لائے۔ پس اگر تُو اس کے علاوہ کسی اعتقاد پر مرا تو تُو آگ میں داخل ہو گا۔

(سنن الترمذی ابواب القدر باب اعظام امر الایمان بالقدر حدیث 2155)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حَرَام بنتِ مِلْحَانؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے جو حضرت عُبادہ بن صامتؓ کی بیوی تھیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلاتیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرامؓ کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپؐ کو کھانا کھلایا اور آپؐ کا سر دیکھنے لگیں، جھسنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ اس کے بعد اسی حالت میں کہ سوئے ہوئے تھے آپؐ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔

حضرت ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میری امّت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔ وہ اس سمندر میں سوار ہیں گویا تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں یا فرمایا کہ ان بادشاہوں کی طرح ہیں جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ بیان کرنے والے نے شک کیا کہ کون سا لفظ فرمایا تھا۔ بہرحال کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حرامؓ کے لیے دعا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر رکھا اور سو گئے۔ پھر اس کے بعد آپؐ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا میری امت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ پھر آپؐ نے پہلی دفعہ والی جو بات تھی، جو پہلے بیان ہو چکی ہے وہ دہرائی۔ کہتی تھیں میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تُو تو پہلے ہی ان لوگوں میں شریک ہو چکی ہے۔ چنانچہ حضرت ام حرامؓ معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندری سفر میں شامل ہوئیں اور جب سمندر سے باہر آئیں تو اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب الدعاء بالجهاد الشهادة للرجال والنساء حدیث 2788-2789)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام حرامؓ کے گھر اس لیے جاتے تھے کہ آپؐ کا ایک محرم رشتہ تھا۔ یہ نہیں کہ ان کی بیوی تھیں ان کے گھر چلے گئے۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ ام حرامؓ ملحان ابن خالد کی بیٹی ہیں۔ قبیلہ بنی نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ انسؓ کی خالہ تھیں اور ان کی والدہ ام سُلَیم کی بہن ہیں یہ دونوں یعنی ام حرام اور ام سلیم دودھ کے رشتے سے یا کسی نسبتی قرابت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں۔

(الاستیعاب جلد 4 صفحہ 1931 مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء)

امام نووی نے لکھا ہے کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ام حرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلفی کے ساتھ دوپہر کو بعض دفعہ ان کے ہاں جاکر آرام فرمایا کرتے تھے۔ لیکن کیفیت محرمیت جو ہے اس میں اختلاف ہے، محرم تو تھیں یہ تو سب مانتے ہیں لیکن کس قسم، کس رشتے داری کی وجہ سے محرم تھیں اس میں بعض نے اختلاف کیا ہے۔

(المنهاج بشرح صحيح مسلم از امام نووی كتاب الامارة باب فضل الغزو فی البحر حديث 1912 صفحہ 1465 مطبوعہ دار ابن حزم بيروت 2002ء)

بہرحال کسی نے کسی تعلق سے محرم کہا ہے اور کسی نے کسی تعلق سے۔ حضرت ام حرامؓ جب اسلام لائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے زمانے میں انہوں نے اپنے خاوند عُبادہ بن صامتؓ کے ساتھ جو انصار میں سے تھے اور بڑے جلیل القدر صحابی تھے جن کا ذکر ہو رہا ہے ان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں اور سرزمین روم میں پہنچ کر مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک خواب رؤیا دیکھی تھی اس کے مطابق پھر ان کی شہادت بھی ہوئی۔

بخاری کی شرح عمدۃ القاری اور بخاری کی ایک اور شرح ارشاد الساری میں لکھا ہے کہ حضرت ام حرامؓ کی وفات 27 تا 28ھ ہجری میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک ان کی وفات امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں ہوئی تھی۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور سیرت نگاروں نے اسی کو بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں یہ بحری جنگ ہوئی تھی جس میں حضرت ام حرامؓ کی وفات ہوئی تھی۔ معاویہؓ کے زمانے سے مراد حضرت معاویہؓ کا زمانہ حکومت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ وقت ہے جب حضرت معاویہؓ نے روم کے خلاف ایک بحری جنگ لڑی تھی اور اس جنگ میں حضرت ام حرامؓ بھی اپنے شوہر حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے ساتھ شریک ہوئی تھیں اور اسی بحری جنگ سے واپسی پر حضرت ام حرامؓ کی وفات ہوئی تھی اور یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت کا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد 14 صفحہ 128، دار احیاء التراث العربی 2003ء)

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری لشہاب الدین القسطلانی جلد 5 صفحہ 230، دارالفکر بیروت 2010ء)

جُنَادہ بن ابوامیہ سے مروی ہے کہ جب ہم حضرت عُبادہؓ کے پاس گئے تو وہ بیمار تھے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ اللہ آپ کو صحت دے۔ آپ کوئی حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو تا کہ اللہ آپ کو نفع پہنچائے۔ آپؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپؐ کی بیعت کی۔

آپؐ نے جن باتوں کی بیعت ہم سے لی وہ باتیں یہ تھیں کہ ہم بیعت کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم اپنی خوشی اور اپنے غم اور اپنی تنگ دستی اور خوش حالی اور اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی صورت میں سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور حکومت کے لیے حاکموں سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ حکومت کے لیے حاکموں سے جھگڑا نہیں کریں گے لیکن اعلانیہ کفر پر جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبیﷺ سَتَرَوْنَ بَعْدِی اُمُوْرًا تُنْکِرُوْنَھَا حدیث 7055-7056)

سوائے اس کے کہ اعلانیہ کفر پر مجبور کیا جائے۔ واضح باتیں ہوں تو وہاں اَور بات ہے۔ اور وہ بھی اگر

اختیارات ملتے ہیں تب۔ صُنَابِحِیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے پاس گیا جبکہ وہ موت کے قریب تھے۔ میں رو پڑا تو انہوں نے کہا ٹھہرو کیوں رو رہے ہو؟ خدا کی قسم! اگر مجھ سے گواہی طلب کی جائے تو میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا اور اگر مجھے شفاعت کا حق دیا گیا تو میں تمہاری شفاعت کروں گا اور اگر مجھے طاقت ہوئی تو میں تجھے فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہر حدیث جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی جس میں تمہارے لیے بھلائی تھی وہ مَیں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہے سوائے ایک حدیث کے جو میں آج تمہیں بتاؤں گا جبکہ میں موت کی گرفت میں ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی یعنی وہ مسلمان ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاك فیه ..... حدیث 29)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے ہمیں بعض ایسی باتیں پہنچائیں جو ہمارے لیے روحانی علم کے علاوہ عملی زندگی گزارنے کے لیے بھی ضروری تھیں۔

اب میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ جن میں سے پہلے سعید سوقیہ صاحب سیریا کے ہیں۔ 18/ اپریل کو ان کی وفات ہوئی تھی اور بہر حال اطلاع دیر سے آئی تھی تو ان کا جنازہ لیٹ پڑھا جا رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم شام کی جماعت کے نہایت مخلص اور قدیم ممبران میں سے تھے۔ انہوں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم ختم کر لیا تھا۔ بچپن سے ہی قواعد تجوید اور قراءت القرآن کے ماہر تھے۔ اکثر احمدی احباب کو تجوید القرآن پڑھاتے تھے۔ محترم منیر الحصنی صاحب آپ پر بڑا اعتماد کیا کرتے تھے۔ انہوں نے قانون کی تعلیم حاصل کی لیکن وکالت کا پیشہ اچھا نہیں لگا اور پھر انہوں نے ٹیچنگ (teaching) کی لائن اختیار کر لی اور پھر پورے ملک میں نمایاں اساتذہ میں ان کا شمار ہوا۔ ملک کے مختلف علاقوں میں پڑھایا اور ہیڈ ماسٹر کے عہدے تک ترقی کی۔ مرحوم کو تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔

ہر کسی کو تبلیغ کیا کرتے تھے۔ چند سال قبل جب عربک ڈیسک نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب دوبارہ نشر کیں، ترجمہ کر کے پھیلائیں تو جو جو ہوئی تھیں آپ نے سب کا مطالعہ کیا اور کہا کرتے تھے کہ اتنا لمبا عرصہ احمدی رہنے کے بعد اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصل میں کیا فرمایا ہے۔ اب پہلی دفعہ مجھے جماعت کی حقیقت معلوم ہو رہی ہے۔ اب میں حقیقی اسلام احمدیت کے بارے میں نئے سرے سے معلومات حاصل کر رہا ہوں اور آپ کے اخلاق اور حسنِ معاشرت اور سخاوت اور خودداری اور عزتِ نفس اور بغیر کسی معاوضے کی خواہش کے دوسروں کی مدد جیسے خصائل آپ کا ہر جاننے والا بیان کرتا ہے اور ان سے بہت متاثر تھا اور ہر جاننے والا آپ سے انہی خصائل کی وجہ سے محبت کرتا تھا۔ اپنے کام میں مگن رہنے والے تھے۔ ہنس مکھ تھے۔ مہربان باپ تھے۔ مخلص خاوند تھے۔ آپ کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ نمازوں اور عبادات کے پابند تھے۔ جب بھی کوئی رقم ملتی چندہ ادا کرتے۔

بسا اوقات ساری رقم ہی چندے میں دے دیتے۔ پس ماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے محمد صاحب اور چھوٹے بیٹے جلال الدین صاحب احمدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کے حق میں ان کی دعائیں بھی قبول فرمائے اور باقی اولاد کو بھی حق پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم الطیب العبیدی صاحب تیونس کا ہے۔ 26/ جون کو 70 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ اپنے علاقے میں اکیلے احمدی تھے نہایت مخلص اور جماعت اور امامِ وقت سے بہت محبت کرنے والے، خلافت سے محبت کرنے والے۔ اپنی ساری عمر تقریباً مساجد میں گزاری۔ قرآن کے عاشق تھے۔ بہت زیادہ ذکرِ الٰہی کرنے والے انسان تھے۔ جماعت کا تعارف ہونے پر بغیر دیر کیے مرکز پہنچے اور فوراً بیعت کر لی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے عاشق تھے۔ جمعہ کی ادائیگی کے لیے تقریباً پانچ گھنٹے ریل گاڑی کا سفر کر کے مرکز میں پہنچتے تھے۔ بہت بہادر انسان تھے۔ جس سے بھی ملتے احمدیت کا تعارف کرواتے۔ اپنے خاندان اور معاشرے کی طرف سے ان پر بڑا دباؤ تھا لیکن یہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ بیعت کے پہلے دن ہی دل کھول کر چندہ دینا شروع کر دیا۔ جب انہیں نظامِ وصیت کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً وصیت کر لی۔ نوجوانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی بہت تلقین کرتے تھے اور کہتے تھے کہ انفاق فی سبیل اللہ کی برکت سے میرے مال میں بہت برکت پڑی ہے۔ مرحوم کو حج بیت اللہ کی بھی توفیق ملی۔

جماعت اور خلافت کے آپ عاشق تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کی دعائیں اور نیک تمنائیں ان کی اولاد کے حق میں اور قریبیوں کے حق میں قبول فرمائے۔

تیسرا جنازہ مکرمہ محترمہ امۃ الشکور صاحبہ کا ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ 3/ ستمبر کو ان کی وفات 79 سال کی عمر میں ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ جیسا کہ میں نے بتایا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی بیٹی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی تھیں اور ننھیال کی طرف سے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ اپریل 40ء میں قادیان میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ پھر بی۔ ایڈ لاہور سے کیا۔ ان کی دو شادیاں تھیں۔ ان کی پہلی شادی جو نواب عبداللہ خان صاحب کے بیٹے شاہد خان صاحب سے ہوئی تھی ان سے ان کی اولاد ہے جن میں دو لڑکے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان کے ایک بیٹے عامر احمد خان واقفِ زندگی ہیں اور تحریک جدید میں اس وقت کام کر رہے ہیں۔ ان کے دو نواسے بھی اس وقت جامعہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ دوسری شادی ان کی ڈاکٹر مرزا لئیق صاحب سے ہوئی تھی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہے۔

ان کو بڑی جماعتی خدمات تو نہیں لیکن عمومی طور پر مختلف رنگ میں ان کو مختلف جماعتی اداروں میں یا لجنہ کے شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی اور ہر ایک لکھنے والے نے یہی لکھا ہے کہ بڑے تعاون سے اور بڑی عاجزی سے یہ ہمارے ساتھ کام کرتی تھیں۔ لکھنے پڑھنے کا بھی ان کو شوق تھا تو انہوں نے حضرت اماں جان کی سیرت بھی

لکھی ہے۔ پھر ایک دوسری کتاب حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی لکھی ہے کہ 'مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی'۔ پھر یہ تیسری کتاب بھی جو حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیگم حضرت بوزینب صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت اور سوانح پر مشتمل ہے انہوں نے لکھی جس کا مسودہ مکمل ہو گیا ہے لیکن حالات کی وجہ سے اشاعت نہیں ہو سکی۔ تو یہ ان کی تین کتابیں بھی ہیں لجنہ کے لیے ایک اچھا لٹریچر ہے۔

ان کی نواسی ملاحت کہتی ہیں کہ میری نانی ہمیشہ یہ کہا کرتی تھیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ مسکراتے رہا کرو کیونکہ یہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کہتی ہیں کہ میں نے ان کو آخری بیماری میں بھی دیکھا کہ مسکرا کر دیکھتی تھیں اور تکلیف میں بھی مسکراتی رہتی تھیں۔ ان کی بیماری کافی تکلیف دہ تھی۔ آخر میں پتا لگا کہ کینسر ہے لیکن بڑے حوصلے اور صبر سے انہوں نے برداشت کیا۔ یہ حضرت خلیفہ ثالثؒ بھی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے ہر تکلیف بڑی صبر سے برداشت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں اور ان کی اگلی نسل کو بھی خلافت اور جماعت سے ہمیشہ وفا کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہاں ایک اَور (بات) ہے کہ آج کیونکہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع شروع ہو رہا ہے اس لیے جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع ہوں گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27/ ستمبر 2019ء جلد 26 شمارہ 57 صفحہ 05 تا 09)

37

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13/ ستمبر 2019ء بمطابق 13/ تبوک 1398 ہجری شمسی
بر موقع اجتماع مجلس انصار اللہ ولجنہ اماء اللہ برطانیہ (بمقام کنٹری مارکیٹ، بورڈن، ہمپشئر، یوکے)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے بیان کا جو سلسلہ میں نے شروع کیا ہوا ہے وہی آج بھی بیان کروں گا لیکن اس سے پہلے انصار اللہ کو اجتماع کے حوالے سے یہ بھی بتا دوں کہ وہ صحابہ جن میں انصار بھی تھے اور مہاجر بھی تھے انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کیں اور نہ صرف قربانیوں کے بلکہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار کے اور اخلاص و وفا کے عجیب نمونے دکھائے۔ آپ میں سے اکثر جو اس وقت یہاں موجود ہیں، جو انصار اللہ کی عمر کے ہیں؛ وہ انصار بھی ہیں اور مہاجر بھی ہیں۔ وہ اس لحاظ سے اپنے جائزے لیتے رہیں کہ ہمارے سامنے جو نمونے پیش کیے گئے تھے ان پر ہم کس حد تک چلنے والے اور عمل کرنے والے ہیں۔

اس تمہید کے بعد اب میں مضمون شروع کرتا ہوں۔ پہلا جو بیان ہے وہ حضرت نُعَیْمَان بن عَمرؓو کا ہے جو ذکر کیا جائے گا۔ حضرت نعمانؓ کا نام نعمان بھی ملتا ہے اور نُعَیْمَان بھی۔ اور ان کے والد کا نام عَمرو بن رِفاعہ اور والدہ کا نام فاطمہ بنتِ عمرو تھا۔ حضرت نُعَیْمَانؓ کی اولاد میں محمد، عامر، سَبْرَۃ، لُبَابَہ، کَبْشَہ، مریم اور اُمِّ حَبِیب، اَمَۃُ اللہ اور حَکِیمہ کا ذکر ملتا ہے۔ ابنِ اسحاق کے نزدیک حضرت نُعَیْمَان بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر انصار کے ہم راہ شامل ہوئے تھے۔ حضرت نعمان غزوۂ بدر، احد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ شریک رہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نُعَیْمَان کے لیے سوائے خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت نُعَیْمَانؓ کی وفات حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں 60/ ہجری میں ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 257 وَمِن بَنِی غَنْمِ النعمان بن عمرو۔ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

(الکامل فی التاریخ جلد 3 صفحہ 405 ذکر عدۃ حوادث۔ سنۃ 60، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2006ء)

حضرت اُمِّ سَلَمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال قبل بُصْرٰی جو ملک شام کا ایک قدیم اور مشہور شہر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے ہمراہ شام کے تجارتی سفر کے دوران اسی شہر میں قیام کیا تھا اور اسی طرح جب حضرت خدیجہؓ کا سامان شام کی

طرف لے کر گئے تھے تو اس وقت بھی اسی جگہ پر قیام کیا تھا اور اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ کا غلام مَیْسَرَہ بھی تھا۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ جب وفات سے ایک سال قبل تجارت کے لیے اس طرف گئے تو ان کے ساتھ نُعَیْمَان اور سُوَیْبِطْ رضی اللہ عنہ بن حَرْمَلَہ نے بھی سفر کیا اور یہ دونوں جنگِ بدر میں بھی موجود تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ اس سفر میں نُعَیْمَان زادِ راہ پر متعین تھے اور اسی سفر کا واقعہ ہے جب ان کے ساتھی نے حضرت نُعَیْمَانؓ کو ایک قوم کے پاس مذاق مذاق میں فروخت کر دیا تھا۔ یہ واقعہ مَیں حضرت سُوَیْبِطْ رضی اللہ عنہ کے ضمن میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال کچھ مختصر بیان کر دیتا ہوں۔ سُوَیْبِطْ رضی اللہ عنہ جو ان کے ساتھی تھے ان کی طبیعت میں مزاح تھا بلکہ بعض روایات سے پتا لگتا ہے کہ دونوں ہی، حضرت نعمانؓ بھی اور حضرت سُوَیْبِطْ رضی اللہ عنہ بھی آپس میں بڑے بے تکلف تھے، مذاق کیا کرتے تھے اور ان کی طبیعت میں مزاح تھا۔ تو انہوں نے سفر کے دوران نعمان سے کہا کہ مجھے کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت ابو بکرؓ نہیں آئیں گے، جو کہیں باہر گئے ہوئے تھے، کھانا نہیں دوں گا۔ سُوَیْبِطْ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ اگر تم نے مجھے کھانا نہ دیا تو پھر میں ایسی باتیں کروں گا جس پر تمہیں غصہ آئے۔ راوی نے کہا کہ ان کا اس دوران ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا تو سُوَیْبِطْ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا تم مجھ سے میرا ایک غلام خریدو گے۔ بہر حال کچھ وقفے کے بعد چند دنوں کے بعد یا کچھ سفر میں چلتے چلتے ہی اس وقت یہ ذکر ہو گا۔ تو اس قوم کو حضرت سُوَیْبِطْ نے کہا کہ میرے سے غلام خریدو گے۔ قوم نے کہا ہاں خریدیں گے تو سُوَیْبِطْ نے اس پر ان کو کہا کہ وہ بڑا بولنے والا ہے اور یہی کہتا رہے گا کہ میں آزاد ہوں اور جب وہ تمہیں یہ بات کہے کہ تم اس کو چھوڑ دو تو پھر یہ نہ ہو کہ تم میرے غلام کو خراب کرنا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم اسے تجھ سے خریدنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اسے دس اونٹنیوں کے عوض خرید لیا۔ پھر وہ لوگ نُعَیْمَان کے پاس آئے اور ان کے گلے میں پگڑی یا رسی ڈالی تا کہ غلام بنا کے لے جائیں۔ نُعَیْمَانؓ ان سے بولے کہ یہ شخص تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں۔ غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تمہارے بارے میں پہلے ہی ہمیں بتا دیا تھا۔ بہر حال وہ زبردستی انہیں ساتھ لے گئے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور لوگوں نے اس کے متعلق بتایا تو پھر آپ ان لوگوں کے پیچھے گئے، اس قوم کے پیچھے گئے اور ان کو اونٹنیاں واپس دیں اور نعمان کو واپس لے آئے۔ راوی نے بتایا کہ جب یہ لوگ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتایا تو راوی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ اس سے بہت محظوظ ہوئے۔ بڑا ہنسے اور ایک سال تک ان میں یہ لطیفہ بنا رہا۔

(سنن ابن ماجه كتاب الادب باب المزاح حديث 3719۔ معجم البلدان جلد2 صفحه348 ''بصرٰی''۔ فرهنگ سيرت صفحه 58 ''بصرٰی'')

بعض جگہ بعض کتابوں میں اس فرق کے ساتھ یہ واقعہ ملتا ہے کہ فروخت کرنے والے حضرت سُوَیْبِطْ نہیں تھے بلکہ حضرت نعمان تھے۔

(اسد الغابه فی معرفة الصحابه جلد 2 صفحه 354 سُوَيْبِطْ بن حرمله دارالفكر بيروت لبنان2003ء)

بہر حال دونوں کے بارے میں ہی یہ روایت آتی ہے۔ حضرت نُعَیمَانؓ کے بارے میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ ان کی طبیعت میں بھی مزاح پایا جاتا تھا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں سن کر محظوظ ہوا کرتے تھے۔

رَبِیعَہ بن عُثمان سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدُّو آیا اور مسجد میں داخل ہو کر اس نے اپنے اونٹ کو صحن میں بٹھا دیا۔ اس پر بعض صحابہ نے حضرت نُعَیمَانؓ سے کہا کہ اگر تم اس اونٹ کو ذبح کر دو تو ہم اسے کھائیں گے کیونکہ ہمیں گوشت کھانے کا بڑا دل کر رہا ہے۔ اور بہر حال یہ بدو کا اونٹ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب شکایت ہو گی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا تاوان ادا کر دیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت نُعَیمَانؓ نے ان کی باتوں میں آ کے اونٹ ذبح کر دیا اور جب بدو باہر نکلا اور اپنی سواری کو اس حالت میں دیکھا تو شور مچانے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرا اونٹ ذبح ہو گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا نُعَیمَانؓ نے۔ یہ کرنے کے بعد نُعَیمَانؓ وہاں سے چلے گئے۔ کہیں جا کے چھپ گئے تو آپؐ ان کی تلاش میں نکلے۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ انہیں حضرت ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبد المطلبؓ کے ہاں چھپا ہوا پایا۔ جہاں وہ چھپے ہوئے تھے وہاں ایک شخص نے اپنی انگلی سے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہاں سے نکالا اور فرمایا کہ یہ حرکت تم نے کیوں کی ہے؟ تو نُعَیمَانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جن لوگوں نے آپؐ کو میرے بارے میں خبر دی ہے کہ میں نے یہ ذبح کیا، انہوں نے ہی مجھے اس پہ اکسایا تھا۔ انہوں نے ہی مجھے کہا تھا اور یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں اس کا تاوان دے دیں گے، قیمت ادا کر دیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کے نُعَیمَانؓ کے چہرے کو چھوا، اپنا ہاتھ لگایا اور مسکرانے لگے اور آپؐ نے اس بدو کو اس اونٹ کی قیمت ادا کر دی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 4 صفحہ 332 نُعَیْمَان بن عمرو دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)
(الفکاھۃ والمزاح از زبیر بن بکار صفحہ24-25 مطبوعہ 2017ء)

زُبیر بن بَکَّار اپنی کتاب اَلْفُکَاھَۃ و المِزَاح میں حضرت نعمانؓ کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مدینے میں جب بھی کوئی پھیری والا داخل ہوتا، باہر سے کوئی تاجر کوئی چیز لے کر آتا تو حضرت نعمانؓ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی چیز خرید لیتے اور وہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ عرض کرتے کہ آپؐ کے لیے میری طرف سے تحفہ ہے۔ جب اس چیز کا مالک حضرت نُعَیمَانؓ سے اس کی قیمت لینے کے لیے آتا۔ وہاں پھر رہے ہوتے تھے۔ بتا دیتے تھے کہ میں وہاں رہتا ہوں۔ بعد میں قیمت بھی لے لیتے تھے۔ واقف ہوتے تھے۔ بہر حال جب وہ قیمت لینے آتا تو وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے اور عرض کرتے کہ اسے اس کے مال کی قیمت ادا کر دیں۔ یہ چیز جو میں نے خریدی تھی اور آپؐ کو دی تھی اس کی قیمت ادا کر دیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ کیا تم نے یہ چیز مجھے بطور تحفہ نہیں دی تھی تو وہ کہتے یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس اس چیز کی ادائیگی کے لیے کوئی رقم نہیں تھی تاہم میرا شوق تھا کہ اگر وہ کھانے کی چیز ہے تو آپؐ اسے کھائیں۔ رکھنے کی چیز ہے تو آپؐ اسے رکھیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگتے اور

اس چیز کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرنے کا حکم فرماتے۔

(ماخوذ از الفکاھۃ والمزاح از زبیر بن بکار صفحہ27،مطبوعہ 2017ء)

تو یہ عجیب پیار اور محبت اور مزاح کی مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ یہ صرف خشک مجلسیں نہیں ہوتی تھیں۔ دوسرا ذکر جو آج ہو گا وہ حضرت خُبَیب بن اِسَافؓ کا ہے۔ حضرت خُبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو جُشَم سے تھا اور حضرت خُبیبؓ کا نام ایک دوسرے قول کے مطابق حَبِیب بن یِسَاف بھی بیان ہوا ہے۔ ان کے والد کا نام اِساف ہے جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق یِسَافُ بھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح ان کے دادا کا نام عِتبَہ کے علاوہ عِنَبَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ467، الانصار و من معھم/ من بنی جشم ، دارالکتب العلمیۃ 2001ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ275 ومن بنی جشم ..... خُبیب بن یساف ،داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 683 حبیب بن یساف مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت خُبَیبؓ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنتِ مسعود تھا۔ ان کی اولاد میں سے ایک بیٹا ابو کثیر تھا جس کا نام عبداللہ تھا جو جمیلہ بنت عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا جو ام وَلَد کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ایک بیٹی اُنَیسہ تھی جو زینب بنت قیس کے بطن سے پیدا ہوئی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت خُبیبؓ نے ان کی بیوہ یعنی حضرت ابو بکرؓ کی بیوہ حَبِیبہ بنتِ خارجہ سے شادی کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ275-276 ومن بنی جشم ..... خُبیب بن یساف، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 3 صفحہ 153 خُبیب بن اساف دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

حضرت خُبیب بے شک ہجرتِ مدینہ کے وقت مسلمان نہ تھے لیکن پھر بھی انہیں ہجرتِ مدینہ کے وقت مہاجرین کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ مسلمان نہیں تھے لیکن انہوں نے بڑی میزبانی کی، مہمان نوازی کی۔ حضرت طلحہ بن عبداللہؓ اور حضرت صُہَیب بن سِنانؓ ان کے گھر ٹھہرے۔ البتہ ایک دوسرے قول کے مطابق حضرت طلحہ، حضرت اَسْعَد بن زُرَارہ کے گھر ٹھہرے تھے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ338، منزل طلحہ و صھیب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ایک روایت کے مطابق انہوں نے حضرت خُبَیب کے ہاں قبا میں سُنْح کے مقام پر قیام کیا تھا۔ یہ سُنح ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے کے اطراف بلند دیہات میں ہے۔ جہاں بنی حارث بن خزرج کے لوگ رہا کرتے تھے اس کو کہتے ہیں۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ حضرت خَارِجَہ بن زیدؓ کے گھر ٹھہرے تھے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ348، منزل ابی بکر بقباء، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء۔ لُغات الحدیث جلد2 صفحہ 373 ''سنح'')

غزوۂ بدر کے علاوہ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور دیگر غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ شامل ہوئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ276 ومن بنی جشم ..... خُبیب بن یساف ، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

ایک روایت کے مطابق خُبَیبؓ کا مدینے میں پڑاؤ تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہو گئے۔ تب یہ راستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور اسلام قبول کیا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ المجلد الثالث صفحہ 152 خُبیب بن اساف دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

صحیح مسلم میں حضرت خُبَیبؓ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر یوں ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف نکلے۔ جب آپؐ حرَّۃُ الْوَبَرَۃ جو مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے وہاں پہنچے تو آپؐ کو ایک شخص ملا جس کی جرأت اور بہادری کا ذکر کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جب اسے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ جب وہ آپؐ سے ملا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپؐ کے ساتھ جانے اور آپؐ کے ساتھ مالِ غنیمت میں حصہ پانے کے لیے آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ میں ایمان نہیں لاتا۔ مسلمان نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ واپس چلے جاؤ کیونکہ میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔ وہ فرماتی ہیں کہ وہ چلا گیا یہاں تک کہ پھر جب آپؐ شجرۃ پہنچے جو ذوالحلیفہ، یہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر مقام ہے اور شجرۃ اس کے پاس ہی ایک مقام ہے۔ بہرحال وہاں جب پہنچے تو وہ شخص پھر آپؐ کو ملا اور پھر ویسا ہی کہا جیسا پہلی مرتبہ کہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ویسے ہی فرمایا جیسے پہلے فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَوٹ جاؤ۔ مَیں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔ پھر وہ لوٹا اور آپ کو بَیدَاء جو ہے (ذُوالْحُلَیْفَہ، مدینہ سے چھ یا سات میل کے فاصلے پر ایک اَور مقام ہے۔ شجرۃ اس کے پاس ہی ایک مقام ہے اور بَیدَاء مقام بھی ادھر ہی ہے۔ یہ دونوں جگہ قریب قریب ہیں بہرحال) پھر وہاں ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جیسے پہلے فرمایا تھا کہ مشرک سے ہم مدد نہیں لیں گے اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ چلو اب تم میرے ساتھ جا سکتے ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب کراھۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر ..... الخ حدیث 1817)(معجم البلدان جلد3 صفحہ 142۔ اکمال المعلم بفوائد المسلم جزء4 صفحہ 181 کتاب الحج باب امر اھل المدینہ ..... دارالوفاء1998ء)

اس روایت کی شرح میں ذکر کیا گیا ہے کہ جس شخص کے اسلام قبول کرنے کا ذکر اس روایت میں کیا گیا ہے وہ حضرت خُبیبؓ تھے۔

(البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج جلد 31 صفحہ 620 مطبوعہ دار ابن الجوزی ریاض 1434 ھجری)

حضرت خُبیب بن اِسافؓ کے اسلام قبول کرنے اور غزوۂ بدر میں شرکت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ نور الدین حلبی اپنی کتاب سیرۃِ حلبیہ میں بیان کرتے ہیں کہ

مدینے میں حَبِیب بن یِسَافؓ نامی ایک طاقت ور اور بہادر شخص تھا۔ یہ حضرت خُبیب بن اِسَافؓ کا دوسرا نام ہے جو سیرت کی کتب میں لکھا ہوا ہے۔ بہرحال یہ شخص قبیلہ خزرج کا تھا۔ غزوۂ بدر تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ بھی اپنی قوم خزرج کے ساتھ جنگ جیتنے کی صورت میں مالِ غنیمت ملنے کی امید میں جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ مسلمان اس کے ساتھ نکلنے پر بہت خوش ہوئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ صرف وہی جنگ میں جائے گا جو ہمارے دین پر ہے۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم واپس جاؤ ہم مشرک کی مدد نہیں لینا چاہتے۔ حَبِیب کو یا خُبیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ واپس لوٹا دیا تھا۔ تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تُو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اور اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس نے نہایت بہادری کے ساتھ زبردست جنگ کی۔

(السیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی صفحہ204 باب ذکر مغازیہﷺ/ غزوۃبدر الکبرٰی، دارالکتب العلمیہ بیروت2002ء)

مسند احمد بن حنبل میں حضرت خُبیبؓ اپنے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کی تفصیلات یوں بیان کرتے ہیں کہ میں اور میری قوم کا ایک اَور آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوے کی تیاری فرما رہے تھے اور ہم نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ یقیناً ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم تو جنگ کے لیے جا رہی ہو اور ہم اس میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ہم نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں کی مدد نہیں چاہیں گے۔ مشرکوں کے خلاف جنگ ہو رہی ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے ہم مشرکوں سے ہی مدد لیں۔ وہ کہتے ہیں یعنی حضرت خُبیبؓ کہتے ہیں کہ اس پر ہم نے اسلام قبول کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوے میں شامل ہوئے۔ میں نے اس جنگ میں ایک شخص کو قتل کیا اور اس نے بھی مجھے چوٹ پہنچائی۔ پھر اس کے بعد جب میں نے اس مقتول شخص کی بیٹی سے شادی کر لی تو وہ کہا کرتی تھی کہ تم اس آدمی کو بھلا نہ سکو گے جس نے تمہیں یہ زخم لگایا ہے۔ اس پر میں کہتا تھا کہ تم بھی اس آدمی کو بھلا نہ پاؤ گی جس نے تمہارے باپ کو جلد آگ میں پہنچایا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد5صفحہ411 ، حدیث 15855 جدّ خُبیب ، عالم الکتب بیروت۔لبنان1998ء)

غزوۂ بدر میں حضرت خُبیب بن اِسافؓ نے قریشِ مکہ کے سردار اُمَیّہ بن خلف کو قتل کیا تھا جس کا اختصار کے ساتھ مقتول کے نام کا تذکرہ کیے بغیر مسند احمد بن حنبل کی روایت میں تذکرہ ہوا ہے شادی والا واقعہ جو ہے۔

اس واقعہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے علامہ نور الدین حلبی اپنی کتاب 'سیرۃ حلبیہ' میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ میدانِ بدر میں مجھے اُمَیّہ بن خلف ملا۔ وہ جاہلیت کے زمانے میں میرا دوست تھا۔ امیہ کے ساتھ اس کا بیٹا علی بھی تھا جس نے اپنے باپ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ یہ علی ان

مسلمانوں میں سے تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔ اس وقت ان کے رشتے داروں نے انہیں اسلام سے پھیرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اسلام قبول کیا تھا اور پھر اسلام سے پھر گئے اور پھر یہ لوگ کفر کی حالت میں مر گئے۔

ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ (النساء:98) یقیناً وہ لوگ جن کو فرشتے اس حال میں وفات دیتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں رہے؟ وہ جواباً کہتے ہیں کہ ہم تو وطن میں بہت کمزور بنا دیے گئے تھے۔

بہر حال کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں میں حَارِث بن رَبِیعہ، ابو قیس بن فَاکِہ، ابو قیس بن ولید، عاص بن مُنَبِّہ اور علی بن امیہ تھے۔ علامہ نورالدین حلبی لکھتے ہیں کہ کتاب سیرت ہِشَامِیَہ میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّے میں تھے۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو ان لوگوں کو ان کے آباء اور رشتے داروں نے مکّے میں ہی روک لیا اور انہیں آزمائش میں ڈالا جس کے نتیجے میں یہ لوگ فتنے میں پڑ گئے اور اسلام سے پھر گئے، اسلام چھوڑ دیا۔ پھر وہ غزوۂ بدر کے وقت اپنی قوم کے ساتھ نکلے اور یہ سب وہاں قتل ہوئے۔ اس سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اپنے دین سے نہیں پھرے تھے جبکہ پہلی روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّے سے ہجرت کرنے سے قبل کفر کی طرف لوٹ چکے تھے۔

بہر حال حضرت عبد الرحمٰنؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس کئی زرہیں تھیں جنہیں میں نے اٹھایا ہوا تھا۔ اس وقت جنگ کا واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ جب امیہ نے مجھے دیکھا تو مجھے میرے جاہلیت کے نام سے اے عبد عمرو! کہہ کر پکارا۔ میں نے اس کا جواب نہیں دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرا نام عبد الرحمٰن رکھا تھا تو فرمایا تھا کہ کیا تم اس نام کو چھوڑنا پسند کرو گے جو تمہارے باپ دادا نے رکھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! تو امیہ نے کہا کہ میں تو رحمان کو نہیں جانتا۔ جب امیہ نے مجھے میرے نام سے پکارا۔

جب دوبارہ عبد الرحمٰن کہا تو پھر میں نے جواب دیا۔ بہر حال بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جب امیہ نے انہیں ان کے پرانے نام سے پکارا تھا تو وہ سمجھ تو گئے تھے کہ اس کے مخاطب وہی ہیں مگر انہوں نے اس پکار پر اس لیے جواب نہیں دیا کہ پکارنے والے نے ان کو ایک بُت کا بندہ کہہ کر پکارا تھا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی بڑی حد تک امکان ہے کہ وہ سمجھے ہی نہ ہوں کہ کس کو پکارا گیا ہے کیونکہ وہ نام چھوڑے ہوئے کافی عرصہ ان کو ہو گیا تھا۔

پھر جب امیہ نے انہیں ان کے موجودہ نام سے پکارا تو وہ سمجھ گئے کہ وہی مراد ہیں اور وہ جواب دے کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ تب امیہ نے ان سے کہا کہ اگر تم پر میرا کوئی حق ہے تو میں تمہارے لیے ان زرہوں سے بہتر ہوں جو تیرے پاس ہیں۔ پرانی دوستی تھی، دوستی کا حوالہ دیا۔ کیونکہ اس وقت ایسی حالت تھی کہ ان کو

شکست تو ہو چکی تھی تو بچاؤ کی صورت یہ کہا کہ یہ حق ہے تو میں بہتر ہوں ان زرہوں سے کہ میرے لیے تم انتظام کرو۔ میں نے انہیں کہا ٹھیک ہے۔ پھر میں نے زرہیں نیچے رکھ کر امیہ اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ امیہ کہنے لگے کہ میں نے زندگی بھر کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جو آج بدر کے دن گزرا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم میں وہ شخص کون ہے جس کے سینے پر زرہ میں شتر مرغ کا پَر لگا ہوا ہے۔ میں نے کہا حمزہ بن عبد المطلبؓ۔ تو امیہ نے کہا کہ یہ سارا کیا دھرا اسی کا ہے۔ ان کی وجہ سے ہماری یہ حالت ہوئی ہے۔

بہر حال اس کے اپنے اندازے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ بات امیہ کے بیٹے نے کہی تھی۔ بہر حال حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مَیں ان دونوں کو لے کر چل رہا تھا۔ ہاتھ پکڑ لیا چل پڑا کہ اچانک حضرت بلالؓ نے امیہ کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ مکّے میں امیہ حضرت بلالؓ کو اسلام سے پھیرنے کے لیے بڑا عذاب دیا کرتا تھا۔ حضرت بلال امیہ کو دیکھتے ہی بولے کہ کافروں کا سردار اُمَیّہ بن خلف یہاں ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو سمجھو مَیں نہیں بچا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا تم میرے قیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ حضرت بلال نے بار بار یہی کہا کہ اگر یہ بچ گیا تو میں نہیں بچا اور میں بھی ہر بار ایسا ہی کہتا، بار بار اس کو یہی جواب دیتا رہا۔

پھر حضرت بلالؓ بلند آواز سے چلّائے کہ اے اللہ کے انصار! یہ کافروں کا سردار امیہ بن خلف ہے۔ بڑی زور سے انہوں نے پکارا کہ اے اللہ کے انصار! یہ کافروں کا سردار امیہ بن خلف ہے اگر یہ بچ گیا تو سمجھو میں نہیں بچا اور بار بار ایسا کہا۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر انصاری دوڑ پڑے اور انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر حضرت بلالؓ نے تلوار سونت کر اُمَیّہ کے بیٹے پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں وہ نیچے گر گیا۔ اُمَیّہ نے اس پر خوف کی وجہ سے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ ایسی چیخ مَیں نے کبھی نہیں سنی۔ اس کے بعد انصاریوں نے ان دونوں کو تلواروں کے وار سے کاٹ ڈالا۔

(ماخوذ ازالسیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ232-233 باب ذکر مغازیہﷺ/ غزوۃ بدرالکبریٰ، دارالکتب العلمیہ بیروت2002ء)

صحیح بخاری میں اُمَیّہ کے قتل کا واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُمَیّہ بن خَلَف کو خط لکھا کہ وہ مکّے میں، جو اس وقت دارالحرب تھا، میرے مال اور بال بچوں کی حفاظت کرے اور میں اس کے مال و اسباب کی مدینہ میں حفاظت کروں گا۔ جب میں نے اپنا نام عبد الرحمٰنؓ لکھا تو امیہ نے کہا کہ میں عبد الرحمٰن کو نہیں جانتا۔ تم مجھے اپنا وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا۔ اس پر میں نے اپنا نام عبد عمرو لکھا۔ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو میں ایک پہاڑی کی طرف نکل گیا جب کہ لوگ سو رہے تھے تا کہ میں اس کی حفاظت کروں یعنی حفاظت کی نیت سے ادھر گئے کہ دشمن کہیں ادھر سے حملہ نہ کرے تو بلال نے اس وقت امیہ کو وہاں کہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ اُمَیّہ بن خلف ہے۔ اگر بچ نکلا تو میری خیر نہیں ہے۔

اس پر بلال کے ساتھ کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں نکلے۔ میں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے۔ وہاں اس وقت

تک لگتا ہے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی اور امیہ کی بات ہو گئی تھی تو بہر حال کہتے ہیں مجھے شک ہوا میں نے انہیں کہا کہ میں تمہیں قیدی بناتا ہوں۔ اس لیے میں نے امیہ کے بیٹے کو، دونوں کو پکڑ تو لیا لیکن جب یہ مسلمان حملہ آور حضرت بلالؓ کے ساتھ آئے تو کہتے ہیں میں نے امیہ کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا، وہاں رکھ دیا تا کہ وہ حملہ آور اس کے ساتھ نبرد آزما رہیں۔ اس سے ہی لڑائی کرتے رہیں۔ اس کی لڑائی میں مشغول ہو جائیں اس کے ساتھ اور ہم آگے نکل جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے مار ڈالا۔ امیہ کے بیٹے کو ان لوگوں نے مار ڈالا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمارا پیچھا کیا اور میرا یہ داؤ کارگر نہ ہونے دیا کہ میں امیہ کو بچالوں۔ امیہ چونکہ بھاری بھر کم آدمی تھا اس لیے جلدی اِدھر اُدھر نہ ہو سکا آخر جب انہوں نے ہمیں پالیا تو مَیں نے امیہ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم کر دیا۔ راوی ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمیں اپنے پاؤں کی پشت پر وہ نشان دکھایا کرتے تھے جو اس وجہ سے ہوا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الوکالة باب اذا وکل المسلم حربیافی دارالحرب او فی دارالاسلام جاز حدیث 2301)

امیہ اور اس کے بیٹے کو کس نے قتل کیا؟ اس بارے میں مشہور ہے کہ امیہ کو انصار کے قبیلہ بنو مازن کے ایک شخص نے قتل کیا تھا جبکہ ابن ہشام کہتے ہیں کہ امیہ کو حضرت مُعَاذ بنِ عَفْرَاء، خَارِجَہ بن زید اور خُبیب بن اِسَاف نے مل کر قتل کیا تھا۔ جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے یہ بھی ان میں شامل تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت بلالؓ نے اسے قتل کیا تھا تاہم اصل حقیقت یہ ہے کہ سب صحابہ امیہ کے قتل میں شریک تھے اور امیہ کے بیٹے علی کو حضرت بلالؓ نے حملہ کر کے نیچے گرا دیا تھا۔ بعد میں اسے حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية جزء 2 صفحه 296 باب غزوة بدر الكبرٰى، دارالكتب العلمية بيروت 1996ء)

بعض واقعات کی جو تفصیل ہے ان کا براہِ راست اس صحابی سے تعلق نہیں ہوتا لیکن اس میں تو ذکر ہے بھی لیکن مَیں اس لیے ذکر کر دیتا ہوں تا کہ ہمیں تاریخ کا بھی کچھ علم ہو جائے۔

خُبیب بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا حضرت خُبیبؓ کو غزوۂ بدر کے روز ایک زخم پہنچا تھا جس سے ان کی پسلی ٹوٹ گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اسے اس کی معین جگہ پر کر کے اس کو صحیح اور درست کر دیا جس کے نتیجے میں حضرت خُبیبؓ چلنے لگے۔

ایک دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت خُبیبؓ نے بیان کیا کہ ایک جنگ کے موقعے پر میرے کندھے پر ایک بہت گہرا زخم لگا جو میرے پیٹ تک پہنچ گیا اور اس کے نتیجے میں میرا ہاتھ لٹک گیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعابِ مبارک لگایا اور اسے ساتھ جوڑ دیا جس کے نتیجے میں وہ بالکل صحیح ہو گیا اور میرا زخم بھی ٹھیک ہو گیا۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد3صفحه 152، خُبَیْب بن اِساف، دارالكتب العلميه بيروت 2008ء)

(البداية والنهاية لابن كثير جلد 3جزء6صفحه166-167، سنه11 هجرى دارالكتب العلميه بيروت 2001ء)

وفات کے متعلق ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ حضرت خُبیبؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں

ہوئی تھی جبکہ دوسرے قول کے مطابق ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی تھی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 2 صفحہ 224 خُبیْب بن اِساف، دارالکتب العلمیہ بیروت 2005ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 276 ومن بنی جشم ..... خُبیب بن یساف، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

بہرحال اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

اب میں تین وفات شدگان کا بھی ذکر کروں گا اور ان کی نمازِ جنازہ بھی نمازوں کے بعد پڑھاؤں گا۔

ان میں سے پہلا ذکر محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمد سرور صاحب ربوہ کا ہے جو 24/ اگست کو 74/ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے آباؤ اجداد چار کوٹ کشمیر سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے اور آپ کے والد محترم دین محمد صاحب ریلوے میں ملازم تھے جو آپ کی عمر جب پانچ سال تھی تو وفات پا گئے تھے۔

اس کے بعد ان کی والدہ محترمہ نے اکیلے ہی بڑی محنت اور مشقت سے اپنے بچوں کو پالا۔ مرحومہ کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم فتح محمد صاحب کے ذریعے ہوا تھا جنہوں نے قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت قاضی محمد اکبر صاحبؓ کے ذریعے بیعت کی سعادت پائی تھی۔ قاضی صاحب نے 1894ء میں چاند اور سورج گرہن کا نشان دیکھ کر اپنے علاقے اور خاندان کے لوگوں کو بتایا تھا کہ اس نشان سے پتا لگا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو چکا ہے۔

حضرت قاضی محمد اکبر صاحب کے ساتھ اس خاندان کے خاندانی مراسم تھے اور رشتہ داری بھی تھی اور اس لحاظ سے پھر ان کے ذریعہ سے ان تک احمدیت کا پیغام بھی پہنچا اور بیعت بھی ہوئی۔ ان کے ایک بیٹے محمد زکریا صاحب لائبیریا میں مبلغ ہیں وہ کہتے ہیں کہ میری والدہ چندوں کو بڑی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں اور بڑی فکر رہتی تھی اور پوچھتی رہتی تھیں کہ میرا چندہ ادا ہو گیا ہے کہ نہیں اور پھر اس کے علاوہ بچوں کی تربیت کے معاملے میں بھی بڑی فکر تھی، بہت توجہ دیتی تھیں۔ بچوں کو غیر ضروری طور پر گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتی تھیں تا کہ بچوں کو آوارگی کی عادت نہ پڑ جائے یا باہر جا کر کوئی خراب عادت نہ سیکھ لیں۔

کہتے ہیں کہ جب بچپن میں والد صاحب ہم بھائیوں کو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے کہتے اور خاص طور پر جب نمازِ فجر کے لیے ہمیں جگاتے تو والدہ بچوں کو مسجد بھیجنے کے لیے بڑا اہم کردار ادا کرتی تھیں اور جب تک ہم مسجد چلے نہیں جاتے تھے چین سے نہیں بیٹھتی تھیں۔ خلافت کے ساتھ بڑی محبت، وفا اور پیار کا ان کا تعلق تھا۔ بڑی توجہ سے خطبات سنتی تھیں اور اس کے پوائنٹس نوٹ کرتی تھیں، نکات نکالتی تھیں اور پھر اپنے بچوں سے ڈسکس (discuss) کرتی تھیں۔ پھر مرحومہ کی جو بڑی بیٹی ہیں انہوں نے بتایا کہ آخری وقت میں بھی نماز کی طرف بڑی توجہ تھی اور بڑی لمبی نماز انہوں نے پڑھی۔ کوئی احساس نہیں ہونے دیا۔ نماز پڑھنے کے فوراً بعد ہی ان کی طبیعت خراب ہوئی۔ ہسپتال لے کے گئے لیکن وہاں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے، دل کی حرکت بند ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ اللہ کے فضل سے 8/1 حصے کی موصیہ تھیں۔

ان کے پانچ بیٹوں کو بطور واقفینِ زندگی دین کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ دو بیٹے محمد محسن تبسم

اور محمد مومن صاحب بطور معلم وقف جدید ربوہ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ دو بیٹے داؤد ظفر صاحب اور زکریا صاحب بطور مربی سلسلہ اور ایک بیٹے آصف صاحب وقفِ نَو ہیں یہ خلافت لائبریری میں کمپیوٹر سیکشن میں ہیں۔ محمد زکریا صاحب اس وقت لائبیریا میں جیسا کہ میں نے بتایا مبلغ ہیں اور والدہ کی وفات پر وہ جنازے پر جا نہیں سکے، انہوں نے بھی بڑے اچھے صبر کا نمونہ دکھایا اور اپنی ڈیوٹی جو بیرونِ ملک تھی اس کو باقاعدگی سے انجام دیتے رہے اور کوئی اظہار اس طرح نہیں ہوا کہ مَیں کام نہیں کر سکتا، جا بھی نہیں سکے۔

اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے خاص طور پر یہ بیٹے جو لائبیریا میں مبلغ سلسلہ ہیں اور وفات کے وقت اپنی والدہ کو مل نہیں سکے اور اللہ تعالیٰ ان سب بچوں کو ان کی والدہ کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی والدہ کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ ہے محترم محمد شمشیر خان صاحب جو ناندی فجی کے صدر جماعت تھے۔ ان کی بھی 5/ ستمبر کو وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1952ء کی ان کی پیدائش تھی اور 1962ء میں اپنے مرحوم والد کے ساتھ لاہوری جماعت سے بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ پہلے یہ پیغامی تھے۔ فجی میں پیغامی یا لاہوری جماعت کے بہت سے افراد ہیں۔ بہرحال اپنے والد کے ساتھ انہوں نے بیعت کی۔ 1962ء میں احمدی ہوئے، غیر مبائع تھے، بیعت کر کے یہ خلافت کی بیعت میں آئے۔ اسی طرح آپ جماعت فجی کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لمبا عرصہ جماعتی خدمت کی توفیق ملی۔ جماعت احمدیہ مارو(Maru)، سووا(Suva)، ناندی(Nadi) اور لٹوکا(Lautoka) میں مساجد بنانے میں آپ کا اہم کردار تھا۔

2010ء سے وفات تک بطور صدر جماعت ناندی خدمت کی توفیق پائی۔ لمبا عرصہ نیشنل سیکرٹری اشاعت کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ دنیاوی لحاظ سے بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا لیکن جماعتی کام ہر کام پر مقدم ہوتے تھے۔ علاوہ صدر جماعت اور نیشنل سیکرٹری اشاعت کے آپ احمدیہ مسلم پرائمری سکول لٹوکا کے مینیجر بھی تھے۔ انتہائی مخلص اور خلافت کے عاشق اور انتہائی اطاعت گزار انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ راضیہ خان صاحبہ اور ایک بیٹی نادیہ نفیسہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان بچوں کو بھی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ ہے مکرمہ فاطمہ محمد مصطفیٰ صاحبہ کردستان حال ناروے کا۔ ان کی وفات 13/ جون کو ہوئی تھی لیکن کوائف تھوڑے لیٹ پہنچے ہیں اس لیے دیر سے جنازہ پڑھایا جا رہا ہے۔ 88/ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ انہوں نے 2014ء میں بیعت کی توفیق پائی۔ ان کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور پانچ بیٹے شامل ہیں جن میں صرف ایک بیٹی مکرمہ بیریفان محمد سعید صاحبہ احمدی ہیں اور اس وقت ناروے میں مقیم ہیں۔ یہ بیٹی کہتی ہیں کہ میں 1999ء میں ناروے آئی جہاں مجھے بہت زیادہ مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لیے میری والدہ مدد کرنے کے لیے کردستان سے ناروے شفٹ ہو گئیں۔ والدہ صاحبہ اگرچہ اَن پڑھ تھیں لیکن انہیں قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث زبانی یاد تھیں۔ پڑھنے لکھنے کا شوق اس قدر تھا کہ

40 سال کی عمر سے تجاوز کرنے کے باوجود انہوں نے بہت محنت کر کے پڑھنا لکھنا سیکھا۔ ان کی زندگی میں سب سے اہم کام نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا تھا۔ اسی طرح بہت زیادہ روزے بھی رکھا کرتی تھیں اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں ان لوگوں کے نام پر روزے رکھتی ہوں جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں پاتے۔ دوسروں کی مدد کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ عراق میں بعض اوقات والدہ صاحبہ پچاس میل کا سفر کر کے ان عورتوں کے ساتھ ہسپتال جاتیں جن کا علاج کروانے والا کوئی نہ ہوتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد بھی کیا کرتی تھیں۔

کہتی ہیں کہ ان کی وفات پر مجھے مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے دسیوں افراد کے خطوط موصول ہوئے اور خصوصاً پاکستانی احمدی بہنوں نے روتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا کہ والدہ صاحبہ ان سے خاص محبت کے رشتے میں بندھی ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں جب سے میں پیدا ہوئی والدہ کے ساتھ ہی رہی اور ان کے اعلیٰ اخلاق اور نیک سیرت کو دیکھنے کا موقع ملا۔ کبھی کسی کے بارے میں کوئی منفی بات دل میں نہیں رکھتی تھیں۔ بڑی سے بڑی غلطی کو معاف کرنے کے لیے تیار رہتی تھیں۔ ہمیں بچپن سے ہی یہ اصول سکھایا کرتی تھیں کہ سچ کہو خواہ تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ نیز یہ کہا کرتی تھیں کہ اگر تمہاری آنکھ یا تمہارے ہاتھ نے کوئی غلطی کی ہے تو تم میں اتنی جرأت تو ہونی چاہیے کہ اپنی آنکھ یا ہاتھ کو خطاکار کہہ سکو۔ ہر کسی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملتیں۔ ان کی زبان ہر وقت دعاؤں سے تَر رہتی تھی۔ انہیں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور کہتی ہیں کہ شاید یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مسیح الزمان کی بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔

بیٹی یہ لکھ رہی ہیں 2007ء میں مجھے اچانک ایم ٹی اے ملا۔ پھر غائب ہو گیا۔ بڑی تلاش کے بعد کئی سال تک نہیں ملا۔ ایک دن تین سال کے بعد 2010ء میں پھر ایم ٹی اے العربیہ دوبارہ مل گیا تو میں نے گھر میں شور مچایا، والدہ صاحبہ کو بلایا کہ چینل مل گیا ہے اور پھر یہی کہا کہ اسی چینل کی مجھے گذشتہ تین سال سے تلاش تھی تو والدہ صاحبہ کو میں نے کہا کہ آئیں اور سنیں کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی اور مسیح موعود ظاہر ہو چکے ہیں جس کا ہم انتظار کر رہے تھے اور ہمارے والد صاحب بھی یہی بتایا کرتے تھے۔

کہتی ہیں میری والدہ نے بھی میرے ساتھ ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا۔ کچھ دنوں کے بعد میری والدہ صاحبہ نے میرے بہن بھائیوں کو اس واقعہ کے بارے میں بتایا لیکن ان کی طرف سے ایسی باتیں کہی گئیں جنہیں سن کر والدہ صاحبہ کے چہرے کا رنگ یک دم بدل گیا لیکن ان کی باتوں کی پروا کیے بغیر وہ مسلسل ایم ٹی اے دیکھتی رہیں۔ پھر جب وہ کردستان گئیں تو پھر کہتی ہیں میرے بھائیوں کی باتوں نے ان کے دل پر اثر کیا اور میرے خلاف ہو گئیں۔ پھر دوبارہ میرے پاس آئیں پھر کہتی ہیں مجھے بھی ایم ٹی اے دیکھنے سے روکنے لگیں۔

بہرحال کہتی ہیں جب میں نے بیعت کر لی تو مزید حالات خراب ہو گئے اور میری والدہ کو ان لوگوں نے کہا کہ تمہاری بیٹی کافر ہو گئی ہے اور کہتی ہیں جب میرے بھائیوں کے پاس جاتیں تو میرے خلاف ہو جاتیں۔ واپس آتیں تو پھر ایم ٹی اے دیکھنے لگ جاتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصائد انہیں بہت پسند تھے اور اکثر انہیں سن کر رونے لگ جاتی تھیں۔ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ قصیدہ کہ

يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ

گنگنا رہی تھیں تو میں نے ان سے کہا کہ کیا ایسے شعر لکھنے والے کو کافر کہا جا سکتا ہے؟ بڑے غصّے سے انہوں نے میری طرف دیکھا اور بولیں کون ظالم ہے جو ایسے شخص کو کافر کہے گا تو میں نے انہیں کہا کہ آپ کی اولاد بھی اس میں شامل ہے۔ یہ سن کر چپ ہو گئیں۔

پھر میں نے اپنی والدہ کو کہا کہ آپ اپنی قوتِ ایمان کی وجہ سے مشہور ہیں پھر آپ کس سے خائف ہیں، خدا سے یا اپنی اولاد سے؟ وہ میرے اس سوال سے بہت متاثر ہوئیں لیکن جواب نہیں دیا۔ اسی رات مجھے بلایا اور کہنے لگیں کہ جماعت کے مرکز کو فون کر کے کہہ دو کہ میں نے بیعت کرنی ہے، تو پھر میں نے انہیں کہا کہ ابھی دوبارہ آپ سوچیں، غور کریں تا کہ پھر ثابت قدم رہیں۔ بہر حال کہتی ہیں ساری رات انہوں نے شاید غور کیا، دعائیں کیں اور صبح اٹھتے ہی کہنے لگیں کہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں نے بیعت کرنی ہے۔ اسی طرح انہیں جب 2016ء میں مَیں گیا ہوں مجھے ملنے کا بھی موقع ملا۔ بڑی خوش تھیں کہ خلیفۂ وقت سے ملاقات ہوئی ہے اور ہر ایک کو بتاتی تھیں خلافت سے بھی بڑا وفا کا تعلق تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔ ان کی بیٹی کے بھی ایمان کو مضبوط رکھے اور ان کے بچوں کو بھی اور باقی جو بچے ابھی احمدی نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے بھی دل کھولے اور ان کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04/ اکتوبر 2019ء جلد 26 شمارہ 59 صفحہ 05 تا 09)

38

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20/ ستمبر 2019ء بمطابق 20/ تبوک 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، سرے (یوکے)

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر میں سے آج جن کے ذکر سے شروع کروں گا وہ ہیں حضرت یزید بن رُقَیشؓ۔ حضرت یزیدؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو اسد بن خزیمہ سے تھا اور حضرت یزیدؓ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ460، باب من حضر بدراً من المسلمین، دارالکتب العلمیہ بیروت2001ء)

بعض نے ان کا نام آزَبَذ بھی بیان کیا ہے لیکن یہ درست نہیں۔

(اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد5 صفحہ452، یزید بن رُقَیش ،دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)

حضرت یزیدؓ کے والد کا نام رُقیش بن رئاب تھا اور ان کی کنیت ابو خالد تھی۔ حضرت یزیدؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام دیگر غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ شریک ہوئے۔

حضرت یزیدؓ نے غزوۂ بدر میں طَیء قبیلے کے ایک شخص عَمْرو بن سفیان کو قتل کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ50،یزید بن رُقَیش، داراحیاء التراث العربی1996ء)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ480، باب من قتل ببدر من المشرکین، دارالکتب العلمیہ بیروت2001ء)

حضرت یزیدؓ کے ایک بھائی کا نام حضرت سعید بن رُقَیشؓ تھا جنہوں نے اپنے اہل و عیال کے ہم راہ مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی، جن کا شمار اولین مہاجرین میں ہوتا ہے۔

(اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد2صفحہ475، سعید بن رُقَیش،دارالکتب العلمیہ بیروت2008ء)

حضرت یزیدؓ کے ایک بھائی کا نام حضرت عبد الرحمٰن بن رُقَیشؓ تھا جو غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الرابع صفحہ370، عبدالرحمٰن بن رُقَیش، داراحیاء التراث العربی1996ء)

حضرت یزیدؓ کی ایک بہن کا نام حضرت آمنہ بنت رُقَیشؓ تھا جنہوں نے شروع میں ہی مکّے میں اسلام قبول کر لیا تھا اور انہوں نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثامن صفحہ371،آمنہ بنت رُقَیش، داراحیاء التراث العربی1996ء)

حضرت یزیدؓ جنگِ یمامہ کے روز 12/ ہجری میں شہید ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ50،یزید بن رُقَیش، داراحیاء التراث العربی1996ء)

اس جنگ کی کچھ تفصیل اس طرح سے ہے، ایک دفعہ پہلے بھی کچھ میں تھوڑا سا مختصر بیان کر چکا ہوں۔

جنگِ یمامہ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں 11ر ہجری میں ہوئی تھی۔ بعض مؤرخین کے مطابق 12ر ہجری میں ہوئی تھی۔ یہ جنگ مسیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر لڑی گئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل کی سرکردگی میں ایک لشکر مسیلمہ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ ان کے پیچھے ان کی مدد کے لیے حضرت شُرَحبِیل بن حسنہؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت عکرمہؓ نے حضرت شُرَحبِیلؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے لڑائی شروع کر دی تا کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر ہو لیکن مسیلمہ سے انہیں شکست ہوئی۔ اس واقعے کی اطلاع جب حضرت شُرَحبِیلؓ کو ملی تو وہ راستے میں رک گئے۔

حضرت عکرمہؓ نے اپنی سرگذشت حضرت ابو بکرؓ کو لکھی تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں لکھا کہ نہ تم مجھے اس حالت میں ملو اور نہ میں تمہیں دیکھوں اور نہ مدینے واپس آؤ جس سے لوگوں میں بزدلی پیدا ہو بلکہ اپنے لشکر کو لے کر اہلِ عمان اور مَہرہ کے باغیوں کے ساتھ جا کر لڑائی کرو۔ اس کے بعد یمن اور حضر موت میں باغیوں کے ساتھ جا کر لڑو۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت شُرَحبِیلؓ کو لکھا کہ تم حضرت خالد بن ولیدؓ کے آنے تک اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کذّاب کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور ان کے ساتھ مہاجرین اور انصار کی ایک بڑی جماعت روانہ فرمائی۔ انصار کی جماعت کے سردار حضرت ثابت بن قَیسؓ اور مہاجرین کے سردار حضرت ابو حُذَیفہ اور حضرت زید بن خطابؓ تھے۔ حضرت شُرَحبِیلؓ نے حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ شروع کر دی اور پسپا ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کے لیے حضرت سَلِیطؓ کی قیادت میں مزید کُمک روانہ کر دی تا کہ پیچھے سے کوئی ان پر حملہ نہ کر سکے۔ حضرت ابو بکرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ میں بدری صحابہ کو استعمال کروں۔ میں انہیں اس حال میں چھوڑنا پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے صالح اعمال کے ساتھ اللہ سے ملاقات کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اور نیک لوگوں کی برکت سے اس سے زیادہ افضل طور پر مصائب کو رفع کر دیتا ہے بجائے اس کے کہ ان سے عملی طور پر مدد لی جائے لیکن بہر حال مجبوریوں کی وجہ سے شامل بھی ہوئے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی رائے اس کے برعکس تھی وہ بدری صحابہؓ کو لشکر وغیرہ میں استعمال فرمالیا کرتے تھے۔

بہر حال اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تیرہ ہزار تھی جبکہ مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مسیلمہ کذّاب کے ساتھ ایک شخص نَہَارُ الرِّجَال بِنْ عُنْفُوَۃ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں قرآن کریم اور دین کے مسائل سیکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہلِ یمامہ کی طرف معلم بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسیلمہ کذّاب کے دعویٰ نبوت کی تردید کرے۔ وہاں جا کر یہ شخص مرتد ہو گیا اور اس بات کی شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، جھوٹی گواہی ایک دے دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسیلمہ کو میرے ساتھ نبوت میں نعوذ باللہ شریک کر دیا گیا ہے۔ بہر حال جب یہ مرتد ہوتے ہیں پہلے بھی اور آج بھی اسی طرح غلط الزام اور جھوٹی باتیں منسوب کرنا

ایسے لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ بہر حال مسیلمہ کے قبیلہ بنو حَنیفہ پر اس شخص کے ارتداد کا مسیلمہ کے دعویٰ کی نسبت سے کہیں زیادہ برا اثر پڑا کیونکہ یہ تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا اور اس کے زیر اثر بھی لوگ تھے۔ جب اس نے یہ باتیں کہیں، مسیلمہ کے دعویٔ نبوت کا تو اتنا اثر نہیں تھا لیکن اس کی باتوں سے لوگوں نے اثر لینا شروع کر دیا۔ اس کی گواہی کو سب نے تسلیم کیا اور نتیجۃً مسیلمہ کی اطاعت کر لی اور اس سے کہا کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھو۔ اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں تو ہم پھر اس کے مقابلے میں تمہاری مدد کریں گے۔ ان کی طرف سے یہ بغاوت کا اعلان ہی دراصل جنگ کی اصل وجہ تھی۔

جب مسیلمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت خالدؓ قریب آ گئے ہیں، اس جنگ کا جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، حضرت خالدؓ کو بھیجنے کا، حضرت ابو بکرؓ نے جو بھیجا تھا تو اب آگے یوں ذکر ملتا ہے کہ حضرت خالدؓ کے متعلق جب معلوم ہوا کہ قریب آ گئے ہیں تو اس نے عُقْرَبَا مقام پر اپنا پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں اس کی طرف آنے لگے۔ اسی دوران مُجّاعہ بن مُرارہ ایک گروہ کے ساتھ باہر نکلا تو مسلمانوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مُجّاعہ کو زندہ رکھا۔ یہ جنگ کے لیے نکلے تھے کیونکہ قبیلہ بنو حنیفہ میں اس کی بہت عزت ہوتی تھی۔ ان کے لیڈر کو نہیں مارا، قیدی بنا لیا۔ مسیلمہ کے بیٹے شُرَحبیل نے بنو حنیفہ کو انگیخت کرتے ہوئے کہا کہ آج حمیت دکھانے کا دن ہے۔ جب اس کو پکڑا گیا تو مسیلمہ کے بیٹے نے ان کے اس قبیلے کو انگیخت کرائی کہ اگر آج تم نے شکست کھائی تو تمہاری عورتیں لونڈیاں بنالی جائیں گی اور بغیر نکاح کے ان سے نفع اٹھایا جائے گا لہٰذا آج تم اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کے لیے پوری جواں مردی دکھاؤ اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرو۔ بہر حال جنگ شروع ہوئی۔

مہاجرین کا جھنڈا حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کے پاس تھا جبکہ اس سے قبل وہ عبد اللہ بن حفصؓ کے پاس تھا لیکن وہ شہید ہو گئے تھے اور انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس تھا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور وہ جنگ ایسی تھی کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے ایسی جنگ کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس جنگ میں مسلمان پسپا ہو گئے اور بنو حنیفہ کے لوگ مُجّاعہ کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھے، جس کو حضرت خالدؓ نے قیدی بنایا تھا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے خیمہ کا قصد کیا، وہاں گئے اس طرف بڑھے۔ اس وقت حضرت خالدؓ کی بیوی خیمے میں تھی۔ ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کی بیوی کو قتل کرنا چاہا تو مُجّاعہ نے کہا کہ میں نے اسے پناہ دی ہے، انہیں قتل کرنے سے روک دیا۔ مُجّاعہ نے انہیں مردوں پر حملہ کرنے کا کہا اس پر وہ خیمے کو کاٹ کر چلے گئے۔ جنگ پھر سخت ہو گئی اور قبائل بنو حنیفہ سب مل کر سخت حملہ کرنے لگے۔ اس روز کبھی مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہوتا کبھی کافروں کا۔ اس جنگ میں حضرت سالمؓ، حضرت ابو حذیفہؓ، حضرت زید بن خطابؓ جیسے معزز صحابہ کرام شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ نے جب مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے ہر قبیلے کو الگ الگ ہونے کا حکم دیا تا کہ مصائب کا اندازہ لگایا جا سکے اور معلوم ہو سکے کہ کہاں سے مسلمانوں پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح جنگ میں صفوں کو الگ الگ درست کیا تو مسلمان ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج کے دن ہم کو فرار کرنے میں شرم محسوس ہو

رہی ہے یعنی بڑی قابل شرم بات ہے جو ہمارا حال ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی مصیبت کا دن نہ تھا۔ مسیلمہ ابھی تک اپنی جگہ پر قائم تھا اور کفار کی طرف سے جنگ کا مرکز تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ پتا کر لیا یہ ان کو احساس ہو گیا کہ جب تک اسے قتل نہیں کیا جائے گا تب تک جنگ بند نہیں ہو گی۔ اس پر حضرت خالدؓ آگے نکلے اور انہوں نے مبارزت طلب کی اور جنگی شعار کا نعرہ لگایا جو اس وقت یَامُحَمَّدَاہ تھا۔ جو بھی میدان میں آیا تو وہ قتل ہوا۔ اس پر مسلمان حرکت میں آئے۔ پھر حضرت خالد نے مسیلمہ کو پکارا۔ وہ سامنے نہیں آیا اور بھاگ گیا اور اپنے ساتھیوں سمیت ہی اپنے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا اور باغ کا دروازہ بند کر دیا۔ مسلمانوں نے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت براء بن مالکؓ نے کہا کہ اے مسلمانو! تم مجھے دیوار پر چڑھا کر اندر اتار دو۔ بڑے جرأت مند، بہادر شخص تھے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے مگر حضرت براءؓ نہیں مانے اور اصرار کیا کہ آپ لوگ مجھے کسی طرح اس باغ کے اندر ڈال دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے انہیں باغ کی دیوار پر چڑھایا اور وہاں سے وہ دشمنوں میں کُود پڑے اور باغ کے اندر چلے گئے۔ اندر جا کے انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ مسلمان باغ کے اندر داخل ہوئے۔ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ وحشی نے مسیلمہ کو قتل کیا۔

یہ شخص وحشی وہی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ بہر حال ایک روایت کے مطابق وحشی اور ایک انصاری نے مشترکہ طور پر مسیلمہ کو قتل کیا تھا۔ وحشی نے اپنا بھالا مسیلمہ کی طرف پھینکا اور انصاری نے اپنی تلوار سے اس پر وار کیا۔ دونوں نے ایک ہی وقت میں وار کیا تھا اس لیے بعد میں وحشی کہا کرتے تھے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس کے وار نے اس کا کام تمام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے چیخ کر یہ اعلان کیا کہ مسیلمہ کو سیاہ غلام نے قتل کر دیا ہے۔ اس لیے یہ بھی زیادہ امکان ہے کہ وحشی نے قتل کیا۔ حضرت خالدؓ نے مُجّاعہ کے ذریعے مسیلمہ کی لاش کا پتا معلوم کروایا۔

مُجّاعہ نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں آنے والے لوگ جلد باز اور ناتجربہ کار تھے۔ تمام قلعے جو ہیں وہ بڑے تجربہ کار فوجیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے میرے سے صلح کر لیں اگر اب جنگ کی تو مسلمانوں کا اَور زیادہ نقصان ہو گا۔ بڑی چال چلی اس نے۔ حضرت خالد نے مُجّاعہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ صرف جانیں معاف کر دی جائیں گی، تمہیں چھوڑ دیا جائے گا، کچھ نہیں کہا جائے گا، قیدی نہیں بنایا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہر شے پر مسلمان قبضہ کر لیں گے۔

مُجّاعہ ہوشیار آدمی تھا اس نے کہا کہ میں قلعے والوں کے پاس جاتا ہوں اور ان سے مل کر مشورہ کر کے آتا ہوں۔ مسیلمہ تو قتل ہو چکا تھا اس لیے طاقت تو ان کی ٹوٹ چکی تھی لیکن اس کی ہوشیاری پھر ان کافروں کے کام آئی۔ مُجّاعہ قلعے میں آیا تو وہاں سوائے عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کے اور کمزوروں کے اَور کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے یہ چال چلی کہ عورتوں کو زرہیں پہنائیں اور ان سے کہا کہ میری واپسی تک تم قلعے کی فصیل پر جا کر اوپر کھڑی ہو جاؤ اوپر اور جنگ کا شعار جو ہے برابر بلند کرتی رہو۔ حضرت خالدؓ کے پاس آ کر اس نے کہا کہ جس شرط پر میں نے تم سے صلح کی تھی قلعے والے اسے نہیں مانتے، یعنی جانوں کی آزادی اور باقی سب مال مسلمانوں کا۔ اور ان میں سے

بعض اپنے انکار کے اظہار کے لیے فصیلوں پر نمودار ہیں اور میں ان کی ذمہ داری نہیں لے سکتا، وہ میرے قابو سے باہر ہیں۔ حضرت خالد نے قلعوں کی طرف دیکھا تو وہاں دیکھا کہ وہ سپاہیوں سے بھرے ہوئے تھے، عورتوں نے وہ لباس پہنے ہوئے تھے اس کی چال کی وجہ سے وہاں کھڑی تھیں۔ اس شدید لڑائی میں خود مسلمانوں کو نقصان پہنچا تھا، لڑائی بہت طویل ہو گئی تھی مسلمان چاہتے تھے کہ فتح حاصل کر کے جلد واپس چلے جائیں چنانچہ حضرت خالد نے مُجّاعہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ تمام سونا چاندی مویشی اور نصف لونڈی و غلام حضرت خالدؓ کے قبضہ میں دے دیے جائیں گے اور ایک قول کے مطابق چوتھائی قیدیوں پر صلح کر لی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی جانب سے مدینے کے مہاجرین و انصار میں سے تین سو ساٹھ اور مدینے کے علاوہ تین سو مہاجرین شہید ہوئے جبکہ بنو حنیفہ میں سے عَقْرَبا کے میدان میں سات ہزار اور باغ میں سات ہزار اور فرار ہونے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے بھی سات ہزار کفار کو قتل کیا گیا۔ جب یہ لشکر مدینہ واپس پہنچا تو حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہؓ سے فرمایا کہ تُو زید سے قبل کیوں نہ شہید ہوا۔ زیدؓ شہید ہو گیا جبکہ تُو ابھی بھی زندہ ہے، کیوں نہ تم نے مجھ سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اس پر حضرت عبد اللہؓ نے عرض کیا کہ حضرت زیدؓ نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اور اللہ نے انہیں وہ عطا کر دی اور میں نے اس کی کوشش کی کہ میری طرف بھی لائی جائے مگر مجھے وہ حاصل نہ ہو سکی۔ بہر حال اسی سال جنگ یمامہ میں صحابہ کرام کی بکثرت شہادتوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے تدوینِ قرآن کا حکم دیا تا کہ کہیں قرآن کریم ضائع نہ ہو جائے۔ اس کو جمع کیا گیا۔ یہ یمامہ کی تفصیل تھی۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ218 تا223، سنة احدی عشر، ذکر مسیلمه واهل یمامه، دارالکتب العلمیه بیروت2006ء)(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ300-310 باب ذکر بقیه خبر مسیلمه الکذّاب وقومه من اهل الیمامه، دارالفکر بیروت2002ء) (ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجم علامه حکیم احمد حسین الٰه آبادی، جلد 3 حصه اول صفحه 231 دارالاشاعت کراچی 2003ء)

اب اگلے جن صحابی کا ذکر ہو گا ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ۔ ان کا نام عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ تھا اور کنیت ابو محمد تھی۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لُؤیّ سے تھا۔ انہیں عبد اللہ اکبر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ ابتدائی اسلام لانے والے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد کا نام مَخْرَمہ بن عبد العُزّٰی اور والدہ کا نام بَہْنَانہ بنت صفوان تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کی اولاد میں ایک بیٹے مساحق کا ذکر ملتا ہے جو ان کی بیوی زینب بنت سراقہ سے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ اوائل میں اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ ابن اسحاق نے حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے جنہوں نے حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یونس بن بُکَیر، سلمہ اور بُکائی نے ابن اسحاق کا یہ قول بیان کیا ہے جس میں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ جب مدینہ ہجرت کر کے پہنچے تو انہوں نے حضرت کلثوم بن ہِدْمؓ کے گھر قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کی مؤاخات حضرت فروہ بن عَمْرو انصاریؓ سے کروائی۔

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہؓ غزوۂ بدر اور بعد کے باقی تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہؓ جب جنگِ بدر میں شامل ہوئے تو اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں جب یہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے تو اس وقت ان کی عمر اکتالیس سال تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 308-309 ''عَبْد اللّٰہ بن مَخْرَمَہ'' وَمِنْ بَنِی عَامِرِ بنِ لُؤَیٍّ۔دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 1990ء)(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثالث صفحہ377- 378 ''عبد اللّٰہ بن مَخْرَمہ'' دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہؓ کا جذبہ شہادت انتہائی حد تک بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں اپنے جسم کے ہر جوڑ پر خدا کی راہ میں لگا زخم نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ جنگِ یمامہ کے روز ان کے جوڑوں پر زخم پہنچے جن کی وجہ سے یہ شہید ہو گئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد4صفحہ193 عَبْد اللّٰہ بن مَخْرَمہ،دارالفکر بیروت 2001ء)

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہؓ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ جوانی میں بھی بڑی عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے سال میں حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہؓ اور حضرت ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالمؓ ایک ساتھ تھے۔ ہم تینوں باری باری بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لشکر کے لیے کچھ مال بھی تھا، اس کی حفاظت کرنی ہوتی تھی۔ چنانچہ جس دن لڑائی شروع ہوئی وہ دن میرا بکریاں چرانے کا تھا۔ پس میں بکریاں چرا کر آیا تو میں نے حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہؓ کو میدانِ جنگ میں زخمی حالت میں گرا ہوا پایا تو میں ان کے پاس ٹھہر گیا۔ انہوں نے کہا اے عبداللہ بن عمرؓ! کیا روزہ دار نے افطاری کر لی ہے؟ شام کا وقت ہو گیا تھا، میں نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ اس ڈھال میں کچھ پانی دے دو کہ میں اس سے افطار کر لوں۔ وہ جنگ میں بھی روزے کی حالت میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں پانی لینے چلا گیا مگر جب میں واپس آیا تو وہ وفات پا چکے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثالث صفحہ 377 ''عبد اللّٰہ بن مَخْرَمہ''دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 570 حضرت عبداللہ مَخْرَمہ مطبوعہ دار اشاعت کراچی)

حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ اگلے صحابی ہیں جن کا اب میں ذکر کروں گا۔ حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ کا نام عمیر بن مَعْبَدؓ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے والد کا نام مَعْبَد بن أَزْعر تھا۔ حضرت عَمْرو بن مَعْبَد رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو ضُبَیْعہ سے تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 465 ، باب الانصار و من معھم ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ غزوۂ حنین کے روز ان سو بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے صحابہ میں سے تھے جن کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہو گیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ353 ''عمیر بن مَعْبَد''، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء)

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے رہے۔ ایک روایت میں یہ بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن ہماری صورتِ حال یہ تھی کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں پیٹھ پھیرے ہوئے تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سو آدمی بھی نہیں تھے۔

(سنن الترمذی ابواب الجهاد بَابُ مَا جَاءَ فِي الثَّبَاتِ عِنْدَ القِتَالِ حدیث 1689)

غزوۂ حنین کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کی تعداد کے متعلق مختلف آرا ہیں۔ ان کے مطابق ایسے صحابہ کی تعداد اسّی اور سو کے درمیان تھی۔

(سبل الهدٰی و الرشاد جلد 05 صفحہ 484، ذکر من ثبت مع رسول اللہ ﷺ یوم حنین، دار احیاء التراث قاهرہ 1992ء)

بعض کہتے ہیں سو تھی، بہر حال یہ تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔

پھر جن صحابی کا ذکر اس وقت کروں گا ان کا نام ہے حضرت نعمان بن مالکؓ۔ حضرت نعمان بن مالکؓ کا نام نعمان بن قَوقَل بھی بیان کیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے ان کا نام ابن قوقل بیان کیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی جو ایک عالم تھے وہ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ابن قوقل کا مکمل نام نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم تھا اور ثعلبہ یا اَصرَم کا لقب قوقل تھا اور نعمان اپنے دادا کی طرف منسوب ہوتے تھے اس لیے انہیں نعمان بن قوقل کہا جاتا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر باب الکافر یقتل المسلم..... حدیث 2827)

(عمدة القاری جلد 14 صفحہ 182-183 کتاب الجهاد والسیر باب الکافر یقتل المسلم..... ، دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

حضرت نعمان بن مالکؓ کی چال میں ذرا لنگڑاپن پایا جاتا تھا۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم جلد 04 صفحہ 317، باب النون، 2850 النعمان بن قوقل الانصاری، دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

حضرت نعمان بن مالکؓ کے والد کا نام مالک بن ثعلبہ اور والدہ کا نام عَمرہ بنت زیاد تھا اور وہ حضرت مُعَذَّر بن زیاد کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو غَنَم سے تھا۔ یہ قبیلہ قوقل کے نام سے مشہور تھا۔ ابن ہشام کے نزدیک حضرت نعمان بن مالکؓ نعمان قوقل کے نام سے بھی مشہور تھے اور ابن ہشام نے ان کا قبیلہ بنو عَدِی بھی بیان کیا ہے۔

قوقل کیوں کہلاتے تھے پچھلی دفعہ بھی ایک خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ جب مدینے میں کسی سردار کے پاس کوئی شخص پناہ کا طلب گار ہوتا تو اسے یہ کہا جاتا تھا کہ اس پہاڑ پر جیسے مرضی چڑھ۔ یعنی اب تو امن میں ہے، جس طرح مرضی رہ اور تُو اس حالت میں لوٹ جا کہ تو فراخی محسوس کر، کوئی تنگی نہیں اب تجھے اور کسی چیز کا خوف نہ کھا اور وہ لوگ جو پناہ دینے والے تھے وہ قواقلہ کے نام سے مشہور تھے۔

تاریخ لکھنے والے ابن ہشام یہ کہتے ہیں کہ ایسے سردار جب کسی کو پناہ دیتے تو اسے ایک تیر دے کر کہتے اس تیر کو لے کر اب جہاں مرضی جا۔ حضرت نعمانؓ کے دادا ثعلبہ بن دعد کو قوقل کہا جاتا تھا۔ پناہ دینے والوں میں سے تھے۔ اسی طرح خزرج کے سردار غنم بن عوف کو بھی قوقل کہا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت بھی قوقل کے لقب سے مشہور

تھے۔ بنو سالم، بنو غنم اور بنو عوف بن خزرج کو بھی قواقلہ کہا جاتا تھا۔ بنو عوف کے سردار حضرت عبادہ بن صامت تھے۔

حضرت نعمان بن مالکؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ انہیں صفوان بن امیہ نے شہید کیا تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نعمان بن مالکؓ کو اَبان بن سعید نے شہید کیا تھا۔ حضرت نعمان بن مالکؓ حضرت مُجَذَّر بن ذیاد اور حضرت عبادہ بن حِسْحاس کو غزوۂ احد کے موقع پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ414 ''النعمان بن مالك''، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2012ء)(اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 158-159 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 560 ذِكْرُ مَن اسْتُشْهِدَ بِأُحُدٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ صفحہ 468 الانصار ومن معھم ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2001)(عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 182 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

حضرت نعمان بن مالکؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ احد کے لیے نکلتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن اُبی بن سلول سے مشورہ کے وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بخدا میں جنت میں ضرور داخل ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ تو حضرت نعمانؓ نے عرض کیا اس وجہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور میں لڑائی سے ہرگز نہ بھاگوں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الخامس صفحہ 322 ''النعمان بن مالك الخزرجی''دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

خالد بن ابو مالک جعدی روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں یہ روایت پائی کہ حضرت نعمان بن قوقل انصاریؓ نے دعا کی تھی کہ مجھے تیری قسم اے میرے رب! ابھی سورج غروب نہیں ہو گا کہ میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت کی سرسبزی میں چل رہا ہوں گا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی کیونکہ میں نے اسے دیکھا، یہ کشفی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ جنت میں چل رہا تھا اور اس میں کسی قسم کا لنگڑاپن یا لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم جلد 04 صفحہ 317، النعمان بن قوقل الانصاری، دار الکتب العلمیة بیروت 2002)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے جبکہ صحابہ اسے فتح کر چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! مجھے بھی حصہ دیں۔ سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا کہ یا رسول اللہ! اسے حصہ نہ دیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے۔

ابن سعید بن عاص نے کہا کہ اس پر تعجب ہے ہم پر اکڑتا ہے۔ ابھی ضأن پہاڑی، جو تہامہ کے علاقہ میں ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کے قبیلے دوس کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے کہتے ہیں اس کی چوٹی پر سے بکریاں چراتا ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھ پر عیب لگاتا ہے کہ میں نے ایک مسلمان مرد کو قتل کر دیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ جس کو

اللہ نے میرے ہاتھ سے عزت دی اور مجھے اس کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا۔ بڑا ہوشیاری سے بیان دیا۔ سفیان کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حصہ دیا یا نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجهاد والسیر بَابُ الكَافِرِ يَقْتُلُ المُسْلِمَ ..... حدیث 2827)(معجم البلدان جلد 2 صفحه 223)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت نعمان بن قوقلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر میں فرض نمازیں ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حرام چیزوں کو حرام قرار دوں اور حلال چیزوں کو حلال قرار دوں اور اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! مَیں اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کروں گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 23 صفحه 78 مسند جابر بن عبد الله حدیث 14747، مؤسسة الرسالة 2008ء)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نعمان بن قوقلؓ مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا اے نعمان! دو رکعتیں ادا کرو۔ یہ جمعہ کی جو سنتیں ہیں ان کا بھی مسئلہ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپؐ نے انہیں کہا کہ دو رکعتیں ادا کرو اور ان میں اختصار سے کام لو۔ مختصر طور پر جمعہ کی سنتیں پہلے پڑھ لو۔ خطبہ شروع ہو گیا ہے دو رکعت ادا کرو اور مختصر پڑھو۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے اور وہ دونوں رکعتیں ہلکی ہوں۔

(معرفة الصحابة لابی نعیم جلد 04 صفحه 317، النعمان بن قوقل الانصاری، دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

پھر جن صحابی کا اس وقت ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت خُبَیب بن عدی انصاریؓ۔ حضرت خُبَیب بن عدیؓ انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو جَحْجَبٰی بن عوف سے تعلق رکھتے تھے۔

(اسد الغابه فی معرفة الصحابه جزء1 صفحه681 ،'خُبَیْب بن عدی' دار الفکر 2003ء)

حضرت عمیر بن ابو وقاصؓ نے جب مکّے سے مدینے ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت خُبَیب بن عدیؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

(عیون الاثر جلد اول صفحه 232 ذکر المؤاخات، دارالقلم بیروت، 1993ء)

حضرت خُبَیب بن عدیؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور انہوں نے اس جنگ میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ غزوۂ بدر میں مجاہدین کے اسباب کی نگرانی ان کے سپرد تھی۔

(سیر الصحابہ جلد 3 حصہ چہارم صفحہ 309 ادارۂ اسلامیات لاہور)

حضرت خُبَیب بن عدیؓ چار ہجری میں واقعۂ رجیع میں شامل تھے۔ حضرت خُبَیب بن عدیؓ اور حضرت زید بن دَثِنَہؓ کو مشرکین نے قید کر لیا اور انہیں مکہ ساتھ لے گئے اور مکّے پہنچ کر ان دونوں صحابہ کو فروخت کر دیا گیا۔ حارث بن عامر کے بیٹوں نے حضرت خُبَیبؓ کو خریدا تا کہ وہ اپنے باپ حارث کے قتل کا بدلہ لے سکیں جسے بدر کے روز خُبَیبؓ نے قتل کیا تھا۔ ابن اسحاق کے مطابق مُجَیّر بن ابو اِھاب تمیمی نے حضرت خُبَیبؓ کو خریدا تھا

جو حارث کی اولاد کا حلیف تھا۔ اس سے حارث کے بیٹے عقبہ نے حضرت خُبَیبؓ کو خریدا تھا تا کہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عُقبہ بن حارث نے حضرت خُبَیبؓ کو بنو نجار سے خریدا تھا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو اِھاب، عکرمہؓ بن ابو جہل، اَخْنَس بن شریف، عبیدہ بن حکیم، امیہ بن ابو عُتْبہ حضرمی کے بیٹوں نے اور صفوان بن امیہ نے مل کر حضرت خُبَیبؓ کو خریدا تھا۔ یہ سب وہ افراد تھے جن کے آباء غزوۂ بدر میں قتل کیے گئے تھے۔ ان سب نے حضرت خُبَیبؓ کو خرید کر عُقبہ بن حارث کو دے دیا تھا جس نے انہیں اپنے گھر میں قید کر لیا تھا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء2 صفحہ23 تا25، 'خُبَیْب بن عدی' دار الکتب العلمیة بیروت2002ء)
(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 513)

بخاری میں واقعۂ رجیع کی بابت کچھ تفصیلات یوں بیان ہوئی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کا ایک دستہ حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور عاصم بن ثابت انصاریؓ کو جو عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا تھے اس کا امیر مقرر کیا۔ یہ لوگ چلے گئے۔ جب ھَدَأَہ مقام پر پہنچے جو عُسْفان اور مکّے کے درمیان ہے تو ان کے متعلق کسی نے بنو لَحْیان کو خبر کر دی جو ھُذیل قبیلے کا ایک حصہ ہے۔ یہ خبر سن کر بنو لَحْیان کے تقریباً دو سو آدمی جو سب کے سب تیر انداز تھے نکل کھڑے ہوئے اور ان کے قدموں کے نشانوں پر ان کے پیچھے پیچھے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہ جگہ دیکھ لی، وہاں تک پہنچ گئے جہاں انہوں نے کھجوریں کھائی تھیں۔ جہاں یہ دس آدمی رکے تھے اور کھجوریں کھائی تھیں جو مدینے سے بطور زادِ راہ کے لے کے آئے تھے، سفر کے کھانے پینے کا سامان لے کے آئے تھے، تو وہاں بیٹھ کر انہوں نے کھجوریں کھائی تھیں۔ وہاں کھجوروں کی گٹھلیاں پھینکیں تو انہیں دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ یثرب کی کھجوریں ہیں، مدینے کی کھجوریں ہیں اور پھر وہ قدموں کے نشان پر ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

جب عاصم اور ان کے ساتھیوں نے ان کو آتے دیکھا تو انہوں نے ایک ٹیلے پر پناہ لے لی۔ ان لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور ان سے کہنے لگے کہ نیچے اتر آؤ اور تم اپنے آپ کو ہمارے سپرد کر دو اور ہماری طرف سے تمہارے لیے یہ عہد ہے کہ ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن ثابت جو اس دستے کے امیر تھے بولے کہ یقیناً اگر میں اپنے آپ کو سپرد کروں گا تو آج کافر کی امان پر ٹیلے سے اترنا ہو گا اور میں کافر کی امان پر ٹیلے سے نہیں اتروں گا۔ پھر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! اپنے نبیؐ کو ہمارے متعلق خبر کر دے۔ ان لوگوں نے اس پر تیر چلائے اور عاصم کو سات آدمیوں سمیت مار ڈالا۔ یہ دیکھ کر تین آدمی عہد و پیمان پر اعتماد کرتے ہوئے، ان کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے پاس نیچے آ گئے۔ ان میں خُبَیب انصاری اور ابن دِثِنَہ اور ایک اَور شخص تھے۔ جب یہ نیچے آ گئے تو کافروں نے ان کو قابو کر لیا۔ انہوں نے اپنی کمانوں کی تندیاں کھولیں اور ان کی مشکیں کسیں، اس سے ان کو باندھ دیا۔ تیسرا شخص کہنے لگا کہ یہ پہلا دغا ہے۔ بخدا میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میرے لیے ان لوگوں میں راحت بخش نمونہ ہے جو شہید ہوئے۔ میں تو یہیں ہوں۔ شہید کرنا ہے تو کرو۔ انہوں نے اسے کھینچا اور کشمکش کی کہ وہ کسی طرح

ان کے ساتھ جائیں مگر وہ نہ مانے۔ آخر انہوں نے ان کو مار ڈالا اور خُبَیب اور ابن دَثِنَہ کو پکڑ کر لے گئے اور جا کر مکّے میں ان کو بیچ دیا۔ یہ جنگِ بدر کے بعد کا واقعہ ہے اور خُبَیب کو بنو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے خرید لیا اور خُبَیب ہی تھے جنہوں نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ خُبَیب ان کے پاس قید رہے۔

ابن شہاب کہتے تھے کہ عبید اللہ بن عیاض نے مجھے بتایا کہ حارث کی بیٹی نے ان سے ذکر کیا کہ جب انہوں نے اتفاق کر لیا کہ انہیں مار ڈالیں گے۔ جنہوں نے ان کو خرید کر قیدی بنایا تھا وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ اب ان کو قتل کر دینا ہے، شہید کر دینا ہے تو خُبَیبؓ نے اسی قید کے دوران میں ایک دن ان سے استرا مانگا کہ اسے استعمال کریں۔ یہ بڑا مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے استرا دے دیا۔ حارث کی بیٹی کہتی ہے کہ اس وقت میری بے خبری کی حالت میں میرا ایک بچہ خُبَیب کے پاس آیا اور انہوں نے اس کو لے لیا۔ اس نے کہا کہ میں نے خُبَیبؓ کو دیکھا کہ وہ بچے کو اپنی ران پر بٹھائے ہوئے ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے۔ میں یہ دیکھ کر اتنا گھبرائی کہ خُبَیبؓ نے گھبراہٹ کو میرے چہرے سے پہچان لیا اور بولے تم ڈرتی ہو کہ میں اسے مار ڈالوں گا۔ میں تو ایسا نہیں ہوں کہ یہ کروں۔ حارث کی بیٹی کہا کرتی تھی کہ بخدا میں نے کبھی ایسا قیدی نہیں دیکھا جو خُبَیب سے بہتر ہو۔ پھر کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن ان کو دیکھا کہ خوشہ انگور ان کے ہاتھ میں تھے، انگوروں کا ایک گچھا ان کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس سے انگور کھا رہے تھے اور وہ زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکّے میں کوئی پھل بھی نہ تھا۔ کہتی تھیں کہ یہ اللہ کی طرف سے رزق تھا جو اس نے خُبَیبؓ کو دیا۔ جب ان لوگوں کو حرم سے باہر لے گئے کہ ایسی جگہ قتل کریں جو حرم نہیں ہے تو خُبَیبؓ نے ان سے کہا مجھے اجازت دو کہ میں دو رکعتیں نماز پڑھ لوں اور انہوں نے ان کو اجازت دے دی تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں اور کہنے لگے مجھے یہ گمان نہ ہوتا کہ تم یہ خیال کرو گے کہ میں اس وقت جس حالت میں نماز میں ہوں گھبراہٹ کا نتیجہ ہے، مجھے کوئی مرنے کی گھبراہٹ ہے تو میں ضرور یہ نماز لمبی پڑھتا۔ پھر انہوں نے اپنے خدا سے دعا کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے اللہ! ان کو ایک ایک کر کے ہلاک کر۔ جب ان کو شہید کرنے لگے اس وقت انہوں نے یہ بھی دعا کی کہ اے اللہ! ان کو ایک ایک کر کے ہلاک کر۔ پھر حضرت خُبَیبؓ نے یہ شعر بھی پڑھے کہ

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ
وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَأْ
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

کہ جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جا رہا ہوں مجھے پروا نہیں کہ کس کروٹ اللہ کی خاطر گروں گا اور میرا یہ گرنا اللہ کی ذات کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کیے ہوئے جسم کے جوڑوں کو برکت دے سکتا ہے۔

علامہ حجر عسقلانی جو بخاری کے شارح ہیں وہ غزوۂ رجیع کے تحت ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت خُبَیب نے شہادت کے وقت یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ أَحْصِھِمْ عَدَدًا۔ کہ اے اللہ! ان دشمنوں کی گنتی کو شمار کر

رکھ۔ یہ جو میرے دشمن ہیں ان کو گنتی کر لے تا کہ ان سے بدلہ لے سکے اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا اور انہیں چن چن کر قتل کر اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ۔

(بخاری کتاب المغازی باب هل یستاسر الرجل؟ ..... حدیث 3045)

(فتح الباری شرح صحیح البخاری للامام ابن حجر عسقلانی جزء 7 صفحہ 488 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

بہر حال انہوں نے نفل پڑھے اور آخر حارث کے بیٹے عُقبہ نے حضرت خُبَیب بن عدیؓ کو وہاں جا کے پھر خُبَیبؓ کو قتل کر دیا، شہید کر دیا اور ایک اَور روایت بخاری میں ہے اس کے مطابق حضرت خُبَیب کو ابو سَرْوَعَہ نے قتل کیا تھا اور یہ خُبَیب ہی تھے جنہوں نے ہر ایسے مسلمان کے لیے دو رکعت پڑھنے کی سنت قائم کی جو اس طرح باندھ کر مارا جائے۔

اللہ نے عاصم بن ثابتؓ کی دعا جس دن وہ شہید ہوئے وہ قبول فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتایا جو پہلے ذکر ہو چکا ہے عاصم بن ثابتؓ نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دے جو اس قافلے کے لیڈر تھے جن میں حضرت خُبَیبؓ بھی شامل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو بتایا کہ جو ان لوگوں کے ساتھ واقعہ ہوا ہے اور جو انہیں تکلیف پہنچی تھی اور جب کفارِ قریش کو بعض لوگوں نے بتایا کہ عاصمؓ قتل کیے گئے ہیں تو انہوں نے عاصمؓ کی طرف کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ ان کی لاش میں سے ایسا حصہ لائیں کہ جس سے وہ پہچانے جائیں۔ عاصمؓ نے بدر کے دن ان کے بڑے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا تو عاصمؓ کی لاش پر بھڑوں کا ایک جھنڈ بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا جو سائبان کی طرح اس کے اوپر چھایا رہا اور ان کی لاش کو کفار کے بھیجے ہوئے آدمی کچھ نقصان نہ پہنچا سکے اور ان سے بچا لیا، وہ کوئی ٹکڑہ نہ کاٹ سکے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ الرجیع و رعل و ذکوان و بئر معونہ ..... حدیث 4086-4087)

حضرت خُبَیبؓ کو جب شہید کیا جانے لگا تو اُس وقت انہوں نے یہ بھی دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام پہنچا سکوں پس تو خود میری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچا دے۔ جب حضرت خُبَیبؓ قتل کیے جانے کے لیے تختہ پر چڑھے تو پھر دعا کی۔ کہتے ہیں کہ ایک مشرک نے جب یہ دعا سنی کہ اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا کہ یعنی اے اللہ! ان کی گنتی کو شمار کر رکھ اور ان کو چن چن کر قتل کر تو وہ خوف سے زمین پر لیٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ سوائے اس شخص کے جو زمین پر لیٹ گیا تھا حضرت خُبَیبؓ کے قتل میں شریک تمام لوگ زندہ نہ رہے، سب ختم ہو گئے۔ حضرت معاویہ بن ابو سفیانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ اس موقعے پر موجود تھا۔ جب میرے والد نے حضرت خُبَیب کی دعا سنی تو وہ مجھے زمین پر گرانے لگے۔ اَور بھی کچھ لوگ ہوں گے بہر حال پہلی روایت ہے، ایک دوسری روایت یہ بھی ہے۔ عُروہ بیان کرتے ہیں مشرکین میں سے جو اس موقعے پر موجود تھے ان میں ابو اِھَاب، اَخْنَس بن شُرَیق، عُبَیدہ بن حکیم اور امیہ بن عُتبہ شامل تھے۔

وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس واقعے کی خبر دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو بتایا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا، مجلس لگی ہوئی تھی بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا خُبَيْبُ کہ اے خُبَیب تجھ پر خدا کی سلامتی ہو اور قریش نے انہیں قتل کر دیا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری للامام ابن حجر عسقلانی جزء 7 صفحہ 488 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی حدیث نمبر 4086)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سلام پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ یہ شرح صحیح بخاری کی ہے اس میں یہ لکھا ہے۔

حضرت خُبَیبؓ کو جب شہید کر دیا گیا تو مشرکین نے ان کا چہرہ قبلے کے علاوہ دوسری طرف کر دیا لیکن ان مشرکین نے حضرت خُبَیبؓ کا چہرہ تھوڑی دیر بعد دوبارہ دیکھا تو وہ قبلہ رخ تھا۔ وہ لوگ بار بار حضرت خُبَیبؓ کے منہ کو دوسری طرف پھیرتے تھے لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے چنانچہ مشرکین نے انہیں اسی حال پر چھوڑ دیا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابه جزء 2 صفحه 227 ، 'خُبَیب بن عدی' دار الکتب العلمیه بیروت 2005ء)

ایک اَور روایت میں یہ بھی ہے کہ قریش نے خُبَیبؓ کو ایک درخت کی شاخ سے لٹکا دیا اور پھر نیزوں کی چوکیں دے دے کر قتل کیا۔ اس مجمعے میں ایک شخص سعید بن عامر بھی شریک تھا۔ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت تک اس کا یہ حال تھا کہ جب کبھی اسے خُبَیبؓ کا واقعہ یاد آتا تھا تو اس پر غشی طاری ہو جاتی تھی ظلم کرنے والوں میں یہ شامل تھا بعد میں مسلمان ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 515 تا 516)

ان کے حوالے سے کچھ واقعات اَور بھی ہیں۔ اب یہ آئندہ بیان ہوں گے۔

اس وقت ایک تو میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ شعبہ تاریخ احمدیت جو ہے انہوں نے اپنی ایک ویب سائٹ شروع کی ہے اور اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر مشتمل ہے جس میں تاریخ احمدیت اور سیرت و سوانح سے متعلق جماعتی جو طبع شدہ مواد ہے وہ دیا جا رہا ہے مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے احمدیت، اصحابِ احمد، شہدائے احمدیت، درویشانِ قادیان، مبلغین سلسلہ اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کی سیرت و سوانح سے متعلق کتب ہیں، مقالہ جات ہیں، مضامین ہیں، یادگار تصاویر ہیں، تاریخ احمدیت کی جتنی جلدیں اب تک شائع ہو چکی ہیں وہ تمام جلدیں، ذیلی تنظیموں، ممالک اور شہروں کی جماعتی تاریخیں ہیں، بزرگان سلسلہ کی قلمی تحریرات ہیں، بعض تبرکات کی تصاویر ہیں، اخبارات اور رسائل کے اہم اور نادر تراشے ہیں۔

تحقیقی اور تاریخی مضامین دیے گئے ہیں، اہم جماعتی تقاریب اور جماعتی عمارات مثلاً مساجد اور مشن ہاؤسز، مرکزی ادارہ جات، تعلیمی ادارہ جات، ہسپتال، ڈسپنسریز، گیسٹ ہاؤسز وغیرہ کی تصاویر ہیں ان کا حتی الوسع تعارف دیا گیا ہے۔ یوٹیوب کے ایک ویڈیو چینل کے ذریعے ایم ٹی اے کی بعض نادر ڈاکیومنٹریز وغیرہ بھی دی گئی ہیں۔ اس ویب سائٹ میں جماعت احمدیہ کے ابتدا سے اب تک کے اہم تاریخی واقعات پر مشتمل timeline بھی دی جا رہی ہے۔ تو ان شاء اللہ جمعے کے بعد میں اس ویب سائٹ کو لانچ بھی کر دوں گا۔

دوسری ایک افسوسناک خبر ہے کہ ہمارے پرانے مشنری صفی الرحمٰن خورشید صاحب جو افریقہ میں بھی اور جگہوں پر بھی مبلغ رہے ہیں اور پھر نصرت آرٹ پریس کے مینیجر تھے۔ ابن حکیم حفیظ الرحمٰن سنوری صاحب۔

16/ ستمبر کو 75 سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا میں جنازہ غائب ابھی پڑھاؤں گا۔

آپ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نواسے تھے۔ صفی الرحمٰن خورشید صاحب کے والد بھی واقفِ زندگی تھے اور حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر سندھ کی زمینوں پر انہوں نے خدمات انجام دیں۔ صفی الرحمٰن صاحب کی ابتدائی تعلیم ربوہ میں تھی۔ پھر ان کی والدہ نے ایک خواب دیکھی جس کی بنا پر 1961ء میں یہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے اور 1970ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی سے ان کی ایک بیٹی اور دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ ان کی بیٹی بھی یہیں رہتی ہیں، روشن آرا، جمیل احمد صاحب کی اہلیہ ہیں۔ جامعہ پاس کرنے کے بعد صفی الرحمٰن صاحب کچھ عرصہ ربوہ میں مرکزی دفاتر میں رہے۔ اس کے بعد چکوال میں مربی رہے اور وہاں ایک سال تک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت حکیم عبداللہ صاحب کے ساتھ مل کر انہوں نے خدمت کی توفیق پائی۔

1972ء میں ان کو سیرالیون بھیج دیا گیا اور کہتے ہیں کہ افریقہ روانگی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ ہدایت فرمائی کہ افریقن سے محبت کرتے رہنا اور کہتے ہیں کہ اس نصیحت کو میں نے پلّے باندھا۔ پھر ایک دفعہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی نصرت کا اپنا ایک واقعہ بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ سیرالیون میں دور دراز کے علاقے میں لمبا پیدل اور کشتی پر سفر کر کے شام کے وقت ایک آبادی میں پہنچے اور ایک بوڑھے افریقن احمدی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہاں پہنچے تو گاؤں کا چیف وہاں موجود نہیں تھا لہٰذا ان کے جو اصول ہیں، روایات ہیں اس کے مطابق چیف امام کے پاس گئے۔ چیف امام نے بات سننے سے انکار کر دیا اور گاؤں سے نکال دیا۔ رات ہو رہی تھی، کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ واپس چل پڑے۔ تھوڑی دور گاؤں سے جنگل کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا اور وہاں ایسا علاقہ تھا جہاں سمندر کی یا دریا کی، پانی کی لہریں بھی آ جایا کرتی تھیں۔ کہتے ہیں ہم چل رہے تھے، بڑے پریشان تھے تو ایسے وقت میں ایک طرف سے ایک آدمی نے آواز دی جو اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اور پھر اس نے ہمیں اپنے جھونپڑے میں پناہ دے دی۔ کچھ دیر کے بعد پھر کچھ آوازیں آنا شروع ہوئیں، لوگ بلا رہے تھے ہمیں اور قریب آئے تو پتا لگا کہ کہہ رہے تھے کہ چیف امام نے تمہیں واپس بلایا ہے کیونکہ جب سے اس نے تمہیں نکالا ہے تمہارے جاتے ہی اس کے سر میں شدید درد شروع ہو گئی ہے۔ اس پر اس نے کہا ہے کہ بلا کے لاؤ شاید ان کی وجہ سے میرے سر میں درد ہے۔

بہرحال یہ واپس گئے، اس نے سارے گاؤں والوں کو جمع کیا اور کہتے ہیں وہاں رات کو ہم نے تبلیغ کی۔ دس بارہ لوگوں نے احمدیت قبول کر لی اور کہتے ہیں چیف امام کی سر درد کے لیے ہم نے سورۂ فاتحہ کا دَم کیا تو وہ بھی اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے خود ان کی رہائش کا بھی انتظام کر دیا اور نہ صرف یہ بلکہ بیعتیں بھی عطا فرما دیں۔ وہاں ان کو سیرالیون میں پرنٹنگ پریس جاری کرنے کا شروع کرنے کا بھی موقع ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وہاں خاص مشینیں بھجوائیں جو وہاں لگائی گئیں۔ اس زمانے میں پہلے وہاں پریس کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔ بہرحال انہوں نے اس کو بڑی کامیابی سے چلایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس پریس کی وجہ سے ان کی کافی تعریف

کیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد ان کا تقرر نائیجیریا میں ہو گیا۔ وہاں بھی انہوں نے جماعت کا پریس جاری کیا اور بڑی کامیابی سے چلایا بلکہ اس دوران میں ایک حادثہ بھی پیش آیا کہ کام کرتے کرتے پریس کی مشین میں آ کے ان کی ایک انگلی کٹ گئی، اور بڑا علاج کرایا لیکن ٹھیک نہیں ہوتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو جب پتا لگا تو آپؒ نے ان کو کہا کہ لندن آ کر علاج کرواؤ اور پھر اللہ کے فضل سے یہ ٹھیک بھی ہو گئی۔ پھر رقیم پریس جب یہاں قائم ہونا تھا۔ یہ یہاں تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ تم یہاں پہ پریس لگانے کی کوشش کرو اور جو کمیٹی تشکیل دی اس میں مصطفیٰ ثابت صاحب اور مبارک ساقی صاحب بھی شامل تھے۔ اس میں ان کو بھی شامل کیا اور پھر یہاں اس وقت سے پریس بھی اللہ کے فضل سے چل رہا ہے۔

سترہ سال ان کو افریقہ کے ممالک میں سیرالیون اور نائیجیریا میں خدمت کی توفیق ملی۔ پھر 1988ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دورۂ افریقہ کے دوران ان کو فرمایا کہ کیمرون جاؤ، وہاں جماعت شروع کرو۔ چنانچہ بڑی مشکلوں سے ان کو ویزہ ملا۔ یہ وہاں گئے اور ایک ماہ تک کیمرون میں رہے اور وہاں تبلیغ کے مواقع بھی پیدا ہو گئے۔ ریڈیو پر آپ کے انٹرویو شائع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دورے کے دوران ایک خاندان نے بیعت کی توفیق بھی پائی۔ 1988ء میں یہ واپس پاکستان آ گئے۔ پھر لاہور میں بطور مربی خدمت کی توفیق پائی۔ یہاں بھی مختلف مواقع پر جلسے پہ آیا کرتے تھے۔ پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں خدمات بجالاتے رہے مختلف۔ 1991ء سے نصرت آرٹ پریس کے مینیجر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ پھر کچھ عرصے سے سٹروک (stroke) کی وجہ سے بیمار تھے تو انہوں نے ریٹائرمنٹ بھی لے لی۔

اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے درجات بلند کرے اور ان کی ایک بیٹی ہے اس کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے، اہلیہ کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11/ اکتوبر 2019ء جلد 26 شمارہ 61 صفحہ 05 تا 10)

39

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27/ ستمبر 2019ء بمطابق 27/ تبوک 1398 ہجری شمسی
بمقام جلسہ گاہ جماعت احمدیہ ہالینڈ، نن سپیت (ہالینڈ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہالینڈ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے اور کئی سال بعد مجھے بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے رہا ہے کہ آپ کے جلسے میں شامل ہوں۔ گذشتہ کئی سال سے امیر صاحب جلسے پر آنے کا کہتے رہے مگر دوسری جماعتی مصروفیات کی وجہ سے باوجود خواہش کے یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ مجھے آج اس جلسے میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں ہالینڈ میں جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، 3/1 تو اضافہ یقیناً ہوا ہے۔ بہت سے لوگ پاکستان سے ہجرت کر کے آئے ہیں، کچھ نئے لوگ بھی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ بہر حال دنیا کی دوسری جماعتوں کی طرح ہالینڈ کی جماعت بھی اپنی جو ان کی تعداد تھی یا جو ان کے وسائل تھے اس لحاظ سے ترقی کر رہی ہے۔ لٹریچر وغیرہ کی اشاعت بھی اب یہاں بہتر طریقے پر ہو رہی ہے۔ نئے سینٹر اور ایک مسجد بھی جماعت کو ملی ہے۔ ابھی میں نے دیکھی تو نہیں لیکن لوگوں سے المیرے کی مسجد کی خوب صورتی کی تعریف سنی ہے کہ آپ لوگوں نے بڑی اچھی مسجد بنائی ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے ہفتے اس کا افتتاح یعنی رسمی افتتاح بھی ہو گا۔ ویسے تو وہاں نمازیں پڑھی جا رہی ہوں گی اور پڑھی جا رہی ہیں۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھیں یہ تعداد میں اضافہ یا مشن اور سینٹر زبنانا یا مسجد تعمیر کرنا اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب ان کے مقاصد کو پورا کیا جائے۔

پس یہاں رہنے والے ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ دیکھے اور تلاش کرے کہ وہ کیا مقاصد ہیں جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر پورے کرنے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ ان پچھلے چند سالوں میں بہت سے احمدی ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں اور یہاں جماعت کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ کیوں ہجرت کر کے آئے ہیں؟ اس لیے کہ خاص طور پر پاکستان میں احمدیوں کو مذہبی آزادی نہیں ہے، احمدیوں کو مذہب کے نام پر تنگ کیا جاتا ہے، ان کے حقوق سلب کیے جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے زمانے کے امام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور حکم کے مطابق مانا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور اس کی عبادت کرنے سے اس لیے روکا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی بیعت میں کیوں آئے ہیں۔ مسجدیں بنانا تو ایک طرف ہمیں اپنے لوگوں کی تربیت کے لیے جلسے اور اجتماع کرنے سے

بھی روکا جاتا ہے بلکہ گھروں میں بھی قانون کی رُو سے ہم نمازیں نہیں پڑھ سکتے۔ عید قربان پر ہم جانوروں کی قربانی نہیں کر سکتے بلکہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر بھی مقدمے ہو جاتے ہیں اور اس لیے بھی کہ نام نہاد علماء اور ان کے چیلوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ پس ایسے حالات میں بہت سے احمدی پاکستان سے ہجرت کر کے دوسرے ممالک جہاں مذہبی آزادی ہے چلے جاتے ہیں، ہجرت کر گئے ہیں۔

آپ میں سے بھی جو یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں انہیں یہاں مذہبی آزادی بھی ہے اور مالی اور معاشی لحاظ سے بھی اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کے مواقع بھی ملے ہیں۔ پس ہر احمدی کو جو ان پابندیوں سے آزاد ہو کر زندگی گزار رہا ہے جو ان کو پاکستان میں تھیں خاص طور پر اس وجہ سے پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اپنی روحانی، علمی اور اخلاقی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس بات پر ہی خوش نہیں ہو جانا چاہیے کہ ہم آزاد ہیں اور کوئی ایسی پابندی ہم پر نہیں ہے جو ہمیں اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے۔

اگر ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق نہیں، اگر ہم نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے اظہار پہلے سے بڑھ کر ہم سے ظاہر نہیں ہو رہے تو اس آزادی کا کیا فائدہ ہے، ان جلسوں میں شامل ہونے کا کیا فائدہ؟ یہ مساجد کی تعمیر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ حقیقی فائدہ تو ہمیں اس آزادی کا تب ہی ہو گا جب ہم بیعت کا حق ادا کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان جلسوں کے انعقاد کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ سے اِذن پا کر فرمایا تھا اور اس لیے فرمایا تھا کہ ان جلسوں کی وجہ سے ہم میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں، ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بنیں اور اس کا صحیح فہم اور ادراک ہمیں حاصل ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرنے والے ہوں۔ اپنی روحانی، اخلاقی اور علمی حالت بہتر کرنے والے ہوں اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ جلسے کے مقاصد کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں اور اپنی بیعت میں آنے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔"

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351)

پس بڑا واضح ارشاد ہے کہ میری بیعت میں آ کر صرف زبانی دعوے تک نہ رہو بلکہ مخلصین میں شامل ہو جاؤ اور اخلاص اور وفا میں اس وقت ترقی ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہو۔ اس لیے شرائطِ بیعت میں بھی آپ نے یہ شرط رکھی ہے کہ بیعت کرنے والا قال اللہ اور قال الرسولؐ کو ہر معاملے میں دستور العمل قرار دے گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی ہر بات کو اپنے ہر معاملے میں تب ہی رہ نما بنایا جا سکتا ہے جب حقیقی محبت

ہو۔ پس یہ جلسے اس لیے منعقد کیے جاتے ہیں تا کہ بار بار ہمیں اس بات کی یاد دہانی ہوتی رہے کہ ہماری بیعت کا مقصد کیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ دنیا کی محبت بالکل نکل جائے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس پر غالب آ جائے۔ اس کے لیے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اور جب ہم نے عہدِ بیعت کیا ہے تو یہ جدوجہد کرنی چاہیے اور کرنی پڑے گی۔ ہمیں اپنے دنیاوی کاروبار اپنی عبادتوں کے لیے قربان کرنے پڑیں گے۔ دنیاوی مصروفیات اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کے لیے قربان کرنی پڑیں گی۔ جو چیز ہمیں اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی ہے اس سے بچنا ہو گا۔ اگر ہماری ملازمتیں، ہماری تجارتیں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے سے روکتی ہیں تو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں رہنے کے لیے ان برائیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہو گا، ان روکوں کو دُور کرنا ہو گا۔ اسی طرح اگر ہماری انائیں، ہماری نام نہاد دنیاوی عزتیں اور شہرتیں، ہماری خود غرضانہ سوچیں اور عمل حقوق العباد ادا کرنے سے روک رہی ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہے۔ حقوق العباد ادا کرنے کا بھی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور یہ نافرمانی کر کے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں رہنے کے مقصد کو پورا نہیں کر رہے۔

پھر جس بات کی طرف آپؑ نے توجہ دلائی ہے وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ آپؑ نے واضح فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تمام انسانوں سے محبت سے زیادہ ہونی چاہیے، ان سب پر حاوی ہونی چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ تک اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ آپؐ کے حکموں پر عمل کر کے اور آپؐ کی سنت پر چل کر ہی خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ دعاؤں کی قبولیت اور انجام بخیر ہونے کا وسیلہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ":دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (اٰلِ عمران:32) "یعنی کہہ دے اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تو اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ بھی محبت کرے گا اُس وقت جب تم رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو گے، ان کی سنت پر عمل کرو گے، ان کے حکموں کو بجالاؤ گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے۔ انسان کا مدعا صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیے۔ "یہی مقصد ہونا چاہیے کہ ہم نے صرف واحد اور لاشریک خدا کی تلاش کرنی ہے، کسی اَور چیز کی تلاش نہیں کرنی، کسی اَور کو اللہ کے مقابلے پر کھڑا نہیں کرنا۔ فرمایا" شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے رسوم کا تابع اور ہوا و ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیے۔"

فرمایا" دیکھو مَیں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اَور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔" آپؑ فرماتے ہیں کہ "ہمارا صرف ایک ہی رسولؐ ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 124-125)

فرمایا تم یاد رکھو کہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پیروی اور نماز روزہ وغیرہ جو مسنون طریقے ہیں ان کے سوا خدا کے فضل اور برکات کے دروازے کھولنے کی اَور کوئی کنجی ہے ہی نہیں۔ یہی ایک راستہ ہے کوئی اور دوسرا راستہ نہیں۔ پس ان برکات کو حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس محبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر چلنا بھی ضروری ہے۔ اگر یہ نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح فرمادیا کہ پھر میری بیعت بھی بے فائدہ ہے۔ تمہارا یہاں جلسوں پر جمع ہونا بھی بے فائدہ ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مَیں تو اللہ تعالیٰ کے اس محبوب کا عاشق ہوں۔ پس اگر تم میری بیعت میں رہنا چاہتے ہو تو لازماً تمہیں بھی میرے محبوب سے محبت کرنی ہو گی۔

پھر فرمایا اپنے اندر حالتِ انقطاع پیدا کرو یعنی ایسی حالت پیدا کرو جو دنیا کے لہو و لعب اور چکا چوند سے تمہیں علیحدہ کر دے۔ تمہارا ہر عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تابع ہو جائے۔ یقیناً دنیا کمانا اور دنیا کے کام اور کاروبار کرنا یہ منع نہیں ہے، خدا تعالیٰ نے ہی ان کا حکم دیا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم یہ کام کیا کرتے تھے، وہ بھی کاروبار کرتے تھے، تجارتیں کرتے تھے، ان کے بڑے بڑے کاروبار تھے۔ وہ بھی لاکھوں اور کروڑوں کے کاروبار کرتے تھے اور لین دین کرتے تھے اور لاکھوں اور کروڑوں کی جائیداد کے مالک تھے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت ان پر غالب تھی اور وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حق بھی ادا کرنے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی پیروی بھی کرنی ہے۔ انہیں یہ فکر ہوتی تھی کہ ہم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جس سے ہمارا محبوب ہم سے ناراض ہو۔ آج کل میں خطبات میں صحابہ کا ذکر کرتا ہوں۔

بہت سارے صحابہ کی مثالیں ملتی ہیں کیسی ان کی عبادتیں تھیں، کیسا ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا معیار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کس محبت کے ان کے جذبات تھے۔ پس انہیں یہ فکر ہوتی تھی کہ ہمارے سے ایسا کوئی فعل سرزد نہ ہو جائے جو ہمارے محبوب کو ہم سے ناراض کر دے۔ پس ہمارے ذہنوں میں بھی یہ بات رہنی چاہیے کہ تمام تر دنیاوی مصروفیات کے باوجود ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت میں کمی نہیں آنے دینی۔ ان شاء اللہ۔ اور اس کے لیے حتی المقدور اللہ تعالیٰ اور کے رسول کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے اور اپنی حالتوں کو بہتر کرنے کے لیے اور جلسے کے روحانی ماحول سے فیض اٹھانے کے لیے اور اپنی عملی حالتوں میں بہتری لانے کے لیے ہی ہم ان تین دنوں کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

پس یہ ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے اور یہی ہماری سوچ ہونی چاہیے کہ ہمارے یہاں تین دن جمع ہونے کا مقصد کیا ہے۔ یہی کہ اس روحانی ماحول سے فیض اٹھائیں، اپنی عملی حالتوں میں بہتری لانے کی کوشش کریں اور اپنی برائیوں کو دور کریں، ان دنوں میں عبادتوں کے ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی اور استغفار کی طرف ہم توجہ دیں۔ اگر ہماری یہ سوچ نہیں تو ہمارا جلسے پر آنا فضول ہے۔ عقل مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ ان تین دنوں کو ایک ٹریننگ کیمپ کے طور پر سمجھا جائے اور ہماری عملی حالتوں میں جو کمیاں ہو گئی ہیں اور ہو جاتی ہیں جب انسان ایک ماحول سے باہر نکلتا

ہے تو انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ جلسے کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سننے کے لیے اور دعا میں شریک ہونے کے لیے اس تاریخ پر آ جانا چاہیے" اور فرمایا "اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہیں۔"

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351-352)

پس جلسے کا مقصد ایمان اور یقین میں ترقی ہے، معرفت میں بڑھنا ہے۔ آپؑ نے ایک موقعے پر یہ بھی فرمایا کہ یہ دنیاوی میلوں کی طرح کا میلہ نہیں ہے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

کہ ہم اکٹھے ہو گئے اور شور و غل کر دیا اور جمع ہو گئے اور اپنی تعداد ظاہر کر دی۔ یہ تو مقصد نہیں ہے۔ پس جلسے پر آنے والے ہر شخص کو، مرد کو بھی، عورت کو بھی، جوان کو بھی، بوڑھے کو بھی اس طرف توجہ رکھنی چاہیے کہ اس کا ایمان اور یقین اور معرفت بڑھے تا کہ خدا اور اس کے رسول کی محبت میں اضافہ ہو۔ ایمان اور یقین اور معرفت بڑھتی ہے تب ہی اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے مقام اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی پہچان ہی ہمیں نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ہمیں یقین ہی نہیں ہے تو معرفت کس طرح، ترقی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس معرفت میں بڑھنے سے ہی ایمان میں ترقی ہو گی۔

پس ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم صرف رونق کے لیے ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے میں وقت گزار کر ہم چلے جائیں۔ اگر یہ سوچ ہے تو جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ پھر جلسے پر آنا بے فائدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نیکیوں کے بجالانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے جن میں وہ نیکیاں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے لیے ہیں اور وہ نیکیاں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے ہیں فرماتے ہیں کہ

"نیکی کو محض اس لیے کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ خوش ہو اور اس کی رضا حاصل ہو اور اس کے حکم کی تعمیل ہو قطع نظر اس کے کہ اس پر ثواب ہو یا نہ ہو۔"

پس یہ ہے حقیقی محبت کا فلسفہ کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے حکموں پر عمل کریں جس میں عبادتیں بھی شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق بھی شامل ہیں اور ان حکموں پر عمل اس لیے نہیں کرنا کہ اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ ہمیں اجر دے گا، کوئی ثواب ہو گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کسی نیک عمل کو بغیر اجر کے نہیں جانے دیتا، ضرور اجر دیتا ہے۔ حقیقی ایمان کا تقاضا یہ ہے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ نیکی صرف اس لیے نہیں کرنی کہ ہمیں کچھ ملے بلکہ اس لیے کرنی ہے کہ ہمارے خدا کا حکم ہے کہ یہ نیکیاں کرو۔

آپؑ فرماتے ہیں "ایمان تب ہی کامل ہوتا ہے جبکہ یہ وسوسہ اور وہم درمیان سے اٹھ جاوے۔ "اجر ملے گا کہ نہیں ملے گا اس قسم کی سوچوں میں نہ پڑ جاؤ۔ اگر یہ سوچیں ہیں تو ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ "اگرچہ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ أَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (التوبہ:120)" کہ اللہ تعالیٰ محسنوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔ فرمایا" مگر نیکی کرنے والے کو اجر مدّ نظر نہیں رکھنا چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 371-372)

پس حقیقی نیکی یہی ہے کہ بغیر کسی لالچ کے یا انعام کے کی جائے اور اس اصول کو سامنے رکھ کر ہم بندوں سے بھی حسنِ سلوک کریں، ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی کوشش کریں اور اس لیے کریں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایک دوسرے سے حسنِ سلوک کرو۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، آپؐ کی سنت ہے، آپؐ کے ارشادات ہیں کہ ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی کوشش کرو اور اعلیٰ اخلاق دکھاؤ تو چاہے بندوں سے اس کا بدلہ ملے یا نہ ملے، اللہ تعالیٰ ضرور اس نیکی کا بدلہ دیتا ہے۔ پس جب ہمارا خدا ایسا سلوک ہم سے کرتا ہے تو کس قدر بڑھ کر ہماری یہ ذمے داری بنتی ہے کہ اس کی رضا کے لیے ہم ان تمام باتوں پر عمل کریں جن کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور اُن تمام برائیوں سے بچیں جن سے بچنے کا ہمیں اس نے ہمیں حکم دیا ہے۔

یہاں آکر، ان ملکوں میں آکر، ترقی یافتہ ملکوں میں آکر ہمیں اپنی حالتوں اور آزادی کے نام پر، ہر قسم کی لغویات میں پڑنے والے ماحول میں آکر ہمیں اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ بعض دفعہ کشائش نیکیوں کے کرنے میں روک بن جاتی ہے۔ حالات بہتر ہوتے ہیں، آدمی اپنے ماضی کو بھول جاتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فلاں دنیاوی کام اگر ہم نے نہ کیا تو ہمیں نقصان ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رزق دینے والا میں ہوں۔ پس یہ بات عموماً دنیادار میں دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ اس طرف توجہ دیتا ہے کہ نقصان نہ مجھے ہو جائے اور اللہ کے حق ادا نہیں کرتا اور اس بات میں بدقسمتی سے ہم میں سے بھی بعض لوگ شامل ہیں کہ اپنی نمازوں کو اپنے کاموں کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ نماز کا وقت آیا، دوسری طرف کام ہے تو نماز چھوڑ دی یا نماز بعض دفعہ بعد میں جمع کر کے پڑھ لی یا بعض دفعہ پڑھتے ہی نہیں، بھول جاتے ہیں لیکن دنیاوی کام نہیں چھوڑتے تو اس سے بچنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔

یا پھر ایسی جلدی جلدی نمازیں پڑھتے ہیں کہ جس طرح ایک فرض ہے جو گلے سے اتارنا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہے، یہ تو اس دنیا سے محبت کا اظہار ہے۔

پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنا ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرف ہمیں توجہ دلائی کہ اس حقیقت کو سمجھو کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبتِ ذاتی سے رنگین ہو کر کی جائے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 107)

یہ اصل چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور فرض سمجھ کے نہ سر سے ٹالو بلکہ فرض میں محبتِ ذاتی ہو جائے اور اس سے رنگین ہو کر یہ عبادت کی جائے اور جب ذاتی محبت سے عبادت ہو گی پھر دنیاوی غرضیں سب ختم

ہو جائیں گی۔ پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی حقیقت ظاہر ہو گی اور جب دنیاوی غرضیں ختم ہو جائیں گی تو خدا پھر ایسے ایسے ذرائع سے رزق دے گا کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطّلاق:4-3)

جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی نہ کوئی ایسی راہ، راستہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے رزق آنے کا خیال بھی نہیں ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ پس خوش حالی کا اصول تقویٰ ہے۔ پھر فرمایا یہ بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور ان کو دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے سے محفوظ رکھتا ہے، ہاتھ پھیلانے سے محفوظ رکھتا ہے۔ فرمایا میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 245)

اور ان کی حفاظت فرماتا ہے سوائے اس کے کہ خود کوئی بدقسمتی سے اپنے ایسے اعمال کر لے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"انسان کو چاہیے کہ ساری کمندوں کو جلا دے۔" جو بھی وسیلے ہیں، جو بھی کمندیں ہیں ان سب کو جلا دو "اور صرف محبتِ الٰہی ہی کی کمند کو باقی رہنے دے۔" صرف ایک وسیلہ ہو، ایک کمند ہو، ایک ذریعہ سمجھو جس سے تم سب کچھ حاصل کر سکتے ہو اور وہ ہے محبت الٰہی کی کمند۔ آپؑ فرماتے ہیں "..... سچ ہے کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے۔" پھر فرماتے ہیں "..... ایسے بنو کہ تا تم پر خدا تعالیٰ کی برکات اور اس کی رحمت کے آثار نازل ہوں۔" فرماتے ہیں "..... وہ شخص جس کا عمر پانے سے مقصد صرف ورلی دنیا ہی کے لذائذ اور حظوظ ہیں اس کی عمر کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہے؟" جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ مجھے عمر مل جائے اور اس دنیا کی آسائشیں اور لذتیں مجھے حاصل ہو جائیں اس کا فائدہ کیا ہے۔ "اس میں تو خدا کا حصہ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنی عمر کا مقصد صرف عمدہ کھانے کھانے اور نیند بھر کے سونے اور بیوی بچوں اور عمدہ مکان کے یا گھوڑے وغیرہ رکھنے یا عمدہ باغات یا فصل پر ہی ختم کرتا ہے۔ وہ تو صرف اپنے پیٹ کا بندہ اور شکم کا عابد ہے۔" ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں ہے اور اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہے بلکہ بندہ کہلا ہی نہیں سکتا بلکہ وہ تو صرف اپنی ذاتی اغراض کی عبادت کر رہا ہے۔ اس کو تو یہ غرض ہے کہ میری جائیداد ہو، میری دولت ہو، میرے گھر ہوں، میرے پاس کاریں ہوں، پہلے گھوڑے رکھے جاتے تھے، گھوڑوں کی مثالیں دی ہیں، آج کل کاروں کی مثالیں ہیں، اچھی اچھی قسم کی کار ہو۔ یہ تو صرف مقصد نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہیں ان سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہیے لیکن یہ مقصد نہ ہو۔ اگر صرف یہی مقصد ہے تو پھر فرمایا وہ تو صرف ان چیزوں کا ہی بندہ ہے اور ان کی عبادت کرتا ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی عبادت کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔ پھر بلکہ وہ اپنے ذاتی اغراض کی عبادت کر رہا ہے۔ فرمایا "اس نے تو اپنا مقصود و مطلوب اور معبود صرف خواہشاتِ نفسانی اور لذائذ حیوانی ہی کو بنایا ہوا ہے۔" یہی اس کی خواہشات ہیں۔ "مگر خدا تعالیٰ نے انسان کے

سلسلۂ پیدائش کی علّت غائی "اس کا بنیادی مقصد "صرف اپنی عبادت رکھی ہے۔ "جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57)"

اور میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ پس فرماتے ہیں "پس حصر کر دیا ہے۔" یہاں فیصلہ کر دیا، پابند کر دیا" کہ صرف عبادت الٰہی مقصد ہونا چاہیے اور صرف اسی غرض کے لیے یہ سارا کارخانہ بنایا گیا ہے۔ بر خلاف اس کے اَور ہی اَور ارادے اور اَور ہی اَور خواہشات ہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 246-247)

لیکن ہوتا کیا ہے؟ دنیا میں اس وقت بالکل اس کے خلاف ہو رہا ہے، اس کے الٹ ہو رہا ہے۔ اس مقصد کے بجائے ہر انسان کے اَور ہی اَور ارادے ہیں، دنیا میں پڑ گئے ہیں اور اَور ہی اَور خواہشات ہیں، خواہشات بھی عجیب طرح کی ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کی خواہش سے زیادہ دنیاوی خواہشات بڑھ گئی ہیں۔

پس یہ باتیں ہمیں غور اور فکر میں ڈالنے والی ہونی چاہئیں کہ کس طرح ہم اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے والے بنیں۔ صرف اس ورلی زندگی کی فکر نہ کریں۔ ہماری سوچیں، ہماری محنت صرف اس دنیا کو حاصل کرنے میں صرف نہ ہو جائے بلکہ ہم اپنی زندگی کے اصل مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لانے والے ہوں۔

ان ملکوں میں آ کر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ ہمارے ارادے اور ہماری خواہشات اَور ہی اَور نہ ہوں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا بلکہ ہم اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے بنتے ہوئے اپنی پیدائش کا حق ادا کرنے والے بنیں اور اس زمانے میں جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اس کو پورا کرنے والے بنیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تا ایمانوں کو قوی کروں، مضبوط کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں، کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی کو تو سمجھتا ہی کوئی نہیں، سمجھتے ہیں ایک کہانی ہے، افسانہ ہے، کچھ بھی نہیں ہو گا۔ فرمایا اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ بھروسا اسے دنیاوی اسباب پر ہے یہ یقین اور بھروسا ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر کچھ اَور ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ زبان پر بے شک اللہ کا نام ہے لیکن دلوں پر دنیا کی محبت کا غلبہ ہے اور یہ غلبے کا اظہار عملوں سے ہو جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہود میں خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی تو مسیح آیا تھا اس وقت ان کو دین کی طرف لانے کے لیے اور خدا کی طرف لانے کے لیے اور اب میرے زمانے میں بھی یہی حالت ہے۔ سو مَیں بھی بھیجا گیا ہوں کہ ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔

(ماخوذ از کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 291 تا 293 حاشیہ)

پس آج ہمارا کام ہے کہ آپ کی بیعت کا حق ادا کرتے ہوئے جہاں اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی محبت میں

بڑھائیں، توحید کو اپنے دلوں میں راسخ کریں۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں دنیا اور اس کی آسائشوں کو پس پشت کریں وہاں اپنے اندر ان پاک تبدیلیوں کے ساتھ اس معاشرے کو بھی خدا تعالیٰ کے قریب لانے کی کوشش کریں۔ آج دنیا خدا تعالیٰ کے وجود کو ماننے سے انکاری ہے اور ہر سال کافی بڑی تعداد میں لوگ خدا کے وجود سے انکاری ہوتے چلے جارہے ہیں اور مذہب کو چھوڑتے چلے جارہے ہیں، عیسائیت میں بھی اور دوسرے مذاہب میں بھی بلکہ بعض دفعہ مسلمانوں میں بھی۔

پس جو یہ لوگ انکاری ہو رہے ہیں تو ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کی محبت ہم اپنے دلوں میں پیدا کر کے دنیا کو بھی خدا تعالیٰ کے وجود کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ تب ہی ہم اس جلسے کے مقصد کو بھی پورا کرنے والے ہوں گے اور تب ہی ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کے حق کو بھی ادا کرنے والے ہوں گے۔ صرف اپنے اندر خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت پیدا کرنا ہی کافی نہیں ہے، اتنا ہی کام نہیں ہمارا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کام ہے ہمارا بلکہ اپنی اولادوں اور اپنی نسلوں کے دلوں میں بھی خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسولؐ کی محبت پیدا کرنے کے لیے ہمیں بھرپور کوشش کرنی ہو گی اور اسی طرح جیسا کہ میں نے کہا دنیا کو بھی خدا تعالیٰ کے وجود کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر، آپؑ کے مشن کو اور آپؑ کے مقصد کو آگے بڑھانا ہماری بھی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جلسے کے دن اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بڑھانے اور ان پر مستقل رہنے کے لیے ہم صَرف کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں ہمیشہ بڑھتے چلے جانے والے ہوں اور دنیا کی لذتیں اور خواہشات ہم پر کبھی حاوی نہ ہوں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا اس لیے اس کے فضلوں کو جذب کرنے کے لیے بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے اور اس طرف بہت توجہ دینی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18/ اکتوبر 2019ء جلد 26 شمارہ 63 صفحہ 05 تا 08)

40

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04/ اکتوبر 2019ء بمطابق 04/ اخاء 1398 ہجری شمسی
بمقام جلسہ گاہ جماعت احمدیہ فرانس (تغی شاتو)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کو خالص دینی اجتماع کا نام عطا فرمایا ہے۔ پس اس میں شامل ہونے والے ہر شخص پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ دینی، علمی اور روحانی بہتری اور ترقی کے لیے ہم یہاں آج جمع ہیں اور تین دن اس سوچ کے ساتھ اور اس فکر کے ساتھ یہاں جمع رہیں گے کہ کس طرح ہم اپنی دینی، علمی اور روحانی حالت کو بہتر کریں۔ اگر یہ سوچ نہیں تو یہاں آنا بے فائدہ ہے۔ آج کے اس دَور میں جبکہ دنیا خدا تعالیٰ کو بھلا رہی ہے، ہر مذہب کو ماننے والا اپنے مذہب سے دور ہٹ رہا ہے، جو اعداد و شمار ہر سال سامنے آتے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ہر سال ایک بڑی تعداد اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں حتّٰی کہ مسلمانوں کی بھی جو حالت ہے وہ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ نام کے مسلمان ہیں اور دنیاداری غالب ہے، ایسے میں اگر ہم بھی جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے، اُسے مانا ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں تجدیدِ دین کے لیے بھیجا ہے اور اب ہمارا یہ عہد ہے کہ ہم نے بھی اس مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کے مشن کو پورا کرنا ہے، اگر ہم اپنی حالتوں کی بہتری کی طرف توجہ نہیں کرتے تو ہمارا مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنا ایک ظاہری اعلان ہے جو روح سے خالی ہے، ہمارا عہدِ بیعت نام کا عہدِ بیعت ہے جسے ہم پورا نہیں کر رہے، ہمارا یہاں جلسے کے لیے جمع ہونا ایک دنیاوی میلے میں جمع ہونے کی طرح ہے۔ پس ہر احمدی کے لیے یہ بڑا سوچنے کا مقام ہے، ایک فکر کے ساتھ اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ کی ضرورت ہے کہ اگر یہ سوچ ہے تو پھر بے فائدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے انعقاد کی جو اغراض ہمارے سامنے پیش فرمائی ہیں اگر ہم ان کو سامنے رکھ کر اپنے جائزے لیں تو نہ صرف ان تین دنوں کے مقصد کو پورا کرنے والے بن جائیں گے اور جلسے میں شامل ہونے والوں کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو دعائیں ہیں ان کے حاصل کرنے والے بن جائیں گے اور پھر ان کو مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنا کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن جائیں گے اور نہ صرف اپنی حالتوں بلکہ ہماری نیک اعمال کے حصول کے لیے کوشش اور اس پر عمل ہماری آئندہ نسلوں کے دین پر قائم رہنے اور خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والے بنا کر انہیں بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والا بنا دیں

گے۔ جہاں دنیا خدا تعالیٰ اور دین سے دور جا رہی ہے ہماری نسلیں خدا تعالیٰ کے قریب ہونے والی ہوں گی اور دنیا کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر ہم نے اپنے عہدِ بیعت کو پورا کرنا ہے، اپنی نسلوں کو بچانا ہے تو پھر ان اغراض کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے جو جلسے کے انعقاد کی ہیں، ان تین دنوں کو اس عہد کے ساتھ گزارنے کی ضرورت ہے کہ یہ باتیں اب ہماری زندگیوں کا حصہ ہمیشہ رہیں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کی اغراض بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ آخرت کی فکر ہو۔ جلسہ پر آنے والوں کے لیے اس لیے جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے کہ ان کو یہاں رہ کر اس ماحول میں رہ کر اپنی آخرت کی فکر ہو۔ خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ تقویٰ ان میں پیدا ہو۔ نرم دلی پیدا ہو۔ آپس کی محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو، عاجزی اور انکساری پیدا ہو، سچائی پر وہ قائم ہوں اور دین کی خدمت کے لیے سرگرمی ہو۔
(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

پس یہ ہے آج ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد۔ آپؑ کے ماننے والے ہر فرد مرد، عورت، جوان، بوڑھے کو آپؑ کے ارشاد کے مطابق آخرت کی اس حد تک فکر ہونی چاہیے کہ دنیاوی چیزیں اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ رکھتی ہوں۔ اس مادی دنیا میں رہتے ہوئے یہ بہت بڑا کام ہے، ایک بہت بڑا چیلنج ہے جس کو پورا کرنے کے لیے بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔ آخرت کی فکر تب ہی ہو سکتی ہے جب خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہو اور اس بات پر یقین ہو کہ یہ زندگی تو چند سال ہے، زیادہ سے زیادہ کوئی اسّی سال زندہ رہ لیتا ہے، نوّے سال زندہ رہ لیتا ہے یا حد سو سال زندہ رہ لیتا ہے لیکن اتنا عرصہ بھی ہر ایک کو نہیں ملتا۔ بہت سے ہیں جو اس سے بہت پہلے اس دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر آخرت کی زندگی ہے جو ہمیشہ کی ہے۔ پس عقل مند انسان وہی ہے جو عارضی چیز کو مستقل چیز پر قربان کر دے لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم اس عارضی چیز پر، اس عارضی زندگی پر مستقل زندگی کو قربان کر دیتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو یہ دنیادار بہت بڑا اور عقل مند سمجھتے ہیں۔ پس ایک مومن اس کے برعکس کرتا ہے اور کرنا چاہیے۔ تب ہی وہ مومن کہلا سکتا ہے۔ وہ اپنے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تمام دنیاوی محبتوں پر غالب آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت اس لیے نہیں ہوتی کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں سزا ملے گی بلکہ اس لیے ہے کہ میرا پیارا خدا مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور جب یہ محبت کے جذبات ہوں گے تب ہی انسان خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ انسان کا اس دنیا کا ہر عمل آخرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ میرا خدا ہی ہے جو میری پرورش کے سامان کرتا ہے، میرا خدا ہی ہے جو مجھے اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ ان میں ہر قسم کی نعمتیں شامل ہیں دنیاوی بھی اور روحانی بھی۔ اگر میں اس کی عبادت کا حق ادا کرتا رہا، اس خدا کو ہی سب طاقتوں کا مالک سمجھتے ہوئے اس کے آگے جھکا رہنے والا بنا رہا تو اس کی نعمتوں سے حصہ پاتا رہوں گا ان شاء اللہ۔ میں اگر اس کے بتائے ہوئے اوامر اور نواہی کے مطابق زندگی گزارتا رہا تو اس کے فضلوں کا وارث بنتا رہوں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی

مکمل اطاعت کرتے ہوئے اور تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اس کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرتا رہا تو وہ مجھ سے راضی ہو گا۔ پس یہ سوچ ہے اور اس کے مطابق عمل ہے جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس کے انعاموں اور فضلوں کا حاصل کرنے والا بنائے گا اور یہی لوگ ہیں جو تقویٰ پر چلنے والے کہلاتے ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر عمل کرنے والے ہیں، جن کے دل نرم ہوں گے اور ہوتے ہیں کیونکہ ہر لمحہ ان کے دل میں خدا ہوتا ہے۔ یہی ہیں جن کے ایک دوسرے کے لیے خدا تعالیٰ کی خاطر محبت کے جذبات ہوتے ہیں یعنی ان کی محبت اور بھائی چارہ ذاتی اغراض کے لیے نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح تقویٰ پر چلنے والے ہیں جن میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ عاجزی کے اظہار صرف اپنے مرتبے اور دولت کے لحاظ سے بڑے سے نہیں ہوتے، ان ہی کے سامنے عاجزی نہیں دکھاتے جو بڑے ہیں، رتبے میں بڑے ہیں یا دنیادار ہیں بلکہ غریبوں اور مسکینوں سے بھی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو سچائی پر ہر وقت قائم ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قولِ سدید ہی خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور جھوٹ جو ہے وہ شرک کی طرف لے کے جاتا ہے۔ اور جب آخرت کی فکر ہے اور خدا تعالیٰ کا خوف ہے اور تقویٰ کی حقیقت جانتے ہیں تو پھر ایک شخص مومن کہلا کر پھر جھوٹ کس طرح بول سکتا ہے اور ان باتوں کے حاصل کرنے والے اور نیکیوں کی روح کو سمجھنے والے ہی ہیں جو دین کی خدمت میں بھی حقیقت میں سرگرم ہوتے ہیں ورنہ تو یہ جو خدمت ہے بظاہر یہ بھی کچھ مفادات کے حصول کے لیے ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں سینکڑوں علماء ہیں جو دین کے نام پر بظاہر بڑے سرگرم ہیں اور اندر سے دین کے نام پر ظلم کر رہے ہیں، جن میں تقویٰ کی کمی ہے، جن میں خدا کا خوف نظر نہیں آتا، جن کو آخرت سے زیادہ دنیا کے مفادات عزیز ہیں اور نام خدا اور آخرت کا لیتے ہیں۔

پس ان باتوں کی روح کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ظاہری خول نہ ہو بلکہ روح ہو، مغز ہو۔ ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم اس نیت سے جلسے میں شامل ہو رہے ہیں اور اپنے اندر ان مقاصد کو حاصل کرنے کی ایک تڑپ رکھتے ہیں۔ اگر بشری کمزوریوں کی وجہ سے ماضی میں ہم سے ان باتوں کے حصول کے لیے غلطیاں اور کوتاہیاں ہو گئی ہیں تو آئندہ ہم ایک نئے عزم کے ساتھ ان نیکیوں کو پیدا کرنے اور انہیں قائم رکھنے کی حتی المقدور کوشش کرنے کے لیے تیار ہیں اور کریں گے؟ آج ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر کرنے والے ہوں گے، ہم خدا کا خوف اور اس کی خشیت اور اس کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت دیں گے، ہم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے کی حتی المقدور کوشش کریں گے، ہم اپنے دلوں میں دوسروں کے لیے نرمی پیدا کریں گے، ہم آپس میں محبت اور بھائی چارے کو اس قدر بڑھائیں گے کہ یہ محبت اور بھائی چارہ ایک مثال بن جائے، عاجزی اور تواضع میں ہم بڑھنے والے بنیں گے، سچائی اور قولِ سدید ہماری ایک خصوصیت بن جائے گا کہ ہر شخص کہے کہ احمدی ہیں جو ہمیشہ سچ پر قائم رہتے ہیں، سچ بولتے ہیں اور اس کے لیے بڑے سے بڑا نقصان بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ دینی خدمات کے لیے ایسے سرگرم ہوں گے جو ایک مثال ہو گا اور اس کے لیے پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے دین کے پیغام کو اپنے ماحول کے ہر شخص تک

پہنچانے کی کوشش کریں گے، ان کو بتائیں گے کہ حقیقی اسلام کیا ہے۔

اگر ہم اپنے اس عہد کو پورا کرنے والے بن گئے، ہماری زندگیاں اس کے مطابق گزرنے لگ گئیں تو یقیناً ہم نے عہدِ بیعت پورا کر لیا۔

پس آئیں آج ہم ان باتوں کے حصول کے لیے اپنا لائحہ عمل بنائیں۔ آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا سب سے پہلے اپنی عبادت کی حفاظت کی طرف توجہ کرتا ہے، اس طرف دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری زندگی کا مقصد کیا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات:57)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے کہ یعنی میں نے جنّ اور انسان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔ فرمایا پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا تعالیٰ کی پرستش اور خدا تعالیٰ کی معرفت اور خدا تعالیٰ کے لیے ہو جانا ہے۔ فرمایا یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو تو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے۔ گو انسان مقرر کرتا ہے لیکن اس کو حاصل نہیں ہے کیونکہ انسان نہ ہی اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے واپس جائے گا بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلیٰ قویٰ اس کو عنایت کیے اس نے اس کی زندگی کا ایک مدعا ٹھہرایا ہے، ایک مقصد ٹھہرایا ہے خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر آپؑ فرماتے ہیں کہ انسان کی پیدائش کا مدّعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا تعالیٰ میں فانی ہو جانا ہی ہے۔

(ماخوذ از اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 414)

پس اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عبادت اور پرستش کا طریق سکھایا ہے وہ کیا ہے؟ وہ نماز کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء:104)

کہ یقیناً نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نمازِ موقوتہ کے مسئلے کو بہت عزیز رکھتا ہوں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 63)

یہ مسئلہ ایسا ہے جو مجھے بہت عزیز ہے اور بہت پیارا ہے۔ یہ مسئلہ یعنی وقت مقررہ پر نماز پڑھا جانا ضروری ہے۔ لیکن اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر نمازوں کی وقت پر ادائیگی اور لاپرواہی اکثر لوگ برت جاتے ہیں بلکہ وقتِ مقررہ تو الگ رہا بعض نمازیں ہی نہیں پڑھتے۔ پانچ کی بجائے تین چار نمازیں پڑھ لیں گے، سستی دکھا جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ (البقرۃ:239) کہ نمازوں کا اور خصوصاً درمیانی نماز کا پورا خیال رکھو لیکن کاروباروں اور ملازمتوں کی وجہ سے ہم میں سے بعض ظہر عصر کی نماز ضائع کر دیتے ہیں، ٹی وی پروگراموں کی وجہ

سے یا اپنے شام کے بعض ذاتی پروگراموں کی وجہ سے مغرب عشاء کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ نیند کا بہانا کر کے فجر کی نماز ضائع کر دیتے ہیں۔

پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کیا ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں یا نہیں؟ جماعت کے خاص پروگراموں اور رمضان کے مہینے میں باجماعت نمازیں پڑھ کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر لیا۔ باقی سارا سال چاہے اس پر باقاعدہ عمل ہو یا نہ ہو فرق نہیں پڑتا لیکن سنیں اور اس بات کو دیکھیں کہ نماز کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کیا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (التوبۃ:18) کہ اللہ تعالیٰ کی مساجد تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں عبادت کے لیے آتے جاتے دیکھو تو تم اس کے مومن ہونے کی گواہی دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

(سنن ابن ماجه كتاب المساجد و الجماعة باب لزوم المساجد وانتظار الصلوٰة حديث802)

ویسے کہنے کو تو ہم سب اپنے آپ کو ایمان لانے والا کہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک مومن وہ ہیں جو اللہ کے گھر کو آباد رکھتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے۔ یہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ صرف مسجد آنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کے ساتھ آنا ضروری ہے اور جو یہ سوچ رکھنے والا ہو گا اسے اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہو گا، وہ مسجدوں میں آ کر فتنہ پردازیاں نہیں کرے گا، وہ ان نمازیوں میں شامل نہیں ہو گا جن کی نمازیں ان کے لیے ہلاکت کا باعث ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے ایسے نمازی پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے ہو جاتے ہیں۔ نہیں بلکہ یہ لوگ حقیقی تقویٰ رکھتے ہیں۔ جو یہ سوچ رکھتے ہوں کہ یومِ آخرت کا خیال رکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنا ہے۔ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔ ان میں محبت اور پیار اور بھائی چارہ ہوتا ہے۔ ان میں عاجزی ہوتی ہے۔

وہ سچائی پر قائم ہوتے ہیں۔ وہ اسلام کی پُرامن تعلیم کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کی مسجدیں خوف کی جگہ نہیں ہوتیں اور نہ ہی فتنے کی جگہ ہوتی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف اس مسجد میں نماز کے لیے کھڑے ہو جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے نہ کہ فتنہ و فساد کی غرض سے بنائی گئی مسجد ہے۔ پس جو تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے مسجدوں کو آباد کرتے ہیں وہ حقوق اللہ کی ادائیگی بھی کرتے ہیں اور حقوق العباد کی بھی ادائیگی کرتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کو خوش خبری دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے پہلا حساب جو لے گا اس کے بارے میں فرشتوں کو فرمائے گا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو، پہلی بات تو یہ دیکھو کہ بندہ نماز پڑھتا ہے کہ نہیں۔ جن کی نمازیں مکمل ہوں گی ان کے نامہ اعمال میں مکمل نمازیں ہی لکھی جائیں گی وہ تو حساب صاف ہو گیا لیکن آگے پھر فرماتے ہیں کہ جن کی فرض نمازوں میں کمی رہ جائے گی ان کے بارے میں کہے گا کہ اس کی نفلی عبادت دیکھو وہ کیا تھی۔ اگر فرض میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو

اس کو نفل سے پورا کر دو۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی کل صلاۃ لا یتمھا صاحبھا تتم من تطوعہ حدیث 864)

پس اللہ تعالیٰ نے یہاں جو میرے بندے فرمایا ہے تو اس لیے کہ یہ لوگ جو ہیں اپنی طرف سے کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہیں اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ لیکن پھر بھی بشری تقاضے کے تحت کمزوری ہے، بھول چُوک ہو جاتی ہے، بعض حالات ایسے آ جاتے ہیں تو اس کو معاف کرنے اور اپنے بندے کی نیکیوں کے پلڑے کو زیادہ کرنے کے لیے اپنی رحمت اور مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نوافل کو فرائض میں ڈال کر فرائض کو پھر پورا فرما دیا۔ اب یہاں دیکھ لیں نوافل پڑھنے والے بھی وہی لوگ ہوں گے جو خالص اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں۔ نفل تو ایسی چیز نہیں ہے جو باہر آ کے پڑھی جاتی ہے۔ یہ تو چھپ کر ادا کیے جاتے ہیں، علیحدگی میں پڑھے جاتے ہیں اور یہ نیکی پھر وہی کرتا ہے جس کو اللہ کا خوف ہو گا اور یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے بندے کہا ہے کہ ان بندوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن وہ غلطیاں مستقل جاری نہیں رہتیں۔ ان غلطیوں کا مداوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سلوک۔ ایک طرف تو یہ بتا دیا کہ نماز کوئی معمولی چیز نہیں ہے اس کا حساب سب سے پہلے ہو گا اس لیے اس کی ادائیگی کی طرف توجہ رکھو لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تقویٰ پر چلتے ہوئے میری بندگی اور عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہو تو پھر نوافل جو تم ادا کرتے ہو ان کا ثواب فرائض کے برابر ہو جائے گا اور مَیں بخشش کی چادر میں تمہیں لے لوں گا۔

پس جہاں یہ خوش خبری ہے، جہاں بخشش کی امید دلائی گئی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لیے نوافل کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ پس مومن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اس کے فضلوں کو جذب کرنے کے لیے جہاں اپنے فرائض کی طرف توجہ دے وہاں نوافل کی طرف بھی توجہ دے کہ اس کی فرائض کی کمیاں پوری ہوتی رہیں۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور تقویٰ پر چلنے والے ہیں اور اسی تقویٰ کی وجہ سے باقی نیکیاں کرنے کی طرف بھی ان کی توجہ رہتی ہے۔ ان کے دل ایک دوسرے کے لیے نرم ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے بدلے لینے کی بجائے ایک دوسرے کو معاف کرنے کی طرف توجہ رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لیے آپس میں پیار اور محبت کا سلوک ہوتا ہے۔ ان کے دلوں میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی خاطر قربانی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ پس اس لحاظ سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم میں یہ باتیں ہیں کہ حقیقی عابد ہر قسم کی نیکیوں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔

اگر کسی میں اپنے بھائی کے لیے محبت کے جذبات نہیں ہیں تو اس میں حقیقی تقویٰ نہیں ہے۔ جس میں نرم دلی نہیں ہے وہ بھی اپنی فکر کرے۔ جس کے گھر میں اس کے بیوی بچے اس سے تنگ ہیں وہ بھی تقویٰ سے خالی ہے۔ جو بیویاں اپنے خاوندوں اور بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتیں اور ناجائز مطالبات کرتی ہیں ان کے دل بھی تقویٰ سے خالی ہیں۔ پس آپس کے تعلقات میں جو خدا تعالیٰ کی خاطر محبت اور نرمی کا سلوک کرنے والے ہیں وہی حقیقی تقویٰ پر

قائم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور آج جبکہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے، قیامت کا دن ہے میں اپنے اس سایۂ رحمت میں انہیں جگہ دوں گا۔

(صحیح مسلم کتاب البر باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ حدیث 2566)

پس جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کے حکموں کی تعمیل کرتے ہوئے ایک دوسرے سے محبت کے جذبات رکھتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والے ہیں یا دوسرے لفظوں میں جو یہ نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مورد بھی بن سکتے ہیں۔ پس یہ روح ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ 'محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں' تو پہلے اپنے گھروں اور اپنے معاشرے میں اس کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا کو حقیقی رنگ میں یہ پیغام پہنچا سکیں اور پھر یہ ایسا کام ہے جس میں ذرا سی کوشش سے بغیر کسی بڑے مجاہدے کے ہم اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں جگہ پانے والے بن سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر معاشرے کے امن و سکون کو قائم رکھنے اور محبت اور پیار اور بھائی چارے کو بڑھانے کے لیے جو نصائح فرمائی ہیں ان کے بارے میں ایک موقعے پر فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے اکیلا اور تنہا چھوڑتا ہے۔ فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے اس کی ضروریات پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجات پوری کر دیتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مصائب میں سے ایک مصیبت اس کی کم کر دے گا اور جو کسی کی ستاری کرتا ہے پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی ستاری فرمائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ حدیث 2442)

پس اللہ تعالیٰ تو مختلف طریقوں سے ہم پر اپنی رحمت اور شفقت کی نظر ڈالتا ہے اور ہماری بخشش کے سامان کرتا ہے۔ یہ انسان ہی ہے جو اپنی نااہلیوں، اناؤں اور ضدوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا رہتا ہے۔

پس بڑے خوف کا مقام ہے، بڑے سوچنے کی ضرورت ہے ان دنوں میں جبکہ ہمارے جذبات، خیالات نیکی کی طرف مائل ہوئے ہوئے ہیں، ہم اس سوچ کے ساتھ یہاں آئے ہیں کہ ایک جلسے میں شامل ہونا ہے جہاں نیکی کی باتیں سنیں گے، اپنے جائزے لیں، اپنے جائزے لیتے ہوئے اپنی عبادتوں کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دیں، نرم دلی، آپس کی محبت اور عاجزی کی حقیقت پہچاننے کی کوشش کریں اور یہ اس لحاظ سے بھی ہم پر ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو عہدِ بیعت باندھا ہے اس میں شرک سے پرہیز، نمازوں کی ادائیگی؛ فرض نمازیں بھی اور نوافل کی ادائیگی کے ساتھ ہم نے یہ عہدِ بیعت بھی کیا ہے کہ ہم عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو اپنے نفسانی جوشوں سے کسی قسم کی تکلیف نہیں دیں گے۔ صرف آپس کے مسلمانوں کے لیے ہی نہیں، جماعت کے ممبران کے لیے ہی نہیں۔ ٹھیک ہے اپنے گھر سے شروع کرو، آپس میں بھی ہونا چاہیے پھر مسلمانوں کے لیے پھر عام مخلوق کے لیے بھی، ہر ایک کے لیے

ہمارے دل میں ایک پیار اور محبت کے جذبات ہونے چاہئیں۔ نفسانی جوشوں سے ہمیں خالی ہونا چاہیے۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے والے ہم ہوں۔ ہمارے ایسے سلوک ہوں جس سے ہم ایسے بن جائیں کہ ہر ایک ہمارے ان رویوں کو، ہماری نیکیوں کو پرکھنا چاہے تو پرکھ سکے۔ یہ دیکھنا چاہے کہ کیا یہ معیار جو کہتے ہیں اس کے مطابق ہیں؟ کیا ہم اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں؟ تو اگر یہ معیار ہیں اور دوسرا جب ہمیں پرکھتا ہے اس کے مطابق پرکھ لے کہ واقعی یہ ہیں تو تب ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم حقیقی مومن ہیں اور ہم بیعت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ بیعت جو ہم کرتے ہیں اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ تکبّر کو مکمل طور پر چھوڑ کر عاجزی اور مسکینی کی زندگی بسر کروں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 564)

یہ عاجزی اور مسکینی کا پیدا کرنا صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے انعقاد کے مقاصد میں سے ایک مقصد بیان نہیں کیا بلکہ ہم نے آپؑ سے جو عہدِ بیعت کیا ہے اس میں یہ عہد ہے کہ میں عاجزی اور مسکینی سے زندگی بسر کروں گا۔ پس یہ عہد پورا کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور یہی سچائی کی طرف پہلا قدم ہے کہ ہم نے جو عہد بیعت کیا ہے اس کو پورا کریں۔ پس بیعت کی شرائط بھی پڑھتے رہنا چاہیے، پڑھتے رہیں اور دیکھیں کہ کیا ہم سچائی کے ساتھ ان پر قائم ہیں، اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر نہیں تو دنیا کی اصلاح کا دعویٰ جو ہم کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ اس سے پہلے ہمیں اپنی اصلاح کی کوشش کرنی ہو گی ورنہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوں گے جو کہتے کچھ اَور ہیں اور کرتے کچھ اَور ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ناپسند فرمایا ہے۔ ہمارے عمل ہماری سچائی کی بجائے ہمارے جھوٹ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ اور جب یہ قول و فعل کا تضاد ہو گا تو پھر خدمتِ دین کا دعویٰ اور اس کے لیے سرگرمی کا اظہار جو ہے وہ بھی غلط ہو جائے گا۔

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ہیں، آپؑ کا دعویٰ سچا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے کامیابیوں کا وعدہ کیا ہوا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مخلصین کی جماعت دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے لیکن اگر ہماری حالتیں ایسی نہیں تو پھر ہم ان میں شامل نہیں ہوں گے جو آپ کے سلسلے کے مددگار ہوں۔ پس بیعت کی برکات کے حصول کے لیے اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے، جو جلسے کی اغراض آپ نے بیان فرمائی ہیں ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ خوش قسمتی سے جلسے کے یہ تین دن ہمیں اس غور کرنے کے لیے میسر آئے ہیں۔ ان دنوں میں ہر ایک اپنا جائزہ لے۔ بجائے اس کے کہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں اپنا وقت گزاریں دعا، استغفار اور درود کی طرف ہمیں متوجہ رہنا چاہیے اور تب ہی ہم اس جلسے سے حقیقی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

میری تمام جماعت اس وصیت کو توجہ سے سنے کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ یہ ہے تقویٰ کا معیار۔ کسی قسم کی بھی کوئی برائی ان میں نہ ہو۔ فرمایا وہ پنج وقت نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں، کوئی

تکلیف نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر قسم کے معاصی اور جرائم، ہر قسم کے گناہ جو ہیں اور جرم جو ہیں اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں۔

ہر قسم کی برائیوں سے، نفس کے جذبات سے بچے رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے بن جائیں۔ ایسے ہو جائیں جن کے دل پاک ہیں، جن سے کبھی شرارت سرزد نہیں ہوتی اور ہمیشہ غریب مزاج رہتے ہیں۔ عاجزی ان میں رہتی ہے اور کوئی زہریلا خمیر اُن کے وجود میں نہ رہے۔ اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اتلافِ حقوق اور بے جا طرف داری سے باز رہیں۔ لوگوں کے حقوق تلف کرنے، غلط طرف داریاں کرنی، غلط کسی کو نقصان پہنچانا اس سے باز رہو۔

اور کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں۔ بری صحبتیں جو ہیں ان سے بچیں۔ نوجوانوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے اور بچوں کے والدین کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دیکھیں کہ ہمارے بچے اس معاشرے میں کسی بدصحبت میں نہ بیٹھیں، پھر ویسے ہی بن جائیں گے۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو، بعض دفعہ نہیں پتا لگتا کہ صحبت کیسی ہے فرمایا کہ اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو اُن کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے، بیٹھتا اٹھتا ہے، اس کے ساتھ میل ملاقات ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے یا حقوقِ عباد کی کچھ پروا نہیں کرتا یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے تو تم پر لازم ہو گا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دُور کرو، اس سے تعلق ختم کرو، جو اچھی سوسائٹی ہے، اچھی کمپنی ہے وہ ایک احمدی کی ہونی چاہیے۔

فرمایا اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے اور چاہیے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچانا، کسی مذہب کا آدمی ہو، کسی قوم کا آدمی ہو، کسی گروہ کا ہو تمہارے سے کسی کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اور ہر ایک کے لیے سچے ناصح بنو۔ نصیحت کرنی ہے تو سچے ناصح بن کے، سچے نصیحت کرنے والے کی طرح نصیحت کرو یعنی تمہارا قول اور فعل ایسے ہوں کہ اس نصیحت کا بھی اثر ہو اور کسی قسم کی طرف داری نہ ہو۔ فرمایا اور چاہیے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجالس میں گزر نہ ہو اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔

فرمایا میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہو گا کہ ان تمام وصیتوں پر کاربند ہوں اور چاہیے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو۔ کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ میں اور مہذبانہ طریق سے گفتگو کرو۔ اگر کوئی جہالت سے پیش آئے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے اٹھ جاؤ۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تمام دنیا کے لیے نیکی اور راست بازی کا نمونہ ٹھہرو۔

تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راست باز بن جاؤ۔ تم پنج وقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کیے جاؤ گے۔ تمہاری جو شناخت ہے وہ کیا ہے یہی کہ تم پنج وقتہ باقاعدہ نمازیں پڑھنے والے ہو اور تمہارے اخلاق بہت اعلیٰ ہیں یہ چیزیں پیدا ہو جائیں تمہارے میں تو سمجھو تم نے بیعت کا حق ادا کر دیا ہے۔ فرمایا اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔ یہ نصیحت میں کر رہا ہوں لیکن جس میں بدی کا بیج ہے وہ پھر نصیحت پر قائم نہیں رہے گا۔

(ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 46 تا 48 اشتہار نمبر 188)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں، آپ کی نصائح اور توقعات پر ہم پورا اترنے والے ہوں اور ہم اس جلسے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دینی روحانی اور علمی حالت کو سنوارنے والے بھی ہوں اور یہ نیکیاں پھر ہم میں ہمیشہ قائم بھی رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25/ اکتوبر 2019ء جلد 26 شمارہ 65 صفحہ 05 تا 08)

41

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11/ اکتوبر 2019ء بمطابق 11/ اخاء 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مہدی، سٹراس برگ، (فرانس)

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ (التوبۃ:18)

ایک لمبے عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ فرانس کو یہاں ایک اَور مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہاں اس شہر سٹراس برگ (Strasbourg) میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نومبائعین اور غیر پاکستانی احمدیوں کی بھی بڑی تعداد ہے بلکہ تقریباً 75 فی صد غیر پاکستانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخلاص اور وفا میں بڑھے ہوئے ہیں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے یہاں انہیں ایک مسجد عطا فرمائی ہے اور اب یہاں کے رہنے والے احمدی پہلے سے بڑھ کر جماعتی نظام سے منسلک ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق بھی عطا فرمائے۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے جیسا کہ آپ نے سنا اس کا ترجمہ پڑھتا ہوں کہ اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نمازوں کو قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ سو قریب ہے کہ ایسے لوگ کامیابی کی طرف لے جائے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مساجد تعمیر کرنے والوں اور آباد کرنے والوں کی یہ خصوصیات بیان فرمائی ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے والے ہیں یعنی اس بات پر کامل یقین کہ سب طاقتوں کا سرچشمہ اور مالک خدا تعالیٰ کی ذات ہے، باقی سب ہیچ ہے۔ پس اس ایمان کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا اور اس کی عبادت انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آگے جھکنے والوں کو بھی ایمان اور یقین میں بڑھاتا ہے۔

پھر یومِ آخرت پر یقین بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد میں آنے والوں کی خصوصیت، شرط بیان کی ہے کیونکہ آخرت پر یقین ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مائل کرتا ہے ایسی عبادت جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کی جائے۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے ایک موقعے پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ایمان بالآخرت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور سچی معرفت بغیر حقیقی خشیت اور خدا ترسی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ پس یاد رکھو کہ آخرت کے متعلق وساوس کا

پیدا ہونا ایمان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اور خاتمہ بالخیر میں فتور پڑ جاتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 53-54)

یعنی خاتمہ بالخیر پھر یقینی نہیں رہتا، پھر یہ بات نہیں رہتی کہ انسان ایمان پر قائم رہے گا۔ پس حقیقی عابد اور مسجدوں کو آباد کرنے والا وہی ہے جس کے دل میں آخرت کے بارے میں کبھی وسوسہ نہ آئے اور انجام بخیر کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا رہے۔

پھر فرمایا کہ مسجدیں آباد وہی کر سکتے ہیں یا انہی کو مسجدوں کی تعمیر کرنے کا فائدہ ہے جو نمازیں قائم کرنے والے ہیں، اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم نے یہ مسجد صرف اس لیے نہیں بنائی کہ دنیا کو دکھا دیں کہ ہماری بھی ایک مسجد ہے بلکہ اس کو پانچ وقت آباد کرنا اب ہمارا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں نماز قائم کرنے والے فرمایا ہے اور قائم کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو باجماعت نماز ادا کرنے والے ہیں۔

پھر زکوٰۃ کی طرف توجہ ہے، مالی قربانی کی طرف توجہ ہے تو مسجد آباد کرنے والوں کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے قربانیاں کریں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق بھی ادا کریں اور یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت ہمارے دلوں میں بڑھے، اس کی رضا کے حصول کے لیے ہم بھرپور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب کچھ کرنے والے ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہدایت یافتہ ہیں یا ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار کیے جائیں گے۔

پس ہمیں ہمیشہ یہ دعا کرتے رہنا چاہیے اور اس کے مطابق کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے یہ عرض کرنی چاہیے، نئے آنے والوں کو بھی اور پرانے احمدیوں کو بھی، بلکہ پرانے احمدیوں کی زیادہ ذمہ داری ہے اور خاص طور پر پاکستان سے آئے ہوؤں کی کہ وہ اس بات کا زیادہ خیال رکھیں کہ نئے آنے والوں کے لیے انہوں نے اپنے نمونے بھی قائم کرنے ہیں کہ ہمیں ہماری مسجد کی تعمیر کے بعد اس سوچ کے ساتھ اور اپنی عملی حالتوں کو اس فرمان کے مطابق کرتے ہوئے مسجد آباد کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما۔ مسجد آباد کرنے والوں کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے اس ارشاد پر اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے عمل نہ کر کے کہیں ہم اپنی دنیا و آخرت برباد کرنے والے نہ بن جائیں۔ ہم پر رحم کرتے ہوئے ہمیں بھٹکنے سے بچائے رکھنا اور ہمیں سیدھے راستے پر چلائے رکھنا۔ ہماری نیتوں کو ہمیشہ صاف اور نیک رکھنا۔ ہم تیرا حق ادا کرنے والے بھی ہوں اور اس علاقے میں تیرے دین کا پیغام پہنچانے والے بھی ہوں۔ ہم اس مسجد کی تعمیر کے ساتھ تیرے بھیجے ہوئے مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق اس مسجد کو اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنانے والے ہوں اور اپنا فضل فرماتے ہوئے ہمیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مورد بھی بنا جس میں آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے جنت میں ویسا ہی گھر تعمیر کرتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب من بنی مسجداً حدیث 450)

پس ہمیں حقیقی مومن بناتے ہوئے اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جا۔ پس ان باتوں کے حصول کے لیے

سب سے پہلے تو ہر احمدی کو اپنے نمازوں کے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا ان کی پانچ وقت باقاعدگی سے نماز پڑھنے کی طرف توجہ ہے اور پھر باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ ہے؟ صرف اتنا تو کافی نہیں کہ ہماری مسجد بن گئی۔ جنت میں گھر بنانے کے لیے تو اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ مسجد بنالی، اس کے لیے ایمان کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی بھی ضرورت ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہونے کا حق ادا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

ہر سال ہزاروں مسجدیں مسلمان بناتے ہیں لیکن اگر ان میں فرقہ واریت کے درس دیے جاتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے بجائے ذاتی مفادات یا صرف اسی فرقے کے مفادات کی باتیں کی جاتی ہیں یا نئی نئی بدعات نام نہاد علماء پیدا کر رہے ہیں جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے کوئی تعلق نہیں تو وہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسولؐ کے نزدیک جنت میں لے جانے والی مسجدیں نہیں۔

پس مسجد کا حق ادا کرنا اور اسے جنت لے جانے کا ذریعہ بنانا اور اس کی تعمیر سے جنت میں ایک گھر بنانا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو ہر احمدی کو سمجھ کر پھر اس پر عمل کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور اس زمانے میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادقؑ نے ایک حقیقی مسلمان بننے اور عبادتوں اور اپنی مسجدوں کے حق ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کرنے کے بارے میں جس طرح بتایا ہے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تب ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر پختہ اور کامل ایمان لانے والے ہیں، یومِ آخرت پر کامل ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی نمازوں کو قائم رکھنے والے ہیں اور اپنے مال قربان کر کے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق بھی قائم کرنے والے ہیں اور اگر کسی ہستی کا ہمیں خوف ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خشیت ہی ہمارے دلوں میں ہے کیونکہ ہم اس سے پیار کرنے والے ہیں۔ کسی دنیاوی چیز سے ہمیں خوف نہیں ہے، کسی دنیاوی چیز سے ہمیں وہ محبت نہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ سے ہے۔ ہم اپنے دنیاوی مفادات کو اپنے ایمان اور اپنے دین کے لیے قربان کرنے والے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حقیقی احمدی بننے اور خدا تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کے لیے جو نصائح ہمیں فرمائی ہیں ان میں سے بعض مَیں پیش کرتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جس قدر قویٰ عطا فرمائے ہیں ہاتھ پاؤں اور باقی چیزیں، آنکھیں زبان ہر چیز جو ہمیں عطا فرمائی ہے وہ ضائع کرنے کے لیے نہیں ہیں، وہ ضائع کرنے کے لیے نہیں دیے گئے، ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی ان کی نشوونما ہے، اس لیے کہ ان کی نشوونما ہو اور نشوونما کس طرح ہو گی کہ ان کا جائز استعمال ہو، ان کا غلط استعمال نہ ہو۔ اسی لیے اسلام نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کرایا ہے۔ یہ نہیں کہ آنکھوں سے بدنظری کرنی ہے تو اس لیے آنکھیں نکال دو بلکہ ان کا جائز

استعمال چاہیے یا رجولیت کے قویٰ ہیں ان کو ختم کر دو یہ تو کوئی چیز نہیں بلکہ ان کو پاک کرنا، ان کا پاک استعمال کرنا اصل چیز ہے۔ فرمایا کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور ایسے ہی یہاں بھی بیان فرمایا کہ متّقی کی زندگی کا نقشہ کھینچ کر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا ہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ متّقی کا نقشہ کھینچا پہلے فرمایا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ پھر فرمایا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یعنی وہ لوگ جو تقویٰ پر قدم مارتے ہیں، ایمان بالغیب لاتے ہیں، نماز ڈگمگاتی ہے پھر اسے کھڑا کرتے ہیں یعنی مختلف خیالات نماز میں آتے ہیں پھر اللہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ خدا کے دیے ہوئے سے دیتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہیں اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا کہ باوجود خطراتِ نفس بلا سوچے گذشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ نے کہا ہے کہ سب کتابوں پر ایمان لاؤ تو ایمان لاتے ہیں اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سرپر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہے جو برابر آگے کو جارہی ہے اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچ گئے اور راہ کے خطرات سے نجات پا چکے ہیں۔ پھر فرمایا اس لیے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقویٰ کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی ہے جس میں تقویٰ کے وصایا ہیں۔ فرماتے ہیں سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 35)

انسان کس طرح دیکھے کہ اس میں تقویٰ ہے یا نہیں اور متقی کون لوگ ہوتے ہیں اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ

"خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں۔" بہت نرمی ہے بہت عاجزی ہوتی ہے ان میں "وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔" تکبر بالکل نہیں ہوتا ان میں۔ "ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔" حضورؑ نے فرمایا کہ "ہم کو ہر حال میں وہ کرنا چاہیئے جس سے ہماری فلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔"

فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے وراثت سے تو عزت نہیں پائی۔" فرماتے ہیں "گو ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبد اللہ مشرک نہ تھے لیکن اس نے نبوت تو نہیں دی۔ یہ تو فضلِ الٰہی تھا ان صِدقوں کے باعث جو ان کی فطرت میں تھے"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ "یہی فضل کے محرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابو الانبیاء تھے انہوں نے اپنے صدق و تقویٰ سے ہی بیٹے کو قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ خود آگ میں ڈالے گئے۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھیے آپؐ نے ہر ایک قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پروانہ کی۔ یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (الاحزاب: 57) اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم

درود و سلام بھیجو نبیؐ پر۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 37)

پس ہمیں یہی حکم ہے کہ اگر دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور بغیر درود کے کی گئی دعائیں آسمان تک نہیں پہنچتیں، انسان کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتا۔ پس عبادتوں کے معیار بہتر کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لیے درود بھی ضروری ہے اور درود بھیجنے والا یقیناً پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوے کو سامنے رکھے گا۔ آپؐ نے کیا عبادت کے معیار قائم کیے، اپنی امّت کو اس کی تلقین فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء حدیث 3391)

پھر مخلوق کے حق ادا کرنے کے لیے بھی آپؐ نے اپنے نمونے قائم فرمائے جس کی مثالیں ملنی مشکل ہیں۔ اپنی فکر بھی کبھی نہیں کی۔ جو کچھ تھا، وادی کے برابر بھی دولت تھی تو وہ بھی بانٹ دی۔ کوئی سوالی آیا اس کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی سخائہ حدیث 2312)

اس کے علاوہ پھر اور بھی آپؐ کا ہاتھ ہر وقت مخلوق کی خدمت کے لیے تیار رہتا تھا۔ پس درود بھیجنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر جب درود بھیجتا ہے تو پھر ہی اس کی توجہ بھی اس نمونے پر چلنے کی طرف ہوتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائے۔ جب یہ حالت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی، اپنے پیارے بندے سے ہماری محبت کے اظہار اور اس پر درود بھیجنے کی وجہ سے ہماری دعاؤں کو بھی قبولیت کا درجہ دیتا ہے اور تب ہی ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پا کر حلیمی اور مسکینی دکھانے والے بن کر ان لوگوں میں شامل ہونے والے بن سکتے ہیں جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں، فلاح پانے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقعے پر فرماتے ہیں کہ

اگر ہم میں نری باتیں ہی باتیں ہیں تو یاد رکھو کہ کچھ فائدہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ فتح کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ فتح چاہتے ہو تو متقی بن جاؤ اور یہی حقیقی تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حقیقی پہچان کرواتا ہے اور اس کے حکموں پر چلنے والا بناتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 232)

پھر نماز کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے کہ نماز کیا چیز ہے اور حقیقی نماز کیسی ہونی چاہیے آپؑ فرماتے ہیں کہ

"بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہو گا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اس کے یقین کامل ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ اس وقت حاصل ہو گا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔" دعا بھی ضروری ہے، تدبیر بھی ضروری ہے۔ "اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو۔" خود ہم جائزے لے سکتے ہیں ہر کوئی، کون کون سی ایسی مجلسیں ہیں، کون کون سی

ایسی محفلیں ہیں، کون سے ایسے پروگرام ہیں ٹی وی کے اور دوسری چیزوں کے جن سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو چھوڑنا پڑے گا، ترک کرو" اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔" اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ چھوڑنے کی توفیق ملتی ہے اس لیے اس کی دعا بھی کرو۔" اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضاوقدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں جب تک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہر گز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اسے محفوظ نہ رکھے گا۔ تب تک وہ سچی نماز ہر گز نہ ہوگی۔ نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہر گز نہیں۔ نماز وہ شَے ہے جسے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانۂ الوہیت پر گر پڑے۔

جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے اور تضرّع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔" جو برائیوں کی طرف ابھارنے والا نفس ہے وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔" جیسے اژدہا میں ایک سمّ قاتل ہے اسی طرح نفس امارہ میں بھی سمّ قاتل ہوتا ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اسی کے پاس اس کا علاج ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 123)

یعنی جو پیدا کرنے والا ہے اسی کے پاس اس کا علاج بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس کا علاج کر سکتا ہے اس لیے نفس کی برائیوں اور گناہوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہی اس کا فضل مانگنا چاہیے۔ پھر نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ نماز ہی عبادت کا مغز ہے۔ اس لیے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ نماز کے بغیر یا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے بغیر عبادت کا حق ادا ہی نہیں ہو سکتا اور نماز کے کچھ لوازمات بھی ہیں، کچھ شرائط بھی ہیں، ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ نماز میں اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ مؤدب ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو۔ عاجزی ہو، پوری محویت ہو، اس کے فضلوں کو مانگ رہا ہو۔ اس حالت کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ ھِیَ الدُّعَاءُ۔ اَلصَّلٰوۃُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ۔ یعنی نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔ جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لیے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔" انسان دعا کرتا ہے، مسجدوں میں نماز کے لیے آتا ہے، پانچ وقت نمازیں پڑھنی شروع کر دیتا ہے، بڑی دعائیں کرتا ہے، بڑا روتا ہے صرف اس لیے کہ بعض دنیوی مسائل ہوتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ صرف دنیاوی باتوں کے لیے اگر نماز پڑھ رہے ہو تم تو اس کو صلوٰۃ نہیں کہتے "لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدِّ نظر رکھتا ہے اور ادب، انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔" اپنی باتیں نہیں مانگتا رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ "تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ اصل حقیقت دعا کی وہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا اور انسان کے درمیان رابطہ تعلق

بڑھے۔ یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔"

یہی دعا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے "اور انسان کو نامعقول باتوں سے ہٹاتی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان رضائے الٰہی کو حاصل کرے اس کے بعد روا ہے کہ انسان اپنی دنیوی ضروریات کے واسطے بھی دعا کرے۔" پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی دعا کرو پھر دنیاوی ضروریات جو ہیں ان کے لیے بھی دعا کرو کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہی ملتی ہیں" یہ اس واسطے روا رکھا گیا ہے کہ دنیوی مشکلات بعض دفعہ دینی معاملات میں حارج ہو جاتے ہیں خاص کر خامی اور کچ پنے کے زمانہ میں یہ امور ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں۔" جو کمزوریاں ہوتی ہیں، دنیاوی معاملات ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے پہلے تعلق قائم کرو پھر دنیاوی معاملات کے لیے بھی دعا کرو۔ فرمایا کہ "صلوٰۃ کا لفظ پُر سوز معنے پر دلالت کرتا ہے جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے ویسی ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہیئے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 367-368)

پس یہ ہے نماز کی حقیقی حالت جسے حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

پھر ایک جگہ آپ علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ یاد رکھو اگر ایمان کا دعویٰ ہے تو پھر نمازوں کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ تین نمازیں پڑھ کر یا چار نمازیں پڑھ کر جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں پھر ایمان کا دعویٰ غلط بات ہے کیونکہ ایمان کی جڑ نماز ہے اور جس کی جڑ ہی نہیں ہے وہ ایک کھوکھلے درخت کی طرح ہے جس کو ذرا سی ہوا جو ہے زمین پر گرا دے گی۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"جس طرح بہت دھوپ کے ساتھ آسمان پر بادل جمع ہو جاتے ہیں اور بارش کا وقت آجاتا ہے ایسا ہی انسان کی دعائیں ایک حرارتِ ایمانی پیدا کرتی ہیں اور پھر کام بن جاتا ہے۔ نماز وہ ہے جس میں سوزش اور گدازش کے ساتھ اور آداب کے ساتھ انسان خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے۔ جب انسان بندہ ہو کر لاپرواہی کرتا ہے تو خدا کی ذات بھی غنی ہے۔" اس کو بھی کوئی پروا نہیں ہوتی پھر۔" ہر ایک امت اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس میں توجہ الی اللہ قائم رہتی ہے۔ ایمان کی جڑ بھی نماز ہے۔ بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ خدا کو ہماری نمازوں کی کیا حاجت ہے۔" فرمایا کہ "اے نادانو! خدا کو حاجت نہیں۔" اس کو ضرورت نہیں ہے "مگر تم کو تو حاجت ہے۔" تمہیں ضرورت ہے نمازوں کی "کہ خدا تعالیٰ تمہاری طرف توجہ کرے۔ خدا کی توجہ سے بگڑے ہوئے کام سب درست ہو جاتے ہیں۔ نماز ہزاروں خطاؤں کو دور کر دیتی ہے اور ذریعہ حصول قربِ الٰہی ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 378)

اور پھر صرف نماز پڑھنے تک ہی نہیں کہ اس سے قربِ الٰہی ملتا ہے، خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور بگڑے کام درست ہو جاتے ہیں بلکہ نیک نیتی سے مسجد میں آنے والے اور بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے والے کے

بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک نماز کی خاطر یعنی اس کے انتظار میں، نماز پڑھنے کے انتظار میں کوئی شخص مسجد میں بیٹھا رہتا ہے نماز میں مصروف ہی سمجھا جاتا ہے۔ مسجد میں بیٹھنا بھی اور وہاں ذکرِ الٰہی کر رہا ہے تو وہ نماز میں مصروف سمجھا جائے گا اور فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس پر رحم کر اور اس کو بخش دے۔ اس کی توبہ قبول کر۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل الصلاۃ المکتوبۃ فی جماعۃ ..... الخ حدیث 649)

پس کتنا بڑا اجر ہے مسجد میں آکر نماز پڑھنے والے کا کہ صرف نماز پڑھنے کا ہی نہیں بلکہ انتظار کا بھی ثواب مل رہا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتے اس کے لیے دعائیں کر رہے ہیں۔

پس ایسے مہربان خدا کی عبادت کا حق ادا کرنے کی ہمیں کس فکر کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور پانچوں وقت آکر مسجد کو آباد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ مذہب کا منشا ایک وحدت پیدا کرنا ہے، ایک قوم اور ایک امت بنانا ہے آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفسِ واحدہ کی طرح بنادے جس کا نام وحدتِ جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالتِ مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے، بہت سارے جمع ہو جاتے ہیں تو ایک انسان بن جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشا ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدتِ جمہوری کے ایک دھاگے میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لیے ہیں تا کہ کُل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لیے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کم زور میں سرایت کر کے اسے قوت دے۔ حتّٰی کہ حج بھی اس لیے ہے۔ اس وحدتِ جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلے والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلے کی مسجد میں ادا کریں تا کہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل کر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر انس پیدا ہو۔

تعارف بہت عمدہ شَے ہے کیونکہ اس سے انس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے حتّٰی کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں انس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینے والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شَے ہوتا ہے وہ تو دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعے کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا مشکل ہوتا ہے اس لیے یہ تجویز ہے کہ شہر کے سب لوگ ہفتے میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔

اب یہاں فاصلے اگر زیادہ بھی ہوں تو سواریوں کی سہولت ہے جن کے پاس ان کا تو مسجد میں روزانہ آنا بھی کوئی ایسا مشکل نہیں ہے، وہ آسکتے ہیں۔ پھر اگر نیت ہو آنے کی تو آیا جاسکتا ہے مسجد کو آباد کرنے کے لیے لیکن فرمایا اگر بہت دور بھی رہ رہے ہیں لوگ اور مجبوری بھی ہے تب بھی جمعے کو تو ضرور آنا چاہیے۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔ پھر سال کے بعد عیدَین میں بھی تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں

تا کہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدتِ جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لیے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں یعنی جن کو توفیق ہے حج کرنے کی وہ حج کو جائیں۔ غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپس میں الفت اور انس ترقی پکڑے اور پھر آپؑ اپنے مخالفوں کے بارے میں بتا رہے ہیں، افسوس کہ ان کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے، جو اسلام کے مخالف ہیں ان کو پتا ہی نہیں جو عبادتوں پر اعتراض کرتے رہتے ہیں، پانچ وقت کی عبادتیں ان کا مقصد کیا ہے، ہر ہفتے کی عبادت کا کیا مقصد ہے، عیدوں کی، باقی باتوں کی تو آپؑ فرما رہے ہیں یہ فلسفہ ہے اور اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ افسوس علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔ دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لیے ڈھیلا ہو سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کون سا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدَین کی بھی نماز نہ ادا کرتا ہو۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کر کے اسے قوت بخشیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 129-130)

آپس میں ملتے جلتے ہیں تو بہر حال اثر ہوتا ہے لیکن یہ تو ان لوگوں کے لیے جو بالکل ہی ایمان میں کمزور ہیں لیکن حقیقی ایمان یہی ہے کہ پانچ وقت نمازوں کے لیے مسجد میں آؤ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مسجد عطا کر دی ہے تو آپ لوگوں کو جمع ہو کر اس وحدت کا نظارہ بھی یہاں پیش کرنا چاہیے، جن کو سفر کی بھی سہولتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے آباد رکھیں پھر اللہ تعالیٰ بھی کس طرح مہربانی فرماتا ہے جیسا کہ ابھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس کے لیے دعاؤں پر لگا دیا جو پانچ وقت نمازوں کے لیے آتے ہیں اور پھر جو نماز باجماعت ہے اس کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ نے ستائیس گنا زیادہ رکھا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل صلاۃ الجماعۃ حدیث 645)

پس اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے اس اظہار کے باوجود اگر ہم باوجود توفیق ہوتے ہوئے اس کی قدر نہیں کرتے تو یہ بدقسمتی ہے۔ ہر احمدی کے لیے یہ بہت سوچنے کا مقام ہے اور ایک کوشش سے مسجد کو آباد کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔" پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو" اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع

نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا۔ "فرمایا".....جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو" فرمایا".....تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا در حقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔ "یعنی انسان کو۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 15)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان درد بھرے الفاظ کو سمجھتے ہوئے ایمان میں بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، عبادتوں کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس مسجد کو بھی ہمیشہ آباد رکھنے والے ہوں۔

اب مَیں مسجد کے بارے میں بعض کوائف بھی پیش کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند سال پہلے اس مسجد کے لیے کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر جگہ عطا بھی فرما دی جو کہ یہ سارا رقبہ 2640 مربع میٹر پر مشتمل ہے اور اس میں پہلے بھی پندرہ کمروں پر مشتمل ایک تین منزلہ عمارت موجود تھی۔ ایک بڑا ہال تھا اور خریداری کے لیے کچھ حصہ مرکز سے قرضِ حسنہ کے طور پر اس وقت لیا گیا تھا اور امیر صاحب کہتے ہیں کہ اس میں سے سوائے پچاس ہزار یورو کے تقریباً سارا ادا ہو چکا ہے۔ پھر کونسل کے بعض اعتراضات تھے ان کو مختلف میٹنگ میں دور کیے۔ میئر کے ساتھ مختلف میٹنگز کر کے نقشہ جات جمع کرائے اور اللہ کے فضل سے یہ نقشے بھی پاس ہوئے۔ جو ان کا نقشہ تھا، پلان (plan) تھا اس کی تعمیر کے سلسلے میں ان کی رپورٹ کے مطابق آرکیٹکٹ نے ایک ملین یورو کا اندازہ دیا تھا اور اس کو بھی مجلس خدام الاحمدیہ فرانس نے پورا کرنے کا وعدہ کیا اور اپنی ذمہ داری قبول کی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مسجد پانچ لاکھ تیس ہزار یورو میں مکمل ہو گئی۔

اب تک خدام الاحمدیہ کی طرف سے ساڑھے تین لاکھ یورو ملے ہیں، باقی جماعت نے ادا کیے ہیں اور خدام الاحمدیہ کہتی ہے کہ ہم باقی بھی ادا کر دیں گے لیکن خدام الاحمدیہ نے تو ادا کر دیے اور پورا کر بھی دیں گے شاید، ان شاء اللہ تعالیٰ، شاید کیا ان شاء اللہ تعالیٰ کر دیں گے لیکن باقی جماعت کیوں اس سے محروم رہ رہی ہے۔ اگر یہ مسجد اب بن گئی ہے تو لجنہ اور انصار کو چاہیے کہ ایک مسجد کی تعمیر کی ذمہ داری وہ لیں دونوں مل کے لیں اور اگلے تین سالوں کے اندر ایک اَور مسجد یہاں بنانی چاہیے جو انصار اور لجنہ کو مل کر بنانی چاہیے۔ اس مسجد کی تعمیر کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس میں مکرم اسلم دوبوری (Doobory) صاحب، شہباز صاحب، اور محمد عاصم صاحب، منصور صاحب نے ان کی رپورٹ کے مطابق بڑی محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔ اور اس مسجد میں قانونی طور پر 250 افراد کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے جو کونسل نے اپنی کیلکولیشن (calculation) کی اس کے مطابق اور

پچاس گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے بھی جگہ ہے۔ ایک جماعتی دفتر ہے، لجنہ کا دفتر بھی ہے، مرد اور خواتین کے لیے لائبریری بھی ہے اور اس طرح غسل خانے وغیرہ بھی کافی ہیں۔ بڑا کورڈ (covered) پارکنگ ہال ہے اور اگر کبھی ایمرجنسی ضرورت ہو تو اس میں بھی 125 افراد آسکتے ہیں۔ اس سے پہلے والی عمارت جو تھی اس میں پندرہ کمرے ہیں۔ اس کو دوبارہ مرمت کر کے تیار کیا گیا ہے اور یہ بھی اب قابلِ استعمال ہے۔

یہ مسجد اب سٹراس برگ شہر سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور یہ کوئی ایسا فاصلہ نہیں ہے کہ جو دور ہو، نمازی نہ آسکیں۔ بڑے آرام سے آسکتے ہیں۔ مسجد اور ہالوں کا کورڈ ایریا (covered area) تین سو تین مربع میٹر ہے اور اس میں مربی ہاؤس بھی ہے، چار کمروں کا گیسٹ ہاؤس بھی ہے۔

باقاعدہ مینار کی اجازت تو نہیں ملی لیکن مسجد کے دائیں حصے میں آٹھ میٹر کی بلندی پر ایک ڈوم (Dome) رکھنے کی اجازت مل گئی ہے اور وہ اچھا خوبصورت لگتا ہے وہ مسجد کا ہی حصہ ہے۔ اندر محراب بھی ہے سب کچھ ہے۔ اندر کی طرف بھی یہ گولائی میں لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے مبارک فرمائے اور ان خدام کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں قربانی دی ہے اور پھر صرف مسجد کی مالی قربانی ہی نہیں اس مسجد کی آبادی کی روح کو سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور خدام کے عبادت کے معیار بھی بلند ہوں اور جماعت کے افراد کے معیار بھی بلند ہوتے چلے جائیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01 اکتوبر 2019ء جلد 26 شمارہ 67 صفحہ 05 تا 08)

42

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18/ اکتوبر 2019ء بمطابق 18/ اخاء 1398 ہجری شمسی
بمقام ایگزیبیشن سنٹر گیسن (Giesen)، (جرمنی)

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابہ کا جو میں نے ذکر شروع کیا ہوا ہے آج بھی وہی ذکر کروں گا۔ گذشتہ دورے کی وجہ سے، مختلف جلسوں کی وجہ سے یہ ذکر بیچ میں ٹوٹ گیا تھا، اس کا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ جو آخری خطبہ میں نے صحابہ کے ذکر پہ دیا تھا وہ 20/ ستمبر کا تھا۔ اس میں حضرت خبیب بن عدیؓ کا ذکر کیا گیا اور اس کا کچھ حصہ بیان کرنے سے رہ گیا تھا۔ اس میں بیان کیا گیا تھا کہ انہوں نے شہادت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کو یہ کہا کہ میرا اسلام پہنچا دے تو بہر حال یہ وہ لوگ تھے جو بڑے اعلیٰ مقام کے تھے اور اللہ تعالیٰ کا بڑا قرب حاصل کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کا بھی ان سے سلوک کا پتا لگتا ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور تو یہاں کوئی ذریعہ نہیں ہے تُو ہی میرا اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے تو پھر وہ سلام، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا بھی دیا اور وہاں مجلس میں بیٹھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعلیکم السلام بھی کہا اور اس کا صحابہؓ سے ذکر بھی کیا کہ ان کی شہادت ہو گئی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری للامام ابن حجر عسقلانی جزء 7 صفحہ 488 کتاب المغازی حدیث نمبر 4086 قدیمی کتب خانہ کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت خبیب بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کی جو شہادت ہوئی تھی اس کے بعد حضرت عمرو بن امیہ کو یہ حکم دیا کہ مکّے جاؤ اور اس ظلم کا جو کرتا دھرتا ہے ابوسفیان اس کو قتل کر دینا، اس کی یہ سزا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبار بن صخر انصاریؓ کو بھی ساتھ روانہ فرمایا۔ یہ دونوں اپنے اونٹ یأجج وادی جو مکّے سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اس کی یہ گھاٹی تھی اس میں باندھ کر رات کے وقت مکے میں داخل ہوئے۔ حضرت جبارؓ نے حضرت عمروؓ سے کہا کہ کاش ہم طوافِ کعبہ کر سکیں اور دو رکعت نماز ادا کر سکیں یعنی کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کر سکیں۔ حضرت عمرو نے کہا کہ قریش کا یہ طریق ہے کہ رات کو کھانا کھانے کے بعد اپنے صحنوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ کہیں ہم پکڑے نہ جائیں۔ حضرت جبارؓ نے کہا ان شاء اللہ ایسا ہر گز نہیں ہو گا۔ حضرت عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم نے طوافِ کعبہ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ہم ابوسفیان کی تلاش میں نکل پڑے کہ اللہ کی قسم! ہم پیدل چل رہے تھے کہ اہلِ مکہ میں سے ایک آدمی نے ہمیں دیکھا اور مجھے پہچان لیا اور کہنے لگا کہ عمرو بن امیہ یہ تو وہی ہے ضرور کسی شر کی نیت سے آیا ہو گا۔ اس پر میں نے اپنے ساتھی سے

کہا کہ بچو، یہاں سے نکلو۔ پھر ہم تیزی سے وہاں سے نکلے یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ لوگ بھی ہماری کھوج میں نکلے۔ جب ہم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تو وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ پھر ہم نیچے اتر کر پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے اور پتھر اکٹھے کر کے اوپر نیچے رکھ دیے اور وہیں ہم نے رات گزاری۔ صبح ہوئی تو ایک قریشی ادھر آنکلا جو اپنے گھوڑے کو لے کر جا رہا تھا۔ ہم پھر غار میں چھپ گئے۔ میں نے کہا اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا ہوا تو یہ شور مچائے گا لہٰذا اس کو پکڑ کر مار دینا ہی بہتر ہے۔ حضرت عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک خنجر تھا جسے میں نے ابوسفیان کے لیے تیار کیا تھا۔ میں نے اس خنجر سے اس شخص کے سینے پر وار کیا جس سے وہ اس زور سے چیخا کہ مکے والوں نے اس کی آواز سن لی۔ کہتے ہیں میں دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر چھپ گیا۔ جب لوگ اس کے پاس تیزی سے پہنچے تو اپنی آخری سانس لے رہا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم پر کس نے حملہ کیا؟ اس نے کہا کہ عمرو بن امیہ نے۔ پھر موت نے اس پر غلبہ پالیا اور اسی جگہ وہ مر گیا اور انہیں ہماری جگہ کا پتا نہیں بتا سکا۔

اس زمانے میں یہی حالت تھی کہ اگر دشمنوں کو پتا لگ جاتا تھا تو پھر ایک دوسرے کی شدید مخالفت کی وجہ سے یہی ہوتا تھا کہ قتل کر دو اور ان کو یہی شک تھا کہ اس نے کیونکہ ہمیں دیکھ لیا ہے اب یہ جا کے بتا بھی دے گا اور پھر کفار جو ہیں وہ ہمارے پیچھے آئیں گے اور پھر ہمیں بھی قتل کریں گے تو اس سے پہلے دفاع کے طور پر انہوں نے یہ کیا۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارا پتا بتا نہیں سکا۔ وہ اسے اٹھا کر لے گئے اور شام کے وقت میں نے اپنے ساتھی سے کہا اب ہم محفوظ ہیں۔

پس ہم رات کو مکے سے مدینے کی طرف نکلے تو ایک پارٹی کے پاس سے گزرے جو حضرت خبیب بن عدی ؓ کی نعش کی حفاظت کر رہی تھی۔ ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمروؓ کو دیکھ کر کہا کہ خدا کی قسم! جتنی اس شخص کی چال عمرو بن امیہ سے ملتی ہے اس سے زیادہ میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اگر وہ مدینے میں نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہی عمرو بن امیہ ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت جبارؓ جب اس لکڑی تک جس پر حضرت خبیبؓ کو لٹکایا گیا تھا وہاں تک پہنچے تو جلدی سے اسے اٹھا کر چل پڑے۔ وہ لوگ بھی آپ کے پیچھے بھاگے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ وہ لوگ شراب کے نشے میں تھے، بدمست تھے، کچھ جاگ رہے تھے، کچھ سو رہے تھے، کچھ اونگھ رہے تھے تو بہرحال ان کو پتا نہیں لگا اور یہ جلدی سے لے کے بھاگے اور پھر ان کو بھی پتا لگا تو آپ لوگوں کے پیچھے بھاگے یہاں تک کہ جب حضرت جبار یا جَبّار پہاڑ کے سیلابی نالے کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس لکڑی کو اس کے اندر پھینک دیا۔ وہ لوگ بھی پیچھے پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس لکڑی کو ان کافروں کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا اور وہ اسے نہ ڈھونڈ سکے۔ حضرت عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی یعنی حضرت جبارؓ سے کہا کہ تم یہاں سے نکلو اور اپنے اونٹ پر بیٹھ کر روانہ ہو جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمہارے پیچھے آنے سے روکے رکھوں گا۔

حضرت عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں چلا یہاں تک کہ ضَجْنَان پہاڑ تک پہنچ گیا جو مکّے سے پچیس میل

کے فاصلے پر واقع ہے۔ میں نے ایک غار میں پناہ لی۔

وہاں سے نکلا یہاں تک کہ مقام عَرْج پر پہنچا جو مدینے سے 78 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پھر چلتا گیا، کہتے ہیں کہ جب میں مقام نقیع پر اترا جو مدینے سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے تو مشرکین نے قریش کے دو آدمی دیکھے جنہیں قریش نے مدینہ میں جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔ میں نے انہیں کہا کہ ہتھیار ڈال دو۔ پتا تو لگ گیا ہے کہ تم جاسوسی کرنے آئے ہو لیکن وہ نہ مانے۔ اس پر وہاں لڑائی شروع ہو گئی، کہتے ہیں ایک کو تو میں نے تیر مارا اور اس کو ہلاک کر دیا اور دوسرے کو قیدی بنالیا اور پھر اسے باندھ کر مدینہ لے آیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ885-886باب بعث عمرو بن امیہ الضمری لقتال ابی سفیان.....دار الکتب العلمیۃ بیروت2001ء)(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جزء2 صفحہ226، خبیب بن عدی۔ دار الکتب العلمیہ بیروت1995ء)(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 603 کتاب ''ی''۔ جلد 3 صفحہ 46 کتاب ''ف'')(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 225، 309۔ جلد 4 صفحہ 400)

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرو بن امیہ ضمری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنہا جاسوس کے طور پر بھیجا تا کہ حضرت خبیبؓ کو لکڑی سے اتاروں۔ وہ کہتے ہیں کہ رات کے وقت مَیں حضرت خبیبؓ کی لکڑی کے پاس پہنچ کر اس کے اوپر چڑھ گیا تو اس وقت خوف تھا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ لے۔ جب میں نے اس لکڑی کو چھوڑ دیا تو زمین پر گر پڑی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ لکڑی ایسی غائب ہو گئی گویا اسے زمین نے نگل لیا۔ پھر اس وقت سے لے کر آج تک خبیب کی ہڈیوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 1صفحہ684، خبیب بن عدی، دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمرو بن امیہ ضمری بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حضرت خبیبؓ کو رسیوں وغیرہ سے آزاد کر کے نیچے لٹایا تو میں نے اپنے پیچھے کوئی آہٹ کی آواز سنی۔ پھر جب دوبارہ میں سیدھا ہوا تو کچھ بھی نظر نہ آیا اور حضرت خبیبؓ کی نعش غائب ہو چکی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء2 صفحہ25 ،'خبیب بن عدی'دار الکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

تو پہلی روایت جو زیادہ صحیح لگتی ہے کہ پیچھے جب دوڑے تو انہوں نے دریا میں پھینک دیا اور دریا نے اس کو بہالیا یا آگے پیچھے کر دیا، ندی تھی پانی کا بہاؤ تھا۔ تو مختلف روایات آتی ہیں۔ بہر حال اسی نام سے مشہور ہو گئے تھے کہ ان کی نعش زمین میں غائب ہو گئی۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ جزء2 صفحہ226، 'خبیب بن عدی'دار الکتب العلمیہ بیروت2005ء)

تو وہ کفار جو کچھ کرنا چاہتے تھے کوئی معلوم نہ کر سکے اس نعش کی بے حرمتی وہ نہیں کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ رکھا۔

ایک روایت حضرت خبیب بن عدیؓ کے قید کے واقعے کے بارے میں اس طرح بھی ہے کہ مَاوِیَّہ، حُجَیْر بن اَبُوْاِھَاب کی آزاد کردہ لونڈی تھی مکہ میں ان ہی کے گھر میں حضرت خبیب بن عدیؓ قید تھے تا کہ حرمت والے مہینے ختم ہوں تو انہیں قتل کیا جا سکے۔ ماویّہ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اچھی مسلمان

ثابت ہوئیں۔ ماویّہ بعد میں یہ قصہ بیان کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے حضرت خبیبؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ میں انہیں دروازے کے دَرز سے دیکھا کرتی تھی اور وہ زنجیر میں بندھے ہوتے تھے اور میرے علم میں روئے زمین پر کھانے کے لیے انگوروں کا ایک دانہ بھی نہ تھا، اس علاقے میں کوئی انگور نہیں تھا لیکن حضرت خبیبؓ کے ہاتھ میں آدمی کے سر کے برابر انگوروں کا گچھا ہوتا تھا یعنی کافی بڑا گچھا ہوتا تھا جس میں سے وہ کھاتے۔ وہ اللہ کے رزق کے سوا اَور کچھ نہ تھا۔ حضرت خبیبؓ تہجد میں قرآن پڑھتے اور عورتیں وہ سن کر رو دیتیں اور انہیں حضرت خبیبؓ پر رحم آتا۔

وہ بتاتی ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت خبیبؓ سے پوچھا اے خبیب! کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔ ہاں ایک بات ہے کہ مجھے ٹھنڈا پانی پلا دو اور مجھے بتوں کے نام پر ذبح کیے جانے والے سے گوشت نہ دینا۔ جو کھانا تم لوگ دیتے ہو کبھی وہ کھانا نہ دینا جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور تیسری بات یہ کہ جب لوگ میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے بتا دینا۔ پھر جب حرمت والے مہینے گزر گئے اور لوگوں نے حضرت خبیبؓ کے قتل پر اتفاق کر لیا تو کہتی ہیں کہ میں نے ان کے پاس جا کر انہیں یہ خبر دی۔ کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم! انہوں نے اپنے قتل کیے جانے کی کوئی پروا نہیں کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا میرے پاس استرا بھیج دو تا کہ میں اپنے آپ کو درست کر لوں۔ وہ بتاتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے ابو حسین کے ہاتھ استرا بھیجا۔ یہ بیٹا جو ہے کہتی ہیں وہ حقیقی بیٹا نہ تھا بلکہ ماویّہ نے اس کی صرف پرورش کی تھی، یہی لکھا گیا ہے۔ جب بچہ چلا گیا تو پھر کہتی ہیں میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ کی قسم! خبیب نے اپنا انتقام پا لیا۔ اب میرا بیٹا اس کے پاس ہے، استرا اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ تو انتقام لے لے گا۔ یہ میں نے کیا کر دیا! میں نے اس بچے کے ہاتھ استرا بھیج دیا ہے۔ خبیب اس بچے کو استرے سے قتل کر دے گا اور پھر کہے گا کہ مرد کے بدلے مرد۔ روایت تو یہ آتی ہے کہ بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس چلا گیا ان کے ہاتھ میں استرا تھا لیکن ایک روایت یہ اس طرح ہے جو تفصیل سے ہے کہ بچہ ہوش و حواس میں تھا اور اس قابل تھا کہ اس کے ہاتھ کوئی چیز بھجوائی جا سکے اور وہ انہوں نے بھجوایا۔ تو وہ کہتی ہیں کہ جائے گا تو کہہ دے گا کہ ٹھیک ہے تم میرا قتل کر رہے ہو تو میں بھی یہ قتل کر دیتا ہوں۔

پھر جب میرا بیٹا ان کے پاس استرا لے کر پہنچا تو انہوں نے وہ لیتے ہوئے مزاحاً اس بچے کو کہا کہ تُو بڑا بہادر ہے۔ کیا تمہاری ماں کو میری غداری کا خوف نہیں آیا اور تمہارے ہاتھ میرے پاس استرا بھجوا دیا جبکہ تم لوگ میرے قتل کا ارادہ بھی کر چکے ہو۔ حضرت ماویّہ بیان کرتی ہیں کہ خبیب کی یہ باتیں مَیں سن رہی تھی۔ میں نے کہا اے خبیب! میں اللہ کی امان کی وجہ سے تم سے بے خوف رہی اور میں نے تمہارے معبود پر بھروسا کر کے اس بچے کے ہاتھ تمہارے پاس استرا بھجوایا۔ میں نے وہ اس لیے نہیں بھجوایا کہ تم اس سے میرے بیٹے کو قتل کر ڈالو۔ حضرت خبیب نے کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ اس کو قتل کروں۔ ہم اپنے دین میں غداری جائز نہیں سمجھتے۔

وہ بتاتی ہیں کہ پھر میں نے خبیب کو خبر دی کہ لوگ کل صبح تمہیں یہاں سے نکال کر قتل کرنے والے ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ اگلے دن لوگ انہیں زنجیر میں جکڑے ہوئے تنعیم ، مکے سے مدینے کی طرف تین میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے وہاں لے گئے اور خبیب کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لیے بچے، عورتیں، غلام اور مکّے کے بہت

سارے لوگ وہاں پہنچے اور اس روایت کے مطابق کوئی بھی مکے میں نہ رہا۔ جو انتقام چاہتے تھے، جو اپنے بڑوں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے جو جنگ میں مارے گئے تھے وہ تو اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے اور جنہوں نے انتقام نہیں لینا تھا اور جو اسلام اور مسلمانوں کے مخالف تھے وہ مخالفت کا اظہار کرنے اور خوش ہونے کے لیے وہاں گئے تھے کہ دیکھیں کس طرح اس کو قتل کیا جاتا ہے۔

پھر جب حضرت خبیب کو مع زید بن دثنہ کے تنعیم لے کر پہنچ گئے تو مشرکین کے حکم سے ایک لمبی لکڑی کھودی گئی۔ پھر جب وہ لوگ خبیب کو اس لکڑی کے پاس لے کر پہنچے، وہاں کھڑی کی گئی تو خبیبؓ بولے کیا مجھے دو رکعت پڑھنے کی مہلت مل سکتی ہے؟ لوگ بولے کہ ہاں۔ حضرت خبیبؓ نے دو نفل اختصار کے ساتھ ادا کیے اور انہیں لمبا نہ کیا۔ یہ ان خاتون کی روایت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء8 صفحہ399 'ماویۃ مولاۃ حجیر' دار احیاء التراث العربی بیروت1996ء)(صحیح البخاری کتاب الجهاد باب هل يساسر الرجل؟۔۔۔۔ حدیث 3045)(اسدالغابہ جلد اول صفحہ 683 حاشیہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ابن سعد کے حوالے سے جو روایت ابھی بیان ہوئی ہے اس کے مطابق ماویّہ جو تھیں حجیر بن ابو اھاب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں جن کے گھر میں حضرت خبیبؓ قید کیے گئے تھے۔

علامہ ابن عبد البر کے مطابق حضرت خبیبؓ عقبہ کے گھر میں قید تھے اور عقبہ کی بیوی انہیں خوراک مہیا کرتی تھیں اور کھانے کے وقت وہ حضرت خبیب کو کھول دیا کرتی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء2 صفحہ25 ،'خبیب بن عدی' دار الکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ پہلے صحابی تھے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر صلیب دیے گئے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 1صفحہ683، خبیب بن عدی، دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

یعنی پہلے لکڑی کھڑی کی گئی، زمین پر گاڑی گئی اس پر ان کو باندھ کے پھر شہید کیا گیا۔

اس قتل کے واقعے کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ "اس تماشہ کو دیکھنے والوں میں ابوسفیان رئیس مکہ بھی تھا۔ وہ زیدؓ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ محمدؐ تمہاری جگہ پر ہو اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہو؟" (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ "زیدؓ نے بڑے غصہ سے جواب دیا کہ ابوسفیان! تم کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم! میرے لئے مرنا اِس سے بہتر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو مدینہ کی گلیوں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ اس فدائیت سے ابوسفیان متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ "یہ جو جواب تھا ایسا تھا کہ ابوسفیان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا" اور اُس نے حیرت سے زید کی طرف دیکھا اور فوراً ہی "پھر" دبی زبان میں کہا کہ خدا گواہ ہے کہ جس طرح محمدؐ کے ساتھ محمدؐ کے ساتھی محبت کرتے ہیں میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی اور شخص کسی سے محبت کرتا ہو۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 262 تا263)

یہ تھا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وفا کا تعلق اور جان قربان کر دینے کا معیار بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی ان سے کیا تھا وہ بھی ظاہر ہو گیا۔ ان کا اپنا معیار کیا تھا۔ جب یہ انہوں نے کہا کہ جب میں خدا تعالیٰ

کی راہ میں مارا جا رہا ہوں تو جس پہلو میں بھی گروں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دائیں گرتا ہوں، بائیں گرتا ہوں، آگے گرتا ہوں، پیچھے گرتا ہوں۔ مَیں تو خدا تعالیٰ کی خاطر جان دے رہا ہوں۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 1 صفحہ683، خبیب بن عدی، دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

ایک آرزو تھی جس کا انہوں نے قتل کیے جانے سے پہلے اظہار کیا اور وہ بھی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کر لوں، دو نفل پڑھ لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچانے کی آرزو تھی، خواہش تھی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی وہ بھی پہنچا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا یہ حال تھا کہ یہ بھی گوارہ نہیں ہوا کہ آپ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے اور اس کے بدلے میں میری زندگی بچے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ہلکی سی تکلیف کی بھی اہمیت تھی اور اپنی جان کی کوئی پروا نہیں تھی۔ تب ہی تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی بن سلول اگلے صحابی ہیں جن کا ذکر ہو گا۔ حضرت عبداللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عوف سے تھا۔ یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول کے بیٹے تھے اور نہایت ہی مخلص اور جاں نثار اور فدائی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت عبداللہؓ کی والدہ کا نام خولہ بنت منذر تھا۔

(السیرة النبویة لابن هشام صفحہ 468 "الانصار و من معهم" دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء ثالث صفحہ 408 "عبد الله بن عبد الله"۔ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عبداللہ کا نام جاہلیت کے زمانے میں حُباب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا اور فرمایا حُباب شیطان کا نام ہے۔ سلول عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کی دادی کا نام تھا جس کا قبیلہ خزاعہ سے تعلق تھا۔ اُبی اپنی ماں کی نسبت سے مشہور تھا۔ اس لیے عبداللہ بن ابی بن سلول کہلاتا تھا۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول ابوعامر راہب کی خالہ کا بیٹا تھا۔ ابوعامر ان لوگوں میں سے تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا لوگوں میں ذکر کیا کرتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے اور اس نبی پر ایمان لانے کا اظہار کرتا تھا اور آپؐ کے ظہور کا لوگوں سے وعدہ کیا کرتا تھا کہ ظہور ہونے والا ہے۔ ابوعامر نے جاہلیت میں ٹاٹ پہن لیا تھا، بڑے موٹے کپڑے پہنتا تھا اور رہبانیت اختیار کر لی تھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر دیا تو پھر بجائے اس کے کہ جو تلقین کیا کرتا تھا اس کے الٹ ہو گیا اور حسد میں مبتلا ہو گیا، حسد کرنے لگا اور اس نے بغاوت کی اور اپنے کفر پر قائم رہا۔ مشرکین کے ساتھ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فاسق رکھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء ثالث صفحہ 408-409 "عبد الله بن عبد الله"۔ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 1990ء)

حضرت عبداللہ کی اولاد میں عبادہ، جلیحہ، خیثمہ اور خولی اور امامہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ اسلام لائے اور ان کا اسلام بہت اچھا تھا۔ یہ جلیل القدر صحابہ میں شامل تھے۔ حضرت عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت عبداللہ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔ حضرت عائشہؓ

نے حضرت عبداللہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت عبداللہ کو کاتبِ وحی ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 409 "عبد اللّٰہ بن عبد اللّٰہ"۔دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1990ء)

(سیر الصحابہ از سعید انصاری جلد 3 صفحہ 425 دار الاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ کا ناک کٹ گیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کا ناک لگوانے کا ارشاد فرمایا جبکہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ غزوہ احد کے موقعے پر حضرت عبداللہ کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کے دانت لگوانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ دانت والی روایت زیادہ مشہور ہے اور درست ہے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جزء ثالث صفحہ 298 "عبداللّٰہ بن عبداللّٰہ بن ابی"دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء)

اور یہی درست لگتی ہے۔ بعض دفعہ بعض بیان کرنے والے مبالغہ کر لیتے ہیں یا بعض دفعہ صحیح پیغام آگے نہیں سمجھ سکتے تو ناک کی بات تو نہیں دانتوں کی بات ہی صحیح لگتی ہے کہ دانت ٹوٹ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے دانت لگوالو اور وہی لگوایا کرتے تھے، اس زمانے میں بھی کراؤن (crown) چڑھایا کرتے تھے۔

غزوۂ احد میں ابوسفیان نے مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا کہ اگلے سال ہم دوبارہ بدر کے میدان میں ملیں گے۔ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تواریخ سے لے کے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ہے کہ

غزوۂ احد کے بعد میدان سے لوٹتے ہوئے ابوسفیان نے مسلمانوں کو یہ چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ہماری تمہاری جنگ ہو گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ اس لیے دوسرے سال یعنی 4 ہجری میں جب شوال کے مہینے کا آخر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینے سے نکلے اور آپ نے اپنے پیچھے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کو امیر مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہ کو مدینے کا امیر مقرر فرمایا جب آپ لشکر لے کر نکلے۔

دوسری طرف ابوسفیان بن حرب بھی دو ہزار قریش کے لشکر کے ساتھ مکے سے نکلا مگر باوجود احد کی فتح اور اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ہونے کے اس کا دل خائف تھا اور اسلام کی تباہی کے درپے ہونے کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ جب تک بہت زیادہ جمعیت کا انتظام نہ ہو جائے وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہو۔ چنانچہ ابھی وہ مکہ میں ہی تھا کہ اس نے نعیم نامی ایک شخص کو جو ایک غیر جانب دار قبیلے سے تعلق رکھتا تھا مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اور جھوٹ سچ باتیں بنا کر جنگ سے نکلنے سے باز رکھو۔

چنانچہ یہ شخص مدینہ میں آیا اور قریش کی تیاری اور طاقت اور ان کے جوش و خروش کے جھوٹے قصے سنا کر اس نے مدینہ میں ایک بے چینی کی حالت پیدا کر دی حتّٰی کہ بعض کمزور طبیعت لوگ اس غزوے میں شامل ہونے سے خائف ہونے لگے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی تحریک فرمائی اور آپؐ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقع پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لیے ہم اس سے تخلّف نہیں کر سکتے،

اس کے خلاف نہیں چلیں گے خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے، تم لوگ ڈر رہے ہو، اکیلا بھی جانا پڑے تو میں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا۔ لوگوں کا خوف یہ باتیں سن کر جاتا رہا اور وہ بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے اور دوسری طرف ابوسفیان اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مکّے سے نکلا لیکن خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ مسلمان تو بدر میں اپنے وعدے پر پہنچ گئے مگر قریش کا لشکر تھوڑی دور آگے جا کر پھر مکہ لوٹ گیا اور اس کا قصہ یوں ہوا، کس طرح وہ لوٹا کہ جب ابوسفیان کو نعیم کی ناکامی کا علم ہوا، مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے جو آدمی بھیجا تھا جب یہ پتا لگ گیا کہ مسلمان تو نہیں ڈرے، وہ تو باہر آ گئے ہیں تو وہ دل میں خائف ہوا اور اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتا ہوا راستے سے لوٹا کر واپس لے گیا کہ اس سال قحط بہت زیادہ ہے اور لوگوں کو تنگی ہے اس لیے اس وقت لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب کشائش ہو گی، حالات ٹھیک ہوں گے تو زیادہ تیاری کے ساتھ مدینے پر حملہ کریں گے۔

بہر حال اسلامی لشکر آٹھ دن تک بدر میں ٹھہرا اور چونکہ وہاں اس جگہ، اس میدان میں ماہ ذوقعدہ کے شروع میں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا تو ان دنوں میں بہت سے صحابیوں نے اس میلہ میں تجارت کر کے نفع کمایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں تک کہ انہوں نے اس آٹھ روزہ تجارت میں اپنے راس المال کو دوگنا کر لیا۔ جو ان کا اپنا سرمایا تھا اس تجارت کی وجہ سے وہ دوگنا ہو گیا جب میلے کا اختتام ہو گیا اور لشکر قریش نہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کوچ کر کے مدینے واپس تشریف لے آئے اور قریش نے مکے میں واپس پہنچ کر دوبارہ مدینے پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ جو غزوہ ہے یہ غزوہ بدر الموعد کہلاتا ہے جس کے لیے یہ لشکر نکلا تھا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 529-530)

حضرت عبداللہ 12ھ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء 3 صفحہ72 "عبد الله بن عبد الله انصاری" دار الکتب العلمیة بیروت 2010ء)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ کے والد عبداللہ بن اُبی بن سلول کے بارے میں ایک روایت ہے۔ یہ روایتیں بھی مَیں بعض اس لیے بیان کر دیتا ہوں تا کہ تاریخ کا بھی پتا لگتا رہے جو براہِ راست تعلق نہ بھی ہو۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کی بنی ہوئی چادر ڈالی ہوئی تھی اور آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ آپؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو جا رہے تھے جو بنو حارث بن خزرج کے محلے میں رہتے تھے۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے۔

حضرت اسامہؓ کہتے تھے کہ چلتے چلتے آپؐ ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن اُبی ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا، جو منافقانہ اسلام لایا تھا وہ بھی ابھی نہیں تھا۔ اس مجلس میں کچھ مشرک بھی بیٹھے تھے اور کچھ یہودی بھی تھے، کچھ مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ سب ملے جلے لوگ تھے۔ مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ جب اس جانور کی گرد مجلس پر پڑی تو عبداللہ بن اُبی نے

اپنی چادر سے اپنی ناک ڈھانکی اور کہنے لگا غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کہنے کے بعد ٹھہرے اور جانور سے اترے۔ آپؐ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول نے کہا اے شخص! جو بات تم کہتے ہو اس سے اچھی کوئی اَور بات نہیں۔ ٹھیک ہے تم کہتے ہو یا یہ مطلب تھا کہ تمہارے نزدیک اس سے اچھی کوئی اَور بات نہیں یا کوئی اَور اچھی بات نہیں تم کہہ سکتے؟ کئی مطلب اس کے ہو سکتے ہیں۔

بہر حال ترجمہ کرنے میں کس طرح کیا گیا ہے یہ تو اصل حوالے سے پتا لگ سکتا ہے۔ بہر حال اس نے یہ کہا اگر یہ سچ ہے کہ تمہاری اس بات سے کوئی اچھی بات نہیں تو ہماری مجلس میں آ کر اس سے تکلیف نہ دیا کرو، اپنے ٹھکانے پر ہی واپس جاؤ اور پھر جو تمہارے پاس آئے اس سے بیان کیا کرو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ سن کر کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہماری ان مجلسوں ہی میں آپؐ آ کر ہمیں پڑھ کر سنایا کریں۔ ہمیں تو یہ بات پسند ہے۔ اس پر مسلمان اور مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جوش دبایا، دباتے رہے اور سمجھاتے رہے۔ آخر وہ رک گئے۔

پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانور پر سوار ہو کر چلے گئے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا جو ابو حُباب نے آج مجھے کہا ہے؟ آپؐ کی مراد عبداللہ بن اُبی سے تھی۔ آپؐ نے فرمایا اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے، ساری بات بتائی۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کیجیے۔ اس ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اب وہ حق یہاں لے آیا ہے جس کو اس نے آپؐ پر نازل کیا ہے۔ اس بستی والوں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس یعنی عبداللہ بن اُبی کو سرداری کا تاج پہنا کر عمامہ اس کے سر پر باندھیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا کیا ہے یہ منظور نہ کیا تو وہ حسد کی آگ میں جل گیا۔ اس لیے اس نے وہ کچھ کہا جو آپؐ نے دیکھا۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مشرکوں اور اہل کتاب سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا درگزر کیا کرتے تھے اور ان کی ایذا دہی پر، تکلیفوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا۔ (آل عمران:187)

اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان سے جنہوں نے شرک کیا بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ۔ (البقرۃ:110)

اہلِ کتاب میں سے بہت سے ایسے ہیں جو چاہتے ہیں کہ کاش تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ پھر کفّار بنا دیں بوجہ اُس حسد کے جو ان کے اپنے دلوں سے پیدا ہوتا ہے۔ پس تم اس وقت تک کہ اللہ اپنے حکم

کو نازل فرمائے انہیں معاف کرو اور ان سے در گزر کرو اور اللہ یقیناً ہر ایک امر پر پورا پورا قادر ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عفو کو ہی مناسب سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقام پر اُن کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی میں کفار قریش کے بڑے بڑے سرگرم مار ڈالے تو عبد اللہ بن اُبی بن سلول اور جو اس کے ساتھ مشرک اور بت پرست تھے کہنے لگے اب تو یہ سلسلہ شاندار ہو گیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر قائم رہنے کی بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب و لتسمعن من الذین .....حدیث نمبر 4566)

اسلام بھی ان کا اسی طرح تھا کہ جب دیکھا کہ جنگِ بدر میں کامیاب ہو گئے ہیں تو خوف پیدا ہوا اور اسلام لے آئے۔ تو بہر حال یہ روایتیں جیسا کہ میں نے کہا ان کا براہِ راست تعلق نہیں بھی ہے تو بیان کرتا ہوں تا کہ اس حوالے سے تاریخ کا بھی پتا لگتا چلا جائے۔ پھر اس عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے کردار کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بیان کی ہے۔ غزوہ احد کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے قریش کے اس حملے کے متعلق مشورہ مانگا کہ آیا مدینے میں ہی ٹھہرا جاوے یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جاوے۔

اس مشورے پر عبد اللہ بن اُبی بن سلول بھی شریک تھا جو دراصل تو منافق تھا مگر بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہو چکا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورے میں شرکت کی دعوت دی۔ مشورے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ آج رات کو مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز میں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جا رہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ کے اندر ڈالا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر میں سوار ہوں۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے کے ذبح ہونے سے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہ میں سے بعض کا شہید ہونا مراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا شاید خود مجھے اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملے کے مقابلے کے لیے ہمارا مدینے کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے پر سوار ہونے والے خواب کی آپ نے یہ تاویل فرمائی کہ اس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علَم بردار مراد ہے، جھنڈا اٹھانے والا جو ان شاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ موجودہ صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بعض بڑے صحابہؓ نے حالات کے اونچ نیچ کی وجہ سے اور سوچ کر اور شاید کسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب سے متاثر ہو کر یہ رائے دی کہ مدینے میں ہی ٹھہر کر مقابلہ کرنا مناسب ہے۔ یہی رائے عبد اللہ بن اُبی بن سلول جو رئیس المنافقین تھا اس نے بھی دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ بہتر یہی

معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینے کے اندر رہ کر مقابلہ کریں لیکن اکثر صحابہ نے اور خصوصاً ان نوجوانوں نے جو بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اپنی شہادت سے خدمتِ دین کا موقع حاصل کرنا چاہتے تھے اور بڑے بے تاب ہو رہے تھے اس کے لیے بڑے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔

ان لوگوں نے اس قدر اصرار کیا اور اپنی رائے کو پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوش کو دیکھ کر ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ ہم کھلے میدان میں نکل کر کفار کا مقابلہ کریں گے اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد آپؐ نے مسلمانوں میں عام تحریک فرمائی کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس غزوے میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔

اس کے بعد آپؐ اندرون خانہ تشریف لے گئے، گھر چلے گئے جہاں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مدد سے آپؐ نے عمامہ باندھا اور جنگی لباس پہنا اور پھر ہتھیار لگا کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے باہر تشریف لے آئے لیکن اتنے عرصے میں حضرت سعد بن معاذؓ رئیس قبیلۂ اوس اور دوسرے اکابر صحابہ کے سمجھانے سے نوجوان لوگوں کو اپنی غلطی محسوس ہونے لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور اکثر ان میں سے پشیمانی کی طرف مائل تھے۔

جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہتھیار لگائے اور دہری زرہ اور خود وغیرہ پہنے ہوئے دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں تو ان کو اور بھی زیادہ ندامت ہوگئی اور زیادہ پریشان ہو گئے۔ اور انہوں نے قریباً ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے غلطی ہوگئی کہ ہم نے آپؐ کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپؐ جس طرح مناسب خیال فرماتے ہیں اسی طرح کارروائی فرمائیں۔ ان شاء اللہ اسی میں برکت ہوگی۔ آپؐ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ خدا کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کے نبی کی شان نہیں ہے کہ ہتھیار لگائے اور پھر انہیں اتار دے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو۔ پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلامی کے لیے تین جھنڈے تیار کروائے۔ قبیلہ اوس کا جھنڈا اُسَید بن حضیر کے سپرد کیا گیا اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا احباب بن منذر کے ہاتھ میں دیا گیا اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا گیا اور پھر مدینے میں عبد اللہ بن ام مکتوم کو امام الصلوٰۃ مقرر کر کے آپؐ صحابہ کی بڑی جماعت کے ہم راہ نمازِ عصر کے بعد مدینے سے نکلے۔ قبیلہ اوس اور خزرج کے رؤساء سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ آپؐ کی سواری کے سامنے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی صحابہؓ آپؐ کے دائیں اور بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ احد کا پہاڑ مدینے کے شمال کی طرف قریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

اس کے نصف میں پہنچ کر، آدھا سفر طے کر کے اس مقام پر جسے شیخین کہتے ہیں، یہ مدینے کے قریب ایک مقام کا نام ہے وہاں آپؐ نے قیام فرمایا اور لشکرِ اسلام کا جائزہ لیے جانے کا حکم دیا۔ کم عمر بچے جو جہاد کے شوق

میں ساتھ آ گئے تھے وہ واپس کیے گئے چنانچہ عبد اللہ بن عمر، اسامہ بن زید، ابو سعید خدری وغیرہ سب واپس کیے گئے۔ رافع بن خدیج انہیں بچوں کے ہم عمر تھے مگر تیر اندازی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی اس خوبی کی وجہ سے ان کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی سفارش کی کہ ان کو شریکِ جہاد ہونے کی اجازت دی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رافع کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ سپاہیوں کی طرح خوب تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ چست اور لمبے نظر آئیں چنانچہ ان کا یہ داؤ چل گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ اس پر ایک اور بچہ سمرہ بن جندب جسے واپسی کا حکم مل چکا تھا اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا کہ اگر رافع کو لیا گیا ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے کیونکہ میں رافع سے مضبوط ہوں اور کُشتی میں اسے گرا لیتا ہوں۔ باپ کو بیٹے کے اس اخلاص پر بڑی خوشی ہوئی۔ اسے ساتھ لے کر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بیٹے کی خواہش بیان کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا اچھا یہ بات ہے تو پھر رافع اور سمرہ کی کُشتی کروا دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون زیادہ مضبوط ہے۔

چنانچہ مقابلہ ہوا اور واقعہ میں سمرہ نے تھوڑی دیر میں ہی رافع کو اٹھا کر دے مارا، پچھاڑ دیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمرہ کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس معصوم بچے کا دل خوش ہو گیا۔ اب چونکہ شام ہو چکی تھی اس لیے بلالؓ نے اذان کہی اور صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ پھر رات کے واسطے مسلمانوں نے یہیں ڈیرے ڈال دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے پہرے کے لیے محمد بن مسلمہ کو منتظم مقرر فرمایا جنہوں نے پچاس صحابہ کی جماعت کے ساتھ رات بھر لشکرِ اسلامی کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیا۔

دوسرے دن یعنی 15/ شوال 3 ہجری جو 31/ مارچ 624 عیسوی بنتی ہے ہفتے کے دن سحری کے وقت یہ اسلامی لشکر آگے بڑھا اور راستے میں نماز ادا کرتے ہوئے صبح ہوتے ہی احد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس موقعے پر عبد اللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے غدّاری کی اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر سے ہٹ کر یہ کہتا ہوا مدینے کی طرف واپس لَوٹ گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات نہیں مانی اور ناتجربہ کار نوجوانوں کے کہنے میں آ کر باہر نکل آئے ہیں اس لیے میں ان کے ساتھ ہو کر نہیں لڑ سکتا۔

بعض لوگوں نے بطور خود اُسے سمجھایا کہ یہ غدّاری ٹھیک نہیں ہے مگر اس نے ایک نہیں سنی اور یہی کہتا گیا کہ یہ کوئی لڑائی ہوتی ہے۔ اگر لڑائی ہوتی تو میں شامل ہوتا مگر یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ خود کو ہلاکت کے منہ میں ڈالنا ہے۔ اب مسلمانوں کی طاقت صرف سات سو لوگوں پر مشتمل تھی جو کفار کے تین ہزار سپاہیوں کے مقابلے میں چوتھائی حصے سے بھی کم تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 484 تا 487)(معجم البلدان جلد 3 صفحہ 168 زیر لفظ "شیخان")

بہر حال جنگ ہوئی۔ اس کے حوالے سے کچھ اَور بھی حالات ہیں باقی ان شاء اللہ آئندہ خطبے میں بیان

کروں گا۔ اس وقت اب میں ایک مرحوم کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں جن کا نمازوں کے بعد میں جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ وہ ہیں مکرم خواجہ رشید الدین قمر صاحب جو مولانا قمر الدین صاحب مرحوم کے بیٹے تھے۔ 10/ اکتوبر کو کچھ علالت کے بعد 86/ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ قادیان میں 1933ء میں پیدا ہوئے تھے اور جیسا کہ میں نے کہا مولوی قمر الدین صاحب کے بیٹے تھے۔ مولوی قمر الدین صاحب کو حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کا پہلا صدر مقرر فرمایا تھا۔ مرحوم حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور ہمارے محترم امیر صاحب یوکے جو ہیں ان کے ماموں تھے۔ حضرت میاں خیر دین سیکھوانیؓ اور آپؓ کے دو بھائیوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم میں لکھا ہے کہ مَیں اپنی جماعت کے محبت اور اخلاص پر تعجب کرتا ہوں کہ ان میں سے نہایت ہی کم معاش والے جیسے میاں جمال الدین اور خیر الدین اور امام الدین کشمیری میرے گاؤں سے قریب رہنے والے ہیں۔ وہ تینوں غریب بھائی بھی جو شاید تین آنے یا چار آنے روزانہ مزدوری کرتے ہیں لیکن سرگرمی سے ماہوار چندہ میں شریک ہیں۔
(ماخوذ از ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313)

پھر ایک موقعے پر جب آپؑ نے چندے کی تحریک کی تو ان تینوں بھائیوں نے چندے دیے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان صاحبوں کے چندے کا معاملہ نہایت عجیب اور قابلِ رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں گویا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں شرط تھی۔

(ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 167)

تو خواجہ صاحب ان کی نسل میں سے تھے۔ مرحوم نے پاکستان ہجرت کے بعد کچھ عرصہ پاکستان ایئر فورس میں کام کیا۔ 1958ء میں یوکے آ گئے اور یہاں 33/ سال تک برٹش ایئرویز میں ملازم رہے۔

آپ کو چونکہ خدمتِ سلسلہ کا بھی شوق تھا اس لیے آپ نے ملازمت کے دوران اپنی ڈیوٹی بھی رات کے وقت رکھی تا کہ دن کے وقت خدمتِ دین کر سکیں۔ تقریباً ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں گزاری۔

جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ یوکے میں پہلے قائد مجلس خدام الاحمدیہ کے طور پر سات سال تک خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ اس وقت باہر کی خدام الاحمدیہ بھی خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تحت اکٹھی ہوتی تھی تو یوکے کے پہلے قائد یہ تھے۔ اس کے ساتھ آپ کو نیشنل جنرل سیکرٹری اور پھر سیکرٹری مال پھر سیکرٹری رشتہ ناطہ، سیکرٹری امور عامہ، نائب افسر جلسہ گاہ خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔

خواجہ صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت سے بڑا عشق تھا۔ بزرگانِ دین، مربیانِ کرام اور جماعتی عہدیداران کا بہت احترام کرتے تھے۔ انتہائی نیک آدمی تھے، تہجد گزار تھے۔ نماز باجماعت کے پابند، چندہ جات اور صدقہ و خیرات کی ادائیگی میں باقاعدہ نہایت ملنسار، غریب پرور، بچوں سے انتہائی شفقت سے پیش آنے والے، بڑوں اور چھوٹوں کا احترام کرنے والے بڑے دعا گو بزرگ تھے۔ مرحوم خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان

کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں اور ان کی ایک ہمشیرہ اور تین بھائی ہیں۔

آپ کے نواسے قاصد معین مربی سلسلہ ہیں جو آج کل ایم ٹی اے میں بھی اور الحکم میں بھی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ قاصد معین صاحب کہتے ہیں کہ ہم ہفتہ اور اتوار کے روز اپنے نانا کے گھر میں رہتے۔ ہر ہفتے ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا۔ میں اکثر بچپن میں ان کے کمرے میں سوتا اور سونے سے پہلے ہمیشہ دیکھا کہ نوافل پڑھ کر سوتے اور نوافل نہایت خوب صورتی اور تسلی اور سکون سے پڑھتے اور صبح باقاعدگی سے تہجد پر اٹھتے اور فجر کے لیے ہمیں بھی اٹھاتے۔ یہ لکھتے ہیں ان کو ہمیشہ بڑا نرم دل پایا۔

بڑا فرشتہ صفت تھے۔ کبھی ہمیں ڈانٹا نہیں تھا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ مجھے ان کی ڈانٹ یاد ہے اور وہ اس طرح کہ مَیں نے خلافتِ رابعہ میں بچپن کی معصومیت کی وجہ سے ان سے پوچھ لیا کہ اگلے خلیفہ کون ہوں گے، اگلے خلیفہ کے بارے میں پوچھا۔ اس پر نانا جان نے مجھے بڑا ڈانٹا اور سمجھایا کہ ایسی باتیں نہیں کیا کرتے اور چھوٹی عمر میں ہی اس سبق سے مجھے خلافت کے مقام کا اندازہ ہوا۔

بہرحال خلافت سے ایک غیر معمولی وفا کا تعلق تھا۔ وہ باقاعدگی سے مجھے بھی خط لکھا کرتے تھے اور آخری بیماری کے دنوں میں بھی آئے، یہاں دورے سے پہلے ہی، چند دن پہلے ملنے آئے۔ ان کو کینسر تشخیص ہوئی تھی اور بڑا تکلیف دہ علاج بھی ہے اور بیماری بھی لیکن بڑے صبر سے برداشت کیا اور بڑی ہمت سے ساری باتیں بتائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے اور ان کی اولاد اور ان کی نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ نومبر 2019ء جلد 26 شمارہ 69 صفحہ 05 تا 09)

43

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ اکتوبر 2019ء بمطابق 25/ اخاء 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد 'بیت البصیر' مہدی آباد، Nahe (جرمنی)

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ (الحج:42)

یعنی وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں طاقت بخشیں تو وہ نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک باتوں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ حقیقی مومن وہ ہیں جو طاقت ملنے کی صورت میں، کمزوری اور بے چینی کے بعد امن ملنے کی صورت میں، بہتر حالات ہونے پر، آزادی سے اپنی عبادت اور مذہب پر عمل کرنے کے حالات پیدا ہونے کے بعد اپنی خواہشات اور اپنے ذاتی مفادات کی طرف توجہ دینے والے نہیں بن جاتے بلکہ نماز قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔ اپنی نمازوں کی طرف توجہ دینے والے ہوتے ہیں۔ اپنی مسجدوں کو آباد کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسانیت کی خدمت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے غریبوں اور مسکینوں کے لیے اپنے مال میں سے خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔

اشاعتِ دین کے لیے قربانیاں کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے اپنے مال میں سے خرچ کر کے اسے پاک مال بناتے ہیں۔ نیک باتوں کی طرف خود بھی توجہ دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی نیک باتیں کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ برائیوں سے خود بھی رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی برائیوں سے روکنے والے ہیں اور کیونکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان کے کاموں کے بہترین نتائج پیدا فرماتا ہے کیونکہ ہر چیز کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے ہی کرنا ہے۔ پس جو کام خدا تعالیٰ کی ہدایت پر، اُس کے حکم پر، اُس کی خشیت کو دل میں رکھتے ہوئے کیا جائے تو یقیناً اس کا انجام تو بہتر ہی ہو گا۔ پس یہ اصولی بات اگر ہم میں سے ہر ایک سمجھ لے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنتے چلے جائیں گے۔

آپ نے یہاں مہدی آباد میں مسجد بنائی ہے۔ اسی طرح گذشتہ دنوں میں فلڈا (Fulda) میں اور ویزبادن (Wiesbaden) میں بھی مسجد کا افتتاح ہوا ہے۔ جماعت جرمنی سو مساجد کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل

سے مسجدیں بنانے کی توفیق پا رہی ہے اور یقیناً احبابِ جماعت مساجد کی تعمیر کے لیے اس لیے مالی قربانی کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے ہم نے اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے ہیں۔ پاکستان سے ہجرت کر کے آنے کے بعد یہاں آ کر ہمارے مالی حالات بہتر ہوئے ہیں۔ یہ بات ہم میں سے ہر ایک کو اس طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہیے کہ ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں اور اس کا گھر تعمیر کریں جہاں ہم جمع ہو کر نماز کا قیام کر سکیں۔ باجماعت نمازیں ادا کر سکیں۔ اپنی نمازوں میں ایسی حالت پیدا کر سکیں جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توجہ پیدا ہو۔ آزادی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کر سکیں۔ پاکستان میں ہمیں مذہبی آزادی نہیں ہے۔ وہاں ملکی قانون ہمیں مسجدیں بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہمیں آزادی سے عبادت کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم وہاں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کر سکیں، اس کی عبادت کر سکیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کے لیے ہم مسجدیں بنا رہے ہیں۔ ہم پر اللہ تعالیٰ نے مالی لحاظ سے بھی فضل فرمایا ہے۔ اس لیے ہر ایک کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہم اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی بھی کوشش کریں گے اور کر رہے ہیں۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ہے تا کہ اپنی روحانی اور اخلاقی حالتوں کو بہتر کریں تو ہماری یہ مسجدیں ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلانے والی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ پس یہ سوچ ہے اور اس پر بھرپور عمل کی کوشش ہے جو ہر ایک احمدی کو یہاں رہتے ہوئے اپنے دماغوں میں بھی رکھنی چاہیے، دلوں میں رکھنی چاہیے اور اپنے عمل سے ثابت کرنی چاہیے ورنہ مسجدیں بنانا بے فائدہ ہے۔

پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا مقصد مسجدیں بنانے سے پورا نہیں ہو گا بلکہ اس وقت پورا ہو گا جب وہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دیں گے اور اپنی نمازوں کو قائم کریں گے۔ باجماعت نمازوں کے لیے مسجد میں آئیں گے۔ اپنی توجہ نمازوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں گے، اسے قائم کریں گے۔ اگر توجہ اِدھر اُدھر ہوتی ہے تو فوراً واپس توجہ نماز کی طرف اور خدا تعالیٰ کی طرف پھیریں گے۔ اس بات کی حقیقت کو سمجھیں گے کہ نماز میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ صرف ٹھونگے نہیں مارنے، صرف سجدے نہیں کرنے، صرف عربی الفاظ نہیں ادا کرنے بلکہ اپنی زبان میں بھی باتیں کرنی ہیں۔ ایسی نمازوں کی کوشش ہونی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ کا لقا حاصل ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متقی کی صفات بیان کرتے ہوئے، حقیقی مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ کرنے والے ہیں۔ وہ نماز کو کھڑی کرتے ہیں۔ متقی سے جیسا ہو سکتا ہے وہ نماز کھڑی کرتا ہے یعنی کبھی نماز گر پڑتی ہے پھر اسے کھڑا کرتا ہے۔ فرمایا یعنی متقی خدا تعالیٰ سے ڈرا کرتا ہے اور وہ نماز کو قائم کرتا ہے۔ اس حالت میں مختلف قسم کے وساوس اور خطرات بھی ہوتے ہیں جو پیدا ہو کر اس کے حضور میں حارج ہوتے ہیں۔ دلوں کے وسوسے، خیالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ پھیرتے ہیں۔ یہ دلوں کے وسوسے اور خیالات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ پھیرتے ہیں یہی نماز کا گرنا ہے اور واپس اس کو کھڑی کرنا یہی ہے کہ پھر دوبارہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے لیکن اگر دل میں تقویٰ ہے۔ تو فرمایا ایک متقی، ایک حقیقی مومن نفس کی اس کشاکش میں بھی نماز کو کھڑا کرتا ہے یعنی نماز تو گرتی ہے، بعض دفعہ توجہ اِدھر اُدھر چلی جاتی ہے لیکن تقویٰ

یہ تقاضا کرتا ہے کہ کوشش کر کے پھر نماز کو کھڑا کریں۔ پھر اپنی توجہ دوبارہ نماز کی طرف لے کر آئیں اور خدا تعالیٰ کی طرف لے کر آئیں تو یہ اسے کھڑا کرنا ہے۔ فرمایا کہ وہ تکلّف اور کوشش سے بار بار اسے کھڑا کرتا ہے اور اگر مستقل مزاجی سے نماز پر انسان قائم رہے اور اس بات کی کوشش کرتا رہے کہ میں نے اپنی نماز کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں تو پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ذریعہ ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

پھر آپؑ نے ہدایت کی وضاحت فرمائی کہ ہدایت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا کہ وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ جب نماز کے کھڑی کرنے، اس کو قائم کرنے کی کوشش کا معاملہ نہیں رہتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ نماز گر گئی۔ نماز سے توجہ ہٹ گئی اور پھر دوبارہ نماز کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ یہ معاملہ نہیں رہتا بلکہ ہدایت حاصل کرنے کے بعد نماز اس کے لیے بمنزلہ غذا ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہو جاتی ہے جس طرح خوراک ہے۔ کھانا کھانا انسان کے جسم کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی نشوونما کے لیے نماز اس کا حصہ بن جاتی ہے، غذا بن جاتی ہے۔ فرمایا جس طرح مادی غذا کے بغیر زندگی نہیں رہتی، یہ وضاحت مَیں اس کی کر رہا ہوں کہ جس طرح مادی غذا کے بغیر زندگی نہیں رہتی اسی طرح نماز کے بغیر بھی زندگی نہیں رہتی اور صرف یہی نہیں کہ صرف زندگی قائم رکھنے کے لیے غذا کھانی ہے بلکہ فرمایا کہ یہ غذا ایسی ہے کہ اس کا مزہ بھی آتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ نماز میں اس کو وہ لذت اور ذوق عطا کیا جاتا ہے جیسے سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی پینے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ نہایت رغبت سے اسے پیتا ہے اور سیر ہو کر اس سے حظّ اٹھاتا ہے۔ پیاس لگی ہو، شدید پیاس ہو، برا حال ہو، پانی نہ مل رہا ہو، پھر پانی مل جائے اور ٹھنڈا پانی مل جائے تو اس سے جو لطف آتا ہے وہ اسی طرح ہے جس طرح ایک حقیقی ہدایت یافتہ کو نماز پڑھنے سے آتا ہے یا پھر ایک اَور مثال آپؑ نے دی کہ کوئی بھوکا ہو اور اسے نہایت اعلیٰ قسم کا خوش ذائقہ کھانا مل جائے تو اسے کھا کر خوشی ملتی ہے۔ ایسے ہی حقیقت میں خوشی حقیقی نماز پڑھنے والے کو ملتی ہے۔ پس یہ وہ نمازیں ہیں جو حقیقت میں نمازیں ہیں کہ خوش ہو کر نماز پڑھنی ہے نہ کہ بوجھ سمجھ کر نمازیں پڑھنی ہیں بلکہ آپؑ نے یہ مثال بھی دی ہے کہ حقیقی مومن کے لیے نماز ایک قسم کا نشہ ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ سخت کرب محسوس کرتا ہے۔ جس طرح کہ نشئی آدمی جو ہوتا ہے اس کو نشہ نہ ملے تو بڑی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ بڑا اضطراب اور بے چینی محسوس کرتا ہے لیکن نماز کے ادا کرنے سے اس کے دل میں ایک خاص سرور اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ الفاظ میں وہ لذت بیان نہیں ہو سکتی جو حقیقی نماز پڑھنے والے کو لذت ملتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ مومن متقی نماز میں لذت پاتا ہے اس لیے نماز کو خوب سنوار سنوار کر پڑھنا چاہیے۔ فرمایا نماز ساری ترقیوں کی جڑ اور زینہ ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 309-310)

پس اگر ہماری مسجدیں بنیں تو ایسی نمازیں ادا کرنے کے لیے مسجدیں بنیں۔ ہم مسجدیں بنانے کی طرف توجہ دیں تو اس معراج کو حاصل کرنے کے لیے۔ یہ ہماری معراج ہونی چاہیے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ تک لے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ پس مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ یہ مقام کس طرح ملے۔ مسلسل

کوشش سے یہ مقام اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

بہت سے لوگ اب بھی سوال کرتے ہیں، مجھے بھی لکھتے ہیں کہ نماز میں توجہ قائم نہیں رہتی تو یہی اس کا علاج ہے کہ کوشش کر کے بار بار توجہ قائم رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بھی کسی دوست نے یہ سوال کیا کہ میرا دل آج کل ایسا ہو رہا ہے کہ نماز میں لذت اور رقّت پیدا نہیں ہوتی اور مَیں اس وجہ سے نہایت سخت تکلیف میں رہتا ہوں کیونکہ ایک دفعہ نماز کی لذت کا مزہ چکھ چکا ہوں۔ خواہ مخواہ شبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ان کو بہت ردّ کرتا ہوں تاہم وساوس پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کیا کروں؟ فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ انسان ایسے وساوس کا مغلوب نہیں ہوتا۔ وساوس پیدا ہو رہے ہیں، آپ کو احساس پیدا ہو گیا ہے۔ ان کو غالب نہیں ہونے دیا۔ فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو کہ انسان ان وسوسوں کو غالب نہ آنے دے اپنے اوپر تو یہ بھی ثواب کی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی ثواب دیتا ہے، ایسا رحیم و کریم خدا ہے۔ فرمایا کہ نفسِ امّارہ والے کو تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ بدی کیا شَے ہے۔ وہ تو بدیاں کرتا چلا جاتا ہے اس کو تو کچھ نہیں پتا لگتا۔ نفسِ لوّامہ ہے جو بدی کرتا ہے پر بدی پر ہمیشہ گھبراتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے۔ پس یہ نفسِ لوّامہ کی حالت جو ہے اس میں جب بدی پر شرمندہ ہو، گھبرائے، احساس پیدا ہو، خیال پیدا ہو تو اس کو جھٹکے۔ اس کا بھی اللہ تعالیٰ ثواب دے دیتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے اور توبہ کرتا رہتا ہے۔ ایسا شخص نفس کا غلام نہیں ہے۔ فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر خیالات اور وسوسے آتے ہیں اور پھر ان کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہو تو تمہیں ثواب مل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا بھی ثواب دے دیتا ہے۔ ایسا شخص نفس کا غلام نہیں ہے اور اس حالت میں ہونا ایک حد تک ضروری بھی ہے۔ اس سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس میں بڑے بڑے ثواب ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود بخود نور اور سکینت نازل کرتا ہے۔ خدا کی رحمت کا وقت آتا ہے اور ایک ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور وہ بات ہوا ہو جاتی ہے۔

انسان کو چاہیے کہ تھک نہ جاوے۔ سجدے میں یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ بہت پڑھا کرو۔ فرمایا سجدے میں یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ بہت پڑھا کرو۔ لیکن یاد رکھو کہ جلد بازی خوف ناک ہے۔ جلد بازی نہیں دکھانی۔ اسلام میں انسان کو بہادر بننا ہے۔ جو جلد بازی دکھاتا ہے وہ بہادر نہیں ہے، وہ بزدل ہے۔ برسوں کی محنت اور مشقت کے بعد آخر شیطان کے حملے کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ بھاگ جاتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 347)

پس یہ اصولی بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے کہ جلد بازی نہیں کرنی اور مستقل اللہ تعالیٰ کو پکڑے رکھنا ہے۔ اس کے آگے جھکے رہنا ہے۔ آخر ایک دن شیطان ہار مان کر بھاگ جائے گا لیکن اگر جلد بازی دکھائی، نماز کو قائم کرنے کی بھرپور کوشش نہ کی تو پھر انسان شیطان کے پنجے میں آ جاتا ہے۔ عموماً دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ انسان جلد باز ہے۔ فوری نتائج نہ ملیں تو کہتا ہے کہ دعائیں کرنے کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انسان اگر صرف دنیا ہی دنیا مانگتا رہے تو صرف ایسی دعائیں پھر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی روحانی اور دینی ترقی مانگی جائے، اللہ تعالیٰ کا قرب مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ پھر قریب آتا ہے اور پھر اس شخص کی دنیاوی ضروریات بھی

پوری کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے بھی کچھ طریقے اور اصول ہیں اور ان پر چلنا پڑے گا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک طرف تو یہ فرمائے کہ اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کہ تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں سنوں گا اور دوسری طرف بندہ پکار تا رہے اور اللہ تعالیٰ سنے ہی نہ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

نمازوں میں دعائیں اور درود ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہیں۔ مگر تم پر یہ حرام نہیں کہ نمازوں میں اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگا کرو۔ خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جس میں تضرّع ہو اور حضورِ قلب ہو۔ تضرّع پیدا کرو، دل کو نرم کرو۔ دل میں خشیت پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں، اس سے مانگ رہا ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے ہی لوگوں کے گناہ دُور ہوتے ہیں جن میں تضرّع ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (ھود:115) یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہاں حسنات کے معنی نماز کے ہیں اور حضور اور تضرّع اپنی زبان میں مانگنے سے حاصل ہوتا ہے یعنی جو تضرّع پیدا ہوتا ہے، انسان کا دل پگھلتا ہے وہ اپنی زبان میں انسان مانگے تو تبھی پیدا ہو سکتا ہے جب سمجھ بھی آ رہی ہو کہ کیا مانگ رہا ہے۔ پس فرمایا کہ اپنی زبان میں دعا کیا کرو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو دعائیں سکھائی ہیں وہ دعائیں بھی بڑی ضروری ہیں، کرنی چاہئیں اور ان میں سے بہترین دعا فاتحہ ہے کیونکہ وہ جامع دعا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا سکھائی ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اس کے معنے بڑے وسیع ہیں اور اس کی وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ جب زمیندار کو زمینداری کا ڈھب آ جاوے تو وہ زمینداری کے صراطِ مستقیم پر پہنچ جاوے گا۔ جو زمیندار ہے ایک اس کو کھیتی باڑی کرنے کا طریقہ آ جائے، زمیندارہ کرنا آ جائے، ہل چلانا آ جائے، بیج پھینکنا آ جائے، یہ پتا ہو کہ کس وقت کھاد دینی ہے، کس وقت پانی دینا ہے، کس وقت سپرے کرنا ہے تو فرمایا کہ جب اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو وہ صراطِ مستقیم پر پہنچ گیا، اپنے اس فیلڈ کے صراطِ مستقیم پر، زمینداری کے صراطِ مستقیم پر۔ اسی طرح تم خدا کے ملنے کی صراطِ مستقیم تلاش کرو اور دعا کرو کہ یا الٰہی میں تیرا گناہ گار بندہ ہوں اور افتادہ ہوں میری رہنمائی کر۔ ادنیٰ اور اعلیٰ سب حاجتیں بغیر شرم کے خدا سے مانگو کہ اصل معطی وہی ہے، وہی دینے والا ہے۔ بہت نیک وہی ہے جو بہت دعا کرتا ہے کیونکہ اگر کسی بخیل کے دروازے پر، بہت کنجوس آدمی ہو اس کے دروازے پر بھی سوالی ہر روز جا کر سوال کرے گا تو آخر ایک دن اس کو بھی شرم آ جاوے گی۔ پھر خدا تعالیٰ سے مانگنے والا اور وہ خدا جو بے مثل کریم ہے، ایسا کریم ہے جس کی مثال کوئی نہیں وہاں سے کیوں نہ پائے۔ پس مانگنے والا کبھی نہ کبھی ضرور پالیتا ہے۔ نماز کا دوسرا نام ہی دعا ہے جیسے فرمایا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المومن:61) کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا۔ پھر فرمایا وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (البقرۃ:187) جب میرا بندہ میری بابت سوال کرے پس میں بہت ہی قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ پکارتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ بعض لوگ اس کی ذات پر، اللہ تعالیٰ کی ذات پر شک کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میری ہستی کا نشان یہ ہے کہ تم مجھے پکارو اور مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں پکاروں گا اور جواب دوں گا اور تمہیں یاد کروں گا۔

اگر یہ کہو، لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بڑا پکارتے ہیں تو جواب نہیں دیتا۔ آپؑ فرماتے ہیں دیکھو تم ایک جگہ کھڑے ہو کر ایک ایسے شخص کو جو تم سے بہت دُور ہے پکارتے ہو اور ایک تو فاصلے کی دوری ہے اور دوسرے تمہارے اپنے کانوں میں کوئی نقص بھی ہے، کان بھی تھوڑے سے خراب ہیں سن بھی نہیں سکتے۔ وہ شخص جس کو تم دور سے پکار رہے ہو وہ تمہاری آواز سن کر تمہیں جواب دے گا مگر جب وہ دور سے جواب دے گا تو تم بباعث بہرہ پن کے سن نہیں سکو گے۔ کیونکہ کانوں میں تمہارے نقص ہے اس لیے دور سے جواب سن نہیں سکو گے۔

پس فرمایا کہ جوں جوں تمہارے درمیانی پردے اور حجاب اور دوری دور ہوتی جاوے گی تو تم ضرور آواز سنو گے۔ جتنا کوشش کر کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب آتے جاؤ گے تو اس کی آواز بھی سن لو گے۔ فرمایا کہ جب سے دنیا کی پیدائش ہوئی ہے اس بات کا ثبوت چلا آتا ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو رفتہ رفتہ بالکل یہ بات نابود ہو جاتی کہ اس کی ہستی ہے بھی۔ پس خدا کی ہستی کے ثبوت کا سب سے زبردست ذریعہ یہی ہے کہ ہم اس کی آواز کو سن لیں یا دیدار یا گفتار۔ یا دیکھ لیا یا بات کر لی۔ پس آج کل کا گفتار قائم مقام ہے دیدار کے۔ ہاں جب تک خدا کے اور اس کے سائل کے درمیان کوئی حجاب ہے اس وقت تک ہم سن نہیں سکتے۔ جب درمیانی پردہ اٹھ جاوے گا تو اس کی آواز سنائی دے گی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 226-227)

پس یہ درمیانی پردے اٹھانے کی ضرورت ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو میری طرف سنجیدگی سے آئے گا، میری ذات کی حقیقت کو سمجھ کر میری طرف بڑھے گا تو میں بھی اس کی طرف آؤں گا۔ اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں اس کی طرف دو قدم آتا ہوں۔ بندہ چل کے آتا ہے تو میں دوڑ کے آتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب ذکر النبی ﷺ و روایتہ عن ربہ حدیث 7536)

پس اگر نقص ہے تو ہمارے میں۔ پس ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی ضرورت ہے۔ اس کے راستے تلاش کرنے اس سے ملاقات کرنے کے لیے بھی اسی کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے لیے اپنی پوری کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف ایک بات پر عمل کر لینا کہ مسجدیں بناؤ تا کہ اسلام کا تعارف ہو، کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے عملی کوششوں کی بھی ضرورت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کی بھی ضرورت ہے اور جب کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی تو پھر ہی کامیابی ہو گی۔ چنانچہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

یاد رکھو کہ بیعت کے وقت توبہ کے اقرار میں ایک برکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ساتھ اس کے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی شرط لگا لے تو ترقی ہوتی ہے۔ بیعت کر لی برکت پیدا ہو گئی۔ ساتھ یہ شرط ہو کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا تو پھر ترقی بھی ہوتی جائے گی مگر یہ مقدم رکھنا تمہارے اختیار میں نہیں بلکہ امدادِ الٰہی کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) کہ

جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری راہ میں انجام کار رہنمائی پر پہنچ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح وہ دانہ تخم ریزی کا بدوں کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا ہے، ایک کسان بیج بوتا ہے یا انسان لگاتا ہے اگر اس کو اس کی پوری طرح محنت سے پالا نہ جائے، اسے پانی نہ لگایا جائے تو وہ بے برکت رہتا ہے۔ اس میں وہ برکت نہیں پڑتی۔ اگتا ہی نہیں یا اُگے گا تو بہت کمزور ہو گا بلکہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کرو گے۔ فرمایا کہ اس اقرار کو، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کو ہر روز یاد نہ کرو گے اور دعائیں نہ مانگو گے کہ خدایا ہماری مدد کر تو فضلِ الٰہی وارد نہیں ہو گا۔ فرمایا کہ بغیر امدادِ الٰہی کے تبدیلی ناممکن ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان میں تبدیلی آجائے۔ اس لیے اس کی مدد مانگنے کے لیے، اس کا فضل مانگنے کے لیے دعا بہر حال کرنی پڑے گی۔ فرمایا کہ چور، بدمعاش، زانی وغیرہ جرائم پیشہ لوگ ہر وقت ایسے نہیں رہتے بلکہ بعض وقت ان کو ضرور پشیمانی ہوتی ہے۔ یہی حال ہر بدکار کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں نیکی کا خیال ضرور ہے۔ پس اس خیال کے واسطے اس کو امدادِ الٰہی کی بہت ضرورت ہے۔ اسی لیے پنجوقتہ نماز میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا جس میں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ اور پھر اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ یعنی عبادت بھی تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔

اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی ہر نیک کام میں قویٰ، تدابیر، جدوجہد سے کام لیں یعنی ہر نیک کام کرنے کے لیے جو انسانی طاقتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہیں جو تدبیریں ہو سکتی ہیں، جو کوشش ہو سکتی ہے وہ کرنی ہے۔ یہ اشارہ ہے نَعۡبُدُ کی طرف، عبادت کرنے کی طرف۔ کیونکہ جو شخص نری دعا کرتا ہے اور جدوجہد نہیں کرتا وہ بہرہ یاب نہیں ہوتا۔ صرف دعا سے کام نہیں بنتا کوشش بھی کرنی پڑے گی وہ کامیاب ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسے کسان بیج بو کر اگر جدوجہد نہ کرے تو پھل کا امیدوار کیسے بن سکتا ہے اور یہ سنت اللہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ یہ اگر بیج بو کر صرف دعا کرتے ہیں تو ضرور محروم رہیں گے۔ اگر اس کو پانی نہیں لگاتے، اس کی گوڈی نہیں کرتے، اس کی نگہداشت نہیں کرتے تو انسان محروم رہے گا۔ مثلاً دو کسان ہیں ایک تو سخت محنت اور قلبہ رانی کرتا ہے، گوڈی کرتا ہے، محنت کرتا ہے تو یہ ضرور کامیاب ہو گا۔ دوسرا کسان محنت نہیں کرتا یا کم کرتا ہے اس کی پیداوار ہمیشہ ناقص رہے گی یعنی بالکل بہت کم ہو گی جس سے وہ شاید سرکاری محصول بھی ادا نہ کر سکے اور وہ ہمیشہ مفلس رہے گا۔ اسی طرح دینی کام بھی ہیں۔ انہی میں منافق، انہی میں نکمے، انہی میں صالح، انہی میں ابدال، قطب، غوث بنتے ہیں۔ لوگ ایک طرح کے ہی ہیں لیکن ان میں منافق لوگ بھی پیدا ہو جاتے ہیں، نکمے، کام نہیں کرنے والے بھی ہیں لیکن انہی میں صالح لوگ بھی ہیں جو ابدال تک پہنچ جاتے ہیں، قطب بن جاتے ہیں، غوث بنتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے نزدیک درجہ پاتے ہیں اور بعض چالیس چالیس برس سے نماز پڑھتے ہیں مگر ہنوز روز اول ہی ہے، کوئی ترقی نہیں اور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تیس روزوں سے کوئی فائدہ محسوس نہیں کرتے۔ رمضان کے تیس روزے بھی رکھ لیے تب بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ رمضان کے بعد پھر وہیں آجاتے ہیں۔

بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑے متقی اور مدت کے نماز خواں ہیں مگر ہمیں امدادِ الٰہی نہیں ملتی۔ دعویٰ تو متقی ہونے کا ہے اور بڑی نمازیں پڑھنے کا دعویٰ ہے لیکن ساتھ کہتے ہیں کہ امدادِ الٰہی نہیں ملتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ

رسمی اور تقلیدی عبادت کرتے ہیں۔ صرف ظاہری عبادت ہوتی ہے۔ ترقی کا کبھی خیال نہیں کیا۔ گناہوں کی جستجو ہی نہیں۔ یہ کوشش ہی نہیں کرتے کہ تلاش کریں کہ میرے اندر کون کون سے گناہ ہیں۔ سچی توبہ کی طلب ہی نہیں۔ گناہوں کی طرف توجہ ہو گی، انسان تلاش کرے کون کون سے گناہ ہیں تو پھر سچی توبہ بھی ہو گی اور وہ (توبہ) طلب کرے گا۔ پس وہ پہلے قدم پر ہی رہتے ہیں۔ ایسے انسان بہائم سے کم نہیں۔ تو پھر تو یہ جانوروں والی حالت ہے۔ انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ ایسی نمازیں خدا کی طرف سے وَیل لاتی ہیں، قبول نہیں ہوتیں بلکہ منہ پہ ماری جاتی ہیں۔ نماز تو وہ ہے جو اپنے ساتھ ترقی لے آوے جیسے طبیب کے زیرِ علاج ایک بیمار ہے۔ ایک نسخہ وہ دس روز استعمال کرتا ہے پھر اس سے اس کو روز بروز نقصان ہو رہا ہے۔ جب اتنے دنوں کے بعد فائدہ نہ ہو تو بیمار کو شک پڑ جاتا ہے کہ نسخہ ضرور میرے مزاج کے موافق نہیں اور یہ بدلنا چاہیے۔ پس رسم اور رسمی عبادت ٹھیک نہیں ہے۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 225-226)

اس کو بھی بدلنا پڑے گا۔ سوچنا پڑے گا کہ کیا وجہ ہے؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ میں خود دعا قبول کرتا ہوں اور میری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں۔ پس عبادت وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب پیدا ہو۔

پھر نماز کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ "نماز اصل میں دعا ہے۔ نماز کا ایک ایک لفظ جو بولتا ہے وہ نشانہ دعا کا ہوتا ہے۔ اگر نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کے لیے تیار رہے کیونکہ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ سوائے اس کے کہ ہلاکت کے نزدیک خود جاتا ہے اور کیا ہے۔ ایک حاکم ہے جو بار بار اس امر کی ندا کرتا ہے۔ "آواز دیتا ہے" کہ میں دکھیاروں کا دکھ اٹھاتا ہوں۔ "حکومت نے اعلان کیا، حاکم وقت نے اعلان کیا کہ میں جو مجبور ہیں، دکھی ہیں ان کا دکھ اٹھاتا ہوں۔ "مشکل والوں کی مشکل حل کرتا ہوں۔ میں بہت رحم کرتا ہوں۔ بے کسوں کی امداد کرتا ہوں لیکن ایک شخص، جو کہ مشکل میں مبتلا ہے، اس کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی ندا کی پروا نہیں کرتا۔ "وہ بلا رہا ہے اور مشکل میں گرفتار ایک شخص ہے جو اس کے پاس سے گزر جاتا ہے اور پروا نہیں کرتا "نہ اپنی مشکل بیان کر کے طلبِ امداد کرتا ہے تو سوائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اَور کیا ہو گا یہی حال خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ تو ہر وقت انسان کو آرام دینے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ کوئی اس سے درخواست کرے۔ قبولیتِ دعا کے لیے ضروری ہے کہ نافرمانی سے باز رہے اور دعا بڑے زور سے کرے کیونکہ پتھر پر پتھر زور سے پڑتا ہے تب آگ پیدا ہوتی ہے۔"
(ملفوظات جلد 7 صفحہ 70)

پس جب یہ حالت ہم اپنے اندر پیدا کر لیں کہ ہماری نمازیں بھی اور ہمارے عمل بھی خدا تعالیٰ کی ہی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو جائیں تو پھر خدا تعالیٰ بھی ہمارے خوفوں کو ہمیشہ امن میں بدلتا چلا جائے گا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہاں آ کر جو کچھ ہمیں ملا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے اور اس میں اضافہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہو گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کوشش اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ آپ لوگ خود اپنے جائزے لے سکتے ہیں کہ کس حد تک ہم نماز کے قیام کی کوششیں کر رہے ہیں؟ کس حد تک خدا تعالیٰ سے ہر ایک کا تعلق قائم ہو گیا ہے یا اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں؟ کس حد تک دنیا کے کام ہماری نمازوں میں حائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد

ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی بات، والی چیز جو ہے وہ ترکِ نماز ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ حدیث:82)

کفر اور ایمان کے درمیان فرق کس چیز سے ہو گا اسی سے ہو گا کہ نماز چھوڑ دی۔ پس یہ ارشاد ہمیں ہلا دینے والا ہونا چاہیے کہ مومن وہ ہے جو نمازوں میں باقاعدہ ہے ورنہ اس میں اور ایک کافر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نماز باجماعت پڑھنے والے کا ثواب بھی اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں کہا کہ نمازیں پڑھو بلکہ باجماعت پڑھے۔ حق ادا کر کے پڑھے تو پچیس گنا اور بعض جگہ ستائیس گنا ثواب رکھا ہوا ہے بیان کیا گیا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل صلاۃ الجماعۃ حدیث645-646)

اس کے باوجود اگر بغیر کسی جائز عذر کے ہم اس طرف توجہ نہ دیں تو پھر ہماری کس قدر بدقسمتی ہے۔ پس اگر ہم نے مساجد بنائی ہیں تو مسجدوں کے حق ادا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اپنی مالی قربانیوں کی طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے۔ خود نیکیاں کرنے اور اپنے اخلاق بلند کرنے اور دوسروں کو نیکیاں کرنے کی تلقین کی ضرورت ہے۔ خود یہاں کے ماحول کی برائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی ضرورت ہے ورنہ ہمارا عہدِ بیعت بھی صرف لفظی عہدِ بیعت ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

پس تم ایسے ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ کے ارادے تمہارے ارادے ہو جاویں اسی کی رضا میں رضا ہو۔ اپنا کچھ بھی نہ ہو سب کچھ اس کا ہو جاوے۔ صفائی کے یہی معنے ہیں کہ دل سے خدا تعالیٰ کی عملی اور اعتقادی مخالفت اٹھا دی جاوے۔ اور خدا تعالیٰ کسی کی نصرت نہیں کرتا جب تک وہ خود نہیں دیکھتا کہ اس کا ارادہ میرے ارادے اور اس کی مرضی میری رضا میں فنا نہیں ہے۔

فرمایا میں کثرتِ جماعت سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ اب اگر اس وقت جس وقت آپؑ بات فرما رہے ہیں احمدیوں کی تعداد چار لاکھ بیان کی جاتی تھی کہ چار لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہے مگر حقیقی جماعت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر صرف بیعت کر لی بلکہ جماعت حقیقی طور سے جماعت کہلانے کی تب مستحق ہو سکتی ہے کہ بیعت کی حقیقت پر کاربند ہو۔ سچے طور سے ان میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاوے اور ان کی زندگی گناہ کی آلائش سے بالکل صاف ہو جاوے۔ نفسانی خواہشات اور شیطان کے پنجے سے نکل کر خدا تعالیٰ کی رضا میں محو ہو جاوے۔ حق اللہ اور حق العباد کو فراخ دلی سے پورے اور کامل طور سے ادا کریں۔ دین کے واسطے اور اشاعت دین کے لیے ان میں ایک تڑپ پیدا ہو جاوے۔ اپنی خواہشات اور ارادوں اور آرزوؤں کو فنا کر کے خدا کے بن جاویں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گمراہ ہو پر جسے میں ہدایت دوں۔ تم سب اندھے ہو مگر وہ جس کو میں نور بخشوں۔ تم سب مردے ہو مگر وہی زندہ ہے جس کو میں روحانی زندگی کا شربت پلاؤں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کی ستاری ڈھانکے رکھتی ہے ورنہ اگر لوگوں کے اندرونی حالات اور باطن دنیا کے سامنے کر دیے جائیں تو قریب ہے کہ بعض بعض کے قریب تک بھی جانا پسند نہ کریں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے جو ہمارے عیب ڈھانپے ہوئے ہیں۔ اگر عیب ظاہر ہو جائیں اور ایک دوسرے پر ظاہر ہونا شروع ہو جائیں تو بعض لوگ شاید بعض دوسرے لوگوں کے قریب بھی نہ جائیں۔ فرمایا خدا تعالیٰ

بڑا ستار ہے۔ انسانوں کے عیوب پر ہر ایک کو اطلاع نہیں دیتا۔ پس انسان کو چاہیے کہ نیکی میں کوشش کرے اور ہر وقت دعا میں لگا رہے۔ یقیناً جانو کہ جماعت کے لوگوں میں اور ان کے غیر میں اگر کوئی مابہ الامتیاز ہی نہیں ہے تو پھر خدا کوئی کسی کا رشتہ دار تو نہیں ہے۔ ہم احمدی ہوئے، بیعت ہوئے، ہمارے میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے تو پھر خدا کوئی کسی کا رشتے دار نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ان کو عزت دے اور ہر طرح سے حفاظت میں رکھے۔ اگر فرق نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کسی کا رشتہ دار تو نہیں ہے کہ ضرور ہمیں عزت دے اور ان کو ذلت دے اور عذاب میں گرفتار کرے۔ فرمایا کہ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔(المائدہ:28) متقی وہی ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر ایسی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جو منشائے الٰہی کے خلاف ہیں۔ نفس اور خواہشاتِ نفسانی کو اور دنیا و مافیہا کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ہیچ سمجھیں۔ ایمان کا پتا مقابلے کے وقت لگتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک کان سے سنتے ہیں دوسری طرف سے نکال دیتے ہیں ان باتوں کو دل میں نہیں اتارتے۔ چاہے جتنی نصیحت کرو مگر ان کو اثر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو، کسی پر سخت صدمہ آجاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ۔(النمل:63)

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 136-137)

یعنی کون کسی بے کس کی دعا سنتا ہے جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ اپنی اصلاح جو کرتے ہو تو اپنے اہل و عیال کو بھی اپنی اصلاح میں شامل کرو۔ بیوی بچوں کی اصلاح کرنا بھی تمہارا فرض ہے۔ فرمایا "خدا تعالیٰ کی نصرت انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں بڑا شوق ذوق اور شدتِ رقّت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں اور آخر ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ (الاحقاف:16) میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو پہلا فتنہ حضرت آدم پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں بلعم کا ایمان جو حبط کیا گیا اصل میں اس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلعم کی عورت کو اس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دے دیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰؑ پر بد دعا کرنے کے واسطے اکسایا تھا۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 139)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والے ہوں۔ اپنی نمازوں کو قائم کر کے پھر انہیں اعلیٰ معیار تک لے جانے والے ہوں۔ اپنے مالوں کو بھی پاک کرنے والے ہوں۔ اپنے اخلاق اعلیٰ کرنے والے ہوں۔ نیکیوں کو کرنے والے اور پھیلانے والے ہوں۔ برائیوں سے رکنے والے اور برائیوں سے اپنی نسلوں کو بھی روکنے والے ہوں۔ اور پھر اپنے ماحول کو بھی روکنے والے ہوں۔ مساجد کی تعمیر کے ساتھ اسلام کا حقیقی پیغام اس ملک کے شہریوں تک پہنچانے والے ہوں اور انہیں خدائے واحد کا عبادت گزار بنانے والے ہوں اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ہم اپنے اندر بھی اعلیٰ تبدیلیاں پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب اس مسجد کے بعض کوائف بھی بیان کر دیتا ہوں۔ یہاں اس جگہ کا نام تو ہم نے 'مہدی آباد' رکھا ہوا ہے۔ ناہے (Nahe) گاؤں کا نام ہے جہاں یہ مسجد اب بنائی گئی ہے۔ مقامی جماعت تو یہاں کی تھوڑی سی ہے اور یہ جگہ جو ہے یہ زرعی زمین تھی جو 1989ء میں، Nineteen eighty-nine میں خریدی گئی تھی۔ اس میں کچھ حصہ زراعت کے لیے ہے جو جماعت نے ٹھیکے پر دیا ہوا ہے۔ یہاں پہلے جب جگہ لی گئی تھی تو فارم ہاؤس بھی تھا، بلڈنگ بھی تھی۔ اس کو بطور مشن ہاؤس استعمال کرنے کی اجازت بھی مل گئی۔ پھر جو بڑا ہال تھا اس میں مسجد بنانے کی اجازت بھی مل گئی اور وقار عمل کے ذریعہ سے یہ سارے کام ہوئے۔ یہ دو منزلہ عمارت ہے۔ اس میں ایک مربی ہاؤس بھی ہے جو پہلے بنا ہوا تھا۔ پھر 2010ء میں اس کونسل نے یہاں کی جو فارم والی زمین کے ایک حصے کو رہائشی قرار دے دیا اور اس طرح یہاں بارہ پلاٹ بھی گھروں کے بنا دیے گئے اور باقاعدہ مسجد بنانے کی بھی اجازت مل گئی۔ اور بارہ پلاٹوں میں سے دو جماعت نے اپنے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ باقی لوگوں کو فروخت کر دیے اور اس میں سے جو رقم حاصل ہوئی یا اس سے پہلے کونسل نے جو زمین واپس لی تھی اس سے جو رقم حاصل ہوئی وہ اس سے تقریباً بلکہ زائد رقم ہی مل گئی جس پر یہ زمین خریدی گئی تھی۔ بہرحال چھ سات سال پہلے بلکہ آٹھ سال پہلے اس کی بنیاد میں نے رکھی تھی اور یہ مسجد بھی اب مکمل ہو رہی ہے اور مسجد جو ہے یہ دو منزلہ ہے۔ مسقف حصہ اس کا تین سو پچاسی مربع میٹر ہے۔ 210 نمازیوں کی گنجائش ہے۔ مسجد کا اوپر والا حصہ مردانہ ہے اور نچلے والا حصہ خواتین کے لیے بنایا گیا ہے۔ وضو اور غسل خانے وغیرہ کی سہولیات ہیں۔ تقریباً پانچ لاکھ ساٹھ ہزار یورو میں یہ تعمیر ہوئی تھی۔ اس میں سے دو لاکھ یورو سے کچھ اوپر یہاں کے مقامی احباب نے چندہ دیا ہے جو باقی رقم ہے وہ سو مساجد سکیم میں سے ادا کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے اموال اور نفوس میں برکت عطا فرمائے اور اس مسجد کی تعمیر کے بعد عبادت کا حق پہلے سے بڑھ کر ادا کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ نومبر 2019ء جلد 26 شمارہ 71 صفحہ 05 تا 08)

44

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01 نومبر 2019ء بمطابق 01 نبوت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ دنوں مَیں یورپ کے بعض ممالک کے دورے پر گیا تھا جہاں دو ممالک ہالینڈ اور فرانس کے جلسہ سالانہ بھی تھے۔ اس کے علاوہ مساجد کے افتتاح اور غیروں کے ساتھ دوسرے پروگرام بھی ہوتے رہے۔ فرانس میں یونیسکو (UNESCO) کی عمارت میں تقریب ہوئی جس کی اجازت وہاں کی انتظامیہ نے دی تھی اور ان کی دعوت پہ کی گئی تھی جس میں اسلامی تعلیمات بیان کرنے اور علمی اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان کرنے کی بھی توفیق ملی۔ یونیسکو (UNESCO) یو۔این (UN) کا ایک ادارہ ہے جو تعلیم، سائنس اور کلچر کے فروغ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس کے کاموں میں پریس کی آزادی، غربت کا خاتمہ اور ورثے کی حفاظت وغیرہ کے کام بھی ہیں۔ بہرحال ان کے انھی کاموں کے حوالے سے اسلام کی تعلیم اور پہلے مسلمانوں کی اس بارے میں خدمات اور ان کا حصہ اور جماعت احمدیہ کے کردار کے بارے میں انہیں بتایا۔ اسی طرح جرمنی میں برلن میں جو وہاں کا دارالحکومت ہے، وہاں سیاست دانوں اور پڑھے لکھے لوگوں کو اسلامی تعلیم اور یہ بات جو یورپین لوگوں کے دماغوں میں ہے اور جو تصور قائم ہو گیا ہے، خاص طور جرمنی اور بعض ممالک میں زیادہ ہے کہ اسلام یورپ کے کلچر اور سویلائزیشن (civilization) سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لیے اسلام کو نہ یہاں آنا چاہیے، نہ یہاں آسکتا ہے اور یہ بھی کہ اسلام یورپ کے لیے خطرہ ہے۔ اس بارے میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں بتایا اور وہاں بعض بڑے پڑھے لکھے لوگ، سیاست دان اور ڈپلومیٹس وغیرہ بھی تھے۔ ان پہ بڑا مثبت ردّ عمل ہوا۔ انہوں نے اس کا اظہار کیا۔ اسی طرح دوسری تقریبات میں بھی اسلامی تعلیم اور اسلام کا تعارف کروانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھنے کا ہر جگہ موقع ملا۔ اس وقت مَیں مختلف فنکشنوں پر بعض غیروں کے جو تاثرات تھے وہ مختصراً بیان کروں گا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم سمجھنے اور اپنے تحفّظات دُور کرنے کا ہر جگہ موقع ملا۔

ہالینڈ میں جلسے کے دوسرے دن ڈَچ مہمانوں سے بھی مخاطب ہونے کا موقع ملا۔ 125 غیر مسلم ڈچ مہمان وہاں شامل ہوئے۔ نن سپیت (Nunspeet) جو اس وقت ہمارا مرکز ہے وہاں کے کونسلر نے اپنے تاثر بیان کرتے ہوئے کہا کہ بہت عرصہ پہلے میں یہاں آنے کو یعنی جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے کو پسند بھی نہیں کرتا تھا مگر وقت کے

ساتھ ساتھ تعلقات اچھے ہو گئے۔ اور جب مَیں وہاں گیا ہوں تو میرے استقبال کے لیے بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ پھر کہتے ہیں پہلے بھی میں نے امام جماعت احمدیہ کو سنا، اب دوبارہ سننا چاہتا تھا اور یہ سب باتیں جو کی ہیں ان سے میں بڑا متاثر ہوں کیونکہ اس سے لگتا ہے کہ جس طرح ایک گہرا باہمی رشتہ ہمارا آپس میں ہو گیا ہے اور آپ لوگ یعنی وہاں کی جماعت معاشرے کا ایک فعال حصہ ہیں اور اس جلسہ میں شامل ہو کے اس میں مزید مضبوطی پیدا ہوئی ہے۔

اسی طرح روٹرڈم (Rotterdam) وہاں ایک شہر ہے۔ وہاں سے آنے والے ایک مہمان ہرمن میٹر (Herman Meeter) صاحب نے کہا کہ جلسہ پر آنے سے قبل میں گھبرایا ہوا تھا کہ اس جلسے پر مسلمان اکٹھے ہو رہے ہیں، پتا نہیں کیا ہو گا؟ مگر یہاں آ کر بڑی حیرت ہوئی کہ امن کی باتیں ہو رہی ہیں اور جو بات مجھے آپ کی تقریر کی اچھی لگی وہ یہ تھی کہ بڑی جرأت سے بات کی ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ پوپ عمومی رنگ میں امن کی بات کرتا ہے مگر اس نے احمدی دوست کو کہا کہ آپ کے خلیفہ نے برملا طور پر طاقت وَر قوموں کو مخاطب کر کے بات کی ہے۔

پھر ایک ڈچ میاں بیوی تھے جو اس میں شامل ہوئے وہ کہتے ہیں کہ جلسے کا ماحول عجیب تھا۔ سب لوگ خوش اخلاق تھے۔ لگتا تھا ایک جنت نظیر ماحول ہے اور پھر میری تقریر کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہم پہ اس کا بڑا اثر ہوا اور مترجمین نے بھی بہت متاثر کیا۔ بڑا اچھا ترجمہ ساتھ ساتھ ہو رہا تھا۔ یہ مترجمین پہ بھی depend کرتا ہے کہ وہ کس طرح بیان کرتے ہیں اس لیے ہمارے ترجمہ کے شعبہ کو مختلف ملکوں میں بھی کوشش یہ کرنی چاہیے، ایم۔ٹی۔اے میں تو کرتے ہی ہیں کہ جب بھی وہاں فنکشن اور جلسے ہوں تو ترجمے صحیح رنگ میں ہونے چاہئیں۔

ایک مہمان ڈینی ہارکنک (Dini Harkink) صاحب اس میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ میرا تعلیمی بیک گراؤنڈ ہے۔ چار سال قبل مَیں نے ایک ادارے میں ڈچ زبان پڑھانی شروع کی۔ یہاں میری ملاقات ایک پاکستانی فیملی سے ہوئی اور وہ زبان سیکھنے آیا کرتے تھے۔ تعلقات بڑھے اور انہیں میں نے ہر طرح سے تعاون کا یقین دلایا۔ ہر ہفتے وہ میرے ساتھ کچھ وقت گزارتے اور ان کے بچے بھی مجھے ملتے۔ ان بچوں سے بھی مجھے جماعت کے بارے میں علم ہوا اور پھر کہتے ہیں کہ اب میں یہاں آیا ہوں تو مجھے بڑا اچھا محسوس ہو رہا ہے اور آپ کے خلیفہ بھی امن اور باہمی ہم آہنگی کی باتیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں خود عیسائی ہوں اور دیکھ سکتا ہوں کہ آپ کی جماعت صرف احمدیوں سے ہی نہیں بلکہ ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے سے اچھا برتاؤ کرتی ہے۔ خاص کر ایک مسلمان رہنما سے یہ باتیں سننا، اس نے مجھے بڑا متاثر کیا کیونکہ آج کل اسلام کے بارے میں غلط تصورات موجود ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ آپ نے دنیا میں پھیلی بدامنی کا ذکر کیا ہے اور امن کے قیام کی ضرورت پہ زور دیا ہے۔ ہم زمین پر ایک دوسرے سے مل کر رہتے ہیں اور ہمیں اس بارے میں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم سب مل کر امن کا قیام کریں۔

پھر ہالینڈ میں المیرے (Almere) شہر میں انہوں نے وہاں دوسری مسجد بنائی ہے جو باقاعدہ مسجد ہے، اس کا افتتاح تھا۔ وہاں المیرے چرچ کے چیئرمین حایو ویتزل صاحب آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی جماعت کا پیغام امن کا پیغام ہے۔ آپ کے خلیفہ نے امن اور مذہبی آزادی پر بہت ہی اچھی تقریر کی ہے۔ المیرے میں پہلے کیتھولکس اور پروٹسٹنٹ مل کر امن کے ساتھ رہتے تھے۔ اب امید ہے کہ احمدی بھی ہمارے ساتھ مل کر امن کے

ساتھ رہیں گے۔ انہوں نے کچھ تو چرچ کے حوالے سے بھی بات کرنی تھی ورنہ یہ ان کا وہاں کے لوگوں کا عموماً اظہار ہے کہ جو بھی احمدی وہاں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مل جل کر رہتے ہیں اور بڑے پُر امن لوگ ہیں۔

ایک عرب مہمان زکریا صاحب آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں مجھے بڑا اچھا پروگرام لگا اور آپ کے خلیفہ کی تقریر جو تھی وہ میں نے سنی۔ پھر یہ کہنے لگے کہ اگر ہم امن چاہتے ہیں تو اس تقریر پر عمل کرنا چاہیے۔ پھر کہتے ہیں کہ ایک عرب ہونے کے ناطے یہ بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے پروگرام کے شروع میں تلاوتِ قرآن کریم کی گئی جو ان ملکوں میں رہتے ہوئے میرے لیے ایک عجیب بات تھی اور مجھے بڑی اچھی لگی۔

پھر ایک لوکل مہمان تھیں "دینے کے" صاحبہ۔ کہتی ہیں یہ فنکشن بڑا اچھا آرگنائز کیا تھا اور آپ کے خلیفہ کی تقریر میں نے سنی۔ بڑی اچھی تھی۔ عورتوں کے لیے بھی بڑا اچھا انتظام تھا اور پہلی دفعہ میں آئی ہوں اور اب میں دوبارہ مسجد آؤں گی اور جماعت کی عورتوں سے دوبارہ ملوں گی اور اپنا تعارف بڑھاؤں گی۔ ایک اَور لوکل مہمان تھے کہتے ہیں کہ یہ پہلا موقع ہے کہ میں مسلمانوں کے اس قسم کے پروگرام پر آرہا ہوں۔ آنے سے پہلے میرے ہمسائے نے کہا تھا کہ بچ کر رہنا۔ مسلمانوں کا کچھ پتا نہیں کہ کب کیا کر دیں لیکن مجھے یہاں آکر بہت اچھا لگا۔ آپ کی جماعت کے لوگوں نے ہمارا شروع سے لے کر آخر تک بہت خیال رکھا۔

پھر ایک لوکل خاتون ہیں ایولِن صاحبہ۔ کہتی ہیں کہ افسوس کی بات ہے کہ دنیا کو اسلام کی یہ تصویر نہیں دکھائی جاتی۔ آپ کی جماعت کے لوگ بہت محنتی ہیں اور مہمان نواز ہیں۔ میں نے آج اس مسجد کو پہلی بار دیکھا ہے مگر میں آئندہ بھی یہاں آنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ کی مسجد میں مجھے سکون ملا ہے۔

اس کے بعد پھر فرانس کا دورہ تھا۔ ان کے اس طرح کے تاثرات بے شمار ہیں لیکن بہرحال چند ایک مَیں نے بیان کیے۔ فرانس کا جو دورہ تھا وہاں جلسہ تھا اور وہاں بھی اسی طرح غیر احمدی، غیر مسلم مہمانوں کے ساتھ نشست تھی جس میں 75 کے قریب مہمان آئے ہوئے تھے وہاں ایک مہمان خاتون جو پیشے کے اعتبار سے انتھراپولوجسٹ (Anthropologist) ہیں۔ کہتی ہیں کہ جب خلیفہ نے یہ بات کی کہ وہ فرانس میں جو مختلف حملے ہوئے ہیں ان کی مذمت کرتے ہیں تو انہوں نے واضح کر دیا کہ اسلام کا ایسے حملوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ امام جماعت احمدیہ نے اسلام کی جو حقیقی تصویر پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان آسانی سے مغربی دنیا میں انٹیگریٹ (Integrate) ہو سکتے ہیں اور کہنے لگیں کہ جو کہتے ہیں کہ مغربی دنیا میں اسلام کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، مسلمان وہاں مل کر نہیں رہ سکتے وہ غلط کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آج کی تقریر سننی چاہیے تھی۔

پھر ایک غیر احمدی مرتضیٰ صاحب تھے جن کا تعلق ایران سے تھا۔ کہتے ہیں کہ انہیں آج پہلی دفعہ احمدیہ جماعت اور خلیفۃ المسیح کے سٹیٹس (Status) کا علم ہوا۔ لوگ دنیا میں اسلام کے خلاف بہت پروپیگنڈا کرتے ہیں، آپ کے خلیفہ نے آج ان سب کا زبردست جواب دیا ہے۔ مسلمانوں کی حالت ایسی ہے کہ ان کو تو اپنے عقیدے اور ایمان کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔ ان لوگوں کو آپ کے خلیفہ سے اسلام سیکھنا چاہیے۔ اور اصل

بات تو یہ ہے کہ زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود سے جُڑ کر ہی اسلام کی حقیقی تعلیم کا پتا لگتا ہے اور جب تک ان مسلمانوں کو اس بات کا ادراک نہیں ہو گا کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا ہے تب تک صحیح اسلام کا، حقیقی اسلام کا پتا لگ بھی نہیں سکتا۔ بہر حال یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ نے آج واضح کر دیا ہے کہ جہاد اصل میں کیا ہے اور کس طرح اس کی غلط تشریحات کی جارہی ہیں۔ خلیفہ نے اسلام کی ابتدائی دَور کے واقعات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو واقعات پیش کیے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ اس طرح حکمت کے ساتھ اسلام کا پیغام سنا ہے۔

پھر مراکش سے تعلق رکھنے والے ایک غیر احمدی مہمان سفیان صاحب کہتے ہیں کہ مجھے آج کے خطاب سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ آپ لوگ ہی حقیقی اور اصل مسلمان ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔ مولویوں نے جو مجھے بچپن سے احمدیوں کے بارے میں سکھایا تھا وہ سب جھوٹ تھا لیکن فرانس میں اسلام سے اور مسلمانوں سے لوگ ڈرتے ہیں۔ ہمیں پتا نہیں تھا کہ ہم کس طرح اس کا دفاع کریں۔ کس طرح لوگوں کا ڈر اور خوف دور کریں۔ آج کہتے ہیں کہ آپ کے خلیفہ نے بہت اچھے طریقے سے اسلام کا دفاع کیا ہے اور یہ بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ حقیقی اسلامی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے سے ہی پتا لگتی ہے۔

ایک عیسائی مہمان تھے جیکب (Jacob) صاحب۔ کہتے ہیں ایسے پروگراموں کی دنیا میں بہت ضرورت ہے۔ آپ کے خلیفہ مختلف اقوام اور مذاہب میں جو آپس کے فاصلے ہیں ان کو کم کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ جو دہشت گرد ہیں ان کے سیاسی مقاصد ہیں۔ مذہب ایک اچھی چیز ہے۔ مذہب سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ خلیفہ نے بار بار آزادی کی بات کی۔ یہ فرانس کے لوگوں کے لیے ایک نئی بات ہے۔ فرانس کے لوگوں میں اسلام کے بارے میں بالکل اَور سوچ ہے۔

پھر ایک مہمان میکسین آن فرے (Maxine Onfray) جو تھنک ٹینک میں کام کرتے ہیں، کہنے لگے کہ آج میری زندگی کا ایک بہت پیارا دن ہے جس میں آپ کے خلیفہ کو براہِ راست میں نے سنا اور انہوں نے بالکل صحیح کہا ہے کہ اس وقت ہم ایک ایسے اندھیرے دور سے گزر رہے ہیں جس میں نفرت پائی جاتی ہے لیکن ساتھ ہمیں یہ بھی سمجھا دیا کہ یہ سب کچھ مذہب کی وجہ سے نہیں ہے اور لوگوں کو اسلام سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ مذہب کو شدت پسند لوگوں نے ہائی جیک کر لیا ہے اور اسے اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ میں اس سے متفق ہوں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلامی تعلیم کی رو سے ہمیں سمجھایا کہ ہم آئندہ اپنی نسلوں کے لیے کس طرح دنیا کو اچھا چھوڑ کے جاسکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس خطاب کو شائع ہونا چاہیے اور ہم سب کو ملنا چاہیے۔ یہ تھنک ٹینک کے ایک ممبر ہیں ان کا تبصرہ ہے۔

پھر 8/ اکتوبر کو یونیسکو (UNESCO) میں جیسا کہ میں نے ذکر کیا وہاں تقریب تھی۔ اس تقریب میں 91 مہمان شریک ہوئے جن میں یونیسکو میں مالی کے ایمبیسیڈر، فرانس کی وزارت خارجہ اور داخلہ کے حکام، مذہبی امور کے مشیر، فرانس کی مذہبی امور کی جو وزارت ہے اس کی مشیر، مذاہب کے شعبہ کے ڈائریکٹر،

NATO میموریل کے پریذیڈنٹ، ممبر پارلیمنٹ، کونسلرز، میئرز اور مختلف حکومتی اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد اور ڈائریکٹرز وغیرہ شامل تھے۔

مالی سے یونیسکو کے ایمبیسیڈر عمر کائتا صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ امام جماعت امن پھیلا رہے ہیں۔ میں آپ کے امن کے پیغام کی وجہ سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یونیسکو ایک ایسی آئیڈیل جگہ ہے جہاں امن کی بات ہو سکتی ہے اور پھر انہوں نے اپنے باقی جذبات کا بھی اظہار کیا کہ کس طرح اس تقریر سے، خطاب سے ہمیں بہت ساری باتیں پتا لگیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جس کی امتِ مسلمہ کو بھی ضرورت ہے۔ مالی کے رہنے والے خود مسلمان نہیں ہیں۔ کہتے ہیں یہی وہ چیز ہے جس کی امتِ مسلمہ کو بھی ضرورت ہے۔ عالمی انصاف اور ہم آہنگی کا جو تصور امام جماعت نے پیش کیا ہے دنیا کو اس کی اشد ضرورت ہے۔

پھر نیٹو میموریل کے صدر مسٹر برینٹن (Mr Brenton) نے کہا کہ اس میں شامل ہو کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اس بات کا اظہار کیا کہ وہ شامل ہوئے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ کانفرنس اہم اور تاریخی تھی اس سے امن، رواداری اور اخوت قائم ہو سکتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت احمدیہ کے امام کے پیغام کو سنیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ حقیقی اسلام کی بات کرتے ہیں جو پُر امن اور برداشت کی تعلیم دینے والا ہے۔ یہ پیغام شدت پسندوں کے عمل سے بالکل مختلف ہے۔ امام جماعت اس امن کے پیغام کو فروغ دینے کے لیے بہت کوشش کر رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ ایک ضروری کام ہے امن کے کام کو فروغ دینا اور ہم بھی ان کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کو امن قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ کام ہر سطح پر کرنا چاہیے اور اس کے لیے اپنا عملی نمونہ پیش کرنا چاہیے۔

پھر فرانس میں مالی سے تعلق رکھنے والے کیتھولک افراد کی ایسوسی ایشن کے صدر دیالو (Diallo) صاحب بھی اس پروگرام میں شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں پہلے سے احمدیوں کے بارے میں جانتا تھا۔ تمام مذاہب کو یہ پیغام دوسروں تک پہنچانا چاہیے جو آج ہمیں ملا اور یہ تقریر سن کر مجھے لگا کہ یہ اتنا پیارا پیغام ہے اور اس کو سننے کے بعد میرے دل میں اس کی اتنی خواہش پیدا ہوئی کہ میں اسلام کی ترقی کے لیے خود دعا کروں۔ یہ کیتھولک ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر دنیا میں وہ اسلام قائم ہو جو امام جماعت احمدیہ پیش کر رہے ہیں تو دنیا کے سب مسائل ختم ہو جائیں گے۔ جب دوسروں کے جذبات کا احترام ہو گا تو ہر جگہ امن قائم ہو گا۔ باہمی احترام کی بڑی ضرورت ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دین پر قائم ہے لیکن ہمارا ایک مشترکہ عقیدہ ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔

پھر ایک مہمان برنرڈ (Bernard) صاحب کہتے ہیں کہ ہم ٹی وی پر اسلام کے بارے میں جو پروپیگنڈا سنتے تھے آج اس سے بالکل مختلف اسلام کی تعلیم پیش کی گئی ہے اور یہی حقیقی اسلام ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے آج آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم حاصل کیا ہے کہ کس طرح مدینے میں بہت اعلیٰ معاشرہ قائم کیا۔ مجھے آج پہلی دفعہ پتا چلا ہے کہ اسلام نے علم کے میدان میں کتنا بڑا حصہ لیا اور دنیا کو علم دیا ہے۔

پھر فرانس کی ایک انسانی حقوق کی فیڈریشن کے ممبر ہیں جو اس پروگرام میں شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ

تقریر بہت اچھی اور بہت گہری تھی۔ بڑی تفصیل سے علم کی ضرورت اور علم کے فروغ کے لیے کیے جانے والے اقدامات کا ذکر کیا۔ آپ نے علم کی تاریخ میں اسلام کی خدمات بھی گنوائی ہیں۔ یہ بہت دلچسپ معلومات تھیں۔

پھر سٹی کونسل کے ایک ممبر پروگرام میں شامل تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں کونسل میں مختلف نسلوں کے مابین تفریق کے خلاف کام کرنے والے شعبے کا انچارج ہوں اور پھر کہتے ہیں کہ خاص کر جو تقریر، جو باتیں میں نے آج سنیں اس میں خاص طور پر آپ نے جو خواتین کو علم کے یکساں مواقع فراہم کرنے کی بات کی ہے اور پھر بین المذاہب ہم آہنگی کی بات کی ہے یہ بہت ضروری ہے۔ پھر افریقہ کے پس ماندہ علاقے میں تعلیم اور صحت کے حوالے سے شروع کیے جانے والے جماعت کے پروجیکٹس کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عام طور پر جب فرانس یا دیگر ممالک میں اسلام کی بات ہوتی ہے تو مختلف خدشات کا ذکر ہوتا ہے۔ معاشرے میں ایک اسلاموفوبیا ہے، ایسے میں اسلام کے بارے میں مثبت باتیں سننے کو ملی ہیں۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں یہاں آؤں اور دیکھوں کہ آپ کی جماعت کیا ہے اور کیسے کام کرتی ہے اور آپ کے بارے میں مزید علم حاصل کروں۔ چنانچہ آج میری یہ خواہش پوری ہوئی۔

پھر ایک اَور مہمان الیگزینڈر (Alexander) صاحب ہیں کہتے ہیں کہ خلیفہ نے امن کا پیغام دیا اور یہ خطاب سچائی پر مشتمل تھا۔ آپ نے بڑی کھل کر اور واضح بات کی۔ مجھے لگتا ہے کہ احمدیہ جماعت نے غلامی کے مضمون کو واضح کیا ہے۔ یہ پیغام بہت شان دار ہے۔ مسلمانوں میں سے احمدیوں نے یہ پیغام پیش کیا ہے جو ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔

پھر ایک خاتون جرنلسٹ تھیں۔ کہتی ہیں کہ تقریر سنی، بڑی اچھی تقریر تھی۔ خاص طور پر یہ سن کر حیرانی ہوئی کہ کس حد تک اسلام نے دنیا میں تعلیمی ترقی کی ہوئی ہے۔ اس میں مسلمانوں کا کتنا بڑا کردار ہے اور اس کی مثالیں بھی آپ نے اپنی تقریر میں دیں اور قرآن کی بھی مثال دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی مثالیں دیں کہ کس طرح انہوں نے ایک امن پسند معاشرے کا قیام فرمایا۔ کہتی ہیں کہ آج میں نے یہاں بہت کچھ سیکھا ہے۔

پھر ایک مہمان مسٹر بریزیوولی (Mr Bresiouu Willy) صاحب ہیں۔ ایک چیریٹی میں کام کرنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑی اہم تقریب تھی۔ بڑا عمدہ پیغام تھا۔ ایک تاریخی پیغام تھا۔ ایک ایسا پیغام تھا جس کو ساری دنیا کو سننا چاہیے۔ اس خطاب سے میرا علم بڑھا ہے اور مجھے امن کی اصل حقیقت اور اہمیت کا اندازہ ہوا ہے۔

پھر سٹراس برگ میں مسجد کا افتتاح تھا۔ جرمنی کے بارڈر پہ سٹراس برگ فرانس کا ایک دوسرا شہر ہے وہاں تقریباً 191 مہمانوں نے شرکت کی۔ ان مہمانوں میں علاقہ کی پارلیمنٹ کی ممبر تھیں۔ پانچ علاقوں کے میئرز شامل ہوئے۔ مختلف مذاہب کے نمائندے تھے۔ مختلف ایسوسی ایشنز کے صدران تھے۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے اور ارد گرد کے جو چھوٹے چھوٹے قصبے ہیں ان کے لوگ بھی خاص طور پر آئے ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں میں اسلام کے خلاف کافی تحفّظات بلکہ نفرت پائی جاتی ہے اور جب آئے ہیں تو ان کے تاثر بالکل مختلف تھے۔

مارٹن(Martine) صاحبہ ممبر آف فرنچ پارلیمنٹ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے ایک بھرپور پیغام دیا ہے۔ ایک امن کا پیغام، بھائی چارے کا پیغام اور یہ پیغام تمام دنیا کے لیے ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ احمدی بہت فعال ہیں۔ یہ کچھ کر کے دکھانا چاہتے ہیں اور ان کے اعمال سے ان کا ماٹو جھلک رہا ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ مَیں دوبارہ کسی وقت آؤں گی جب کہ یہاں کم لوگ ہوں گے اور آپ لوگوں سے بیٹھ کر تسلی سے بات کرنے کا موقع ملے گا۔ پھر میں آپ کی اقدار بہتر طور پر جان سکوں گی اور یہ ہمارے معاشرے کے لیے اس کی بہتری کے لیے بہت ضروری ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ آپ کے خلیفہ نے امن کی بات کی ہے، برداشت کی بات کی ہے۔ فرانس کے لیے، فرانس کے شہریوں کے لیے یہ پیغام بہت اہم ہے۔ فرنچ لوگوں کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ جو اسلام ہم میڈیا سے جانتے ہیں وہ مختلف ہے۔ ہمیں اس اصل اور حقیقی اسلام کو جاننے کی ضرورت ہے۔

پھر وہاں کی کونسل آف بیرین(Barin) میں ایک شعبے کے نائب صدر اس تقریب میں شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں تبت سے تعلق رکھنے والے بدھ مت کا یورپین سینٹر ہے۔ مَیں مذاہب کے بارے میں جانتا ہوں۔ عیسائیت، یہودیت، جوڈو کرسچن، بدھ مت وغیرہ کی خدمات سے بخوبی آگاہ ہوں لیکن جو تقریر آج میں نے سنی ہے اس سے بڑا متاثر ہوا کیونکہ ایک تو آپ کے الفاظ تھے اور ایک آپ کا نظریہ تھا اور وہ یہ تھا کہ 'محبت سب کے لیے، نفرت کسی سے نہیں'۔ آپ نے اسلام کی بھرپور تصویر پیش کی ہے۔ آج کل جیسا کہ اسلام کو سمجھا جاتا ہے آپ نے اس کے برخلاف اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی ہے۔ آپ کے الفاظ اور آپ کے نظریے میں بہت مطابقت ہے۔ آپ ہر ایک کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھنے پر یقین رکھتے ہیں اور آج کی تقریب سے میں نے یہی سیکھا ہے اور یہی امن کا راستہ ہے۔

پھر سٹراس برگ کی مسجد کے افتتاح پر یوباجیا(Eubajia)صاحب اور ان کے ساتھ ایک خاتون تھیں غالباً ان کی بیوی تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آج کی تقریب کے لیے موصولہ دعوت قبول کرنے سے قبل انٹرنیٹ پر آپ کی جماعت کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ جماعت احمدیہ کی کاوشوں کے بارے میں جان کر ہم نے دلی بشاشت سے دعوت قبول کی اور سب سے زیادہ ہمیں اس بات کی خوشی ہوئی ہے کہ یہاں بین المذاہبی مفاہمت کو فروغ دیا گیا ہے اور تقریر میں بھی حقوق انسانیت اور بالخصوص ہمسایوں کے حقوق پر اسلامی تعلیم پیش کی گئی ہے۔

پس ہماری تقریبات میں جب لوگ آتے ہیں تو انٹرنیٹ کے ذریعے سے جماعت کی معلومات بھی حاصل کرتے ہیں اور وہیں ان کو پھر اسلام کی حقیقی تعلیم کے بارے میں بہت کچھ پتا بھی لگ جاتا ہے۔

ایک مہمان نے کہا کہ میرے لیے اپنے جذبات بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مجھے اسلام کی اس تنظیم کا پہلے بالکل علم نہیں تھا۔ گلی میں مجھے بعض افراد ملے جنہوں نے اس تقریب میں آنے کا کہا۔ میں نے انٹرنیٹ سے کچھ معلومات لیں اور یہاں آنے کا فیصلہ کیا اور کیا ہی اچھا فیصلہ تھا۔ جو آج میں نے یہاں سنا ہے میں اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی یہ شاخ امن پسند شاخ ہے۔ یہ اسلام کی اصل تصویر ہے۔ یہ ایسا اسلام ہے جس میں انسانیت ہے، پیار ہے، محبت ہے، اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو اسلام ہمیں بتایا جاتا ہے وہ اسلام نہیں بلکہ کوئی اور

شَے ہے۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم عیسائیت جیسی ہے۔ یہ تو یہ لوگ مجبوراً کہتے ہیں ورنہ بہت ساری پرائیویٹ مجلسوں میں انہوں نے یہ بھی اظہار کیا کہ عیسائیت کی تعلیم سے بہت بڑھ کر ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ خلیفہ کی باتوں سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ غیر معمولی جماعت ہے۔

پھر ایک صاحب ہیں جسٹن (Justin) جو شہر کی ڈسٹرکٹ کونسل کے پریذیڈنٹ ہیں۔ کہتے ہیں کہ شروع میں جب میرے علم میں یہ بات آئی کہ یہاں مسجد بننے والی ہے تو میرے بہت سے خدشات تھے لیکن جب میں نے آپ لوگوں کا یہ نعرہ سنا کہ "محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں" تو مجھے یہ خیال ہوا کہ آج کی دنیا میں کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی اتنا پیار سے بھرا ہوا نعرہ لگائے اور اسے قبول نہ کیا جائے۔ جماعت احمدیہ تو دہشت گردی اور شدت پسندی کے خلاف ایک تلوار بن سکتی ہے اور اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ فرانس میں ابھی تک لوگ جماعت احمدیہ کو اتنا تو نہیں جانتے لیکن شدت پسندی اور موجودہ مشکلات کے خلاف احمدیت کے نقطہ نظر کو ہی دیکھنا چاہیے اور ان کے ذریعے سے جاننا چاہیے۔ اس لیے آپ لوگوں کو بہت زیادہ کام کرنا چاہیے۔

پھر لوک گینزک (Luc Ginzc) صاحب ہیں جو ایک شہر کے میئر ہیں۔ کہتے ہیں میں پہلی بار مسجد میں آیا ہوں۔ اگر مسجد میں آنا یہ چیز ہے جو میں نے آج دیکھی تو میں روزانہ مسجد میں آؤں گا۔ مجھے مسجد میں آنا اتنا اچھا لگا اور سکون ملا ہے کہ میں اس کا بیان نہیں کر سکتا۔

پھر وہاں سے 14/ اکتوبر کو جرمنی گئے ہیں۔ وہاں مسجد ویزبادن کا افتتاح تھا اور وہاں کا ایک مشہور ہال ہے جہاں افتتاح کی تقریب ہوئی کیونکہ مسجد کے اپنے صحن میں جگہ نہیں تھی۔ اس تقریب میں جو مہمانان شامل ہوئے ان کی تعداد 370 تھی اور لارڈ میئر وغیرہ تو وہاں آئے تھے لیکن وہاں صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی تھے اور مختلف وزارتوں کے حکومتی نمائندے بھی تھے۔ مختلف حکومتی شعبوں کے ڈائریکٹرز تھے، پولیس افسر تھے، چرچ کے پادری تھے، پروفیسرز تھے، ڈاکٹر، وکلا وغیرہ مختلف طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔

کیتھولک چرچ کے ایک پادری نے کہا کہ اس تقریر میں جو آپ نے کی ہے تمام نقطہ ہائے نظر بیان کر دیے ہیں اور میں ان سے کامل اتفاق رکھتا ہوں۔ دوسروں سے محبت کرنا اور خدا کے حقوق ادا کرنا یہ سب باتیں میری تعلیم میں بھی ہیں۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ آج تک میں نے اسلام کے خدا پر اتنا گہرا اور وسیع تبصرہ نہیں سنا جو خدا کی وحدانیت کے کامل دعوے کے ساتھ اسی خدائے واحد کو دنیا کے تمام مذاہب، ممالک اور انسانی معاشروں کا پالنے والا خدا قرار دیتا ہے اور اپنی خبر گیری اور خیر پہنچانے کے لیے اہل زمین میں اپنے، بے گانے اور مذہب و ملت کا امتیاز روا نہیں رکھتا۔ پھر کہتے ہیں کاش دنیا کے تمام لیڈر اگر امن کے بارے میں اس طرح کی تقاریر کریں تو بڑا اچھا ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ میں جماعت احمدیہ سے اب رابطے میں رہنا چاہتا ہوں اور مسجد دیکھنے بھی ضرور آؤں گا۔ انہوں نے خود یہ ایک تصور قائم کر لیا کہ اسلام کا خدا کوئی اَور ہے اور عیسائیت کا خدا کوئی اور ہے اور جب ان کو صحیح حقیقت بتائی جائے تو بہر حال ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔

پھر مائنز (Mainz) شہر سے ایک چرچ کے نمائندے شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ہمسائے کے حقوق کے

بارے میں آپ نے جو کہا، تفصیل کے ساتھ جو اسلامی تعلیم پیش کی ہے یہ میرے لیے بالکل نئی اور دلچسپ تھی اور کسی بھی مذہبی شخصیت سے اس حد تک ہمسائے کے حق کی تاکید میں نے پہلی بار سنی ہے۔

پھر ایک لاء فرم سے آئے ہوئے وکیل تھے۔ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی سوچ کی وسعت پر تو مَیں اور میرا دفتر پہلے بھی حیرت زدہ ہوتے تھے لیکن آج ہمسائے کے حقوق جو آپ نے بیان کیے ہیں اور ہمسائے کی تعریف میں جو وسعت بیان کی ہے تو شہر کا شہر ہی اس وسعت میں سما گیا ہے اس سے ہماری حیرت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ اس طرح اہلِ شہر کے لیے جماعت احمدیہ کی ہمدردی اور خبر گیری کا دائرہ اور وسیع ہو گیا ہے۔

پھر ایک مہمان سوزَین (Susanne) صاحبہ جو ٹیچر ہیں کہتی ہیں کہ جو بات مجھے اس خطاب میں سب سے اچھی لگی وہ یہ تھی کہ ہم سب انسانوں کا خالق ایک ہی ہے اور ہم سب ایک ہی خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ بات ہم سب کو یاد رکھنی چاہیے۔

پھر ایک خاتون کونی (Conny) صاحبہ ہیں جن کا تعلق ڈئی گرون (Die Grüne) پارٹی سے ہے جو شہر ویزبادن کے پارلیمنٹ میں شعبہ انٹیگریشن (integration) کے لیے کام کرتی ہیں۔ کہتی ہیں کہ یہ خطاب نہایت حوصلہ افزا محسوس ہوا۔ ایک بات جو میرے لیے بھی نہایت اہم ہے اور مجھے کبھی بھولے گی نہیں وہ یہ تھی کہ تمام احمدیوں کو اپنے ماحول کے لیے مفید وجود بننا چاہیے۔ اس بات پر صرف احمدیوں کو ہی نہیں بلکہ سب کو عمل کرنا چاہیے۔ اگر تمام مسلمان فرقے آپ احمدیوں کی طرح اوپن مائنڈڈ (open minded) ہوتے تو ہمارا آپس میں مل جل کر رہنا بہت آسان ہو جاتا۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ بے شک ہم مل جل کر تو رہتے ہیں لیکن بعض لوگ بعض دفعہ مداہنت کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اس لیے اپنی تعلیم کے اندر رہتے ہوئے آپ بات کریں اور انٹیگریشن کے لیے اسی اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی آرام سے تعلیم بتائی جا سکتی ہے۔ اس لیے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انٹیگریشن کا مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام کی تعلیم کو واضح کیا جائے۔

بہر حال اب اگلے مہمان کا ذکر کرتا ہوں۔ یہ سکول میں استاد ہیں۔ کہتے ہیں کہ مجھے یہاں پہلی بار جماعت کا تعارف ہوا اور بڑا اچھا انتظام تھا۔ یہ بات مجھے بڑی اہم لگی ہے جو خلیفہ نے بیان کی ہے کہ رواداری پر زور دیا جائے اور دوسرے مذاہب کے لوگوں اور اسی طرح تمام انسانوں کے ساتھ پیار سے پیش آیا جائے۔ یہ آج کل کے معاشرے میں بہت ہی کم ہو گیا ہے اور دوسرے مذاہب اس بات کو بھولتے جا رہے ہیں لیکن آپ لوگ اس کو اہمیت دیتے ہیں۔ اب میں نے آپ لوگوں کی مسجد میں بھی ضرور جانا ہے اور میرے ذہن میں جو میرے سارے سوالات پیدا ہو رہے ہیں ان کو حل کروانا ہے۔

ایک مقامی ہسپتال کے ڈاکٹر ہیں۔ کہتے ہیں کہ مذہبی حلقوں سے اگر ایسی تعلیم ملے جس کا اظہار آج امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے ہوا ہے تو معاشرے میں انسانی قدروں کا احترام قائم ہو سکتا ہے۔ چرچ کو بھی ایسا نقطہ نظر عام کرنا ہو گا۔ ابھی چرچ بہت سے سوالوں سے آنکھیں چراتا ہے۔ یہ عیسائی ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی چرچ بہت سے سوالوں سے آنکھیں چراتا ہے جب کہ امام جماعت احمدیہ نے ہر ممکنہ سوال اور اعتراض کو لے کر کئی زاویوں سے

اس کے جوابات دیے اور بے خوف ہو کر اسلام کے نقطہ نظر کی وضاحت کی۔ پھر کہتے ہیں خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کی ہر وضاحت اور تشریح انسانی معاشرے کو امن، صلح اور محبت کی طرف لے جانے والی ہے۔

پھر ایک مہمان خاتون ہیں ہائیک براڈر (Heike Brader) صاحبہ۔ کہتی ہیں کہ آپ نے بتایا کہ خدا ساری دنیا کا رب ہے۔ ربّ العالمین ہے اور یہ خدا کا ایسا وسیع تر تصور ہے جو میرے لیے بہت دلچسپی کا باعث تھا اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خدا ایک اور واحد ہوتے ہوئے بھی سب مذاہب اور سارے انسانوں اور قوموں کا خدا ہے اور سب کو بلا امتیاز پالتا ہے۔ ہر غور کرنے والے اور عقل مند کو توحید کو مانے بغیر چارہ ہی نہیں ہے اور یہ ان کے لیے ضروری ہے کہ واحد و یگانہ خدا کو مانیں جو سب طاقتوں کا مالک ہے اور ہر احمدی کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ یہ توحید کا جو پیغام ہے ہر ایک تک پہنچائیں۔

ایک خاتون باؤور (Bauer) صاحبہ کہتی ہیں کہ میرے لیے ایک بہت بڑے اعزاز کا باعث ہے کہ میں ایک ایسی بابرکت محفل میں شامل ہو سکی۔ بعض تحفظات اور غلط فہمیاں جو میرے ذہن میں تھیں وہ امام جماعت احمدیہ نے اپنے واضح موقف اور اسلامی تعلیم کی حقیقی تشریح اور تفصیل سے دور کر دی ہیں۔ اب میرے لیے بہت کچھ واضح ہو چکا ہے۔

ایک مہمان کہتے ہیں کہ امن قائم کرنے کے لیے سب سے اہم بات جو بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ دوسروں کی اقدار کو مدّ نظر رکھا جانا چاہیے۔ مجھے اس بات کا علم تو تھا کہ اسلام میں مختلف فرقے ہوتے ہیں لیکن اس جماعت کا بہر حال نہیں پتا تھا جو اتنی امن پسند ہو۔

پھر ایک مہمان مختاری (Muktari) صاحب ہیں جو کہ ویزبادن کی پولیس میں کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج کا پروگرام یہ واضح کر رہا تھا کہ مسلمان اپنی ایک اَور تصویر بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ اسلام حقیقت میں ایک امن پسند مذہب ہے۔ خلیفہ نے یہ جو ذکر کیا کہ افریقہ میں بھی آپ لوگ مختلف پراجیکٹس کرواتے ہیں یہ مجھے بہت ہی اچھا لگا۔

پھر فُلڈا (Fulda) میں مسجد بیت الحمید کا افتتاح ہوا۔ اس تقریب میں بھی 330 مہمان شامل ہوئے اور وہاں کے لارڈ میئر تو آئے تھے لیکن لارڈ میئر صرف باہر استقبال کر کے چلے گئے تھے۔ دوسرے علاقوں کے میئر صاحبان بھی آئے تھے۔ کونسل کے ممبران اور سابقہ ممبر پارلیمنٹ اور مختلف پارٹیوں کے چیئرمین بھی تھے اور راؤنڈ ٹیبل وہاں کی ایک ریلیجس کانفرنس (religious conference) ہے، ایک کمیٹی ہے راؤنڈ ٹیبل، اس کے چیئرمین بھی آئے ہوئے تھے۔ فلڈا جو ہے یہاں عموماً مسلمانوں کے خلاف کافی تحفّظات پائے جاتے ہیں بلکہ مخالفت ہے اور یہ عیسائیت کا ایک پرانا گڑھ ہے اور اپنی روایات کو قائم رکھنے والا شہر ہے۔ کم از کم چرچ یہ چاہتا ہے کہ روایات کو قائم رکھیں لیکن لوگ تو وہاں بھی عیسائیت سے بہت دور ہٹتے جا رہے ہیں۔ بہر حال ان کے خوف کی وجہ سے چرچ کے نمائندے تو سارے نہیں آئے اور بعض سیاست دان بھی نہیں آئے۔ اسی طرح لارڈ میئر بھی بیٹھے رہے۔ انہوں نے یہی کہا کہ میں تقریر نہیں کروں گا، آ کے استقبال کر لوں گا لیکن بہر حال اس خوف سے سٹیج پر نہیں بیٹھے کہ

لوگ مخالفت کریں گے۔ وہاں جو مہمان آئے تھے ان کے بعض تاثرات ہیں۔

ایک مہمان ہارالڈ (Harald) صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی تقریر میں جو بتایا کہ جو قدرِ مشترک ہے اس پہ ہم سب کو اکٹھے ہونا چاہیے اور اسی کی وجہ سے باہمی یگانگت اور گلوبل امن کی بنیاد پڑے گی اور یہ کہتے ہیں کہ یہ جو طریق بتایا گیا ہے یہ طرز عمل دنیا کے موجودہ حالات میں انتہائی قابلِ عمل لگتا ہے اور اسی کی اس وقت دنیا کو ضرورت ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں جان چکا ہوں کہ اس سے قبل ہمیں اسلامی تعلیمات کے بارے میں جو تعارف تھا وہ اسلام کی درست تصویر پیش نہیں کرتا۔ اس لیے آج کی شام میرے لیے ایک مثبت اور پر امن پیغام لائی ہے۔

ایک مہمان جو وہاں کے مقامی سکول کے ٹیچر ہیں کہتے ہیں کہ یہ جو تقریر ہے یہ سکول میں طلبہ کو سنوا کر پوچھنا چاہیے کہ آپ اس سے کیا سمجھے اور آپ کے خیال میں یہ خوب صورت تعلیم کس مذہب کی ہو سکتی ہے؟ کہتے ہیں کم از کم مجھے تو آپ اس کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ ضرور مہیا کریں تا کہ میں اپنے سکول کے طلباء کے سامنے اس شام کی کیفیات شیئر کر سکوں۔

ساتھ والے ایک شہر کے میئر تھے وہ کہتے ہیں کہ امام جماعت احمدیہ نے دو طرفہ تحفظات و تعلقات کا موازنہ بھی پیش کیا اور معاشرے کے طبقات میں موجود باہمی کشمکش کے اسباب بھی کھول کر بتائے اور کھلے لفظوں میں ان عوامل کی نشان دہی بھی کر دی جو معاشرے کا امن برباد کرتے ہیں مگر اس کے باوجود کسی طبقے یا فرقے یا گروہ کی عزتِ نفس پر کوئی سخت بات نہیں کی بلکہ اجتماعی انسانی ضمیر اور بین الاقوامی انسانی قدروں کے حوالے سے فوڈ فار تھاٹ (food for thought) کے رنگ میں بات کرتے گئے۔

وہاں کی ایک ڈاکٹر کوہلر (Dr. Koehler) ہیں۔ کہتی ہیں کہ مجھے اس بات نے بڑا متاثر کیا ہے کہ آپ لوگ کتنے کھلے دل کے ہیں اور یہی وہ خوبی ہے جس کی آپ کے خلیفہ تلقین کر رہے تھے کہ انسانی قدروں کے قیام کے لیے اپنے دلوں کو کھولنا پڑے گا اور تحفظات دور کرنے ہوں گے۔ پھر کہتی ہیں کہ میں بھی اپنے ہسپتال میں کوشش کرتی ہوں کہ بین المذاہب ہم آہنگی بڑھے اور لوگوں کی روحانیت سے سکون حاصل ہو۔ یہی سکون و امن مجھے آج کی تقریب میں دیکھنے کو ملا ہے۔ مَیں بہت خوش ہوں کہ مجھے یہاں شامل ہونے کا موقع ملا۔

پھر برلن میں جس تقریب کا میں نے ذکر کیا تھا یہاں اسلام اینڈ یورپ (Islam and Europe) کے موضوع پر خطاب تھا یا سویلائزیشن (Civilization) اور کلچر کا موازنہ۔ اس میں ستائیس 27 ممبران قومی اسمبلی، دفتر خارجہ کے تین نمائندے جن میں مذہب اور سیاست کے ڈائریکٹرز بھی شامل تھے، پانچ پروفیسر جن میں برلن یونیورسٹی کی نائب صدر اور جرمنی میں مشرق وسطیٰ پر اس وقت سند پائے جانے والے پروفیسر شٹائن باخ (Steinbach) شامل تھے اور اس کے علاوہ یو۔ ایس۔ اے اور فرانس ایمبیسیز کے پولیٹیکل آفیسرز، حکومت کے مختلف نمائندے، مختلف مذاہب اور چرچز اور کمیونٹیز کے نمائندے تھے۔ پریس اور میڈیا کے نمائندے بھی تھے اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نمائندے بھی تھے۔

الیگزینڈر (Alexander) صاحب جو ممبر آف پارلیمنٹ ہیں، کہتے ہیں کہ جس امن اور سلامتی کا آپ

نے پیغام دیا ہے اس کا مأخذ قرآن تھا اور اپنے موقف کی تائید قرآن اور بانیٔ اسلام کے فرمودات سے کی۔ اگرچہ یہ موضوع جدید تھا اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ تھا لیکن خلیفہ نے اپنے موقف کو قدیم اسلامی مأخذ سے سپورٹ کر کے ثابت کیا کہ اسلام اور قرآن نے مذہب کی بنیاد روزِ اول سے ہی انسانی ہمدردی اور امن وسلامتی کی تعلیم پر رکھی ہے۔ میرے خیال میں اس خطاب کی وسیع پیمانے پر تشہیر ہونی چاہیے تا کہ مغرب میں اسلام کے بارے میں حقیقی تعلیم سے عام لوگوں کو بھی واقفیت ہو۔

پھر نیل اینن (Niel Annen) صاحب جو وفاقی وزیرِ مملکت ہیں کہتے ہیں کہ جس وضاحت، تفصیل اور تجزیاتی موازنے کے ساتھ امام جماعت احمدیہ نے اسلام احمدیت اور بحیثیت مجموعی مذہب کا تعارف اور معاشرتی کردار واضح کیا ہے اس کو سمجھنے کے بعد مَیں محسوس کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے آواز اٹھانا کسی مذہب یا فرقے کی مدد نہیں بلکہ اجتماعی اور عالمی طور پر انسانی قدروں کے تحفظ کی کوشش ہو گی۔

پھر کرسٹوف سٹراک (Christoph Strack) صاحب ہیں، کہتے ہیں میں نے زندگی میں شاید ہی کوئی ایسا پروگرام دیکھا ہو یا اس میں شامل ہوا ہوں کہ جس کو مسلمانوں نے منعقد کیا ہو اور اس کی مجموعی فضا ایسی پر سکون اور اس میں ہونے والی گفتگو اتنی جامع اور مدلل ہو۔ مجھے خوشی ہوئی کہ کسی کی نظر تو ظاہری تہذیب اور تمدن اور معاشرتی ترقی کے اندر چھپے ہوئے اختلافات کو دیکھ سکتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس میں آپ نے کھل کر انسانیت کے سر پر منڈلانے والی ایٹمی جنگ کے خطرے سے بھی کھلے الفاظ میں خبر دار کیا۔

پھر کرسٹن بوشلز (Christine Buchholz) صاحبہ ہیں جو ممبر آف پارلیمنٹ ہیں، کہتی ہیں کہ امام جماعت احمدیہ نے حالاتِ حاضرہ کی نبض کو بالکل صحیح طور پر محسوس کیا اور چونکہ ان کی تشخیص درست ہے اس لیے ان کے تجویز کردہ علاج میں معاشرتی بدامنی کا دیرپا علاج ہے۔

پھر ایک اَور خاتون ممبر آف پارلیمنٹ ہیں زاکلین (Zaklin) صاحبہ۔ کہتی ہیں کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنا موقف تمام زاویوں سے واضح کیا اور کوئی ابہام نہیں رہنے دیا۔ کہتی ہیں مجھے اس کے لفظ لفظ سے اتفاق ہے۔

ایک پروفیسر ہیربرٹ ہیرٹے (Prof. Heribert Hirte) کہتے ہیں کہ آپ لوگوں نے جماعت کو تعلیمی میدان میں نمایاں کر کے جماعت احمدیہ کو دیگر مذہبی جماعتوں سے ممتاز مقام پر کھڑا کر دیا۔ جس جماعت کے افراد تعلیم پر اتنی توجہ دیں گے ان کی منزل ہی یہ ہے کہ وہ قیادت کریں نہ کہ اندھی تقلید۔

پھر ایک ممبر پارلیمنٹ ایکسل (Axel) صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس خطاب کو جا کر دوبارہ پڑھوں گا اور جہاں تک میری رسائی ہو گی اس کو آگے بھی بیان کروں گا۔

پھر سبین لیڈگ (Sabine Leidig) صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں میرا تعلق خود تو کسی مذہب سے بھی نہیں ہے لیکن بحیثیت ایک مذہبی سربراہ امام جماعت احمدیہ نے آنے والی نسلِ انسانی کے درد کو جس طرح قبل از وقت محسوس کر کے آج کی لیڈرشپ کو خبر دار کیا ہے اس کا میرے دل پر گہرا اثر ہے اور میری خواہش ہے کہ یہ پیغام عام ہو تا کہ انسانوں کا اجتماعی شعور اس بارے میں بیدار ہو سکے اور اگلی نسلوں کی ذمہ داری کا ادراک ہو سکے۔

پھر پروفیسر کرسٹوف گُلٹ مین (Christoph Gultman) صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ پروگرام مجھے بہت پسند آیا اور خطاب سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ بہت سے قرآن کے حوالہ جات میں نے ساتھ ساتھ نوٹ بھی کیے ہیں جن کا تقریر میں ذکر کیا گیا تھا۔ اب میں انہیں گھر جا کر ضرور دوبارہ پڑھوں گا۔

پھر ایک عیسائی مہمان ہیں، کہتے ہیں کہ اس سے قبل میں نے کبھی بھی یہ نہیں سنا تھا کہ اسلام امن کو اتنی اہمیت دیتا ہے اور امن قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس بات کی مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ امام جماعت کا خطاب آج مختلف سیاسی پارٹیز کے نمائندگان نے سنا ہے۔ اسی طرح یہودی ربائی اور دوسرے مسلمان فرقوں کے لوگ بھی مجھے یہاں نظر آئے۔

پھر ایک مہمان بیان کرتے ہیں کہ خطاب میں ہر ایک فرد کو اس کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح سے امن قائم کیا جا سکتا ہے۔ بہت آسان الفاظ میں واضح کر دیا کہ سب انسانوں کو امن اور پیار سے اکٹھے رہنا چاہیے۔ اس کے لیے سب سے ضروری یہ بات ہے کہ ایک دوسرے کا احترام کیا جائے۔ یہ بات بھی انہوں نے بیان کی کہ دنیا میں ہر چیز کافی مقدار میں موجود ہے اور سب کے لیے کافی ہے اگر اس کو صحیح طرح استعمال کیا جائے۔

پھر ایک مہمان کہتی ہیں کہ آپ نے بہت سی باتوں کی طرف توجہ دلائی۔ سب سے پہلے جس بات کا ذکر کیا وہ یہ تھی کہ آج کل کے معاشرے میں مذہب کو اہمیت نہیں دی جاتی اور مذہب کو منفی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کہتی ہیں کہ یہ بات ہمیں بطور عیسائی بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو بات مجھے خلیفہ کے خطاب میں بہت اہم لگی وہ تعلیم و تربیت کی اہمیت ہے۔ اس حوالے سے تو احمدیہ مسلم جماعت ویسے ہی ایک نمونہ ہے۔ کیونکہ جب انسانوں کو علم ہو کہ ان کی مقدس کتاب کیا تعلیم دیتی ہے تو پھر بہت سی مشکلات سے ہم آج بچے رہ سکتے ہیں۔ پس یہ آج احمدی نوجوانوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ خاص طور پر قرآن کریم کو پڑھیں اور سمجھیں تا کہ ان کو سمجھایا جائے اور یہ لوگ پھر مجبور ہوں گے کہ اس پر غور کریں اور اس کی حکمت کو سمجھیں۔ اس تعلیم پر عمل کریں یا اس تعلیم کو مانیں۔

پھر ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ترجمان تھے، کہتے ہیں کہ جو باتیں کی گئیں، مجھے وہ سن کر دل کو بہت اطمینان محسوس ہوا اور اپنے دوسرے خلیفہ کے حوالے سے انہوں نے تہذیب اور کلچر کی جو تعریف بیان کی تھی، دونوں کا باہمی تعلق بتایا اس سے جدید دور کے اہلِ دانش انکار نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ نے قرآنی آیات کی بڑے احسن رنگ میں وضاحت کی ہے۔ یہ وہی آیات ہیں جو اسلام سے متنفر لوگ سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کرتے ہیں۔

پھر ایک خاتون ہیں ناہونڈی (Nahawandi) صاحبہ کہتی ہیں اس خطاب کی یورپ میں وسیع پیمانے پر اشاعت ہونے سے اسلام کے بارے میں پائے جانے والے تحفظات دور ہوں گے اور یک طرفہ طور پر پائے جانے والے منفی تاثرات کا ازالہ ہو سکے گا۔

پھر مسجد مہدی آباد کا افتتاح تھا۔ اس میں بھی جرمنی کی نیشنل پارلیمنٹ کے ممبر تھے، علاقے کے لارڈ میئر، صوبائی اسمبلی کے ممبر، صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر، علاقے کے پانچ میئرز، پانچ (ڈسٹرکٹس) پارلیمنٹس کے چیئرمین آئے اور اس تقریب میں تقریباً 170 مہمان شامل ہوئے۔

ایک مہمان جو وائس میئر ہیں، یہ خاتون ہیں، کہتی ہیں کہ میں واپس جا کر ضرور خلیفہ کی باتوں کو پھیلاؤں

گی۔ اور جب بھی کوئی اسلام پر اعتراض کرے گا تو میں خلیفہ وقت کے ارشاد کو پیش کرتے ہوئے اسلام کا دفاع کرنے کی کوشش کروں گی۔ آپ آج ہم مہمانوں سے ہی مخاطب نہیں ہوئے بلکہ اپنی جماعت کے افراد کو بھی اس طرف توجہ دلائی کہ آپ لوگوں نے مسجد کے بننے کے بعد پہلے سے بڑھ کر انسانیت کی خدمت کرنی ہے۔

پھر ایک خاتون ہیں انجلیکا(Angelika) صاحبہ۔ کہتی ہیں اس خطاب سے مجھے یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ ہمیں اس بارے میں غور کرنا چاہیے کہ ہمارا دوسروں سے روز مرہ کا رویہ کیسا ہے۔ ہمیں دوستوں اور غیروں کی مدد کرنی چاہیے۔

پھر ایک مہمان کہتے ہیں کہ یہاں آنا بڑا اچھا لگا۔ اسلام کے بارے میں بہت سے تحفظات دور ہو گئے اور جس طرح رواداری کا پہلو بیان کیا ہے وہ سب تمام مذاہب کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔

پھر ایک مہمان اُلف(Ulf) صاحب ہیں جو کنسلٹنٹ آف منسٹر پریذیڈنٹ (Consultant of Ministerpresident)ہیں۔ کہتے ہیں کہ خطاب میں جو بات مجھے نہایت عمدہ لگی وہ یہ تھی کہ آپ نے ایسے پہلو بیان کیے جو تمام مذاہب میں اتحاد پیدا کرنے والے ہیں۔ میں تو ایک عیسائی چرچ کا ممبر ہوں اور باوجود اس کے کہ ہمارے عبادت کے طریق اور آپ کے مذہب میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا آپس میں اختلاف ہو گا لیکن پھر بھی امام جماعت نے ایسے پہلو بیان کیے جن کی ہر کوئی تائید کر سکتا ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ ہم سب کا ایک ہی خدا ہے۔ صرف عبادت کا طریق مختلف ہے۔ چلو اتنا تو کم از کم قریب آنا شروع ہو گئے۔

ایک مہمان ویٹک(Witecke) صاحب تھے وہ کہتے ہیں کہ اپنے خطاب میں عورت کے مقام کو بہت اچھے رنگ میں بیان کیا ہے اور اس سے اسلام میں عورت کا مقام اور معاشرے میں عورت کی تکریم ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان لوگوں کے سینے اسلام کی حقیقی تعلیم کو سمجھنے کے لیے بھی کھل جائیں اور اسے قبول کرنے والے بھی ہوں اور حقیقی توحید کو ماننے والے بھی ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آنے والے ہوں۔ یہی ان کی بقا ہے ورنہ یہ جو ان کا خیال ہے کہ عارضی دنیاوی ترقیاں ان کی بقا ہیں تو یہ ان کی بقا کی کوئی ضمانت نہیں۔

میڈیا کے بارے میں بھی کچھ بات بتا دوں کہ ہالینڈ میں دو میڈیا چینلز آر۔ٹی۔وی نن سپیت (Nunspeet)اور یوروٹائمز میں رپورٹیں نشر ہوئیں۔ 75 ہزار افراد تک پہنچیں۔ بیت العافیت المیرے کی ٹی وی چینل پر رپورٹ نشر ہوئی۔ پندرہ لاکھ افراد تک پہنچی۔ پہلی 75 ہزار افراد تک تھی۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی ہزاروں میں پہنچی۔ ہالینڈ کے دوران ان کا خیال ہے کہ میڈیا کے ذریعہ سولہ لاکھ افراد تک پیغام پہنچا جس میں زیادہ تر المیرے مسجد کی کوریج تھی جو ان کے نیشنل ٹی وی نے دی تھی۔

فرانس کی نیوز ایجنسی ہے "نیشنل نیوز ایجنسی"۔ انہوں نے یونیسکو والے خطاب کے حوالے سے ایک آرٹیکل شائع کیا اور اس آرٹیکل کے آخر میں لکھنے والے نے اس بات پر حیرانی کا ذکر کیا کہ خلیفہ نے احمدیوں کے مظالم پر کوئی بات نہیں کی۔ پھر سٹراس برگ میں مسجد مہدی کے افتتاح کے حوالے سے ڈی۔این۔اے میں خبر شائع

ہوئی۔ ریڈیو چینل پر رپورٹ آئی اور اس طرح یہ خبر (میڈیا) آؤٹ لٹس کے ذریعہ بھی کئی ملین افراد تک پہنچی۔

جرمنی میں ویزبادن اور فلڈا اور برلن اور مہدی آباد کے جو فنکشن ہوئے ہیں ان میں مجموعی جائزے کے مطابق کُل تیرہ اخبارات میں، چار ٹی وی چینلز پر، ایک ریڈیو چینل پر اور الیکٹرانک میڈیا میں بارہ رپورٹس شائع ہوئی ہیں اور رپورٹ دینے والے کے خیال میں جو کہ خارجہ سیکرٹری ہیں، ان کا خیال ہے کہ تقریباً انچاس (49) ملین تک اس مختلف میڈیا کے ذریعے سے یہ پیغام پہنچا ہے۔ اس طرح ریویو آف ریلیجنز نے بھی اپنے ذریعے سے تقریباً ڈیڑھ ملین لوگوں تک پیغام پہنچایا۔ اللہ کرے کہ یہ پیغام جیسا کہ پہلے میں نے کہا لوگوں کے سمجھنے کا باعث بھی بنے۔

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم مولوی محمود احمد صاحب مبلغ سلسلہ پال گھاٹ (کیرالہ انڈیا) کا ہے۔ 54/ سال کی عمر میں 15/ اکتوبر کو ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد مکرم مولوی محمد علوی صاحب کے ذریعہ آئی تھی جو کہ غیر احمدیوں کے معروف عالم تھے۔ قبول احمدیت کی وجہ سے انہیں شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے ذریعہ صوبہ کیرالہ میں سینکڑوں افراد کو قبول احمدیت کی توفیق حاصل ہوئی۔ مرحوم مولوی محمود احمد صاحب نے اپنے والد کی نصیحت پر کالج کی تعلیم ترک کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا تھا اور 1988ء میں جامعہ پاس کیا۔

مرحوم ایک بہت بڑے عالم تھے، متقی تھے، صوم و صلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، دعا گو، غریب پرور، صابر اور شاکر مخلص انسان تھے۔ قرآن کریم، حدیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور خلفائے کرام کی کتب کا گہرا مطالعہ تھا۔ عربی، اردو، ملیالم اور تامل زبانوں پر بھی کافی عبور تھا۔ مرحوم کے پاس اپنی ذاتی لائبریری تھی۔ اس میں بے شمار نایاب کتابیں تھیں۔ صوبہ کیرالہ، تامل ناڈو، لکش دیپ اور بیرونِ ملک کویت میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ ایک اچھے مقرر اور مناظر بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر 1994ء میں ان کو محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد اور حافظ مظفر احمد صاحب کے ساتھ جماعت کے ایک شدید مخالف مولوی کے ساتھ مناظرے کی بھی توفیق ملی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں دو بیویاں اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ دو داماد اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقفِ زندگی ہیں۔

ان کے ایک داماد لکھتے ہیں کہ جامعہ کے آخری سال کی چھٹیوں میں اپنے والد صاحب کی ہدایت پر گھر نہیں گئے بلکہ دو ماہ خالص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنے کے لیے وقف کر دیا۔ جامعہ کے طلبہ کے لیے اس میں ایک بڑا نمونہ ہے۔ ہندوستان کے صوبہ کیرالہ سے احمدیت کو مٹانے کے لیے وہاں کے تمام غیر احمدی مسلمان فرقوں نے متحد ہو کر ایک انجمن بنائی جس کا نام انجمن اشاعتِ اسلام رکھا۔ یہ ایک تنظیم تھی۔ اس تنظیم نے کیرالہ کے طول و عرض میں مسلسل جماعت احمدیہ کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر اعتراض کرتے ہوئے جلسے منعقد کیے۔

اس کے جواب میں جگہ جگہ پر جماعت نے جو جلسے کیے وہ مرحوم کی ہی قیادت میں ہوئے۔ 1998ء میں اور 2015ء میں انجمن اشاعت اسلام کے ساتھ جماعت کے تاریخی مناظرے ہوئے جس میں موصوف کو بطور مناظر

خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ علاوہ ازیں اہلِ قرآن اور اہلِ حدیث کے ساتھ بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے کامیاب مباحثات کرنے کی سعادت پائی۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی تہجد پڑھنے کے عادی تھے۔ ان کے داماد لکھتے ہیں کہ لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ مرحوم نمازِ تہجد ادا نہیں کر سکے جس پر ان کے والد صاحب نے کہا کہ بیٹا کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کو مقام محمود ملے؟ اس دن سے آپ نے اس وصیت کو پلے باندھ لیا اور عمر بھر اس پر عمل درآمد کیا حتّٰی کہ بیماری اور اشد کمزوری کی حالت میں بھی اس پر قائم رہے۔

خلافت کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت تھی اور اخلاص کا گہرا تعلق تھا۔ تعلیمی، تربیتی، تبلیغی نشست میں بڑا حصہ خلافت کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ اسی موضوع پر بات کرتے تھے اور اس موضوع پر بات کرتے ہوئے اکثر جذباتی ہو جایا کرتے تھے۔ 2015ء میں ایک خاتون اپنے بچوں کے ساتھ احمدی ہوئیں ان کے خاوند بیرونِ ملک تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے ان کو تبلیغ کی۔ انہوں نے ایک سوال کیا کہ خلافت کو ماننے کی ضرورت کیا ہے؟ اس پر مرحوم نے منصبِ خلافت اور خلافت کی اہمیت و برکات کے بارے میں اتنے جذباتی انداز میں باتیں کیں کہ ان کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں جس کا اس غیر از جماعت پر بھی ایسا اثر ہوا کہ باقی باتیں تو ٹھیک تھیں اور اس بات کو سنتے ہی فوراً انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

حقیقت میں وہ خلافت کے سلطانِ نصیر تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 22 / نومبر 2019ء جلد 26 شمارہ 73 صفحہ 5 تا 10)

45

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08 نومبر 2019ء بمطابق 08 نبوت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی: لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ۔ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ۔ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (البقرۃ:273)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں ہے۔ ہاں اللہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جو اچھا مال بھی تم خدا کی راہ میں خرچ کرو اور حقیقت یہ ہے کہ تم ایسا خرچ صرف اللہ کی توجہ چاہنے کے لیے کیا کرتے ہو سو اس کا نفع بھی تمہاری اپنی جانوں ہی کو ہو گا اور جو اچھا مال بھی تم خرچ کرو وہ تمہیں پورا پورا واپس کر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہ آیت جیسا کہ اس سے واضح ہے اللہ تعالیٰ نے (اس میں) یہ واضح فرما دیا کہ ہدایت دینا، صحیح راستے کی طرف لے کر جانا یا اس کو اس راستے پر ڈال دینا جو صحیح سمت جاتا ہے، جو اصل منزل کی طرف جاتا ہے اور پھر اس راستے پر، اس ہدایت اور رہ نمائی پر قائم رکھنا اور منزل تک پہنچانا اور راستہ بھٹکنے سے بچانا اور انجام بخیر کرنا اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر ہی منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ ہم کسی کو نیکیوں کا راستہ دکھا تو سکتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ضرور اس راستے پر ڈال بھی دیں اور پھر اس پر قائم بھی رکھیں۔ پس یہ کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے اور جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس راستے پر چلنے کی کوشش بھی کرتا ہے اور دعا بھی کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے منزل تک بھی پہنچتا ہے۔ پس اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ہدایت کے بعد اس ہدایت کے راستے پر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق چلنے کی کوشش بھی کرتے رہیں اور اس سے دعا بھی کرتے رہیں اور اس سے دعا کرتے ہوئے، اس پر قائم رہتے ہوئے اس کے فضل کو بھی مانگتے رہیں تا کہ انجام بخیر ہو اور کبھی ہماری کمزوری ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے راستے سے بھٹکا نہ دے۔

پھر دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی وہ یہ ہے کہ تم اچھے مال میں سے جو بھی خرچ کرو وہ تمہارے اپنے فائدے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ اور جو بھی اچھا مال تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ادھار نہیں رکھتا بلکہ بڑھا کر لوٹاتا ہے اس طرح جس طرح ایک کسان کھیت میں بیج ڈالتا ہے تو کوئی جاہل، کم عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ اس نے کیا کیا کہ سارا بیج زمین

میں پھینک کے ضائع کر دیا لیکن عقل مند جانتا ہے کہ یہ دانے جو زمین میں پھینکے گئے ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں دانے بھی بن کر نکل سکتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ فصل آفت کا شکار ہو جائے اور اسے کچھ نہ ملے۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیک نیتی سے خرچ کیا ہوا اور پاک مال میں سے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ ہزاروں گنا بڑھ کر بھی مل سکتا ہے اور ملتا ہے۔ احمدی اپنے تجربات لکھتے رہتے ہیں، اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ کس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑھا کر عطا کیا۔ کچھ کمزور ایمان والے بھی ہوتے ہیں، نئے آنے والے بھی ہوتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں اور تجربہ کرتے ہیں کہ دیکھیں کہاں تک یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے ان کو نوازتا بھی ہے لیکن اکثریت ایسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ اور جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔ وہ دین کی ضروریات کے لیے خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومن کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی حالتوں کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں اور پھر ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول کرتے ہوئے انہیں واپس لَوٹاتا ہے اور پھر یہ بات انہیں مزید ایمان میں بڑھاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ادھار نہیں رکھتا۔ تم میری توجہ چاہنے کے لیے اپنے پاک مال میں سے میرے دین کے لیے اور میرے کہنے پر خرچ کرتے ہو تو میں بھی تمہیں لوٹاؤں گا۔ شرط یہ ہے کہ مال پاک ہو۔ پس ان ممالک میں، ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والے بعض خاص طور پر اس بات کا خیال رکھیں کہ پاک مال کمائیں۔ زیادہ کمانے کے لیے حکومت کے اداروں کو دھوکا نہ دیں کہ اپنی کمائی بھی کر رہے ہوں اور حکومت سے غلط بیانی کر کے وظیفہ بھی لے رہے ہوں۔ ایسے لوگ حکومت سے ناجائز رقم بھی لیتے ہیں۔ اپنے ٹیکس جو حکومت کا حق اور شہری کا فرض ہے وہ بھی ادا نہیں کرتے۔ دوسرے لوگوں کا حق بھی مارتے ہیں اور وہی رقم جو دوسرے ذریعہ سے ملک کی ترقی میں خرچ ہو سکتی ہے اس میں بھی روک بنتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غلط بیانی کر کے جھوٹ کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں اور یہ تمام چیزیں غلط ہیں، گناہ ہیں اور پاک مال سے دُور لے جانے والی ہیں۔

پھر پاک مال میں دوسرے ذرائع سے غلط طور پر کمایا ہوا مال بھی نہیں ہے۔ جن کاموں کی اللہ تعالیٰ نے مناہی کی ہے، ان کاموں کے کرنے سے کمایا ہوا مال بھی پاک مال نہیں ہوتا۔ تو بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں پاک مال کی قربانی کو جو میری توجہ حاصل کرنے کے لیے کی جائے نہ صرف قبول کرتا ہوں بلکہ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ تمہیں پورا پورا لوٹاتا ہوں۔ مختلف ذریعوں سے لوٹاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ انسان ہی ہے جو مختلف حرکتیں کر کے، غلط حرکتیں کر کے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی اس بات کا تجربہ اور ادراک رکھنے والے ہزاروں اور لاکھوں احمدی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کی کچھ مثالیں میں آج پیش کروں گا۔ یہ

قربانیوں کے نظارے ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے دیکھ رہے ہیں، واقعات پڑھتے ہیں اور آج بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ یہ کوئی پرانی باتیں نہیں ہیں کہ باوجود نامساعد حالات کے احمدی کیسی کیسی قربانیاں اللہ تعالیٰ کی توجہ چاہنے کے لیے، اس کی رضا چاہنے کے لیے کرتے ہیں۔ آج خطبے میں تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان بھی ہونا ہے اس لیے اس حوالے سے میں کچھ واقعات پیش کروں گا۔

سیرالیون سے لونسور (Lunsar) ریجن کے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع کمارا صاحب ہیں ان کو تحریکِ جدید کا تعارف اور چندوں کی برکات کے بارے میں جب بتایا گیا تو اس نومبائع نے چندہ عام کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تحریکِ جدید کا چندہ بھی ادا کر دیا۔ ان کے پاس تھوڑی سی رقم بچی جس سے وہ (غریب آدمی تھے) مہینے کے لیے چاول خرید سکتے تھے لیکن انہوں نے یہ رقم بھی تحریکِ جدید کے چندے میں دے دی۔ کہتے ہیں کہ چند دن کے بعد ہی وہ صاحب پھر آئے اور بتایا کہ جس دن میں نے تحریکِ جدید کا چندہ ادا کیا تھا اس سے اگلے دن کمپنی نے کہا کہ ہم نے تمہارا ڈیپارٹمنٹ تبدیل کر دیا ہے اور نئے ڈیپارٹمنٹ میں تنخواہ بھی دوگنی ہو گئی ہے اور دوسرے benifits بھی بہت زیادہ ہیں۔ چندے کی وجہ سے برکات ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل فرماتا ہے تو کہتے ہیں کہ جن برکات کا میں نے ذکر سنا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان برکات کی جھلک دکھا دی اور پھر کہتے ہیں کہ آئندہ میں ہر ماہ چندہ عام کے ساتھ تحریکِ جدید کا چندہ بھی دیا کروں گا۔

پھر سیرالیون کے ریجن پورٹ لوکو (Port Loko) کے مبلغ کہتے ہیں۔ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ یہ دیکھیں کہ غربت کے باوجود جو قربانیاں کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کس طرح نوازتا ہے اور پھر یہ بات ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بھی بنتی ہے۔ کہتے ہیں واقعہ یوں ہے کہ ایک گاؤں سانڈا مبلن تورو (SandaMablonotor) ہے۔ اس میں محمد صاحب ایک احمدی ہیں۔ انہوں نے تحریکِ جدید کے وعدے میں جو رقم لکھوائی ہوئی تھی اسے ادا نہیں کر سکے۔ جب سال کا آخر آیا تو کہنے لگے کہ میرے پاس سوائے چند کپ چاولوں کے کچھ بھی نہیں تھا۔ تھوڑے سے چاول تھے۔ کلو ڈیڑھ کلو چاول ہوں گے۔ انہوں نے چاول فروخت کیے اور اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے اگلے دن میرے ایک دور کے رشتہ دار نے ایک بوری چاول اور کچھ رقم بطور تحفہ مجھے بھجوائی اور کہتے ہیں میرا بڑا ایمان مضبوط ہوا کہ میں نے تو چند کپ اللہ کی راہ میں دیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں مجھے سو کلو بھی دے دیے اور کچھ رقم بھی دے دی۔

پھر گنی بساؤ کے مبلغ لکھتے ہیں، اس میں بھی غریبوں کی قربانی کا معیار ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کا ایمان کس طرح تازہ کرتا ہے۔ کبوڈو جماعت کے ممبر دیالو صاحب ہیں۔ انہیں جب چندہ تحریکِ جدید کی اہمیت کا بتایا گیا تو اسی وقت انہوں نے اپنے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں ہزار سیفا کی جو رقم تھی وہ تحریکِ جدید میں ادا کر دی اور کہنے لگے کہ اس رقم سے میں اپنے بچوں کے لیے کھانے کی چیزیں لینے کے لیے بازار جا رہا تھا اور چندہ دینے کے بعد دوبارہ گھر گئے۔ گھر میں اب پیسے تو تھے نہیں۔ مچھلی پکڑتے تھے تو انہوں نے فشنگ کا سامان لیا اور فشنگ کے لیے چلے گئے تاکہ بچوں کے کھانے کے لیے کچھ سامان کر سکیں۔ نیٹ سے فشنگ کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے فشنگ کے لیے

نیٹ پھینکا تو ایک گھنٹے کے اندر اندر اللہ تعالیٰ نے 73 کلو مچھلی سے میرا نیٹ بھر دیا اور دوسرے مچھیرے جو ساتھ تھے انہوں نے بھی دیکھا اور کہا کہ تم بڑے خوش قسمت ہو کہ ایک گھنٹے کے اندر تمہیں اتنی مچھلی مل گئی ہے کہ ساری رات میں ہمیں اتنی مچھلی نہیں ملتی۔ تو کہتے ہیں اُس وقت میں نے یہی سوچا اور بتایا کہ یہ تحریکِ جدید کے چندے کی برکت ہے جو ابھی ایک گھنٹہ پہلے میں نے ادا کیا تھا اور جتنی رقم تھی سب کچھ دے دیا تھا۔

اس پہ وہ پھر دوبارہ مشن ہاؤس آئے کیونکہ آمد زیادہ ہو چکی تھی اور پھر دوبارہ انہوں نے چندہ دیا۔ غریب ہیں تو ان کے دل بھی بڑے کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب نوازتا ہے تو دل بند نہیں ہو جاتے، ہاتھ بند نہیں ہو جاتے بلکہ پھر بھی وہ ادا کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اور نوازے۔

پھر کانگو سے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ریجن بندوندو کی جماعت کے مقامی معلم نے افراد جماعت کو تحریکِ جدید کے حوالے سے تحریک کی اور میں نے جماعتوں کو یہ کہا ہوا ہے کہ کوشش کریں کہ شامل ہونے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بڑھائیں۔ تو میری یہ بات جب انہیں بتائی اس وقت گاؤں والوں کے پاس چندے دینے کے لیے کوئی رقم نہیں تھی۔ غریب لوگ تھے۔ چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس پر مقامی لوگوں نے کہا کہ چندہ تو دینا ہے۔ وہ جنگل میں گئے، لکڑی کاٹی، پھر اس کا کوئلہ بنایا۔ وہاں پر گاؤں میں تو کوئی خریدار نہیں تھا۔ کانگو میں دریا بہت ہیں اور پانی کے ذریعے اکثر سفر ہوتا ہے۔ تو اس کوئلے کی بوریاں لے کر کشتی کا ایک مشکل سفر کیا اور پھر ایک شہر میں لے کے آئے اور پھر اسے فروخت کیا اور اس فروخت سے ان کو چھیانوے ہزار فرانک جو ملے وہ اجتماعی طور پر گاؤں والوں نے تحریکِ جدید میں ادا کر دیے۔ پس عجیب قسم کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں جن کے بارے میں آپ نے اپنی زندگی میں بھی فرمایا کہ نمونے دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح یہ لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ (ماخوذ از ضمیمہ رسالہ انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 313۔ حاشیہ)

تحریکِ جدید کے آغاز میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب لوگوں کی قربانی کے جو معیار بیان فرماتے تھے کہ کسی کے پاس انڈے ہیں تو وہ عورت انڈے لے آئی، کسی کے پاس تھوڑے سے پیسے ہیں تو وہ لے آیا، وہ آج بھی ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی توجہ لینے کے لیے لوگ لِوَجْهِ اللّٰهِ خرچ کرتے ہیں۔ گنی بساؤ کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ہمارے ملک کے ایک دور دراز علاقے کبوکرے (Cabucare) کی ایک احمدی خاتون ہیں۔ پچاس سال ان کی عمر ہے۔ کافی غریب ہیں۔ کوئی بھی ذریعہ آمد ان کے پاس نہیں۔ اور کہتے ہیں کچھ عرصہ پہلے لوگوں کو تحریکِ جدید کے چندے کی تلقین کی گئی۔ انہوں نے نیت کی کہ اَور تو کچھ میرے پاس ہے نہیں۔ ایک چھوٹی مرغی ہے اس کو پال کے بڑا کروں گی اور اس کو بیچ کے اپنا چندہ تحریکِ جدید ادا کروں گی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہاں مرغیوں میں وبا پھیلی اور ان کی مرغی بھی ایک دن بیمار ہو گئی۔ رشتہ داروں نے، گھر والوں نے کہا کہ اس مرغی نے مر جانا ہے۔ اس کو ذبح کر لو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس کو میں نے ذبح نہیں کرنا۔ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ! میرے پاس تو اَور کچھ ہے نہیں سوائے اس مرغی کے۔ تُو ہی ہے مدد کر اور اس کو بچا لے۔ کہتی ہیں اگلے دن اٹھی تو وہ مرغی صحت مند تھی۔ بڑی ہوئی اور انہوں نے جا کے وہ بیس دنوں کے بعد پھر معلم کو

دے دی کہ میری یہ مرغی چندہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں نشان نظر نہیں آتے اگر دیکھنے ہوں، اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق ہو اور نیت نیک ہو تو اللہ تعالیٰ نشان بھی دکھاتا ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے نشان ہی ہیں جو ان لوگوں کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس طرح بھی ان لوگوں کے ایمان کو بڑھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سلوک کی ایک اَور مثال یہ ہے: تنزانیہ مارا (Mara) ریجن کے معلم کہتے ہیں کہ ایک مخلص احمدی نوجوان راشد حسین صاحب کی راشن وغیرہ کی چھوٹی سی دکان ہے۔ وعدے کے مطابق انہوں نے اپنا مکمل چندہ تحریکِ جدید ادا کر دیا تھا اور جب سال کے اختتام پر معلم نے مزید تحریک کی کہ جو دینا چاہیں وہ دے سکتے ہیں تو وہ تو اس زمرے میں نہیں آتے تھے کیونکہ ان دنوں میں ان کی مالی حالت تنگ تھی اور دکان پر صرف ایک ایسا سامان رہ گیا تھا جس کے جلدی بک جانے کی بھی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ بہر حال کہتے ہیں کہ میرے پاس صرف تین ہزار شلنگ تھے جو انہوں نے دے دیے اور اسی شام کو وہ دوبارہ معلم کے پاس آئے۔ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا کہ باوجود اس کے کہ میرے پاس اس رقم کے علاوہ اَور کچھ نہیں تھا جو میں نے چندے میں دے دی تھی اور سامان بھی میری دکان پہ ایسا موجود تھا کہ بڑی فکر تھی کہ اس سامان کو تو لوگ خریدیں گے نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے چندے کی برکت سے میری غیر معمولی طریق پر ایک عجیب مدد فرمائی کہ دوپہر میں ہی میرے پاس ایک گاہک آیا جس نے سامان خریدا اور وہ سارا سامان جس کو میں سمجھتا تھا کہ فوری بِک نہیں سکتا وہ خریدا اور تیئس ہزار شلنگ سامان کے بیچنے کے بعد میرے پاس جمع ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے تو یہی ہے کہ چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ سب رزق عطا فرمایا۔

پھر سنٹرل افریقہ کے شہر بانگی کے ایک صاحب آرجانا صاحب ہیں۔ ان کا بھی واقعہ ہے۔ اس میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان مضبوط کرنے کے لیے کس کس طرح نوازتا ہے۔ یہ نَو احمدی ہیں اور کہتے ہیں کہ احمدیت قبول کیے مجھے آٹھ مہینے ہوئے تھے اور اس آٹھ مہینے میں میرے اندر بڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ ایم۔ٹی۔اے بھی مستقل دیکھتا تھا اور ایم۔ٹی۔اے پر خطبہ جمعہ بھی میں سنتا تھا۔ کہتے ہیں میں نے جب آپ کا خطبہ سنا اور میرا معمول تھا کہ میں خطبہ سنا کرتا تھا۔ کہتے ہیں ایک دن میں نے جب خطبے میں یہ الفاظ سنے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا غریب نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت ڈالتا ہے۔ اس وقت تحریکِ جدید کی وصولی کے بارے میں مبلغ بھی تحریک کر رہے تھے تو میں نے کہا میں بھی دیکھتا ہوں۔ میری جیب میں اس وقت صرف پانچ سو فرانک تھے۔ بہت تھوڑی رقم تھی۔ میں نے وہ دے دیے اور فکر میرا یہ تھا کہ رات کو کیا کھاؤں گا۔ پھر کہتے ہیں مجھے خلیفۃ المسیح کی یہ بات یاد آ گئی کہ خدا بڑھا کر دیتا ہے۔ تو میں نے تو وہ پانچ سو فرانک دے دیے تھے۔ یہ نو مبائع تھے۔ ایمان میں کمزوری بھی تھی۔ مطلب ہے کہ اس طرح کامل ایمان ابھی نہیں ہوا تھا لیکن بہر حال تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ نیت نیک تھی۔ کہتے ہیں کہ میں اس وقت تین چار گھنٹے کے لیے اس امید پر مشن ہاؤس میں رُک گیا کہ اب دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیسا نظارہ دکھاتا ہے تو اسی دوران ایک رشتے دار کا ٹیلی فون آیا کہ میرے پاس ہیرے ہیں جو میں نے تمہارے شہر میں آ کر فروخت کرنے ہیں اور میری یہاں واقفیت نہیں ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تم میری مدد کرو۔

چنانچہ کہتے ہیں وہ وہاں پہنچے تو میں ان کو لے کر ایک ہیرے کے بیوپاری کے پاس گیا۔ وہاں ہیروں کا کاروبار بھی ہوتا ہے۔ اور ہیرے فروخت کرنے کے بعد وہ جو میرے دوست تھے یا عزیز تھے جو ہیرے لے کر آئے تھے انہوں نے جب ہیرے فروخت کیے تو کہتے ہیں اس کے بعد انہوں نے مجھے ستائیس ہزار فرانک تحفے کے طور پر دیے اور صرف یہی نہیں بلکہ کہتے ہیں خریدنے والے نے بھی دس ہزار فرانک تحفۃً دیے۔ کہتے ہیں اس دن مجھے پتا لگا کہ میں نے ابھی پانچ سو فرانک دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے چند گھنٹوں میں ہی سینتیس ہزار فرانک سے نواز دیا اور کہتے ہیں اس سے میرے ایمان میں بڑی ترقی ہوئی۔

یو۔کے سے ایک خاتون ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی کس طرح سلوک فرمایا کہ ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ کہتی ہیں کہ میں تحریکِ جدید کا چندہ ادا کر چکی تھی۔ پھر مقامی صدر صاحبہ کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا کہ ہمیں اپنا ٹارگٹ پورا کرنے کے لیے مزید رقم کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں نے سوچا کہ مزید چندہ نہیں ادا کر سکتی کیونکہ میرے پاس جو پیسے ہیں وہ کہیں اَور استعمال کرنے ہیں۔ پھر کہتی ہیں کہ بہرحال میں نے آخر میں مزید چندہ دینے کا فیصلہ کر لیا اور جو رقم میرے پاس پڑی ہوئی تھی وہ ساری چندے میں ادا کر دی۔ اگلے دن میں نے اپنا بنک اکاؤنٹ دیکھا تو حیران رہ گئی کہ جتنی رقم میں نے چندے میں ادا کی تھی اس سے چار گنا میرے کام کی طرف سے اکاؤنٹ میں ڈالی گئی تھی جس کی مجھے قطعاً کوئی امید نہیں تھی۔ افریقہ میں ہی نہیں یہاں یورپ میں بھی جو لوگ نیک نیتی سے کرتے ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے اَور مثالیں بھی ہیں۔

پھر برکینا فاسو کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ کولو میں ایک صاحب ساواڈو صاحب ہیں۔ تحریکِ جدید کے چندے میں ہر ماہ سو فرانک دیا کرتے تھے۔ انہیں ایک دفعہ کسی نے تحفے میں تین بکرے دیے جس میں سے ایک انہوں نے تحریکِ جدید میں دے دیا اور دو اپنے پاس رکھ لیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بکروں میں اتنی برکت ڈالی ہے کہ وہ اب کئی جانوروں کے مالک ہیں اور اب انہوں نے سو کے بجائے ہزار فرانک مہینے کا دینا شروع کر دیا ہے۔

پھر اخلاص اور وفا اور قربانی کا جو جذبہ ہے اس کی ایک اَور مثال یہ ہے۔ بینن کے ریجن لوکوسا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ لوکوسا کے اکثر علاقوں میں سیلاب آیا ہوا تھا اور جانے کے سب راستے بند تھے۔ کچھ جماعتوں سے تو بذریعہ فون رابطہ ہو گیا تھا لیکن بارڈر ایریا ہونے کی وجہ سے اکثر جماعتوں سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ لوکل مشنری نے تجویز دی کہ پولیس والوں کے پاس موٹر بوٹ ہے۔ اگر ہم ان سے بات کریں تو ہو سکتا ہے کہ ان علاقوں تک ہم جا سکیں اور لوگوں کا پتا کر سکیں کہ ان کے کیا حال ہیں؟ کہتے ہیں کہ پولیس سے بات کی تو پولیس والوں نے اس شرط پر ہمیں لے جانے پہ حامی بھر لی کہ ہم پٹرول ڈلوا دیں۔ بہرحال موٹر بوٹ پر ہم وہاں پہنچے تو وہاں کے جو صدر جماعت ہیں جب ان سے ہم ملے تو وہ صدر جماعت رو پڑے۔ کہتے ہیں ہمیں پتا تھا کہ ان کا کافی نقصان ہوا ہے۔ فصلیں بھی تباہ ہو گئی ہیں۔ گھر کا ایک کمرہ بھی ان کا گر گیا تھا۔ اور کہتے ہیں میں نے انہیں تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا، نقصان پورا ہو جائے گا تو اس پر وہ کہنے لگے کہ میں اس وجہ سے نہیں رو رہا کہ میرا نقصان ہوا ہے بلکہ سیلاب کے آنے سے قبل میں نے اپنا چندہ جمع کر کے رکھا ہوا تھا اور انتظار میں تھا کہ معلم کب آئے تو میں چندہ دوں لیکن پھر

سیلاب کی وجہ سے تمام راستے بند ہو گئے اور مجھے اس کی بڑی فکر تھی۔ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ! میرا چندہ مرکز میں پہنچانے کا اب کوئی وسیلہ نہیں ہے اور دن بھی تھوڑے رہ گئے ہیں، کوئی ذریعہ بنا دے تو آج جب آپ لوگ یہ دیکھنے کے لیے آئے ہیں کہ ہم کس حال میں ہیں نہ یہ کہ چندہ لینے آئے تھے تو اس وجہ سے میں بے اختیار رو پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی جلدی میری دعا قبول کر لی اور میں اپنے اس فرض کو پورا کرنے کے قابل ہوا۔ اپنے نقصان کی کوئی فکر نہیں۔ فکر ہے تو یہ کہ میں نے جو کام اللہ کی خاطر کرنے کا وعدہ کیا ہے جو قربانی میں نے خدا تعالیٰ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے دینی تھی اس کی ادائیگی وقت پہ ہو جائے۔

انڈیا سے ابراہیم صاحب انسپکٹر تحریکِ جدید کرناٹک صوبہ کے لکھتے ہیں اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے سلوک کی ایک اور مثال ہے۔ گلبرگہ کے ایک خادم ہیں۔ ان کو بنگلور کی ایک کمپنی میں بیس ہزار روپے ماہانہ پر ایک ملازمت ملی تھی۔ کہتے ہیں انہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ معیاری قربانی کے حوالے سے نصف تنخواہ پیش کرنے کی تحریک کی گئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 28 صفحہ 173۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 9/ مئی 1947ء)

تو باوجود اس کے کہ ان کے گھر کے مالی حالات ٹھیک نہیں تھے پھر بھی انہوں نے دس ہزار روپے کا وعدہ پیش کر دیا ان کے رشتہ دار کہنے لگے کہ ابھی تمہیں نئی ملازمت ملی ہے۔ اتنا وعدہ تمہیں نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مہینے کی تنخواہ کا نصف وعدہ نہیں کرنا چاہیے، مشکل پیش آئے گی تو موصوف نے کہا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ فرمایا ہے کہ جب تک انسان پوری کوشش نہیں کرتا خدا تعالیٰ کے فرشتے اس میں زور اور طاقت پیدا نہیں کرتے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 32 صفحہ 136۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 7/ ستمبر 1951ء)

تو اس وجہ سے بہر حال میں نے تو یہ دینا ہے۔ کہتے ہیں اس بات کو ابھی چند دن گزرے تھے کہ انہیں ایک دوسری کمپنی میں ملازمت مل گئی جہاں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مبلغ ایک لاکھ ستائیس ہزار روپے ماہوار تنخواہ پا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی چندے کی برکت سے ہوا ہے۔

پھر انڈیا کے صوبہ کیرالہ کے انسپکٹر تحریکِ جدید ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ یہاں کیرولائی کے ہمارے ایک مخلص احمدی ہیں۔ تحریکِ جدید کی مالی قربانی پیش کرنے والوں میں بڑی ممتاز حیثیت کے حامل ہیں اور ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ موصوف کا فرنیچر کا کاروبار ہے اور وکیل المال کے دورے کے دوران انہوں نے دعا کی غرض سے اپنی فیکٹریز دکھائیں بلکہ اس امر کا ذکر کیا کہ ان دنوں کاروباری حالات اچھے نہیں ہیں اور دعا کے لیے خاص طور پر کہا تو وہاں دعا کروائی۔ بہر حال اس کے باوجود موصوف نے اپنا جو اس سال کا چندہ تھا وہ پندرہ لاکھ کا وعدہ لکھوایا لیکن دوران سال وعدے کے مقابل پر صرف دو لاکھ ادا ہو سکے۔ وقت کم تھا تو بڑے پریشان تھے، بڑے مضطرب تھے۔ اسی فکر میں تھے کہ کس طرح یہ چندہ ادا ہو گا اور مجھے بھی وہ خط لکھتے رہے۔

مالی سال کے آخری دن یہی خط لکھا کہ مالی سال کے آخری دن ہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وعدہ پورا کرنے کی توفیق دے۔ کہتے ہیں ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ ایک خطیر رقم ان کے اکاؤنٹ میں آئی جس سے

انہوں نے نہ صرف اپنے پیش کردہ وعدہ کی ادائیگی کی بلکہ ایک بڑی رقم زائد بھی ادا کر دی اور کاروباری سلسلے میں جو ان کو رقم درکار تھی اس کی ضرورت بھی اس سے پوری ہو گئی۔

پھر بینن کے ریجن ناتی ٹنگو (Natitingou) کے معلم لکھتے ہیں کہ کتم پوتی (Katampoti) جماعت کے ایک دوست ہیں۔ جب ان کو کہا گیا تو بغیر کسی توقف کے انہوں نے تین ہزار فرانک سیفا نکال کر پیش کر دیا۔ معلم کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا حیران ہو کے پوچھا کیونکہ بڑی تاکید کے باوجود بھی انہوں نے کبھی آج تک پانچ سو سیفا سے زیادہ نہیں دیا تھا کہ تم نے اتنا بڑھا کس طرح دیا؟ وجہ کیا ہے؟ تو کہنے لگے کہ میں چندے میں سستی بہت کرتا ہوں۔ تو مَیں نے دیکھا ہے پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں اور فصل بھی اچھی نہیں ہوتی اور آخری بار جب میں نے چندہ دیا تھا تو یہ سوچ کر دیا تھا کہ دیکھتا ہوں اس کی برکت سے کس طرح مستفیض ہوتا ہوں۔ چنانچہ میں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ چندے کی برکات سے خدا تعالیٰ واقعی پوشیدہ طور پر امداد فرماتا ہے۔ ہماری ضروریات پوری فرماتا ہے۔ فصل میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس لیے میں نے جب خود تجربہ کر لیا ہے تو آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں نے خود ہی اپنا چندہ پانچ گنا بڑھا کر بلکہ چھے گنا بڑھا کر دے دیا ہے۔

کینیڈا میں وان جماعت کے بچوں کی ایک مثال ہے۔ وہاں کے صدر کہتے ہیں کہ اکتوبر میں ہم جماعت کے تحریکِ جدید کے وعدوں کو مکمل کرنے کے لیے کام کر رہے تھے تو بچوں کو بھی اور گھر کے بچوں کو بھی تلقین کی۔ انہوں نے بھی اپنے جیب خرچ میں سے اپنے وعدے سے زیادہ چندہ ادا کیا۔ ایک بیٹی جس نے ابھی انجینئرنگ مکمل کی ہے اس کے پاس کچھ رقم تھی اس نے وہ ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ اور پہلے وہ انٹرویو دے رہی تھی ملازمت کے لیے کامیابی نہیں ہو رہی تھی، جس دن یہ چندہ ادا کیا اس سے اگلے روز ہی ایک جاب کے لیے انٹرویو ہوا تھا۔ واپس آئی تو بڑی خوش تھی کہ اس کے ساتھ انٹرویو کے دوران بھی کوئی غیبی طاقت تھی اور بڑا آسانی سے سب کچھ ہو گیا اور جس کمپنی میں انٹرویو دینے گئی تھی وہاں اَور بھی کافی لوگوں نے انٹرویو دیا تھا وہ کہہ رہی تھی کہ انٹرویو تو بہت اچھا ہوا ہے لیکن نتیجہ سال کے آخر میں پتا لگے گا لیکن دو دن بعد ہی اس بیٹی کو کال آ گئی کہ تمہیں سلیکٹ کر لیا گیا ہے اور فروری 2020ء سے کام شروع کرنا ہو گا۔ پھر اگلے دن کال آئی کہ باقی لوگ فروری میں شروع کریں گے لیکن تم اسی سال نومبر سے شروع کر سکتی ہو۔ اس سے اس بچی کے بھی ایمان کو تقویت پہنچی۔ ایمان میں اضافہ ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھا۔

اب ہر ملک میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو قربانی کے بعد اپنے فضلوں کے نظارے دکھاتا ہے۔ ماسکو کے مبلغ لکھتے ہیں، ایک دوست زائر صاحب ہیں۔ ازبکستان کے شہر بخارا سے ان کا تعلق ہے۔ لمبا عرصہ سے ماسکو میں کام کرنے کے لیے آتے ہیں۔ کچھ عرصے کے لیے یہاں کام کرتے ہیں۔ پھر جو رقم جمع ہوتی ہے اس کے ساتھ ازبکستان واپس چلے جاتے ہیں۔ ان کی اہلیہ نے بیعت کرنے میں پہلے کچھ تامل سے کام لیا تھا لیکن پھر مطالعہ کیا، دعا کی اور اس کے بعد بیعت کی توفیق پائی۔ کچھ عرصہ قبل انہیں چندہ تحریکِ جدید کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ان کی اہلیہ کے حوالے سے بھی کہا کہ تحریکِ جدید اور وقف جدید میں حصہ لیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ آج کل ازبکستان میں ٹیکسی چلا رہے

ہیں اور ان کی اہلیہ سلائی کا کام کرتی ہیں۔ دونوں میاں بیوی نے یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ اپنی آمد کے تین حصے کرتے ہیں جس میں سے ایک بچوں کے لیے، ایک حصہ گھر کے لیے اور ایک بصورت چندہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لیے مختص کر رکھا ہے۔ اس طرح دونوں میاں بیوی پر سکون اور مطمئن ہیں اور گھریلو زندگی بھی خوش حال گزر رہی ہے۔ زائر صاحب کہتے ہیں کہ جب سے انہوں نے چندہ جات میں حصہ لینا شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے خاص برکت عطا فرمائی ہے اور ان کی آمد میں اتنی برکت پڑی ہے کہ پچھلے سالوں میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔

پھر رشیا سے ہی مبلغ انچارج لکھتے ہیں۔ ماسکو کے رسلان صاحب ہیں شیف کے طور پر کام کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے گھر بنانے کے لیے ایک بہت بڑی رقم قرض کے طور پر حاصل کی اور بڑی عرصے سے دوگنا کام کر کے قرض اتارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک دن ان کا فون آیا کہ مَیں اب فوری طور پر آپ کو چندہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ جس جگہ وہ پہلے کام کرتے تھے وہاں ان کی جو مزدوری تھی، اجرت تھی اس میں سے ان کی ایک بڑی رقم مالک کے پاس پھنسی ہوئی تھی اور اس حوالے سے دعا کے لیے بھی انہوں نے لکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے وہ ڈوبی ہوئی رقم محض اپنے فضل سے واپس دلوائی ہے۔ کہتے ہیں اس پر میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ میں جتنی جلدی ہو سکے چندہ ادا کروں اور پھر اسی وقت انہوں نے چندے کے لیے اپنے حالات کے اعتبار سے ایک بڑی رقم مربی صاحب کو بھجوا دی۔

جرمنی کی جماعت سے ایک بچی ہے وہ لکھتی ہیں کہ میں دو ماہ سے حاملہ تھی۔ اب ان کا بچہ پیدا بھی ہو گیا اور دو سال کا بھی ہو گیا اور کہتی ہیں جب میں حاملہ تھی اس وقت میں نے دعا کی، بہت دعا کی اور میں نے وعدہ کیا کہ ہر ماہ تحریکِ جدید میں سو یورو دوں گی۔ باقی سات ماہ اللہ تعالیٰ نے خیریت سے گزار دیے۔ کوئی پیچیدگیاں تھیں وہ دور ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بیٹے سے نوازا اور کہتی ہیں اب بھی میں اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ ہر ماہ تحریکِ جدید میں چندہ ادا کر کے پورا کر رہی ہوں۔

دنیا کے اس حصے میں جو مادیت میں ڈوبا ہوا ہے اور خدا سے دوری پیدا ہو رہی ہے یہاں اللہ تعالیٰ احمدیوں کو اپنے فضلوں سے نواز کر جہاں اپنے وجود کا پتا دیتا ہے وہاں احمدیت کی حقیقت اور سچائی بھی ان پر ظاہر ہو رہی ہے۔

لٹویا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ لٹویا کے ایک احمدی وَحید وف صاحب ہیں ان کا تعلق بھی ازبکستان کے صوبہ بخارا سے ہے۔ چند سال قبل ان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخلاص و وفا ان کا بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ان کے اہلِ خانہ سے نیک سلوک کو دیکھ کر گذشتہ برس ان کی اہلیہ بھی بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے فون پر چندے کی ادائیگی کے حوالے سے بتایا۔ کہتے ہیں چھ ماہ ازبکستان میں کام کرتا ہوں اور چھ ماہ رشیا جا کر کام کرتا ہوں۔ اس سال بخارا شہر میں ایک فلیٹ خریدا تھا جس کے لیے مجھے اپنی گاڑی فروخت کرنا پڑی۔ کہتے ہیں جب میں کام کرنے رشیا گیا تو میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ سے ایک سودا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اس نیت سے چندہ دینا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے چندے کی برکت سے گاڑی خریدنے کی توفیق عطا فرمائے۔ چندہ ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے کام میں اتنی برکت دی کہ میرے پاس گھریلو ضروریات کے علاوہ گاڑی

خریدنے کے لیے بھی ایک مناسب رقم جمع ہو گئی۔ چنانچہ میں نے بخارا واپس آکر اپنی گاڑی خرید لی اور اس پہلی گاڑی سے بھی اچھی خریدی ہے جو فلیٹ خریدنے کے لیے مجھے فروخت کرنی پڑی تھی اور کہتے ہیں کہ یہ صرف چندے کی برکت کا نتیجہ ہے ورنہ اتنی بڑی رقم جمع کرنا میرے لیے ناممکن تھا اور کچھ عرصہ پہلے اس نے بیعت کی تھی، کہتے ہیں میرے ایمان میں بھی اضافہ کیا۔

گنی بساؤ کے مبلغ کہتے ہیں کہ ایک صاحب ہیں اور جو باوجود پیدائشی احمدی ہونے کے اور باوجود بار بار کی تلقین کے تحریکِ جدید میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ انہوں نے بلاکس بنانے کا کاروبار شروع کیا اور سیمنٹ کی چالیس بوریوں سے انہوں نے بلاکس بنائے۔ رات کو بارش ہوئی، سارے بلاکس خراب ہو گئے اور مکمل نقصان ہو گیا۔ کہتے ہیں رات کو بڑا پریشانی کے عالم میں سویا تو خواب میں مَیں نے دیکھا کہ میرے مرحوم والد آئے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کیا تم نے اپنے چندہ جات ادا کر دیے ہیں؟ یہ کہنے کے بعد وہ چلے گئے۔ چنانچہ ادریس صاحب کہتے ہیں کہ صبح اٹھتے ہی میں مشن ہاؤس آیا اور وہاں مشنری کو کہنے لگے کہ آپ نے چندہ تحریکِ جدید کی تلقین کی تھی۔ میرے پاس ابھی صرف دو ہزار فرانک ہیں جو میں ابھی ادا کرنا چاہتا ہوں اور چندہ ادا کرنے کے بعد اگلے ہی دن اللہ تعالیٰ نے ان کا جو نقصان ہوا تھا اُسے اس طرح پورا کیا کہ ان کو نیا contract مل گیا جو آٹھ لاکھ سیفے کا تھا اور ان کے قرضے بھی اتر گئے اور اللہ کے فضل سے انہوں نے اب وصیت بھی کر لی ہے اور ان کے ایمان میں بھی اضافہ ہوا۔

مایوٹ آئی لینڈ کے ایک دوست علی محمد صاحب ہیں۔ ان کے پاس کوئی مستقل کام نہیں تھا لیکن کہتے ہیں جب سے میں نے تحریکِ جدید کا چندہ ادا کیا ہے مجھے کام ڈھونڈنے میں کوئی دقت نہیں رہی۔ ایک کام ختم ہوتا ہے دوسرا مل جاتا ہے اور چندے کی ادائیگی کے بعد اب تک مسلسل کام مل رہا ہے۔ یہ نئی جماعت ہے جو چند سال ہوئے قائم ہوئی ہے لیکن ایمان اور اخلاص میں بڑی بڑھنے والی جماعت ہے۔

پھر امیر صاحب انڈونیشیا لکھتے ہیں کہ ایک جماعت پگنٹان (Pagentan) میں ایک احمدی اوریانو (Waryono) صاحب ہیں جو اکیلے رہتے ہیں ان کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ انہوں نے چندہ دینے کے لیے کیسے کیسے طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ بڑا اخلاص و وفا ان لوگوں میں ہے۔ کہتے ہیں کھیتی باڑی کرتے ہیں، غریب آدمی ہیں۔ بچوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ بیوی ہے نہیں۔ تبلیغ تربیت کے کام میں اکثر مبلغ کا ساتھ دیتے ہیں۔ چھوٹا سا ایک کھیت ان کے پاس ہے اور کسانوں کی آمد تو چند مہینوں بعد ہی ہوتی ہے، ہر تین یا چار مہینے کے بعد آمد ہوتی ہے لیکن اس کھیت کی جو آمد ہے وہ چندہ باقاعدگی سے ہر مہینے ادا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مبلغ نے انہیں پوچھا کہ آپ کی فصل تو تین چار مہینے کے بعد ہوتی ہے لیکن چندہ آپ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں تو اس پر انہوں نے بتایا کہ میں نے بھی باقاعدگی سے چندہ دینے کا ایک طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔ میں نے اپنے کھیت کا ایک حصہ مختص کر کے اس پر صرف کیلے کے درخت لگائے ہوئے ہیں اور اس طریقے سے لگائے ہوئے ہیں کہ ایک درخت لگانے کے کچھ عرصے بعد دوسرا لگایا یعنی کچھ حصہ لگانے کے بعد کچھ دوسرا حصہ لگایا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد تیسرا حصہ لگایا۔ کیلے کے جو درخت ہیں وہ کیونکہ سارا سال ہی پھل دیتے ہیں تو وہ اس طرح ہر مہینے پھل دیتے رہتے ہیں اور میں ہر

مہینے پھل کاٹ کے بازار فروخت کرتا ہوں اور اس سے جو رقم ملتی ہے وہ ساری چندے میں ادا کر دیتا ہوں۔ پھر انڈونیشیا کے امیر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ ایک جماعت پاسر پنگارایاں (Pasir Pangaraian) کے ایک نومبائع ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے بیعت کی تھی۔ بیوی کی طرف سے شدید مخالفت ہے لیکن موصوف ثابت قدم ہیں۔ جب تحریکِ جدید کے نئے سال کا آغاز ہوا تو ہمارے مبلغ نے ان کو تحریکِ جدید کے مالی جہاد میں شامل ہونے کی تحریک کی۔ اس پر موصوف نے پانچ لاکھ انڈونیشین روپیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ انڈونیشین روپے کی ویلیو (value) بہت تھوڑی ہے لیکن بہرحال ان کے لیے تو بہت زیادہ رقم تھی۔ ایک آنریری ٹیچر ہیں جس کی تنخواہ بہت کم ہوتی ہے۔ ہمارے مبلغ نے ان سے دوبارہ پوچھا کہ اتنی رقم آپ نے لکھوادی ہے، ادا کر سکیں گے؟ کسی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔ اس پر انہوں نے بڑے یقین سے کہا کہ یہی میرا وعدہ ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینے میں جب ان کو سو فیصد ادائیگی کی تلقین کی گئی تو یہ ان دنوں کی بات ہے کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ایک دن ان کے کسی رشتہ دار نے ان کو تحفۃً ایک لفافے میں کچھ رقم دی تو انہوں نے اس لفافے کو کھولا نہیں بلکہ فوراً صدر جماعت کے گھر آ کر کہا کہ اس لفافے میں جو کچھ بھی ہو میں تحریکِ جدید کے لیے دیتا ہوں۔ صدر جماعت نے جب اس لفافہ کو کھولا تو دیکھا کہ اس میں عین پانچ لاکھ انڈونیشین روپے کی رقم تھی جو انہوں نے اسی وقت اپنے وعدے کے مطابق ادا کر دی۔

پھر بچوں میں اخلاص اور قربانی کی اہمیت کا جو احساس ہے یہ انقلاب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں نظر آتا ہے جو آپؑ نے پیدا فرمایا۔ گھانا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے جماعت میں مالی قربانی خصوصاً تحریکِ جدید کے بارے میں خطبہ دیا اور اس بات پر زور دیا کہ ہمیں بچوں کو بھی قربانی کی عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے چندہ دیں۔ اس پر اگلے جمعہ کو نماز جمعہ پر ایک طفل جس کی عمر تقریباً نو دس سال ہو گی کچھ رقم لے کر آیا اور تحریکِ جدید کی مدّ میں پیش کر دی اور پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میں نے والدین سے چندے کے لیے رقم مانگی جو کسی وجہ سے مجھے مل نہیں سکی، نہیں ہو گی والدین کے پاس۔ کہتے ہیں میں نے اس پر ایک دوکان پر مزدوری کرنی شروع کر دی اور جو رقم حاصل کی وہ چندے میں دے رہا ہوں۔

پھر سیر الیون کی ایک مثال ہے۔ وہاں کینما کے لوکل معلم بشیر وصاحب لکھتے ہیں کہ ایک جماعت سیر ابو (Serabu) میں جب احباب جماعت کو چندہ تحریکِ جدید کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی تو اسی دوران ایک بچہ نو یا دس سال کی عمر کا ہو گا اور میں نے دیکھا کہ وہ سر پر آگ جلانے والی کچھ لکڑیوں کا گٹھا لے کر آیا اور اس نے معلم صاحب سے کہا کہ یہ لکڑیاں آپ مجھ سے خرید لیں اور جتنے پیسے ہوں وہ چندے میں ڈال لیں۔ معلم صاحب نے وہ لکڑیاں اس بچے سے خرید لیں اور چندے کی رسید کاٹ دی۔ بعد میں وہ لکڑیاں بھی واپس کر دیں کہ تمہارا چندہ آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مال اور ایمان میں بہت برکت عطا فرمائے۔ اس طرح قربانی کا تصور یہاں کے بچوں میں نہیں ہو گا کہ محنت کر کے، مزدوری کر کے یا جنگل جا کے لکڑیاں کاٹ کر پھر چندہ ادا کریں۔ یہاں حالات اچھے ہیں۔ بے شک یہاں بھی بڑی اچھی مثالیں ہیں۔ بعض بچے ایسے ہیں جنہوں نے اپنے جیب خرچ کی پوری رقم دے دی۔ کوئی خاص چیز خریدنی تھی اس کے لیے رقم جمع کی تھی تو وہ قربانی کر دی۔ بہرحال اپنے اپنے ماحول میں ہر

جگہ اخلاص و وفا کی مثالیں ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس اخلاص و وفا کو بڑھاتا چلا جائے۔

اب میں کچھ کوائف پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو قربانیوں کی جو توفیق عطا فرمائی ہے اور جس طرح یہ قربانیاں کرتے ہیں یہ سوائے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت خاص شامل حال ہو تو اس کے بغیر یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ دلوں کو اللہ تعالیٰ ہی بدلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی دنیا کے مختلف ممالک میں رہنے والے احمدیوں کے، بڑوں کے بھی، بچوں کے بھی، دل میں ڈالتا ہے۔ اور اگر کوئی عقل رکھنے والا ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہی وہ بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ اس وقت میں بعض کوائف پیش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحریکِ جدید کا پچاسی واں سال 31/ اکتوبر کو ختم ہوا اور چھیاسی واں سال شروع ہو گیا ہے اور اس سال تحریکِ جدید کے مالی نظام میں 13 اعشاریہ 6 ملین پاؤنڈز کی قربانی کی توفیق ملی اور یہ وصولی گذشتہ سال کے مقابل پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آٹھ لاکھ دو ہزار پاؤنڈز زیادہ ہے۔ اس سال پاکستان میں تو کرنسی کی ویلیو بہت کم ہو گئی تھی۔ سیاسی حالات خراب، معاشی حالات خراب، بہت برے ان کے حالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ پاکستان کے لیے دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے احمدیوں پر بھی فضل فرمائے۔ تو وہ جو پوزیشن ہوتی ہے وہ تو قائم نہیں رہی۔ پہلی پوزیشن اب اس سال مکمل طور پر جرمنی کی ہے اور اس طرح جرمنی اوّل ہے۔ پھر دوسرے نمبر پر پاکستان ہے۔ پھر برطانیہ ہے اور کیونکہ پہلے میں پاکستان کو نکال دیا کرتا تھا۔ پہلا نام اس کا ہوتا تھا اور پاکستان کے علاوہ باہر کے باقی ملکوں کی تفصیل دیتا تھا اس لیے پاکستان کے علاوہ باوجود اس کے کہ اس کا دوسرا نمبر ہے دس ملکوں کی تفصیل اب بھی بیان کروں گا۔ جرمنی پہلا اور باہر کے ملکوں میں پھر پاکستان کے بعد دوسرا برطانیہ پھر امریکہ پھر کینیڈا پھر بھارت پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر انڈونیشیا پھر آسٹریلیا پھر گھانا اور پھر دوبارہ مڈل ایسٹ کا ہی ملک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود حالات خراب ہونے کے پاکستان میں بھی اور مجموعی طور پر دنیا میں ہر جگہ معاشی حالات کیونکہ خراب ہوئے ہیں، مقامی کرنسی میں اضافہ ہوا ہے تو پہلے تین اضافے والے جو ملک ہیں ان ملکوں میں کسی ایک مڈل ایسٹ کے ملک کے علاوہ وہاں تو (اضافہ) ہے ہی پھر نمبر دو پہ بھارت ہے جہاں اضافہ ہوا ہے انہوں نے جو اضافہ کیا ہے وہ فی کس نہیں فی صد نسبت کے حساب سے ہے۔ پھر کینیڈا ہے۔ پھر جرمنی ہے۔ پھر برطانیہ۔ پھر گھانا پھر پاکستان، انڈونیشیا، امریکہ، آسٹریلیا۔

فی کس ادائیگی کے لحاظ سے بھی پہلے تین ملک یہ ہیں۔ سوئٹزرلینڈ نمبر ایک۔ پھر امریکہ۔ پھر سنگاپور اور چوتھے نمبر پہ برطانیہ اور پانچویں پہ سویڈن اس کے بعد اَور ممالک ہیں۔

افریقی ممالک میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں جو ہیں ان میں پہلے نمبر پر گھانا ہے۔ پھر نائیجیریا ہے۔ پھر برکینا فاسو۔ پھر تنزانیہ۔ پھر گیمبیا۔ پھر بینن۔

گذشتہ چند سالوں سے شاملین کی طرف توجہ دی جا رہی تھی۔ مَیں نے کہا تھا شامل ہونے والوں کی تعداد

بڑھائیں اور اس غرض سے جماعتوں کو رقم سے زیادہ افراد کو شامل کرنے کے لیے ٹارگٹ دیے جارہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک اس سال کی شامل ہونے والوں کی جو تعداد ہے وہ اٹھارہ لاکھ ستائیس ہزار سے اوپر ہے اور ایک لاکھ بارہ ہزار چندے کے نظام میں نئے شامل ہوئے ہیں۔ شاملین میں گذشتہ سال کی نسبت اضافہ کرنے والے قابل ذکر افریقن ممالک میں نائیجر، سیرالیون، نائیجیریا اور کیمرون، پھر بینن، پھر سینیگال، پھر گنی بساؤ، آئیوری کوسٹ، تنزانیہ اور گنی کناکری ہیں اور بڑی جماعتوں میں بنگلہ دیش، کینیڈا، ملائیشیا، بھارت، انڈونیشیا، جرمنی، برطانیہ، امریکہ اور آسٹریلیا ہیں۔

دفتر اول کے کھاتے جو ہیں مرکزی ریکارڈ کے مطابق پانچ ہزار نو سو ستائیس ہیں۔ چھتیس افراد اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو ابھی حیات ہیں وہ اپنے چندے خود ادا کر رہے ہیں۔ باقیوں کے، فوت شدگان کے کھاتے ان کے ورثاء نے اور مخلصین جماعت نے جاری کیے ہوئے ہیں۔

جرمنی کیونکہ اول ہے اس کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں ان میں روئڈرمارک (Rödermark)، نوئس (Neuss)، پنے برگ (Pinneberg) ، مہدی آباد (Mehdi-Abad)، نیدا (Nieda) ، اوسنا بروک (Osnabruck)، کیل (Kiel) اور فلوَرزہائم (Flörsheim) اور وائن گارٹن (Weingarten) اور کولون (Köln) شامل ہیں اور ان میں جو پہلی دس لوکل امارتیں ہیں ان میں ہیمبرگ (Hamburg)، نمبر ایک ہے۔ پھر فرینکفرٹ (Frankfurt)، پھر گروس گیراؤ (Gross Gerau)، پھر مَوَر فیلڈن (Mörfelden) ، ڈِیٹسن باخ (Dietzenbach)، ویزبادن (Wiesbaden) اور ریڈ شٹڈ (Riedstadt) ، ڈام شٹڈ (Darmstadt) اور مَن ہائم (Mannheim) ، روسلزہائم (Rüsselsheim) ۔

پاکستان میں تحریکِ جدید کی قربانی میں وصولی کے لحاظ سے اول لاہور۔ پھر دوئم ربوہ۔ پھر سوئم کراچی اور ضلعی سطح پر جو دس ضلعے ہیں اس میں اسلام آباد نمبر ایک، پھر سیالکوٹ، پھر فیصل آباد۔ پھر گوجرانوالہ۔ پھر عمر کوٹ۔ پھر حیدرآباد۔ پھر میرپور خاص۔ پھر قصور، ٹوبہ ٹیک سنگھ، میرپور آزاد کشمیر اور وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والی پاکستان کی شہری جماعتوں میں امارت ڈیفنس لاہور، امارت ٹاؤن شپ لاہور، امارت کینٹ راولپنڈی، امارت شہر راولپنڈی پھر ملتان پھر امارت عزیز آباد کراچی، امارت دہلی گیٹ لاہور۔ پھر کوئٹہ۔ پھر پشاور، پھر بہاول نگر ہیں۔

پاکستان کی جو چھوٹی جماعتیں ہیں ان میں پانچ یہ ہیں: واہ کینٹ، صابن دستی، کھوکھر غربی، چک نو پنیار اور چونڈہ۔

برطانیہ کے پہلے پانچ ریجن جو ہیں (ان میں) پہلے بیت الفتوح ریجن ہے۔ پھر مسجد فضل ریجن ہے، پھر مڈلینڈز ریجن، بیت الاحسان ریجن اور اسلام آباد ریجن۔ مجموعی ادائیگی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں مسجد فضل نمبر ایک پہ۔ پھر ووسٹر پارک۔ پھر اسلام آباد۔ پھر آلڈر شاٹ، پٹنی، نیو مولڈن، جلنگھم، برمنگھم ویسٹ، گلاسگو اور سکنتھارپ۔ چھوٹی جماعتیں جو ہیں ان میں سوانزی نمبر ایک پہ۔ پھر سپین ویلی، کیتھلے، نارتھ ویلز، اور نارتھ ہیمپٹن۔

امریکہ کی جو جماعتیں ہیں ان میں وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک سلور سپرنگز۔ پھر لاس اینجلیس، پھر

سیلیکون ویلی، سیاٹل، سینٹرل ورجینیا، ڈٹرائٹ، شکاگو، اوش کوش، ہیوسٹن، جارجیا، ساؤتھ ورجینیا۔

کینیڈا کی وصولی کے لحاظ سے لوکل امارتیں وان نمبر ایک، پھر کیلگری، پیس ولیج، وینکوور، مسس ساگا، سسکاٹون۔ چھوٹی جماعتیں جو ہیں ان پانچ میں ایڈمنٹن ویسٹ نمبر ایک پہ، پھر درہم۔ پھر بریڈ فورڈ۔ پھر ہیملٹن۔ پھر آٹواہ ویسٹ۔

انڈیا کی قربانی کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں جو ہیں وہ ہیں کرولائی نمبر ایک، پھر قادیان، پھر پتھ پریم، پھر حیدر آباد، کوئمبٹور، پینگاڑی، بینگلور، کالی کٹ، کولکتہ، یادگیر۔

پہلے دس صوبے جو ہیں وہ یہ ہیں نمبر ایک کیرالہ، پھر کرناٹک، تامل ناڈو، تیلنگانہ، جموں کشمیر، اوڑیسہ، پنجاب، بنگال، دہلی اور اترپردیش۔ کشمیر کے بھی حالات سیاسی بھی اور معاشی لحاظ سے بھی بڑے خراب ہیں۔ یہاں بھی بڑی قربانی ہے جماعتوں کی۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے آسٹریلیا کی دس جماعتیں یہ ہیں: نمبر ایک پہ کاسل ہل، پھر ملبرن بیروِک، ملبرن لانگ وارِن، پھر ACT کینبرا، مارسڈن پارک، پھر ایڈیلائڈ ساؤتھ، پھر پین رتھ، ماؤنٹ ڈروئٹ، پیراماٹا، پھر ایڈیلائڈ ویسٹ۔

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 29/ نومبر 2019ء جلد 26 شمارہ 75 صفحہ 5 تا 9)

46

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15 / نومبر 2019ء بمطابق 15 / نبوّت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہؓ کے متعلق مَیں نے خطبات کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس کے متعلق گذشتہ خطبہ جو مَیں نے دیا وہ جرمنی میں تھا اس میں حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کا ذکر چل رہا تھا اور اس ضمن میں حضرت عبداللہؓ کے باپ عبداللہ بن اُبی بن سلول کا ذکر جہاں مَیں نے ختم کیا تھا وہ جنگِ احد کے حوالے سے ہوا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی بات مان کر مدینے سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تو عبداللہ بن ابی پہلے تو اپنے ساتھیوں سمیت ساتھ چل پڑا لیکن احد کے دامن میں پہنچ کر اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر غدّاری دکھاتے ہوئے مدینے کی طرف یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات نہیں مانی اور مدینے میں رہ کر دشمن کا دفاع نہیں کیا جو ہم چاہتے تھے اور یہ بھی کہا کہ یہ بھی کوئی لڑائی ہے۔ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے اور وہ کہنے لگا کہ مَیں اس ہلاکت میں اپنے آپ کو نہیں ڈالتا۔ بہرحال اس کے دل میں شروع سے ہی نفاق تھا، منافقت تھی اور منافق بزدل ہوتا ہے اور یہ بزدلی یہاں آ کے ظاہر بھی ہو گئی۔ بہرحال اس کے اپنے ساتھیوں سمیت جانے کے بعد مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 487)

اس کے باوجود جب جنگ ہوئی ہے تو اس میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا۔ تقریباً فتح ہو گئی تھی لیکن آخر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پوری طرح عمل نہ کرنے کی وجہ سے اور درّہ چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس صورتِ حال کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول کا جو رویہ تھا کس طرح کا تھا اور کس کس طرح اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں تکلیف دہ اور استہزا کی باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اس کی کچھ تفصیل اب مَیں بیان کروں گا۔ اس میں حضرت عبداللہؓ کی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لیے اپنے باپ کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانے میں کوئی امر مانع نہ تھا اگر وہ اسلام کی عزت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملے کرتا۔

اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں شروع کا جو ذکر ہے کہ کس طرح ان لوگوں نے تمسخر اڑانا شروع کیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد مدینے کے یہود اور منافقین جو جنگِ بدر کے نتیجے میں کچھ مرعوب ہو گئے تھے اب کچھ دلیر ہو گئے بلکہ عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں نے تو کھلم کھلا تمسخر

اڑانا اور طعنے دینا شروع کر دیے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 506)

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے صرفِ نظر ہی فرماتے رہے اور بجائے اس کے کہ اس نرمی کے سلوک سے ان کو کچھ شرمندگی ہوتی یہ لوگ ڈھٹائی میں اور دریدہ دہنی میں بڑھتے چلے گئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی دریدہ دہنی اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور فدائیت کا اظہار اس ایک واقعے سے ہو جاتا ہے کہ 5 ہجری میں غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن مریسیع میں قیام فرمایا۔ یہ بنو مصطلق کے پانی کے ایک چشمے کا نام ہے۔ مگر اس قیام کے دوران منافقین کی طرف سے ایک ایسا ناگوار واقعہ پیش آیا جس سے قریب تھا کہ کم زور مسلمانوں میں خانہ جنگی تک نوبت پہنچ جاتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موقع شناسی اور آپؐ کے مقناطیسی اثر نے اس فتنے کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو بچالیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عمرؓ کا ایک نوکر جَہْجَاہْ نامی تھا وہ مریسیع کے مقامی چشمے پر پانی لینے کے لیے گیا۔ اتفاقاً اس وقت ایک دوسرا شخص سنان نامی بھی پانی لینے کے لیے وہاں پہنچا جو انصار کے حلیفوں میں سے تھا۔ یہ دونوں شخص جاہل تھے اور بالکل عامی لوگوں میں سے تھے۔ چشمے پر یہ دونوں شخص آپس میں جھگڑ پڑے اور جَہْجَاہْ نے سنان کو ایک ضرب لگائی، اس کو مارا۔ بس پھر سنان نے زور زور سے شور مچانا شروع کر دیا، چلّانا شروع کر دیا کہ اے انصار کے گروہ! میری مدد کو پہنچو کہ مَیں پِٹ گیا اور مجھ پر حملہ ہو گیا۔ جب جَہْجَاہْ نے دیکھا کہ سنان نے اپنی قوم کو بلایا ہے تو وہ بھی جاہل آدمی تھا، اس نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کو پکارنا شروع کر دیا کہ اے مہاجرین! بھاگو دوڑو۔ انصار اور مہاجرین کے کانوں میں یہ آوازیں پہنچیں تو وہ اپنی تلواریں لے کر بے تحاشا اس چشمے کی طرف لپکے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جاہل نوجوان ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے لیکن اتنے میں بعض سمجھ دار اور مخلص مہاجرین و انصار بھی موقعے پر پہنچ گئے اور انہوں نے فوراً لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے صلح صفائی کروادی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک جاہلیت کا مظاہرہ ہے اور اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بہر حال اس طرح معاملہ بہر حال رفع دفع ہو گیا لیکن جب منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول کو جو اس غزوے میں شامل تھا جو بنو مصطلق میں تھا، جس میں آپ گئے تھے اس واقعے کی اطلاع پہنچی تو اس بدبخت نے اس فتنے کو پھر جگانا چاہا اور اپنے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ اکسایا اور یہ کہا کہ یہ سب تمہارا قصور ہے کہ تم نے ان بے خانماں، بے سہارا مسلمانوں کو پناہ دے کر ان کو سر پر چڑھا لیا ہے۔ اب بھی تمہیں چاہیے کہ ان کی مدد سے ان کی اعانت سے دست بردار ہو جاؤ۔ پھر یہ خود بخود مدینے کو چھوڑ چھاڑ کر چلے جائیں گے اور بالآخر اس بدبخت نے یہاں تک کہہ دیا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ۔ (المنافقون: 9) کہ قرآن شریف میں، سورۃ المنافقون میں ہے کہ یعنی دیکھو تو اب مدینے میں جا کر عزت والا شخص یا گروہ جو ہے وہ ذلیل شخص یا گروہ کو اپنے شہر سے باہر نکال دیتا ہے کہ نہیں؟ اس وقت ایک مخلص مسلمان بچہ زید بن ارقم بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے عبداللہ کے منہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق یہ الفاظ سنے تو بے تاب ہو گیا اور فوراً اپنے چچا کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ اب یہ دیکھیں کہ بچے بھی کس حد تک اخلاص اور وفا رکھتے تھے اور بڑے ہوشیار رہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کیا بات غلط ہے اور کیا صحیح۔

بہر حال اس نے اپنے چچا کو اطلاع دی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمرؓ بھی بیٹھے تھے۔ وہ یہ الفاظ سن کر غصے اور غیرت سے بھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس منافق فتنہ پرداز کی گردن اڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا عمر! جانے دو۔ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا پھرتا ہے۔

پھر آپؐ نے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ بات مَیں نے سنی ہے۔ وہ سب قسمیں کھا گئے کہ ہم نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی۔ بعض انصار نے بھی بطریق سفارش، سفارش کے طور پر یہ عرض کیا کہ زید بن ارقم کو غلطی لگی ہو گی یہ اس طرح بات نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے اس وقت عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کے بیان کو قبول فرما لیا اور زید کی بات ردّ کر دی جس سے زیدؓ کو سخت تکلیف پہنچی اور صدمہ ہوا مگر بعد میں قرآنی وحی نے جو آیت مَیں نے پڑھی ہے زیدؓ کی بات کی تصدیق فرمائی اور منافقین کو جھوٹا قرار دیا۔

اِدھر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی وغیرہ کو بلا کر اس بات کی تصدیق شروع فرما دی اور اُدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اسی وقت لوگوں کو کُوچ کا حکم دو۔ یہ وقت دوپہر کا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً دوپہر کو کُوچ نہیں فرمایا کرتے تھے، سفر نہیں شروع کیا کرتے تھے کیونکہ عرب کے موسم کے لحاظ سے یہ وقت سخت گرمی کا وقت ہوتا ہے اور اس میں سفر کرنا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے حالات کے مطابق یہی مناسب خیال فرمایا کہ ابھی یہاں سے روانہ ہو جایا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے حکم کے ماتحت فوراً اسلامی لشکر واپسی کے لیے تیار ہو گیا۔ غالباً اسی موقعے پر اُسید بن حضیر انصاریؓ جو قبیلہ اوس کے نہایت نامور رئیس تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! آپؐ تو عموماً ایسے وقت میں سفر نہیں فرمایا کرتے آج کیا معاملہ ہے کہ اس وقت دوپہر کو سفر شروع کرنے لگے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا کہ اُسید! کیا تم نے نہیں سنا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا الفاظ کہے ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہم مدینہ چل لیں وہاں پہنچ کر عزت والا شخص ذلیل شخص کو باہر نکال دے گا۔ اُسید نے بے ساختہ عرض کیا کہ ہاں یارسولؐ اللہ! ٹھیک ہے۔ یہ بات تو ہے لیکن آپؐ چاہیں تو بے شک عبداللہ کو مدینے سے باہر نکال سکتے ہیں کیونکہ واللہ! عزت والے آپؐ ہیں وہ نہیں اور وہی ذلیل ہے۔ پھر اُسید بن حضیر نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! آپؐ جانتے ہیں کہ آپؐ کے تشریف لانے سے پہلے عبداللہ بن ابی اپنی قوم میں بہت معزز تھا اور اس کی قوم اس کو اپنا بادشاہ بنانے کی تجویز میں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے اس کی کوششیں جو خاک میں مل گئیں۔ پس اس وجہ سے اس کے دل میں آپ کے متعلق حسد بیٹھ گیا ہے۔ اس لیے آپؐ اس کی اس بکواس کی کچھ پروانہ کریں اور اس سے درگزر فرمائیں۔ تھوڑی

دیر میں عبداللہ بن ابی کا لڑکا جس کا نام حباب تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر عبداللہ کر دیا تھا یعنی یہی حضرت عبداللہؓ جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ ایک نہایت مخلص صحابی تھے، گھبرائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ یارسولؐ اللہ! مَیں نے سنا ہے کہ آپؐ میرے باپ کی گستاخی اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپؐ کا یہی فیصلہ ہے تو آپؐ مجھے حکم فرمائیں مَیں ابھی اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں مگر آپؐ کسی اَور کو ایسا ارشاد نہ فرمائیں کیونکہ مَیں ڈرتا ہوں کہ جاہلیت کی کوئی رگ کسی وقت میرے بدن میں جوش مارے اور مَیں اپنے باپ کے قاتل کو کوئی نقصان پہنچا بیٹھوں اور خدا کی رضا چاہتا ہوا بھی جہنم میں جا گروں۔ چاہتا تو مَیں یہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کروں لیکن ایک مسلمان کو قتل کر کے مَیں جہنم میں چلا جاؤں۔ آپؐ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے بلکہ ہم بہرحال تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کریں گے۔

مگر عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کو اپنے باپ کے خلاف اتنا جوش تھا کہ جب لشکرِ اسلامی مدینے کی طرف لوٹا تو عبداللہ اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مَیں تمہیں واپس نہیں جانے دوں گا جب تک تم اپنے منہ سے یہ اقرار نہ کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معزز ہیں اور تم ذلیل ہو اور عبداللہ نے اس اصرار سے اپنے باپ پر زور ڈالا کہ آخر اس نے مجبور ہو کر یہ الفاظ کہہ دیے جس پر عبداللہ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 557، 559 تا 561)

ابن سعد نے ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کُوچ کا حکم دیا تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد کا راستہ روک لیا اور اونٹ سے نیچے اتر آئے اور اپنے والد سے کہنے لگے کہ جب تک تم یہ اقرار نہیں کرتے کہ تُو ذلیل ترین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عزیز ترین ہیں تب تک مَیں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیکھ لیا۔ فرمایا اسے چھوڑ دو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری عمر کی قسم! ہم اس سے ضرور اچھا برتاؤ کریں گے جب تک یہ ہمارے درمیان زندہ ہے۔

(الطبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 50 غزوۃ رسول اللہ المریسیع، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یہ طبقات الکبریٰ میں درج ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ کے والد عبداللہ بن ابی نے یہ کہا کہ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ۔ یعنی عزت والا شخص یا گروہ ذلیل شخص یا گروہ کو اپنے شہر سے باہر نکال دے گا تو حضرت عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہی ذلیل ہے اور آپ ہی عزیز ہیں۔ خود بیٹے نے اپنے باپ کے بارے میں کہا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ثالث صفحہ 941 ''عبد اللہ بن عبد اللہ انصاری'' دار الجیل بیروت)

پھر ایک ناپاک تہمت جو منافقین کی طرف سے لگائی گئی، واقعۂ اِفک سے اس کا تعلق ہے جس کا بانی مبانی عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر افک کا واقعہ پیش آیا جس میں حضرت عائشہؓ کی ذات پر

گندے الزامات لگائے گئے تھے اور اس تہمت کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ واقعۂ اَفک کے متعلق گذشتہ سال کے آخر میں ایک خطبے میں تفصیل بیان کر چکا ہوں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ دسمبر 2018ء، الفضل انٹرنیشنل 4/ جنوری 2019)

لیکن اس حوالے سے بھی یہاں کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت بھی یہی ہے۔ وہ پوری روایت تو نہیں اس کا کچھ حصہ بیان کروں گا۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ چنانچہ اس سفر میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا گیا تو میرا قرعہ نکلا۔ مَیں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اس وقت حجاب کا حکم اتر چکا تھا۔ پردے کا حکم آ گیا تھا۔ مَیں ہودج میں بٹھائی جاتی اور ہودج سمیت اتاری جاتی رہی۔ ایک بند کرسی تھی، پردے لٹکے ہوتے تھے، اس میں بٹھایا جاتا اور وہ اونٹ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ کہتی ہیں ہم اسی طرح سفر میں رہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہم سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینے کے قریب ہی تھے کہ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے کُوچ کا اعلان کیا تو مَیں بھی چل پڑی اور فوج سے آگے نکل گئی۔ حاجت کی ضرورت تھی، جب مَیں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی تو اپنے ہودج کی طرف آئی اور مَیں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ کالے نگینوں کا ایک ہار تھا وہ ٹوٹ کر میرے گلے سے گر گیا ہے۔ مَیں واپس لوٹی۔ اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرے اونٹ کو تیار کرتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھا لیا اور وہ ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مَیں سوار ہوا کرتی تھی۔ وہ سمجھے کہ مَیں اسی میں بیٹھی ہوئی ہوں۔

بہر حال انہوں نے اونٹ کو اٹھا کر چلا دیا اور خود بھی چل پڑے۔ جب سارا لشکر گزر چکا تو اس کے بعد مَیں نے اپنا گما ہوا ہار جو تھا اس کو پا لیا۔ دیکھ لیا اٹھا لیا۔ مجھے مل گیا۔ پھر مَیں اپنے اس ڈیرے کی طرف گئی، اس جگہ گئی جس میں مَیں تھی اور مَیں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے اور میرے پاس لوٹ آئیں گے۔ کہتی ہیں مَیں ڈیرے پر گئی تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا تو پھر مَیں نے بہر حال یہی خیال کیا کہ مجھے جب ہودج میں نہیں دیکھیں گے تو واپس میری طرف آئیں گے۔ کہتی ہیں مَیں بیٹھی ہوئی تھی تو اسی اثنا میں آنکھ لگ گئی اور مَیں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی فوج کے پیچھے یہ دیکھنے کے لیے رہا کرتے تھے کہ کوئی چیز پیچھے تو نہیں رہ گئی۔ کہتے ہیں وہ صبح ڈیرے پر آئے جہاں ہمارا پڑاؤ تھا اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا اور میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے کیونکہ وہ مجھے دیکھا کرتے تھے تو انہوں نے جب دیکھا کہ مَیں ہوں تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے پر مَیں جاگ گئی۔ بہر حال اس کے بعد انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور مَیں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم اس وقت فوج میں پہنچے جب لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے ڈیروں میں تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ یعنی الزام لگا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا اور اس تہمت کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ بہر حال کہتی ہیں ہم مدینے پہنچے۔ مَیں

وہاں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ کسی وجہ سے بیمار ہو گئی تھی۔ میری اس بیماری کے اثنا میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگ چرچا کرتے رہے اور جو بات ان کو نہیں پتا لگا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں لیکن اس اثنا میں کہتی ہیں جو بات مجھے شک میں ڈالتی تھی وہ یہ تھی کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو مَیں آپؐ سے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ آپؐ صرف اندر آتے اور السلام علیکم کہتے۔ پھر پوچھتے اب وہ کیسی ہے؟ کہتی ہیں مجھے اس تہمت کا کچھ بھی علم نہیں تھا۔ کہتی ہیں ایک دن ام مسطح کے ساتھ مَیں باہر گئی۔ رفع حاجت کے لیے باہر جایا کرتے تھے۔ تب اس نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ جب مَیں اپنے گھر لوٹی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور آپؐ نے السلام علیکم کہا اور آپؐ نے پوچھا اب تم کیسی ہو؟ مَیں نے اس پر عرض کیا کہ مجھے اپنے والدین کے پاس جانے دیں۔ آپؐ نے مجھے اجازت دے دی۔ مَیں اپنے والدین کے پاس آئی تو مَیں نے اپنی ماں سے پوچھا لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا بیٹی اس بات سے اپنی جان کو جنجال میں نہ ڈالو۔ اطمینان سے رہو۔ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔

کہتی تھیں کہ جب مجھے یہ پتا لگا کہ میرے پہ یہ تہمت لگی ہے تو مَیں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ صبح تک نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ بہرحال اس تہمت کی باتیں ہوتی رہیں بعض صحابہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا اور کہتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو جو ذاتی خدمت کے لیے حضرت عائشہؓ کی خادمہ تھیں ان کو بلایا اور آپؐ نے کہا کہ بریرہ کیا تم نے اس میں یعنی حضرت عائشہ میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالے؟ بریرہ نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ کوئی ایسی بات میں نے نہیں دیکھی اور کہنے لگی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مَیں نے حضرت عائشہؓ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو مَیں ان کے لیے معیوب سمجھوں یعنی سب سے بڑی کمزوری جو مَیں نے دیکھی ہے وہ یہی ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں۔ لڑکپن ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور آٹا چھوڑ کر بعض دفعہ سو جاتی ہیں اور گھر میں بکری آتی ہے اور وہ کھا جاتی ہے یعنی کہ بس بے احتیاطی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں یا ان کو نیند زیادہ آتی ہے۔

یہ سن کر اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب فرمایا اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص کو کون سنبھالے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دکھ دیا ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ مَیں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات مجھے معلوم نہیں اور ان لوگوں نے جس پر الزام لگایا تھا اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت بھی مجھے بھلائی کے سوا کوئی علم نہیں اور میرے گھر والوں کے پاس جب بھی وہ آیا کرتے ہیں تو میرے ساتھ ہی آتے تھے کبھی اکیلے نہیں آئے۔

بہرحال مختصر یہ کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بھی براہِ راست اس بارے میں پوچھا تو مَیں نے کہا کہ بخدا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے وہ بات سنی ہے جس کا لوگ آپس میں تذکرہ کرتے ہیں۔ باتیں کر رہے ہیں۔ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ اگر مَیں آپؐ سے یہ کہوں کہ

مَیں بَری ہوں مَیں نے کوئی ایسی بات نہیں کی اور اللہ جانتا ہے کہ مَیں فی الواقعہ بَری ہوں۔ آپؐ مجھے سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر مَیں آپؐ کے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں بَری ہوں۔ مَیں نے کوئی ایسی بات نہیں کی مگر آپؐ اس اقرار میں مجھے سچا سمجھ لیں گے کیونکہ لوگوں میں یہ اتنا مشہور ہو چکا ہے۔ ہر ایک قائل ہو چکا ہے۔ بعض صحابہ جو ہیں وہ بھی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ پھر کہتی ہیں مَیں نے کہا اللہ کی قسم! مَیں اپنی اور آپ کی کوئی مثال نہیں پاتی سوائے یوسفؑ کے باپ کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ کہ صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیے اس بات میں جو تم لوگ بیان کر رہے ہو۔

یہ سورۂ یوسف میں ہے۔ اس کے بعد کہتی ہیں مَیں ایک طرف ہٹ کر اپنے بستر پر آ گئی اور مَیں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بَری کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے گا کہ مَیں اس الزام سے بری ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد، جب مَیں نے یہ بات کہی اس کے بعد اللہ کی قسم! آپؐ ابھی بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے جب آپؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی ہے۔ تو اس وقت حضرت ابو بکرؓ بھی تھے اور عائشہؓ کی والدہ بھی تھیں، دونوں تھے۔ کہتی ہیں کہ آپ، نہ گھر والے بھی کوئی اور نہ اہل بیت میں سے کوئی باہر گیا تھا، سب گھر والے وہیں تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور سخت تکلیف آپؐ کو ہوا کرتی تھی جب وحی ہوتی تھی۔ وہ آپؐ کو ہونے لگی۔ جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا تھا۔

کہتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی یہ تھی کہ عائشہؓ! اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کر دی ہے۔ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ مَیں نے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ ان کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ مَیں ان کے پاس اٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی تھی کہ إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ کہ وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا ہے وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بہرحال یہ بریت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی بلکہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا یا کسی اَور رنگ میں بتا دے گا۔ یہ مجھے امید نہیں تھی کہ قرآن کریم کی آیت اس بارے میں اتر آئے گی۔

(صحیح البخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضاحدیث نمبر 2661)

تو یہ معاملہ ختم ہوا اور یہ الزامات لگتے رہے اور مختلف حرکتیں ہوتی رہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس رئیس المنافقین کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین کا جو سلوک تھا وہ کیا تھا؟ حضرت عبداللہؓ کے والد کی جو وفات ہوئی یعنی عبداللہ بن ابی کی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کی نمازِ جنازہ کے لیے درخواست کی۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ آپؐ اپنی قمیض عنایت فرمائیں تا کہ وہ بطور کفن اپنے والد کے لیے استعمال کر سکے اور اس طرح شاید میرے والد سے تخفیف ہو سکے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے کرتہ عنایت فرمایا۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی الفاظ ملتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہؓ کا والد یعنی عبداللہ بن اُبی بن سلول فوت ہوا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپؐ اپنی قمیض دیں تا کہ مَیں اپنے والد کو اس کے ذریعے کفن دوں اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کر دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی قمیض عطا کی اور فرمایا کہ جب تم لوگ تجہیز و تکفین کے معاملات سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بلا لینا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقین کی نمازِ جنازہ سے منع کیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ مَیں ان کے لیے استغفار کروں یا نہ کروں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر جب اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی کلیۃً ممانعت فرما دی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانی بند کر دی۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء ثالث صفحه941 "عبد الله بن عبد الله انصاری" دار الجیل بیروت)

یہ بھی روایت ہے کہ جب آپؐ پہنچے تو اس کو قبر میں رکھا جا چکا تھا۔ آپؐ نے باہر نکلوایا۔ اپنی ٹانگوں پر اس کا سر رکھا اور پھر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور پھر دعا کی اور قمیض کرتہ اتار کے دیا۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب هل یخرج المیت من القبر.....حدیث نمبر1350)

ایک روایت یہ بھی ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بدر کی جنگ ہوئی تو کافروں کے قیدی لائے گئے اور عباس بھی لائے گئے ان پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کرتہ تلاش کیا لوگوں نے عبداللہ بن اُبی کا کرتہ ان کے لیے ٹھیک پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی ان کو پہنا دیا اور اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے لیے اس کے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اتار کر اسے دے دیا کہ اسے پہنایا جائے۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے نیک سلوک کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اس سے نیک سلوک فرمائیں۔ (صحیح البخاری کتاب الجهاد باب الکسوة للاساری حدیث نمبر3008)

ایسی روایت گو کہ صحیح بخاری کے حوالے سے بھی ہے لیکن یہ اتنی authentic صحیح بھی نہیں لگتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین تھے۔ صرف اسی سلوک کی وجہ سے یہ بات یا صرف یہی بات نہیں ہو سکتی۔ ایک تو یہ ہے کہ بعضوں کے نزدیک اس وقت بدر کی جنگ میں یہ مسلمان بھی نہیں تھا اور اگر بالفرض قمیض اتار کے دی بھی تھی تو اس دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہ بے شمار احسانات کیے تھے۔ بہر حال یہ شفقت کا سلوک تھا جو میرے خیال میں تو حضرت عبداللہؓ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا کہ بیٹے نے جو ہر معاملے میں اسلام کی غیرت رکھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھی اور اپنے ایمان کو بچایا اور اپنے باپ پر سختی بھی کی تو اس لیے بچے کی دل داری کے لیے، بیٹے کی دل داری کے لیے یا اس کی خواہش کی وجہ سے آپؐ نے یہ قمیض اتار کے دی تھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی (یہ روایت حضرت عمرؓ نے براہ راست بھی بیان فرمائی ہے) کہ آپؐ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو مَیں آپؐ کی طرف لپکا اور مَیں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپؐ ابن ابی کا نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور اس نے تو فلاں دن یہ بات کہی تھی اور فلاں دن یہ بات کہی تھی۔ مَیں نے باتیں گنوانی شروع کر دیں۔ مَیں اس کے خلاف اس کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا عمر ہٹ جاؤ۔ جب مَیں نے آپؐ سے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے تو اختیار دیا گیا ہے سو مَیں نے اختیار کر لیا ہے اور اگر مَیں یہ جانوں اور مجھے یہ پتا ہو کہ مَیں ستّر بار سے زیادہ اس کے لیے دعائے مغفرت کروں اور وہ بخشا جائے گا تو مَیں ضرور اس سے بھی زیادہ کروں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر آپؐ لَوٹ آئے اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سورۂ براءۃ یعنی سورۂ توبہ کی یہ دو آیتیں نازل ہوئیں کہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (التوبۃ:84) یعنی تُو ان میں سے کسی کی بھی جو مر جائے کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھ اور تو اس کی قبر پہ کھڑا نہ ہو کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ ایسی حالت میں مر گئے کہ وہ بدعہد تھے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اس کے بعد مَیں نے اپنی جسارت پر تعجب کیا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بولنے کی یہ جرأت کس طرح کر لی جو مَیں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دکھائی تھی اور اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من الصلاۃ علی المنافقین حدیث 1366)

یہ حضرت عبد اللہؓ کے ذکر میں یہ واقعہ اب ختم ہوا۔ آئندہ صحابہ کا ذکر ہو گا جو باقی ہیں۔ اس وقت مَیں چند وفات یافتگان کے ذکر کروں گا اور جمعہ کے بعد، نمازوں کے بعد ان کا نمازِ جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

اس میں پہلا جو ذکر ہے وہ مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ کا ہے جو مکرم مولانا محمد عمر صاحب کیرالہ انڈیا کی اہلیہ تھیں۔ 20/ اکتوبر کو 72 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ 1947ء میں آپ کیرالہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ مرحومہ کے خاندان میں احمدیت ان کے پڑنانا کے ذریعے آئی تھی جو کیرالہ کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ آپ کو چنئی میں سیکرٹری مال اور کیرالہ میں لمبا عرصہ بطور صدر لجنہ خدمت کی توفیق ملی۔ قرآن کریم اور تہجد کی ادائیگی میں بڑی باقاعدہ تھیں۔ لجنہ اور ناصرات کو بھی قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں۔ تمام فرضی اور نفلی روزے رکھتی تھیں۔ اپنی زندگی کے آخر تک مولانا محمد عمر صاحب کی بہت خدمت کی۔ بہت مہمان نواز اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار تھیں۔

بڑی نیک خاتون تھیں۔ خلافت کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ جہاں جہاں بھی آپ رہیں مشن ہاؤسز میں آنے والے احباب کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق تھا۔ بہت اخلاص سے خدمت کیا کرتی تھیں۔ وفات سے پہلے آپ کو تین دفعہ ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور تیسری دفعہ جب ہارٹ اٹیک ہوا تو آپ نے مولوی عمر صاحب کو بتایا کہ میری وفات کا وقت نزدیک آ چکا ہے اور اس کے بعد کہا کہ میرا اسلام سب کو پہنچا دیں۔ پھر اونچی آواز میں اللہ اکبر تین

دفعہ کہا اور اس طرح پھر آپ اللہ کے حضور حاضر ہو گئیں۔

مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ منور احمد صاحب ناصر کی ساس تھیں جو دفتر پی۔ ایس میں ہماری تامل ڈاک کے سلسلے میں والنٹیئر کے طور پر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مکرم مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ 1961ء میں جب میں نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا تو میری پہلی تقرری مدرسۃ الاحمدیہ میں پڑھانے پہ ہوئی۔ پھر حیدرآباد میں ہو گئی اور اس دوران وہاں پر ایک حادثہ بھی پیش آیا۔ 1967ء میں حیدرآباد میں شدید بارش کے بعد جو بلی ہال جس کی پہلی منزل پر prayer hall اور دفتر بنے ہوئے تھے اس کی دوسری منزل لجنہ اماء اللہ کے ساتھ مخصوص تھی اور تیسری منزل میں مشن ہاؤس واقع تھا، کا بیشتر حصہ اس بارش کی وجہ سے یکدم منہدم ہو گیا۔ کہتے ہیں اس وقت خاکسار وہاں موجود نہیں تھا۔

جب دوپہر مشن ہاؤس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ساری عمارت گر چکی ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا کونہ کھڑا تھا اور خاکسار کی اہلیہ تین ماہ کی بچی گود میں لے کر تیسری منزل کے کونے میں بے سہارا کھڑی تھی۔ اس صورت میں میری اہلیہ اور بچی کا بچ جانا بظاہر لامحال تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ جہاں وہ کھڑی تھیں اس کے نیچے بڑی گہرائی میں بلڈنگ کا ملبہ تھا۔ نیچے کود نہیں سکتی تھیں۔

نیچے اترنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ فائر بریگیڈ کی طرف سے ایک سیڑھی لائی گئی لیکن کسی کو ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ سیڑھی چڑھ کر ماں اور بچی کو بچایا جائے۔ اس وقت ایک فائر مین نے جو ایک بڑی عمر کا شخص تھا اس نے کہا اگر مجھے اپنی جان بھی دینی پڑے تو میں ماں اور بچی کو بچانے کی کوشش کروں گا۔ پھر اس بڑی عمر کے فائر مین نے سیڑھی پر چڑھ کر پہلے بچی کو اور اس کے بعد ماں کو نیچے اتارا۔ بہرحال کہتے ہیں اس طرح معجزانہ طور پر دونوں کی جانیں بچ گئیں۔ کہتے ہیں بڑے صبر سے ہر جگہ انہوں نے میرا ساتھ دیا۔ کہتے ہیں جب میرا تقرر کیرالہ میں ہوا تو وہاں کیرالہ میں بھی یہ پندرہ سال تک صوبائی صدر لجنہ اماء اللہ کیرالہ رہیں اور بڑے احسن رنگ میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ 2007ء سے لے کر 2014ء تک جب یہ ناظر اصلاح و ارشاد تھے تو قادیان میں رہی ہیں۔ اس دوران ہر روز بیت الدعا میں جا کر لمبی دعائیں کیا کرتی تھیں۔

پھر 2015ء میں ان کو عمرے کی سعادت بھی ملی۔ عمر صاحب لکھتے ہیں کہ روزانہ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتی تھیں۔ حدیث کا مطالعہ کرتی تھیں۔ یہ ان کا معمول تھا اور جس دن ان کی وفات ہوئی ہے اس دن بھی اس پر عمل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا بھی شوق رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ معلوماتِ عامہ حاصل کرنے میں بھی خاصی دلچسپی رکھتی تھیں اور یہی ایک مربی کی بیوی کی خصوصیات ہونی چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں موجود تھیں۔ مربیان اور عہدیداران کے بڑے مقام و مرتبہ کو سمجھتے ہوئے ان کی عزت و احترام کرنے والی خاتون تھیں۔ مہمانوں کی مہمان نوازی میں کسی قسم کی کمی نہیں آنے دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

دوسرا جنازہ مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب کا ہے جو ماہنامہ انصار اللہ پاکستان کے سابق مینیجر اور پبلشر تھے۔ یہ 16/ اکتوبر کو 83/ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1957ء میں ان کی تقرری بطور سیکرٹری انصار اللہ مرکزیہ پاکستان ربوہ ہوئی۔ 1960ء میں جب ماہانہ انصار اللہ کا اجرا ہوا تو آپ کو اس کا مینیجر اور پبلشر مقرر کیا گیا اور 2004ء تک بڑی خوش اسلوبی سے یہ فرائض سرانجام دیے۔ انصار اللہ پاکستان میں ان کو آفس سپرنٹنڈنٹ، نائب قائد عمومی، سیکرٹری برائے صدرِ مجلس خدمات کی توفیق ملی۔ 2003ء میں ان کو ایک مقدمے میں اشتہاری قرار دیا گیا اور پھر یہ میری اجازت سے یہاں لندن آ گئے اور یہیں شفٹ ہو گئے تھے۔ یہاں آ کر بھی آپ کو انصار اللہ میں تقریباً آٹھ نو سال خدمت کی توفیق ملی اور نیشنل مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔ مرحوم موصی تھے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے اپنی بیماری کی وجہ سے ربوہ چلے گئے تھے۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹے اور متعدد پوتے پوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو اور ان کی نسل کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے اور جماعت اور خلافت سے تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پاکستان میں جب انصار اللہ کے مینیجر تھے تو ہر بات پر ان پر مقدمہ ہو جاتا تھا۔ تقریباً 26 مقدمات بنے تھے اور ایک ماہ تک آپ اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔

تیسرا جنازہ مکرم راجہ مسعود احمد صاحب کا ہے جو مکرم راجہ محمد نواز صاحب مرحوم پنڈ دادن خان کے بیٹے تھے۔ 19/ اکتوبر کو بڑی طویل علالت کے بعد 69/ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے خاندان میں احمدیت جو ہے وہ ان کے والد صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی۔ راجہ محمد علی صاحب اس زمانے میں 1944-1943ء میں ناظر بیت المال ہوتے تھے ان کے ساتھ ان کے والد کا تعلق تھا وہ ان کو قادیان جلسے پر لے کے گئے اور وہاں انہوں نے بیعت کی اور بیعت بھی صرف اس طرح کہ کوئی دلیل وغیرہ نہیں بلکہ ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلسے پر تقریر فرما رہے تھے تو اس دوران میں کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک خوب صورت، خوبرو نوجوان ایک میلے کچیلے بچے کو گود میں اٹھائے لے کے آیا ہے اور جب بچے کا ناک بہ رہا تھا تو اس وقت اپنی جیب سے رومال نکالا اور اس کا ناک صاف کیا اور پیچھے کھڑا رہا۔ حضرت مصلح موعودؓ تقریر میں مصروف تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب بچہ رویا تو پھر حضرت مصلح موعودؓ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اعلان کیا کہ کسی کا گم شدہ بچہ ہے تو والدین لے جائیں۔ بہرحال کہتے ہیں کہ جب میں نے پتا کیا کہ صاف ستھرے کپڑوں میں یہ نوجوان کون تھا اور بچہ میلا کچیلا تو انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بڑے بیٹے اور اس وقت خدام الاحمدیہ کے شاید صدر بھی ہیں۔ بہرحال کہتے ہیں کہ اس سے مجھے اتنا اثر ہوا کہ باقی مسائل تو بعد کی بات ہے۔ جو نمونہ آج میں نے دیکھا ہے صرف اسی بات پر میں بیعت کرتا ہوں۔ تو جلسوں پر آنے والے بعض لوگ ہمیشہ سے ہی ان نمونوں کو دیکھ کر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں بھی شامل ہوتے ہیں۔

بہرحال راجہ صاحب 1991ء میں یو۔کے آ گئے تھے اور یہاں کیٹ فورڈ جماعت کے پہلے صدر مقرر

ہوئے اور اپنا گھر بھی جماعت سینٹر کے طور پر استعمال کیا۔ یہاں آ کے قائد عمومی انصار اللہ، ایڈیشنل سیکرٹری وصایا اور پھر نیشنل سیکرٹری وصایا کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی اور جب میں نے وصیت کے نظام کو بہتر کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے کافی محنت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیان کے اس نظام کو منظم کیا۔ خلافت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔ جماعتی عہدے داروں کا احترام بھی کرتے تھے۔ نمازی، تہجد گزار تھے۔ چندہ جات بڑے کھلے دل سے دیتے تھے۔ صدقہ و خیرات کرنے والے تھے۔ غریب پرور تھے۔ ملنسار تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی بھی تھے۔ اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے ان کے پسماندگان میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ میرے ساتھ کالج میں ایک کلاس میں تو نہیں تھے۔ ان کے مضامین مختلف تھے لیکن بہر حال میرے وقت میں کالج میں تھے اور اس طرح ان سے وہاں سے واقفیت بھی تھی۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کالج میں ایک ہی کلاس میں اکٹھے پڑھتے رہے۔ ایک اردو کی کلاس تھی۔ وہ مشترکہ ہوا کرتی تھی تو بہر حال ہم اکٹھے ہی بیٹھتے رہے۔ اس وقت بھی ان میں بڑی خوبیاں تھیں جو مَیں نے دیکھیں اور اپنے کام سے کام رکھنے والے تھے۔ نہ کوئی شرارت جیسے لڑکوں میں شرارت ہوتی ہے اور نہ کسی کو تنگ کرنا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

اللہ بخش صادق صاحب وکیل التعلیم ربوہ ہیں۔ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بڑے دلیر اور غیرت مند احمدی تھے۔ جہلم شہر کی مسجد بہت پرانی تھی۔ چھتیں بھی نیچی تھیں۔ اس کے کمروں کا فرش بھی کہیں نیچا اور کہیں اونچا تھا۔ چوراسی (84ء) کے بعد نامساعد حالات تھے۔ اس قانون کے بعد جماعت کی مساجد بنائی بھی نہیں جا سکتیں اور مرمت بھی نہیں کی جا سکتیں لیکن راجہ صاحب نے بڑی جرأت سے مسجد کی تعمیر کا کام اپنے ذمہ لیا اور بڑی عقل مندی سے امیر صاحب کے مشورے سے اس کام کو انتہا تک پہنچایا، انجام تک پہنچایا اور سڑک کی طرف دیواروں کو چھیڑے بغیر نقشے کے مطابق ہال کے ستون بنائے اور پھر بڑی حکمت سے اس پہ چھت ڈالی اور اس طرح انہوں نے خود بھی بڑی قربانی کی۔ مالی قربانی بھی کی، وقت کی قربانی بھی کی، لوگوں کو بھی تحریک کی اور اس طرح مسجد کو بالکل نئے رنگ میں تبدیل کر دیا اور لنٹل (lintel) ڈال کے کمروں کی دیواریں بعد میں نکال دی گئیں۔ اب خدا کے فضل سے اوپر نیچے مسجد کے دو ہال تیار ہو گئے۔

چوتھا جنازہ جو ہے وہ مکرمہ صالحہ انور ابڑو صاحبہ کا ہے جو انور علی ابڑو صاحب مرحوم سندھ کی اہلیہ تھیں۔ یہ یکم اکتوبر کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

بڑی دلیر اور باہمت، عبادت گزار، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والی خاتون تھیں۔ بچپن سے ہی نماز روزہ کی پابند تھیں اور چندہ وغیرہ دینے والی تھیں۔ خلافت سے بڑا سچا تعلق تھا۔ آپ کے والد ایران سے ریٹائرمنٹ لے کر جب نواب شاہ آ کر آباد ہوئے تو اس وقت آپ کو جو معمولی جیب خرچ ملتا تھا اس پر چندہ ادا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ لجنہ کی ایک مرکزی عہدیدار وہاں گئیں اور اجلاس میں کھڑے ہو کر ساری لجنہ کو بتایا کہ پورے نواب شاہ کی لجنہ میں سب سے زیادہ چندہ اس بچی کا آتا ہے اور یہ آپ کی شادی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ کی بیٹی

طاہرہ مومن کہتی ہیں کہ شادی کے بعد اللہ کے جتنے بے شمار فضل ہوئے اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا دل بھی دیا۔ بہت غریب پرور اور عاجزی اور انکساری کی مالک تھیں۔

چندے کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والی تھیں۔ سب سے زیادہ وعدہ لکھواتی تھیں۔ لمبا عرصہ لجنہ ضلع لاڑکانہ کی صدر رہیں۔ جب بھی دورے کرتیں چندے کی تحریک کرتیں تو بڑا اچھا ردّ عمل ہوتا کیونکہ ان کا اپنا نمونہ نیک تھا۔ بہت دلیر اور غیرت مند تھیں۔ سندھ کے اس وقت کے غیر تہذیب یافتہ ماحول میں بیاہ کے گئی ہیں تو بالکل سندھی خاندان میں رسموں اور بدعتوں سے بہت دور رہ کر، سوشل لائف گزاری ہے اور ہر ایک سے تعلق بھی رکھا اور دل سے رکھا اور رشتے داریاں بھی بڑے احسن رنگ میں نبھائیں۔

سسرالی رشتے داریاں بھی بڑی احسن رنگ میں نبھائیں۔ ان کی بیٹی لکھتی ہیں کہ اب بھی لجنات کی ممبر جہاں جہاں بھی رہتی ہیں انہیں بہت یاد کرتی ہیں۔ کہتی تھیں کہ جب بھی ہم کو پریشانی ہوتی ان کو کہتے۔ پہلے تو وہ ہمیں کہتیں نماز پڑھو اور دعا کی تاکید کرتیں اور پھر خود بھی ہمارے لیے بہت دعائیں کرتیں۔ بڑا اچھا تعلق رکھا سب کے ساتھ رکھا اور بڑی سوشل تھیں۔ جہاں بھی جاتیں اپنا دل لگا لیتیں۔ اپنا حلقہ احباب وسیع کرتیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں میں بھی اخلاص و وفا پیدا کرے۔ ان کے ساتھ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور بچے بھی خلافت سے اور جماعت سے اسی طرح وابستہ رہیں اور قربانیاں کرنے والے ہوں جس طرح یہ خود کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں بھی ان کے بچوں کے حق میں قبول فرمائے۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

نمازوں کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا ان سب کی نمازِ جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 06/ دسمبر 2019ء جلد 26 شمارہ 77 صفحہ 05 تا 09)

47

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ نومبر 2019ء بمطابق 22/ نبوت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر میں آج میں حضرت مقداد بن اسود یا مقداد بن عمروؓ کا ذکر کروں گا۔ ان کا اصل نام مقداد بن عمروؓ ہے حضرت مقداد کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ تھا جو بنی بَھْرَاء سے تھے۔ البتہ حضرت مقداد کو اسود بن عبد یغوث کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے انہیں بچپن میں اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اس لیے مقداد بن اسودؓ کے نام سے معروف ہو گئے۔

(سنن الترمذی کتاب الزھد باب مَا جَاءَ فِیْ کَرَاھِیَةِ الْمِدْحَةِ وَالْمَدَّاحِیْنَ حدیث 2393)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 151 باب ذکر ھجرۃ الاولی الی ارض الحبشۃ مطبوعہ دار ابن حزم 2009ء)

حضرت مقداد کے والد عمرو بن ثعلبہ قبیلہ بَھْرَاء سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کے علاقے میں قُضَاعَہ کا ایک قبیلہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کے والد عمرو کے ہاتھوں کسی کا قتل ہو گیا جس وجہ سے وہ بھاگ کر حَضْرَمَوْت، جو سمندر کے کنارے عدن کے شرقی جانب یمن میں ایک علاقہ ہے وہاں چلے گئے اور وہاں کِنْدَہ قبیلے کے حلیف بن گئے جس بنا پر کِنْدِی کہلائے جانے لگے۔ وہاں ایک خاتون سے عمرو نے شادی کر لی جس سے حضرت مقدادؓ پیدا ہوئے۔ جب مقدادؓ بڑے ہوئے تو ان کا ابو شِمَر بن حُجْر کِنْدِی سے جھگڑا ہو گیا۔ انہوں نے شِمَر کی ٹانگ تلوار سے کاٹ دی اور پھر مکہ بھاگ آئے اور اَسْوَد بن عَبْدِ یَغُوث کے حلیف بن گئے۔ مقدادؓ نے اپنے والد کو خط لکھا تو وہ بھی پھر مکہ آ گئے۔ اسود نے مقداد کو اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا جس وجہ سے ان کو مقداد بن اسود بھی کہا جانے لگا اور عموماً اسی نام سے مشہور ہو گئے لیکن جب آیت اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ (الاحزاب:6) یعنی ان کو، بچوں کو، لے پالکوں کو بھی ان کے باپوں کے نام سے پکارو تو انہیں مقداد بن عمرو کہا جانے لگا لیکن شہرت مقداد بن اسود کے نام سے تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ کہ لے پالکوں کو بھی اور جو کسی کے ساتھ منسوب ہیں، اصل نسب جو ہے وہ باپ کا ہے اس لیے باپ سے پکارا جانا چاہیے۔ حضرت مقدادؓ کی کنیت ابو مَعْبَد کے علاوہ ابو اسود، ابو عمر اور ابو سعید بھی بیان کی جاتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مقدادؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے پوچھا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ حضرت مقدادؓ نے کہا کہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں تو پھر اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دیں۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰنؓ غصّے میں آ گئے اور انہیں ڈانٹ دیا۔ حضرت مقدادؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں تمہاری شادی کرواتا ہوں۔ اس کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت زبیر بن عبد المطلب کی بیٹی ضباعۃ سے ان کی شادی کروادی۔

(شرح الزرقانی جلد 5 صفحہ 213 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت1996ء)(معجم البلدان جلد 2 صفحہ311 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 151 باب ذکر ھجرۃ الاولٰی الی ارض الحبشۃ مطبوعہ دار ابن حزم 2009ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 85 مقداد بن عمرو داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 6 صفحہ 160 المقداد بن الاسود دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

حضرت ضُبَاعَہ حضرت زُبیرؓ اور عاتِکہ بنت ابی وھب کی بیٹی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت مقداد سے جب کروائی تو ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ ان کے دو بچے پیدا ہوئے کریمہ اور عبد اللہ۔ عبد اللہ جنگِ جمل میں حضرت عائشہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضباعۃ کو خیبر میں سے چالیس وسق کھجوریں عطا کی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء 8 فی النساء ذکر بنات عمومۃ رسول اللہ صفحہ 38 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان1990ء)

اور یہ تقریباً ڈیڑھ سو من یا کہہ لیں کہ چھ ہزار کلو کے قریب بنتا ہے۔

(لغات الحدیث جلدچہارم صفحہ487 ''وسق''۔لغات الحدیث جلد دوم صفحہ 648 ''صاع'')

حضرت مقدادؓ کے ایک بیٹے کا نام مَعْبَد بھی تھا۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 6 صفحہ 207 معبد بن مقداد، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

حضرت مقداد کی بیٹی کریمہ آپؓ کا حلیہ بیان کرتی ہیں کہ ان کا قد لمبا اور رنگ گندمی تھا۔ پیٹ بڑا اور سر میں کثرت سے بال تھے۔ وہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ لگایا کرتے تھے جو خوب صورت تھی۔ نہ بڑی تھی اور نہ چھوٹی تھی۔ آنکھیں سیاہ تھیں اور ابرو باریک اور لمبے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 87داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت مقدادؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ ان سات صحابہ میں سے تھے جنہوں نے مکے میں اپنے اسلام کا سب سے پہلے اظہار کیا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 243دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2008ء)

اس کی تفصیل پہلے میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں۔ حضرت مقدادؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں آتا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں حضرت مقدادؓ بھی شامل تھے۔ کچھ عرصے بعد مکہ واپس آ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت مقدادؓ ہجرت نہ کر سکے۔ پھر وہ مکّے میں اس وقت تک رہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَیْدَہ بن حَارِثؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ بھیجا۔ حضرت مقدادؓ اور حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَانؓ عکرمہ بن ابو جہل کی کمان میں اس غرض سے لشکر میں شامل ہوئے تھے کہ وہ دونوں موقع پا کر مسلمانوں سے جا ملیں گے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 5 صفحہ 242دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

اس کی تفصیل بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ تھوڑی سی مختصر جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھی ہے وہ کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ وہ اس طرح ہے کہ

"غزوۂ وَدَّان سے واپس آنے پر ماہ ربیع الاول کے شروع میں آپؐ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عُبَیْدَۃ بن الْحَارِثْ مُطَّلَبِی کی امارت میں ساٹھ شتر سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کی غرض بھی قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔ "ان کو روکنا تھا" چنانچہ جب عُبَیْدَۃ بن الحارث اور ان کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثَنِیَّۃُ الْمَرَّۃ کے پاس پہنچے تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے دو سو مسلّح نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی ہوگی۔ "کچھ کمک چھپی ہوئی ہوگی" ان کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے اُن کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے دو شخص مِقْدَاد بن عَمْرو اور عُتْبَہ بن غَزْوَان، عِکْرِمَہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بخود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقعہ پاکر مسلمانوں میں آملیں۔ کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے اور ممکن ہے کہ اسی واقعہ نے قریش کو بددل کر دیا ہو اور انہوں نے اِسے بدفال سمجھ کر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ قریش کا یہ لشکر جو یقیناً کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا اور جس کے متعلق ابن اسحاق نے جَمْعٌ عَظِیْمٌ (یعنی ایک بڑا لشکر) کے الفاظ استعمال کیے ہیں کسی خاص ارادہ سے اس طرف آیا تھا، لیکن یہ یقینی ہے کہ اُن کی نیّت بخیر نہیں تھی اور یہ خدا کا فضل تھا کہ مسلمانوں کو چوکس پاکر اور اپنے آدمیوں میں سے بعض کو مسلمانوں کی طرف جاتا دیکھ کر ان کو ہمّت نہیں ہوئی اور وہ واپس لوٹ گئے۔ اور صحابہ کو اس مہم کا یہ عملی فائدہ ہو گیا کہ دو مسلمان رُوحیں قریش کے ظلم سے نجات پا گئیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 328-329)

مدینہ ہجرت کے وقت حضرت مقداد بن اسودؓ حضرت کلثوم بن ہِدْمؓ کے گھر ٹھہرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدادؓ اور حضرت جَبَّار بن صَخْرؓ کے مابین مؤاخات قائم کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدادؓ کو بنو حُدَیْلَہ، انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے ان کے محلے میں رہائش کے لیے جگہ عطا فرمائی تھی۔ حضرت اُبَی بن کَعْبؓ نے انہیں اس محلے میں رہنے کی دعوت دی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 86 داراحیاء التراث بیروت لبنان 1996ء)

حدیثوں میں رات کو بکری کا دودھ پینے کا جو ایک واقعہ بیان ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تین شخص جو دودھ رکھتے تھے اس کا تعلق حضرت مقدادؓ سے ہی ہے۔ وہ دودھ بھی ایک صحابی پی گئے۔

حضرت مقدادؓ یہ روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مَیں اور میرے دو ساتھی مدینہ ہجرت کر کے آئے اور ہمارے کان اور آنکھیں مشقت کی وجہ سے متاثر ہو گئی تھیں۔ ہم اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر پیش کرنے لگے کہ کسی کے ساتھ ٹھہر جائیں مگر کسی نے ہمیں قبول نہ کیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے تو وہاں تین بکریاں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا دودھ ہم سب کے لیے

دوہ لیا کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دودھ دوہتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا اور ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپؐ کا حصہ رکھ دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ رات آپؐ تشریف لاتے اور اتنی آواز میں السلام علیکم کہتے کہ سونے والا بیدار نہ ہو اور جو جاگ رہا ہو وہ سن لے۔ کہتے ہیں کہ پھر آپؐ مسجد تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے۔ پھر اپنے حصے کا دودھ لیتے اور نوش فرماتے۔ کہتے ہیں کہ ایک رات میرے پاس شیطان آیا جبکہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا یعنی شیطانی خیال میرے دل میں آیا۔ اس نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس جاتے ہیں اور انصار آپؐ کو تحفہ پیش کرتے ہیں۔ آپؐ کو اس گھونٹ کی یعنی تھوڑے سے دودھ کی جو آپؐ کے حصے کا رکھا ہوا تھا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں میں نے وہ حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھا ہوا تھا وہ لے کر پی لیا۔ جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، عربوں کا بیان کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہے۔ کہتے ہیں میرے پیٹ میں چلا گیا، مَیں جان گیا کہ اب اس کے حصول کی کوئی راہ نہیں۔ بس یہ اب واپس نہیں آسکتا تو کہتے ہیں کہ شیطان نے مجھے نادم کیا اور کہا کہ تیرا برا ہو یہ تو نے کیا کیا! تو نے محمدؐ کے حصے کا دودھ پی لیا ہے۔ وہ تشریف لائیں گے اور اسے نہ پائیں گے تو وہ تیرے خلاف دعا کریں گے اور تُو ہلاک ہو جائے گا اور تیری دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ شیطان نے ندامت کیوں کی؟ حضرت مقدادؓ نے یہ فقرہ کیوں بولا؟ اس لیے کہ شیطان نے یہ وسوسہ آپ کے دل میں ڈالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے بددعا کریں گے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس چھوٹی سی بات پر انہوں نے کیوں دعا کرنی تھی۔ تو یہ خیال بھی شیطانی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے بددعا کریں گے۔ بہرحال کہتے ہیں یہ خیال میرے دل میں آیا کہ دعا کریں گے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ میرے اوپر ایک چادر تھی جب میں اسے اپنے پاؤں پر ڈالتا تو میرا سر باہر رہ جاتا اور جب سر پر ڈالتا تو میرے پاؤں باہر نکل جاتے اور مجھے نیند نہ آتی تھی۔ میرے دونوں ساتھی تو سو گئے تھے۔ انہوں نے وہ نہیں کیا تھا جو میں نے کیا تھا یعنی وہ دودھ پی لیا تھا۔ کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے السلام علیکم کہا جیسے کہا کرتے تھے۔ پھر مسجد گئے اور نماز پڑھی یعنی نفل پڑھے۔ پھر اپنے مشروب کی طرف آئے۔ دودھ کا جو گلاس رکھا ہوا تھا اس کی طرف آئے۔ اس کا ڈھکنا اٹھایا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ کہتے ہیں میں جاگ رہا تھا۔ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اب آپ میرے خلاف دعا کریں گے۔ یعنی مجھے بددعا دیں گے اور مَیں ہلاک ہو جاؤں گا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِیْ، وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ ۔یعنی اے اللہ! جو مجھے کھلائے اس کو تُو کھلا اور جو مجھے پلائے تُو اس کو پلا۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر مَیں نے اپنی چادر لی۔ اپنے اوپر مضبوطی سے اسے باندھا۔ جاگ تو میں رہا تھا اور چھری لے کر باہر گیا کہ یہ جو باہر بکریاں کھڑی ہیں ان میں سے جو سب سے اچھی، موٹی، صحت مند بکری ہے اس کی طرف چل پڑا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذبح کروں۔ کہتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں بلکہ ان سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے یعنی ساری بکریوں کے۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کا ایک برتن لایا۔ ان کو خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ اس میں دودھ دوہ کر اس کو بھریں گے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس میں دودھ دوہا یہاں تک کہ اس کے اوپر تک جھاگ آگئی، برتن پورا بھر گیا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگوں نے آج رات اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ وہ کہتے ہیں مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ نہ پوچھیں آپؐ۔ آپؐ یہ دودھ پئیں۔ آپؐ نے پیا پھر مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اَور پئیں۔ آپؐ نے پھر پیا۔ پھر مجھے دے دیا۔ جب مجھے محسوس ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے ہیں، آپؐ کا پیٹ بھر گیا ہے۔ جتنی آپؐ کی خوراک تھی اتنا دودھ آپؐ نے پی لیا ہے اور یہ بھی مجھے خیال آیا کہ میں نے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی لے لی ہے۔ یہی دعا کی تھی ناں کہ اللہ جو مجھے پلائے اس کو پلا اور جو مجھے کھلائے اس کو کھلا۔

کہتے ہیں اب دودھ بھی پلا دیا تھا اور مَیں نے دعا بھی لے لی تو مَیں ہنس پڑا اور میں اتنا ہنسا کہ بے اختیار زمین پر جا رہا۔ یعنی یہاں تک کہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب آپؐ نے مجھے ہنستے دیکھا تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مقداد! تیری کوئی شرارت ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے لگتا ہے تم نے کوئی شرارت کی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ساتھ یوں ہوا ہے، اور مَیں نے یہ کیا تھا سارا قصہ سنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ یہ بات تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تا کہ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا لیتے وہ بھی اس سے پیتے۔ رحمت سے حصہ پاتے۔ کہتے ہیں میں نے کہا اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب آپؐ نے وہ رحمت پالی اور آپؐ کے ساتھ مَیں نے بھی وہ رحمت پالی تو اب مجھے کوئی پروا نہیں کہ لوگوں میں سے کون اسے حاصل کرتا ہے۔ مجھے تو اپنی فکر تھی کیونکہ میں نے ہی وہ جرم کیا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ حدیث 2055)

حضرت مقدادؓ نے غزواتِ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی تھی۔ حضرت مقداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر اندازوں میں سے بیان کیے جاتے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 86 داراحیاء التراث بیروت لبنان 1996ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر میں نے مقداد بن اسودؓ کی بات کا ایک ایسا منظر دیکھا کہ اگر مجھ کو حاصل ہو جاتا تو مجھے وہ ان تمام نیکیوں سے عزیز تر ہوتا جو ثواب میں اس ایک منظر کے برابر ہو۔ کہتے ہیں ہوا یوں کہ مقداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ آپؐ مشرکوں کے خلاف دعا کر رہے تھے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ، یعنی جاؤ تُو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑو۔ نہیں بلکہ ہم تو آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ چمکنے لگا اور مقداد کی اس بات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغیثون ربکم..... حدیث 3952)

سیرت خاتم النبیین میں جنگِ بدر کے حوالے سے اس کی کچھ تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ دشمن کی خبر پا کر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ارادے جاننے کے لیے اور اگر وہ حملہ کرتے ہیں تو ان کے حملے

کو روکنے کے لیے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو رَوْحَاء کے قریب پہنچ کر آپؐ نے بسبیس اور عَدِی نامی دو صحابیوں کو دشمن کی حرکات وسکنات کا علم حاصل کرنے کے لیے بدر کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ وہ بہت جلد خبر لے کر واپس آئیں۔ روحاء سے آگے روانہ ہو کر جب مسلمان وادیٔ صَفْرا کے ایک پہلو سے گزرتے ہوئے زَفْرَان میں پہنچے، یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے جو بدر سے صرف ایک منزل ورے ہے تو اطلاع موصول ہوئی کہ قافلے کی حفاظت کے لیے قریش کا ایک بڑا جرار لشکر مکہ سے آرہا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تمام صحابہ کو جمع کر کے انہیں اس خبر سے اطلاع دی اور پھر ان سے مشورہ پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ظاہری اسباب کا خیال کرتے ہوئے تو یہی بہتر ہے کہ قافلہ سے سامنا ہو۔ ہم دیکھیں کہ جو تجارتی قافلہ جارہا ہے ان کی نیت کیا ہے یا وہ کیا چاہتے ہیں؟ کیونکہ وہ لشکر اگر جنگ کے لیے آرہا ہے تو اس کے مقابلے کے لیے ہم ابھی پوری طرح تیار نہیں ہیں۔ مگر آپؐ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

مدینہ سے چلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہؓ کو جو آپؐ کے ساتھ چلے تھے علم نہیں تھا کہ ہم جنگ کے لیے جارہے ہیں کیونکہ جنگ کی بھی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ بلکہ ان کو یہ تھا کہ ایک قافلہ ہے اس کو دیکھتے ہیں کہ ان کی نیت کیا ہے؟ اور پھر اگر انہوں نے کوئی حملہ کیا تو چھوٹا قافلہ ہو گا اس سے لڑ لیں گے لیکن لشکر کا اور باقاعدہ جنگ کا تو مدینہ سے نکلتے ہوئے صحابہؓ کو خیال بھی نہیں تھا لیکن بہرحال جب آپؐ نے پوچھا تو بعض نے کہا کہ لشکر کا مقابلہ تو ہم کر نہیں سکتے اس لیے ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔ آپؐ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

دوسری طرف اکابر صحابہ نے یہ مشورہ سنا تو اٹھ اٹھ کر جاں نثارانہ تقریریں کیں اور عرض کیا کہ ہمارے جان ومال سب خدا کے ہیں۔ ہم ہر میدان میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ چنانچہ مقداد بن اسودؓ نے جن کا دوسرا نام مقداد بن عمروؓ بھی تھا جو اصل نام ہے۔ کہا یارسول اللہؐ! ہم موسیٰؑ کے اصحاب کی طرح نہیں ہیں کہ آپؐ کو یہ جواب دیں کہ جاؤ اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؐ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپؐ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہو کر لڑیں گے۔ آپؐ نے یہ تقریر سنی تو آپؐ کا چہرۂ مبارک خوشی سے تمتمانے لگا مگر اس موقع پر بھی آپؐ انصار کے جواب کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی کچھ بولیں کیونکہ آپؐ کو یہ خیال تھا کہ شاید انصار یہ سمجھتے ہوں کہ بیعتِ عقبہ کے ماتحت ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ اگر عین مدینہ پر کوئی حملہ ہو تو اس کا دفاع کریں۔ چنانچہ باوجود اس قسم کی جاں نثارانہ تقریروں کے جو مہاجر صحابہ نے کیں آپؐ یہی فرماتے گئے کہ اچھا پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جاوے۔ سعد بن معاذؓ جو اوس قبیلے کے رئیس تھے انہوں نے آپؐ کے منشا کو سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! شاید آپؐ ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں تو ہم نے اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر اب آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپؐ ان شاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا

کرے گی۔ آپ ﷺ نے یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

سِيْرُوْا وَاَبْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَنِي اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ

یعنی تو پھر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور خوش ہو کیونکہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے ان دو گروہوں یعنی لشکر یا قافلہ جو ہے ان میں سے کسی ایک گروہ پر وہ ہم کو ضرور غلبہ دے گا اور خدا کی قسم! میں گویا اس وقت وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو ہو کر گریں گے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 354-355)

پھر حضرت مقدادؓ کے بارے میں ایک یہ بھی آتا ہے کہ غزوۂ بدر میں اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے پہلے گھڑ سوار ہونے کا شرف آپؓ کو حاصل ہوا۔ ان کے گھوڑے کا نام سَبْحَہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے دو گھوڑوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن ہمارے پاس دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر بن عوامؓ کا تھا اور دوسرا حضرت مقداد بن اسودؓ کا۔ ابن ہشام کے مطابق غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں کے پاس تین گھوڑے تھے۔ حضرت مَرْثَد بن ابو مرثدؓ کے پاس گھوڑا تھا جس کا نام سَبَلْ تھا۔ حضرت مقداد بن عمروؓ کے پاس گھوڑا تھا جس کا نام بَعْزَجَہ تھا یا سَبْحَہ تھا اور حضرت زبیر بن عوامؓ کے پاس گھوڑا تھا جس کا نام یَعْسُوب تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 86 دار احیاء التراث بیروت لبنان 1996ء)(دلائل النبوۃ و للبیہقی جلد 3 صفحہ 39 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 452 اسماء خیل المسلمین یوم بدر، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تاریخوں سے سیرت خاتم النبیینؐ میں جو لکھا ہے اس کے مطابق غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ بعض کتابوں میں جیسا کہ میں نے کہا ہے تین کا ذکر ملتا ہے۔ بعض میں پانچ کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 353)

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 2 صفحہ 260 باب غزوۃ بدر الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 205 باب ذکر مغازیہ ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

بہرحال یہ گھوڑے دو تھے یا تین تھے یا پانچ تھے لیکن یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں کے جنگی سامان اور کافروں کے جنگی سامان میں کوئی نسبت ہی نہیں تھی اور کافروں کے ساز و سامان کے مقابلے میں مسلمان نہتے ہی کہلا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود دشمن کے مقابلے کے لیے جب کھڑے ہوئے تو جیسا کہ مہاجرین نے بھی اور انصار نے بھی آپؐ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کر کے دکھایا۔

حضرت مقداد بن عمرو کندی قبیلہ بنوزُہرَہ کے حلیف تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہؐ! بتائیں اگر کفار میں سے کسی شخص سے میرا مقابلہ ہو جائے اور ہم دونوں لڑ پڑیں اور وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے اور پھر مجھ سے ایک درخت کی پناہ لے کر یہ کہے۔ پھر دوڑ جائے اور ایک درخت کے پیچھے چھپ جائے اور یہ کہے کہ

میں اللہ کی خاطر مسلمان ہو گیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا اب میں اسے مار ڈالوں جب کہ اس نے ایسی بات کہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے قتل نہ کرو۔ حضرت مقدادؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور پھر اس کے بعد ایسا کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو کیونکہ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے اُس درجے پر ہو جائے گا جو تم کو اُس کے قتل کرنے سے پہلے حاصل تھا یعنی ایمان کا درجہ اور تم اس کے درجے پر ہو جاؤ گے جو اس کو اس کے کلمہ کے کہنے سے پہلے حاصل تھا یعنی کافر ہونے کی حالت میں جس کو اس نے کہا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب12 حدیث4019)

تو یہ قیاسی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی کہ اس طرح ہو کہ اس نے میرا ہاتھ بھی کاٹ دیا ہو پھر درخت کے پیچھے چھپ کے وہ کلمہ پڑھ لے اور اللہ کی خاطر کہے میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا میں بدلہ لوں؟ آپؐ نے کہا نہیں۔ اگر لوگے تو وہ کافر مومن ہو گا اور تم ایمان کے باوجود اس کافر کی جگہ کھڑے ہو گے۔

یہ ہے کلمہ پڑھنے والے کا مقام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اور آج کل کے علماء کہلانے والے اور اسلامی حکومتیں ان کے یہ عمل دیکھیں۔ کاش یہ خود دیکھیں کہ اس حدیث کے مطابق وہ کس مقام پر کھڑے ہیں۔ مومن کے مقام پر یا کافر کے مقام پر؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ قبیلہ بنو غِفَّار کے ایک چرواہے کی نگرانی میں مدینے سے باہر چر رہے تھے اور اس چرواہے کی بیوی بھی ساتھ تھی۔ بنو فَزَارَہ کے عُیَیْنَہ بن حِصْن نے بنو غَطْفَان کے کچھ گھڑ سواروں کے ساتھ مل کر حملہ کیا اور چرواہے کو مار ڈالا اور اس کی بیوی اور اونٹوں کو ساتھ لے گئے۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کو سب سے پہلے ان لوگوں کا علم ہوا۔ ان کے ساتھ حضرت طَلْحَہ بن عُبید اللہ کا غلام گھوڑا لے کر نکلا۔ جب حضرت سلمہؓ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع، اس وادی کے نام کے بارے میں مختلف رائے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ مدینے سے باہر وہ مقام تھا جہاں مکہ کی طرف جانے والے لوگوں کو وداع کیا جاتا تھا جبکہ دوسرے قول کے مطابق یہ ملک شام کی جانب مدینہ سے باہر ایک مقام ہے اور غزوۂ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں استقبال کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے بعض سرایا کو وداع فرمایا تھا۔ بہر حال یہ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے عُیَیْنَہ اور اس کے ساتھی کو دیکھ لیا اور مدینہ کے قریب سَلْع پہاڑی پر چڑھ کر مدد کے لیے پکارا جانے والا کلمہ بلند آواز سے کہا، لوگوں کو آواز دی اور کہا کہ یَاصَبَاحَاہْ! پھر حضرت سلمہؓ تیر برساتے ہوئے ان کے پیچھے دوڑ پڑے اور ان کے رخ موڑ دیے۔ حضرت سَلَمہؓ کی مدد کی پکار سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں اعلان کروایا کہ دشمن کے مقابلے کے لیے نکلو تو فوراً گھڑ سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے شروع ہو گئے اور ان میں سب سے پہلے جو لبیک کہتے ہوئے آئے وہ حضرت مقدادؓ تھے۔

(شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 166 تا 169 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جزء 3-4 صفحہ 175،174 غزوہ ذی قرد ،دارالکتاب العربی بیروت لبنان2008ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 63 باب غزوۃ رسول اللہؐ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکے پر چڑھائی کرنے کی تیاری فرمائی تو اس مہم کو بہت پوشیدہ رکھا گیا اور باوجود اس کے کہ صحابہ اس مہم کی تیاری کر رہے تھے لیکن یہ عام نہیں تھا کہ مکے کی طرف جانا ہے۔ اس موقعے پر ایک بدری صحابی حضرت حاطِب بن بَلْتَعہؓ نے اپنی سادگی اور نادانی میں مکہ سے آئی ہوئی ایک عورت کے ہاتھ ایک خفیہ خط مکہ روانہ کر دیا جس میں مکہ پر حملہ کرنے کی ساری تیاریوں کا ذکر کر دیا۔ وہ عورت خط لے کر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دے دی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دو تین افراد کے ساتھ جن میں حضرت مقداد بھی شامل تھے اس عورت کا پیچھا کرنے اور وہ خط لینے کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ رَوْضَۃ خَاخ جاؤ۔ وہاں ایک شتر سوار عورت ہے۔ اس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ لے لو۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ ہمارے گھوڑے ہمیں لے کر سرپٹ دوڑے۔ ہم اس عورت کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا کہ خط نکالو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا کہ تم ضرور خط نکالو گی یا تمہیں اپنے کپڑے اتارنے پڑیں گے۔ اس نے وہ اپنے بالوں کے جُوڑے سے نکالا تو ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان صحابی نے کافروں کے نام لکھا تھا۔ لکھا تو اپنی معصومیت کی وجہ سے تھا لیکن بہر حال یہ معاملہ کیونکہ کچھ خفیہ تھا تو اس پہ یہ سب کچھ راز فاش ہو جانا تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے خبر دی اور یہ خط واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گیا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم باب من فضائل اھل بدر رضی اللہ عنہم وقصۃ حاطب بن ابی بلتعہ حدیث 2494)

موسیٰ بن یعقوب اپنی پھوپھی سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدادؓ کو خیبر کی پیداوار میں سے پندرہ وسق جَو سالانہ عطا فرمایا تھا جو اندازاً سوا چھپن من جَو سالانہ بنتا ہے وہ ہم نے معاویہ بن ابوسفیان کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 86 داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

یہ سالانہ مستقل آمد تھی اور ہو سکتا ہے کہ چند سالوں کی پیداوار یا مستقل پیداوار فروخت کی ہو کیونکہ صرف چھپن من کی تو اتنی زیادہ قیمت نہیں ہو سکتی۔ جنگ یرموک میں بھی حضرت مقدادؓ نے شرکت کی تھی اور اس جنگ میں قاری حضرت مقداد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے بعد یہ سنت جاری فرمائی تھی کہ جنگ کے وقت سورۂ انفال کی تلاوت کی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی لوگ اس بات پر عمل کرتے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 59 ثم دخلت سنۃ ثلاث عشرۃ/ خبرالیرموک، دارالفکر بیروت لبنان 2002ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سَریہ بھیجا تھا اس پر حضرت مقدادؓ کو امیر بنایا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے ابو معبد! تُو نے امارت کے منصب کو کیسا پایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں جب نکلا تو میری یہ حالت ہوئی کہ میں دوسرے لوگوں کو اپنا غلام تصور کر رہا تھا۔

اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو معبد! امارت اسی طرح ہے سوائے اس کے کہ جسے اللہ تعالیٰ اس کے شر

سے محفوظ رکھے۔ مقدادؓ نے عرض کیا کوئی شک نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! میں دو آدمیوں پر بھی نگران بننا پسند نہ کروں گا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 6 صفحہ 207-208 معبد بن مقداد، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

مجھے یہ ایک تجربہ ہوا اور اس میں مَیں نے دیکھا کہ مجھے یوں لگا کہ سب میرے غلام ہیں تو مَیں اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مجھے تو یہ پسند ہی نہیں کہ کبھی کسی دو آدمیوں کا بھی نگران بنوں۔ یہ تقویٰ کا معیار تھا ان لوگوں کا کہ افسر بننے سے تکبّر پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ دو آدمی بھی میرے ماتحت ہوں۔ پس ہمارے سب افسروں کو بھی ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اول تو خواہش نہیں کرنی اور جب افسر بنایا جائے، عہدہ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس عہدے کے شر سے بچنے کی دعا بھی مانگنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کبھی تکبر پیدا نہ کرے اور اس کا فضل مانگنا چاہیے۔

حضرت مقدادؓ حمص کے محاصرے میں حضرت ابوعُبَیدہ بن جرّاحؓ کے ساتھ تھے۔

(تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 185 ثم دخلت سنة خمس عشرة/ ذکر فتح حمص، دارالفکر للطباعہ والنشر والتوزیع بیروت لبنان 2002ء)

حضرت مقدادؓ نے مصر کی فتح میں بھی حصہ لیا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 4 صفحہ 43 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

20/ ہجری میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور حضرت عمرو بن عاصؓ امیر عسکر نے دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار سپاہی اور چار افسر جن میں سے ایک حضرت مقدادؓ بھی تھے ان کی مدد کے لیے روانہ فرمائے اور لکھا کہ ان افسروں میں سے ہر ایک دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ درحقیقت اس کمک کے پہنچتے ہی جنگ کی حالت بدل گئی اور نہایت قلیل عرصے میں تمام سرزمین جو فرعون کی زمین تھی توحید کا ورثہ بن گئی۔ (سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 286 حضرت مقداد بن عمرو، دارالاشاعت کراچی 2004ء)

جُبَیر بن نُفَیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقداد بن اسودؓ ہمارے پاس کسی کام سے تشریف لائے تو ہم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے۔ آپ تشریف رکھیں یہاں تک کہ ہم آپ کا کام کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ قوم کی حالت پر تعجب آتا ہے۔ ابھی جب آئے تو کہا میں ان لوگوں کے پاس سے گزرا، کچھ لوگوں کے پاس گزرا تو وہ فتنے کی تمنا کر رہے تھے۔ وہ گمان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ویسے ہی آزمائے گا جیسے اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ کو آزمایا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خوش بخت وہ ہے جو فتنوں سے بچایا گیا۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دہرائی اور آپ نے فرمایا کہ اگر ابتلا آجائے تو پھر صبر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 20 صفحہ 252-253 جبیر بن نفیر عن المقداد بن الاسود، دار احیاء التراث العربی بیروت)

کہ فتنوں کی یعنی کسی آزمائش کی اور سختی کی دعا نہیں کرنی چاہیے، نہ خواہش کرنی چاہیے لیکن اگر ابتلا آجائے، امتحان آجائے تو پھر اس پہ صبر دکھانا چاہیے اور پھر ثابت قدمی دکھانی چاہیے نہ یہ کہ پھر بزدلی دکھائی

جائے۔ حضرت مقداد کا جسم بھاری بھر کم تھا لیکن اس کے باوجود جہاد کے لیے نکلتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سنار کے صندوق کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت مقداد صندوق سے بھی بڑے نظر آ رہے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد سے معذور فرمایا ہے۔ کافی جسیم ہیں اور جیسا کہ ان کی بیٹی نے بتایا ہے کہ پیٹ بڑا تھا۔ حضرت مقداد نے جواب دیا کہ مجھ پر سورہ بَحُوث۔ (بَحُوث سورہ توبہ کا بھی دوسرا نام ہے کیونکہ اس سورت میں منافقین اور ان کے رازوں کو کھولا گیا ہے۔) کہتے ہیں مجھے اس سورت نے لازم قرار دیا ہے کہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (التوبہ: 41) کہ جہاد کے لیے نکلو خواہ ہلکے ہو یا بھاری ہو۔

(احکام القران لابن عربی جلد 2 صفحہ444 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 87 داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خِفَافًا وَّثِقَالًا کی وضاحت یوں بیان فرمائی ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں اور کسی قسم کی مشکل ان کے رستے میں نہیں آنی چاہیے۔ خِفَافًا وَّثِقَالًا کے کئی معنی ہیں تم بوڑھے ہو یا جوان ہو فرد، افراد یا گروہوں میں سے ہو۔ پیدل ہو یا سوار ہو۔ تمہارے پاس ہتھیار کافی ہیں یا نہیں ہیں۔ خوراک کافی ہے یا نہیں ہے۔

(ماخوذ از دروس حضرت مصلح موعودؓ غیر مطبوعہ، رجسٹر نمبر 36 صفحہ 1006)

حضرت مقدادؓ نے اس آیت سے کیونکہ کئی معنی ہیں اس کے جسم کا ہلکا ہونا اور بھاری ہونا مراد لے کر اپنے شوقِ جہاد کا بھی اظہار کیا۔

حضرت مقدادؓ کا پیٹ بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ ان کا ایک رومی غلام تھا وہ ان سے کہنے لگا کہ میں آپ کے پیٹ کو کاٹ کر چربی نکال دوں گا (اس زمانے میں جو بھی آپریشن کا طریقہ تھا) اس سے وہ ہلکا ہو جائے گا۔ آج کل بھی لوگ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے حضرت مقدادؓ کا پیٹ چاک کیا اور چربی نکال کر دوبارہ سی دیا۔ لیکن اس وجہ سے حضرت مقدادؓ کی وفات ہو گئی۔ کوئی انفیکشن وغیرہ ہو گیا۔ ٹھیک نہیں ہو سکے۔ بہرحال وہ غلام یہ دیکھ کے پھر وہاں سے بھاگ گیا۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ جلد 6 صفحہ 161 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

لیکن ایک اور روایت بھی ہے اس کے مطابق حضرت مقدادؓ کی وفات دُھْنُ الْخِرْوَعْ یعنی کیسٹر آئل پینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ یہ ابو فائد نے روایت کیا ہے۔ حضرت مقدادؓ کی بیٹی کریمہ کہتی ہیں کہ حضرت مقدادؓ کی وفات مدینے سے تین میل کے فاصلے پر جُرُف مقام پر ہوئی۔ وہاں سے ان کی نعش کو لوگوں کے کندھوں پر اٹھا کر مدینے لایا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔ تینتیس ہجری میں حضرت مقدادؓ کی وفات ہوئی تھی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ستر سال یا اس کے قریب تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 87 داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)

اِبنِ بُرَیْدَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ سوال کیا

گیا کہ یارسول اللہؐ! وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (ابن ماجہ کی روایت ہے)۔ مختلف وقتوں میں مختلف ہے۔ بہر حال یہ روایت یہی ہے۔ کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ علیؓ ان میں سے ہیں، یہ آپؐ نے تین بار فرمایا اور پھر ابوذرؓ، پھر سلمانؓ اور مقدادؓ ہیں۔

(سنن ابن ماجه مقدمه المؤلف باب فضل سلمان وأبی ذر والمقداد حدیث 149)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو سات سات نجیب رفقاء دیے گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یا آپؓ نے رفقاء کے بجائے نگران کا لفظ استعمال فرمایا تھا لیکن مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں ہم نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں تو حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک تو مَیں ہوں یعنی حضرت علیؓ میرے دو بیٹے حسنؓ اور حسینؓ، جعفرؓ، حمزہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ، ابوذرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ۔ یہ سنن ترمذی کی روایت ہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب ان الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة حدیث 3785)

قرآن کریم کی سورۂ انعام کی آیت ہے کہ

وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ مَا عَلَیۡکَ مِنۡ حِسَابِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ وَّ مَا مِنۡ حِسَابِکَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَتَطۡرُدَہُمۡ فَتَکُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ۔ (الانعام: 53)

اور تو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی۔ تیرے ذمہ ان کا کچھ بھی حساب نہیں اور نہ ہی تیرا کچھ حساب ان کے ذمہ ہے۔ پس اگر پھر بھی تو انہیں دھتکار دے گا تو تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

حضرت سعد اس آیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ یہ بھی ابن ماجہ کی روایت ہے کہ یہ آیت چھ اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی کہ میں خود یعنی حضرت سعدؓ، ابن مسعودؓ، صہیبؓ، عمارؓ، مقدادؓ اور بلالؓ۔

حضرت سعدؓ نے کہا کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان لوگوں کے تابع ہوں۔ پس تُو انہیں اپنے پاس سے دھتکار دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وہ بات داخل ہوئی جو اللہ نے چاہا کہ داخل ہو تو اللہ عزّ و جل نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی

وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ (الانعام: 53)

اور تُو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی۔

(سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب مجالسة الفقراء حدیث 4128)

بہر حال اس آیت کی وجہ جو بھی تھی لیکن یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت مقدادؓ پہلے صحابی تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے پر لڑائی میں حصہ لیا۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 6 صفحه 160 المقداد بن الاسود دارالکتب العلمیه بیروت لبنان 2005ء)

یہ بھی تھوڑا سا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک روز قضائے حاجت کے لیے بقیع کی طرف گئے جو قبرستان ہے۔ لوگ اس وقت دو تین روز بعد قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور وہ قضائے حاجت کے لیے ایک ویرانے میں داخل ہوئے اور اس دوران میں کیونکہ کھانا بہت کم ہوتا تھا اور کہتے ہیں کہ

پاخانہ بھی اونٹ کی مینگنیوں کی طرح ہوتا تھا اور اس دوران میں قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے ایک چوہا دیکھا جس نے بِل میں سے ایک دینار نکالا۔ پھر اندر گیا اور ایک اَور دینار نکالا حتّٰی کہ اس نے سترہ دینار نکالے۔ اس کے بعد ایک سرخ رنگ کا کپڑا نکالا۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کو کھینچا تو اس میں ایک دینار پایا اس طرح اٹھارہ دینار ہو گئے۔ پھر میں ان کو لے کر نکلا اور انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو ساری بات بتائی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس کا صدقہ لے لیجیے۔ آپؐ نے فرمایا اس کا کوئی صدقہ نہیں ہے۔ انہیں لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان میں تمہارے لیے برکت ڈال دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا شاید تم نے اس سوراخ میں ہاتھ ڈالا ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ذریعہ عزت بخشی ہے! کہ میں نے ہاتھ نہیں ڈالا تھا بلکہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میرے لیے انتظام کر دیا۔

(سنن ابن ماجه كتاب اللقطة باب اِلْتِقَاطُ مَا اَخْرَجَ الْجُرَذُ حدیث 2508)

جُبَیر بن نُفَیر روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت مقدادؓ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا کیا ہی مبارک آنکھیں ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم بھی دیکھتے جو آپؐ نے دیکھا ہے۔ صحابہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو آپ لوگوں نے دیکھا ہے اور ہم بھی اس کا مشاہدہ کرتے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت مقدادؓ غصہ میں آ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ اس شخص نے تو محض خیر کی بات کی ہے۔ حضرت مقدادؓ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ اس شخص کو کون سی چیز اس زمانے میں حاضر ہونے کی تمنا پر مجبور کر رہی ہے جس سے اللہ نے اسے غائب رکھا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اگر یہ اس وقت ہوتا تو کس مقام پر ہوتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو ایسے لوگوں نے بھی پایا جنہیں اللہ نے اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا اور نہ ہی آپؐ کی تصدیق کی۔ اب یہ جو کہہ رہا ہے کہ کیا پتا اس وقت اس کی قسمت میں کیا تھا۔ اگر تصدیق نہ کرتا تو پھر دوزخ میں جاتا۔

پھر آگے کہنے لگے کہ تم اللہ کی حمد کیوں نہیں کرتے کہ اس نے تمہیں ایسے وقت میں پیدا کیا جس میں تم صرف اپنے رب کو پہچاننے والے ہو۔ کسی قسم کا شرک نہیں کرتے۔ اپنے رب کو پہچانتے ہو۔ رسولؐ پر ایمان لاتے ہو اور اپنے نبیؐ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنے والے ہو اور اللہ نے دوسروں کے ذریعہ تمہیں آزمائشوں سے بچا لیا۔ پہلے لوگ تھے یا اس زمانے کے دوسرے لوگ تھے آزمائشوں میں سے گزرے۔ تمہیں اللہ نے ان آزمائشوں سے بچا لیا ہے۔ تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو۔ پھر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہلیت کے زمانے میں بھیجا اور فترۃ وحی کے زمانے میں جو کسی بھی نبی کی بعثت کے زمانے سے سب سے زیادہ سخت زمانہ تھا یعنی وہ زمانہ جب ایک لمبا عرصہ کے بعد نزول ہوا۔ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے درمیان جو وقفہ ہے اس میں وحی نہیں ہوتی یا اس سے ایک لمبا عرصہ تھا جو ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان کا ہوتا ہے اور اس میں انبیاء کی وحی نہیں ہوتی۔ اس لفظ کو فترۃ کہتے ہیں۔ تو کہتے ہیں جو لمبا عرصہ تھا جس میں وحی نہیں ہوئی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث

نہیں ہوئے وہ زمانہ بڑا المیا تھا جس میں شرک بھی پھیل گیا۔ پھر آپؑ نے کہا کہ یہ بڑا سخت زمانہ تھا۔ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اس سے افضل کسی کو نہیں مانتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرقان کے ساتھ مبعوث ہوئے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا اور والد اور بیٹے کے درمیان فرق کر دیا حتّٰی کہ ایک آدمی اپنے والد، بیٹے یا بھائی کو کافر سمجھتا تھا جبکہ اللہ نے اس کے دل کا تالا ایمان کے لیے کھول دیا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ کفر کی حالت میں مر گیا تو دوزخ میں جائے گا۔ اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوتی تھیں جب اسے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا محبوب جہنم میں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام جو انہوں نے قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا تو وہ اپنے رشتہ داروں کے بارے میں فکر مند رہتے تھے اور پتا تھا کہ قبول نہیں کریں گے۔ اگر مخالفت کریں گے تو جہنم میں جائیں گے اور اس کے لیے پھر کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ۔ (الفرقان:75)

کہ اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 890 حدیث المقداد بن الاسود حدیث نمبر 24311، عالم الکتب بیروت لبنان 1998ء)

تو پس یہ دعا ہے جو ہمیشہ کرنی چاہیے تا کہ نسلوں میں بھی دین قائم رہے۔ اور اللہ کا جو فضل ہوا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے۔ وہ حضرت مقداد بن عمروؓ تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 4 صفحہ 44 دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے اندر خشیت بھی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13/ دسمبر 2019ء جلد 26 شمارہ 79 صفحہ 05 تا 09)

48

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29/ نومبر 2019ء بمطابق 29/ نبوت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت یزید بن ثابتؓ ایک بدری صحابی تھے ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو مالک بن نجّار سے تھا۔ حضرت یزیدؓ کے والد کا نام ثابت بن ضحّاک اور والدہ کا نام نَوَار بنت مالک تھا۔ حضرت یزید حضرت زید بن ثابتؓ کے بڑے بھائی تھے۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة المجلد الثانی صفحه 137 ''زید بن ثابت'' دارالکتب العلمیه بیروت لبنان2008ء)(اسد الغابة فی معرفة الصحابة المجلد الرابع صفحه 677 ''یزید بن ثابت'' دارالکتب العلمیه بیروت لبنان2008ء)

اور حضرت یزید بن ثابت نے دُبَیَّہ بنت ثابت سے شادی کی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ، جزء3 صفحه 254 ،''ثابت بن خالد'' داراحیاء التراث العربی بیروت1996ء)

اور یہ بھی ان کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت یزید بن ثابتؓ غزوہ بدر اور احد دونوں میں شامل ہوئے تھے۔ حضرت یزید بن ثابتؓ کی شہادت 12 ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں جنگِ یمامہ کے روز ہوئی جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق جنگِ یمامہ کے روز انہیں ایک تیر لگا تھا اور واپسی پر راستے میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد4 صفحه 132 ''یزید بن ثابت'' دارالکتب العلمیه بیروت لبنان2002ء)(کتاب الثقات لابن حبان جلد1 صفحه468، دارالکتب العلمیة بیروت1998ء)

حضرت یزید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ ظاہر ہوا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ بھی کھڑے ہو گئے۔ وہ سب کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ جنازہ گزر گیا۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز بَابُ الْأَمْرِ بِالْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ حدیث1920)

یہی واقعہ ایک اور روایت میں تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان ہوا ہے۔

حضرت یزید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ ظاہر ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ جلدی سے کھڑے ہوئے اور آپؐ کے صحابہ بھی تیزی سے کھڑے ہو گئے۔ وہ تب تک کھڑے رہے جب تک جنازہ گزر نہ گیا۔ حضرت یزیدؓ کہتے ہیں کہ

اللہ کی قسم! مَیں نہیں سمجھتا کہ آپؐ کسی تکلیف یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ کسی یہودی مرد یا عورت کا جنازہ تھا اور ہم نے آپؐ سے آپؐ کے کھڑے ہونے کی وجہ بھی دریافت نہ کی۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ مترجم جلد 3 صفحہ 732 کتاب الجنائز باب مَنْ قَالَ يُقَامُ لِلْجِنَازَةِ إِذَا مَرَّتْ حدیث 12030، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

پھر حضرت یزید بن ثابتؓ سے ایک اور روایت ہے کہ وہ لوگ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ یہ سنن نسائی کی ہے۔ حضرت یزید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپ نے ایک نئی قبر دیکھی (یہ ایک اَور واقعہ ہے۔ ایک دوسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے) کہتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپؐ نے ایک نئی قبر دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں قبیلے کی لونڈی کی قبر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ وہ دوپہر کے وقت فوت ہوئی تھی اور آپؐ اُس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ ہم نے آپؐ کو اس وجہ سے اٹھانا پسند نہیں کیا کہ آپ آرام کر رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے پیچھے لوگوں کی صف بندی کی اور آپؐ نے اس پر چار تکبیریں کہیں یعنی اس قبر کے اوپر ہی آپؐ نے صفیں بنوا کے جنازہ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ جب تک مَیں تمہارے درمیان ہوں جو بھی تم میں سے فوت ہو اس کی خبر مجھے ضرور دو کیونکہ میری دعا اس کے لیے رحمت ہے۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز بَابُ الصَّلَاةُ عَلَى الْقَبْرِ حدیث 2022)

اسی طرح یہ روایت مسلم اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں اس طرح تفصیلاً بیان ہوا ہے کہ حضرت یزید بن ثابتؓ نے بیان کیا اور وہ زید سے بڑے تھے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب آپ جنت البقیع میں پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپؐ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ فلاں عورت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا تم نے مجھے اس کے متعلق کیوں خبر نہ دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ دوپہر کو آرام فرما رہے تھے۔ آپ روزے سے بھی تھے۔ ہم نے پسند نہ کیا کہ آپ کو تکلیف دیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا فعل نہ کرو جو مَیں نہیں جانتا۔ یعنی مَیں نے تو کبھی نہیں ایسا کہا۔ تم میں سے جو کوئی بھی فوت ہو جب تک مَیں تمہارے درمیان ہوں مجھے اس کے بارے میں ضرور اطلاع کیا کرو کیونکہ اس پر میری دعا اس کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف بنائی اور آپؐ نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ حدیث 1528)

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ ایک سیاہ فام خاتون کے متعلق روایت مروی ہے۔ یہ قبر پہ جنازہ پڑھنے کے بارے میں ہے جس میں یہ بیان ہے کہ وہ مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ خاتون مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ فوت ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے چند روز نہ دیکھا تو آپؐ نے اس خاتون کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا تم نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دینی تھی۔ اس عورت کی قبر کا پتا بتاؤ۔

چنانچہ آپؐ اس عورت کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کا جنازہ پڑھا۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب کنس المسجد والتقاط الخرق... حدیث458)

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الخدم للمسجد حدیث460)

سنن ابن ماجہ کی شرح اِنْجَازُ الْحَاجَۃ کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ ایک سیاہ فام خاتون تھی جس کا نام امام بیہقی نے اُمِّ مِحْجَن بیان کیا ہے اور ابنِ مَنْدَہ نے اس کا نام خَرْقَاءَ بیان کیا ہے اور صحابیاتؓ میں سے اس کو شمار کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خرقاء اس خاتون کا نام ہو اور اُمِّ مِحْجَن اس کی کنیت ہو۔ یعنی دونوں نام صحیح ہیں۔

(انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ جلد 4 صفحہ 332، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر حدیث 1527، دار النور اسلام آباد 2011ء)

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت مُعَوِّذ بن عَمْرو بن جَمُوحؓ۔ حضرت مُعَوِّذ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو جُشَمْ سے تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ470، الانصار ومن معھم/ من بنی جشم، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مُعَوِّذؓ کے والد کا نام عَمْرو بن جَمُوح اور ان کی والدہ کا نام ہند بنت عَمْرو تھا۔ حضرت مُعَوِّذ بن عَمْرو بن جَمُوحؓ اپنے دو بھائیوں حضرت مُعاذؓ اور حضرت خَلّادؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے اس کے علاوہ یہ غزوۂ اُحد میں بھی شامل ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد ثالث صفحہ 426-427 و اخوہ مُعَوِّذ بن عَمْرو۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2012ء)

حضرت مُعَوِّذ بن عَمْروؓ کے والد وہی عَمْرو بن جَمُوح ہیں جن کو ان کے بیٹوں نے ان کی لنگڑاہٹ کی وجہ سے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے بدر میں شامل نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کا ذکر مَیں پہلے بھی ایک دفعہ خطبے میں کر چکا ہوں۔ مختصراً بتا دوں کہ جب احد کا موقع آیا تو حضرت عمرو بن جَمُوحؓ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ بدر کے موقعے پر تم نے مجھے جنگ پہ جانے نہیں دیا تھا لیکن اب میں ضرور جاؤں گا۔ احد کی جنگ میں تم مجھے روک نہیں سکتے۔ ان کے بیٹوں نے بہتیرا کہا کہ آپ کی ٹانگ خراب ہے۔ آپ پہ تو جنگ ضروری بھی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں فرض نہیں ہے لیکن حضرت عَمْرو بن جَمُوحؓ نہیں مانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! میرے بیٹے میرے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے جنگ میں مجھے شامل ہونے سے روک رہے ہیں لیکن میں آپؐ کے ساتھ جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا کہ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے اور تم پر اس وجہ سے جہاد فرض نہیں ہے لیکن پھر آپؐ نے انہیں ان کا وہ جوش دیکھ کے، شوق دیکھ کے اجازت بھی دے دی۔ حضرت عمرو بن جَمُوحؓ نے اپنا جنگ کا ساز و سامان لیا اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما اور مجھے ناکام و نامراد اپنے اہل و عیال کی طرف نہ لوٹانا اور پھر حقیقتاً ان کی یہ خواہش پوری ہوئی اور وہ میدان احد میں شہید ہوئے۔

ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوی حضرت ہند نے انہیں اور اپنے بھائی عبد اللہ بن عَمْرو کو بھی ایک سواری پر رکھا اور ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مَیں نے عَمْرو کو جنت میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

(اسدالغابة جلد4 صفحه195-196 عَمْرو بن الجَمُوح، دارالكتب العلمية بيروت2008ء)

پھر اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت بِشر بن بَراء بن مَعْرُورؓ ہے۔ حضرت بِشر کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو عبید بن عدی سے تھا اور دوسرے قول کے مطابق بنو سلمہ سے تھا۔

(السيرة النبوية لابن هشام صفحه471، باب الانصار ومن معهم، دارالكتب العلميه بيروت2001ء)

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة لابن اثير جلد1 صفحه380، بشر بن البَراء، دارالكتب العلميه بيروت2008ء)

دو مختلف روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت بِشرؓ کے والد کا نام حضرت بَراء بن مَعْرُور اور والدہ کا نام خُلَیْدَہ بنتِ قَیس تھا۔

(الطبقات الكبرٰى لابن سعد الجزء الثالث صفحه291، بِشر بن البَراءؓ، داراحياء التراث العربی 1996ء)

حضرت بِشرؓ کے والد حضرت بَراء بن مَعْرُورؓ اُن بارہ (12) نقیبوں میں سے تھے جو مقرر کیے گئے تھے اور قبیلہ بنو سَلِمَہ کے نقیب تھے۔ حضرت بَراءؓ ہجرت سے ایک ماہ قبل حالتِ سفر میں فوت ہو گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے ان کی قبر پر تشریف لے جا کر چار تکبیرات ادا فرمائیں۔

(اسد الغابة فی معرفة الصحابة لابن اثير جلد1 صفحه365-366، البَراءؓ بن معرور، دارالكتب العلميه بيروت2008ء)

حضرت بِشرؓ اپنے والد کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے اور حضرت بِشر بن بَراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر تیر انداز صحابہؓ میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بِشرؓ اور حضرت واقد بن عبد اللہؓ جنہوں نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تھی، ان کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔ حضرت بِشرؓ غزوہ بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ اور خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔

(الاصابة فی تمييز الصحابة الجزءالاول، صفحه426، بِشر بن البَراءؓ، دارالكتب العلميه بيروت2005ء)

(الطبقات الكبرٰى لابن سعد الجزء الثالث صفحه291، بِشر بن البَراءؓ، داراحياء التراث العربی1996ء)

عبد الرحمٰن بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بَنُو نَضَلَہ! (بعض روایت میں بنو سلمہ لکھا ہے کہ) تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ جَدِّ بن قَیس۔ آپ نے فرمایا کہ اسے کس وجہ سے سردار مانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ ہم سے زیادہ مال دار ہے۔ بڑا امیر آدمی ہے۔ بڑا آدمی ہے اس لیے ہم نے اس کو سردار بنالیا ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم محض بخل کی وجہ سے اسے معیوب سمجھتے ہیں۔ وہ بڑا بخیل ہے، کنجوس ہے اور اس کی یہ بات ہمیں پسند نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ بڑی بیماری کون سی ہے؟ یہ بخیل ہونا تو بہت بڑی بیماری ہے۔ وہ تمہارا سردار نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ تمہارا سردار نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! پھر ہمارا سردار کون ہے آپ ہی بتا دیں؟ آپ نے فرمایا کہ بِشرؓ بن بَراء بن مَعْرُور تمہارا سردار ہے جن صحابیؓ کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ یہی تمہارا سردار ہے اور ایک دوسری روایت میں

یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا سردار سفید رنگ والا، گھنگھریالے بالوں والا بِشر بن بَراء بن مَعرور ہے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة الجزء الاول،صفحہ426-427، بِشر بن البَراءؓ،دارالکتب العلمیہ بیروت2005ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ291، بِشر بن البَراءؓ،داراحیاء التراث العربی 1996ء)

حضرت بِشر بن بَراءؓ نے حضرت قُبَیْسَہ بنتِ صَیْفِی سے شادی کی جس سے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام عالیہ تھا۔ حضرت قُبَیْسَہ نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت بھی کی۔

(الطبقات الکبریٰ الجزء 8 صفحہ435، قُبَیْسَة بنت صَیْفِیؓ، دارالکتب العلمیة بیروت1996ء)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہود اَوس اور خَزرج کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ آپس میں لڑتے تھے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ یہ نبی جس کی پیش گوئی ہے مبعوث ہونے والا ہے اس کے نام پہ ہمیں فتح عطا کر۔ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں سے مبعوث فرمایا تو انہی لوگوں نے آپ کا انکار کیا اور جو بات وہ کہا کرتے تھے اس سے انکاری ہو گئے۔ یہی طریقہ ہے ہمیشہ سے انکار کرنے والوں کا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت بِشر بن بَراءؓ اور داؤد بن سلمہؓ نے ان سے ایک دن کہا کہ اے یہود کے گروہ! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو۔ پہلے تو تم ہم پر محمد نام کے نبی کے ظہور کے ذریعہ فتح مانگتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ نبی مبعوث ہو گا جس کا نام محمد ہو گا اور اس کی وجہ سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے اور ہم شرک کرنے والے تھے۔ حضرت بِشر بن بَراءؓ نے کہا کہ ہم تو ان لوگوں میں شامل تھے جو شرک کرتے تھے اور تم ہمیں یہ باتیں بتایا کرتے تھے اور تم ہمیں یہ بتاتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ مبعوث ہو گا اور ہمیں اس کی علامات بتایا کرتے تھے کہ یہ یہ علامتیں ہوں گی۔ اب مبعوث ہو گیا ہے تو اب اس نبی پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ سَلَّام بن مِشْکَم یہودی نے جو قبیلہ بنو نضیر میں سے تھا (سلّام بن مِشْکَم یہود کے قبیلہ بنو نضیر کا سردار اور ان کے خزانے کا نگران بھی ہوتا تھا۔ یہ اس عورت زینب بنت حارث کا خاوند تھا جس نے غزوہ خیبر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر آلود گوشت دیا تھا۔ بہرحال) اس نے جواب دیا کہ وہ نبی ہمارے پاس وہ نہیں لے کر آیا جسے ہم پہچانتے ہیں اور نہ آپ وہ نبی ہیں جن کا ہم نے تم سے ذکر کیا تھا۔ ساری علامتیں پوری ہو گئیں جو یہ کہتے تھے۔ کہتے نہیں ہم پر وہ لے کر نہیں آیا جو ہم پہچانتے ہیں۔ ساری علامتیں پوری نہیں ہوئیں اس لیے ہم نہیں مانیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ (البقرۃ:90)

یعنی اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایک ایسی کتاب آئی جو اس (تعلیم) کی جو ان کے پاس تھی تصدیق کر رہی تھی جبکہ حال یہ تھا کہ اس سے پہلے وہ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے کفر کیا (اللہ سے) مدد

مانگا کرتے تھے۔ پس جب وہ ان کے پاس آ گیا جسے انہوں نے پہچان لیا تو (پھر بھی) اُس کا انکار کر دیا۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ381 ، ما نزل من البقرۃ فی المنافقین و یھود، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ512، غزوۃ سویق، صفحہ698 ،قصۃ الشاۃ المسمومۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جلد2صفحہ325باب کاھنہ قریش، مکتبہ ابن تیمیہ1990ء)

حضرت زبیر بن عوامؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کا رخ پلٹا تو مَیں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پایا۔ جب ہم سب بدحواس اور خوف زدہ تھے اور ہم پر نیند نازل کر دی گئی۔ ایسی حالت تھی کہ لگتا تھا کہ اونگھ کی حالت ہم پر طاری ہو گئی ہے۔ چنانچہ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کی ٹھوڑی اس کے سینے پر نہ ہو۔ یعنی نیند اور غنودگی کی حالت میں سر نیچے ڈھلک گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے مُعَتِّبْ بن قُشَیر کی آواز خواب میں سنائی دے رہی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں فیصلے کا اختیار ہوتا تو ہم کبھی یہاں اس طرح قتل نہ کیے جاتے۔ مُعَتِّبْ بن قُشَیر انصاری صحابی تھے اور بیعتِ عقبہ، غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے۔ میں نے ان کے اس جملے کو یاد کر لیا جب اس طرح خواب کی حالت میں دیکھا تھا۔ اس موقع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ۔ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (آل عمران:155)

کہ پھر اس نے تم پر غم کے بعد تسکین بخشنے کی خاطر اونگھ اُتاری جو تم میں سے ایک گروہ کو ڈھانپ رہی تھی۔ جبکہ ایک وہ گروہ تھا کہ جنہیں ان کی جانوں نے فکر مند کر رکھا تھا وہ اللہ کے بارے میں جاہلیت کے گمانوں کی طرح ناحق گمان کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اہم فیصلوں میں ہمارا بھی کوئی عمل دخل ہے؟ تُو کہہ دے کہ یقیناً فیصلے کا اختیار کلیۃً اللہ ہی کو ہے۔

حضرت کعب بن عَمْرو انصاریؓ نے بیان کیا ہے کہ غزوۂ احد کے دن ایک موقع پر میں اپنی قوم کے 14 آدمیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اس پر ہم پر اونگھ طاری تھی۔ جو بطور امن کے تھی یعنی بڑی سکون والی اونگھ تھی۔ جنگی حالت تھی لیکن وہ ایسی اونگھ تھی جو ہمیں سکون دے رہی تھی۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے سینے سے دھونکنی کی طرح خراٹوں کی آواز نہ نکل رہی ہو۔ بعض دفعہ ایسی گہری حالت بھی ہو گئی تھی۔ کہتے ہیں مَیں نے دیکھا کہ بِشر بن بَراء بن معرور جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی اور انہیں تلوار کے گرنے کا احساس بھی نہ ہوا حالانکہ مشرکین ہم پر چڑھے آ رہے تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد2صفحہ310،باب ذکر مغازیہ، غزوہ اُحد، دارالکتب العلمیہ بیروت2002ء)
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد4صفحہ432، معتب بن قشیرؓ، دارالفکر بیروت2003ء)

بہر حال ہو سکتا ہے کہ یہ ان کو محسوس ہوا ہو کہ گر گئی کیونکہ اس وقت ایسی حالت میں نیند تو تھی۔ لیکن ان کے ہاتھوں میں جو ہتھیار تھے مضبوطی سے قائم ہوتے تھے یا گرنے لگتے تھے تو جھٹکا لگتا تھا۔ بہر حال یہاں لفظ نعاس استعمال ہوا ہے اس کی جو وضاحت، تشریح ہے وہ اپنے ایک درس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بڑی تفصیل سے فرمائی تھی کہ اَمَنَۃً نُّعَاسًا مختلف پہلوؤں سے اس کے جو تراجم ہیں ان کا خلاصۃً یہ معنی بنے گا کہ غم کے بعد تم پر ایسا سکون نازل فرمایا جسے نیند کہہ سکتے ہیں یا ایسی اونگھ عطا کی جو امن کی حامل تھی یا وہ امن دیا جو نیند کا سا اثر رکھتا تھا یا نیند میں شامل تھا۔

یہ اَمَنَۃً نُّعَاسًا کا یہ مطلب ہے۔ اونگھ وقتی طور پر یوں سر جھکا کر غوطہ کھا جانے کو بھی کہتے ہیں لیکن یہاں نعاس کا معنی اس قسم کی اونگھ نہیں ہے بلکہ وہ کیفیت ہے جو بیداری اور نیند کے درمیان کی کیفیت ہوتی ہے۔ سونے سے پہلے ایک بیچ کی ایسی منزل آتی ہے جہاں تمام اعصاب کو ایک سکون مل جاتا ہے اور وہی گہرا سکون ہے اگر وہ سکون اسی طرح جاری رہے تو پھر نیند میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں انسان اگر چل رہا ہے تو گرے گا نہیں۔ گرنے سے پہلے اسے جھٹکا لگ جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ مَیں کس کیفیت میں تھا۔ لیکن اگر نیند آ جائے تو پھر اپنے اعصاب پر، اپنے اعضا پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔ بہر حال ہو سکتا ہے بشر بن بَراءؓ کو اس حالت میں اس طرح کی گہری نیند بھی آ گئی ہو۔ لیکن باوجود جنگ کی حالت کے وہ تھی سکون کی کیفیت اور انسان گر جاتا ہے اور اگر اِس کو صحیح بھی مانا جائے تو اسی وجہ سے ان کے ہاتھ ذرا ڈھیلے ہوئے تو تلوار گر گئی۔ بہر حال یہ حالت ایسی ہوتی ہے جس میں فوری احساس بھی ہو جاتا ہے کہ میں گہری نیند میں جا رہا ہوں اور پھر انسان جھٹکے سے جاگ جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں ایک ایسی سکون کی حالت عطا کی جو نیند سے مشابہ تھی مگر نیند کی طرح اتنی گہری نہیں تھی کہ تمہیں اپنے اوپر اپنے اعضاء پر کوئی اختیار نہیں رہے۔ وہ سکینت تو بخش رہی تھی مگر تمہیں بے کار نہیں کر رہی تھی۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اور یہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ اُحد کے دن عین جنگ میں ہم کو اونگھ نے آ دبایا اور یہ وہ اونگھ ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ تلوار میرے ہاتھ سے گرنے کو ہوتی تھی۔ مَیں تھام لیتا تھا۔ پس یہ حدیث بتا رہی ہے کہ ایسی نیند کی کیفیت نہیں تھی کہ ہاتھوں سے چیزیں نیچے جا پڑیں یا چلتے چلتے ہم گر جائیں۔ تسکین تھی، سکینت تھی مگر پھر بھی ایک حد تک ہمیں اپنے اعضا پر اختیار حاصل تھا۔ پھر گرنے کو ہوتی تھی تو پھر تھام لیتے تھے۔ یعنی یہ اونگھ کا ایک حصہ کوئی اچانک یوں ہی نہیں آیا بلکہ یہ ایک کیفیت تھی جو ان لوگوں پر کچھ عرصہ چلتی رہی۔

ترمذی ابواب التفسیر میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن مَیں سر اٹھا کر دیکھنے لگا تو ہر آدمی اونگھتے اونگھتے اپنی ڈھال کے نیچے جھک رہا تھا۔ جاگنے کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے ان صحابہؓ کی بہت بری حالت ہو گئی تھی اور ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سکون کی کیفیت مل رہی تھی۔ کہتے ہیں یعنی ایسا ہی نظارہ ہوا کہ جو عام تھا۔ کوئی اتفاقاً ایک تھکے ہوئے مجاہد کے اوپر اطلاق پانے والی کیفیت نہیں تھی۔ بلکہ حضرت خلیفہ رابعؒ نے لکھا ہے کہ تمام مجاہدین جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں

دشمن کے خلاف بر سرِ پیکار تھے ان سب پر اچانک گویا آسمان سے ایک چیز اتری ہے اور اس حالت نے اس کو ڈھانپ لیا۔ اس وقت ان کو اس چیز کی سکون کی اپنے اعصاب کو ریفریش (Refresh) کرنے کی، ان کو تازہ دم کرنے کی شدید ضرورت تھی اور سونے کا وقت کوئی نہیں تھا اور جب ایسی حالت ہو جب ایسی تھکاوٹ کی حالت ہو تو ایسی حالت انسانوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ بہر حال ساری قوم بیک وقت ایک ایسی نیند کی حالت میں چلی جائے جبکہ لڑائی ہو رہی ہو اور دشمن سے سخت خطرہ بھی درپیش ہو یہ اعجاز ہے۔ ایک معجزہ ہے۔ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں کے ساتھ ہو جاتا ہے یہ لیکن یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ایک معجزہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص سکون کی کیفیت ان کو اس وقت عطا کی گئی تھی۔

(ماخوذ از درس القرآن بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 6/ رمضان المبارک، 17/ فروری 1994ء صفحہ 106-111)

حضرت بِشرؓ نے غزوہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس زہر آلود بکری کا گوشت کھایا جو ایک یہودی عورت نے تحفۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا۔ جب حضرت بِشر نے اپنا لقمہ نگلا تو اس جگہ سے ابھی ہٹے بھی نہ تھے کہ ان کا رنگ تبدیل ہو کر طَیْلَسَان، یہ کپڑا ہے جس میں سیاہ رنگ زیادہ غالب ہوتا ہے، اس کی طرح ہو گیا۔ درد سے ایک سال تک یہ حالت رہی کہ بغیر سہارے کے کروٹ تک نہ بدل سکتے تھے۔ پھر اسی حالت میں آپؓ کی وفات ہو گئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے، زہر اتنا زیادہ تھا کہ وہیں کھانے کے تھوڑی دیر بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 291، بِشر بن البَراءؓ، داراحیاء التراث العربی 1996ء)

حضرت بشر بن بَراءؓ نے جب وفات پائی تو ان کی والدہ کو شدید دکھ ہوا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بِشر کی وفات بنو سلمہ کو ہلاک کر دے گی اور بنو سلمہ میں سے مرنے والے تو مرتے ہی رہیں گے۔ کیا مردے ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ انہوں نے جو یہ حرکت کی ہے تو یہ حرکت کرنے والے تو ہلاک ہوں گے، لیکن کیا مردے ایک دوسرے کو پہچان لیں گے؟ کیا بِشر کی طرف سلام پہنچایا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے امّ بِشر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جیسے پرندے درختوں پر ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں ویسے ہی جنتی بھی ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد3صفحہ132، فی تنبیھات علیٰ بعض فوائد تتعلق بقصۃ المعراج، دارالکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

مطلب یہ تھا کہ ان کو پہچان لیں گے تو جو فوت ہونے والے ہیں ان کے ہاتھوں مَیں سلام بھیج سکتی ہوں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قبیلہ بنو سلمہ کا کوئی بھی شخص جب وفات پانے والا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو سننے کے بعد حضرت بِشرؓ کی والدہ اس کے پاس جا کر کہتیں کہ اے فلاں! تجھ پر سلام تو وہ جواب میں کہتا تجھ پر بھی۔ پھر وہ کہتیں کہ بِشر کو میرا اسلام کہنا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح جلد4 صفحہ99 کتاب الجنائز باب ما یقال عند من حضرہ الموت، دارالکتب العلمیۃ بیروت2001ء)

کوئی بھی بنو سلمہ کا فوت ہونے والا شخص ہوتا تو آپ ان کے پاس جا کر کہتیں، ان کو سلام پہنچانا۔ بنو سلمہ میں سے تھے۔ پہلے شاید میں نے دشمن کی بات کی۔ دشمنوں والی بات نہیں ہے۔ وہ ان کا کہنے کا انداز ہے کہ بِشر کی وفات بنو سلمہ کو ہلاک کر دے گی۔ کیا مردے ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ یعنی بہت صدمہ ہے ہمارے لیے۔ کیا بِشر کی طرف سلام پہنچایا جا سکتا ہے؟ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر آپ ہر فوت ہونے والے کے ذریعہ یہ پیغام دیتیں کہ وہاں جنت میں جاؤ گے تو سلام پہنچانا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت بِشر کی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں آپؐ کے پاس آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہارے بھائی کے ساتھ میں نے خیبر میں جو لقمہ کھایا تھا اس کی وجہ سے میں اپنی رَگوں کو کٹتا محسوس کرتا ہوں۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد3صفحہ82، باب ذکر مغازیۃ ﷺ، غزوۃ خیبر، دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے تفصیل بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ

یہودی عورت نے صحابہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانور کے کس حصے کا گوشت زیادہ پسند ہے؟ صحابہؓ نے بتایا کہ آپؐ کو دستی کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اس پر اس نے بکرا ذبح کیا اور پتھروں پر اس کے کباب بنائے اور پھر اس گوشت میں زہر ملا دیا خصوصاً بازوؤں میں جس کے متعلق اسے بتایا گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں اور پھر سورج ڈوبنے کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام کی نماز پڑھ کر اپنے ڈیرے کی طرف واپس آ رہے تھے تو آپؐ نے دیکھا کہ آپ کے خیمے کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ بی بی تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ اے ابوالقاسم! مَیں آپ کے لیے ایک تحفہ لائی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ساتھی صحابی سے فرمایا کہ جو چیز یہ دیتی ہے اس سے لے لو۔ اس کے بعد آپؐ کھانے کے لیے بیٹھے تو کھانے پر وہ بھنا ہوا گوشت بھی رکھا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا اور آپ کے ایک صحابی بشیر بن بَراء بن معرور نے بھی ایک لقمہ کھایا۔ بہر حال تاریخ کی کتابوں میں حضرت بِشر بن بَراء کا نام بعض جگہ بشیر بن بَراء بھی لکھا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بشیر بن بَراء یہاں لکھا ہے مراد بِشر بن بَراء ہی ہیں۔ اتنے میں باقی صحابہؓ نے بھی گوشت کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت کھاؤ کیونکہ اس ہاتھ نے مجھے خبر دی ہے کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ یعنی اس کے معنی یہ نہیں کہ آپؐ کو الہام ہوا تھا بلکہ یہ عرب کا محاورہ ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اس گوشت کو چکھ کر مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ پس اس جگہ یہ مراد نہیں ہے۔ اس محاورے کے تحت ہی بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا آپ کا ہاتھ بولا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا گوشت چکھنے پر مجھے معلوم ہوا ہے۔ چنانچہ اگلا فقرہ ان معنوں کی وضاحت کر دیتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ہی اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک دیوار کے متعلق آتا ہے کہ وہ گرنا چاہتی تھی جس کے محض یہ معنی ہیں کہ اس میں گرنے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ پس اس جگہ بھی یہی

مراد ہے۔ یہ محاورۃً بولا گیا ہے۔

پھر آگے آپ فرماتے ہیں کہ اس پر بشیر نے کہا یعنی بِشر بن بَراءؓ نے کہ جس خدا نے آپ کو عزت دی ہے اس کی قسم کھا کر مَیں کہتا ہوں کہ مجھے بھی اس لقمے میں زہر معلوم ہوا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو پھینک دوں لیکن میں نے سمجھا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو شاید آپ کی طبیعت پر گراں نہ گزرے اور آپؐ کا کھانا خراب نہ ہو جائے۔ تسلی مجھے نہیں تھی لیکن مجھے لگ رہا تھا کہ کچھ ہے اور جب آپؐ نے وہ لقمہ نگلا تو میں نے بھی آپؐ کی تتبع میں نگل لیا۔ گو میرا دل یہ کہہ رہا تھا کہ چونکہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ہے اس لیے کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لقمہ نہ نگلیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد بشیر کی طبیعت خراب ہو گئی اور بعض روایتوں میں تو یہ ہے کہ وہ وہیں خیبر میں فوت ہو گئے اور بعض میں یہ ہے کہ اس کے بعد کچھ عرصہ بیمار رہے اور اس کے بعد فوت ہو گئے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گوشت اس کا ایک کتے کے آگے ڈلوایا جس کے کھانے سے وہ کتا مر گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلایا اور فرمایا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کو یہ کس نے بتایا ہے۔ آپؐ کے ہاتھ میں اس وقت بکری کا دست تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس ہاتھ نے مجھے بتایا ہے۔ اس پر اس عورت نے سمجھ لیا کہ آپ پر یہ راز کھل گیا ہے اور اس نے اقرار کیا کہ اس نے زہر ملایا ہے۔

اس پر آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اس ناپسندیدہ فعل پر تم کو کس بات نے آمادہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میری قوم سے آپ کی لڑائی ہوئی تھی اور میرے رشتے دار اس لڑائی میں مارے گئے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مَیں اُن کو زہر دے دوں۔ اگر ان کا کاروبار انسانی کاروبار ہو گا تو ہمیں ان سے نجات حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ واقعی میں نبی ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو خود بچا لے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن کر اسے معاف فرما دیا اور اس کی سزا جو یقیناً قتل تھی اسے نہ دی۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے مارنے والوں اور اپنے دوستوں کے مارنے والوں کو بخش دیا کرتے تھے اور درحقیقت اسی وقت آپؐ سزا دیا کرتے تھے جب کسی شخص کا زندہ رہنا آئندہ بہت سے فتنوں کا موجب ہو سکتا تھا۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 327 تا 329)

بہرحال یہ ایک عام تاثر ہے۔ بعض دشمن یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس زہر سے ہوئی تھی اور تاریخ و سیرت کی بعض کتب نے بھی یہ بحث اٹھائی ہے اور بعض سیرت نگار اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا مقام دینے کے لیے ان روایات کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ اس زہر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی جبکہ حقیقت میں یہ بات درست نہیں ہے۔ اس پر ہمارے ریسرچ سیل نے بھی ایک نوٹ مجھے بھیجا تھا۔

وہ بھی ایسا ہے کہ میں یہاں سنا دیتا ہوں۔ اس کے مطابق وہ کہتے ہیں کہ تاریخ اور سیرت کی کتب ہوں یا حدیث کی، ایک بات مسلّم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہرگز اس زہر کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ جو کوئی ایسا کہتا ہے اول تو وہ ان تمام تر روایات کا علم نہیں رکھتا یا وہ غلطی خوردہ ہے۔ واضح رہے کہ زہر دیے جانے کا

واقعہ غزوہ خیبر کے موقع پر ہوا جو کہ چھ ہجری کے آخری یا سات ہجری کے آخری یا سات ہجری کے اوائل کا واقعہ ہے۔ اور اس کے تقریباً چار سال بعد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ بھرپور زندگی گزاری۔ اسی طرح جس طرح اس سے پہلے جنگوں میں بھی جاتے رہے۔ عبادات اور دیگر معمولات میں بھی رَتی بھر فرق نہیں آیا۔ تقریباً چار سال بعد بخار اور سر درد کی کیفیت طاری ہونا اور اس کے بعد وفات پا جانا اس کو کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ زہر کی وجہ سے چار سال بعد اثر ہوا ہے۔

اصل میں بخاری اور بعض دوسری کتب احادیث میں ایک حدیث ہے جس کے ترجمے کو درست نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ مفہوم نکالا جاتا ہے کہ گویا اسی زہر کی وجہ سے وفات ہوئی تھی حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ بخاری کی وہ حدیث یہ ہے، اس کا ترجمہ بیان کر دیتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں یوں فرماتے تھے کہ عائشہ! اس کھانے کی تکلیف جو مَیں نے خیبر میں کھایا تھا مجھے ہمیشہ محسوس ہوتی رہی اور اب بھی اس زہر سے میں اپنی رگیں کٹتی ہوئی محسوس کر رہا ہوں۔

(صحیح البخاری کِتَابُ المَغَازِي بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَفَاتِهِ حدیث 4428)

یہ وہ حدیث ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ بعض مسلمان مفسرین بھی اور محدثین بھی یہی کہتے ہیں کہ گویا اسی تکلیف کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی۔ اور پھر اسی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بھی تشریح کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے شہید بھی قرار دیا جا سکتا ہے یا بعض کے نزدیک دیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ روایت اس بات کی تائید نہیں کرتی۔ اس میں صرف ایک تکلیف کا اظہار ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا اور ہر کوئی جانتا ہے کہ بعض اوقات کوئی جسمانی تکلیف یا زخم یا بیماری کبھی کبھی خاص خاص موقعوں پر کسی سبب سے باہر آ جاتی ہے۔

خیبر کے موقعے پر جو زہر اور گوشت آپؐ نے کھایا اس کے متعلق روایات کی تفصیل میں جائیں تو یہ بھی ملتا ہے کہ زہر ملا ہوا یہ گوشت آپؐ نے منہ میں ڈال لیا تھا لیکن نگلا نہیں تھا۔ لیکن اگر نگلا بھی تھا تو آپ کی بھرپور زندگی اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ وفات کی وجہ بہرحال یہ نہیں تھی۔ ہاں اس زہر کی وجہ سے معدے کو یا انتڑیوں کو جو نقصان پہنچا تھا وہ بیماری میں زیادہ ہو گیا اور یہ قدرتی بات ہے بعض دفعہ اس طرح ہو جاتا ہے اور منہ میں جانے کی وجہ سے آپ کے حلق یا کوّے پر زخم آ گیا تھا اور کبھی کبھی کھانے کے دوران اس میں تکلیف محسوس فرماتے تھے۔

احادیث میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس میں زہر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو کھانے سے روک دیا تھا اور زہر ملانے والی عورت کو بلا کر پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس لیے زہر ملایا تھا کہ اگر آپ خدا کی طرف سے سچے رسول ہیں تو آپ بچ جائیں گے ورنہ ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی۔ یہودی تو اس کو دیکھنے کے بعد آپؐ کے بچنے کا اعلان کر رہے ہیں اور اس عورت کا تو یہ تھا کہ اتنا خطرناک زہر تھا پھر بھی آپؐ بچ گئے تو آپؐ کے بچ جانے کی وجہ سے بعض روایات میں تو اس عورت کے اسلام قبول کر لینے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جو بھی ہو وہ یہودی تو اس زہر سے نہ مرنے کا اقرار کر رہے ہیں اور

اس کو معجزہ قرار دے رہے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ اس زہر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی یہ ہرگز درست نہیں ہے۔ باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہوں گے۔

اس وقت میں دو مرحومین کا ذکر کرتا ہوں جن کے جنازہ غائب ان شاء اللہ نمازوں کے بعد مَیں پڑھاؤں گا۔ پہلا ہے مکرم نصیر احمد صاحب جو مکرم علی محمد صاحب راجن پور کے بیٹے تھے۔ 21/ نومبر 2019ء کو 63 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے پڑدادا محمد دین صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا۔

آپ تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں مَلْسِیَاں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی مکرم الٰہی بخش صاحب کے ساتھ 1907ء میں بذریعہ خط بیعت کی تھی اور پھر 1908ء کے جلسہ سالانہ قادیان پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق پائی۔ یہ مرحوم نصیر صاحب جو ہیں ان کو راجن پور میں نائب امیر ضلع کے علاوہ نائب زعیم انصار اللہ اور صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ پانچ وقت نماز باجماعت کے پابند تھے۔ بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اُن کا جوائنٹ فیملی سسٹم تھا اور گھر میں موجود تمام بھائیوں، بھتیجوں، بھتیجیوں کو نماز کے اوقات میں بار بار یاددہانی کرواتے تھے۔ فجر کے وقت پوری حویلی کا چکر لگاتے تھے۔ بہت بڑی حویلی تھی۔ اس میں یہ لوگ اکٹھے رہتے تھے۔ مختلف گھر تھے۔ سب کو نماز فجر کے لیے بیدار کرتے تھے۔ تلاوت قرآن کریم خود بھی کرتے تھے اور لوگوں سے بھی اپنے رشتہ داروں سے بھی، جو بھی بچے وغیرہ تھے سب سے پوچھتے تھے اور سُستی میں تلقین کرتے تھے کہ باقاعدہ کیا کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ خود بھی کرنے والے تھے اور اپنے بچوں کو اور رشتے داروں کو جو بھائی بھتیجے تھے ان کو بھی تلقین کیا کرتے تھے اور اسی طرح ایم ٹی اے پر خطبہ باقاعدہ سنتے اور پھر اس بات کو یقینی بناتے تھے کہ سب نے، ان سب مکینوں نے جو ایک ہی حویلی میں رہتے ہیں خطبہ سن بھی لیا ہے کہ نہیں۔ شدید مخالفت کے باوجود تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے اور اگر گھر والے احتیاط کا کہتے کہ حالات ایسے ہیں، احتیاط کریں تو ان کا جواب ہوتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ اس کے بھیجے ہوئے کا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچایا۔ مرحوم موصی تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے خالد احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں جو آج کل مالی (مغربی افریقہ) میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور وہاں میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ اور ان کی نسلوں کو بھی، اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم عطاء الکریم مبشر صاحب ابن میاں اللہ دتہ صاحب کِرتو ضلع شیخوپورہ حال کینیڈا کا ہے۔ 13/ نومبر کو 75 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد مکرم میاں اللہ دتہ صاحب کے ذریعہ آئی تھی جنہوں نے 1934ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور پھر احمدی ہونے کے بعد ساری زندگی وقف کی طرح گزاری۔ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ بہت سے خاندان احمدی کیے اور ساری عمر وقف کی روح کے ساتھ جماعت کی خدمت کی۔ جب تک آپ پاکستان میں تھے تو لاہور میں مختلف جماعتی خدمات کرتے رہے۔

پھر 2007ء میں آپ کینیڈا اشفٹ ہو گئے۔ وہاں اپنی جماعت میں سیکرٹری اشاعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ان کو پھیپھڑوں کی بیماری کی وجہ سے مستقل طور پر آکسیجن لگی ہوئی تھی۔ جب تک صحت نے اجازت دی اپنی وہیل چیئر پر باقاعدگی سے نماز ادا کرنے کے لیے جایا کرتے تھے۔

بیماری کا بڑی ہمت سے مقابلہ کیا، کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ نظامِ جماعت اور خلافت سے اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ بڑا محبت کا تعلق تھا۔ بہت ذہین تھے اور صائب الرائے تھے۔ صاف دل اور کھرے انسان تھے۔ ان کے خاندان کا ہر فرد یہ اظہار کرتا ہے کہ میرے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ ہر ایک سے مخلص اور نفع رساں وجود تھے کبھی کسی کا گلہ شکوہ نہیں کیا۔ ہر ایک کے ساتھ محبت کا دوستانہ تعلق تھا۔

مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے عطاء المنان طاہر صاحب مربی سلسلہ ہیں جو آج کل صدر صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں نائب ناظر ہیں اور وہاں ان کو خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور ایک پوتے جاذب احمد جامعہ احمدیہ کینیڈا میں زیرِ تعلیم ہیں۔ جماعت کے شاعر عبدالکریم قدسی صاحب جو ہیں آپ ان کے بڑے بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو، ان کی نسلوں کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 20/ دسمبر 2019ء جلد 26 شمارہ 81 صفحہ 5 تا 9)

49

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06/ دسمبر 2019ء بمطابق 06/ فتح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج جن بدری صحابی کا مَیں ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت ھِلَالؓ۔ حضرت ھِلَال بن امیہ واقفیؓ ان کا پورا نام ہے۔ یہ انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو واقف سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام امیہ بن عامر اور والدہ کا نام انیسہ بنت ھِدْم تھا جو حضرت کلثوم بن ھِدْمؓ کی بہن تھیں۔ کلثوم بن ھِدْمؓ وہی صحابی ہیں جن کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے موقعے پر قبا میں قیام فرمایا تھا۔

(اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد5 صفحہ380-381 ھِلَالْ بِنْ اُمَیَّۃْ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(معرفۃ الصحابہ جلد4 صفحہ 383 حدیث :2995، ھِلَالْ بِنْ اُمَیَّۃْ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت ھِلَال بن امیہ کی دو شادیوں کا ذکر ملتا ہے ایک فُرَیْعَہْ بنت مَالِک بن دُخْشُم سے جبکہ دوسری مُلَیْکَۃْ بنت عبداللہ کے ساتھ۔ حضرت ھِلَالؓ کی دونوں بیویوں کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 282و285 وَمِنْ نِسَاءِ الْقَوَاقَلَۃ ،اَلْفُرَیْعَہْ بِنْت مَالِکْ/ مُلَیْکَہْ بِنْت عَبْدُاللّٰہ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت ھِلَال بن امیہؓ قدیمی اسلام قبول کرنے والے تھے اور انہوں نے قبیلہ بنو واقف کے بت توڑے تھے اور فتح مکہ کے دن ان کی قوم کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔

(اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد5 صفحہ381 ھِلَالْ بِنْ اُمَیَّۃْ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

حضرت ھِلَال بن امیہؓ کو غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور اسی طرح بعد کے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی تاہم غزوۂ تبوک میں یہ شامل نہ ہو سکے تھے۔ ابن ہشام نے بدری صحابہ کی جو فہرست اپنی کتاب میں درج کی ہے اس میں حضرت ھِلَالؓ کا نام شامل نہیں ہے تاہم بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں انہیں بدری صحابہ میں شمار کیا ہے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ الجزاء السادس صفحہ 428 ھِلَالْ بِنْ اُمَیَّۃْ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)(اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد5 صفحہ381 ھِلَالْ بِنْ اُمَیَّۃْ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمی من اھل بدر)

حضرت ھِلَال بن امیہؓ ان تین انصار صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں بغیر کسی عذر کے شامل نہ ہو

سکے تھے۔ دوسرے دو صحابہ کعب بن مالکؓ اور مُرَارَۃ بن رَبِیعؓ تھے۔ ان کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیت بھی نازل ہوئی تھی کہ

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (التوبۃ:118)

اور ان تینوں پر بھی اللہ توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں تنگی محسوس کرنے لگیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف۔ پھر وہ ان پر قبولیت کی طرف مائل ہوتے ہوئے جھک گیا تا کہ وہ توبہ کر سکیں اور یقیناً اللہ ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(اُسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد5 صفحہ381 ھِلَال بِن اُمَیَّۃ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

غزوۂ تبوک 9ر ہجری میں ہوا تھا اور صحیح بخاری میں اس کے بارے میں ایک تفصیلی روایت بھی ہے جس میں ان تینوں صحابہ کے پیچھے رہ جانے کا تذکرہ بیان ہوا ہے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کے پوتے عبدالرحمٰن اپنے والد عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعبؓ جب نابینا ہو گئے تو وہ انہیں پکڑ کر لے جایا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ یہ جو لمبی روایت ہے یہ حضرت کعبؓ کے حوالے سے ہے۔ حضرت ھِلَال بن امیہؓ جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے ان کا ذکر بیچ میں آ جاتا ہے لیکن یہ ایک روایت ملتی ہے۔

بہر حال وہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالکؓ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا جبکہ وہ پیچھے رہ گئے تھے یعنی تبوک کا واقعہ۔ حضرت کعبؓ نے کہا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی غزوے میں بھی پیچھے نہیں رہا جو آپؐ نے کیا ہو سوائے غزوۂ تبوک کے۔ ہاں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا جو اس جنگ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قریش کے قافلے کو روکنے کے ارادے سے نکلے تھے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے بغیر اس کے کہ جنگ کی ٹھانی ہو ان کو دشمن سے ٹکرا دیا اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ کی رات میں بھی موجود تھا۔ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بدر میں بھی شامل نہیں ہوا تھا لیکن اس میں نہ شامل ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔

بہر حال کہتے ہیں جب ہم نے عقبہ میں اسلام پر قائم رہنے کا پختہ عہد و پیمان کیا تھا اور مَیں نہیں چاہتا کہ اس رات کے عوض مجھے بدر میں شریک ہونے کا موقع ملتا اگرچہ بدر لوگوں میں اس سے زیادہ مشہور ہے اور میری یہ حالت تھی کہ میں کبھی بھی اتنا تنومند اور خوش حال نہیں تھا جتنا کہ اس وقت جبکہ میں آپؐ سے اس غزوہ میں پیچھے رہ گیا تھا یعنی تبوک کے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس سواری کے اونٹ اکٹھے نہیں ہوئے تھے اور اس غزوے کے اثنا میں سواری کے دو اونٹ اکٹھے کر لیے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس

غزوے کا بھی ارادہ کرتے تھے تو آپؐ اس کو مخفی رکھ کر کسی اَور طرف جانے کا اظہار کرتے تھے۔ عمومی طور پر یہ ہوتا تھا کہ جو جنگی strategy ہے اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک تو مخفی رکھا کرتے تھے دوسرے سفر بھی لمبا کیا کرتے تھے یا راستہ بدلتے تھے۔

بہرحال کہتے ہیں کہ جب وہ غزوہ ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے میں سخت گرمی کے وقت نکلے یعنی غزوۂ تبوک میں اور آپؐ کے سامنے دور دراز کا سفر اور غیر آباد بیابان اور جو دشمن تھا بہت بڑی تعداد میں تھا۔ آپؐ نے مسلمانوں کو ان کی حالت کھول کر بیان کر دی تا کہ وہ اپنے حملے کے لیے جو تیاری کرنے کا حق ہے تیاری کریں۔ اس غزوے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز مخفی نہیں رکھی بلکہ بتا دیا کہ فلاں جگہ ہم نے جانا ہے اور فلاں دشمن ہے اس لیے تیاری اچھی طرح کر لو۔ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرف کا بھی بتا دیا جس طرف آپؐ جانا چاہتے تھے اور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکثرت تھے۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے اَور کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو غیر حاضر رہنا چاہتا ہو مگر وہ خیال کرتا کہ اس کا غیر حاضر رہنا آپؐ سے پوشیدہ رہے گا جب تک کہ اس سے متعلق اللہ کی وحی نازل نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غزوہ اس وقت کیا کہ جب پھل پک چکے تھے اور سائے اچھے لگتے تھے یعنی موسم بھی گرم تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں نے بھی سفر کی تیاری شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ میں صبح کو جاتا تا میں بھی ان کے ساتھ سامان کی تیاری کروں، سفر کی تیاری کروں۔ میں واپس لوٹتا اور کچھ بھی نہ کیا ہوتا۔ ارادے سے تو نکلتا تھا لیکن شام کو واپس آ جاتا اور تیاری نہیں ہوتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تیاری کر سکتا ہوں۔ سامان میرے پاس موجود ہے۔ بہرحال کہتے ہیں یہ خیال مجھے لیت و لعل میں رکھتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے تیاری کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح روانہ ہو گئے اور مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے اور میں نے اپنے سفر کی تیاری میں سے کچھ بھی نہ کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپؐ کے جانے کے ایک دن یا دو دن بعد تیاری کر لوں گا اور پھر ان سے جا ملوں گا کیونکہ سفر کی سواری تو میرے پاس موجود تھی اور میں آسانی سے کر سکتا تھا۔ بہرحال کہتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد دوسری صبح گیا کہ سامان تیار کر لوں مگر پھر واپس آ گیا اور کچھ بھی نہ کیا۔ پھر میں اگلے دن یعنی تیسرے دن گیا اور واپس لوٹ آیا اور کچھ بھی فیصلہ نہ کر سکا اور یہی حال رہا یہاں تک کہ لشکر تیزی سے سفر کرتے ہوئے بہت آگے نکل گیا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ کوچ کروں اور ان کو پالوں اور کاش کہ میں ایسا کرتا مگر مجھے اس کی طاقت نصیب نہ ہوئی، مَیں کر نہیں سکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد جب بھی مَیں ان لوگوں میں نکلتا اور ان میں چکر لگاتا تو مجھے یہ بات غمگین کر دیتی کیونکہ جو پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے اکثر مَیں ایسے ہی شخص کو دیکھتا جنہیں بوجہ نفاق کے حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ کہتے ہیں جب مَیں مدینہ کی گلیوں میں نکلتا تو انہی لوگوں کو دیکھتا جن کے بارے میں عام طور پر یہ تاثر تھا کہ ان میں نفاق پایا جاتا ہے یا کمزوروں میں سے ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے معذور ٹھہرایا تھا یا معذور تھے یا ایسے لوگ جو بزدل تھے اور جن کے دل میں نفاق تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے تبوک پہنچنے سے قبل مجھے یاد نہ کیا، میرے بارے میں نہ پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے جب آپؐ نے پوچھا کہ کعب کہاں ہے؟ بنو سلمہ میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اس کو اس کی دو چادروں نے اور اس کی اپنے دائیں بائیں مڑ کر دیکھنے نے روک رکھا تھا یعنی ایک تو شاید پیسہ آ گیا ہے یا کوئی تکبر پیدا ہو گیا ہے اس لیے نہیں آ سکا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے یہ سن کر کہا کیا بُری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔

انہوں نے کہا نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! اس کے متعلق ہمیں اچھا ہی تجربہ ہے۔ کعب کے بارے میں اب تک تو ہمارا تجربہ اچھا ہے۔ نہ اس میں کوئی فخر ہے، نہ تکبر ہے، نہ منافقت ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کہتے تھے کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپؐ جو اس سفر پہ نکلے تھے واپس آ رہے ہیں تو مجھے فکر ہوئی اور میں جھوٹی باتیں سوچنے لگا کہ کس بات سے کل آپؐ کی ناراضگی سے بچ جاؤں۔ کوئی بہانہ کروں اور اپنے گھر والوں میں سے ہر ایک اہل رائے سے میں نے اس بارے میں مشورہ لیا، لوگوں سے بھی پوچھا کہ کیا بہانہ ہو سکتا ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آن پہنچے تو میرے دل سے سارے جھوٹے خیالات کافور ہو گئے۔ سب بہانے نکل گئے۔ سب جھوٹ نکل گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ میں کبھی بھی آپؐ کے غصے سے ایسی بات سے بچنے والا نہیں جس میں جھوٹ ہو۔ اس لیے میں نے آپؐ سے سچ سچ بیان کرنے کی ٹھان لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ جب آپ ﷺ کسی سفر سے آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں دو رکعتیں نفل پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ جاتے۔

جب آپؐ نے یہ کیا تو پیچھے رہ جانے والے لوگ آپؐ کے پاس آ گئے۔ جو نہیں گئے تھے وہ آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عُذر بیان کرنے لگے۔ ہر ایک بہانے کرنے لگ گیا کہ اس کے نہ جانے کی کیا کیا وجہ تھی اور قسمیں کھانے لگے اور ایسے لوگ اَسّی (80) سے کچھ اوپر تھے جو اس قسم کی قسمیں کھا کر، غلط بیانیاں کر کے بہانے کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے عذر بیان کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے ظاہری عذر مان لیے اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کا اندرونہ اللہ کے سپرد کیا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بظاہر تم یہ کہتے ہو تو مان لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کے سامان کرے۔ باقی یہ معاملہ مَیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

پھر کہتے ہیں کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب مَیں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض شخص کی طرح مسکرائے۔ میری طرف دیکھا مسکرائے لیکن اس طرح دیکھنا تھا جس طرح کہ ناراضگی ہوتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے آؤ۔ میں آیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ کس بات نے تمہیں پیچھے رکھا ہے؟ ہمارے ساتھ کیوں نہیں سفر کیا؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! میں ایسا ہوں کہ اگر آپؐ کے سوا دنیا کے لوگوں میں سے کسی اَور کے پاس بیٹھا ہوتا تو مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں ضرور ہی اس کی ناراضگی سے عذر کر کے بچ جاتا کیونکہ مجھے قوت بیان دی گئی ہے۔ مجھے بڑے اچھے بہانے بنانے آتے ہیں میں بچ سکتا تھا مگر اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ اگر مَیں نے آج آپؐ سے کوئی ایسی جھوٹی بات بیان کی

جس سے آپؐ مجھ پر راضی ہو گئے تو عنقریب اللہ آپؐ کو مجھ پر ناراض کر دے گا۔ مَیں بیان کر کے ناراضگی سے بچ تو سکتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو جائے گی اور وہ آپؐ کو بھی پتا لگ جائے گی۔

پھر کہتے ہیں کہ اگر میں آپؐ سے سچی بات بیان کروں گا جس کی وجہ سے آپؐ مجھ پر ناراض ہوں تو میں اس میں اللہ کے عفو کی امید رکھتا ہوں۔ آپؐ سچی بات سے ناراض ہو جائیں گے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے عفو کا سلوک کرے گا۔

پھر حضرت کعبؓ نے عرض کیا کہ نہیں اللہ کی قسم! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا کہ عذر بیان کروں۔ اللہ کی قسم! کوئی عذر نہیں تھا مَیں کبھی بھی ایسا تنومند اور آسودہ حال نہیں ہوا جتنا کہ اس وقت تھا جب آپؐ سے پیچھے رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اس نے سچ بیان کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اٹھو یہاں تک کہ اللہ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کرے۔ یہاں میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ میں اٹھ کر چلا گیا اور بنو سلمہ میں سے بعض لوگ بھی اٹھ کر میرے پیچھے ہو لیے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمیں علم نہیں کہ تم نے اس سے پہلے کوئی قصور کیا ہو اور تم یہ بھی نہ کر سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بہانہ ہی بناتے جبکہ ان کے پیچھے رہنے والوں نے، بہت سارے لوگوں نے جو اَن پڑھ لوگ تھے، آپؐ کے سامنے بہانے بنائے تھے۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے لیے استغفار کر دینا ہی تمہارے اس گناہ بخشانے کے لیے کافی تھا۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ لوگ مجھے ملامت ہی کرتے رہے یہاں تک کہ مَیں نے بھی ارادہ کر لیا کہ لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلا دوں۔ دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤں اور عرض کروں کہ میں نے جو پہلے بات کی تھی وہ غلط تھی اور کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دوں لیکن کہتے ہیں پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا، جو مجھے کہہ رہے تھے کہ تم نے غلط کیا کہ سچی بات بتا دی، واپس جاؤ۔

کہتے ہیں میں نے ان سے، ان لوگوں سے پوچھا جو مجھے بھڑکانے والے تھے یا غلط کام کی طرف ابھارنے والے تھے کہ کیا میرے ساتھ کوئی اَور بھی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا اقرار کیا ہو جیسی باتیں میں نے کی ہیں، سچ سچ بیان کر دیا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ دو اَور شخص ہیں انہوں نے بھی وہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے اور ان کو بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔

میں نے کہا وہ کون ہیں۔ کہنے لگے کہ ایک تو مُرَارہ بن ربیع عَمْرِیؓ ہیں اور دوسرے ہِلَال بن امیہ واقِفِیؓ ہیں۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے ایسے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا جو بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ ان دونوں میں میرے لیے نمونہ تھا۔ جب لوگوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو مَیں ان کے پاس سے چل پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔

جب یہ ذکر ہو گیا کہ ہاں دو شخص اَور ہیں تب مجھے خیال آیا کہ یہ دونوں حقیقی نیک لوگ ہیں، بدر میں بھی شامل ہو چکے ہیں۔ اس لیے میں اب انہی کے ساتھ شامل ہوں گا۔ کوئی غلط بہانہ نہیں کروں گا۔ کہتے ہیں مَیں چلا گیا اور اس دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا یعنی ایک

طرح کا مقاطعہ ہو گیا۔ لوگ ان سے کترانے لگے جو ان لوگوں میں سے تھے جو آپؐ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ گویا کہ ہم سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اس بات پہ جب منع کر دیا گیا تو ہمارے سامنے نہیں آتے تھے، ہم سے بچتے تھے جس طرح ہمیں جانتے ہی نہ ہوں یہاں تک کہ یہ زمین بھی مجھے اوپری نظر آنے لگی۔ وہ نہ تھی جس کو میں جانتا تھا۔ مدینے کی گلیاں یہ شہر یہ زمین میرے لیے بالکل اوپری ہو گئی۔ یہ مجھے وہ چیز نہیں لگ رہی تھی جس کو میں پہلے جانتا تھا۔ لگتا تھا میں ایک نئی جگہ پر آ گیا ہوں کیونکہ لوگ میرے سے کترا رہے تھے۔ بہرحال کہتے ہیں کہ اس حالت پر پچاس راتیں رہے۔ اور جو میرے دوسرے دو ساتھی تھے حضرت ہِلَال بن امیہؓ اور مُرارہ بن ربیع انہوں نے شدید شرمندگی محسوس کی اور ان کا تو یہ حال تھا کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر رونے لگے۔ وہ ہِلَالؓ وغیرہ تو گھروں سے باہر ہی نہیں نکلے۔ حضرت ہِلَالؓ تو گھر میں رہے۔

مستقل گھر میں رہتے تھے اور روتے تھے اور حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میں تو ان لوگوں میں زیادہ جوان تھا اور ان لوگوں سے مصیبت کو زیادہ برداشت کرنے والا تھا۔ میں باہر بھی نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شرکت کرتا تھا۔ میں گھر میں بیٹھ کر روتا نہیں رہا۔ ان کی طرح استغفار نہیں کرتا رہا۔ استغفار کرتا تھا لیکن ساتھ ہی میں باہر بھی نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں بھی شریک ہوتا تھا۔ مسجد بھی آتا تھا۔ بازاروں میں بھی پھرتا تھا مگر مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی جاتا تھا۔ مسجد میں مجلس لگی ہوتی تھی تو وہاں بھی جاتا تھا۔ آپؐ کو سلام کرتا تھا جبکہ آپؐ نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے ہوتے اور اپنے دل میں کہتا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب دینے میں اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں اور آپؐ کے قریب ہو کر نماز پڑھتا اور نظر چرا کر آپؐ کو دیکھتا اور جب نماز پڑھنے لگتا تو آپؐ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپؐ کی طرف توجہ کرتا تو آپؐ مجھ سے منہ پھیر لیتے۔

جب لوگوں کی یہ درشتی مجھ پر طول پکڑ گئی تو میں چلا اور میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کی دیوار کو پھلانگا۔ یہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے تھے۔ کہتے ہیں میں نے ان کو السلام علیکم کہا۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا ابو قتادہؓ میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں؟ وہ خاموش رہے۔

پھر ان سے پوچھا اور ان کو قسم دی تو وہ پھر خاموش رہے۔ پھر تیسری دفعہ ان سے پوچھا اور انہیں قسم دی مگر انہوں نے پھر کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں کہ محبت رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں وہاں سے دیوار پھلانگ کر پھر چلا آیا۔

پھر حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ اس اثنا میں کہ مَیں مدینے کے بازار میں چلا جا رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اہلِ شام کے نَبَطیوں میں سے جو مدینہ میں غلہ لے کر بیچنے کے لیے آئے ہوئے تھے ایک نَبَطِی کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کا کون بتائے گا؟ یہ سن کر لوگ اس کو اشارے سے بتانے لگے۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسّان کے بادشاہ کی طرف سے ایک خط مجھے دیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ اَمَّا بَعْدُ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تمہارے

ساتھ سختی کا معاملہ کر کے تمہیں الگ تھلگ چھوڑ دیا ہے اور تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے گھر میں پیدا نہیں کیا جہاں ذلّت ہو اور تمہیں ضائع کر دیا جائے۔ تم ہم سے آ کر ملو۔ ہم تمہاری خاطر مدارات کریں گے۔ کہتے ہیں جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ میں وہ خط لے کر تنور کی طرف گیا اور اس میں اس کو ڈال دیا۔

جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزریں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لانے والا میرے پاس آ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے فرماتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا کہ اس سے الگ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں ساتھیوں کو بھی، دوسرے جو دو ساتھی تھے، (حضرت ھِلَالؓ اور مُرارہؓ) ان کو بھی ایسا ہی کہلا بھیجا۔ کہتے ہیں میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور اس وقت تک انھیں کے پاس رہنا کہ اللہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کرے۔

حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ پھر ھِلَال بن امیہؓ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ جن صحابی کا مَیں یہ ذکر بیان کر رہا ہوں ان کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہؐ! ھِلَال بن امیہؓ بہت بوڑھا ہے۔ اس کا کوئی ملازم نہیں ہے۔ اگر میں اس کی خدمت کروں تو آپؐ ناپسند تو نہیں فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ٹھیک ہے خدمت کرتی رہو۔ کھانا پکانا، گھر کا کام کرنا وہ کرتی رہو لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! اس کو تو کسی بات کی تحریک ہی نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! وہ اس دن سے آج تک رو رہا ہے۔ اس نے کیا کہنا ہے۔ جب سے اس کو سزا ملی ہے، مقاطعہ ہوا ہے، جب سے اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ تو اس دن سے بیٹھا رو رہا ہے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میرے بعض رشتے داروں نے مجھ سے کہا کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق ایسی ہی اجازت لے لو جیسے حضرت ھِلَال بن امیہؓ کی بیوی کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کو مل گئی تو تمہیں بھی مل جائے گی۔

میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی اس بارے میں اجازت نہ لوں اور مجھے کیا معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کے بارے میں کیا جواب دیں۔ حضرت ھِلَالؓ تو بوڑھے آدمی ہیں اَور میں جوان آدمی ہوں۔ اس کے بعد کہتے ہیں مَیں دس راتیں اَور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ہمارے لیے پچاس راتیں اس وقت سے پوری ہوئیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کیا تھا۔

جب پچاسویں رات کی صبح کو نماز فجر پڑھ چکا اور میں اس وقت اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر تھا اور اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے یعنی میری جان مجھ پر تنگ ہو چکی تھی اور زمین بھی باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی تھی تو اس اثنا میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر، جو مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ کا نام ہے، وہاں چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو! کہتے ہیں میں یہ سن کر سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ مصیبت دور ہو گئی ہے۔ اگر اس نے جو مجھے پکارا ہے، بشارت دی ہے تو یقیناً میری بریت کا کوئی سامان ہو گیا ہے، مصیبت دُور ہو گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ نے مہربانی کر کے ہماری غلطی کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سن کر لوگ ہمیں خوش خبری دینے لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوش خبری دینے والے گئے یعنی حضرت ہِلَالؓ اور دوسرے ساتھی کی طرف اور ایک شخص میرے پاس گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا۔

اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھوڑے سے زیادہ جلدی پہنچنے والی تھی۔ جب وہ شخص میرے پاس بشارت دینے آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتارے اور اس کو پہنائے اس لیے کہ اس نے مجھے بشارت دی تھی۔ اور اللہ کی قسم! اس وقت اس کے سوا میرے پاس اور کچھ تھا نہیں۔ جو میرے پاس اس وقت تھا وہ دو کپڑے تھے اور میں نے دو اَور کپڑے عاریتاً لیے۔ کسی سے مانگے پھر اور انہیں پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا اور لوگ مجھے فوج در فوج ملتے اور توبہ کی قبولیت کی وجہ سے مجھے مبارک باد دیتے۔ کہتے تھے کہ تمہیں مبارک ہو جو اللہ نے تم پر رحم کر کے توبہ قبول کی ہے۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ آخر مَیں مسجد پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں اور آپؐ کے ارد گرد لوگ ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھ کر میرے پاس دوڑے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

مہاجرین میں سے ان کے سوا بخدا کوئی شخص بھی میرے پاس اٹھ کر نہیں آیا اور طلحہؓ کی یہ بات میں کبھی بھی نہیں بھولوں گا۔ اور حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو نہایت ہی اچھے دن کی، ان دنوں میں سے جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا ہے جو تم پر گزرے ہیں۔ کہتے تھے کہ میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بشارت آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو آپؐ کا چہرہ ایسا روشن ہو جاتا کہ گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس سے آپؐ کی خوشی پہچان لیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! مَیں اس توبہ کے قبول ہونے کے عوض اپنی جائیداد سے دست بردار ہوتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر صدقہ ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جائیداد میں سے کچھ اپنے لیے بھی رکھو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! اللہ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں ہمیشہ ہی سچ بولا کروں گا جب تک کہ میں زندہ رہوں گا کیونکہ میں اللہ کی قسم! مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو سچی بات کہنے کی وجہ سے اس خوبی کے ساتھ آزمایا ہو جس خوبی سے میری آزمائش کی ہے۔ اس وقت سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصل واقعہ بیان کیا میں نے آج تک عمداً جھوٹ نہیں بولا اور پھر یہ کہتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ آئندہ بھی جب تک زندہ ہوں مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

پھر کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل کی اور اللہ نبی پر اور مہاجرین اور

انصار پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جنہوں نے تنگی کے وقت اس کی پیروی کی تھی، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہو جاتے۔ پھر بھی اس نے ان کی توبہ قبول کی یقیناً وہ ان کے لیے بہت ہی مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بہر حال کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی، کبھی بھی اس نے کوئی انعام میرے نزدیک اس سے بڑھ کر نہیں کیا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ بیان کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں ہلاک ہو جاتا جیسا کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں نہایت ہی نفرت آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں جو اس نے کسی کے لیے استعمال کیے ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا جب تم ان کی طرف لوٹو گے وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔ اللہ ان بدعہد لوگوں سے کبھی خوش نہیں ہو گا۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ ہم تینوں کا فیصلہ ان لوگوں کے فیصلے سے زیادہ مؤخر رکھا گیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر قبول کیا تھا۔ جب انہوں نے آپؐ کے سامنے قسمیں کھائیں اور آپؐ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے فیصلے کو ملتوی کر دیا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا۔ سو وہ یہی بات ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبۃ:118)

کہتے ہیں کہ یہ غزوہ سے ہمارا پیچھے رہنا نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ تین جو پیچھے رہ گئے تھے۔ اس سے مراد ہمارا غزوے سے پیچھے رہنا نہیں تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے سے ہمیں ان لوگوں سے پیچھے رکھا گیا تھا۔ اس سے یہ مراد ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قسمیں کھائی تھیں یعنی ہم ان قسمیں کھانے والوں سے اور جھوٹ بولنے والوں سے علیحدہ تھے۔ یہ اس کا مطلب ہے نہ یہ کہ جنگ سے پیچھے رہ گئے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ یہ غزوہ سے ہمارا پیچھے رہنا نہیں تھا بلکہ اللہ کے فیصلے سے ہمیں ان لوگوں سے پیچھے رکھنا مراد ہے کہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قسمیں کھائی تھیں اور آپؐ کے پاس معذرتیں کی تھیں اور آپؐ نے ان کی معذرت قبول کر لی تھی۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی بَابُ حَدِيْثُ كَعْب بِنْ مَالِك حدیث4418)
(فرہنگ سیرت صفحہ 153 مطبوعہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی)

حضرت ھِلَال بن امیہؓ امیر معاویہ کے دَورِ حکومت میں فوت ہوئے تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ الجزء السادس صفحہ 428 ھِلَالْ بِنْ اُمَيَّةْ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

غزوۂ تبوک کے بارہ میں ایک اَور مختصر نوٹ بھی ہے وہ بھی پڑھ دیتا ہوں۔ پہلے بتا بھی چکا ہوں ایک دفعہ مزید مختصر دوبارہ بیان کر دیتا ہوں کہ تبوک مدینے سے شام کی اس شاہراہ پر واقع ہے جو تجارتی قافلوں کی عام گزرگاہ تھی اور یہ وادیٔ القریٰ اور شام کے درمیان ایک شہر ہے۔ اسے اَصْحَابُ الْاَیْکَۃ کا شہر بھی کہا گیا ہے جن کی

طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مَدْیَنْ کے رہنے والے تھے اور آپؑ مَدْیَنْ کے ساتھ اَصْحَابُ الْاَیْکَہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے تھے۔

(معجم البلدان جلد دوم صفحہ 17 دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور مدینے سے اس کا فاصلہ کم و بیش پونے چار سو میل ہے۔ غزوہ تبوک کے اَور نام بھی ہیں اس کو غَزْوَۃُ الْعُسْرَۃْ یا جَیْشُ الْعُسْرَۃْ بھی کہتے ہیں یعنی تنگی والا غزوہ اور تنگی والا لشکر۔ غَزْوَۃُ الْفَاضِحَۃْ بھی کہتے ہیں وہ جنگ جو منافقین کو ذلیل و رسوا کرنے والی تھی۔

(شرح العلامۃالزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 4صفحہ66 ثم غزوۃ تبوک، دار الکتب العلمیۃ بیروت1996ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلا تبلیغی خط قیصرِ روما کو لکھا اور اس کو لکھ کر اس وقت بُصْرٰی کا جو عیسائی گورنر حارث بن ابو شمر غسانی تھا، کو یہ خط بھجوایا۔ چنانچہ جب اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو اس نے عداوت کا اظہار کیا اور مدینے پر حملہ کی دھمکی دی جس کی وجہ سے مدینے کے لوگوں کو ایک عرصے تک یہ توقع رہی کہ وہ کسی وقت مدینے پر حملہ کرے گا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 802)

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہٗ لحال زوجھا حدیث4913)

اس جنگ کی تیاری کا سبب یہ امر بنا کہ شام کے نِبَطِی قبیلہ کے لوگ جو تیل کی تجارت کے لیے مدینہ سفر کرتے تھے ان کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ قیصر روم کا ایک لشکر قیصر کے ساتھ ملک شام میں اکٹھا ہوا ہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق عرب کے عیسائیوں نے قیصر کی طرف لکھا کہ یہ شخص جو مدعی نبوت ہے یہ ہلاک ہو گیا ہے (نعوذ باللہ) تو مسلمانوں کو قحط نے آلیا ہے جس کے نتیجے میں ان کے جانور ہلاک ہو گئے ہیں۔ اس پر قیصر نے ایک عظیم سپہ سالار کی قیادت میں کئی قبائل، کے جنگجوؤں پر مشتمل چالیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر جرار تیار کیا جو بَلْقَاء (جو ملک شام کا ایک شہر ہے) کے مقام پر جمع ہوا۔

اس خبر میں بہر حال کسی قسم کی صداقت نہیں تھی لیکن یہ خبر جو تھی وہ جنگ کی تیاری کا سبب بن گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی اس وقت لوگوں میں طاقت نہیں تھی تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کُوچ کا اعلان کروایا اور انہیں اس جگہ کے بارے میں آگاہ کر دیا جس طرف سفر کرنا تھا تا کہ وہ اس کے لیے تیاری کر سکیں۔ یہ شرح علامہ زرقانی میں لکھا ہے۔

(شرح العلامۃالزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 4صفحہ67-68،ثم غزوۃ تبوک، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)(لغات الحدیث جلد1 صفحہ 174)

صحابہ کا ایثار اور منافقوں کی سازشیں بھی اس میں ظاہر ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوے کے لیے تیاری کا اعلان فرمایا ہی تھا کہ مدینے میں ایک گہما گہمی شروع ہو گئی۔ جو صحابہ وسائل رکھتے تھے وہ اپنی استطاعت کی انتہائی حدوں تک قربانیاں پیش کر رہے تھے۔ جو مجبور تھے ان کا جوش و جذبہ اس قدر عروج پر تھا کہ سینکڑوں میل کے سفر کے لیے پاپیادہ چلنے پر آمادہ تھے اور تیار تھے۔ اس مہم میں وسائل پیش کرنے کے لیے کوئی

گھر کی طرف بھاگ رہا تھا تو کوئی اپنے اثاثے اکٹھے کر رہا تھا اور اپنے آقاؐ کے حضور زیادہ سے زیادہ دینے کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ بہر حال کوئی اپنے مکانوں کی تلاشی لے رہا تھا کہ کچھ ملے تو مَیں اس کے ذریعہ سے غزوے میں شامل ہوں اور پیدل چلنے کے لیے بھی لوگ تیار تھے بلکہ بعض لوگوں کے پاس تو جوتیاں نہیں تھیں۔ ایسے لوگ جو تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں پیدل چلنے کے لیے جوتیاں ہی مل جائیں تو ہم پیدل چلنے کو بھی تیار ہیں۔ اگر ہمارے ننگے پیر ہیں تو ہمیں بالکل نہیں کہ ہمارے پیر زخمی ہو جائیں گے اور ہم پہنچ نہیں سکیں گے۔ اس وقت وہ حالت تھی کہ ان کو وہ بھی مہیا نہیں ہو سکتی تھیں۔

بہر حال ہر ایک اپنی اپنی جگہ اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے کے لیے تیار تھا۔ حضرت عمرؓ کو خیال تھا کہ آپ کے گھر میں کافی مال ہے۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ حضرت ابو بکرؓ سے سبقت لے جانے کا آج موقع ہے تو آپؓ نے اپنا آدھا مال لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آدھا مال لایا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا سارا سامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پوچھا کہ اپنے گھر کے لیے کیا چھوڑ کے آئے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رشک کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم! میں حضرت ابو بکرؓ سے کسی شَے میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب رجاؤہ ان یکون ابوبکر ممن یدعی...الخ حدیث 3675)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

"ایک دفعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ کی ضرورت بتلائی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کا کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔ آپؐ نے پوچھا ابو بکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں کہا "اللہ اور اس کا رسول۔" اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نصف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عمرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب دیا کہ نصف۔" حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس پر "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر کے فعلوں میں جو فرق ہے وہی ان کے مراتب میں فرق ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 95)

حضرت ابو بکرؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا جو کل مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کی مالیت اس موقع پر چار ہزار درہم تھی۔

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد 4 صفحہ 69 ثم غزوۃ تبوک، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

حضرت عثمانؓ نے بھی اونٹوں اور گھوڑوں اور نقد کی قربانی پیش کی تھی۔ اس قربانی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ اس عمل کے بعد اب عثمانؓ کے کسی عمل پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن کے بعد عثمانؓ جو

بھی عمل کرے گا وہ اسے ضرر نہیں پہنچائے گا۔ یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ فرمائی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی عد عثمان تسمیة شهیدا ... الخ حدیث 3700-3701)

(شرح العلامۃ الزرقانی علی المواهب اللدنیة جلد 4 صفحہ 68-69، غزوۃ تبوک، دار الکتب العلمیة بیروت 1996ء)

حضرت ابو عَقِیلؓ ایک صحابی تھے ان کے پاس غزوہ میں دینے کے لیے کچھ نہیں تھا تو انہوں نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک جگہ رات کو اجرت پہ کام کر کے، مزدوری پہ کام کر کے کھیت کو پانی لگانے کا معاملہ ایک شخص سے طے کیا اور ساری رات رسی کھینچ کھینچ کر کنویں سے پانی نکالتے رہے اور کھیت کو سیراب کرتے رہے۔ اس کے بدلے میں ان کو دو صاع یعنی تقریباً چار پانچ کلو کھجوریں ملیں۔ انہوں نے آدھی اس میں سے اپنے بیوی بچوں کے لیے دے دیں اور آدھی لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اس موقع پر اپنا نصف مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جس کی مالیت چار ہزار چار سو درہم تھی۔ جب حضرت عاصم بن عدیؓ نے سو وسق، (ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع اڑھائی کلو کا، کچھ کم اڑھائی سیر کا ہوتا ہے) کھجوریں پیش کیں تو منافقوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ ریاکاری ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی۔ اس بارے میں یہ بھی بتا دوں کہ تقریباً یہ کھجوریں جو حضرت عاصمؓ نے پیش کیں چودہ ہزار کلو یا چودہ ٹن بنتی ہیں تو اسی پہ منافقوں نے کہا کہ دکھاوا ہے۔ یہاں یہ بھی وضاحت کر دوں گذشتہ خطبے میں مَیں نے غلطی سے ایک calculation میں چھ سو کلو کھجور کا کہا تھا وہ چھے سو نہیں چھ ہزار کلو تھی۔ بہر حال جب منافقوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ ریاکاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں یہ آیت نازل فرمائی

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبۃ:79)

کہ وہ لوگ جو مومنوں میں سے دلی شوق سے نیکی کرنے والوں پر صدقات کے بارے میں تہمت لگاتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو اپنی محنت کے سوا اپنے پاس کچھ نہیں پاتے۔ پس وہ ان سے تمسخر کرتے ہیں اللہ ان کے تمسخر کا جواب دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب مقدر ہے۔

(اُسد الغابة فی معرفة الصحابة جلد 6 صفحہ 215 ، ابو عقیل، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(لغات الحدیث جلد چہارم صفحہ 487 ''وسق''۔ لغات الحدیث جلد دوم صفحہ 648 ''صاع'')

یہ ان منافقوں کے لیے یا ان لوگوں کے لیے ہے جو ایسے الزام لگانے والے ہیں۔ بہر حال یہ حضرت ھِلَال بن امیہؓ کے ضمن میں یہ بات آئی، بیان ہوئی۔ ابھی حضرت ھِلَال بن امیہؓ کے ذکر کا کچھ اَور بھی حصہ ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت شعبہ وقفِ نو کی طرف سے ایک اعلان بھی ہے کہ انہوں نے وقف نو کی waqfenauintl.org کے نام سے ایک ویب سائٹ بنائی ہے جس کا آج ان شاء اللہ اجرا بھی ہو گا۔ اس ویب سائٹ پر والدین اپنے ہونے والے بچے کو وقف نَو میں شامل کرنے کے لیے لکھے گئے خطوط کے متعلق اور ان کے جوابات کے متعلق شعبہ سے

براہ راست رابطہ کر کے رہ نمائی لے سکتے ہیں۔

پھر والدین واقفین نَو کی تعلیم و تربیت کے لیے جو میری ہدایات ہیں اور رہ نمائی ہے اس سے متعلق معلومات لے سکتے ہیں۔ پھر ویب سائٹ پر خلفائے سلسلہ کے خطبات اور خطابات اور واقفین نَو کا نصاب اور ان کا جو رسالہ ہے۔ لڑکوں کا 'اسماعیل' اور لڑکیوں کا 'مریم' ان کے میگزین کے شمارے بھی اس میں دیکھ سکتے ہیں۔ پھر واقفین نو کو اس پہ کیریئر پلاننگ کی رہ نمائی بھی مل سکتی ہے۔

پھر ویب سائٹ پر تجدیدِ وقف اور شعبہ وقفِ نو کے ساتھ اپنے رابطے کو قائم رکھنے اور اَپ ٹو ڈیٹ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ پھر واقفین نو کو جماعت کی ضروریات کے حوالے سے معلومات بھی مل سکتی ہیں اور یہ کہ وہ کس طرح کی تعلیم حاصل کریں تا کہ جماعت کی احسن رنگ میں خدمت کر سکیں۔ پھر سیکرٹریان وقف نَو اور انتظامیہ کی رہ نمائی کے لیے معلومات اور رپورٹ فارم بھی اس پہ موجود ہوں گے۔

پھر واقفین نَو کے بعض سوالات جو مختلف وقتوں میں انہوں نے میری کلاسوں وغیرہ میں کیے ہیں ان کے ویڈیو کلپس بھی موجود ہیں۔ پھر تحریک وقفِ نو کا تعارف اور شعبہ وقف نو کے ساتھ مستقل رابطہ میں رہنے کے لیے معلومات بھی موجود ہیں۔ پھر مختلف ممالک میں وقف نَو کے حوالے سے ہونے والے پروگراموں کی رپورٹ اور تصویری جھلکیاں بھی اس میں دستیاب ہوں گی۔ بہر حال یہ ویب سائٹ آج سے شروع ہو گی ان شاء اللہ۔ اور جو واقفینِ نو ہیں اور جو واقفینِ نو کے والدین ہیں وہ ضرور اس سے استفادہ کریں۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 24/ دسمبر 2019ء تا 02/ جنوری 2020ء جلد 26 شمارہ 82 تا 84 صفحہ 05 تا 09)

50

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13 / دسمبر 2019ء بمطابق 13 / فتح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں مَیں حضرت ہِلَال بن امیہؓ کا ذکر کر رہا تھا اور اس ذکر میں غزوۂ تبوک کا بھی ذکر آ گیا۔ حضرت ہِلَالؓ ان تین پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے جو اس غزوے میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوے سے واپسی پر ان لوگوں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کچھ سزا دی جس پر یہ تینوں بڑے بے چین تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے استغفار اور توبہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان تین صحابہ کی گریہ وزاری جن میں حضرت ہِلَالؓ بھی شامل تھے اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہوئی اور ان کی معافی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔ بہر حال اس بارے میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ صحابہؓ نے اس غزوے کی تیاری کے لیے کس قدر قربانیاں دی تھیں اور یہ بھی ذکر تھا کہ بعض اَور لوگ جن کے دلوں میں نِفاق تھا اس میں شامل نہیں ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جھوٹے عذر پیش کیے۔ بعض نے شروع میں جانے سے انکار کیا اور آپؐ نے ایسے منافقوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑا۔ اس تسلسل میں کچھ اَور باتیں ہیں جو مَیں اس وقت پیش کروں گا۔

وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کو ترجیح دے رہے تھے ان میں ایک شخص جدّ بن قیس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم رومیوں سے جنگ کے لیے ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟ اس نے یہ بہانہ بنایا کہ وہ عورتوں کی وجہ سے فتنے میں پڑ سکتا ہے اس لیے اسے آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا اور اسے اجازت دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی کہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۔
(التوبۃ:49)

اور ان میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے رخصت دے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ خبردار وہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو ہر طرف سے گھیر لینے والی ہے۔

مدینے کے ایک یہودی کا نام سُوَیْلَمْ تھا۔ وہ مدینہ کے علاقے جَاسُوْمْ میں مقیم تھا جس کو بِئْرِ جَاسِمْ بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینے میں شام کی سمت اَبُو الْهَيْثَمْ بن تَيِّهَان کا کنواں تھا۔ اس کا پانی بہت عمدہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پانی کو پیا اور پسند فرمایا۔

اس یہودی کا گھر منافقوں کا گڑھ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ منافقین وہاں اکٹھے ہو رہے

ہیں اور وہ لوگوں کو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے سے روک رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے جا کر ان باتوں کے بارے میں پوچھو جو انہوں نے کہی ہیں۔ اگر وہ ان سے انکار کریں تو انہیں بتا دینا کہ مجھے خبر پہنچی ہے تم نے یہ یہ کہا ہے۔ جب حضرت عمارؓ وہاں پہنچے اور انہوں نے وہ سب کہا تو وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر معذرتیں کرنے لگے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 597 غزوۃ تبوک، دار ابن حزم بیروت 2009ء) (السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 186، ذکر مغازیہ ﷺ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء) (الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 390 ذکر البئار التی شرب منھا رسول اللہ ﷺ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(فرہنگ سیرت صفحہ84 مطبوعہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

ان کی اس حالت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ: يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ (التوبہ:64تا66)

کہ منافق ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی سورت نازل نہ کر دی جائے جو ان کو اس سے مطلع کر دے جو ان کے دلوں میں ہے۔ تُو کہہ دے کہ بے شک تمسخر کرتے رہو۔ یہ ڈرنے کا ذکر بھی تمسخرانہ انداز میں کرتے ہیں۔ اللہ تو یقیناً ظاہر کر کے رہے گا جس کا تمہیں خوف ہے اور اگر تُو ان سے پوچھے تو ضرور کہیں گے کہ ہم تو محض گپ شپ میں محو تھے اور کھیلیں کھیل رہے تھے۔ تُو پوچھ کیا اللہ اور اس کے نشانات اور اس کے رسول سے تم استہزا کر رہے تھے؟ کوئی عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے کسی ایک گروہ سے درگزر کریں تو کسی دوسرے گروہ کو عذاب بھی دے سکتے ہیں۔

اس لیے کہ وہ یقیناً مجرم ہیں۔ بہرحال اس وقت یہ حالات تھے۔ کچھ جانے سے پہلے منصوبے بن رہے تھے کہ نہ جایا جائے۔ منافقین ان میں شامل تھے یہودی ان کو ابھار رہے تھے۔ کچھ ویسے بہانے بناتے رہے اور بعد میں واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہانے بنائے۔ بہرحال آپؐ نے ان کا معاملہ اللہ پہ چھوڑا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینے کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہر سفر اور ہر وادی میں تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جبکہ وہ مدینے میں ہیں تو پھر کس طرح ساتھ ہو گئے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہی ہیں مگر انہیں کسی عذر نے یا کسی مرض نے روک لیا تھا۔

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد4صفحہ263 مسند انس بن مالکؓ حدیث 12032 مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان1998ء) (مسند الامام احمد بن حنبل جلد5صفحہ132 مسندجابر بن عبداللہؓ حدیث 14731 مطبوعہ عالم الکتب بیروت لبنان1998ء)

یہ لوگ ایسے تھے جن کا عذر بھی جائز تھا اور ان کا مرض تھا یا کوئی وجہ بن گئی جس کی وجہ سے باوجود خواہش کے وہ نہیں جا سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ساتھ ہی رکھا۔

تبوک سے واپسی کے سفر میں ایک موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جلدی جا رہا ہوں۔ پس تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ جلدی چلے اور جو چاہے ٹھہر جائے یعنی آرام سے پیچھے آتا رہے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہمیں مدینہ دکھائی دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طَابَۃ ہے یعنی پاکیزہ اور خوشگوار اور یہ احد ہے یہ ایسا پہاڑ ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے گھروں میں بہترین گھر بَنُو نَجَّار کا گھر ہے۔ پھر بَنُو عَبْدُ الْاَشْھَل کا گھر ہے پھر بنو عبد الحارث بن خَزْرَج کا گھر ہے۔

پھر بنو سَاعِدَہ کا گھر اور آپؐ نے انصار کے سب گھروں کو اچھا قرار دیا۔ حضرت سَعد بن عُبادہؓ ہم سے آ ملے۔ راوی بیان کر رہے ہیں تو ابواُسَید نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے گھروں کی فضیلت بیان کی ہے اور ہمیں آخر پر رکھا ہے۔

حضرت سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے انصار کے گھروں کی فضیلت بیان کی ہے اور ہمیں آخر پر رکھا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تم خیر والوں میں سے ہو؟ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ 1392)

واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے مدینہ کے لوگ کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے مدینے سے باہر ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کے پاس آئے، وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مدینہ کے قریب ایک مقام ہے اور مدینہ سے مکہ جانے والوں کو اس مقام تک آ کر الوداع کہا جاتا تھا۔

اس لیے اس کو ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کہتے تھے۔ مؤرخین، سیرت نگاروں کے نزدیک جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے ہجرت کر کے جب آپؐ قبا کی طرف سے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے اس جانب بھی ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع تھی۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق وہاں مدینہ کے بچوں نے آپ کا استقبال کیا اور لڑکیاں یہ گا رہی تھیں کہ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَامَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعِ

کہ چودھویں کی رات کا چاند ہم پر ثنیۃ الوداع کی جانب سے طلوع ہوا۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہو گیا ہے جب تک کہ اللہ کا کوئی نہ کوئی پکارنے والا رہے گا۔ کچھ شارحینِ حدیث جیسے علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری ہیں۔ بخاری کی شرح لکھی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عین ممکن ہے کہ جن اشعار کا ذکر حضرت عائشہؓ سے بیان کردہ روایت میں ہے، جو میں نے پڑھی ہے۔ ان کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت

سے ہو کیونکہ اس وقت ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مقام پر لوگوں اور بچوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا کیونکہ ملک شام کی جانب سے آنے والوں کا استقبال اسی جگہ سے کیا جاتا تھا۔ جب اہل مدینہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک سے واپسی کا علم ہوا تو وہ خوشی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے مدینے سے باہر اس مقام پر نکلے جیسا کہ حضرت سَائِبْ بن یَزید بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں بھی دوسرے بچوں کے ساتھ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع گیا تھا جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ امام بیہقی نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ بچوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اشعار کے ذریعہ استقبال کیا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس تشریف لائے تھے۔

(معجم البلدان الجزء 2 صفحه 100 ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)(ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ403-404 مطبوعہ اورینٹل پبلی کیشنز لاہور 2007ء)

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 267)

بہر حال مؤرخین اور سیرت نگاروں کی دونوں قسم کی آرا موجود ہیں یعنی بعض کے نزدیک یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت اور بعض کے نزدیک غزوۂ تبوک سے واپسی پر یہ اشعار پڑھے گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب کسی سفر سے مدینہ واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کرتے۔ چنانچہ جب آپؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں چاشت کے وقت داخل ہوئے اور پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی۔

(مسند الامام احمدبن حنبل جلد5صفحه414 مسند كعب بن مالكؓ حديث 15865 مطبوعه عالم الكتب بيروت 1988ء)

نماز کے بعد آپؐ لوگوں کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوئے اس کے بعد دو نفل پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ گئے اور اس وقت وہ لوگ بھی آپؐ سے ملنے کے لیے آئے جو عمداً پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ جو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کے پیچھے رہنے والے تھے وہ آپؐ کے سامنے اپنا کوئی نہ کوئی عذر پیش کرتے۔ ایسے لوگوں کی تعداد جو تھی اسّی کے قریب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے عذروں کی حقیقت جانتے ہوئے بھی یہ جانتے تھے کہ یہ غلط عذر کر رہے ہیں اس کے باوجود ان کے ظاہری بیانات کو قبول فرماتے اور ان سے درگذر فرماتے رہے اور ان کی بیعت بھی لیتے رہے اور ان کے لیے استغفار بھی کرتے رہے۔

(ماخوذ از صحيح البخاری كتاب المغازی باب حديث كعب بن مالك حديث4418)

لیکن جیسا کہ پہلے تفصیلی ذکر ہو چکا ہے حضرت ہِلَال بن امیہؓ حضرت مُرارہ بن ربیعؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ نے کوئی جھوٹا عذر نہیں کیا اور اس کی وجہ سے کچھ عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو برداشت کیا۔ بڑے روتے رہے، گڑگڑاتے رہے، اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے جھکے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی توبہ قبول کرنے کا اعلان بھی فرما دیا۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہو گا وہ حضرت مُرارہ بن ربیع عَمْرِیؓ ہیں۔ حضرت مُرارہؓ کے والد کا نام رَبِیع بن عَدِی

تھا۔ ان کے والد کا نام رِبْعِیّ اور رَبِیْعَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت مُرارہ بن ربیع عَمرِیؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ اَوس کے خاندان بنو عمرو بن عوف سے تھا جبکہ ایک روایت کے مطابق ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف کے اتحادی قبیلہ قُضَاعَہ سے تھا۔ قُضَاعَہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو مدینے سے دس منزل پر وادی القریٰ سے آگے واقع ہے اور مدائنِ صالح کے مغرب میں آباد ہے۔

(اُسدالغابة فی معرفة الصحابة جلد5 صفحہ129 مُرَارَۃ بِنْ رَبِیْع دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابة جلد6صفحہ52 مُرَارَۃ بِنْ رَبِیْع دارالکتب العلمیہ بیروت1995ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ237 مطبوعہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حضرت مُرارہؓ کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ امام بخاریؒ اور صحابہؓ کے حالات پر مشتمل کتب میں ان کے غزوۂ بدر میں شامل ہونے کا تذکرہ ملتا ہے جبکہ ابن ہشام نے بدری صحابہ کی فہرست میں ان کا نام درج نہیں کیا۔ یہ ان تین انصار صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو سکے تھے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت بھی نازل فرمائی تھی کہ

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔

(التوبہ:118)

اور ان تینوں پر بھی اللہ توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جو پیچھے چھوڑ دیے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں تنگی محسوس کرنے لگیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف پھر وہ ان پر قبولیت کی طرف مائل ہوتے ہوئے جھک گیا تا کہ وہ توبہ کر سکیں۔ یقیناً اللہ ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جیسا کہ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ یہ تینوں پیچھے رہ جانے والے صحابہ حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ھِلَال بن امیہؓ تھے اور یہ تینوں انصار سے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالك حدیث4418)

(اُسدالغابة فی معرفة الصحابة جلد5 صفحہ129 مُرَارَۃ بِنْ رَبِیْع دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

اس حوالے سے حضرت مُرارہؓ کا علیحدہ کوئی بیان نہیں ہے حضرت کعب بن مالکؓ کا ہی تفصیلی بیان ہے جو حضرت ھِلَال بن امیہؓ کے تعلق میں گذشتہ خطبے میں بیان کر چکا ہوں اس لیے دوبارہ یہاں بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَانؓ۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور ابو غَزْوَان تھی۔ حضرت عُتْبَہؓ قبیلہ بَنُو نَوفَل بن عَبْدِ مَنَاف کے حلیف تھے۔ حضرت عُتْبَہؓ کے والد کا نام غَزْوَان بن جابر تھا۔ حضرت عُتْبَہؓ کی کنیت ابو عبد اللہ کے علاوہ ابو غَزْوَان بھی بیان کی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ حضرت عُتْبَہؓ نے اَرْوَہ بنتِ حَارِث سے شادی کی تھی۔ حضرت عُتْبَہؓ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ان افراد میں سے ساتواں تھا جو سب سے پہلے اسلام قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے تھے۔ ابن اثیر کے مطابق حضرت عُتْبَہؓ نے جب حبشہ کی طرف

ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی جبکہ ابن سعد کے مطابق ہجرت مدینہ کے وقت وہ چالیس سال کے تھے۔ بہر حال وہ حبشہ سے مکہ واپس آئے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکے میں ہی مقیم تھے۔ حضرت عُتْبَہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقیم رہے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت مِقْدَادؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور یہ دونوں ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفة الصحابة جلد 3 صفحہ 558-559 دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 72 من حلفاء بنی نوفل بن عبد مناف دار الکتب العلمیة بیروت، 1990ء)(امتاع الاسماع جزء 6 صفحہ 331 فصل فی ذکر موالی رسول اللہ ﷺ بیروت 1999ء)

حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَانؓ اور حضرت مِقْدَاد بن اَسْوَدؓ دونوں کی مدینہ کی طرف ہجرت کا واقعہ اس طرح ہے کہ مکے سے وہ دونوں مشرکین قریش کے لشکر کے ساتھ نکلے تا کہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَیْدہ بن حارِثؓ کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک لشکر ثَنِیَّةُ الْمَرَہ، یہ رَابِغ شہر کے شمال مشرق میں تقریباً 55 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً دو سو کلو میٹر ہے۔ یہ اس کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر روانہ فرمایا۔

قریش کے لشکر کی قیادت عکرمہ بن ابو جہل کر رہا تھا۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان لڑائی نہ ہوئی سوائے ایک تیر کے جو حضرت سَعد بن ابی وَقَّاصؓ نے چلایا تھا اور وہ خدا کی راہ میں پہلا تیر تھا جو چلایا گیا۔ اس روز عُتْبَہ بِن غَزْوَان رضی اللہ عنہ اور حضرت مِقْدَادؓ بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ جا ملے۔

(اٹلس سیرتِ نبوی، سریہ عبیدہ بن حارث صفحہ 196 مکتبہ دار السلام)(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد 4 صفحہ 1480-1481 مِقْدَاد بن اسود دار الجیل بیروت)

یہ اس قافلے میں آئے تو کافروں کے ساتھ تھے لیکن جیسا کہ پہلے حضرت مِقْدَادؓ کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے یہ ادھر آ گئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں تاریخی کتب سے لے کے جہاد بالسیف کا آغاز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعانہ کارروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جہاد بالسیف کی اجازت میں پہلی قرآنی آیت بارہ صفر 2 ہجری کو نازل ہوئی۔ یعنی دفاعی جنگ کے اعلان کا جو خدائی اشارہ ہجرت میں کیا گیا تھا اس کا باضابطہ اعلان صفر 2 ہجری کو کیا گیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیام مدینہ کی ابتدائی کارروائیوں سے فارغ ہو چکے تھے اور اس طرح جہاد کا آغاز ہو گیا۔ تاریخ سے پتا لگتا ہے کہ کفار کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً چار تدابیر اختیار کی تھیں جو آپؐ کی اعلیٰ سیاسی قابلیت اور جنگی دُور بینی کی ایک دلیل ہے، بڑی کھلی دلیل ہے اور وہ تدابیر یہ تھیں:

پہلی یہ کہ آپؐ نے خود سفر کر کے آس پاس کے قبائل کے ساتھ باہمی امن و امان کے معاہدے کرنے شروع کیے تا کہ مدینے کے ارد گرد کا علاقہ خطرے سے محفوظ ہو جائے۔ اس امر میں آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ ان قبائل کو مد نظر رکھا جو قریش کے شامی رستے کے قرب و جوار میں آباد تھے کیونکہ جیسا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے

یہی وہ قبائل تھے جن سے قریشِ مکہ مسلمانوں کے خلاف زیادہ مدد لے سکتے تھے اور جن کی دشمنی مسلمانوں کے واسطے سخت خطرات پیدا کر سکتی تھی۔

دوم: دوسرا قدم آپؐ نے یہ اٹھایا کہ آپؐ نے چھوٹی چھوٹی خبر رساں پارٹیاں مدینے کے مختلف جہات میں روانہ کرنی شروع فرمائیں تا کہ آپؐ کو قریش اوران کے حلیفوں کی حرکات وسکنات کا علم ہوتا رہے اور قریش کو بھی یہ خیال رہے کہ مسلمان بے خبر نہیں ہیں اوراس طرح مدینہ اچانک حملوں کے خطرات سے محفوظ ہو جائے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد تیسرا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ اٹھایا کہ ان پارٹیوں کے بھجوانے میں آپؐ کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اس کے ذریعہ سے مکہ اوراس کے گردونواح کے کمزور اور غریب مسلمانوں کو مدینہ کے مسلمانوں میں آملنے کا موقع مل جائے کیونکہ ابھی تک مکے کے علاقے میں کئی لوگ ایسے موجود تھے جو دل سے مسلمان تھے مگر قریش کے مظالم کی وجہ سے اپنے اسلام کا برملا اظہار نہیں کر سکتے تھے اور نہ اپنی غربت اور کمزوری کی وجہ سے ان میں ہجرت کی طاقت تھی کیونکہ قریش ایسے لوگوں کو ہجرت سے جبراً روکتے تھے۔ چنانچہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۔ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۔ (النساء:76)

یعنی اے مومنو کوئی وجہ نہیں کہ تم لڑائی نہ کرو اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے اوران مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جو کمزوری کی حالت میں پڑے ہیں اور دعائیں کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! نکال ہم کو اس شہر سے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہم ناتوانوں کے لیے اپنی طرف سے کوئی دوست اور مددگار عطا فرما۔

پس ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ تا ایسے لوگوں کو ظالم قوم سے چھٹکارا پانے کا موقع مل جاوے۔ یعنی ایسے لوگ قریش کے قافلوں کے ساتھ ملے ملائے مدینہ کے قریب پہنچ جائیں اور پھر مسلمانوں کے دستے کی طرف بھاگ کر مسلمانوں میں آملیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ پہلا دستہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عُبَیدہ بن الحارِث کی سرداری میں روانہ فرمایا تھا اور جس کا عکرمہ بن ابوجہل کے ایک گروہ سے سامنا ہو گیا تھا اس میں مکے کے دو کمزور مسلمان جو قریش کے ساتھ ملے ملائے آگئے تھے قریش کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آملے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ اس مہم میں جب مسلمانوں کی پارٹی لشکرِ قریش کے سامنے آئی تو دو شخص مِقداد بن عمرو اور عُتبہ بن غَزْوَان جو بنو زُہرہ اور بنو نوفل کے حلیف تھے مشرکین میں سے بھاگ کر مسلمانوں میں آملے اور یہ دونوں شخص مسلمان تھے اور صرف کفار کی آڑ لے کر مسلمانوں میں آملنے کے لیے نکلے تھے۔ پس ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی تھی کہ تا ایسے لوگوں کو ظالم قریش سے چھٹکارا پانے اور مسلمانوں میں آملنے کا موقع ملتا رہے۔

چوتھی جو تدبیر تھی وہ آپؐ نے یہ اختیار فرمائی کہ آپ نے قریش کے ان تجارتی قافلوں کی روک تھام شروع فرمادی جو مکے سے شام کی طرف آتے جاتے ہوئے مدینے کے پاس سے گزرتے تھے۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ یہ قافلے جہاں جہاں سے گزرتے تھے مسلمانوں کے خلاف عداوت کی آگ لگاتے جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ مدینے کے گردونواح میں اسلام کی عداوت کا تخم بویا جانا مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک تھا۔

دوسرے یہ کہ یہ قافلے ہمیشہ مسلّح ہوتے تھے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کے قافلوں کا مدینے سے اس قدر قریب ہو کر گزرنا ہر گز خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اور تیسری بات یہ کہ قریش کا گزارہ زیادہ تر تجارت پر تھا اور ان حالات میں قریش کو زیر کرنے اور ان کو ان کی ظالمانہ کارروائیوں سے روکنے اور صلح پر مجبور کرنے کا یہ سب سے زیادہ یقینی اور سریع الاثر ذریعہ تھا کہ ان کی تجارت کا راستہ بند کر دیا جاوے۔ چنانچہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جن باتوں نے بالآخر قریش کو صلح کی طرف مائل ہونے پر مجبور کیا ان میں ان کے تجارتی قافلوں کی روک تھام کا بہت بڑا دخل تھا۔ پس یہ ایک نہایت دانشمندانہ تدبیر تھی جو اپنے وقت پر کامیابی کا پھل لائی۔

پھر یہ بھی کہ قریش کے ان قافلوں کا نفع بسا اوقات اسلام کو مٹانے کی کوشش میں صرف ہوتا تھا بلکہ بعض قافلے تو خصوصیت کے ساتھ اسی غرض سے بھیجے جاتے تھے کہ ان کا سارا نفع مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ اس صورت میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان قافلوں کی روک تھام خود اپنی ذات میں بھی ایک بالکل جائز مقصود تھی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 323-324)

سَرِیَّہ عُبَیدَہ بِنْ حَارِثؓ جس میں حضرت عُتبہ قریش کے لشکر سے نکل کر مسلمانوں سے جا ملے تھے اس کا مزید ذکر اس طرح ہے۔ کچھ حصہ تو مَیں گذشتہ کسی خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال مختصر یہاں بیان کر دیتا ہوں کہ ماہ ربیع الاول دو ہجری کے شروع میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عبیدہ بن الحارث مُطَّلِبِی کی امارت میں ساٹھ شتر سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کی غرض بھی قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔ مَیں سیرت خاتم النبیینؐ کا ہی یہ حوالہ دے رہا ہوں۔ چنانچہ جب عُبیدہ بن الحارثؓ اور ان کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثَنِیَّۃُ الْمَرَہ کے پاس پہنچے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے دو سو مسلح نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی ہو گی ان کے مقابلے سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے دو شخص مِقْدَاد بن عمرو اور عُتْبَہ بن غَزْوَان، عکرمہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بخود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقع پا کر مسلمانوں میں آملیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تجزیہ کیا ہے کہ اور ممکن ہے کہ اسی واقعہ نے قریش کو بددل کر دیا ہو اور انہوں نے اسے بدفال سمجھ کر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ قریش کا یہ لشکر جو یقیناً کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا اور جس کے

متعلق ابن اسحاق نے جمع عظیم یعنی ایک بہت بڑا لشکر کے الفاظ استعمال کیے ہیں، کسی خاص ارادے سے اس طرف آیا تھا لیکن یہ یقینی ہے کہ ان کی نیت بخیر نہیں تھی اور یہ خدا کا فضل تھا کہ مسلمانوں کو چوکس پا کر اور اپنے آدمیوں میں سے بعض کو مسلمانوں کی طرف جاتا دیکھ کر ان کو ہمت نہیں ہوئی اور وہ واپس لوٹ گئے اور صحابہ کو اس مہم کا یہ عملی فائدہ ہو گیا کہ دو مسلمان روحیں قریش کے ظلم سے نجات پا گئیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 328-329)

حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان رضی اللہ عنہ اور ان کے آزاد کردہ غلام خَبَّاب نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو قُبَا (یہ بھی ایک روایت آتی ہے طبقات الکبریٰ میں) کے مقام پر انہوں نے حضرت عبد اللہ بن سَلَمہ عَجْلَانِی کے ہاں قیام کیا اور جب حضرت عُتْبَہؓ مدینہ پہنچے تو انہوں نے حضرت عَبَّاد بن بِشرؓ کے ہاں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان رضی اللہ عنہ اور حضرت اَبُو دُجَانہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 73 من حلفاء بنی نوفل بن عبد مناف دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 220 منازل المہاجرین بالمدینۃ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2009ء)

حضرت عُتبہ بن غَزْوَانؓ کے حوالے سے کچھ اَور بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا آئندہ ذکر کروں گا۔

اس وقت میں ایک تو یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ روزنامہ الفضل کی ویب سائٹ انہوں نے شروع کی ہے اور اس کے بارے میں اعلان کروں گا۔ اسی طرح دو جنازے بھی ہیں۔ ان مرحومین کے بارے میں ذکر کروں گا۔

الفضل کے 106 سال پورے ہونے پر لندن سے الفضل آن لائن ایڈیشن کا آغاز ہو رہا ہے اور یہ اخبار روزنامہ الفضل آج سے 106 سال پہلے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت اور دعاؤں کے ساتھ 18/ جون 1913ء کو شروع فرمایا تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد کچھ عرصہ لاہور سے شائع ہوتا رہا۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں یہ ربوہ سے نکلنا شروع ہوا۔ اس قدیم اردو روزنامہ اخبار کا لندن سے الفضل آن لائن ایڈیشن کا مؤرخہ 13/ دسمبر 2019ء سے آغاز ہو رہا ہے۔ آج ان شاء اللہ تعالیٰ آغاز ہو جائے گا جو بذریعہ انٹرنیٹ دنیا بھر میں ہر جگہ بڑی آسانی کے ساتھ دستیاب ہو گا۔ اس کی ویب سائٹ Alfazlonline.org تیار ہو چکی ہے اور پہلا شمارہ بھی اس پر دستیاب ہے۔ یہاں ہماری آئی ٹی کی جو مرکزی ٹیم ہے انہوں نے اس کے لیے بڑا کام کیا ہے۔

اس میں الفضل کی اہمیت اور افادیت کے حوالے سے بہت کچھ موجود ہے جو ارشاد باری تعالیٰ کے عنوان کے تحت قرآن کریم کی آیات بھی آیا کریں گی اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت احادیث نبویؐ بھی ہوں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے اقتباسات بھی ہوں گے۔ اسی طرح بعض احمدی مضمون نگاروں کے مضمون اور دوسرے جو اہم مضامین ہیں وہ بھی ہوں گے۔ نظمیں بھی احمدی شعراء کی ہوں گی۔ یہ اخبار ویب سائٹ کے علاوہ ٹوئٹر پر بھی موجود ہے اور اینڈرائڈ (Android) کا ایپ (app) بھی بن گیا ہے۔ یہ کیونکہ اب روزانہ شروع ہو گیا ہے تو سوشل میڈیا کے ان ذرائع سے بھی اردو پڑھنے والے احباب کو استفادہ کرنا چاہیے اور اسی طرح مضمون نگار اور شعراء حضرات بھی اس کے لیے اپنی قلمی معاونت کریں تا کہ اچھے اور تحقیقی مضامین بھی اس میں

شائع ہوں۔ اس ویب سائٹ میں روزانہ کے شمارہ کی پی ڈی ایف کی شکل میں امیج فائل بھی موجود ہو گی جس کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ ڈاؤن لوڈ بھی کیا جا سکے گا جو پرنٹ کی شکل میں پڑھنا چاہیں وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بہر حال اس کا آج ان شاء اللہ آغاز ہو جائے گا۔ اسی طرح پیر کے روز اس میں خطبہ جمعہ کا مکمل متن جو ہے وہ شائع کیا جائے گا اور تازہ خطبے کا خلاصہ بھی بیان ہو جائے گا۔ تو ان شاء اللہ جمعے کے بعد اس کا افتتاح ہو جائے گا۔

دو مرحومین ہیں جن کا میں ذکر کروں گا اور جن کے جنازے پڑھاؤں گا ان شاء اللہ، ان میں سے پہلا مکرمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ کا ہے جو مکرم مرزا حفیظ احمد صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ 7/ دسمبر کو 91 سال کی عمر میں یہ وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

ان کا خاندانی تعارف اس طرح ہے۔ ان کے والد کا نام میر عبد السلام تھا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیرینہ اور مخلص صحابی حضرت میر حسام الدین صاحبؓ کی پڑپوتی تھیں۔ حضرت سید میر حامد شاہ صاحبؓ کی پوتی تھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں۔

حضرت میر حسام الدین صاحبؓ بڑے مشہور صحابی ہیں۔ آپ 1839ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے اور سیالکوٹ کے بڑے معروف حکیم تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے تو حکیم صاحب دواسازی اور مطب کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں حضرت اقدسؑ کی رہائش ان کے مکان کے ایک حصہ میں بھی رہی ہے اور 1877ء میں حضرت اقدسؑ سیالکوٹ تشریف لائے تو حکیم صاحب کے مکان پر ایک دعوت کی تقریب میں تشریف لے گئے۔

حضرت اقدسؑ کی وہ پاکیزہ جوانی اور نمونہ تھا کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو وہ لوگ جو نیک اور سعید فطرت تھے اور فہم و فراست کے نور سے حصہ پانے والوں میں سے تھے انہوں نے آپؑ کو قبول کیا اور سیالکوٹ کے جن احباب نے آپؑ کو قبول کیا ان میں سے اخلاص و وفا میں یہ گھرانہ بھی سرفہرست تھا۔

(ماخوذ از احمد علیہ السلام سیرت و سوانح (غیر مطبوعہ) مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب جلد 2 صفحہ 468)

سید میر حامد شاہ صاحب نے 29/ دسمبر 1890ء کو حضرت اقدس کی مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ رجسٹر بیعت کے مطابق ان کا نمبر 213 ہے اور ان کی اہلیہ فیروزہ بیگم صاحبہ کا نمبر 246 ہے جنہوں نے 7/ فروری 1892ء کو بیعت کی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ازالہ اوہام میں آسمانی فیصلہ، آئینہ کمالات اسلام، تحفہ قیصریہ، سراج منیر، کتاب البریہ، حقیقۃ الوحی اور ملفوظات جلد پنجم میں کئی جگہ اپنے مخلصین، جلسہ سالانہ کے شرکاء، چندہ دہندگان، جلسہ ڈائمنڈ جوبلی اور پُرامن جماعت کے ضمن میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

(ماخوذ از تین سو تیرہ اصحاب صدق و صفا از نصر اللہ خان ناصر، عاصم جمالی صفحہ 42-43)

بہر حال مکرمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ ان کی نسل میں سے تھیں اور یہ 1928ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں اور پھر جنوری 1948ء میں ان کی شادی مرزا حفیظ احمد صاحب سے ہوئی اور اس طرح یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بہو

بنیں۔ ان کو 1956ء سے لے کر 2008ء تک مختلف اوقات میں تقریباً اڑتالیس سال مرکزی لجنہ کی سیکرٹری نمائش کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح اَور بھی ان کی خدمات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ان کا بہت پیار کا تعلق تھا۔ تہجد کا بہت خیال رکھنے والی تھیں بلکہ ان کی ملازمہ نے بتایا کہ جس رات ان کی وفات ہوئی ہے اس رات بھی تین بجے کے قریب تہجد ادا کی اور پھر سو گئیں اور اسی حالت میں ان کی وفات ہو گئی۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ مجھے بتاتی تھیں کہ جب میں بیاہ کر، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بہو بن کے اس خاندان میں آئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت ام ناصرؓ نے مجھے اتنا پیار اور عزت اور محبت دی کہ میکے کی یاد مجھے بالکل بھول گئی۔ پھر انہوں نے بہت حوالے بھی دیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے، باتیں یاد تھیں اور اچھی یادداشت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور رحم فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

دوسرا ذکر ہماری مرحومہ سسٹر حاجہ شکورہ نوریہ صاحبہ کا ہے۔ امریکہ کی ہیں جو یکم دسمبر کو وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ 1927ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ ابتدائی زمانہ واشنگٹن ڈی۔ سی میں گزارا۔ 1960ء کی دہائی میں آپ ہائی سکول میں تاریخ کے مضمون کی ٹیچر رہیں۔ بعد میں ورلڈ ہسٹری میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی خواہش تھی کہ آپ پروٹسٹنٹ مشنری بنیں لیکن بعد میں جب آپ کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں تو آپ نے دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر 1968ء میں باضابطہ طور پر آپ نے چرچ کو بھی چھوڑ دیا۔ امریکہ، میکسیکو اور کینیڈا میں سفر کے بعد آپ نے افریقہ کی متعدد یونیورسٹیوں میں مطالعہ کے لیے ایک سال کی رخصت لی۔ پھر یورپ کا سفر بھی اختیار کیا۔ ذہن میں اٹھنے والے دینی سوالات اور مسائل کو حل کروانے کی تلاش میں رہتی تھیں۔

واشنگٹن ڈی سی جب واپس آئیں تو ان کا تعارف مذہب اسلام سے ہوا۔ اتفاقاً آپ کی ملاقات ایئرپورٹ پر اپنے ایک دوست کے بیٹے سے ہوئی جنہوں نے کچھ عرصہ قبل احمدیت قبول کی تھی۔ اس وقت وہاں مکرم میر محمود احمد ناصر صاحب ہوتے تھے۔ وہ وہاں مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر سے ملاقات کرنے کے لیے مکرم مبشر صاحب کے ہمراہ ایئرپورٹ پر موجود تھے تو اسی میں ان کا بھی تعارف ہو گیا۔ انہوں نے آپ کو دین اسلام سے متعارف کروایا اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا اور آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگیں اور جس عقیدے کی آپ کو تلاش تھی وہ آپ کو اسلام میں نظر آنے لگا۔ 1979ء میں آپ نے خواب میں قرآن کریم کے ایک نسخہ اور کلمہ شہادت کو دیکھا۔ اس کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ اسلام اور احمدیت ہی حقیقی مذہب ہے۔ چنانچہ آپ نے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد آپ نے مختلف حیثیتوں سے جماعتی خدمات سرانجام دیں۔ لجنہ اماء اللہ امریکہ کے مختلف پروگراموں میں نہ صرف حصہ لیتیں بلکہ فعال کردار ادا کرتی تھیں۔ 1986ء میں آپ واشنگٹن ڈی سی مجلس کی لوکل صدر منتخب ہوئیں جہاں پانچ سال تک آپ نے خدمت سرانجام دی اور ساتھ ساتھ آپ کو نیشنل نائب صدر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ آپ کو مختلف شعبہ جات میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔

1995ء میں آپ کو حج کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اور آپ

کی رہ نمائی میں قرآن کریم کی جو پانچ جلدوں والی تفسیر ہے، Five volume commentary، اس کے لیے 118 صفحوں پر مشتمل انڈیکس تیار کرنے والی ٹیم میں یہ شامل تھیں اور اس کو بنانے میں ان کا بڑا کردار تھا۔ لجنہ اور جماعت کے مختلف رسائل اور مجلسوں میں بھی آپ نے متعدد عناوین پر مضامین لکھے۔ 1997ء اور 1998ء میں اطفال کے لیے ہر اتوار والے دن کلاسز کا اجرا کیا۔ ناصرات کے لیے احمدی سمر کیمپ (summer camp) میں کونسلر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ کئی سالوں تک آپ نے احمدیہ نیشنل ہیومن رائٹس کمیٹی میں بھی خدمات سرانجام دیں جس کے ذریعہ آپ نے نہایت جانفشانی سے پاکستانی حکومت کی طرف سے احمدیوں کے خلاف ہونے والی زیادتیوں پر نہایت جامع ڈاکیومنٹس تیار کیے۔

مکرم شمشاد ناصر صاحب وہاں کے مبلغ ہیں لکھتے ہیں، لیکن ان تمام کاموں سے بڑھ کر آپ کہا کرتی تھیں کہ تبلیغ کرنا ان کی پہلی محبت تھی اور ہر کام پر اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو ہی مقدم رکھا کرتی تھیں۔ کئی سال تک آپ لجنہ کی نیشنل تبلیغ سیکرٹری کے طور پر خدمات بجالاتی رہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں بھی تبلیغ کیا کرتی تھیں۔ نیز یونیورسٹی کیمپس اور گرجاگھروں میں بھی مختلف تبلیغی پروگرام منعقد کرنے میں فعال کردار ادا کیا کرتی تھیں۔ جماعتی لٹریچر کو مختلف ایتھنک (ethinic) گروہوں میں تقسیم کرنے کے لیے بھی آپ نے باقاعدہ منصوبہ تیار کیا ہوا تھا۔ یہ شمشاد صاحب کی رپورٹ نہیں تھی۔ یہ دوسرے حوالے سے آئی تھی۔ شمشاد صاحب نے جو ان کا ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہے۔ لکھتے ہیں کہ

سسٹر شکورہ نوریہ صاحبہ پردہ کی بہت پابند تھیں۔ ہر وقت پاکستانی سٹائل کا بُرقع پہن کر رکھتیں۔ ان کا بُرقع ان کے کسی کام میں کبھی رکاوٹ نہیں بنا۔ جماعتی کاموں کی وجہ سے انہیں بعض اوقات حکومتی سطح پر سینیٹرز، کانگریس مین وغیرہ سے بھی ملنا پڑتا تھا اور وہاں بھی بُرقع پہن کر جایا کرتی تھیں اور سارے کام بخوبی سرانجام دیتی تھیں۔ تبلیغ کے کاموں میں مبلغین کرام کی بہت مدد کرتی تھیں۔ شمشاد صاحب کہتے ہیں کہ میں جب یہاں نیا آیا تو میرے ساتھ بیٹھ کر مجھے امریکہ کی ہسٹری بتائی اور کام کرنے میں مدد کرتی تھیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ آپ کو خلافت کا بے حد احترام تھا اور بڑی گہری وابستگی تھی۔ اب میں جب 2018ء میں امریکہ گیا ہوں تو باوجود بیماری کے وہیل چیئر پر، بڑی مشکل سے، تکلیف سے ملنے بھی آئی تھیں۔ خطبات بڑی باقاعدگی کے ساتھ سنتی تھیں۔ شروع میں جب ایم۔ٹی۔اے نہیں تھا اور کیسٹ کے ذریعہ خطبہ آتا تھا تو آپ خطبے کا انگریزی ترجمہ کرنے میں بہت مدد کیا کرتی تھیں۔ نماز باجماعت کی پابند تھیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ میں نے تو جب بھی انہیں دیکھا مسجد میں ہی دیکھا اور باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت میں شامل ہوا کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند کرے اور اللہ تعالیٰ خدمت کے جذبے سے معمور اور اخلاص و وفا میں بڑھے ہوئے ایسے اَور لوگ بھی جماعت کو عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ جنوری 2020ء جلد 27 شمارہ 01 صفحہ 05 تا 09)

51

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20/ دسمبر 2019ء بمطابق 20/ فتح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں صحابہؓ کے ذکر میں حضرت عُتْبہ بن غزوان کا ذکر چل رہا تھا اور وہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اس ضمن میں کچھ اَور باتیں بھی ہیں جو اَب بیان کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن 2 ہجری میں اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ایک سریہ نخلہ کی طرف بھیجا۔ حضرت عُتْبہ بھی اس سریہ میں شامل تھے۔ اس سریہ کا ذکر پہلے بھی کچھ حد تک ایک صحابی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔ بہر حال اب کچھ مختصر بھی بیان کر دیتا ہوں۔ سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات و سکنات کا زیادہ قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جاوے تا کہ اس کے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع بروقت میسر ہو جائے اور مدینہ ہر قسم کے اچانک حملوں سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تا کہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور اس پارٹی پر آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جا رہا ہے۔ چلتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک بند، سربمہر خط دے دیا اور فرمایا کہ اس خط میں تمہارے لیے ہدایات درج ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مدینہ سے دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اس کی ہدایات کے مطابق عمل درآمد کرنا۔

جب دو دن کا سفر طے کر چکے تو عبداللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع لا کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھی تھی کہ اس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متامل ہو اور واپس چلے آنا چاہے یعنی جب یہ خط دیکھ لو اور پڑھ لو اور اس گروہ کا یا یہ سریہ جو بھیجا گیا ہے اس کا کیا مقصد ہے تو ان میں جو شامل افراد ہیں اگر ان میں

سے کسی کو کچھ تأمل ہو، اعتراض ہو، متامل ہوں اور اگر واپس آنا چاہے تو واپس آسکتے ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ بہر حال آپؐ نے فرمایا اسے واپس آنے کی اجازت دے دینا۔ عبداللہ نے آپؐ کی یہ ہدایت اپنے ساتھیوں کو سنا دی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بخوشی اس خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ کھو گیا اور وہ اس کی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے یعنی اپنے ساتھیوں کو نہ مل سکے اور اب یہ پارٹی جو گئی تھی یہ صرف چھ کس کی رہ گئی۔ اس میں صرف چھ افراد رہ گئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مستشرق ہے مارگولیس اس کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے اس موقع پر یہ لکھا کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتبہؓ نے جان بوجھ کر اپنا اونٹ چھوڑ دیا تھا اور اس بہانہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ان جاں نثارانِ اسلام پر جن کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ان کی شجاعت اور فدائیت پر شاہد ہے اور جن میں سے ایک غزوہ بئرِ معونہ میں کفار کے ہاتھوں شہید بھی ہوا اور دوسرا کئی خطرناک معرکوں میں نمایاں حصہ لے کر بالآخر عراق کا فاتح بنا، ان کے بارے میں اس قسم کا شبہ محض اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر کرنا مسٹر مارگولیس ہی کا حصہ ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ مارگولیس اپنی کتاب میں یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ کتاب ہر قسم کے تعصّب سے پاک ہو کر لکھی ہے۔

بہر حال یہ تو ان لوگوں کا طریق ہے جہاں بھی اسلام اور مسلمانوں پر اعتراض کا موقع ملے یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اب اصل واقعہ جو سریہ کا تھا اس کی طرف آتا ہوں۔

یہ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت تھی، جب نخلہ پہنچی اور اپنے کام یعنی انفارمیشن لینے، اطلاعات لینے میں مصروف ہو گئی کہ کفار مکہ کی موومنٹس (movements) کیا ہیں۔ ان کے ارادے کیا ہیں۔ مسلمانوں کے بارے میں کوئی حملے کا منصوبہ تو نہیں؟ تو یہ معلومات لینے میں، اپنے کام میں وہ مصروف ہو گئی اور ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال بھی منڈوا دیے تا کہ راہ گیر وغیرہ ان کو عمرے کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں لیکن ایک دن اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ بھی آپہنچا جو طائف سے مکہ کی طرف جا رہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خفیہ خبر رسانی کے لیے بھیجا تھا، کوئی باقاعدہ حملے کے لیے نہیں بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہو چکی تھی یعنی آمنے سامنے ہو گئے تھے اور دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے اور پھر طبعاً یہ بھی اندیشہ تھا کہ اب جو قریش کے ان قافلہ والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی جس کے لیے بھیجے گئے تھے اس کا راز مخفی نہیں رہ سکتا۔ ایک دقت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھا کہ شاید یہ دن رجب یعنی شَہرِ حرام کا آخری ہے جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سریہ جمادی الآخر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جمادی کا دن ہے یا رجب کا لیکن دوسری طرف نخلہ کی

وادی عین حرم کے علاقہ کی حد پر واقع تھی اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقہ میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہو گی۔ غرض ان سب باتوں کو سوچ کر مسلمانوں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ قافلہ پر حملہ کر کے یا تو قافلہ والوں کو قید کر لیا جائے اور یا مار دیا جائے۔ بہر حال انہوں نے حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار کا ایک آدمی مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے۔ چوتھا آدمی بھاگ کر نکل گیا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کا ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی تو عبد اللہ بن جحش اور ان کے ساتھی سامانِ غنیمت لے کر جلد جلد مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

اس موقع پر مارگولیس صاحب لکھتے ہیں کہ دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دستہ دیدہ دانستہ اس نیت سے شَہرِ حرام میں بھیجا تھا کہ چونکہ اس مہینہ میں قریش طبعاً غافل ہوں گے، مسلمانوں کو ان کے قافلہ کے لوٹنے کا آسان اور یقینی موقع مل جائے گا لیکن ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مختصر پارٹی کو اتنے دور دراز علاقہ میں کسی قافلہ کی غارت گری کے لیے نہیں بھیجا جا سکتا خصوصاً جبکہ دشمن کا ہیڈ کوارٹر اتنا قریب ہو اور پھر یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ پارٹی محض خبر رسانی کی غرض سے بھیجی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہؓ نے قافلہ پر حملہ کیا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور جب یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے حالات سنائے اور ماجرے کی اطلاع دی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شَہرِ حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی ہوئی اور آپؐ نے مالِ غنیمت بھی لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر عبد اللہ اور ان کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ بس اب ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہ نے بھی ان کو سخت ملامت کی کہ تم نے کیا کیا۔

دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شَہرِ حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص مارا گیا تھا یعنی عمرو بن اَلْحَضْرَمِی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عُتْبہ بن رَبِیعہ رئیس مکہ کا حلیف بھی تھا اس لیے بھی اس واقعہ نے قریش کی آتش غضب کو بہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ الغرض اس واقعہ پر مسلمانوں اور کفار ہر دو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں اور بالآخر قرآن کریم کی یہ آیت وحی ہوئی، نازل ہوئی۔ اور اس کی وجہ سے پھر مسلمانوں کی تسلی اور تشفی بھی ہوئی کہ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۔ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۔ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۔ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۔ (البقرۃ:218)

یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شَہرِ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تُو ان کو جواب دے کہ بے شک شَہرِ حرام میں لڑنا بہت بری بات ہے لیکن شَہرِ حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبراً روکنا بلکہ شَہرِ حرام اور مسجدِ حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھر حرم کے علاقہ سے اس کے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ

اے مشرکو! تم لوگ کر رہے ہو یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شَہرِ حرام میں لڑنے کی نسبت بھی زیادہ بری ہیں اور یقیناً شَہرِ حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کو روکنے کے لیے کیا جاوے اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ کسی وقت اور کسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اور وہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتّٰی کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈے کو اَشْھُرِ حُرُم میں بھی برابر جاری رکھتے تھے بلکہ اَشْھُرِ حُرُم کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اَور بھی زیادہ تیز ہو جاتے تھے اور پھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے وہ عزت کے مہینوں کو اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر منتقل بھی کر دیا کرتے تھے جسے وہ نَسِیءٔ کے نام سے پکارتے تھے اور پھر آگے چل کر تو انہوں نے غضب ہی کر دیا کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں باوجود پختہ عہد و پیمان کے کفارِ مکہ اوران کے ساتھیوں نے حرم کے علاقہ میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلہ کے خلاف تلوار چلائی اور پھر جب مسلمان اس قبیلہ کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس جواب سے یعنی جو قرآن کریم کی آیت ہے اس سے مسلمانوں کی تو تسلی ہونی ہی تھی قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے اوراس دوران میں ان کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے مدینہ پہنچ گئے لیکن چونکہ ابھی تک سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتْبہ بن غزوانؓ واپس نہیں آئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق خدشہ تھا کہ اگر وہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب وہ دونوں واپس پہنچ گئے تو آپؐ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اوراسلامی تعلیم کی صداقت کا اس قدر گہرا اثر ہو چکا تھا کہ اس نے آزاد ہو کر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا۔ اسلام لے آیا اور بالآخر بئر معونہ میں شہید ہوا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 330 تا 334)

پس مارگولیس جو معترض ہے اس کے اعتراض کا جواب دینے کے لیے ان کا اسلام لانا اور پھر اسلام کی خاطر قربانی دینا ہی کافی ہے لیکن بہرحال ان چیزوں کو یہ لوگ نظر انداز کر جاتے ہیں۔

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کو غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 559 عُتْبہ بن غزوان، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کے دو آزاد کردہ غلاموں خَبَّابؓ اور سعد کو بھی ان کے ساتھ جنگِ بدر میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد2صفحہ439 خباب مولی عُتْبہ بن غزوان دار الجیل بیروت1992ء)
(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جلد2صفحہ612 سعدمولی عُتْبہ بن غزوان دار الجیل بیروت1992ء)

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر تیر اندازوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد3 صفحہ72 من حلفاء بنی نوفل بن عبد مناف بن قصیّ دار الکتب العلمیة بیروت 1990ء)

حضرت عمرؓ نے حضرت عُتْبہؓ کو ارضِ بصرہ کی سرزمین کی طرف روانہ فرمایا تا کہ وہ اُبُلَّہ مقام کے لوگوں سے لڑیں جو فارس سے ہیں۔ روانہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے انہیں فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی چلتے جاؤ یہاں تک کہ سلطنتِ عرب کی انتہا اور مملکتِ عجم کی ابتدا تک پہنچ جاؤ۔ پس تم اللہ کی برکت اور بھلائی کے ساتھ چلو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہنا اور جان لو کہ تم سخت دشمنوں کے پاس جا رہے ہو۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ مَیں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اور میں نے حضرت علاءؓ بن حَضْرَمِی کو لکھ دیا ہے کہ عَرْفَجَہْ بِنْ هَرْثَمَہْ کے ذریعہ تمہاری مدد کرے کیونکہ وہ دشمن سے لڑنے میں بڑا تجربہ کار اور فنِ حرب سے خوب واقف ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا پس تم اس سے مشورہ لینا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔ جو شخص تمہاری بات مان لے اس کا اسلام قبول کرنا اور جو شخص نہ مانے اس پر جزیہ مقرر کرنا جس کو وہ خود اپنے ہاتھ سے عاجزی کے ساتھ ادا کرے اور جو اس کو بھی نہ مانے تو تلوار سے کام لینا یعنی اپنے مذہب میں رہ کر وہاں رہنا۔ چاہے پھر وہ جزیہ دینے کو بھی نہ تیار ہو، مسلمان بھی نہ ہو اور لڑائی پر بھی آمادہ ہو، تو پھر آپؓ نے فرمایا کہ پھر تلوار سے کام لینا۔ پھر تمہارا بھی کام ہے کہ تلوار سے کام لو۔ عربوں میں سے جن کے پاس سے گزرو انہیں جہاد کی ترغیب دینا اور دشمن کے ساتھ ہوشیاری سے برتاؤ کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا جو تمہارا ربّ ہے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت عُتْبہؓ کو بصرہ کی طرف آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا۔ بعد میں مزید مدد بھی پہنچائی۔ حضرت عُتْبہؓ نے اُبُلَّہ مقام کو فتح کیا اور اس جگہ بصرہ شہر کی حد بندی کی۔ آپؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ کو شہر بنایا اور اسے آباد کیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے جب حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کو بصرہ پر والی مقرر فرمایا تو خَرِیْبَہ مقام پر وہ ٹھہرے تھے۔ خَرِیْبَہ فارس کا ایک پرانا شہر تھا جسے فارسی میں وَهْشْتَابَاذْ اُرْدْشِیْر کہتے تھے۔ عربوں نے اسے خَرِیْبَہ کا نام دیا۔ اس کے پاس جنگِ جمل بھی ہوئی تھی۔ حضرت عُتْبہؓ نے حضرت عمرؓ کے نام خط میں لکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جگہ ناگزیر ہے جہاں وہ سردیوں کا موسم گزار سکیں اور جنگوں سے واپسی پر ٹھہر سکیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ انہیں ایک ایسی جگہ جمع کرو جہاں پانی اور چراگاہ قریب ہو۔ اگر یہ منصوبہ ہے تو جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں پانی بھی موجود ہو اور جانوروں کے لیے چراگاہ بھی ہو۔ اس پر حضرت عُتْبہ نے انہیں بصرہ میں جا ٹھہرایا۔ مسلمانوں نے وہاں بانس سے مکان تعمیر کیے۔ حضرت عُتْبہؓ نے بانس سے مسجد تعمیر کروائی۔ یہ 14ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ حضرت عُتْبہ نے مسجد کے قریب ہی کھلی جگہ پر امیر کا گھر بنوایا۔ لوگ جب جنگ کے لیے نکلتے تو ان بانس سے بنے گھروں کو اکھاڑتے اور باندھ کر رکھ جاتے اور جب واپس آتے تو اسی طرح دوبارہ گھر بناتے۔

بعد میں لوگوں نے وہاں پکے مکان بنانے شروع کیے۔ حضرت عُتْبہؓ نے مِحْجَنْ بِنْ اَدْرَعْ کو حکم دیا جس نے بصرہ کی جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسے بانسوں سے تیار کیا۔ اس کے بعد حضرت عُتْبہؓ حج کرنے کے لیے نکلے اور مُجَاشِع بن مسعود کو جانشین بنایا، اپنا قائم مقام بنایا اور اسے فرات کی طرف کوچ کا حکم دیا اور حضرت مُغیرۃ بن شُعبہؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز کی امامت کیا کریں۔ جب حضرت عُتْبہؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے بصرہ کی ولایت سے استعفیٰ دینا چاہا۔ کہہ دیا کہ اب میرے لیے بڑا مشکل ہے کسی اَور کو وہاں کا امیر مقرر کر دیں۔

تاہم حضرت عمرؓ نے ان کا استعفیٰ منظور نہیں کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ اس پر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اب اس شہر کی طرف دوبارہ نہ لوٹانا۔ چنانچہ وہ اپنی سواری سے گر پڑے اور 17 ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ اُس وقت ہوا جبکہ حضرت عُتْبہؓ مکہ سے بصرہ کی طرف جا رہے تھے اور اس مقام پر پہنچ گئے تھے جس کو لوگ مَعْدِن بَنِی سُلَیم کہتے ہیں۔ ایک دوسرے قول کے مطابق 17 ہجری میں رَبَذَہ مقام پر ان کا انتقال ہوا تھا اور ایک تیسرا قول بھی ہے۔ ان کی وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں کہ 17 ہجری میں ستاون سال کی عمر پا کر بصرہ میں حضرت عُتْبہؓ نے وفات پائی تھی۔ انہیں پیٹ کی بیماری تھی اور بعض نے ان کی وفات کا سال 15 ہجری بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عُتْبہؓ کی وفات کے بعد ان کا غلام سُوَید حضرت عُتْبہؓ کا سامان اور ترکہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ حضرت عُتْبہ رضی اللہ عنہ نے ستاون برس کی عمر پائی۔ وہ دراز قد اور خوب صورت تھے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 3 صفحہ 559-560 عُتْبہ بن غزوان، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)
(کتاب جمل من انساب الاشراف جزء13 نسب بنی مازن بن منصور صفحہ 298 وحاشیہ، دار الفکر بیروت1996ء)(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 73 عُتْبہ بن غزوان دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

خالد بن عُمیر عَدَوِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتْبہ بن غَزْوانؓ نے ہمیں خطاب کیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر کہا اَمَّا بَعْدُ دنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اس نے تیزی سے پیٹھ پھیر لی ہے یعنی دنیا اب قیامت کی طرف بڑھ رہی ہے اور اس میں کچھ بھی باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ جتنا برتن میں کچھ مشروب بچ رہتا ہے جسے اس کا پینے والا چھوڑ دیتا ہے۔ تم یہاں سے ایک لازوال گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو یعنی یہ زندگی عارضی ہے۔ پس جو تمہارے پاس ہے اس سے بہتر میں منتقل ہو جاؤ کیونکہ ہمارے پاس ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے پھینکا جائے گا پھر وہ ستر برس تک اس میں گرتا جائے گا اور اس کی تہ تک نہ پہنچ پائے گا اور اللہ کی قسم! اس دوزخ کو ضرور بھرا جائے گا۔ یعنی کہ گناہ گاروں کو ایسی جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اس لیے موقع ہے اس زندگی سے فائدہ اٹھاؤ اور نیکیوں کی طرف توجہ دو۔ یہ مقصد تھا آپؓ کا۔ پھر فرمایا کیا تم تعجب کرتے ہو؟ اور تمہیں بتایا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں میں سے ایک کواڑ سے دوسرے کواڑ تک چالیس برس کا فاصلہ ہے اور ضرور اس پر ایک ایسا دن آئے گا کہ وہ لوگوں کی کثرت سے بھر جائے گی۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ایک تھا اور کبھی درختوں کے پتوں کے سوا ہمارا کوئی کھانا نہیں تھا یعنی وہ زمانہ ہم پر آیا تھا کہ جب ہماری بہت بری حالت تھی۔ درختوں کے پتے ہم کھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ پھر آپؓ کہتے ہیں اپنا واقعہ سنا رہے ہیں کہ مجھے ایک چادر ملی اور اسے پھاڑ کر اپنے اور سعد بن مالک کے لیے دو ٹکڑے

کر لیے۔ یہ حالت تھی ہماری کہ پوری طرح ڈھانکنے کے لیے چادر بھی نہیں تھی۔ آدھے کا میں نے اپنے جسم کو لپیٹنے کے لیے ازار بنالیا اور آدھے کا سعد نے۔ آپؓ نے فرمایا لیکن آج ہم میں سے کوئی صبح کرتا ہے تو کسی شہر کا امیر ہوتا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نفس میں بڑا سمجھوں اور اللہ کے نزدیک بہت چھوٹا ہوں۔ اس لیے آپؓ نے فرمایا کہ میری تو عاجزی کی یہ حالت ہے کہ میں اپنے آپ کو بہت چھوٹا سمجھتا ہوں۔ حالات اب تبدیل ہو گئے ہیں۔ کشائش پیدا ہو گئی ہے اور اب تم لوگوں کو بہت زیادہ فکر کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کوئی نبوت ماضی میں ایسی نہیں ہوئی جس کا اثر زائل نہ ہوا ہو حتّٰی کہ اس کا انجام بادشاہت نہ ہو اور تم حقیقتِ حال جان لوگے اور حکام کا تمہیں ہمارے بعد تجربہ ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد و الرقائق باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر حدیث 2967)

آپؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے حالات آجائیں گے کہ دنیاداری پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت تم دیکھ لینا کہ جو مَیں کہہ رہا ہوں وہ صحیح ہے لیکن تم لوگ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا، دین کی طرف توجہ رکھنا، روحانیت کی طرف توجہ رکھنا اور اسی سے جنت میں جانے کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔

اگلے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سعد بن عُبَادہؓ ہے۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ سے تھا۔ ان کے والد کا نام عُبَادہ بن دُلَیم اور والدہ کا نام عَمْرَہ تھا جو کہ مسعود بن قَیس کی تیسری بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت سعد بن عُبَادہؓ حضرت سعد بن زید اَشْھَلِی کے خالہ زاد بھائی تھے جو کہ اہلِ بدر میں سے تھے۔ حضرت سعدؓ نے دو شادیاں کی تھیں۔ غَزِیَّہ بنتِ سَعد جس سے سعید، محمد اور عبد الرحمٰن پیدا ہوئے اور دوسری فُکَیْھَہ بنتِ عُبَید جس سے قیس، اُمامہ اور سَدوس کی پیدائش ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 460-461، سعد بن عُبَادہ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

مَنْدُوس بنتِ عُبَادہ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی بہن تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی ایک اَور بہن بھی تھیں جن کا نام لیلیٰ بنت عُبَادہ تھا۔ انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے اسلام قبول کیا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 277 ، ومن بنی ساعدۃ ابن کعب بن الخزرج، مَنْدُوس بِنْتِ عُبَادَۃ، لَیْلٰی بِنْتِ عُبَادَۃ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت سعد بن عُبَادہؓ کی کنیت اَبوثَابِت تھی۔ بعض نے ان کی کنیت ابو قَیس بھی بیان کی ہے جبکہ پہلا قول درست اور صحیح لگتا ہے یعنی ابوثَابِت۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو ساعدہ کے نقیب تھے۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ سردار اور سخی تھے اور تمام غزوات میں انصار کا جھنڈا ان کے پاس رہا۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ انصار میں صاحبِ وجاہت اور ریاست تھے۔ ان کی سرداری کو ان کی قوم تسلیم کرتی تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 441 سعد بن عُبَادہ، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء)

حضرت سعد بن عُبَادہؓ زمانہ جاہلیت میں عربی لکھنا جانتے تھے حالانکہ اس وقت کتابت کم لوگ جانتے تھے۔ وہ تیراکی اور تیر اندازی میں بھی مہارت رکھتے تھے اور ان چیزوں میں جو شخص مہارت رکھتا تھا اس کو کامل کہا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت سعد بن عُبَادہؓ اور ان سے قبل ان کے آباؤ اجداد اپنے قلعہ پر اعلان کروایا کرتے تھے کہ جس کو گوشت اور چربی پسند ہو تو وہ دُلَیم بن حَارِثَہ کے قلعہ میں آجائے۔ ھِشَام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے سعد بن عُبَادہؓ کو اس وقت پایا جب وہ اپنے قلعہ پر آواز دیا کرتے تھے کہ جو شخص چربی یا گوشت پسند کرتا ہے وہ سعد بن عُبَادہ کے پاس آئے یعنی جانوروں کا گوشت ذبح کروا کے تقسیم کرتے تھے۔ میں نے ان کے بیٹے کو بھی اسی حالت میں پایا کہ وہ بھی اسی طرح دعوت دیتا تھا۔

کہتے ہیں کہ مَیں مدینہ کے راستے پر چل رہا تھا۔ اس وقت میں جوان تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ میرے ساتھ سے گزر رہے تھے، ھِشَام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میں جوان تھا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ میرے پاس سے گزرے جو عَالِیَہ مقام جو مدینہ سے نجد کی طرف چار سے آٹھ میل کے درمیان واقع ایک وادی ہے، وہاں اپنی زمین کی طرف جارہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے جوان! ادھر آؤ۔ عبد اللہ بن عمر نے ان کے والد کو بلایا۔ انہوں نے کہا کہ اے جوان! دیکھو! آیا تمہیں سعد بن عُبَادہ کے قلعہ پر کوئی آواز دیتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ قلعہ قریب تھا۔ میں نے دیکھا اور کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تم نے سچ کہا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ460-461 سعد بن عُبَادہ ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(عمدۃ القاری جلد 16 صفحہ279 کتاب فضائل الصحابہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2003ء)

لگتا ہے کہ جتنا کُھلا ہاتھ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کا تھا اور جس طرح وہ تقسیم کیا کرتے تھے اس کے بعد وہ کام جاری نہیں رہا۔ اس لیے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ان سے یہ پوچھا۔

حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت سعد بن عُبَادہؓ کے قلعہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے مجھے کہا کہ اے نافع! یہ ان کے آباؤ اجداد کے گھر ہیں۔ سال میں ایک دن منادی کرنے والا یہ آواز دیتا کہ جو چربی اور گوشت کھانے کا خواہش مند ہے وہ دُلیم کے گھر آجائے پھر دُلیم فوت ہو گیا تو عُبَادہ ایسے اعلان کرنے لگے۔ جب عُبَادہ فوت ہو گئے تو حضرت سعدؓ ایسے اعلان کرنے لگے۔ پھر میں نے قیس بن سعد کو ایسا کرتے دیکھا اور قیس حد سے زیادہ سخاوت کرنے والے لوگوں میں سے تھا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 595 سعد بن عُبَادہ، دار الجیل بیروت1992ء)

پس اس روایت سے مزید وضاحت ہو گئی کہ ان کی اولاد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد وہ حالت نہیں رہی۔ حضرت سعد بن عُبَادہؓ نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقعے پر اسلام قبول کیا تھا۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ375 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس کے حالات اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ

13/ نبوی کے ماہ ذوالحجہ میں حج کے موقع پر اوس اور خزرج کے کئی آدمی مکہ میں آئے۔ ان میں ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

ملنے کے لیے مکہ آئے تھے۔ مُصْعَب بن عمیرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مُصْعَبؓ کی ماں زندہ تھی اور گو مشرکہ تھی مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آکر مل جاؤ۔ پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مُصْعَبؓ نے جواب دیا، اپنی ماں کو کہا کہ مَیں ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مِلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کر کے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔ ماں ان کی یہ بات کہ پہلے مجھے نہیں ملے سن کے بڑی جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مُصْعَبؓ نے کہا کہ ماں مَیں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا؟ مُصْعَبؓ کہنے لگے، بڑی آہستہ سے جواب دیا کہ بس یہی کہ بت پرستی ترک کر کے مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ وہ پکی مشرکہ تھی۔ سنتے ہی شور مچا دیا کہ مجھے ستاروں کی قسم ہے۔ میں تمہارے دین میں کبھی داخل نہ ہوں گی اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مُصْعَبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں مگر وہ ہوشیار تھے جلدی سے بھاگ کر نکل گئے۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے تعلق میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُصْعَبؓ سے انصار کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور ان میں سے بعض لوگ آپؐ سے انفرادی طور پر ملاقات بھی کر چکے تھے مگر چونکہ اس موقع پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات، علیحدہ ملاقات کی ضرورت تھی اس لیے مراسِم حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گذشتہ سال والی گھاٹی میں آپؐ کو آکر ملیں تاکہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک کر کے، دو دو کر کے وقتِ مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔ جو موجود ہیں وہ آجائیں۔ چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلے اور راستہ میں اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک مشرک تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے اور خاندان ہاشم کے رئیس تھے اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آپہنچے اور یہ ستّر اشخاص تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ سب سے پہلے عباس نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے، گفتگو شروع کی کہ اے خزرج کے گروہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز و محبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرہ کے وقت میں اس کے لیے سینہ سپر ہوا ہے مگر اب محمدؐ کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے جانے کا ہے۔

سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہو گی اور ہر دشمن کے ساتھ سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔ اَلْبَرَاء بِن مَعْرُوْر جو انصار کے قبیلہ کے ایک معمر اور بااثر بزرگ تھے

انہوں نے کہا کہ عباس ہم نے تمہاری بات سن لی ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہؐ خود بھی اپنی زبانِ مبارک سے کچھ فرمائیں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرمائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مَیں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ بھی معاملہ کرو۔

جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو اَلْبَراء بن مَعْرُور نے عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے۔ ہم لوگ تلواروں کے سایہ میں پلے ہیں۔ مگر ابھی وہ بات ختم نہیں کر پائے تھے کہ اَبُو الْھَیْثَم بن تَیِّھان نے ان کی بات کاٹ کر کہا کہ یا رسول اللہؐ! یثرب کے یہود کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں۔ آپؐ کا ساتھ دینے سے وہ منقطع ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپؐ کو غلبہ دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن میں واپس تشریف لے آئیں اور ہم نہ اِدھر کے رہیں نہ اُدھر کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور آپؐ نے ہنس کے فرمایا نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ تمہارا خون میرا خون ہو گا۔ تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔

اس پر عباس بن عُبَادہ انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا۔ لوگو کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد و پیمان کے کیا معنے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تمہیں ہر اسود و احمر کے مقابلہ کے لیے تیار ہونا چاہیے یعنی ہر قوم کے لوگ جو ہیں تمہارے خلاف ہو جائیں گے ان کے مقابلے کے لیے تیار ہونا چاہیے اور ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم جانتے ہیں مگر یا رسول اللہؐ! اس کے بدلہ میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ سب نے کہا کہ ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ یا رسول اللہؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھا دیا اور یہ ستّر جاں نثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدہ میں آپؐ کے ہاتھ پر بِک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عقبہ ثانیہ ہے۔

جب یہ بیعت ہو چکی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے جو موسیٰ کی طرف سے ان کے نگران اور محافظ تھے۔ میں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جواب دہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کیے گئے جنہیں آپؐ نے منظور فرمایا اور انہیں ایک ایک قبیلے کا نگران مقرر کر کے ان کے فرائض سمجھا دیے اور بعض قبائل کے لیے آپؐ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ جب نقیبوں کا تقرر ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبد المطلب نے انصار سے تاکید کی کہ انہیں بڑی ہوشیاری اور احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ قریش کے جاسوس سب طرف نظر لگائے بیٹھے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس قول و اقرار کی خبر نِکل جائے اور مشکلات پیدا ہو جائیں۔ ابھی غالباً وہ یہ تاکید کر

ہی رہے تھے کہ گھاٹی کے اوپر سے رات کی تاریکی میں کسی شیطان کی آواز آئی یعنی کوئی شخص چھپا تھا، جاسوسی کر رہا تھا کہ اے قریش! تمہیں بھی کچھ خبر ہے کہ یہاں (نعوذ باللہ) مُذمَّم اور اس کے ساتھ کے مرتدین تمہارے خلاف کیا عہد وپیمان کر رہے ہیں؟ اس آواز نے سب کو چونکا دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مطمئن رہے اور فرمایا کہ اب آپ لوگ جس طرح آئے تھے اسی طرح ایک ایک دو دو ہو کر اپنی قیام گاہوں میں واپس چلے جاؤ۔ عَبَّاس بن نَضْلَہ انصاری نے کہا۔ یارسول اللہؐ! ہمیں کسی کا ڈر نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم آج صبح ہی ان قریش پر حملہ کر کے انہیں ان کے مظالم کا مزہ چکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے ابھی تک اس کی اجازت نہیں ہے۔ بس تم صرف یہ کرو کہ خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے جاؤ۔ جس پر تمام لوگ ایک ایک دو دو کر کے دبے پاؤں گھاٹی سے نکل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے چچا عباس کے ساتھ مکہ واپس تشریف لے آئے۔ قریش کے کانوں میں چونکہ بھنک پڑ چکی تھی کہ اس طرح کوئی خفیہ اجتماع ہوا ہے۔ وہ صبح ہوتے ہی اہلِ یثرب کے ڈیرہ میں گئے اور ان سے کہا کہ آپ کے ساتھ ہمارے دیرینہ تعلقات ہیں اور ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ان تعلقات کو خراب کریں مگر ہم نے سنا ہے کہ گذشتہ رات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آپ کا کوئی خفیہ معاہدہ یا سمجھوتہ ہوا ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ اوس اور خزرج میں سے جو لوگ بت پرست تھے ان کو چونکہ اس واقعہ کی کوئی اطلاع نہیں تھی وہ سخت حیران ہوئے اور صاف انکار کیا کہ قطعاً کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ عبد اللہ بن اُبَیّ بِن سَلُول بھی جو بعد میں منافقینِ مدینہ کا سردار بنا وہ بھی اس گروہ میں تھا۔ اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ اہلِ یثرب کوئی اہم معاملہ طے کریں اور مجھے اس کی اطلاع نہ ہو؟ غرض اس طرح قریش کا شک رفع ہوا اور وہ واپس چلے آئے اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی انصار بھی واپس یثرب کی طرف کُوچ کر گئے لیکن ان کے کُوچ کر جانے کے بعد قریش کو کسی طرح اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ واقعی اہلِ یثرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد وپیمان کیا ہے جس پر ان میں سے بعض آدمیوں نے اہلِ یثرب کا پیچھا کیا۔ قافلہ تو نکل گیا تھا مگر سَعد بن عُبَادہؓ کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان کو یہ لوگ پکڑ لائے اور مکہ کے پتھریلے میدان میں لا کر خوب زدوکوب کیا اور سر کے بالوں سے پکڑ کر ادھر ادھر گھسیٹا۔ آخر جُبَیر بن مُطْعِمْ اور حَارِث بن حَرْب کو جو سعد کے واقف تھے انہیں اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان کو ظالم قریش کے ہاتھ سے چھڑایا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 227 تا 229، 232-233)

حضرت سعد بن عُبَادہؓ کے تعلق سے ابھی کچھ اَور ذکر بھی ہے ان شاء اللہ آئندہ خطبہ میں بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/ جنوری 2020ء جلد 27 شمارہ 03 صفحہ 05 تا 08)

52

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27 دسمبر 2019ء بمطابق 27 فتح 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے) یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں حضرت سعد بن عُبادہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان کے بارے میں آج مزید کچھ بیان کروں گا۔

حضرت سعد بن عُبادہ بیعتِ عَقَبہ ثانیہ کے موقعے پر بنائے جانے والے بارہ نُقَباء میں سے ایک تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3صفحہ461 سعد بن عُبادہ ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ان کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ "قبیلہ خزرج کے خاندان بنو سَاعِدہ سے تھے اور تمام قبیلہ خزرج کے رئیس تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ممتاز ترین انصار میں شمار ہوتے تھے۔ حتّٰی کہ آنحضرتؐ کی وفات پر بعض انصار نے انہی کو خلافت کے لیے پیش کیا تھا۔ "یعنی انصار میں سے جو نام پیش ہوا تھا وہ ان کا نام تھا۔ "..... حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 230)

حضرت سعد بن عُبادہؓ، مُنذِر بن عَمروؓ اور ابو دجانہؓ، یہ تین اشخاص تھے انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان سب نے اپنے قبیلہ بنو ساعِدہ کے بت توڑ ڈالے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3صفحہ461سعد بن عُبادہ ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

ہجرتِ مدینہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بنو ساعِدہ کے گھروں کے پاس سے گزرے تو حضرت سَعد بن عُبادہؓ اور حضرت مُنذِر بن عَمروؓ اور حضرت ابو دجانہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہمارے پاس عزت ہے۔ دولت، قوت اور مضبوطی ہے۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ نے یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میری قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کے کھجوروں کے باغات مجھ سے زیادہ ہوں اور اس کے کنویں مجھ سے زیادہ ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ دولت، قوت اور کثیر تعداد بھی ہو۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ثابت! اس اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ مامور ہے۔

(سبل الھدٰی والرشاد جلد 3صفحہ 272 الباب السادس فی قدومہ ﷺ باطن المدینۃ .....، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

یہ اپنی مرضی سے کہیں جائے گی۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ قبیلہ بنو ساعِدہ کے نقیب تھے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا کہ جو نقیب مقرر کیے گئے تھے ان میں ان کا بھی نام تھا۔

کہا جاتا ہے کہ قبیلہ اوس اور خزرج میں ایسا کوئی گھر نہ تھا جس میں چار شخص پے در پے فیاض ہوں۔ بڑے کھلے دل کے ہوں سوائے دُلیم کے، پھر اس کے بیٹے عُبادہ کے، پھر اس کے بیٹے سعد کے، پھر اس کے بیٹے قیس کے۔ دُلیم اور اس کے اہلِ خانہ کی سخاوت کے بارے میں بہت سی اچھی اچھی خبریں مشہور تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 2صفحہ 441،سعد بن عُبادہ، دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سعدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روزانہ ایک بڑا پیالہ بھیجتے جس میں گوشت اور ثرید، گوشت میں پکے ہوئے روٹی کے ٹکڑے یا دودھ کا ثرید یا سرکے اور زیتون کا ثرید یا چربی کا پیالہ بھیجتے اور زیادہ تر گوشت کا پیالہ ہی ہوتا تھا۔ سعد کا پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپؐ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں میں چکر لگایا کرتا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ461 سعد بن عُبادہ ، دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

یعنی یہ کھانا تھا جو مختلف ازواج کے لیے جایا کرتا تھا۔ بعض روایات ایسی بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ایسے دن بھی آتے تھے کہ کھانا نہیں ہوتا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الھبۃ و فضلھا ... باب فضل الھبۃ حدیث 2567)

ہو سکتا ہے کہ یہ روزانہ نہیں اکثر بھیجتے ہوں یا شروع میں بھیجتے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سخاوت کی وجہ سے، غریبوں کے خیال کی وجہ سے بعض اوقات انہیں غرباء میں تقسیم کر دیتے ہوں، مہمانوں کو کھلا دیتے ہوں اس لیے اپنے گھر میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔

بہر حال ایک روایت اَور ہے، حضرت زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں قیام فرمایا تو آپؐ کے ہاں کوئی ہدیہ نہیں آیا۔ پہلا ہدیہ جو میں آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا تھا وہ ایک پیالہ تھا جس میں گندم کی روٹی کی ثرید، گوشت اور دودھ تھا۔ میں نے اسے آپؐ کے سامنے پیش کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ پیالہ میری والدہ نے آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ اس میں برکت ڈالے اور آپؐ نے اپنے صحابہ کو بلایا تو انہوں نے بھی اس میں سے کھایا۔

کہتے ہیں مَیں ابھی دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ سعد بن عُبادہؓ بھی ایک پیالہ لے کر حاضر ہوئے جسے ان کا غلام اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ کافی بڑا تھا۔ میں حضرت ابو ایوبؓ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس پیالے کا کپڑا اٹھایا تا کہ میں اسے دیکھوں تو میں نے ثرید دیکھی جس میں ہڈیاں تھیں۔ اس غلام نے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ ہم بنو مالک بن نجار کے گھروں میں رہتے تھے۔ ہم میں سے تین یا چار افراد ہر رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باری باری کھانا لے کر حاضر ہوتے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ماہ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں قیام فرمایا۔ ان ایام میں حضرت سعد بن عُبادہؓ اور حضرت اَسعد بن زُرارہؓ کا پیالہ ہر روز آپؐ کی خدمت میں آتا تھا اور اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں کچھ وضاحت بھی ہو گئی کہ شروع میں روزانہ کھانا آتا تھا۔ سات مہینے تک باقاعدہ آتا رہا۔ اس کے بعد بھی آتا ہو گا لیکن شاید اس باقاعدگی سے نہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ اسی کے متعلق جب حضرت ام ایوبؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے ہاں قیام فرمایا تھا اس لیے آپ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا کون سا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کسی مخصوص کھانے کا کبھی حکم دیا ہو اور پھر وہ آپؐ کے لیے تیار کیا گیا ہو اور نہ ہی ہم نے کبھی یہ دیکھا کہ آپؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا ہو اور آپؐ نے اس میں عیب نکالا ہو۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب نے مجھے بتایا کہ ایک رات حضرت سعد بن عُبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ بھجوایا جس میں طَفَیشَل تھا۔ یہ شوربہ کی ایک قسم ہے۔ آپؐ نے وہ سیر ہو کر پیا اور میں نے اس کے علاوہ آپؐ کو کبھی اس طرح سیر ہو کر پیتے نہیں دیکھا۔ پھر ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بنایا کرتے تھے۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ لاؤ یا وہ پکاؤ۔ کبھی عیب نہیں نکالا لیکن جو کھانا آتا تھا اس میں سے یہ کھانا آپؐ کو پسند آیا اور آپؐ نے بڑے شوق سے کھایا یا پیا۔ اس کے بعد سے پھر صحابہ کو پتا لگ گیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند ہے تو اس کے مطابق پھر بناتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے لیے هَرِیس، مشہور کھانا ہے جو گندم اور گوشت سے بنایا جاتا ہے، یہ بھی بنایا کرتے تھے جو آپؐ کو پسند تھا اور رات کے کھانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پانچ سے لے کر سولہ تک افراد ہوتے تھے جس کا انحصار کھانے کی قلت یا کثرت پر ہوتا تھا۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد3صفحہ 275 الباب السادس فی قدومہﷺ باطن المدینة ..... ، دارالکتب العلمیة بیروت 1993ء)(سبل الهدیٰ والرشاد جلد3صفحہ 279 الباب السادس فی قدومہﷺ باطن المدینة .....، دارالکتب العلمیہ 1993ء)(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 572 مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور 2005ء)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مکان میں آپؐ نے سات ماہ تک یا ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اور ابن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ ماہ صفر 2/ ہجری تک قیام فرمایا تھا گویا جب تک مسجد نبوی اور اس کے ساتھ والے حجرے تیار نہیں ہو گئے آپؐ اسی جگہ مقیم رہے۔ ابو ایوبؓ آپؐ کی خدمت میں کھانا بھجواتے تھے اور پھر جو کھانا بچ کر آتا تھا وہ حضرت ابو ایوبؓ خود کھاتے تھے۔ اور محبت و اخلاص کی وجہ سے اسی جگہ انگلیاں ڈالتے تھے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہوتا۔ دوسرے اصحاب بھی عموماً آپؐ کی خدمت میں کھانا بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سعد بن عُبادہؓ رئیس قبیلہ خزرج کا نام تاریخ میں خاص طور پر مذکور ہوا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 268)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ ہمارے گھر تشریف لائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعدؓ کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ کھجور اور تِل لے آئے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دودھ کا پیالہ لائے جس میں سے آپؐ نے پیا۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 7صفحہ 200 الباب الرابع فی أکلہﷺ أطعمة مختلفة ، فی أکلہﷺ الکسب والسّمسم، دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

قیس بن سعدؓ، سعد بن عُبادہؓ کے بیٹے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لیے ہمارے گھر تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ'۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں کو سلام کیا۔ قیسؓ نے کہا کہ میرے والد سعدؓ نے آہستہ سے جواب دیا۔ قیسؓ نے کہا میں نے ان سے پوچھا، اپنے باپ سے پوچھا کہ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کا نہیں کہیں گے؟ حضرت سعدؓ نے، باپ نے، بیٹے کو یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر زیادہ سلام کر لینے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر سلام کر کے واپس ہوئے۔ یعنی آپؐ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا۔ میں نے آہستہ سے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سلام کریں گے تو اس طرح ہمارے گھر میں سلامتی پہنچے گی۔ بہرحال کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے واپس ہوئے تو پھر سعدؓ آپؐ کے پیچھے گئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ! میں آپؐ کے سلام کو سنتا اور آپؐ کو آہستہ سے جواب دیتا تا کہ آپؐ ہم پر زیادہ سلام بھیجیں۔ پھر آپؐ سعدؓ کے ہمراہ لَوٹ آئے۔ سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل کا عرض کیا۔ آپؐ نے غسل فرمایا۔ سعدؓ نے آپؐ کو زعفران یا وَرْس جو یمن کے علاقے میں پیدا ہونے والا ایک زرد رنگ کا پودا ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں اس سے رنگا ہوا ایک لحاف دیا۔ آپؐ نے اسے ارد گرد لپیٹ لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ! اپنے درود اور اپنی رحمت سعد بن عُبادہؓ کی اولاد پر نازل کر۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 442 - 441 سعد بن عُبادہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2003ء)(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 222 کتاب العلم مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ روایت حضرت انسؓ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عُبادہؓ کے ہاں اندر آنا چاہا، گھر میں جانا چاہا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضرت سعدؓ نے آہستہ سے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی نہ دیا حتّٰی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سلام کیا اور سعدؓ نے تینوں مرتبہ اسی طرح جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی نہ دیا۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ آپؐ کے پیچھے گئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے جتنی مرتبہ بھی سلام کہا میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اس کا جواب دیا لیکن آپؐ کو نہیں سنایا۔ آپؐ کو میری آواز نہیں آئی۔ میں چاہتا تھا کہ آپؐ کی سلامتی اور برکت کی دعا کثرت سے حاصل کروں۔

پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے اور کشمش پیش کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول کرنے کے بعد فرمایا تمہارا کھانا نیک لوگ کھاتے رہیں اور تم پر ملائکہ رحمت کی دعائیں کرتے رہیں اور روزے دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں۔ آپؐ نے ان کو دعا دی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4صفحہ356-357 مسند انس بن مالك حدیث 12433، مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

علامہ ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ اہلِ صفہ جب شام کرتے تو ان میں سے کوئی شخص کسی ایک یا دو کو

کھانا کھلانے کے لیے لے جاتا تاہم حضرت سعد بن عُبادہؓ اسّی اہلِ صفہ کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے ساتھ لے جاتے۔
(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 3 صفحہ 56 سعد بن عُبادہ، دارلکتب العلمیہ بیروت 1995ء)

یعنی اکثر یہ ہوتا تھا لیکن ایسی روایات بھی ہیں کہ اہلِ صفہ پر ایسے دن بھی آئے جب ان کو بھوکا بھی رہنا پڑا۔ بہرحال صحابہ عموماً ان غرباء کا خیال رکھا کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر پر بیٹھے ہوتے تھے اور ان کا سب سے زیادہ خیال رکھنے والے حضرت سَعد بن عُبادہؓ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے ایک سال بعد ماہ صفر میں ابواء، جو مدینہ سے مکے کی شاہراہ پر جُحفہ سے 23 میل دور واقع ہے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی قبر بھی ہے، اس کی طرف کوچ فرمایا۔ آپؐ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں حضرت سعد بن عُبادہؓ کو اپنا جانشین یا امیر مقرر فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 5 باب غزوۃ الابواء، دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)
(اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 84 مطبوعہ دار السلام 1424ھ)

غزوۂ ابواء کا دوسرا نام غزوۂ وَدّان بیان کیا جاتا ہے۔ سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ وَدّان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ کبھی تو خود صحابہؓ کو ساتھ لے کر نکلتے تھے اور کبھی کسی صحابی کی امارت میں کوئی دستہ روانہ فرماتے تھے۔ مؤرخین نے ہر دو قسم کی مہموں کو الگ الگ نام دیے ہیں؛ چنانچہ جس مہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفسِ نفیس شامل ہوئے ہوں اس کا نام مؤرخین غزوہ رکھتے ہیں اور جس میں آپؐ خود شامل نہ ہوئے ہوں اس کا نام سَرِیَّہ یا بَعْث رکھا جاتا ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غزوہ اور سَرِیَّہ دونوں میں مخصوص طور پر جہاد بالسیف کی غرض سے نکلنا ضروری نہیں۔" ضروری نہیں ہے کہ تلوار کے جہاد کے لیے نکلا جائے۔ "بلکہ ہر وہ سفر جس میں آپؐ جنگ کی حالت میں شریک ہوئے ہوں غزوہ کہلاتا ہے خواہ وہ خصوصیت کے ساتھ لڑنے کی غرض سے نہ کیا گیا ہو اور اسی طرح ہر وہ سفر جو آپؐ کے حکم سے کسی جماعت نے کیا ہو مؤرخین کی اصطلاح میں سَرِیَّہ یا بَعْث کہلاتا ہے خواہ اس کی غرض وغایت لڑائی نہ ہو، لیکن بعض لوگ ناواقفیت سے ہر غزوہ اور سَرِیَّہ کو لڑائی کی مہم سمجھنے لگ جاتے ہیں جو درست نہیں" ہے۔

"یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جہاد بالسیف کی اجازت ہجرت کے دوسرے سال ماہ صفر میں نازل ہوئی۔" تھی۔ یہ گذشتہ خطبوں میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ "چونکہ قریش کے خونی ارادوں اور ان کی خطرناک کارروائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے فوری کارروائی کی ضرورت تھی اس لیے آپؐ اسی ماہ میں مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ روانگی سے قبل آپؐ نے اپنے پیچھے مدینہ میں سعد بن عُبادہؓ رئیس خزرج کو امیر مقرر فرمایا اور مدینہ سے جنوب مغرب کی طرف مکہ کے راستہ پر روانہ ہو گئے اور بالآخر مقام وَدّان تک پہنچے۔" اس کی یہ تفصیل پہلے بھی بیان ہو چکی ہے۔ "اس علاقہ میں قبیلہ بنو ضمرۃ

کے لوگ آباد تھے۔ یہ قبیلہ بنو کنانہ کی ایک شاخ تھا اور اس طرح گویا یہ لوگ قریش کے چچازاد بھائی تھے۔ یہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو ضمرۃ کے رئیس کے ساتھ بات چیت کی اور باہم رضامندی سے آپس میں ایک معاہدہ ہو گیا جس کی شرطیں یہ تھیں کہ بَنُو ضَمُرَہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو "یعنی بَنُو ضَمُرَۃ کو "مسلمانوں کی مدد کے لیے بلائیں گے تو وہ فوراً آجائیں گے۔

دوسری طرف آپؐ نے مسلمانوں کی طرف سے یہ عہد کیا کہ "تمام "مسلمان قبیلہ بَنُو ضَمُرَۃ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور بوقتِ ضرورت ان کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا اور فریقین کے اس پر دستخط ہوئے اور پندرہ دن کی غیر حاضری کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ غزوۂ ودان کا دوسرا نام غزوۂ اَبْواء بھی ہے کیونکہ وَدَّان کے قریب ہی ابواء کی بستی بھی ہے اور یہ وہی مقام ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ میں بَنُو ضَمُرَۃ کے ساتھ قریش مکہ کا بھی خیال تھا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دراصل آپؐ کی یہ مہم قریش کی خطرناک کارروائیوں کے سدباب کے لیے تھی اور اس میں اس زہریلے اور خطرناک اثر کا ازالہ مقصود تھا جو قریش کے قافلے وغیرہ مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب میں پیدا کر رہے تھے۔" قریش مسلمانوں کے خلاف قبیلوں میں جا کے پراپیگنڈہ کرتے تھے۔" اور جس کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ان ایام میں بہت نازک ہو رہی تھی۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے صفحہ 327-328)

حضرت سعد بن عُبادہؓ کے غزوۂ بدر میں شامل ہونے کے بارے میں دو آرا بیان کی جاتی ہیں۔ واقدی، مَدَائِنِی اور ابنِ کَلْبِی کے نزدیک یہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ جبکہ ابن اسحاق اور ابن عُقْبَہ اور ابن سعد کے نزدیک یہ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

بہرحال اس کی ایک وضاحت طبقات الکبریٰ کی ایک روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ وہ روانگی کی تیاری کر رہے تھے اور انصار کے گھروں میں جا کر انہیں روانگی پر تیار کر رہے تھے کہ روانگی سے پہلے انہیں کتے نے کاٹ لیا۔ اس لیے وہ غزوۂ بدر میں شامل نہ ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ سعدؓ شریک نہ ہوئے لیکن اس کے آرزومند تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کو غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ غزوۂ احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

(الاستیعاب جلد2صفحہ 594 سعد بن عُبادہ مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ461 سعد بن عُبادہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء)(سیر الصحابہؓ جلد3 صفحہ 377 سعد بن عُبادہ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کا جھنڈا غزوۂ بدر کے روز حضرت سعد بن عُبادہؓ کے پاس تھا۔ یہ

المستدرک کی روایت ہے۔

(المستدرك على الصحيحين جلد 3صفحه 282 كتاب معرفة الصحابه باب ذكر مناقب سعد بن عُباده حديث 5096 ، دار الكتب العلميه بيروت 2002ء)

غزوۂ بدر پر روانگی کے وقت حضرت سعد بن عُبادہؓ نے عضب نامی تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۃً پیش کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں اسی تلوار کے ساتھ شرکت کی تھی۔

(سبل الهدٰى والرشاد جلد 4 صفحه 24 باب غزوة بدر الكبرٰى مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1993ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گدھا بھی حضرت سعد بن عُبادہؓ نے تحفۃً پیش کیا تھا۔

(سبل الهدٰى والرشاد جلد 7 صفحه 406 الباب الرابع فى بغاله، وحميره ﷺ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 1993ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام ذَاتُ الْفُضُوْل تھا۔ یہ نام اسے اس کی لمبائی کی وجہ سے دیا گیا تھا اور یہ زرہ جو تھی حضرت سعد بن عُبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تب بھجوائی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور یہ زرہ لوہے کی تھی۔ یہ وہی زرہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو شَحْم یہودی کے پاس جَو کے عوض بطور رہن رکھوائی تھی اور جَو کا وزن تیس صاع تھا اور ایک سال کی مدت کے لیے بطور قرض لیا گیا تھا۔

(سبل الهدٰى والرشاد جلد 7 صفحه 368 الباب الرابع فى دروعه، ومغفره، وبيضته..... مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 1993ء)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس ہوتا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عُبادہؓ کے پاس ہوتا اور جب جنگ زوروں پر ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے جھنڈے تلے ہوتے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحه 917 مسند عبد الله بن عباس حديث 3486 مطبوعه عالم الكتب بيروت 1998ء)

یعنی دشمنوں کا جو زیادہ تر زور تھا انصار کی طرف ہوتا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں ہوتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فَدَک کی بنی ہوئی کملی ڈالی ہوئی تھی اور آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو پیچھے بٹھا لیا۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ کی عیادت کو جا رہے تھے کیونکہ حضرت سعد بن عُبادہؓ ان دنوں میں بیمار تھے، جو بنو حارث بن خزرج کے محلے میں تھے۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے۔ حضرت اسامہؓ کہتے تھے کہ چلتے چلتے آپؐ ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبد اللہ بن اُبی بن سلول تھا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ عبد اللہ بن اُبی بن سلول جو تھا ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا اور یہ وہی واقعہ ہے جس میں عبد اللہ بن اُبی بن سلول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدتمیزی کا رویہ دکھایا تھا۔ بہرحال جب آپؐ سواری کے جانور پر بیٹھے ہوئے جا رہے تھے تو اس کی گرد، مٹی اڑی اور

اس مجلس پر پڑی۔ وہ لوگ کنارے سڑک کے بیٹھے ہوں گے تو عبد اللہ بن ابی بن سلول نے اپنی چادر سے اپنی ناک کو ڈھانکا اور کہنے لگا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو السلام علیکم کہا اور ٹھہر گئے۔ جب اس نے یہ بات کی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو کھڑا کر لیا۔ ٹھہر گئے اور السلام علیکم کہا اور گدھے سے اترے۔ آپؐ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ عبد اللہ بن اُبی بن سلول نے کہا اے مرد! جو بات تم کہتے ہو اس سے اچھی کوئی بات نہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو ہماری مجلس میں آ کر اس سے تکلیف نہ دیا کرو۔ ہماری مجلس میں آنے کی، یہ باتیں کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مختصر پہلے بھی ایک دفعہ میں یہ بیان کر چکا ہوں۔ اپنے ٹھکانے پر ہی واپس جاؤ۔ پھر جو تمہارے پاس آئے اسے بیان کرو۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، مسلمان ہو چکے تھے، صحابی تھے انہوں نے یہ سن کر کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! آپؐ ہماری ان مجلسوں میں ہی آ کر ہمیں پڑھ کر سنایا کریں۔ ہمیں تو یہ بات پسند ہے۔ اس پر مسلمان، مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جوش دبایا۔ آخر وہ رک گئے۔ اس کے بعد پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانور پر سوار ہو کر چلے گئے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ کے پاس آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا سعد! کیا تم نے سنا جو ابو حباب نے کہا۔ آپؐ کی مراد عبد اللہ بن اُبَی بن سلول سے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کیجیے۔

اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ اللہ وہ حق اب یہاں لے آیا ہے جس کو اس نے آپؐ پر نازل کیا ہے۔ اس بستی والوں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس کو یعنی عبد اللہ بن ابی بن سلول کو سرداری کا تاج پہنا کر عمامہ اس کے سر پر باندھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا کیا ہے یہ منظور نہ کیا تو وہ حسد کی آگ میں جل گیا۔ اس لیے اس نے وہ کچھ کیا جو آپؐ نے دیکھا یعنی وہ سردار بننے والا تھا اور آپؐ کے آنے سے اس کی سرداری جاتی رہی۔ اس وجہ سے اس کو حسد ہے۔ آپؐ سے جلن ہے اور اس نے یہ سب کچھ کہا ہے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مشرکوں اور اہل کتاب سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا درگزر کیا کرتے تھے اور ان کی ایذا دہی پر صبر کیا کرتے تھے۔ اللہ عزّوجل نے فرمایا ہے

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (آل عمران:187)

کہ تم ضرور اپنے اموال اور اپنی جانوں کے معاملے میں آزمائے جاؤ گے اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان سے جنہوں نے شرک کیا بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً یہ ایک بڑا ہمت والا کام ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (البقرۃ:110)

اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ بعد اس کے کہ حق ان پر خوب کھل چکا ہے اس حسد کی وجہ سے جو ان کی اپنی ہی جانوں سے پیدا ہوا ہے چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لے آنے کے بعد تمہیں پھر کافر بنا دیں پس تم اس وقت تک کہ اللہ اپنے حکم کو نازل فرمائے انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو اور اللہ یقیناً ہر ایک امر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عفو کو ہی مناسب سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا تھا۔ آخر اللہ نے ان کو اجازت دے دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقام پر ان کا یعنی کافروں کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی میں کفار کے، قریش کے بڑے بڑے سرغنے مار ڈالے تو عبداللہ بن اُبی بن سلول اور جو اس کے ساتھ مشرک اور بت پرست لوگ تھے تب وہ کہنے لگے کہ اب تو یہ سلسلہ شان دار ہو گیا ہے۔ کافروں کی یہ شکست دیکھ کر تب ان کو یقین آیا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر قائم رہنے کی بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر، تفسیر آل عمران حدیث 4566)

غزوۂ بدر کے موقعے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہؓ سے مشاورت کی تو حضرت سعد بن عُبادہؓ نے اس موقع پر جو کہا اس کے بارے میں ایک روایت میں تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر ملی تو آپؐ نے مشورہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے گفتگو کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ نے گفتگو کی، مشورے دینے چاہے۔ آپؐ نے ان سے بھی اعراض فرمایا۔ پھر حضرت سعد بن عُبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ! آپؐ ہم سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آپؐ ہمیں سمندر میں گھوڑے ڈالنے کا حکم دیں تو ہم انہیں ڈال دیں گے۔ اگر آپ ہمیں بَرْكُ الْغِمَادْ، یمن کا ایک شہر ہے جو مکے سے پانچ رات کی مسافت پر سمندر کے کنارے واقع ہے، اس تک ان کے جگر مارنے کا حکم دیں تو ہم ایسا ضرور کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا۔ وہ چلے یہاں تک کہ بدر میں اترے۔ یہ بات سن کے پھر آپؐ اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر چلے اور بدر کے مقام تک پہنچے۔ وہاں قریش کے پانی لانے والے آئے اور ان میں بنو حجاج کا ایک سیاہ لڑکا بھی تھا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا یعنی مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھتے رہے۔ کیونکہ پہلے یہی پتا لگا تھا کہ ابوسفیان اپنے ایک بڑے لشکر کے ساتھ یا شاید گروہ کے ساتھ آ رہا ہے۔ بہرحال ان سے ابوسفیان کے بارے میں پوچھتے رہے۔ وہ یہ کہتا رہا کہ مجھے ابوسفیان کے بارے میں کچھ علم نہیں لیکن یہ ابوجہل اور عُتبہ اور شَیبہ اور اُمیہ بن خلف ہیں۔ یہ ضرور یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ابوجہل بھی ہے، عتبہ بھی ہے، شیبہ بھی ہے، امیہ بن خلف بھی ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے اسے مارا۔ اس نے کہا اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ یہ ہے ابوسفیان یعنی کہ ابوسفیان بھی ان میں شامل ہے۔ جب انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے پھر پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے ابوسفیان کا کوئی علم نہیں لیکن یہ ابوجہل اور

عتبہ اور شیبہ اور امیہ بن خلف لوگوں میں موجود ہیں۔ یہ جو گروہ آیا ہوا ہے یا ایک لشکر بدر کے قریب ٹھہرا ہوا ہے اس میں یہ یہ لوگ موجود ہیں لیکن ابوسفیان نہیں ہے۔ جب اس نے ایسا کہا تو انہوں نے پھر اسے مارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جب آپؐ نے یہ صورت دیکھی تو سلام پھیرا اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب وہ تم سے سچ بولتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب وہ تم سے جھوٹ بولتا ہے تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لڑکا جو کہہ رہا ہے ٹھیک کہہ رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ یعنی جو دشمنوں کے نام لیے تھے۔ اور بتایا کہ یہ بدر کا میدان ہے یہاں فلاں گرے گا۔ راوی کہتے ہیں آپؐ اپنا ہاتھ زمین پر رکھتے تھے کہ یہاں یہاں۔ راوی کہتے ہیں ان میں سے کوئی اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹا یعنی جو دشمن تھے وہیں گرے اور مرے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے نشان دہی کی تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب غزوه بدر حدیث 1779)(فرہنگ سیرت صفحہ 57 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

غزوۂ احد سے قبل ایک جمعہ کی شام حضرت سعد بن مُعاذؓ، حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ اور حضرت سَعد بن عُبادہؓ مسجد نبوی میں ہتھیار پہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر صبح تک پہرہ دیتے رہے۔ غزوۂ احد کے لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے نکلنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور کمان کندھے پر ڈال لی اور نیزہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تو دونوں سعد یعنی حضرت سعد بن مُعاذؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ آپؐ کے آگے آگے دوڑنے لگے۔ یہ دونوں صحابہ زرہ پہنے ہوئے تھے اور باقی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 28 تا 30، غزوۃ رسول اللہ احدًا مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1990ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ احد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"آپؐ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ نماز عصر کے بعد مدینہ سے نکلے۔ قبیلہ اوس اور خزرج کے رؤساء سعد بن مُعاذؓ اور سعد بن عُبادہؓ آپؐ کی سواری کے سامنے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی صحابہ آپؐ کے دائیں اور بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 486)

غزوۂ احد کے موقعے پر جو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثابت قدمی سے کھڑے رہے ان میں حضرت سعد بن عُبادہؓ بھی تھے۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 4 صفحہ 197 ذکر ثبات رسول اللہ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے مدینہ واپس تشریف لائے اور اپنے گھوڑے سے اترے تو آپ حضرت سعد بن مُعاذؓ اور حضرت سعد بن عُبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 4 صفحہ 229 باب غزوه اُحد ذکر رحیل رسول اللہ ﷺ الی المدینة، دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

زخمی تھے۔ اس حالت میں جب اترے تو آپؐ نے ان دونوں کا سہارا لیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حمراء الاسد میں ہمارا عام زادِراہ کھجوریں تھیں۔ غزوۂ حمراء الاسد شوال 3ر ہجری میں ہوا۔ غزوۂ احد سے واپسی پر قریش کے لوگ روحاء مقام پر ٹھہرے جو مدینہ سے 36 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس جگہ قریش کو خیال آیا کہ مسلمانوں کو نقصان بہت پہنچا ہے۔ واپس جا کر مدینے پر اچانک حملہ کر دینا چاہیے اور مسلمان مقابلہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ کافی ان کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تعاقب میں نکلے اور حمراء الاسد مقام تک پہنچے۔ آپؐ کو بھی پتا لگا کہ یہ ارادہ ہے تو آپؐ نے کہا چلو ہم ان کے تعاقب میں چلتے ہیں۔ حمراء الاسد مدینہ سے ذوالحلیفہ کی جانب آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ قریشی لشکر کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر ملی تو وہ مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان بجائے اس کے کہ کمزور ہوں یہ تو ہم پر حملہ کرنے آ رہے ہیں تو وہ دوڑ گئے۔ حضرت سعد بن عُبادہؓ تیس اونٹ اور کھجوریں لائے جو حمراء الاسد مقام تک ہمارے لیے وافر رہیں۔ راوی نے لکھا ہے وہ اونٹ بھی لے کر آئے تھے جو کسی دن دو یا کسی دن تین کر کے ذبح کیے جاتے تھے۔

(سبل الھدٰی والرشاد جلد 4صفحہ 310 الباب الرابع عشر فی غزوۃ حمراء الأسد مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء) (فرہنگ سیرت صفحہ106 مطبوعہ زوار اکیڈمی کراچی 2003ء) (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 354) (شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 464 باب غزوہ حمراء الاسد مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء)

اور ان کو کھایا جاتا تھا۔ غزوۂ بنو نضیر، یہ غزوہ ربیع الاول 4ر ہجری میں ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے قلعوں کا 15 روز تک محاصرہ کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ اس موقع پر اموال غنیمت حاصل ہوا تو آپؐ نے حضرت ثابت بن قیس کو بلا کر فرمایا۔ میرے پاس اپنی قوم کو بلاؤ۔ حضرت ثابت بن قیس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا خزرج کو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں تمام انصار کو بلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اوس اور خزرج کو آپؐ کے لیے بلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر آپؐ نے انصار کے ان احسانات کا ذکر کیا جو انہوں نے مہاجرین پر کیے ہیں۔ تم نے مہاجرین پر کس طرح احسان کیے ہیں کہ انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا اور مہاجرین کو اپنے نفوس پر ترجیح دی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم پسند کرو تو میں بنو نضیر سے حاصل ہونے والے مال سے، وہ اموال غنیمت جو کفار سے جنگ کے بغیر مسلمانوں کو حاصل ہو، یہ وہ مال تھا، اس میں سے تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں۔ اس حالت میں مہاجرین حسبِ سابق تمہارے گھروں اور اموال میں رہیں گے اور اگر تم پسند کرو تو یہ اموال میں مہاجرین میں تقسیم کر دوں، یعنی آدھا آدھا تقسیم کروں تو ٹھیک ہے جس طرح تم پہلے ان سے سلوک کر رہے ہو مہاجرین سے کرتے رہو، تمہارے گھروں میں بھی رہتے رہیں گے۔ مؤاخات قائم رہے گی جس طرح یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ لیکن اگر تم پسند کرو تو یہ اموال میں مہاجرین میں تقسیم کر دوں جس کے نتیجہ میں وہ

تمہارے گھروں سے نکل جائیں گے۔ مال سارا ان کو مل جائے گا لیکن وہ تمہارے گھروں سے پھر نکل جائیں گے۔ کوئی حق نہیں رہے گا جو پہلے ایک قائم کیا گیا تھا۔

اس پر حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن مُعاذؓ دونوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور وہ ہمارے گھروں میں اسی طرح ہوں گے جیسا کہ پہلے تھے۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ آپ یہ تمام مال انہی میں تقسیم کر دیں۔ انصار کو دینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کا جو حق ہے اور مہاجرین اور انصار کی جو مؤاخات قائم ہوئی ہوئی ہے، جو حق ہے ہمارے گھروں میں آنے جانے کا، رہنے کا وہ بھی اسی طرح قائم رہے گا اور انصار نے بآواز بلند عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم راضی ہیں اور ہمارا سرِ تسلیم خم ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انصار اور انصار کے بیٹوں پر رحم فرما۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مالِ فَے عطا فرمایا وہ آپ نے مہاجرین میں تقسیم فرمایا اور انصار میں سے دو صحابہ کے علاوہ کسی کو کچھ نہ دیا وہ دونوں صحابہ جو انصار کے تھے ضرورت مند تھے وہ دونوں حضرت سہل بن حُنیفؓ اور حضرت ابو دجانہؓ تھے اور آپ نے حضرت سعد بن مُعاذؓ کو ابن ابی حقیق کی تلوار عطا فرمائی۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 4 صفحه 325 ذكر خروج بنی النضير من أرضهم مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت 1993ء) (اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ صفحہ 264-265 دار السلام 1424ھ) (عمدة القاری شرح صحيح البخاری جلد 12 صفحه 204 كتاب الوكالة مطبوعه دار احياء التراث بيروت 2003ء)

حضرت سعدؓ کی والدہ حضرت عَمرہ بنت مسعودؓ جو صحابیات میں سے تھیں ان کی وفات اس وقت ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ دومة الجندل کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ غزوہ ربیع الاول 5 ہجری میں ہوا تھا۔ حضرت سعدؓ اس غزوہ میں آپؐ کے ہم رکاب تھے۔

سعید بن مُسَیَّبؒ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ کی والدہ کی وفات اس وقت ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تھے۔ سعد نے عرض کیا کہ میری والدہ کی وفات ہو گئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپؐ ان کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ آپؐ نے نماز جنازہ پڑھائی حالانکہ انہیں فوت ہوئے ایک مہینہ ہو چکا تھا۔ ایک مہینے کے بعد انہیں خبر پہنچی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سعد بن عُبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں پوچھا جو ان کی والدہ پر تھی اور وہ اس کو پورا کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کی طرف سے اسے پورا کرو۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری والدہ کی وفات ہو گئی ہے۔ انہوں نے وصیت نہیں کی تھی۔ اگر مَیں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا وہ انہیں مفید ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کون سا صدقہ آپؐ کو زیادہ پسند ہے؟ آپؐ نے فرمایا پانی پلاؤ۔

(الطبقات الكبرٰی لابن سعد جلد 3 صفحه 461-462 سعد بن عُبادة مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت 1990ء)

لگتا ہے اس وقت پانی کی کمی تھی۔ کافی ضرورت تھی۔ بہرحال ایک روایت میں ہے کہ اس پر حضرت سعد نے

ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کی خاطر ہے۔ ان کے نام پر وہ جاری کر دیا۔

علامہ ابوطیب شمس الحق عظیم آبادی ہیں انہوں نے ابوداؤد کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ پانی ہے یعنی حضرت سعدؓ کو کہا کہ پانی پلاؤ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان ایام میں پانی کم یاب تھا یا اس لیے کہ پانی کی ضرورت عام طور پر تمام اشیاء کی نسبت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ پانی کا صدقہ آپؐ نے اس لیے بھی افضل قرار دیا کیونکہ یہ دینی اور دنیاوی معاملات میں بالخصوص ان گرم ممالک میں سب سے زیادہ نفع رساں چیز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا کہ اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا۔ وہاں مدینے میں پانی افضل ترین تھا۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے عمومی ضرورت اور پانی کی کم یابی کی وجہ سے اس کو بہت قیمتی سمجھا جاتا تھا۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد 3 صفحہ 65-66 کتاب الزکاۃ باب فی فضل سقی الماء مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

اور پانی کو تو آج بھی قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے لیے حکومتیں بھی کہتی رہتی ہیں۔ خیال بھی رکھنا چاہیے۔ بہرحال انہوں نے صرف اسی پر بس نہیں کیا کہ پانی کا کنواں کھود دیا۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ جو بنو ساعِدہ میں سے تھے ان کی والدہ فوت ہو گئیں اور اس وقت وہ موجود نہ تھے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میری والدہ فوت ہو گئی ہیں اور میں اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھا۔ یہ آنے کے بعد پتا لگا ہو گا۔ پہلے شاید میں نے سفر میں کہہ دیا تھا۔

بہرحال سفر میں پتا لگا یا آنے کے بعد پتا لگا لیکن بہرحال وہ موجود نہیں تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اس وقت یہ عرض کیا کہ مَیں موجود نہیں تھا تو کیا میرا ان کی طرف سے کچھ صدقہ کرنا ان کو نفع دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! پھر میں آپؐ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میرا باغ مِخْرَاف ہے وہ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الوصایا، باب الاشھاد فی الوقف والصدقۃ حدیث 2762)

صدقہ اور خیرات اور غریبوں کی مدد میں بڑا کھلا دل رکھتے تھے اور بڑا کھلا ہاتھ رکھتے تھے۔ ابھی ان کا ذکر چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 / جنوری 2020ء جلد 27 شمارہ 05 صفحہ 05 تا 09)

انڈیکس خطبات مسرور جلد 17

آیات قرآنیہ..... 1
احادیث نبویہؐ..... 4
الہامات حضرت مسیح موعودؑ..... 7
مضامین..... 8
اسماء..... 48
مقامات..... 110
کتابیات..... 128

آیات قرآنیہ

الفاتحہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ.....(5) 555

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (6) 366، 553

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (7) 366

البقرہ

یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (4) 550

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (6) 527

لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (63) 245

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (90) 621

وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ.....(110) 543، 674

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ .....(184 تا 187) 243

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا (185) 249

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ.....(187) 289

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ.....(218) 61، 657

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ.....(239) 517

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ..(273) 576، 577

آل عمران

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ.....(32) 507

لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ.....(129) 168

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ.....(145) 171

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قَاتَلَ مَعَهٗ.....(147) 171

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً... اور اس کی تفصیل (155) 622 تا 624

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ کی تشریح..... 623، 624

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا...(187) 543

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ.....(187) 673

النساء

فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ.....(66) 396

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ.....(70) 181 تا 183

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ.....(76) 649

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ.....(98) 483

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ.....(104) 517

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ.....(106) 429

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ.....(108 تا 111) 429

وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا.....(112-113) 430

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ.....(114-115) 430

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ.....(116-117) 431

المائدۃ

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (4) 283

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا (25) 607

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (28) 558

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا.....(52) 464

الانعام

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ.....(53) 614

الاعراف

وَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ.....(30) 261

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ.....(30 تا 32) 257

وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ (197) 245

التوبۃ

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ.....(18) 524

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (41) 613

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ.....(49) 643

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ.....(64تا66) 644

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ.....(79) 641

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ.....(84) 598

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ.....(92) 115

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا(107) 440

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا(108) 374

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا(118) 631، 647

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ(120) 510

یونس

حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ.....(91) 187

ھود

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ(70) 402

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ(115) 553

یوسف

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.....(19) 596

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا.....(23) 104

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ.....(10) 152

النحل

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ.....(91) 205

بنی اسرائیل

اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ...(48) 127، 133

الکھف

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ.....(111) 130

طٰہٰ

لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى(70) 127، 129، 132

الحج

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ.....(42) 549

المؤمنون

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ(2) 527

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ(15) 221

النور

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ.....(12) 596

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ.....(38) 346

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ.....(52تا58) 270

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا.....(56) 147، 152

الفرقان

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا(49) 678

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا.....(75) 616

النمل

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ.....(63) 558

العنکبوت

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا.....(70) 554

الاحزاب

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ.....(6) 166، 167، 300، 603

مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ(24) 378

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ.....(26) 18

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ.....(38) 311

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ.....(38) 312

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ.....(57) 527

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ.....(61) 318

المؤمن

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (61) کی تفسیر حضرت مسیح موعودؑ..... 553

الزخرف

لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ.....(32) 303

الدخان

ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (50) 129

الاحقاف

اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ (16) 558

الحجرات

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ (14) 311

الذاريات

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ.....(57) 517،512،285

الواقعه

لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (80) 104

المجادلة

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ.....(2) 73

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ.....(5-3) 72

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (23) 126

الممتحنة

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ.....(9) 464

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (13) 274

الصّف

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ.....(5) 25

الجمعة

اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ (4) 153

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ (10 تا 12) 282

المنافقون

لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ.....(9) 591

التغابن

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ.....(17) 2

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا.....(18) 2

الطلاق

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا.....(4-3) 511

المزّمّل

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا.....(16) 152

التكوير

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ.....(11-5) 150

الاعلیٰ

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (7) 131

الم نشرح

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ.....(3) 301

احادیث نبویہ ﷺ

الائمة من القریش 448،94
اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ 311
اَلصَّلٰوۃُ ھِیَ الدُّعَاءُ اَلصَّلٰوۃُ مُخُّ الْعِبَادَۃ 529
اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ..... 131
تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِالْمَاءِ 371
یَاابْنَ الْاَکْوَعِ مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ 198
یَازَیْدُ اَنْتَ مَوْلَایَ وَمِنِّیْ... 300
یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ..... 147

احادیث بالمعنیٰ

آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو 2
بخل سے بچو، اس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا..... 2
غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو..... 53
جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی..... 54
عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد فرمایا جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی..... 70
آنحضرتؐ کا حضرت جبرائیلؑ سے باتیں کرنا اور حضرت حارثہؓ کا پاس سے گزرتے ہوئے سلام نہ کرنا..... 85
مسکین کی مدد کرنا بُری موت سے بچاتا ہے 86
حنین کے دن فرمانا کہ کون رات کو پہرہ دے گا اور حضرت حارثہؓ کا اطمینان سے اٹھنا..... 87
حضرت نعمان بن بشیرؓ کو حضرت بشیر بن سعدؓ نے ایک غلام دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنے سارے بیٹوں کو دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا واپس لے لو.... 88،89
مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا 89
اللہ نے ہمیں آپؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، کیسے بھیجیں؟..... 95
بیمار آدمی بیماری میں جو نذر مانے وہ پوری کرے 112
جو اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کے درجات بڑھاتا ہے، جو تکبر کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے 121
حضرت عائشہؓ کی سحر کی بابت روایت 123
حضرت عائشہؓ کا پوچھنا کہ آپؐ کے ساتھ بھی کوئی شیطان ہے؟ فرمایا ہاں مگر..... 126
قیامت کے دن ایک قوم لائی جائے گی جن کے پاس تہامہ کی پہاڑی کی مانند نیکیاں ہوں گی، لیکن انہیں آگ میں ڈال دیا جائے گا..... 168
حضرت ثوبانؓ کی روایت، بعض لوگوں کی تہامہ پہاڑ جتنی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ بے وقعت قرار دے کر ہوا میں بکھیر دے گا..... 169
بخاری کی ایک حدیث، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں، علم سیکھنے کے لئے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے 173
ایک شخص کا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا کہ جنت میں تو آپؐ کو نہ پاؤں گا تو آیت نازل ہوئی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ...(النساء:70) 181 تا 183
ابو جہل اس امت کا فرعون..... 187
معاذ بن عمرو بن جموح کیا ہی اچھا شخص ہے 187
عبد اللہ بن عمرو بن حرام نے غزوہ احد سے پہلے خواب میں مبشر بن عبد المنذر کو دیکھا، فرمایا اے ابو جابر شہادت یہی ہوتی ہے 193
وہ اصحاب جو بدر کے دن شہید کئے گئے..... 194
عثمان بن مظعون میری امت کا کیا ہی اچھا پیشرو تھا 217
میں اللہ کا رسول ہوں میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا 220
اللہ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں 245
انسان کا ہر عمل اس کی ذات کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے..... 246

رمضان میں جہنم کے دروازے بند اور جنت کے کھول دئے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے 246
رمضان میں کوئی نہ بخشا جائے تو کب بخشا جائے گا 247
آخری زمانے میں مساجد بظاہر آباد..... 261
جس نے میرے قائم کردہ امیر کی اطاعت کی..... 271
آنحضرتؐ کا اس پر بیعت لینا کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ پسند ہو یا ناپسند 272
جس نے اللہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا..... 272
جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی، جو دعا بھی کریں وہ قبول..... 285
جس نے لہو ولعب یا تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی کی..... 286
جمعہ کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے 286
جس نے بلاوجہ جمعہ چھوڑا وہ منافق لکھا جائے گا 286
سستی سے جمعہ چھوڑنا دل پر مہر لگا دیتا ہے 286
جمعہ پڑھنے آیا کرو جمعہ سے پیچھے رہنے والا جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے 286
حضرت زیدؓ کو فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا 300
آنحضرتؐ کا امّ ایمنؓ کو کھجوروں کے کچھ درخت دینا اور پھر واپس مانگے تو..... 308
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت امّ ایمنؓ نے آنحضورؐ کو کہا کہ مجھے پانی پلائیں..... 309
عُوَیم بن سَاعِدہ اللہ کے بندوں میں سے کیا ہی اچھا بندہ اور اہل جنت میں ہے..... 374
اے خُریم اگر دو باتیں تم میں نہ ہوتیں تو بہت اچھے شخص ہوتے، بال بڑھانا اور لباس لٹکانا..... 390
حضرت ظُہَیر رضی اللہ عنہ کا بیان کرنا کہ آنحضرتؐ نے ہمیں زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا..... 392
حضرت زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصاری کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396
ایک صحابی کا مہمان کو کھانا کھلانا، خود بھوکا رہنا..... 403
پڑوسی کی عزت کرو، پڑوسی کا بہت بڑا حق ہوتا ہے 403
سلام کرو خواہ جانتے ہو یا نہیں 405
حضرت قتادہؓ کا سورۃ اخلاص پر ساری رات گزارنا آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے 431
آنحضرتؐ کا غزوہ مؤتہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو..... 332
مسجد میں قبلہ رخ تھوک دیکھ کر آنحضرتؐ کا صاف کرنا اور فرمانا..... 432
جمعہ والے دن ایک گھڑی جس میں دعا قبول ہوتی ہے اس کی تشریح وتفصیل 432تا435
ایک رات شدید بارش میں قتادہ بن نعمانؓ کا نماز کے لئے مسجد آنا، واپسی پر آنحضرتؐ نے ایک چھڑی دی کہ تمہارے دس قدم آگے اور پیچھے روشنی دے گی... 433
اصحاب صفّہ کا قرآن پڑھنا اور آنحضرتؐ کا ان کے درمیان بیٹھ جانا اور فرمانا..... 454
آنحضرتؐ کا قرآن سکھانے کے لئے آدمی صحابہؓ کے سپرد کرنا اور کسی نے کمان ہدیہ میں دی آپؐ نے لینے سے منع فرمایا..... 469
آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟.... طاعون کی وجہ سے مر جانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
شہید پانچ ہیں، طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری، ڈوب کر، دب کر اور اللہ کی راہ میں..... 470
ہم نے آنحضرتؐ سے چستی اور سستی پر حال میں بات سننے اور ماننے، خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ اور امر بالمعروف..... پر بیعت کی 470
حضرت انس بن مالکؓ کا روایت بیان کرنا کہ آنحضرتؐ امّ حرام بنت ملحان کے گھر تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ امت کے لوگ سمندر میں سوار ہیں اور حضرت امّ حرام کے لئے دعا کرنا..... 472
صُنَابِحِیؓ کی روایت کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اپنے آخری وقت میں حدیث سنائی کہ اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول..... 474
ایک صحابی کا جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہونا، آنحضورؐ نے فرمایا دو رکعتیں ادا کرو..... 498
ایک صحابی کا پوچھنا کہ میں فرض نمازیں، روزے، حرام چیزوں کو حرام.....اس سے زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟..... 498
قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب 518
اللہ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے..... 520
نماز کی خاطر انتظار میں بیٹھنے والا نماز میں ہی مصروف سمجھا جاتا ہے 531
نماز باجماعت کا ستائیس گُنا زیادہ ثواب 557،532
اللہ فرماتا ہے کہ بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں اس کی طرف دو قدم آتا ہوں..... 554
کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی بات ترک نماز ہے..... 557
ایک جنگ میں ایک صحابی کا پوچھنا کہ میرا ہاتھ دشمن کاٹ دے اور پھر چھپ جائے اور پھر کہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو..... 610
ایک صحابی جس کو امیر بنا کر بھیجا واپسی پر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ امارت کے منصب کو کیسا پایا 612،611
اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، حضرت علیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ..... 614،613
ہر نبی کو ساتھ نجیب رفقاء دئے گئے اور مجھے چودہ رفقاء، ان کے نام..... 614
آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616
آنحضرتؐ کا ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا، (کسی یہودی عورت یا مرد کا جنازہ تھا) 618،617
آنحضرتؐ کا ایک نئی قبر دیکھ کر دریافت فرمانا.....اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ جب تک میں تمہارے درمیان ہوں کوئی فوت ہو تو مجھے ضرور خبر دو..... 618
ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا، ان کا نام اُمِّ مِحْجَنؓ اور خرقاء بیان ہوا ہے 619
اے بنو سلمہ / بنو نضلہ تمہارا سردار کون ہے؟ ان کا کہنا کہ جَدّ بن قَیس، فرمایا کیا وجہ ہے.....فرمایا تمہارا سردار بِشر بن بَراء بن مَعْرُور ہے..... 620
حضرت بِشر بن بَراء کی والدہ کا اپنے بیٹے کو سلام پہنچانے کی بابت پوچھنا..... 624
حضرت عثمانؓ کے انفاق پر فرمایا کہ آج کے بعد عثمان کے کسی عمل پر کوئی مؤاخذہ نہ ہو گا 640
غزوہ تبوک سے مدینہ آتے ہوئے فرمایا مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہر سفر اور ہر وادی میں تمہارے ساتھ تھے..... 644
یہ احد پہاڑ ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے، انصار کے گھروں میں بہترین گھر..... 645

الہامات حضرت مسیح موعودؑ

اصحابُ الصُّفه..... 454
الخیر کلّه فی القرآن 252
مبارك و کل امر مبارك یجعل فیه 258
الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ اور لندن سے اسلام آباد منتقلی کی تفصیلات..... 201 تا 203

مضامین

اللہ

حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت سے پہلے سات غلام آزاد کئے جنہیں خدا کی راہ میں تکلیف دی جاتی تھی 30

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہو جانا اور منافقین کا اعتراض، یہ اونٹنی خدا تعالیٰ کے بتانے پر مقرر جگہ سے حضرت حارث بن خزمہؓ لائے 83

حنین کے موقعہ پر ثابت قدم رہنے والے 80 صحابہ اور ان کی اولاد کا رزق اللہ کے ذمہ ہونا 86

ایک صحابی کا عرض کرنا کہ اللہ نے ہمیں آپؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، کیسے بھیجیں؟..... 95

جو اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کے درجات بڑھاتا ہے، جو تکبر کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے 121

حضرت ثوبانؓ کی روایت، بعض لوگوں کی تہامہ پہاڑ جتنی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ بے وقعت قرار دے کر ہوا میں بکھیر دے گا..... 169

میں اللہ کا رسول ہوں میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا 220

اللہ کو تمہارے بھوکا رہنے سے کوئی غرض نہیں 245

جس نے اللہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا..... 272

خلافت کی طرف راہنمائی کی مثالیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح خود رہنمائی فرماتا ہے 279

اللہ تعالیٰ کو سب حلال چیزوں میں سے طلاق کا سب سے زیادہ ناپسند ہونا 311

آنحضرتؐ کا حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ کو گود لینا اور فرمانا اے اللہ ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں 333

جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کے نتیجہ میں اللہ کے فضلوں اور انعاموں میں سے ایک 343

عُوَیم بن سَاعِدہ اللہ کے بندوں میں سے کیا ہی اچھا بندہ اور اہل جنت میں سے ہے..... 374

مختلف ممالک میں سالانہ جلسے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھنا (جرمنی، کینیڈا، امریکہ) 399

مہمان نوازی اللہ کو پسند ہے، حضرت ابراہیمؑ کا اس حوالے سے قرآن میں ذکر کرنے کی اہمیت 402

غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ کے انفاق فی سبیل اللہ کے ایمان افروز مظاہرے اور حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا مال لے آئے..... 439

مسلمان حکومتوں کا خدا پر توکل نہ ہونا اور غیر لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی گود میں..... اللہ ان کو عقل دے 465

شہید پانچ ہیں، طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری، ڈوب کر، دب کر اور اللہ کی راہ میں..... 470

صُنَابِحِیؓ کی روایت کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اپنے آخری وقت میں حدیث سنائی کہ اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول..... 474

عمرو بن معبدؓ، اُن سو بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے صحابہ میں سے تھے جن کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہو گیا 495

اللہ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے..... 520

خبیبؓ پہلے صحابی جو اللہ کی خاطر صلیب دیئے گئے 539

اللہ فرماتا ہے کہ بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں اس کی طرف دو قدم آتا ہوں..... 554

لٹویا، ازبکستان بخارا کے ایک نومبائع وَحیدوف صاحب کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584

چار صحابہؓ جن سے اللہ نے آنحضورؐ کو محبت کرنے کا حکم

دیا..... 613، 614
مقدادؓ پہلے صحابی جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھوڑے پر لڑائی میں حصہ لیا 614

آ۔ا

آزادی

غلاموں کی اسلامی طریق پر آزادی اور ان کی ترقیات 322
پاکستان میں احمدیوں کی مذہبی آزادی اور دیگر مسائل 505

آسمان

محرز بن نضلہؓ کا خواب، میرے لئے آسمان کھولا گیا، سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچ گیا، حضرت ابو بکرؓ کا اس کی تعبیر شہادت کرنا 194، 195
امّ ایمنؓ کو مدینہ ہجرت کے وقت سخت پیاس لگنا، آسمان سے پانی..... 309

آگ

آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو (بخاری) 2
قیامت کے دن ایک قوم لائی جائے گی جن کے پاس تہامہ کی پہاڑی کی مانند نیکیاں ہوں گی، لیکن انہیں آگ میں ڈال دیا جائے گا..... 168
حضرت عبادہ بن صامتؓ کا اپنے آخری وقت میں حدیث سنانا، اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول 474
حیدر آباد مشن ہاؤس میں آگ اور مولانا محمد عمر صاحب اور ان کی فیملی کا معجزانہ طور پر بچ جانا 599

آنکھ

بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ کی آنکھوں میں تکلیف اور بعض دیگر امراض..... 100
آنحضرتؐ کی آنکھوں میں غزوہ مؤتہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے آنسو آنا..... 332
حضرت زید بن حارثہؓ کی شہادت پر ان کے گھر تعزیت کے لئے جانا اور آنحضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا، فرمایا هٰذَا شَوْقُ الْحَبِيبِ إِلَى حَبِيبِهٖ 333
غزوہ احد میں حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈیلا باہر آنا، آنحضورؐ کا اپنے ہاتھ سے ڈیلا اندر رکھنا، ساری عمر یہ آنکھ صحیح رہی ...426
حضرت قتادہؓ کا جنگ احد میں آنحضرتؐ کے سامنے رہنا، اور جب کمان ٹوٹ گئی، تیر ختم ہو گئے تو اپنا سر آگے کر دیتے، جس پر ایک تیر آنکھ کے ڈیلے میں لگا، آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آنا..... 427

اجتماع

اجتماع انصار اللہ، ولجنہ اماء اللہ برطانیہ کے موقع پر کنٹری مارکیٹ، بورڈن، ہمپشیئر، یوکے سے خطبہ جمعہ 477
انصار اللہ کے اجتماع کے حوالہ سے، آنحضرتؐ کے صحابہ انصار و مہاجر نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا تبدیلیاں اور قربانیاں کیں.... ان کے اخلاص و وفا کے نمونے، اپنے جائزے لیتے رہیں 477
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس اجتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364

احمدی / احمدیت

گیمبیا، کیانگ ضلع کے ایک گاؤں میں احمدیوں کی مخالفت کے نتیجہ میں ایک احمدی جالو صاحب کا فعال احمدی بن جانا اور چندوں میں باقاعدہ ہو کر وصیت میں بھی شامل ہونا 6
لائبیریا کے ایک گاؤں میں تبلیغ، ایک معمر بزرگ عثمان کمارا صاحب کا خواب، سب لوگوں کا احمدیت قبول کرنا 9
زابلو صاحب کا خواب کے ذریعہ احمدی ہونا، باجود حالات کی خرابی کے اہلیہ کے کہنے پر زیادہ چندہ دینا 11
انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا احمدیت قبول کرنے میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا لیکن استقلال اور چندوں میں ادائیگی 11
حضور انور کا وقف جدید کے حوالہ سے خطبہ سن کر مالی میں غیر احمدیوں کے دلوں میں تحریک اور 85 افراد کا احمدیت قبول کرنا اور مالی قربانی کرنا 12
احمدیوں کو گھروں میں نماز سینٹر بنانے کی ہدایت، ہمسائے اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھا کریں 174

74ء کی شورش میں ایک احمدی خاتون کی جرات اور دلیری کا واقعہ 176
جماعت کے لئے دعا کی تحریک 254
دنیا کی کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی 259
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت احباب جماعت اور خود حضرت مصلح موعودؓ کی حالت 274
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور خدا تعالیٰ نے کس طرح جماعت کو سنبھالا اور امن کی حالت نصیب ہوئی، حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے تفصیلات 275تا279
ایم ٹی اے پر حضور کے خطبات دیکھ کر احمدیت قبول کرنا اور خلافت کو صحیح راہنما سمجھنا 280
مسٹر کلاوزے (Klause) اور مسز ہائڈے (Heide) جرمن میاں بیوی کے تاثرات، جلسہ کا ایک ریلیکس ماحول، جماعت احمدیہ میں دنیا کے لئے درد ہے.... 355
جرمنی جماعت کا اخلاص ووفا اور قربانیوں میں بڑھا ہونا 353
ایک عیسائی پروفیسر کا اظہار کہ ایک نیا اسلام ہے جو جماعت احمدیہ میں دیکھا 417
احمدیوں کا اپنے خلیفہ سے پیار، ایک غیر کے تاثرات 419
ایک غیر از جماعت کا تاثر، احمدیوں کے پاس تو بائبل کا علم عیسائیوں سے زیادہ ہے 422
ہر احمدی کے لئے نصیحت کہ اطاعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہئے..... 471
پاکستان میں احمدیوں کی مذہبی آزادی اور دیگر مسائل 505
ہالینڈ میں جماعت کی تعداد اور کاموں میں اضافہ 505
افریقہ میں جماعت احمدیہ کے مختلف پراجیکٹس کا ذکر 565

اذان

عبداللہ بن زیدؓ کو اذان کی بابت رؤیا دکھائی جانا 80، 178
اذان کی ابتداء، تفصیل 178، 179، 180
عمرؓ کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے جانا 180

اسٹال

جلسہ کے دنوں میں بازار اور اسٹال اور ذمہ داریاں 345

اسلام

آنحضرتؐ کی حج کے موقعہ پر مدینہ والوں کی طرف رغبت اور دعوت اسلام اور بیعت عقبہ.... 22
جُلندی کے دو بیٹوں عبید اور جَیفر کے پاس آنحضرتؐ کا ایک خط بھیجا جانا جس میں دعوت اسلام تھی 51
سہلؓ اور سہیلؓ دو خوش قسمت بھائی جن کو اسلام کے اس عظیم مرکز میں اپنی زمین (مسجد نبوی کی) پیش کرنے کی توفیق ملی 140
اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتب 148
اسلام کے ابتدائی دور کا بیان حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں 205
عثمان چینی صاحب کی چین میں احمدیت اسلام کے بڑھنے کی خواہش اور..... 281
چین میں اسلام کے جلد پھیلنے کے لئے دعا کی تحریک 281
غلاموں کی اسلامی طریق پر آزادی اور ان کی ترقیات 322
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا ایسا نظام اور اسلام کی حقیقی تصویر پہلی مرتبہ اس جلسہ میں دیکھی ہے 364
حارث کا اسلام قبول کرنے کے بعد مجذرؓ کو غزوہ احد میں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے شہید کرنا، حضرت جبرائیلؑ نے یہ سب آپؐ کو بتایا، آنحضرتؐ کا اس کو قتل کرنے کا حکم 375
حارثہ بن قیسؓ، بعض کے نزدیک اسلام میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید.... 396
ایک عیسائی پروفیسر کا اظہار کہ ایک نیا اسلام ہے جو جماعت احمدیہ میں دیکھا 417
آنحضرتؐ کے صحابہ انصار و مہاجر نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا تبدیلیاں اور قربانیاں کیں.... ان کے اخلاص و وفا کے نمونے، اپنے جائزے لیتے رہیں 477
امیہ بن خلف کے بیٹے علی نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر رشتہ داروں کی وجہ سے اسلام سے پھر گیا اور بدر میں اپنے

باپ کے ساتھ قتل ہوا 482
جرمنی اور یورپ میں یہ تصور کہ اسلام یورپ کے لئے خطرہ ہے اور یہ کہ اسلام یورپ کے کلچر اور سویلائزیشن سے مطابقت نہیں رکھتا 560
مرتضیٰ صاحب ایران کا کہنا کہ ان لوگوں کو آپ کے خلیفہ سے اسلام سیکھنا چاہیئے 562
برلن میں حضور انور کا اسلام اینڈ یورپ کے موضوع پر خطاب..... 570

اشعار / شعر (نیز دیکھیں "ہجو")

حضرت عمرؓ کا ضرار بن خطابؓ کے شعر سننا یہاں تک کہ سحر ہو گئی 113
عثمان بن مظعونؓ کا لبید بن ربیعہ کے شعر کا جواب دینا...210
حسان بن ثابتؓ کے واقعہ رجیع کے حوالے سے اشعار 293

اصحاب صفّہ

اصحاب صفّہ کا تلاوت کرنا 139، 451، 454، 455
اصحاب صفّہ کی کچھ تفصیل 451
اصحاب صفّہ جو بعد میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے اور اس کی تفصیل 453
اصحاب صفّہ کا قرآن پڑھنا اور آنحضرتؐ کا ان کے درمیان بیٹھ جانا اور فرمانا..... 454
اہل صفّہ کو شام کو صحابہ اپنے ساتھ کھانے کیلئے لے جاتے، سعد بن عبادہؓ اسّی صحابہ کو ساتھ لے کر جاتے 670

اطاعت

اطاعت کی اہمیت اور برکت اور صحابہ کی زندگیوں میں اس کے عملی نمونے 270
جس نے میرے قائم کردہ امیر کی اطاعت کی..... 271
خالد بن ولیدؓ کی اطاعت کا بہترین مظاہرہ اور عمدہ نمونہ 272
بیعت کے بعد کامل اطاعت کے نمونے دکھانا انتہائی ضروری ہے 272
جس نے اللہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا..... 272
اطاعت دَر معروف کی پر حکمت تفسیر 274
خواجہ کمال الدین صاحب، ان لوگوں کا بیعت کرنا لیکن دل میں اطاعتِ خلافت کی سچی روح نہ تھی اور انجمن کو خلافت سے بالا..... 277، 278
ہر احمدی کے لئے نصیحت کہ اطاعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہیئے..... 471

اطفال الاحمدیہ

وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی برطانیہ کی جماعتیں 14
وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی آسٹریلیا کی جماعتیں 15
وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی کینیڈا کی جماعتیں..... 15
کینیڈا، وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583
سیر الیون، کینما کے لوکل معلم بشیر وصاحب کا تحریک جدید کی طرف توجہ دلانا، سیر ابو کے ایک طفل کا لکڑیاں لے کر آنا کہ یہ خرید لیں اور چندہ کی رسید کاٹ دیں 586
گھانا کے ایک طفل کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کے لئے مزدوری کرنا 586

اعتراض / اعتراضات

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہو جانا اور منافقین کا اعتراض، یہ اونٹنی خدا کے بتانے پر مقررجگہ سے حضرت حارث بن خزمہؓ لائے 83
زینب بنت جحشؓ کی شادی اور ہونے والے اعتراضات اور ان کی سیرت وسوانح 315
آنحضرتؐ کے تعدد ازواج پر اعتراضات اور جواب 318
حضرت اسامہ کی قیادت پر اعتراض اور آنحضرتؐ کا ناراض ہونا اور فرمانا..... 335

افتتاح

مسجد مبارک اسلام آباد کا افتتاح، پہلا خطبہ جمعہ اور حضور انور کا اندر آکر سجدۂ شکر 257
مسجد مبارک ربوہ کے افتتاح کے موقعہ پر خلیفۃ المسیح ثانیؓ کا فرمانا کہ افتتاح سے قبل دو نوافل کا انتظام ہونا چاہیئے 257

مسجد مہدی سٹراس برگ، فرانس سے افتتاحی خطبہ جمعہ 524
فلڈا اور ویزبادن (جرمنی) میں مسجد کا افتتاح 549
جرمنی میں سو مساجد کے تحت تعمیر مساجد کی مساعی اور کچھ مساجد کا افتتاح 549
سٹراس برگ جرمنی کے بارڈر پر فرانس کا شہر جہاں مسجد کا افتتاح ہوا 565
فلڈا میں بیت الحمید کا افتتاح 569
مہدی آباد جرمنی کی مسجد کا افتتاح 572

افسر / افسران

افسروں اور عہدیداران کے لئے نصیحت 612،611

امارت / امیر / امراء

عبداللہ بن امّ مکتومؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر مدینہ کا امیر مقرر ہونا بعد میں ان کو امام الصلوٰۃ اور ابولبابہ بن منذرؓ کو امیر بنادیا جانا 77
ابو رھم غفاریؓ کو عمرہ قضاء کے موقعہ پر مدینہ میں امیر مقرر کرنا 92
غزوہ بواط کے موقع پر ایک روایت کے مطابق آپؐ نے سائب بن مظعون کو اپنے بعد امیر مقرر فرمایا 134،116
طاہر حسین منشی صاحب نائب امیر فجی کا ذکر خیر 162
ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ کو غزوہ بدر کے لئے راستہ میں روحاء کے مقام سے واپس امیر مدینہ بنا کر بھیجا جانا 439،193
جس نے میرے قائم کردہ امیر کی اطاعت کی..... 271
غزوہ مُرَیْسِیْع / مصطلق میں حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا جانا 322
آنحضرتؐ جب بھی کسی لشکر کو بھیجتے اگر اس لشکر میں حضرت زید بن حارثہؓ ہوتے تو ان کو امیر مقرر فرماتے 322
مودود احمد خان صاحب (امیر جماعت کراچی) ابن نواب مسعود احمد خان صاحب کا ذکر خیر 379
عاصم بن عدیؓ کو جنگ بدر کے موقع پر راستہ سے واپس بھیج دینا اور قبا اور مدینہ کے بالائی حصہ پر امیر بنانا 438
عبداللہ بن مکتومؓ کو جنگ بدر کے موقعہ پر مدینہ کا امیر مقرر کیا جانا 438
عتبہ بن مسعودؓ کو حضرت عمرؓ کا امیر مقامی بنایا کرنا 455
ایک صحابی جس کو امیر بنا کر بھیجا واپسی پر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ امارت کے منصب کو کیسا پایا 612،611
سعد بن عبادہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمانا 670

امت

ابوجہل اس امت کا فرعون..... 187
عثمان بن مظعون میری امت کا کیا ہی اچھا پیشرو تھا 217
مسلم امّہ کے لئے دعا کی تحریک 255
آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟.... طاعون کی وجہ سے مرجانا، پانی میں غرق ہوجانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
آنحضرتؐ امّ حرام بنت ملحان کے گھر تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ امت کے لوگ سمندر میں سوار ہیں اور حضرت امّ حرام کے لئے دعا کرنا..... 472

انجمن

بعض عمائدین کا خیال کہ انجمن کے ذریعہ سب اختیارات اپنے قبضہ میں لے لیں..... 277
خواجہ کمال الدین صاحب، ان لوگوں کا بیعت کرنا لیکن دل میں اطاعتِ خلافت کی سچی روح نہ تھی اور انجمن کو خلافت سے بالا..... 278،277

انصار

حضرت ثعلبہ بن غنمہؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 79
حضرت بشیر بن سعدؓ انصار کے پہلے شخص جنہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی 93
وہ صحابہ جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے ذکوان بن عبد قیس، عقبہ بن وھب، عباس بن عبادہ، زیاد بن لبید 110،109
امّ علاءؓ کا بیان کہ مہاجرین کی آمد پر انصار کی خواہش کہ ہمارے گھر میں رہیں جس پر قرعہ ڈالا جاتا 212
غزوہ خندق میں مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہؓ اور انصار کا

جھنڈا اسعد بن عبادہؓ کے پاس تھا 233
حضرت زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصاری کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396
بنو ابیرق، انصار کا خاندان... اور چوری کا ایک واقعہ 428
یہ احد پہاڑ ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے، انصار کے گھروں میں بہترین گھر..... 645
ابن عباسؓ کی روایت کہ نبیؐ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672

انصار اللہ

اجتماع انصار اللہ، ولجنہ اماء اللہ برطانیہ کے موقع پر کنٹری مارکیٹ، بورڈن، ہمپشیئر، یوکے سے خطبہ جمعہ 477
انصار اللہ کے اجتماع کے حوالہ سے، آنحضرتؐ کے صحابہ انصار و مہاجر نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا تبدیلیاں اور قربانیاں کیں.... ان کے اخلاص و وفا کے نمونے، اپنے جائزے لیتے رہیں 477

انفاق فی سبیل

آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو 2
غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ کے انفاق فی سبیل اللہ کے ایمان افروز مظاہرے اور حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا مال لے آئے..... 439
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے نصائح کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، نمازوں اور عبادات..... 550

اونٹنی

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہو جانا اور منافقین کا اعتراض، یہ اونٹنی خدا کے بتانے پر مقررہ جگہ سے حضرت حارث بن خزمہؓ لائے 83
ابو موسیٰؓ کا کہنا کہ ہم نے غزوہ تبوک کے لئے اونٹ وغیرہ نہیں مانگے تھے، جوتیوں کا مطالبہ کیا تھا 116
صحابہ نے مذاق میں کسی کا اونٹ حضرت نعیمانؓ سے ذبح کروالیا، بدو کی شکایت پر نعیمانؓ کا چھپ جانا، آنحضرتؐ کا ان کو ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبدالمطلب ؓ کے گھر سے تلاش کر لینا 479
عیینہ بن حصن کا آپؐ کے اونٹوں کو لے جانا اور چرواہے کو مار ڈالنا.... حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا تعاقب کرنا.... 610
سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ گم ہو جانا اور.....مارگولیس کے کمنٹس اور اس پر تبصرہ 656

ایمان

کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی بات ترک نماز ہے..... 557

ایم ٹی اے

رمضان میں تلاوت اور درس اور ایم ٹی اے کے درس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین 249
ایم ٹی اے اچانک دیکھ کر، آخر کار بیعت کرنا 488
ایم ٹی اے افریقہ وغیرہ کے ذریعہ خطبات سن کر نمایاں تبدیلی کا ذکر 280
ایم ٹی اے پر حضور کے خطبات دیکھ کر احمدیت قبول کرنا اور خلافت کو صحیح راہنما سمجھنا 280
ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی طرف سے سمارٹ ایپ لانچ ہونا 407

ب

بارش

ایک رات شدید بارش میں قتادہ بن نعمانؓ کا نماز کے لئے مسجد آنا، واپسی پر آنحضرتؐ نے ایک چھڑی دی کہ تمہارے دس قدم آگے اور پیچھے روشنی دے گی... 433

بازار

جلسہ کے دنوں میں بازار اور اسٹال اور ذمہ داریاں 345
یہود کا بازار میں ایک عورت کی بے حرمتی کرنا اور....466

بچے

بیوی بچوں سے اچھے رویّے نہ رکھنے والوں کو تنبیہ... 265
شیخین پر کم عمر بچوں کو جنگ احد سے واپس بھیجا جانا 545
کینیڈا، وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583

زید بن ارقم، ایک مخلص مسلمان بچہ جس نے ہوشیاری کا مظاہرہ کیا 591

بخشش (نیز دیکھیں مغفرت)

رمضان میں کوئی نہ بخشا جائے تو کب بخشا جائے گا 247

بخل

بخل سے بچو، اس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا 2

بدلہ

جنگ مؤتہ کے بدلہ کے لئے آپؐ کا لشکر تیار کرنا 334

برکات، برکت

زودی (zodi) صاحب برکینا فاسو، ڈپریشن کے مریض تھے چندہ دینے کی برکت سے صحت یاب ہونا 4

بورومو (Boromo) ریجن بورکینا فاسو کے نومبائع کو نے آدم کا چندہ دینے سے فصل میں غیر معمولی برکت پڑنا 5

گنی کناکری کے اکوبی صاحب کا وقف جدید کا چندہ ادا کرنا اور غیر معمولی برکت پڑنا 6

مالی ریجن سکاسو (Sikasso) کے نومبائع ابو بکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7

مشرقی یورپ کے مبلغ فہیم صاحب کا ایک احمدی ٹیلر کے بارہ میں بتانا کہ چندہ کی برکت سے کاروبار میں برکت 8

انسپکٹر سلیم صاحب، انڈیا جے پور کے ایک سکول ٹیچر کے بارہ میں بتانا، چندہ کی برکت سے سکول خرید کر اس کے پرنسپل بن جانا 8

یو۔کے، خاتون کا احمدیت قبول کرنا اور گھر سے نکالا جانا لیکن چندے کی برکت سے غیر معمولی برکات 10

آسٹریلیا کے ایک دوست کی چندہ میں ادائیگی کی وجہ سے برکت، گاہکوں کا کثرت سے آنا 11

گنی کناکری کے ابو بکر صاحب کی اہلیہ کا چندوں کی طرف توجہ دلانا اور خود پابندی سے چندہ ادا کرنا اور فصل میں غیر معمولی برکت..... 11

سیرالیون، لونسور (Lunsar) ریجن کے ایک نومبائع کمارا صاحب، تحریک جدید کا چندہ اور برکات 578

گنی بساؤ، کبوڈو کے دیالو صاحب، تحریک جدید چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 578، 579

تنزانیہ، ماراریجن کے نوجوان راشد حسین صاحب کا چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 580

سینٹرل افریقہ، بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور..... 580

ساواڈوصاحب کا تحریک جدید کا چندہ دینا، چندہ کی برکت 581

بینن، لوکوساریجن میں سیلاب کے باجود احمدیوں کا تحریک جدید کا چندہ دینے کی تڑپ 581، 582

ایک خادم کا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق نصف تنخواہ تحریک جدید میں دینا اور غیر معمولی برکت 582

کینیڈا، وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583

ازبکستان کے شہر بخارا کے ایک نومبائع زائر صاحب اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584

جرمنی کی ایک حاملہ خاتون کا ہونے والے بچے کی طرف سے چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 584

لٹویا، ازبکستان بخارا کے ایک نومبائع وَحیدوف صاحب کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584

چندہ میں سستی، کاروبار میں نقصان، خواب میں والد کا کہنا کہ چندہ جات ادا کئے؟ پھر چندہ کی ادائیگی اور برکات 585

مایوٹ آئی لینڈ کے علی محمد صاحب کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنا، چندہ کی برکت سے کام مل جانا 585

بکرا / بکری

قربانی کے بکرے کی عمر کے بارے میں فتویٰ 71

بشر بن براءؓ کا زہر آلود بکری کا گوشت کھانے سے وفات ہونا اور اس کی تفصیل 624 تا 628

بندر گاہ

شَعَیْبَۃ عرب کی ایک بندگارہ 436

بہادر / بہادری

حضرت ہند بنت عمروؓ کی جرأت اور بہادری..... 18

سوید بن صامت کا اپنی بہادری اور نجابت کی وجہ سے کامل کہلانا، 20

خبیب بن اساف کا جنگ بدر کے سفر پر راستہ میں آنحضورؐ سے ملنا، آپ کی جرأت اور بہادری مشہور تھی، آپ کہنے لگے کہ مال غنیمت میں حصہ لینے آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا ہم مشرک سے مدد نہیں لیں گے..... 481
عمرو بن معبدؓ، اُن سو بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے صحابہ میں سے تھے جن کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہو گیا 495

بیعت

حضرت بشیر بن سعدؓ انصار کے پہلے شخص جنہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی 93
ابو الهيثم مالك بن تيّهان رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک 143
حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے والے ایک دوست کا کہنا کہ مجھے مولوی ثناء اللہ نے تبلیغ کی..... 154
حضرت ملک اللہ بخش صاحبؓ کا گرہن کا نشان دیکھ کر لودھراں سے پیدل قادیان جا کر بیعت کرنا 226
بیعت کے بعد کامل اطاعت کے نمونے دکھانا انتہائی ضروری ہے 272
آنحضرتؐ کا اس پر بیعت لینا کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ پسند ہو یا ناپسند 272
خواجہ کمال الدین صاحب، ان لوگوں کا بیعت کرنا لیکن دل میں اطاعتِ خلافت کی سچی روح نہ تھی اور انجمن کو خلافت سے بالا..... 277، 278
خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر زور دینا 278
جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کے نتیجہ میں اللہ کے فضلوں اور انعاموں میں سے ایک 343
سیریا کے ایک دوست کا بذریعہ خواب بیعت کرنا 363
آغا آصف، آذربائیجان کا خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی سعادت پر ردّ عمل 365
جارجیا کے ایک وکیل پروفیسر صاحب کا بیعت کی کارروائی دیکھ کر کہنا کہ یہ ایک معجزہ ہے..... 368، 369
عالمی بیعت، ایک مہمان کے تاثرات ایک برقی رَو کا احساس..... 416
کسی کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت تو جلدی میں ہو گئی تھی اب عمرؓ فوت ہو گئے میں تو فلاں کی بیعت کروں گا... اس پر حضرت عمرؓ کا خطاب فرمانا 444 تا 450
حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 449، 450
حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت علیؓ کا ابو بکرؓ کی بیعت میں تاخیر..... 450
ہم نے آنحضرتؐ سے چستی اور سستی پر حال میں بات سننے اور ماننے، خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ اور امر بالمعروف..... پر بیعت کی 470
حضرت عبادہ بن صامتؓ کا اپنی آخری بیماری میں بیان کرنا کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر کن امور کی بیعت کی..... 473
ایم ٹی اے اچانک دیکھ کر، آخر کار بیعت کرنا 488
ہالینڈ، یہاں رہنے والے ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ کیا مقاصد ہیں جو ہم نے بیعت میں آ کر پورے کرنے ہیں..... 505
حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کے دوران حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا نمونہ دیکھ کر ایک شخص کا بیعت کرنا 600

بیعت عقبہ

آنحضرتؐ کی حج کے موقعہ پر مدینہ والوں کی طرف رغبت اور دعوت اسلام اور بیعت عقبہ..... 22
ثابت بن ثعلبہؓ کا بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہونا 43
سنان بن ابو سنانؓ کا بیعت عقبہ میں شامل ہونا 50
حضرت ثعلبہ بن عنمہؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 79
خالد بن قیسؓ کا بیعت عقبہ میں شامل ہونا 83
بشیر بن سعدؓ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، بیعت عقبہ کے ستر انصار میں بھی شامل تھے 88
رفاعہ بن عمرو انصاریؓ کا بیعت عقبہ میں شامل ہونا 114
ضحاک بن حارثہؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 118

سَهل بن عتیکؓ کا بیعت عقبہ میں 70 انصار کے ساتھ شامل ہونا.... 137
بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر حضرت عباسؓ کا مدینہ کے لوگوں سے خطاب 141
بیعت عقبہ ثانیہ اور بارہ نقیب مقرر کرنا، تفصیل 141 تا143
عبید بن تیہانؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ شامل ہونا177
عبداللہ بن زیدؓ کا ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 178
رفاعہ بن عبد المنذرؓ کا ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 193

بیمار / بیماری

ابو بکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7
بیمار آدمی بیماری میں جو نذر مانے وہ پوری کرے 112
عبادہ بن صامتؓ کا اپنی آخری بیماری میں ایک حدیث بیان کرنا کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر کن امور کی بیعت کی 473
عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے آنحضورؐ کا جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟....طاعون کی وجہ سے مر جانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470

پ۔ت

پانی

حدیبیہ کے موقعہ پر خشک کنویں میں تیر گاڑنے سے معجزانہ طور پر پانی نکلنا اور عبداللہ بن ابی کو جب کہا گیا کہ اب تو اس معجزہ کو مان لے تو اس کا رد عمل 120
قبا میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں اَلْغَرْس نامی کنویں سے آپؐ کا پانی پینا 143
اَلْغَرْس نامی کنویں سے آنحضورؐ نے پانی پیتے ہوئی فرمایا یہ جنت کے چشموں میں سے ہے، آپؐ نے فرمایا میری وفات پر اس کنویں سے ساتھ مشکیزے لا کر مجھے غسل دینا 143
امّ ایمنؓ کو مدینہ ہجرت کے وقت سخت پیاس لگنا، آسمان سے پانی..... 309
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت امّ ایمنؓ نے آنحضورؐ کو کہا کہ مجھے پانی پلائیں..... 309
حضرت زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصاری کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396
آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟....طاعون کی وجہ سے مر جانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
مدینہ میں شام کی سمت اَبُو الْهَيْثَم بن تَيِّهَان کا کنواں، آنحضرتؐ کو اس کا پانی پسند تھا 643
سعد بن عبادہؓ کا پوچھنا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ، پانی پلاؤں، ایک کنواں کھدواؤں..... 677

پریس / میڈیا (نیز دیکھیں سوشل میڈیا)

جلسہ یوکے، پریس اینڈ میڈیا کی رپورٹ 423
صفی الرحمٰن خورشید صاحب مبلغ افریقہ، نصرت آرٹ پریس کے مینیجر کا ذکر خیر 502
صفی الرحمٰن خورشید صاحب کی افریقہ میں خدمت اور مختلف ممالک میں پریس لگانے کی مساعی..... 503، 504
سیرالیون میں پریس کا لگنا اور خلیفہ ثالثؒ کا تعریف کرنا503
خلیفہ رابعؒ کا لندن میں رقیم پریس لگانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دینا 504
نائیجیریا میں جماعت کا پریس لگایا جانا 504

پڑوسی (نیز دیکھیں ہمسائے)

پڑوسی کے حقوق 403
جلسہ پر آنے والے مہمان اور کارکنان ایک دوسرے کے پڑوسی بھی ہیں..... 403

پہاڑ / پہاڑی

قیامت کے دن ایک قوم لائی جائے گی جن کے پاس تہامہ کی پہاڑی کی مانند نیکیاں ہوں گی، لیکن انہیں آگ میں ڈال دیا جائے گا..... 168
حضرت ثوبانؓ کی روایت، بعض لوگوں کی تہامہ پہاڑ جتنی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ بے وقعت قرار دے کر ہوا میں بکھیر

دے گا..... 169
ضأن پہاڑی 497
یہ احد پہاڑ ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے، انصار کے گھروں میں بہترین گھر..... 645

پہرہ
حنین کے دن فرمانا کہ کون رات کو پہرہ دے گا اور حضرت حارثہؓ کا اطمینان سے اٹھنا 87
صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کا پہرہ دینے والے سلمہ بن اسلمؓ اور عباد بن بشرؓ 235

پیشگوئی / پیشگوئیاں
سراقہ کو کنگن پہنانے کی پیشگوئی کا پورا ہونا 35، 36
قریش میں امامت کے قیام کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی 94
آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کی بعثت 146
سورۃ التکویر میں مذکور قرآنی پیشگوئیاں 150
آپؐ کا بائبل کی پیشگوئی کے مطابق مثیلِ موسیٰؑ ہونا 152
حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق تجدید دین کے لئے مبعوث ہونا 514

پیشگوئی مصلح موعود
پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت اور دیگر تفصیل 97
حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کے کچھ واقعات اور آپ کا پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونا 97تا107

ت

تاثرات
ایک غیر احمدی صحافی محمد اسلم صاحب کے حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں تاثرات 104
جلسہ سالانہ جرمنی کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے پر اظہار تشکر اور کارکنان وغیرہ کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات..... 352تا369
میسیڈونیا(Macedonia) سے ایک وفد کے جرمنی کے جلسہ کے حوالہ سے تاثرات..... 356
بلغاریہ یونیورسٹی کے طالب علم کے جلسہ جرمنی کے حوالہ سے تاثرات 358
جلسہ یو کے مہمانوں کے تاثرات 408تا423
عالمی بیعت، ایک مہمان کے تاثرات ایک برقی رَو کا احساس..... 416
احمدیوں کا اپنے خلیفہ کیلئے پیار، ایک غیر کے تاثرات 419
زکریا صاحب، ایک عرب مہمان کے تاثرات 562

تاریخ
حضور انور نے بدری صحابہ کے ذکر میں دوسروں کا بھی ذکر فرمایا کہ تاریخ کا بھی علم ہو جائے 485

تاریخ احمدیت
شعبہ تاریخ احمدیت کی ویب سائٹ کا اجراء اور اس کی تفصیل..... 502

تبلیغ
لائبیریا کے ایک گاؤں میں تبلیغ، ایک معمر بزرگ عثمان کمارا صاحب کا خواب، سب لوگوں کا احمدیت قبول کرنا 9
آنحضرتؐ کے دین کے پھیلانے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا درد اور کوشش 107
مولوی ثناء اللہ کا ایک احمدی کو تبلیغ کرنا 154

تجارت
اصحمہ، نجاشی، حبشہ کا بادشاہ تھا جس کے عرب کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے 56
سائب بن مظعونؓ کا آنحضرتؐ کے ساتھ شریک تجارت ہونا اور کہنا کہ..... 117
جس نے لہو و لعب یا تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی کی..... 286
آنحضرتؐ کا اپنے چچا کے ہمراہ شام کے تجارتی سفر میں بصریٰ میں قیام 477
ابو بکرؓ کا تجارت کے لئے بصریٰ ملک شام کی طرف ایک سفر، نعیمانؓ اور سویبط بن حرملہؓ ساتھ تھے، دلچسپ مزاحیہ واقعہ، آپؐ اس سے بہت لطف اندوز ہوئے 477، 478

تحریک / تحریکات
جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کے انتظامات اور مخالفین کا حملہ اور دعا کی تحریک 95، 96
جماعت کے لئے دعا کی تحریک 254

دنیا کے حالات کے لئے دعا کی تحریک 255
مسلم امّہ کے لئے دعا کی تحریک 255
چین میں اسلام کے جلد پھیلنے کے لئے دعا کی تحریک 281

تحریک جدید

سیرالیون، لونسور (Lunsar) ریجن کے ایک نومبائع کمارا صاحب، تحریک جدید کا چندہ اور برکات 578
گنی بساؤ، کبوڈو کے دیالو صاحب، تحریک جدید چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 578، 579
کانگو، ریجن بندوندو کی ایک غریب جماعت اور چندہ تحریک جدید میں دائیگی کے لئے اخلاص و محنت 579
بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580
تنزانیہ، ماراریجن کے نوجوان راشد حسین صاحب کا چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 580
سینٹرل افریقہ، بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580
ساواڈو صاحب کا تحریک جدید کا چندہ دینا، چندہ کی برکت 581
یوکے، ایک خاتون کا چندہ تحریک جدید دینا اور خدا کا نوازنا 581
بینن، لوکوساریجن میں سیلاب کے باجود احمدیوں کا تحریک جدید کا چندہ دینے کی تڑپ 581، 582
کیرالہ کے ایک مخلص دوست کا چندہ تحریک جدید 582
ایک خادم کا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق نصف تنخواہ تحریک جدید میں دینا اور غیر معمولی برکت 582
بینن، ناتی ٹنگو میں کتم پوتی جماعت کے ایک شخص کا غیر متوقع طور پر زیادہ چندہ تحریک جدید دینا کہ چندے میں سستی کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے..... 583
کینیڈا، وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583
جرمنی کی ایک حاملہ خاتون کا ہونے والے بچے کی طرف سے چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 584
مایوٹ آئی لینڈ کے علی محمد صاحب کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنا، چندہ کی برکت سے کام مل جانا 585
انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا چندہ تحریک جدید کے لئے اخلاص و قربانی 586
پاسر پنگارایاں، انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا چندہ تحریک جدید کے لئے اخلاص و قربانی 586
بشیر وصاحب کا تحریک جدید کی طرف توجہ دلانا، ایک طفل کا لکڑیاں لانا، یہ خرید لیں، رقم چندہ میں رکھ لیں 586
گھانا کے ایک طفل کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کے لئے مزدوری کرنا 586
تحریک جدید کے چندہ میں پوزیشن لینے والے ممالک اور ان کی جماعتوں کی پوزیشنز 587 تا 589
جرمنی کی چندہ تحریک جدید میں پہلی پوزیشن 587
پاکستان کی چندہ تحریک جدید میں دوسری پوزیشن 587
برطانیہ کی چندہ تحریک جدید میں تیسری پوزیشن 587

تحفہ

سیلاب کے بعد ابتر صورت حال کے باوجود بچوں نے تحفہ میں ملی ہوئی رقم بھی چندہ وقف جدید میں دے دی 10

تدوین قرآن

جنگ یمامہ میں صحابہ کی کثیر تعداد کی شہادت پر حضرت ابو بکرؓ نے تدوین قرآن کا حکم دیا 494

ترقی / ترقیات

دنیا کی کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی 259

تعبیر الرؤیاء

محرز بن نضلہؓ کا خواب، میرے لئے آسمان کھولا گیا، سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا، حضرت ابو بکرؓ کا اس کی تعبیر شہادت کرنا 194، 195
حضرت ابو بکرؓ فن تعبیر کے ماہر تھے 195

تعزیت

زید بن حارثہؓ کی شہادت پر ان کے گھر تعزیت کے لئے جانا اور آنحضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا، فرمایا هٰذَا شَوْقُ الْحَبِيْبِ اِلٰى حَبِيْبِهٖ 333

سُمیراءؓ کا خاوند، بھائی اور باپ غزوہ احد میں شہید ہوا، جب ان سے تعزیت کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟..... آنحضورؐ کو دیکھ کر کہا آپؐ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے 376، 377

تعلیم / تعلیمات

ظِہار اور اسلامی تعلیم 72

حضرت مصلح موعودؓ کی ابتدائی تعلیم کے بارہ میں..... 99

آجکل کے مسلمان اصل تعلیم سے کتنی دور جا چکے ہیں 390

فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں تقریب جس میں حضور انور نے اسلامی تعلیمات اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان فرمایا 560

تفریح

ایک جنگ کے موقعہ پر صحابہؓ کی باہمی دوڑ، اور صحابہؓ کا تفریح کرنا 198، 199

تفسیر

سورۃ توبہ کی ایک آیت کی تفسیر از حضرت مصلح موعودؓ 115

تفسیر سورۃ الفلق از حضرت مصلح موعودؓ 123

تفسیر سورۃ الناس از حضرت مصلح موعودؓ 123

فدیہ کی حکمت اور تفسیر 248

اطاعت دَر معروف کی پر حکمت تفسیر 274

جمعہ کی اس گھڑی کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کی تفسیر..... 434، 435

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کی تفسیر حضرت مسیح موعودؑ.... 553

تقریر / تقاریر (نیز دیکھیں خطبہ / خطابات)

حضرت مصلح موعودؓ کی پہلی پبلک تقریر اور اس تقریر کے علم و معرفت کا سامعین پر اثر..... 102

سینیگال کے ایک کمشنر کا حضور کی تقریر سے متاثر ہونا 364

جلسہ یوکے، حضور کی تقاریر سے متاثر ہونے والے مہمانوں کے تاثرات 408 تا 423

حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کے دوران حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا نمونہ دیکھ کر ایک شخص کا بیعت کرنا 600

تقویٰ

رمضان کی اہمیت، تقاضے، ذمہ داریاں اور تقویٰ کی پرمعارف تشریح 244 تا 254

قرآن کے علوم کو سمجھنے کے لئے تقویٰ بہت ضروری 250

عائشہؓ کا زینبؓ کے تقویٰ و طہارت کی تعریف کرنا 315

تکبر

جو اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کے درجات بڑھاتا ہے، جو تکبر کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے 121

تکبیرات

نماز جنازہ پر زائد تکبیرات 218

براءؓ کی قبر پر آپؐ کا جا کر چار تکبیرات ادا فرمانا 620

تلاوت قرآن کریم

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحنِ کعبہ میں سورۃ النجم کی آیات تلاوت فرمانا، آپؐ کا سجدہ کرنا ساتھ ہی کافروں کا بھی سجدہ کرنا 56، 57

اصحاب صفّہ کا تلاوت کرنا 139، 451، 454، 455

حضرت سالمؓ کی خوش الہانی سے قرأت، حضرت عائشہؓ کا تعریف کرنا اور آنحضورؐ کا سن کر فرمانا..... 168

رمضان میں تلاوت اور درس اور ایم ٹی اے کے درس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین 249

قرآن کریم پڑھنے اور تلاوت کرنے کا طریق 251

بلغاریہ کی ایک خاتون کو تلاوت قرآن کریم پسند آنا 358

مودود احمد خان صاحب کا سورۃ المؤمنون سے لگاؤ، خدام الاحمدیہ کے پروگراموں میں تلاوت کرواتے..... 384

ایک عرب مہمان کا پروگرام کے آغاز میں تلاوت قرآن کریم رکھنے کو پسند کرنا 562

آنحضرتؐ نے غزوہ بدر کے بعد یہ سنت جاری فرمائی کہ جنگ کے وقت سورۃ انفال کی تلاوت کی جاتی 611

آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616

تلوار
غزوہ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے کھجور کی چھڑی دی جو تلوار بن گئی 233
آنحضرتؐ نے غزوہ بدر میں عضب نامی تلوار کے ساتھ شرکت فرمائی جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے تحفۃً پیش کی 672
ابن ابی حقیق کی تلوار سعد بن معاذؓ کو عطا فرمانا 677

توبہ
کعب بن مالکؓ کی توبہ قبول ہونی..... 646

تہجد
خبیبؓ کا قید کے دوران تہجد میں قرآن پڑھنا اور عورتوں کا سن کر رونا 538

تیر
بُنَانَۃ بنو قریظہ کی یہودی عورت جس نے ایک تیر پھینک کر حضرت خلّادؓ کو شہید کیا 118
حدیبیہ کے موقعہ پر خشک کنویں میں تیر گاڑنے سے معجزانہ طور پر پانی نکلنا..... 120

ٹ۔ث

ٹرم
بعض صدران کا ٹرم ختم ہونے سے پہلے کام چھوڑ دینا اور حضور انور کی نصیحت و راہنمائی 272

ٹھیکہ
حضرت ظُہَیر کا بیان کرنا کہ آنحضرتؐ نے ہمیں زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا..... 392

ٹی وی / ٹیلی ویژن
بولیویا کے ٹی وی کے نمائندے آرندیا 422
یوگنڈا ٹی وی کے سی ای او 422

ثواب
نماز باجماعت کا ستائیس گُنا زیادہ ثواب 532، 557

ج

جاسوس
فرات، مشرکین قریش کا ایک جاسوس جو مسلمان ہو کر مدینہ ہجرت کر گیا 324
سُویلم، مدینہ میں مقیم ایک یہودی جاسوس جو جاسُوم میں رہتا تھا، اس کا گھر منافقین کا گڑھ تھا..... 643

جلاوطنی
حضرت عمرؓ کا خیبر سے یہود کو جلاوطن کرنا اور پس منظر 387
بنو قینقاع کا مدینہ چھوڑ کر شام چلے جانا، جلاوطنی کی سزا 468

جلسہ سالانہ
بینن کے لوکوسا (Lokossa) ریجن کے غفار صاحب کا فیملی سمیت پیدل جلسہ میں شرکت کرنا اور کرایہ کی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 12
جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کے انتظامات اور مخالفین کا حملہ اور دعا کی تحریک 95، 96
جلسہ سالانہ کے مقاصد ہماری ذمہ داریاں اور نصائح 343 تا 351
جلسہ کے دنوں میں بازار اور اسٹال اور ذمہ داریاں 345
جلسہ سالانہ میں آنے والے اور ڈیوٹی دینے والے ذکر الٰہی پر بھی زور دیں 347
جلسہ میں رشتوں اور محبت و تعارف کا تعلق مزید بڑھے 348
جلسہ سالانہ جرمنی کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے پر اظہار تشکر اور کارکنان وغیرہ کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات..... 352 تا 369
جرمنی کا جلسہ بین الاقوامی حیثیت..... 353، 399
مسٹر کلاوزے (Klause) اور مسز ہائڈے (Heide) جرمن میاں بیوی کے تاثرات، جلسہ کا ایک ریلیکس ماحول، جماعت احمدیہ میں دنیا کے لئے درد ہے..... 355
میسیڈونیا (Macedonia) سے ایک وفد کے جرمنی کے جلسہ کے حوالہ سے تاثرات..... 356
بلغاریہ یونیورسٹی کے طالب علم کے جلسہ جرمنی کے حوالہ سے تاثرات 358
جارجیا کا وفد، رشیا کے کسی بھی ملک سے آنے والا جرمنی جلسہ میں سب سے بڑا وفد 361
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس اجتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364

ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا ایسا نظام اور اسلام کی حقیقی تصویر پہلی مرتبہ اس جلسہ میں دیکھی ہے 364
سینیگال کے ایک کمشنر کا جرمنی جلسہ اور حضور کی تقریر سے متاثر ہونا 364
جلسہ سالانہ جرمنی کی میڈیا کوریج 369
جلسہ سالانہ کے حوالے سے ضروری ہدایات 398
بین الاقوامی مرکزی جلسہ یوکے کا ہی ہے.... کیونکہ خلافت کا مرکز یہاں ہے 399
جرمنی کا جلسہ بین الاقوامی حیثیت..... 399
حدیقۃ المہدی، جلسہ کے دنوں میں ایک عارضی شہر 399
مختلف ممالک میں سالانہ جلسے ،حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کا پورا ہونا 399
جلسہ سالانہ (یوکے) متفرق شعبہ جات کو ہدایات اور ان کے کارکنان کے اخلاص اور محنت..... 399 تا 404
جلسہ یوکے ، کارکنان اور ڈیوٹی دینے والوں کے لئے ہدایات اور رہنمائی..... 399، 400
حضور انور کا 1988ء کے جلسہ یوکے میں پہلی بار شامل ہونا اور مشاہدہ کا بیان 400
جلسہ سالانہ یوکے کیلئے خلیفۃ المسیح اور ...عہدیداران کی محنت اور ٹریننگ 400
جلسہ یوکے کے موقعہ پر لنگر کا انتظام اور اس کی اہمیت پہلے کی حالت اور اب ترقی یافتہ شکل..... 400
ربوہ سے آئے ہوئے ناظر امور خارجہ کا جلسہ یوکے کے لنگر کی روٹی کی تعریف کرنا کہ..... 400
جلسہ سالانہ میں سیکیورٹی کے شعبہ کی اہمیت 401
کارکنان جلسہ کو ہدایت، چہروں پر مسکراہٹ اور مہمانوں کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آئیں 402
پڑوسی کے حقوق، جلسہ پر آنے والے مہمان اور کارکنان ایک دوسرے کے پڑوسی بھی ہیں..... 403
جلسہ پر شامل ہونے والے مہمانوں کو ہدایات 405
جلسہ پر آنے والے مہمان اگر ایک مہینہ بھی ٹھہرتے ہیں تو ہم نے ان کی مہمان نوازی کرنی ہے 405
جلسہ کا مقصد، ایک یہ کہ محبت کا رشتہ اور تعارف بڑھے 405
جلسہ کے مقاصد، ہمارے فرائض و آداب، نصائح.... 405 تا 407
جلسہ یوکے کا بخیر و خوبی اختتام اور اظہار تشکر کارکنان وغیرہ کا..... 408
جلسہ یوکے مہمانوں کے تاثرات 408 تا 423
جلسہ یوکے، پریس اینڈ میڈیا کی رپورٹ 423
جلسہ یوکے کی مختلف ممالک میں کوریج 423
جلسہ گاہ ہالینڈ، نن سپیت سے خطبہ جمعہ 505

جمعۃ المبارک

مدینہ میں پہلا جمعہ حضرت مصعبؓ نے سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں پڑھایا 143
جمعہ کی اہمیت و برکات 282
جمعہ کو عید قرار دینا، اس کی حکمت 283
رمضان کے آخری جمعہ کی بابت ایک غلط فہمی کا ازالہ، ایک جمعہ کو ہی کافی نہ سمجھیں 285
جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی، جو دعا بھی کریں وہ قبول..... 285
جمعہ کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے 286
سستی سے جمعہ چھوڑنا دل پر مہر لگا دیتا ہے 286
جس نے بلاوجہ جمعہ چھوڑا وہ منافق لکھا جائے گا 286
جس نے لہو و لعب یا تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی کی..... 286
جمعہ سے پیچھے رہنے والا جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے 286
جمعہ کی اس گھڑی کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کی تفسیر..... 434، 435
جمعہ کی برکات کو حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے 435
جمعہ کی سُنتوں کی اہمیت 498
ایک صحابی کا جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہونا، آنحضورؐ نے فرمایا دو رکعتیں ادا کرو..... 498

جنازہ

نماز جنازہ پر زائد تکبیرات 218
زید بن حارثہؓ کی نماز جنازہ اور فرمانا وہ جنت میں دوڑتے

ہوئے داخل ہوئے 333
عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ اور حضرت عمرؓ 597، 598
آنحضرتؐ کا ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا، (کسی یہودی عورت یا مرد کا جنازہ تھا) 617، 618
آنحضرتؐ کا ایک نئی قبر دیکھ کر دریافت فرمانا..... اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ جب تک میں تمہارے درمیان ہوں کوئی فوت ہو تو مجھے ضرور خبر دو..... 618
ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا، ان کا نام اُمِّ مِحْجَنؓ اور خرقاء بیان ہوا ہے 619
حضرت عمرہ بنت مسعودؓ کی وفات پر آنحضرتؐ غزوہ دومۃ الجندل پر تھے، حضرت سعدؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے، مہینہ بعد آنحضورؐ نے حضرت سعدؓ کی والدہ کی نماز جنازہ ادا کی 677

جنت

ذکوان بن عبد قیسؓ کو احد کے دن جنت کی بشارت اور.... 110
اَلْغَرْس نامی کنویں سے آنحضورؐ نے پانی پیتے ہوئی فرمایا یہ جنت کے چشموں میں سے ہے، آپؐ نے فرمایا میری وفات پر اس کنویں سے ساتھ مشکیزے لا کر مجھے غسل دینا 143
ایک شخص کا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا کہ جنت میں تو آپ کو نہ پاؤں گا تو آیت نازل ہوئی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ... (النساء:70) 181 تا 183
رمضان میں جہنم کے دروازے بند اور جنت کے کھول دئے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے 246
جمعہ پڑھنے آیا کرو جمعہ سے پیچھے رہنے والا جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے 286
زید بن حارثہؓ کی نماز جنازہ اور فرمانا وہ جنت میں دوڑتے ہوئے داخل ہوئے 333
عُوَیمر بن سَاعِدہ اللہ کے بندوں میں سے کیا ہی اچھا بندہ اور اہل جنت میں ہے..... 374
نعمان بن قوقلؓ کی کتاب میں ایک دعا جس میں جنگ احد کے موقعہ پر جنت میں جانے کی خواہش اور اسی دن شہادت، آنحضرتؐ کا کشفاً آپ کو جنت میں دیکھنا..... 497
ایک صحابی کا پوچھنا کہ میں فرض نمازیں، روزے، حرام چیزوں کو حرام..... اس سے زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟..... 498

جنگیں / غزوات

غزوہ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے، ایک آنحضورؐ کے پاس اس کا نام السَّکْب تھا، دوسرا ابو بردہؓ کے پاس اس کا نام مُلَاوِح تھا 70
غزوہ بدر کے لئے آنحضرتؐ کا نکلنا، کچھ تفصیل 77
غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہو جانا اور منافقین کا اعتراض، یہ اونٹنی خدا کے بتانے پر مقرر جگہ سے حضرت حارث بن خزمہؓ لائے 83
حارثہ بن نعمانؓ کے بارہ جبرئیلؑ کا فرمانا کہ یہ 80 لوگوں میں سے ہے جو حنین کے موقعہ پر ثابت قدم رہے، ان کا اور ان کی اولاد کا رزق اللہ کے ذمہ ہے 86
حنین کے دن فرمانا کہ کون رات کو پہرہ دے گا اور حضرت حارثہؓ کا اطمینان سے اٹھنا 87
ذکوان بن عبد قیسؓ کو احد کے دن جنت کی بشارت اور.... 110
سالم بن عمیرؓ غزوہ تبوک کے لئے سواری نہ ہونے کی وجہ سے رونے والے صحابہ میں شامل تھے 115
ابو موسیٰؓ کا کہنا کہ ہم نے غزوہ تبوک کے لئے اونٹ وغیرہ نہیں مانگے تھے، جوتیوں کا مطالبہ کیا تھا 116
غزوہ بواط کے موقع پر ایک روایت کے مطابق آپؐ نے سائب بن مظعون کو اپنے بعد امیر مقرر فرمایا 116
غزوہ بواط کے موقعہ پر آپؐ کا سائب بن عثمان یا سعد بن معاذ کو اپنے بعد امیر مقرر فرمایا 116
غزوہ بواط میں حضرت سائب بن عثمان امیر مدینہ 134
جنگ جِسر کی کچھ تفصیل 136
جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس کتنے گھوڑے تھے؟ 145
جنگ اَجْنَادَیْن (اَجْنَادَیْن شام میں واقع علاقہ) 166
سالمؓ کو غزوہ احد میں آنحضورؐ کے زخم دھونے کی سعادت حاصل ہونا 168

عبداللہ بن عمرو بن حرام نے غزوہ احد سے پہلے خواب میں مبشر بن عبدالمنذر کو دیکھا.... فرمایا اے ابو جابر شہادت یہی ہوتی ہے 193
غزوہ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے بدری صحابہ بدر میں مدفون ہیں سوائے حضرت عبیدہؓ کے 193
وہ اصحاب جو بدر کے دن شہید کئے گئے..... 194
یوم السَّرح، غزوہ ذی قرد اور غزوۃ الغابہ کا نام 194
غزوہ ذی قرد کی تفصیل 195 تا 200
ایک جنگ کے موقعہ پر صحابہؓ کی باہمی دوڑ، اور صحابہؓ کا تفریح کرنا 198، 199
جنگ مؤتہ کی کچھ تفصیل 222
جنگ جِسر... 232
غزوہ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے کھجور کی چھڑی دی جو تلوار بن گئی 233
غزوہ خندق میں مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہؓ اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہؓ کے پاس تھا 233
جنگ احد سے بھاگنے والے صحابہ اور ان کا واپس آنا، آنحضرتؐ کی چشم پوشی، کھڑے ہو کے فرمانا..... 236
غزوہ حمراء الاسد میں دو زخمی بھائیوں عبداللہ بن سہل اور رافع بن سہل کا شامل ہونا جو ایک دوسرے کو اپنی پیٹھ پر لاد کر چلتے رہے، حضورؐ کا ان کو لمبی عمر کی دعا دینا 237
غزوۂ حمراء الاسد کی تفصیل 238
جنگ یرموک کی تفصیل 239
چار بھائی جو اکٹھے غزوۂ بدر میں شامل ہوئے 295
غزوہ سفوان کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہا جانا اور اسکی تفصیل 322
غزوہ مُرَیْسِیْع / مصطلق میں حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا جانا 322
آنحضرتؐ کی آنکھوں میں غزوہ مؤتہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے آنسو آنا..... 332
غزوہ اور سریہ میں فرق 323
غزوہ خندق کے دن مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہؓ کے پاس تھا 325
شام میں بَلْقاء کے علاقے میں مُؤتَہ کے قریب ایک مقام جہاں جنگ مُؤتَہ ہوئی 334
جنگ مؤتہ کا بدلہ لینے کے لئے آنحضرتؐ کا ایک لشکر تیار کرنا اور اس کی تفصیل 334
جنگ بعاث..... 375
سُمیراءؓ کا خاوند، بھائی اور باپ غزوہ احد میں شہید ہوا، جب ان سے تعزیت کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہ کا کیا حال ہے؟..... آنحضورؐ کو دیکھ کر کہا آپؐ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے 376، 377
غزوہ بدر کے موقعہ پر عمیر بن حمام کے رجزیہ اشعار 395
جنگ کے دوران خندق پار کرنے والے قریش کے چار شہسواروں میں سے ایک ضرار بن خطاب 397
غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ کے انفاق فی سبیل اللہ کے ایمان افروز مظاہرے اور حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا مال لے آئے..... 439
یہود و عیسائی سے دوستی نہ کرنے کا اصل مفہوم کہ جنگ کی حالت میں دوستیاں نہ کرو، یہ نہیں کہ تعلقات ہی نہ رکھو، نہ کبھی ان کو فائدہ پہنچاؤ..... 464
بنو قینقاع کے ساتھ جنگ اور حالات و واقعات 465
جنگ بدر کے بعد یہود کا کہنا کہ چند قریش کو قتل کر کے تم لوگوں میں غرور آ گیا ہے، بنو قینقاع کا غزوہ 465
جنگ یمامہ کی کچھ تفصیل 491
جنگ یمامہ میں حضرت زید بن خطابؓ کے شہید ہونے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زندہ بچ کر واپس آنے پر حضرت عمرؓ نے فرمایا زید سے قبل تُو کیوں نہ شہید ہوا..... 494
جنگ یمامہ میں صحابہ کی کثیر تعداد کی شہادت پر حضرت ابو بکرؓ نے تدوین قرآن کا حکم دیا 494
عبداللہ بن مَخْرَمہؓ کی جنگ یمامہ کے دن روزے کی حالت میں شہادت..... 495
غزوہ حنین کے موقعہ پر رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کی تعداد 496

غزوہ خیبر کے موقعہ پر حضرت ابوہریرہؓ کا حصہ مانگنا، سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا کہ نہ دیا جائے جس پر ابوہریرہؓ نے کہا یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے.... 497
غزوہ بدر میں مجاہدین کے اسباب کی نگرانی خبیب بن عدی کے سپرد تھی 498
جنگ احد میں شیخین سے عبداللہ بن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابوسعید خدریؓ کو کم عمری کی وجہ سے واپس بھجوایا جانا 545
ایک جنگ میں ایک صحابی کا پوچھنا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر دشمن چھپ جائے اور پھر کہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو.... 610
زینب بنت حارث جس نے غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ کو زہر آلود گوشت کھلایا تھا 621
غزوہ تبوک، کچھ تفصیلات 638
ابو عقیلؓ کے پاس غزوہ میں دینے کے لئے کچھ نہ تھا ساری رات ایک کھیت میں مزدوری کی، منافقوں کا ریاکاری کا طعن کرنا اور آیت نازل ہونا 641
ابن عباسؓ کی روایت کہ نبیؐ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672

جھگڑا

زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصاری کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396

جہنم

رمضان میں جہنم کے دروازے بند اور جنت کے کھول دئے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے 246

جھنڈا

فتح مکہ کے دن بنو حارثہ کا جھنڈا حضرت ابوبردہؓ کے پاس تھا 69
عبداللہ بن زیدؓ کے پاس، فتح مکہ کے موقعہ پر بنو حارث بن خزرج کا جھنڈا تھا 178
غزوہ خندق کے دن مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہؓ کے پاس تھا 233، 325
غزوہ خندق میں مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہؓ اور انصار کا جھنڈا اسعد بن عبادہؓ کے پاس تھا 233
آنحضرتؐ کی وفات اور اسامہ کا لشکر واپس آنا، حضرت بریدہؓ نے وہ جھنڈا آنحضورؐ کے دروازے پر لگا دیا، جسے حضرت ابوبکرؓ نے بعد اسامہ کی طرف بھجوایا کہ وہ اسکو لے کر روانہ ہو جائیں..... 335، 336
آنحضرتؐ کی ایک مہم میں سفید رنگ کا جھنڈا 670
ابن عباسؓ کی روایت کہ نبیؐ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672

چ

چندہ

زودی (zodi) صاحب برکینا فاسو، ڈپریشن کے مریض تھے چندہ دینے کی برکت سے صحت یاب ہونا 4
گھانا کے فَرِم پونگ (Frimpong) صاحب کا قرض کے باوجود چندہ پوری تنخواہ پر دینا 4
یو۔کے کے ایک دوست کا چندہ ادا کرنا اور الٰہی مدد 5
بورومو (Boromo) ریجنبورکینا فاسو کے نومبائع کو نے آدم کا چندہ دینے سے فصل میں غیر معمولی برکت پڑنا 5
گیمبیا، کیانگ ضلع کے ایک گاؤں میں احمدیوں کی مخالفت کے نتیجہ میں ایک احمدی جالو صاحب کا فعال احمدی بن جانا اور چندوں میں باقاعدہ ہو کر وصیت میں بھی شامل ہونا 6
آئیوری کوسٹ کے گاؤں کاں ایلیفاں میں چند غریب نومبائعین کی غیر معمولی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 7
انڈیا کے انسپکٹر اقبال صاحب کا بیان کہ کامورپڈی جماعت کے ایک نوجوان کا چندہ ادا کرنا، معجزانہ طور پر رقم کا ملنا 7
مالی ریجن سکاسو (Sikasso) کے نومبائع ابوبکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7
مشرقی یورپ کے مبلغ فہیم صاحب کا ایک احمدی ٹیلر کے بارہ میں بتانا کہ چندہ کی برکت سے کاروبار میں برکت 8
یو۔کے، خاتون کا احمدیت قبول کرنا اور گھر سے نکالا جانا لیکن چندے کی برکت سے غیر معمولی برکات 10

انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا احمدیت قبول کرنے میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا لیکن استقلال اور چندوں میں ادائیگی 11
آسٹریلیا کے ایک دوست کی چندہ میں ادائیگی کی وجہ سے برکت، گاہکوں کا کثرت سے آنا 11
آئیوری کوسٹ کے زابلو صاحب کا خواب کے ذریعہ احمدی ہونا، باجود حالات کی خرابی کے اہلیہ کے کہنے پر زیادہ چندہ دینا 11
گنی کناکری کے ابو بکر صاحب کی اہلیہ کا چندوں کی طرف توجہ دلانا اور خود پابندی سے چندہ ادا کرنا اور فصل میں غیر معمولی برکت..... 11
بینن کے لوکوسا (Lokossa) ریجن کے غفار صاحب کا فیملی سمیت پیدل جلسہ میں شرکت کرنا اور کرایہ کی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 12
سیر الیون، لونسور (Lunsar) ریجن کے ایک نومبائع کمارا صاحب، تحریک جدید کا چندہ اور برکات 578
سیر الیون کے ریجن پورٹ لوکو (Port Loko) گاؤں سانڈا مبلن تورو (SandaMablonotor) کے محمد صاحب کا کلو ڈیڑھ کلو چاول چندے میں دینا، ایک بوری مل گئی..... 578
گنی بساؤ، کبوڈو کے دیالو صاحب، تحریک جدید چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 578، 579
کانگو، ریجن بندوندو کی ایک غریب جماعت اور چندہ تحریک جدید میں دائیگی کے لئے اخلاص و محنت 579
سینٹرل افریقہ، بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580
راشد حسین صاحب کا چندہ تحریک جدید ادا کرنا اور چندہ کی برکت 580
ساواڈو صاحب کا تحریک جدید کا چندہ دینا، چندہ کی برکت 581
بینن، لوکوسا ریجن میں سیلاب کے باجود احمدیوں کا تحریک جدید کا چندہ دینے کی تڑپ 581، 582
ایک خادم کا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق نصف تنخواہ تحریک جدید میں دینا اور غیر معمولی برکت 582
کینیڈا، وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583
ماسکو، ازبکستان کے شہر بخارا کے ایک نومبائع زائر صاحب اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584
بینن، ناتی ٹنگو میں کتم پوتی جماعت کے ایک شخص کا غیر متوقع طور پر زیادہ چندہ تحریک جدید دینا کہ چندے میں سستی کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے..... 583
رسلان صاحب، ماسکو کا چندہ دینا اور..... 584
لٹویا، ازبکستان بخارا کے ایک نومبائع وَحیدوف صاحب کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584
انڈونیشیا کے غریب کسان اوریانو صاحب کا چندہ ادا کرنے کا طریق اور..... 585
گنی بساؤ، چندہ میں سستی، کاروبار میں نقصان، خواب میں والد صاحب کا کہنا کہ چندہ جات ادا کئے؟ پھر چندہ کی ادائیگی اور برکات 585
مایوٹ آئی لینڈ کے علی محمد صاحب کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنا، چندہ کی برکت سے کام مل جانا 585
سیر الیون، کینما کے لوکل معلم بشیر وصاحب کا تحریک جدید کی طرف توجہ دلانا، سیر ابو کے ایک طفل کا لکڑیاں لے کر آنا کہ یہ خرید لیں اور چندہ کی رسید کاٹ دیں 586

چوری

بنوابیرق، انصار کا خاندان... اور چوری کا ایک واقعہ 428

ح۔خ

حج

آنحضرتؐ کی حج کے موقعہ پر مدینہ والوں کی طرف رغبت اور دعوت اسلام اور بیعت عقبہ.... 22
نظام الدین صاحب کا سات حج کرنا 157

حقوق العباد

عبادت اور حقوق العباد کے معیار بلند کرنے کی ضرورت 285

حکومت

دنیا کی کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی 259

مسلمان حکومتوں کا خدا پر توکل نہ ہونا اور غیر لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی گود میں..... اللہ ان کو عقل دے 465

حلف الفضول

ارقم بن ابی ارقمؓ کا حلف الفضول کے معاہدہ میں شامل ہونا 76

حوادثِ زمانہ

حوادث زمانہ مسیح موعود کے زمانہ کی ایک علامت 151

خشیت الٰہی

آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616

خط

جُلندی کے دو بیٹوں عبید اور جَیفر کے پاس آنحضرتؐ کا ایک خط بھیجا جانا جس میں دعوت اسلام تھی 51

حارث بن عمیرؓ کا شاہ بصریٰ کے پاس خط لے کر جانا 222

عبادہ بن صامتؓ کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ ملک شام میں کچھ اختلاف ہونا، معاویہؓ کا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں خط لکھنا جس پر حضرت عبادہؓ کو مدینہ واپس بلایا جانا.... 470، 471

امیہ بن خلف کو عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا خط لکھنا کہ تم مکہ میں میرے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرنا میں مدینہ میں تمہارے مال کی حفاظت کروں گا..... 484

مکہ پر چڑھائی کی مہم کا پوشیدہ رکھنا اور حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا..... آپؐ کا حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجنا 611

خطبات

ایم ٹی اے پر حضور کے خطبات دیکھ کر احمدیت قبول کرنا اور خلافت کو صحیح راہنما سمجھنا 280

خطبہ الہامیہ

حضرت محمد حسن آسان دہلوی صاحبؓ کا خطبہ الہامیہ کا نشان دیکھنے کے لئے قادیان آنا 64

خلافت / خلیفہ

خلافت کی ابتداء سقیفہ بنو ساعدہ میں 93، 94

خواجہ کمال الدین صاحب، ان لوگوں کا بیعت کرنا لیکن دل میں اطاعتِ خلافت کی سچی روح نہ تھی اور انجمن کو خلافت سے بالا..... 277، 278

خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر زور دینا 278

خلافت کی طرف راہنمائی کی مثالیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح خود رہنمائی فرماتا ہے 279

خلیفۃ المسیح کے دوروں کی وجہ سے خلافت سے تعلق اور نمایاں روحانی تبدیلیاں 280

ایم ٹی اے پر حضور کے خطبات دیکھ کر احمدیت قبول کرنا اور خلافت کو صحیح راہنما سمجھنا 280

دیگر ممالک کے لوگوں کو بذریعہ خواب خلیفۃ المسیح کا دکھایا جانا..... 281

صدیق آدم صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ گھانا کے دوران زیارت کرنا اور تبدیلی پیدا ہونا، خلیفہ کی زیارت کے لئے پاکستان کا سفر..... 339

مسٹر شیپ زکرجی (Mr. Shaip Zeqiraji) صاحب کا گائے بیچ کر جرمنی کے سفر کے اخراجات پورے کرنا اور خلیفہ المسیح کی زیارت کرنا 361، 362

مرتضیٰ صاحب ایران کا کہنا کہ ان لوگوں کو آپ کے خلیفہ سے اسلام سیکھنا چاہیئے 562

ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس اجتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364

آغا آصف، آذربائیجان کا خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی سعادت پر ردِّ عمل 365

بین الاقوامی مرکزی جلسہ یوکے کا ہی ہے.... کیونکہ خلافت کا مرکز یہاں ہے 399

جلسہ سالانہ یوکے کیلئے خلیفۃ المسیح اور..... عہدیداران کی محنت اور ٹریننگ 400

احمدیوں کا اپنے خلیفہ سے پیار، ایک غیر کے تاثرات 419

ابوہریرہؓ کا حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بحرین اور پھر معاویہؓ کے دور میں مدینہ کا گورنر رہنا 453

بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580

خلافت راشدہ

کسی کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت تو جلدی میں ہوگئی تھی اب عمرؓ فوت ہوگئے میں تو فلاں کی بیعت کروں گا...اس پر حضرت عمرؓ کا خطاب فرمانا 444تا450

خمس

عبداللہ بن کعبؓ کا غزوہ بدر کے مال غنیمت کے نگران مقرر ہونا، آپؓ خمس کے بھی نگران تھے 231

خواب (نیز دیکھیں رؤیا و کشوف)

لائبیریا کے ایک گاؤں سوکر ٹاؤن (Sookar Town) میں تبلیغ اور ایک معمر بزرگ عثمان کمارا صاحب کا خواب اور سب لوگوں کا احمدیت قبول کرنا 9

لائبیریا کی ایک خاتون موسو کمارا کا ذکر، چندہ وقف جدید کے لئے کچھ نہ تھا، اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سو ڈالر چندہ دئے ہیں اور پھر صبح بیٹے کا پیسے بھجوانا اور اس خواب کا پورا ہونا 10

آئیوری کوسٹ کے زابلو صاحب کا خواب کے ذریعہ احمدی ہونا، باجود حالات کی خرابی کے اہلیہ کے کہنے پر زیادہ چندہ دینا 11

عبداللہ بن زیدؓ کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے جانا178

عبداللہ بن عمرو بن حرام نے غزوہ احد سے پہلے خواب میں مبشر بن عبدالمنذر کو دیکھا....فرمایا اے ابو جابر شہادت یہی ہوتی ہے 193

محرز بن نضلہؓ کا خواب، میرے لئے آسمان کھولا گیا، سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا، حضرت ابو بکرؓ کا اس کی تعبیر شہادت کرنا 194، 195

دیگر ممالک کے لوگوں کو بذریعہ خواب خلیفۃ المسیح کا دکھایا جانا..... 281

چندہ میں سستی، کاروبار میں نقصان، خواب میں والد صاحب کا کہنا چندہ جات ادا کئے؟ پھر چندہ کی ادائیگی اور برکات 585

د

درس / دروس

رمضان میں تلاوت اور درس اور ایم ٹی اے کے درس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین 249

درود شریف

ایک صحابی کا عرض کرنا کہ اللہ نے ہمیں آپؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، کیسے بھیجیں؟..... 95

دشمن / دشمنی (نیز دیکھیں مخالفت)

دشمنوں کا انجام 442

دعا

آنحضرتؐ کا ایک نو عمر لڑکے کو دعا سکھانا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ صِحَّۃً.....(اسد الغابہ) 23

مدینہ کے بارے میں آپؐ کا دعا فرمانا، اَللّٰھُمَّ حَبِّبۡ اِلَیۡنَا الۡمَدِیۡنَۃَ..... 37

جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کے انتظامات اور مخالفین کا حملہ اور دعا کی تحریک 95، 96

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی ایک دعا جو تشحیذ الاذہان 1909ء میں شائع ہوئی 106

غزوہ حمراء الاسد میں دو زخمی بھائیوں عبداللہ بن سہل اور رافع بن سہل کا شامل ہونا جو ایک دوسرے کو اپنی پیٹھ پر لاد کر چلتے رہے، حضورؐ کا ان کو لمبی عمر کی دعا دینا 237

دعائیں کرنے کی ضرورت اور اہمیت 253

جماعت کے لئے دعا کی تحریک 254

دنیا کے حالات کے لئے دعا کی تحریک 255

مسلم امّہ کے لئے دعا کی تحریک 255

دنیا کی کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی 259

ربوہ اور قادیان کے راستے کھولے جانے کی دعا 267

مخالفین سلسلہ کے لئے دعا 267

مسجد مبارک اسلام آباد کا سنگِ بنیاد، حضور انور سے اینٹ پر دعا کروانے کے بعد عثمان چینی صاحب کا اینٹ رکھنا، حضور کینیڈا کے دورے پر تھے، گویا اس میں چینی قوم کا حصہ ہو گیا 281

چین میں اسلام کے جلد پھیلنے کے لئے دعا کی تحریک 281
دعا کے قبول نہ ہونے میں حکمت، ایک سوال اور اس کا جواب..... 289
حضرت مصلح موعودؓ کا دعا مانگنے کے حوالے سے بیان فرمودہ ایک عمدہ نکتہ 289
سفر طائف میں زخمی ہو کر آنحضورؐ کی دعا، اَللّٰھُمَّ اِلَیکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِی..... 304
حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر سن کر آنحضورؐ کا دعا فرمانا..... 332
جمعہ والے دن ایک گھڑی جس میں دعا قبول ہوتی ہے اس کی تشریح و تفصیل 289، 432 تا 435
آنحضرتؐ امّ حرام بنت ملحان کے گھر تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ امت کے لوگ سمندر میں سوار ہیں اور حضرت امّ حرام کے لئے دعا کرنا..... 472
عبداللہ بن مَخرَمہؓ کا جذبۂ شہادت، دعا کرنا کہ اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں اپنے جسم کے ہر جوڑ پر خدا کی راہ میں لگا زخم نہ دیکھ لوں..... 495
نعمان بن قوقلؓ کی کتاب میں ایک دعا جس میں جنگ احد کے موقعہ پر جنت میں جانے کی خواہش اور اسی دن شہادت، آنحضرتؐ کا کشفاً آپ کو جنت میں دیکھنا..... 497
حضرت خبیبؓ کی شہادت کے وقت دعا، اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا 500، 501
خبیبؓ کی دعا کہ میرا اسلام نبی اکرمؐ کو پہنچا دینا.... آپؐ نے فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا خُبَیْبُ 500، 501
عاصم بن ثابتؓ کی دعا کیسے پوری ہوئی کہ ان کی لاش دشمنوں کے ہاتھ نہ لگنے پائے..... 501

دنیا

دنیا کے حالات کے لئے دعا کی تحریک 255
دنیا کی کوئی حکومت جماعت احمدیہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی 259
بعض عہدیداران کو نصیحت کہ دنیاوی عہدے کی طرح نہ سمجھا جائے 349
جرمن میاں بیوی کے تاثرات، جلسہ کا ریلیکس ماحول، جماعت احمدیہ میں دنیا کے لئے درد ہے..... 355

دورہ جات

خلیفۃ المسیح کے دوروں کی وجہ سے خلافت سے تعلق اور نمایاں روحانی تبدیلیاں 280
مسجد مبارک اسلام آباد کے سنگِ بنیاد کے موقعہ پر حضور انور کینیڈا کے دورے پر تھے یا تشریف لے جا رہے تھے 281
صدیق آدم صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ گھانا کے دوران زیارت کرنا اور تبدیلی پیدا ہونا..... 339
حضور انور کا دورۂ یورپ کے تاثرات اور غیر معمولی افضال و برکات کا تذکرہ 560 تا 575
حضور انور کے دورۂ یورپ کے دوران ہونے والی تقاریب اور اس میں شامل مہمانوں کے تاثرات 560 تا 575
حضور انور کے دورۂ یورپ کی میڈیا کوریج کی تفصیل.....573

دوڑ

ایک جنگ کے موقعہ پر صحابہؓ کی باہمی دوڑ، اور صحابہؓ کا تفریح کرنا 198، 199

دوستی

یہود و عیسائی سے دوستی نہ کرنے کا اصل مفہوم کہ جنگ کی حالت میں دوستیاں نہ کرو، یہ نہیں کہ تعلقات ہی نہ رکھو، نہ کبھی ان کو فائدہ پہنچاؤ..... 464

دہشت گردی

نیوزی لینڈ میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت 159، 160

دین

آنحضرتؐ کے دین کے پھیلانے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا درد اور کوشش 107
حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق تجدید دین کے لئے مبعوث ہونا 514

ڈ۔ذ

ڈیوٹی

جلسہ سالانہ میں آنے والے اور ڈیوٹی دینے والے ذکر الٰہی پر بھی زور دیں 347

جلسہ یوکے ، کارکنان اور ڈیوٹی دینے والوں کے لئے ہدایات اور رہنمائی..... 399، 400

ذکر الٰہی

جلسہ سالانہ میں آنے والے اور ڈیوٹی دینے والے ذکر الٰہی پر بھی زور دیں 347

ذمہ داری

جلسہ کے دنوں میں بازار اور اسٹال اور ذمہ داریاں 345
رمضان کی اہمیت، تقاضے، ذمہ داریاں اور تقویٰ کی پر معارف تشریح 244تا254
پاکستان سے آنے والوں (ہجرت کرنے والوں) کی ذمہ داریاں..... 525

ر۔ز

رمضان / روزہ

رمضان کی اہمیت، تقاضے، ذمہ داریاں اور تقویٰ کی پر معارف تشریح 244تا254
رمضان میں شیطان کے جکڑے جانے سے مراد 246
انسان کا ہر عمل اس کی ذات کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے 246
رمضان میں کوئی نہ بخشا جائے تو کب بخشا جائے گا 247
رمضان میں تلاوت اور درس اور ایم ٹی اے کے درس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین 249
رمضان کے آخری جمعہ کی بابت ایک غلط فہمی کا ازالہ، ایک جمعہ کو ہی کافی نہ سمجھیں 285
عبداللہ بن مَخْرَمہؓ کی جنگ یمامہ کے دن روزے کی حالت میں شہادت..... 495
ایک صحابی کا پوچھنا کہ میں فرض نمازیں، روزے، حرام چیزوں کو حرام.....اس سے زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟..... 498

رفیق

ہر نبی کو ساتھ نجیب رفقاء دئے گئے اور مجھے چودہ رفقاء، ان کے نام..... 614

رمضان

قرآن کو رمضان سے ایک خاص نسبت ہے 249

رہن

ابو شحم نامی یہودی کے پاس آنحضورؐ کا اپنی زرہ ایک سال کے لئے بطور رہن رکھوانا، تیس ساع جَو کے بدلے 672

رہنمائی

انفرادی طور پر قرآن پڑھانے کو ذریعہ آمد بنانے والوں کے لئے ایک اصولی رہنمائی 469

رواج

السلام علیکم سے پہلے سلام اللہ علیکم کا رواج تھا، حضرت امّ ایمنؓ کا لکنت کی وجہ سے..... 309

روٹی پلانٹ

یوکے لنگر / روٹی پلانٹ پر کام کرنے والوں کی مہارت 400
ربوہ سے آئے ہوئے ناظر امور خارجہ کا جلسہ یوکے کے لنگر کی روٹی کی تعریف کرنا کہ..... 400

روشنی

ایک رات شدید بارش میں قتادہ بن نعمانؓ کا نماز کے لئے مسجد آنا، واپسی پر آنحضرتؐ نے ایک چھڑی دی کہ تمہارے دس قدم آگے اور پیچھے روشنی دے گی... 433

رؤیا و کشوف (نیز دیکھیں خواب)

عبداللہ بن زیدؓ کو اذان کی بابت رؤیا دکھائی جانا 80
نعمان بن قوقلؓ کی کتاب میں ایک دعا جس میں جنگ احد کے موقعہ پر جنت میں جانے کی خواہش اور اسی دن شہادت، آنحضرتؐ کا کشفاً آپ کو جنت میں دیکھنا..... 497

رویّہ

جو لوگ اپنے گھر میں بیوی بچوں سے اچھے رویّے نہیں رکھتے ان کو تنبیہ..... 265

ریل

مدینہ اور مکہ میں ریل 150

زرہ

ذات الفضول آپؐ کی زرہ کا نام، آنحضرتؐ کے پاس سات زرہیں، اس کی تفصیل..... 672

ابو شحم نامی یہودی کے پاس آنحضورؐ کا اپنی زرہ ایک سال کے لئے بطور رہن رکھوانا، تیس ساع جَو کے بدلے 672

زمین

حضرت ظُہَیر کا بیان کرنا کہ آنحضرتؐ نے ہمیں زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا..... 392

حضرت زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصاری کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396

زہر

زینب بنت حارث جس نے غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ کو زہر آلود گوشت کھلایا تھا 621

بشر بن براءؓ کا زہر آلود بکری کا گوشت کھانے سے وفات ہونا اور اس کی تفصیل 624تا628

آنحضرتؐ کا اپنی وفات کے قریب فرمانا کہ تمہارے بھائی کے ساتھ میں نے خیبر میں جو لقمہ کھایا تھا اس کی وجہ سے میں اپنی رگوں کو کٹتا ہوا محسوس کرتا ہوں..... 625

آنحضرتؐ کی وفات اُس زہر سے ہوئی..... تفصیل 626

س

سازش

ابو سفیان کی آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی ایک خفیہ سازش اور..... 233تا235

سائنس

کینیڈا کی ایک بچی کو سکول سے اسی ڈالر انعام ملا جو اس نے وقف جدید میں دے دیا اور اگلے ہی دن اس کو تین سو ڈالر انعام عبد السلام سائنس فیئر میں مل گئے 9

فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں تقریب جس میں حضور انور نے اسلامی تعلیمات اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان فرمایا 560

سجدۂ شکر

مسجد مبارک اسلام آباد کا افتتاح، پہلا خطبہ جمعہ اور حضور انور کا اندر آکر سجدۂ شکر 257

سحر / جادو

ذروان کنواں، روایات کے مطابق اس سے حضرت جبیر بن ایاسؓ اور قیس بن محصنؓ نے آنحضرتؐ پر جادو کرنے والے بال اور کنگھی نکالی تھی 122

عائشہؓ کی روایت بابت سحر 123

روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک یہودی النسل لبید بن الاعصم کا آنحضورؐ پر سحر کرنا 125

مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا مضمون بابت آنحضورؐ پر سحر ...125

منافقین کی افواہ نعوذ باللہ آپؐ پر جادو ہو گیا... 127، 129

سریہ / سرایا

سریہ فدک 88

غزوہ اور سریہ میں فرق 323

قردہ کے مقام پر حضرت زید بن حارثہؓ کا ایک سریّہ، اس کی تفصیل..... 324

زید بن حارثہؓ کے واقعات و سرایہ وغیرہ 328

سریہ مؤتہ اور اس کی تفصیل 331

عبد اللہ بن جحشؓ کی قیادت میں نخلہ کی طرف سریہ اور اس کی تفصیل 655

سفر

حارث بن اصمہؓ غزوہ بدر کے دوران جب الروحاء مقام پر پہنچے تو مزید سفر کی طاقت نہ رہی آپ کو واپس بھیج دیا گیا لیکن مال غنیمت میں حصہ دیا گیا 80

حضرت عثمان بن مظعونؓ کا ایک سفر میں حضرت عمرؓ کو یاغَلَقَ الْفِتْنَۃِ! کہنا..... اس کی تفصیل 214

مسٹر شیپ زکرجی (Mr. Shaip Zeqiraji) صاحب کا گائے بیچ کر جرمنی کے سفر کے اخراجات پورے کرنا اور خلیفہ المسیح کی زیارت کرنا 361، 362

حضرت مسیح موعودؑ کا دہلی کے سفر میں جامع مسجد دہلی کو دیکھ کر فرمانا..... 441

معاویہ بن سفیان کے زمانہ میں حضرت امّ حرامؓ کا سمندری سفر میں شامل ہونا اور..... پھر فوت ہونا 472

سویبطؓ اور نعیمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ تجارت کے

لئے بصریٰ ملک شام کی طرف سفر... 477، 478
سفر طائف 302 تا 305
سفر طائف میں زخمی ہو کر آنحضورؐ کی دعا، اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ..... 304
سفر طائف کے وقت عتبہ اور شیبہ کا آنحضورؐ کو انگور بھیجنا 304
سکول
احمدیہ سیکنڈری سکول غانا کے پہلے وائس پرنسپل 65
سلام
آنحضرتؐ کا حضرت جبرائیلؑ سے باتیں کرنا اور حضرت حارثہؓ کا پاس سے گزرتے ہوئے سلام نہ کرنا..... 85
السلام علیکم سے پہلے سلام اللہ علیکم کا رواج تھا، حضرت امّ ایمنؓ کا لکنت کی وجہ سے..... 309
آپس میں سلام کرنے کو رواج دینے کی نصیحت اور اہمیت 405
سلام کرو خواہ جانتے ہو یا نہیں 405
خبیبؓ کی دعا کہ میرا اسلام نبی اکرمؐ کو پہنچا دینا.... آپؐ نے فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ یَا خُبَیْبُ 500، 501
حضرت بِشر بن بَراء کی والدہ کا اپنے بیٹے کو سلام پہنچانے کی بابت پوچھنا..... 624
سعد بن عبادہؓ کے گھر آنحضورؐ کا تشریف لے جانا اور السلام علیکم فرمانا اور ان کا جواب نہ دینا..... 669
سمارٹ ایپ
ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی طرف سے سمارٹ ایپ لانچ ہونا 407
سمندر
حضرت انس بن مالکؓ کا روایت بیان کرنا کہ آنحضرتؐ امّ حرام بنت ملحان کے گھر تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ امت کے لوگ سمندر میں سوار ہیں اور حضرت امّ حرام کے لئے دعا کرنا..... 472
معاویہ بن سفیان کے زمانہ میں حضرت امّ حرامؓ کا سمندری سفر میں شامل ہونا اور..... پھر فوت ہونا 472
سنت / سنتیں
جمعہ کی سُنتوں کی اہمیت 498
خبیبؓ کا شہادت سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کی سنت..... 501
آنحضرتؐ نے غزوہ بدر کے بعد یہ سنت جاری فرمائی کہ جنگ کے وقت سورۃ انفال کی تلاوت کی جاتی 611
سوشل میڈیا
مسجد مبارک اسلام آباد کے حوالے سے سوشل میڈیا پر کسی سیاستدان کا جاہلانہ تبصرہ کہ احمدیوں کو اسلام آباد میں مرکز بنانے کی اجازت دے دی..... 259
سونا
عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کا ایک جنگ (غزوہ احد) میں ناک کٹ گیا یا دو دانت، آنحضورؐ نے سونے کا لگوانے کا ارشاد فرمایا..... 541
سویلائزیشن
جرمنی اور یورپ میں یہ تصور کہ اسلام یورپ کے لئے خطرہ ہے اور یہ کہ اسلام یورپ کے کلچر اور سویلائزیشن سے مطابقت نہیں رکھتا 560
سیاست / سیاستدان
مسجد مبارک اسلام آباد کے حوالے سے سوشل میڈیا پر کسی سیاستدان کا جاہلانہ تبصرہ کہ احمدیوں کو اسلام آباد پاکستان میں مرکز بنانے کی اجازت دے دی..... 259
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس اجتماع جیسی اطاعت اور خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی..... 364
سیکیورٹی
جلسہ سالانہ میں سیکیورٹی کے شعبہ کی اہمیت 401
سیلاب
انڈیا، کیرالہ میں سیلاب کی وجہ سے ابتر صورت حال کے باوجود ایک گھر کے بچوں نے تحفہ میں ملی ہوئی رقم بھی چندہ وقف جدید میں دے دی 10
بینن، لوکوسا ریجن میں سیلاب کے باجود احمدیوں کا تحریک جدید کا چندہ دینے کی تڑپ 581، 582

سیمینار
مجیب الرحمان صاحب کو کراچی، انگلستان، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، کینیڈا، جاپان، وغیرہ میں سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424

ش

شاعر / شعر (نیز دیکھیں "اشعار")
ضرار بن خطابؓ، قریش کے ایک شاعر جو فتح مکہ پر مسلمان ہوئے تھے 113
حضرت عمرؓ کا ضرار بن خطابؓ کے شعر سننا یہاں تک کہ سحر ہو گئی 113
عثمان بن مظعونؓ کا لبید بن ربیعہ کے شعر کا جواب دینا..210

شرائط بیعت
ایک نو مبائع کا دس شرائط بیعت کو خدائی لائحہ عمل قرار دینا..... 367

شورش
74ء کی شورش میں ایک احمدی خاتون کی جرات اور دلیری کا واقعہ 176

شہادت / شہید
انس بن معاذؓ اور ان کے بھائی اُبی بن معاذؓ دونوں بئر معونہ میں شہید ہوئے 68
ابو اسامہ جشمی کا حضرت عمیرؓ کو بدر میں شہید کرنا 109
ربیعہ بن اکثمؓ کو حارث نامی یہودی نے خیبر کے قلعہ نطاۃ میں شہید کیا 113
خلّاد بن سویدؓ کے متعلق آپؐ نے فرمایا خلّاد کے لئے دو شہیدوں کے برابر اجر، اس کی وجہ..... 119
سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کی دلیرانہ شہادت 171، 172
محمد بن ثابت کا حضرت سالمؓ کی شجاعت اور شہادت کا واقعہ بیان کرنا..... 172
عبد اللہ بن عمرو بن حرام نے غزوہ احد سے پہلے خواب میں مبشر بن عبد المنذر کو دیکھا.... فرمایا اے ابو جابر شہادت یہی ہوتی ہے 193
غزوہ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے بدری صحابہ بدر میں مدفون ہیں سوائے حضرت عبیدہؓ کے 193
امّ ایمنؓ کا حضرت عمرؓ کی شہادت پر رونا..... 307
حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر سن کر آنحضورؐ کا دعا فرمانا..... 332
سُمیراءؓ کا خاوند، بھائی اور باپ غزوہ احد میں شہید ہوا، جب ان سے تعزیت کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟..... آنحضورؐ کو دیکھ کر کہا آپؐ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے 376، 377
حارثہ بن قیسؓ، بعض کے نزدیک اسلام میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید..... 396
آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟.... طاعون کی وجہ سے مر جانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
عمومی طور پر اگر ایک وبا کے طور پر طاعون ہو تو اس سے مرنے والا شہید ہے 470
جنگ یمامہ میں حضرت زید بن خطابؓ کے شہید ہونے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے زندہ بچ کر واپس آنے پر حضرت عمرؓ نے فرمایا زید سے قبل تُو کیوں نہ شہید ہوا..... 494
عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کی جنگ یمامہ کے دن روزے کی حالت میں شہادت..... 495
عبد اللہ بن مَخْرَمہؓ کا جذبۂ شہادت، دعا کرنا کہ اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں اپنے جسم کے ہر جوڑ پر خدا کی راہ میں لگا زخم نہ دیکھ لوں..... 495

شیطان
عائشہؓ کا پوچھنا کہ آپؐ کے ساتھ بھی کوئی شیطان ہے؟ فرمایا ہاں مگر..... 126
رمضان میں جہنم کے دروازے بند اور جنت کے کھول دئے جاتے ہیں اور شیطان کو زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے 246

رمضان میں شیطان کے جکڑے جانے سے مراد 246
حُباب، حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی کا نام، آنحضورؐ نے بدل دیا کہ حباب شیطان کا نام ہے 593،540

ص

صحابہ / صحابی

اُبی بن کعبؓ آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 459،51
جو صحابہ مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے، انصار مہاجر کہلائے 110
ایک صحابی کا عورتوں میں چھپ کر ان کی باتیں سننا اور آنحضورؐ کا مزاح فرمانا..... 111
غزوہ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے بدری صحابہ بدر میں مدفون ہیں سوائے حضرت عبیدہؓ کے 193
ایک جنگ کے موقعہ پر صحابہؓ کی باہمی دوڑ، اور صحابہؓ کا تفریح کرنا 199،198
جنگ احد سے بھاگنے والے صحابہ اور ان کا واپس آنا، آنحضرتؐ کی چشم پوشی، کھڑے ہو کے فرمانا..... 236
اطاعت کی اہمیت اور برکت اور صحابہ کی زندگیوں میں اس کے عملی نمونے 270
صحابیات کا آنحضرتؐ سے عشق کا اظہار 379،378
آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی مہمان نوازی کے آداب وطریق..... 403
غزوہ تبوک کے موقعہ پر صحابہ کے انفاق فی سبیل اللہ کے ایمان افروز مظاہرے اور حضرت ابو بکرؓ گھر کا سارا مال لے آئے..... 439
ابو درداءؓ، آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 459
صحابہ نے مذاق میں کسی کا اونٹ حضرت نعیمانؓ سے ذبح کروالیا، بدو کی شکایت پر نعیمانؓ کا چھپ جانا، آنحضرتؐ کا ان کو ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبدالمطلب ؓ کے گھر سے تلاش کر لینا 479
آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کی مجالس میں محبت اور مزاح کا انداز، صرف خشک مجالس نہیں ہوتی تھیں 480
حضور انور نے بدری صحابہ کے ذکر میں دوسروں کا بھی ذکر فرمایا کہ تاریخ کا بھی علم ہو جائے 485
حضرت ابو بکرؓ کا بدری صحابہ کی فضیلت کو نمایاں کرنا 491
جنگ یمامہ میں صحابہ کی کثیر تعداد کی شہادت پر حضرت ابو بکرؓ نے تدوین قرآن کا حکم دیا 494
غزوہ حنین کے موقعہ پر رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کی تعداد 496
ایک صحابی کا پوچھنا کہ میں فرض نمازیں، روزے، حرام چیزوں کو حرام..... اس سے زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟..... 498
خبیبؓ پہلے صحابی جو اللہ کی خاطر صلیب دیئے گئے 539
ایک جنگ میں ایک صحابی کا پوچھنا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر دشمن چھپ جائے اور پھر کہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو..... 610
ایک صحابی جس کو امیر بنا کر بھیجا واپسی پر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ امارت کے منصب کو کیسا پایا 612،611
چار صحابہؓ جن سے اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو محبت کرنے کا حکم دیا..... 614،613
اہل صفّہ کو شام کو صحابہ اپنے ساتھ کھانے کیلئے لے جاتے، سعد بن عبادہؓ اسّی صحابہ کو ساتھ لے کر جاتے 670

صداقت حضرت مسیح موعودؑ

صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات..... 153

صدران جماعت

بعض صدران کا ٹرم ختم ہونے سے پہلے کام چھوڑ دینا اور حضور انور کی نصیحت وراہنمائی 272

صدقہ وخیرات

حضرت حارثہؓ کا نابینا ہونے کے باوجود مسکین کو خود صدقہ دینا، آپؐ نے فرمایا مسکین کی مدد کرنا بُری موت سے بچاتا ہے 86
عبداللہ بن زیدؓ کا اپنا سارا مال صدقہ دے دینا..... آنحضورؐ کا میراث کے طور پر واپس لوٹانا 181
خلیفہ ثالثؓ فرمایا کرتے تھے کہ مسکراتے رہا کرو کیونکہ یہ

صدقہ ہوتا ہے 476
سعد بن عبادہؓ کا پوچھنا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ، پانی پلاؤں، ایک کنواں کھدواؤں..... 677
سعد بن عبادہؓ کا اپنی والدہ کی طرف سے ایک باغ صدقہ میں دینا، تفصیل 678

صفائی

مسجد میں قبلہ رخ تھوک دیکھ کر آنحضرتؐ کا صاف کرنا اور فرمانا..... 432

صلح

ناراض لوگ صلح کا ہاتھ بڑھائیں 348

صلح حدیبیہ

روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک یہودی النسل لبید بن الاعصم کا آنحضورؐ پر سحر کرنا 125
صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کا پہرہ دینے والے سلمہ بن اسلمؓ اور عباد بن بشرؓ 235
صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں آنحضرتؐ کا عمرہ ادا کرنا اور اس کی تفصیل 305

صلیب

خبیبؓ پہلے صحابی جو اللہ کی خاطر صلیب دیئے گئے 539

ط۔ظ

طاعون

عمومی طور پر اگر ایک وبا کے طور پر طاعون ہو تو اس سے مرنے والا شہید ہے 470
طاعون حضرت مسیح موعودؑ کے لئے نشان 470
آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟.... طاعون کی وجہ سے مرجانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
شہید پانچ ہیں، طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری، ڈوب کر، دب کر اور اللہ کی راہ میں..... 470

طلاق

اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ 311
حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدین علی بن حسین کی روایت کہ آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تھی کہ زید طلاق دے دیں گے..... 311

ظلم

مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا 89

ظِہَار

ظِہار اور اسلامی تعلیم 72

ع

عاجزی

جو اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کے درجات بڑھاتا ہے، جو تکبر کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے 121

عبادت / عبادات

حضرت مصلح موعودؓ کی بچپن میں عبادات.... 105
عثمان بن مظعونؓ کا جوش کے ساتھ عبادات بجالانا، خصّی ہونے کی اجازت مانگنا 212
عبادات کی اہمیت وضرورت 262، 263
عبادت اور حقوق العباد کے معیار بلند کرنے کی ضرورت 285
ہمیں اپنی عبادتوں کی فکر کرنے کی ضرورت ہے 287
حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اپنے آخری وقت میں حدیث سنائی، اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول..... 474
عبداللہ بن مخرمہؓ ایک عبادت گزار شخص، اس کی ایک مثال..... 495
اَلصَّلٰوۃُ ھِیَ الدُّعَاءُ، اَلصَّلٰوۃُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ 529
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے نصائح کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، نمازوں اور عبادات..... 550

عرب / عربی

عربی محاورہ قَرِیْبٌ مَفَرُّ ابنِ الشَّنْتَرَاء اور اس محاورہ کا

پس منظر..... 144

عربک ڈیسک

عربک ڈیسک کی طرف سے کتب حضرت اقدس کی عربی کتب دوبارہ نشر کرنا 474

علم / علوم

بخاری کی ایک حدیث، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں، علم سیکھنے کے لئے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے 173

قرآن کے علوم کو سمجھنے کے لئے تقویٰ بہت ضروری 250

یورپ اور امریکہ کی علوم میں ترقی لیکن روحانی اور اخلاقی حالت قابل رحم، اس کی وجہ 250

ایک غیر از جماعت کا تاثر، احمدیوں کے پاس تو بائبل کا علم عیسائیوں سے زیادہ ہے 422

عمرہ

صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں آنحضرتؐ کا عمرہ ادا کرنا اور اس کی تفصیل 305

عمرۃ القضاء

عمرہ قضاء کی تفصیل 92

بشیر بن سعدؓ کو عمرۃ القضاء کے موقعہ پر آگے بھیجے گئے ہتھیاروں پر نگران مقرر کیا جانا 92

عورت / عورتیں

ایک صحابی کا عورتوں میں چھپ کر ان کی باتیں سننا اور آنحضورؐ کا مزاح فرمانا..... 111

یہود کا بازار میں ایک عورت کی بے حرمتی کرنا اور 466

خبیبؓ کا قید کے دوران تہجد میں قرآن پڑھنا اور عورتوں کا سن کر رونا 538

آنحضرتؐ کا ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا، (کسی یہودی عورت یا مرد کا جنازہ تھا) 618،617

عہد (نیز دیکھیں معاہدہ)

بنو قریظہ کی عہد شکنی 112

عہدہ / عہدیداران

بعض صدران کا ٹرم ختم ہونے سے پہلے کام چھوڑ دینا اور حضور انور کی نصیحت و راہنمائی 272

بعض عہدیداران کو نصیحت کہ دنیاوی عہدے کی طرح نہ سمجھا جائے 349

جلسہ سالانہ یوکے کے لئے خلیفۃ المسیح اور ....عہدیداران کی محنت اور ٹریننگ 400

افسروں اور عہدیداران کے لئے نصیحت 612،611

عیادت

حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت علیؓ کا ابو بکرؓ کی بیعت میں تاخیر.... 450

آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے جانا..... 470

سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا، راستہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول کا بدتمیزی کا رویہ... 672،542

عید

عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد فرمایا جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی..... 70

جمعہ کو عید قرار دینا، اس کی حکمت 283

عیسائی / عیسائیت

ایک عیسائی پروفیسر کا اظہار کہ ایک نیا اسلام ہے جو جماعت احمدیہ میں دیکھا 417

ایک غیر از جماعت کا تاثر، احمدیوں کے پاس تو بائبل کا علم عیسائیوں سے زیادہ ہے 422

اندریاس وائس بروٹ، ایک جرمن عیسائی پادری 356

یہود و عیسائی سے دوستی نہ کرنے کا اصل مفہوم کہ جنگ کی حالت میں دوستیاں نہ کرو، یہ نہیں کہ تعلقات ہی نہ رکھو، نہ کبھی ان کو فائدہ پہنچاؤ..... 464

مسلمان حکومتوں کا خدا پر توکل نہ ہونا اور غیر لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی گود میں..... اللہ ان کو عقل دے 465

غ

غرور

جنگ بدر کے بعد یہود کا کہنا کہ چند قریش کو قتل کر کے تم

لوگوں میں غرور آگیا ہے 465

غلام / غلامی

غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو..... 53

حضرت نعمان بن بشیرؓ کو حضرت بشیر بن سعد نے ایک غلام دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنے سارے بیٹوں کو دیا ہے؟ تو فرمایا واپس لے لو..... 88،89

آنے والے مسیح موعود کے لئے نبی اللہ اور نبوت کا مقام آنحضرتؐ کی غلامی میں مل سکتا ہے 182

غلاموں کی اسلامی طریق پر آزادی اور ان کی ترقیات 322

عتبہ بن غزوانؓ کے آزاد کردہ غلام خبّابؓ اور سعدؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا 659

عتبہ بن غزوانؓ کا آزاد کردہ غلام سوید 660

ف

فتح مکہ

فتح مکہ کے دن بنو حارثہ کا جھنڈا حضرت ابوبردہؓ کے پاس تھا 69

فتح مکہ کے موقعہ کی کچھ تفصیل..... 174

فتویٰ

قربانی کے بکرے کی عمر کے بارے میں فتویٰ 71

وصیت اور ہبہ اولاد کیلئے نہیں..... 90

حمزہؓ کی بیٹی عمارہ کا آنحضورؐ کے پیچھے آنا..... آنحضورؐ کا فیصلہ کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے 306

فدیہ

فدیہ کی حکمت اور تفسیر 248

فرشتہ

غزوہ احد کے موقعہ پر آنحضورؐ کا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے متعلق فرمانا کہ فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں 81

فلاسفی

وراثت کی حکمت اور فلاسفی 90

ق

قاصد

حارث بن عُمیرؓ آنحضورؐ کے واحد قاصد جو شہید کئے گئے 331

قبر / قبرستان

آنحضورؐ کی قبر میں اترنے والے صحابہ 120

شقرانؓ کو آنحضورؐ کی قبر میں اترنے کی سعادت ملنا 120

مدینہ کے قبرستان 216

عبادہ بن حِسحاس، نعمان بن مالک اور مجذّر بن زیاد کو غزوہ احد کے موقعہ پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا 497

آنحضرتؐ کا ایک نئی قبر دیکھ کر دریافت فرمانا..... اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ جب تک میں تمہارے درمیان ہوں کوئی فوت ہو تو مجھے ضرور خبر دو..... 618

امّ محجن، ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا 619

براءؓ کی قبر پر آپؐ کا جا کر چار تکبیرات ادا فرمانا 620

حضرت آمنہؓ کی قبر ابواء مقام پر ہے جو کہ مدینہ سے مکے کی شاہراہ پر جُحفہ سے 23 میل دور واقع ہے 670

قبر مسیحؑ

سرینگر کشمیر محلہ خانیار کی قبر حضرت عیسیٰ دریافت کرنے کی سعادت حاصل کرنے والا 385

قبلہ

مسجد میں قبلہ رخ تھوک دیکھ کر آنحضرتؐ کا صاف کرنا اور فرمانا..... 432

قرآن کریم (نیز دیکھیں کتب میں قرآن کریم)

آنحضورؐ کے دور میں قرآن جمع کرنے والے چار صحابہ 51

اُبی بن کعبؓ آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 51،459

نظام الدین صاحب کا محمد حسین بٹالوی سے کہنا کہ قرآن سے کوئی ایک آیت وفات مسیح کی دیں میں مرزا صاحب کو پیش کروں گا..... احمدیت قبول کر لی 157،158

اُبی بن کعبؓ کا ان چار صحابہ میں شامل ہونا جن سے قرآن سیکھنے کا آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا 168

قرآن کو رمضان سے ایک خاص نسبت ہے 249

قرآن کے علوم کو سمجھنے کے لئے تقویٰ بہت ضروری 250

قرآن پڑھنے کے آداب اور اہمیت 251
رُبَّ قَارِیٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰنُ 251
مہمان نوازی اللہ کو پسند ہے، حضرت ابراہیمؑ کا اس حوالے سے قرآن میں ذکر کرنے کی اہمیت 402
حضرت قتادہؓ کا سورۃ اخلاص پر ساری رات گزارنا آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے 431
اصحاب صفّہ ، قرآن پڑھنا اور آنحضرتؐ کا ان کے درمیان بیٹھ جانا اور فرمانا..... 454
ابودرداءؓ، آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 459
آنحضرتؐ کے عہد میں انصار میں سے جن پانچ آدمیوں نے قرآن جمع کیا ان میں سے ایک ابوایوب انصاریؓ 459
انفرادی طور پر قرآن پڑھانے کو ذریعہ آمد بنانے والوں کے لئے ایک اصولی رہنمائی 469
آنحضرتؐ کا قرآن سکھانے کے لئے آدمی صحابہؓ کے سپرد کرنا اور کسی نے کمان ہدیہ میں دی آپؐ نے لینے سے منع فرمایا..... 469
جنگ یمامہ میں صحابہ کی کثیر تعداد کی شہادت پر حضرت ابو بکرؓ نے تدوین قرآن کا حکم دیا 494
خبیبؓ کا قید کے دوران تہجد میں قرآن پڑھنا اور عورتوں کا سن کر رونا 538
آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616

قرارداد پاکستان

1940ء قرار داد پاکستان کے جلسہ میں عبدالرحیم نیر صاحب کے ساتھ بطور نمائندہ جماعت احمدیہ محمد یار عارف صاحب بھی تھے 460

قربانی

عیدالاضحیٰ کے دن نماز کے بعد فرمایا جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی..... 70
قربانی کے بکرے کی عمر کے بارے میں فتویٰ 71
جرمنی جماعت کا اخلاص و وفا اور قربانیوں میں بڑھا ہونا 353
انصار اللہ کے اجتماع کے حوالہ سے، آنحضرتؐ کے صحابہ انصار و مہاجر نے اسلام قبول کرنے کے بعد کیا تبدیلیاں اور قربانیاں کیں.... ان کے اخلاص و وفا کے نمونے، اپنے جائزے لیتے رہیں 477

قرض

گھانا کے فَرِم پونگ (Frimpong) صاحب کا قرض کے باوجود چندہ پوری تنخواہ پر دینا 4
بینن کے ریجن بوھیکوں کی جماعت ابومے کے صدر اہونگان جیکس (Ahouangan Jacques) کا چندہ وقف جدید ادا کرنا اور قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جانا 6، 7

قرعہ

سعد بن خیثمہؓ اور ان کے والد دونوں جنگ بدر کے لئے نکلے تو آنحضرتؐ نے فرمایا دو میں سے ایک جائے، قرعہ نکالا تو سعدؓ کے نام نکلا، 144
امّ علاءؓ کا بیان کہ مہاجرین کی آمد پر انصار کی خواہش کہ ہمارے گھر میں رہیں جس پر قرعہ ڈالا جاتا 212

قریش

قریش میں امامت کے قیام کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی 94
امیہ بن خلف، سردار قریش کا بدر میں قتل ہونا، اس کی تفصیل 482 تا 485

قسم

اوس بن خولیؓ کا حضرت علیؓ کو قسم دے کر آنحضورؐ کے غسل میں شامل ہونا 120

قوم

بخل سے بچو، اس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا..... 2

ک

کارکن / کارکنان

جلسہ یوکے ، کارکنان اور ڈیوٹی دینے والوں کے لئے ہدایات اور رہنمائی..... 399، 400

جلسہ سالانہ (یوکے) متفرق شعبہ جات کو ہدایات اور ان کے کارکنان کے اخلاص اور محنت..... 399 تا 404
کارکنان جلسہ کو ہدایت، چہروں پر مسکراہٹ اور مہمانوں کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ پیش آئیں 402
پڑوسی کے حقوق، جلسہ پر آنے والے مہمان اور کارکنان ایک دوسرے کے پڑوسی بھی ہیں..... 403
جلسہ یوکے کا بخیر و خوبی اختتام اور اظہار تشکر کارکنان وغیرہ کا..... 408
جلسہ سالانہ جرمنی کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے پر اظہار تشکر اور کارکنان وغیرہ کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات..... 352 تا 369

کاملین

سوید بن صامت کا اپنی بہادری اور نجابت کی وجہ سے کامل کہلانا، آپؐ کو مجلّہ لقمان سنانا، حضورؐ کا تعریف فرمانا اور..... 20
اوس بن خولیؓ کا شمار "کاملین" میں ہونا 119

کتب

اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتب 148
عربک ڈیسک کی طرف سے کتب حضرت اقدس کی عربی کتب دوبارہ نشر کرنا 474

کسوف وخسوف

مسیح موعود کی نشانیاں، کسوف وخسوف 149، 150

کلچر

جرمنی اور یورپ میں یہ تصور کہ اسلام یورپ کے لئے خطرہ ہے اور یہ کہ اسلام یورپ کے کلچر اور سویلائزیشن سے مطابقت نہیں رکھتا 560

کمپلیکس

تنزانیہ میں نئی مسجد اور کمپلیکس کی تعمیر 268
مالی میں ایک بہت بڑی مسجد اور کمپلیکس کی تعمیر 268

کنگن

بعض کے نزدیک سراقہ کو کنگن پہنانے کی خوشخبری حنین اور طائف سے واپسی پر دی گئی 36
سراقہ کے ہاتھوں میں کنگن پہنائے جانے کی خوشخبری..... 35

کنواں

حدیبیہ کے موقعہ پر خشک کنویں میں تیر گاڑنے سے معجزانہ طور پر پانی نکلنا اور عبداللہ بن ابی کو جب کہا گیا کہ اب تو اس معجزہ کو مان لے تو اس کا ردعمل 120
روایات کے مطابق ذروان نامی کنواں سے حضرت جبیر بن ایاسؓ اور قیس بن محصنؓ نے آنحضرتؐ پر جادو کرنے والے بال اور کنگھی نکالی تھی 122
اَلْغَرْس نامی کنویں سے آنحضورؐ نے پانی پیتے ہوئی فرمایا یہ جنت کے چشموں میں سے ہے، آپؐ نے فرمایا میری وفات پر اس کنویں سے ساتھ مشکیزے لاکر مجھے غسل دینا 143
مدینہ میں شام کی سمت اَبُو الْهَيْثَم بن تَيِّهَان کا کنواں، آنحضرتؐ کو اس کا پانی پسند تھا 643
سعد بن عبادہؓ کا پوچھنا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ، پانی پلاؤں، ایک کنواں کھدواؤں..... 677

کھجور

آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی استطاعت ہو 2
غزوہ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے کھجور کی چھڑی دی جو تلوار بن گئی 233
آنحضرتؐ کا امّ ایمنؓ کو کھجوروں کے کچھ درخت دینا اور پھر واپس مانگنے تو..... 308

کیلی گرافی

باسل بٹ صاحب، موسیٰ ستار صاحب اور مصور دین صاحب کا مسجد مبارک کی کیلی گرافی میں مدد کرنا 268

گ

گواہ

آپؐ کا فرمانا مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا..... 89

گھر

یہ احد پہاڑ ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے، انصار کے گھروں میں بہترین گھر..... 645

گھوڑا

غزوہ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے، ایک آنحضورؐ کے پاس اس کا نام السَّکْب تھا، دوسرا ابوبردہؓ کے پاس اس کا نام مُلَاوِحْ تھا 70

خباح حضرت خوّاتؓ کا گھوڑا، جس پر آپؓ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا گیا 113

جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس کتنے گھوڑے تھے؟ 145

جنگ بدر میں رسول اللہؐ کے ساتھ دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیرؓ اور دوسرے پر زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسودؓ سوار ہوتے 145

ذُواللِّمَّہ، محمد بن مسلمہؓ کے گھوڑے کا نام 194

زبیر بن عوامؓ کے گھوڑے کا نام یَعسوب 609

سَبْحَہ، غزوہ بدر میں مقدادؓ کے گھوڑے کا نام 609

مقدادؓ پہلے صحابی جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھوڑے پر لڑائی میں حصہ لیا 614

آنحضرتؐ کا غزوہ احد سے واپسی پر مدینہ میں تشریف لانا اور گھوڑے سے اترے تو سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے 675

گوشت

زینب بنت حارث جس نے غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ کو زہر آلود گوشت کھلایا تھا 621

ل

لائحہ عمل

ایک نومبائع کا دس شرائط بیعت کو خدائی لائحہ عمل قرار دینا 367

لجنہ اماء اللہ

مریم صدیقہ صاحبہؓ، چھوٹی آپا کا امریکہ کی لجنہ اماء اللہ کے میگزین کا نام عائشہ رکھنا 25

اجتماع انصار اللہ، ولجنہ اماء اللہ برطانیہ کے موقع پر کنٹری مارکیٹ، بورڈن، ہمپشیئر، یو۔کے سے خطبہ جمعہ 477

لکنت

السلام علیکم سے پہلے سلام اللہ علیکم کا رواج تھا، حضرت امّ ایمنؓ کا لکنت کی وجہ سے..... 309

لنگر خانہ

جلسہ یو۔کے کے موقعہ پر لنگر کا انتظام اور اس کی اہمیت پہلے کی حالت اور اب ترقی یافتہ شکل..... 400

ربوہ سے آئے ہوئے ناظر امور خارجہ کا جلسہ یو۔کے کے لنگر کی روٹی کی تعریف کرنا کہ..... 400

یو کے لنگر / روٹی پلانٹ پر کام کرنے والوں کی مہارت 400

م

مال غنیمت

حارث بن اصمہؓ غزوہ بدر کے دوران جب الروحاء مقام پر پہنچے تو مزید سفر کی طاقت نہ رہی آپ کو واپس بھیج دیا گیا لیکن مال غنیمت میں حصہ دیا گیا 80

خواتؓ کا جنگ بدر کے لئے نکلتے ہوئے راستے میں زخمی ہونا اور واپس بھیج دیا جانا لیکن آپ کو بدر کی غنیمت سے حصہ دیا جانا 111،110

عبداللہ بن کعبؓ کا غزوہ بدر کے مال غنیمت کے نگران مقرر ہونا، آپؓ خمس کے بھی نگران تھے 231

خبیب بن اساف کا جنگ بدر کے سفر پر آپؐ سے ملنا، آپؐ سے کہنا مال غنیمت میں حصہ لینے آیا ہوں، آپؐ کا فرمانا کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیں گے..... 481

مچھلی

گنی بساؤ، کبوڈو کے دیالو صاحب، تحریک جدید چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 579،578

محاورہ

عربی محاورہ قَرِیْبٌ مَفَرُّ ابنِ الشَّتْرَاء اور اس محاورہ کا پس منظر..... 144

محبت

حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ کو گود لینا اور فرمانا اے اللہ ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں 333

زیدؓ کو رسول اللہؐ کا محب کہا جاتا تھا 334

جلسہ میں رشتوں اور محبت و تعارف کا تعلق مزید بڑھے 348

ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس اجتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364
جلسہ کا مقصد، ایک یہ کہ محبت کا رشتہ اور تعارف بڑھے 405
عبداللہ بن ابی کی دریدہ دہنی اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کی محبت و فدائیت، غزوہ بنو مصطلق کا ایک واقعہ 591
اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، حضرت علیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ..... 613، 614

مخالفت / مخالفین

گیمبیا، کیانگ ضلع کے ایک گاؤں میں احمدیوں کی مخالفت کے نتیجہ میں ایک احمدی جالو صاحب کا فعال احمدی بن جانا 6
انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا احمدیت قبول کرنے میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا لیکن استقلال اور چندوں میں ادائیگی 11
جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کے انتظامات اور مخالفین کا حملہ اور دعا کی تحریک 95، 96
مخالفین سلسلہ کے لئے دعا 267
مولوی نور الدین صاحبؓ کے خلیفہ بننے پر بعض مخالفین کا کہنا کہ..... 278، 279

مذہب

پاکستان میں احمدیوں کی مذہبی آزادی اور دیگر مسائل 505

مرکز

سہلؓ اور سہیلؓ دو خوش قسمت بھائی جن کو اسلام کے اس عظیم مرکز میں اپنی زمین (مسجد نبوی کی) پیش کرنے کی توفیق ملی 140
اسلام آباد لندن کی خریداری اور خلیفہ رابعؒ کا اس کو مرکز بنانے کا ارادہ اور عملی تکمیل 202
مسجد مبارک اسلام آباد کے حوالے سے سوشل میڈیا پر کسی سیاستدان کا جاہلانہ تبصرہ کہ احمدیوں کو اسلام آباد میں مرکز بنانے کی اجازت دے دی..... 259

مزاح

ایک صحابی کا عورتوں میں چھپ کر ان کی باتیں سننا اور آنحضورؐ کا مزاح فرمانا..... 111
سویبط بن حرملہؓ اور حضرت نعیمانؓ کا ایک مزاحیہ واقعہ، آنحضرتؐ کا ایک سال تک اس واقعہ سے لطف اندوز ہوتے رہنا 201، 477، 478
صحابہ نے مذاق میں کسی کا اونٹ حضرت نعیمانؓ سے ذبح کروالیا، بدو کی شکایت پر نعیمانؓ کا چھپ جانا، آنحضرتؐ کا ان کو ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبدالمطلب ؓ کے گھر سے تلاش کر لینا 479
آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کی مجالس میں محبت اور مزاح کا انداز، صرف خشک مجالس نہیں ہوتی تھیں 480
زبیر بن بکار کا اپنی کتاب اَلْفُکَاھَۃ و المِزَاح میں میں حضرت نعیمانؓ کے متعلق ایک واقعہ لکھنا 480

مساجد / مسجد

ارقم بن ابی ارقمؓ کا نماز کے ارادے سے بیت المقدس جانے کا ارادہ، آنحضورؐ کا فرمانا کہ میری مسجد میں ایک نماز اور مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے..... جس پر ارادہ تبدیل کرنا 76
مسجد مبارک ربوہ کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا فرمانا، یہ مسجد مبارک قادیان کے قائم مقام، اس کا ظل اور مثیل ہو گی 259
مساجد کی اہمیت اور آداب و تقاضے 260
آخری زمانے میں مساجد بظاہر آباد..... 261
کراچی پاکستان میں احمدیہ مساجد کے مینارے گرائے جانے کے احکام 261
تنزانیہ میں نئی مسجد اور کمپلیکس کی تعمیر 268
مالی میں ایک بہت بڑی مسجد اور کمپلیکس کی تعمیر 268
ڈان فرانسسکو صاحب کا انڈیا میں ایک مسجد میں جانا، غیر مناسب رویہ پانا، جلسہ یوکے میں عزت و توقیر ملنا 419
مسجد میں قبلہ رخ تھوک دیکھ کر آنحضرتؐ کا صاف کرنا اور فرمانا..... 432
مسجد کے بارہ میں مسیح موعودؑ کا ارشاد 441
حضرت مسیح موعودؑ کا دہلی کے سفر میں جامع مسجد دہلی کو

دیکھ کر فرمانا..... 441
پاکستان اور ان کی مساجد کی کیفیت 442
ایک صحابی کا جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہونا، آنحضورؐ نے فرمایا دو رکعتیں ادا کرو..... 498
مسجد مہدی سٹراس برگ، فرانس سے افتتاحی خطبہ جمعہ 524
جرمنی میں سو مساجد کے تحت تعمیر مساجد کی مساعی اور کچھ مساجد کا افتتاح 549
ناہے (Nahe) جرمنی، مہدی آباد مسجد کے کوائف 559
سٹراس برگ جرمنی کے بارڈر پر فرانس کا شہر جہاں مسجد کا افتتاح ہوا 565
مہدی آباد جرمنی کی مسجد کا افتتاح 572

مسجد ضرار

مسجد ضرار کے گرائے جانے کی تفصیل 439 تا 442
مسجد ضرار والی جگہ آنحضرتؐ نے عاصم بن عدی کو دینا چاہی تو انہوں نے معذرت کر لی، آپؐ نے وہ جگہ پھر ثابت بن اقرمؓ کو دے دی..... 441

مسجد فنڈ

امریکہ میں سب سے پہلے مسجد فنڈ کی بنیاد رکھنے والی سسٹر عالیہ صاحبہ تھیں 25

مسکین

حضرت حارثہؓ کا نابینا ہونے کے باوجود مسکین کو خود صدقہ دینا..... کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مسکین کی مدد کرنا بُری موت سے بچاتا ہے 86

مسلمان

غزوہ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے، ایک آنحضورؐ کے پاس اس کا نام السَّکْب تھا، دوسرا ابوبردہؓ کے پاس اس کا نام مُلَاوِح تھا 70
جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس کتنے گھوڑے تھے؟ 145
ابو اھاب بن عزیز دارمی وہ پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے زخمی کیا..... 165
قبیلہ بنو غنم بن دُودان مسلمان ہو گیا اور اپنے مردوں، عورتوں سمیت مدینہ ہجرت کی 194
زبیر، طلحہؓ، زبیرؓ، عمرؓ، حمزہؓ اور عثمان بن مظعونؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے 205
فرات، مشرکین قریش کا ایک جاسوس جو مسلمان ہو کر مدینہ ہجرت کر گیا 324
آجکل کے مسلمان اصل تعلیم سے کتنی دور جا چکے ہیں 390
مسلمان حکومتوں کا خدا پر توکل نہ ہونا اور غیر لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی گود میں..... اللہ ان کو عقل دے 465
ایک مسلمان کا آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰ پر فضیلت دینا، آپؐ کا ناراض ہونا..... 466
خبیبؓ کا مسلمان نہ ہونے کے باوجود ہجرت مدینہ کے وقت بہت سے مسلمانوں کی میزبانی کرنا 480
خبیبؓ کے شہید کئے جانے پر سعید بن عامر موجود تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا..... واقعہ بیان کرتے ہوئے غشی کھانا 502
فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں تقریب جس میں حضور انور نے اسلامی تعلیمات اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان فرمایا 560
زید بن ارقم، ایک مخلص مسلمان بچہ جس نے ہوشیاری کا مظاہرہ کیا 591

مسیح موعود

قدعہ، قادیان کا مخفف، جو مسیح موعود کے نکلنے کی جگہ 151
مسیح موعود نے مبعوث کہاں ہونا ہے 150، 151
آنے والے مسیح موعود کے لئے نبی اللہ اور نبوت کا مقام آنحضرتؐ کی غلامی میں مل سکتا ہے 182

مشرک / مشرکین

ابو اھاب بن عزیز دارمی وہ پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے زخمی کیا..... 165
خبیب بن اساف کا جنگ بدر کے سفر پر آپؐ سے ملنا، آپؐ سے کہنا مال غنیمت میں حصہ لینے آیا ہوں، آپؐ کا فرمانا کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیں گے..... 481

معاہدہ

ارقم بن ابی ارقمؓ کا حلف الفضول کے معاہدہ میں شامل ہونا 76
معاہدوں کی پاسداری میں آنحضرتؐ کا اسوہ 330

مدینہ کے یہود میں سے بنو قینقاع نے سب سے پہلے معاہدہ شکنی کی 465

معجزہ / معجزات

کاموریڈی جماعت کے ایک نوجوان کا چندہ ادا کرنا، معجزانہ طور پر رقم کا ملنا 7
حدیبیہ کے موقعہ پر خشک کنویں میں تیر گاڑنے سے معجزانہ طور پر پانی نکلنا اور عبداللہ بن ابی کو جب کہا گیا کہ اب تو اس معجزہ کو مان لے تو اس کا ردعمل 120
غزوہ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے کھجور کی چھڑی دی جو تلوار بن گئی 233
جارجیا کے ایک وکیل پروفیسر صاحب کا بیعت کی کارروائی دیکھ کر کہنا کہ یہ ایک معجزہ ہے..... 368، 369
حیدر آباد مشن ہاؤس میں آگ اور مولانا محمد عمر صاحب اور ان کی فیملی کا معجزانہ طور پر بچ جانا 599

مناظرہ

خلیفہ رابعؒ کے ارشاد پر مولوی محمود احمد صاحب اور حافظ مظفر احمد صاحب اور مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا ایک مخالف مولوی کے ساتھ مناظرہ 574

منافق / منافقین

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہو جانا اور منافقین کا اعتراض، یہ اونٹنی خدا کے بتانے پر مقرر جگہ سے حضرت حارث بن خزمہؓ لائے 83
روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک یہودی النسل لبید بن الاعصم کا آنحضورؐ پر سحر کرنا 125
منافقین کا مشہور کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضورؐ پر جادو ہو گیا..... 127، 129
جس نے بلاوجہ جمعہ چھوڑا وہ منافق لکھا جائے گا 286
حضرت زینبؓ کی شادی پر منافقین کے اعتراضات 315
بُشَیر منافق تھا، اس کا ہجویہ اشعار کہنا..... 428
ابو عقیلؓ کے پاس غزوہ میں دینے کے لئے کچھ نہ تھا ساری رات ایک کھیت میں مزدوری کی، منافقوں کا ریاکاری کا طعن کرنا اور آیت نازل ہونا 641
رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول 540
منافقین کی حضرت عائشہؓ پر تہمت 593
عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے ساتھ آنحضرتؐ کی رحمت و شفقت کا سلوک، وفات پر اپنا کُرتہ عطا فرمانا اور جنازہ پڑھانا 596 تا 598
سُویلم، مدینہ میں مقیم ایک یہودی جاسوس جو جاسُوم میں رہتا تھا، اس کا گھر منافقین کا گڑھ تھا..... 643

مہمان / مہمان نوازی

جلسہ سالانہ جرمنی کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے پر اظہار تشکر اور کارکنان وغیرہ کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات..... 352 تا 369
مہمان نوازی اللہ کو پسند ہے، حضرت ابراہیمؑ کا اس حوالے سے قرآن میں ذکر کرنے کی اہمیت 402
آنحضرتؐ کا مہمان نوازی میں اسوہ 402
کارکنان جلسہ کو ہدایت، چہروں پر مسکراہٹ اور مہمانوں کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آئیں 402
مہمان نوازی کی اہمیت اور برکات و فضیلت 402 تا 404
ایک صحابی کا مہمان کو کھانا کھلانا، خود بھوکا رہنا..... 403
پڑوسی کے حقوق، جلسہ پر آنے والے مہمان اور کارکنان ایک دوسرے کے پڑوسی بھی ہیں..... 403
آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی مہمان نوازی کے آداب و طریق..... 403
مہمان نوازی کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کا اسوہ 404
جلسہ پر شامل ہونے والے مہمانوں کو ہدایات 405
جلسہ پر آنے والے مہمان اگر ایک مہینہ بھی ٹھہرتے ہیں تو ہم نے ان کی مہمان نوازی کرنی ہے 405
جلسہ یوکے، حضور کی تقاریر سے متاثر ہونے والے مہمانوں کے تاثرات 408 تا 423
کریا صاحب، ایک عرب مہمان کے تاثرات 562

میڈیا

جلسہ سالانہ جرمنی کی میڈیا کوریج 369
جلسہ یوکے، پریس اینڈ میڈیا کی رپورٹ 423

میزبان
میزبان کے فرائض 403
مینار
کراچی پاکستان میں احمدیہ مساجد کے مینارے گرائے جانے کے احکام 261

ن

نبی
آنے والے مسیح موعود کے لئے نبی اللہ اور نبوت کا مقام آنحضرتؐ کی غلامی میں مل سکتا ہے 182
نذر
بیمار آدمی بیماری میں جو نذر مانے وہ پوری کرے 112
نشان
حضرت محمد حسن آسان دہلوی صاحبؓ کا خطبہ الہامیہ کا نشان دیکھنے کے لئے قادیان آنا 64
مسیح موعود کی نشانیاں، کسوف وخسوف 149، 150
السلام علیکم سے پہلے سلام اللہ علیکم کا رواج تھا، حضرت امّ ایمنؓ کا لکنت کی وجہ سے..... 309
طاعون حضرت مسیح موعودؑ کے لئے نشان 470
نصائح
اسلام آباد کی نئی بستی میں رہنے والوں کے لئے نصائح 260
بعض صدران کا ٹرم ختم ہونے سے پہلے کام چھوڑ دینا اور حضور انور کی نصیحت وراہنمائی 272
حضرت ابو بکرؓ کی لشکر اسامہ کو نصائح 337
جلسہ سالانہ کے مقاصد اور ہماری ذمہ داریاں.....اور نصائح 343 تا 351
بعض عہدیداران کو نصیحت کہ دنیاوی عہدے کی طرح نہ سمجھا جائے 349
آپس میں سلام کرنے کو رواج دینے کی نصیحت اور اہمیت 405
جلسہ سالانہ کے مقاصد اور ہمارے فرائض و آداب، نصائح..... 405 تا 407
ہر احمدی کے لئے نصیحت کہ اطاعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہئے..... 471
خلیفہ ثالثؒ کا ایک مبلغ کو افریقہ روانہ کرتے ہوئے نصیحت فرمانا کہ افریقن سے محبت کرتے رہنا 503
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کیلئے نصائح کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، نمازوں اور عبادات... 505، 550
ہمارے افسروں اور عہدیداران کے لئے نصیحت 611، 612
نقیب / نقباء
بیعت عقبہ ثانیہ اور بارہ نقیب مقرر کرنا، تفصیل 141 تا 143
ابو الهيثم مالك بن تيّهانرضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک 143
نماز
عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد فرمایا جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی..... 70
ارقم بن ابی ارقمؓ کا نماز کے ارادے سے بیت المقدس جانے کا ارادہ، آنحضورؐ کا فرمانا کہ میری مسجد میں ایک نماز اور مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے..... جس پر ارادہ تبدیل کرنا 76
عتبان بن مالکؓ کا اپنی کمزور بینائی پر آنحضرتؐ سے اپنے گھر میں نماز کی اجازت مانگنا اور اجازت نہ ملنا پھر بعد میں اجازت مل جانا..... 173، 174
احمدیوں کو گھروں میں نماز سینٹر بنانے کی ہدایت، ہمسائے اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھا کریں 174
ایک صحابی کا پوچھنا کہ میں فرض نمازیں، روزے، حرام چیزوں کو حرام.....اس سے زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟..... 498
قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب 518
اَلصَّلٰوۃُ هِيَ الدُّعَاءُ، اَلصَّلٰوۃُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ 529
نماز کی خاطر انتظار میں بیٹھنے والا نماز میں ہی مصروف سمجھا جاتا ہے 531
نماز باجماعت کا ستائیس گُنا زیادہ ثواب 532، 557
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے نصائح کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، نمازوں اور عبادات..... 550

کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی بات ترک نماز ہے..... 557

نمونہ

حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت ماسٹر محمد حسن صاحبؓ آسان کا ذکر فرمانا کہ ان کا نمونہ قابل تعریف ہے اپنی اولاد کو گریجویٹ کر کے 4 کو سلسلہ کے سپرد کر دیا.... 64

امۃ الرشید صاحبہ کے خط کا نمونہ حضرت مصلح موعودؓ کے خط کے نمونہ سے ملنا..... 100

خالد بن ولیدؓ کی اطاعت کا بہترین مظاہرہ اور عمدہ نمونہ 272

اطاعت کی اہمیت اور برکت اور صحابہ کی زندگیوں میں اس کے عملی نمونے 270

بیعت کے بعد کامل اطاعت کے نمونے دکھانا انتہائی ضروری ہے 272

حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کے دوران حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا نمونہ دیکھ کر ایک شخص کا بیعت کرنا 600

نوافل

مسجد مبارک ربوہ کے افتتاح کے موقعہ پر خلیفۃ المسیح ثانیؓ کا فرمانا کہ افتتاح سے قبل دو نوافل کا انتظام ہونا چاہئے 257

نومبائع / نومبائعین

مالی ریجن سکاسو (Sikasso) کے نومبائع ابو بکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7

آئیوری کوسٹ کے ریجن سان پیدرو (San-Pédro) کے گاؤں کاں ایلیفاں (Kamp Elephant) میں چند غریب نومبائعین کی غیر معمولی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 7

انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا احمدیت قبول کرنے میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا لیکن استقلال اور چندوں میں ادائیگی 11

ایک نومبائع کا دس شرائط بیعت کو خدائی لائحہ عمل قرار دینا..... 367

سیرالیون، لونسور (Lunsar) ریجن کے ایک نومبائع کمارا صاحب، تحریک جدید کا چندہ اور برکات 578

سینٹرل افریقہ، بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580

ازبکستان کے شہر بخارا کے ایک نومبائع زائر صاحب اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584

لٹویا، ازبکستان بخارا کے ایک نومبائع وَحیدوف صاحب کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584

پاسر پنگارایاں، انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا چندہ تحریک جدید کے لئے اخلاص و قربانی 586

نیکی

حضرت ثوبانؓ کی روایت، بعض لوگوں کی تہامہ پہاڑ جتنی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ بے وقعت قرار دے کر ہوا میں بکھیر دے گا..... 169

جمعہ کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے 286

صرف دکھاوے کی نیکیاں کافی نہیں 346

و

واقعہ رجیع

واقعہ رجیع کی تفصیلات 292 تا 295، 499

والدین

ابو امامہؓ کو ماں کی خدمت گزاری کے لئے جنگ بدر میں جانے سے روک دیا جانا..... 69

حضرت عائشہؓ کا حضرت حارثہؓ کے بارہ میں فرمانا کہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کرتے اور نبی اکرمؐ کا احترام کرتے تھے 86

حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا کچھ مال عطا کیا..... آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سب بچوں کو دیا ہے؟..... 89

وبا

عمومی طور پر اگر ایک وبا کے طور پر طاعون ہو تو اس سے مرنے والا شہید ہے 470

وحی الٰہی

امّ ایمنؓ کا آنحضورؐ کی وفات پر رونا کہ وحی ہم سے اٹھائی گئی 309

زین العابدین علی بن حسینؒ کی روایت کہ آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تھی کہ زید طلاق دے دیں گے..... 311

عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول، کاتب وحی 541

ورثہ / وراثت

وراثت کی حکمت اور فلاسفی 90

عبد اللہ بن زیدؓ کا اپنا سارا مال صدقہ دے دینا..... آنحضورؐ کا میراث کے طور پر واپس لوٹانا 181

وصیت

گیمبیا، کیانگ ضلع کے ایک گاؤں میں احمدیوں کی مخالفت کے نتیجہ میں ایک احمدی جالو صاحب کا فعال احمدی بن جانا اور چندوں میں باقاعدہ ہو کر وصیت میں بھی شامل ہونا 6

وصیت اور ہبہ اولاد کیلئے نہیں..... 90

عبادہ بن صامتؓ کے بیٹے ولید کا بتانا کہ عبادہؓ نے مرتے وقت کیا وصیت کی تھی 472

وعدہ

مختلف ممالک میں سالانہ جلسے، حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھنا 399

وقف جدید

گنی کناکری کے اکوبی صاحب کا وقف جدید کا چندہ ادا کرنا اور غیر معمولی برکت پڑنا 6

اہونگان جیکس (Ahouangan Jacques) کا چندہ وقف جدید ادا کرنا اور قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جانا 6، 7

کینیڈا کی ایک بچی کو سکول سے اسی ڈالر انعام ملا جو اس نے وقف جدید میں دے دیا اور اگلے ہی دن اس کو تین سو ڈالر انعام عبد السلام سائنس فیئر میں مل گئے 9

ایک خاتون موسو کمارا کا کے پاس چندہ وقف جدید کے لئے کچھ نہ تھا، اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سو ڈالر چندہ دئے ہیں، صبح بیٹے کا پیسے بھجوانا، اس خواب کا پورا ہونا 10

انڈیا، کیرالہ میں سیلاب کی وجہ سے صورت حال ابتر لیکن ایک گھر کے بچوں نے تحفہ میں ملی ہوئی رقم بھی چندہ وقف جدید میں دے دی 10

حضور انور کا وقف جدید کے حوالہ سے خطبہ سن کر مالی میں غیر احمدیوں کے دلوں میں تحریک اور 85 افراد کا احمدیت قبول کرنا اور مالی قربانی کرنا 12

غفار صاحب کا فیملی سمیت پیدل جلسہ میں شرکت کرنا اور کرایہ کی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 12

پاکستان کا وقف جدید میں پوزیشن برقرار رکھنا 13

وقف جدید فی کس ادائیگی کے اعتبار سے اول امریکہ 13

وقف جدید فی کس ادائیگی کے اعتبار سے دوم سوئٹزرلینڈ 13

وقف جدید فی کس ادائیگی کے اعتبار سے سوئم آسٹریلیا 13

وقف جدید میں شاملین میں اضافہ کے لحاظ سے نمایاں کام کرنے والے ممالک 13

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے ممالک 13

وقف جدید بالغان میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، ربوہ، کراچی 14

وقف جدید دفتر طفال میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، کراچی، ربوہ 14

وقف جدید مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں 14

وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی برطانیہ کی جماعتیں 14

وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے برطانیہ کے ریجن 14

وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والی جرمنی کی پانچ لوکل امارتیں..... 14

وقف جدید، وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں 14

وقف جدید کی وصولی کے لحاظ سے آسٹریلیا کی دس بڑی جماعتیں..... 15

وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی آسٹریلیا کی جماعتیں 15

وقف جدید کی وصولی کے لحاظ بھارت کی جماعتیں 15

وقف جدید وصولی کے لحاظ سے بھارت کے صوبہ جات 15

وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی کینیڈا کی جماعتیں..... 15

وکیل

جارجیا کے ایک وکیل پروفیسر صاحب کا بیعت کی کارروائی دیکھ کر کہنا کہ یہ ایک معجزہ ہے..... 368، 369

ویب سائٹ
شعبہ تاریخ احمدیت کی ویب سائٹ کا اجراء اور اس کی تفصیل..... 502

ہ

ھبہ
ھبہ کی ایک تفصیلی وضاحت از حضرت مصلح موعودؓ 89
وصیت اور ہبہ اولاد کیلئے نہیں..... 90

ہپناٹزم
ایک ماہر ہپناٹزم کا حضرت مسیح موعودؑ پر توجہ ڈالنے کی کوشش کرنا..... 132

ہتھیار
عمرہ قضاء کے موقعہ پر ہتھیار آگے بھیجے تو ان پر نگران حضرت بشیر بن سعدؓ کو مقرر فرمایا 92
آنحضرتؐ جب کسی غزوہ میں جاتے تو اپنے ہتھیار سوائے حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ کے کسی کو نہ دیتے 333

ہجرت
ذکوانؓ کا مدینہ سے مکہ ہجرت کر کے نبی اکرمؐ کی خدمت میں آنا، آپ کو انصاری مہاجر کہا جاتا ہے 109
سلطان ہارون صاحب کو خلیفہ رابعؒ کے سفر ہجرت میں کراچی تک ہم سفر رہنے کا اعزاز حاصل ہونا 189
ربوہ سے لندن ہجرت کی وجہ 259
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کو نصائح..... 505

ہجرت حبشہ
ہجرت حبشہ کی کچھ تفصیل 165، 206، 207، 436
حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والے 451
حبشہ کی طرف ہجرت، حضرت مقدادؓ بھی شامل تھے 604

ہجرت مدینہ
حضرت عامر بن فہیرہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہجرت کرنا..... 29
حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت سے پہلے سات غلام آزاد کئے جنہیں خدا کی راہ میں تکلیف دی جاتی تھی 30
آنحضرتؐ کی ہجرت بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ 34
وہ صحابہ جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے..... 110
ہجرت مدینہ اور مدینہ میں ابتدائی قیام اور مسجد نبوی کی تعمیر کی کچھ تفصیل 137، 138
قباء میں (ہجرت مدینہ کے وقت) آنحضرتؐ کا حضرت کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام، حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے 143
ہجرت مدینہ والوں کی پہلی منزل عموماً حضرت سعد بن خیثمہؓ کا گھر ہوتا، اس میں قیام کرنے والے کچھ لوگ 143، 144
قبیلہ بنو غنم بن دُودان مسلمان ہو گیا اور اپنے مردوں، عورتوں سمیت مدینہ ہجرت کی 194
امّ ایمنؓ کو مدینہ ہجرت کے وقت سخت پیاس لگنا، آسمان سے پانی..... 309
ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ کا قبا سے مدینہ تشریف لانا، اس کی تفصیل 457
قبا میں سُنح کے مقام پر ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا قیام..... 480
ہجرت مدینہ کے وقت خبیبؓ کے گھر پر طلحہ بن عبد اللہؓ، صہیب بن سنانؓ اور حضرت ابو بکرؓ ٹھہرے 480
سعید بن رقیشؓ کا اہل و عیال سمیت مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا، اولین مہاجرین میں شمار ہونا 490

ہجو
بُشَیر منافق تھا، اس کا ہجویہ اشعار کہنا..... 428
حسان بن ثابتؓ کا ایک ہجو کہنا اور اس کا اثر 431

ہدایات
جلسہ سالانہ کے حوالے سے ضروری ہدایات 398
جلسہ سالانہ (یوکے) متفرق شعبہ جات کو ہدایات اور ان کے کارکنان کے اخلاص اور محنت..... 399 تا 404
جلسہ پر شامل ہونے والے مہمانوں کو ہدایات 405

ہمسائے
احمدیوں کو گھروں میں نماز سینٹر بنانے کی ہدایت، ہمسائے

اکٹھے ہو کر باجماعت نماز پڑھا کریں 174
پڑوسی کے حقوق، جلسہ پر آنے والے مہمان اور کارکنان ایک دوسرے کے پڑوسی بھی ہیں..... 403

ہندو

ایک ہندو مجسٹریٹ کا حضرت مسیح موعودؑ کو سزا دینے کا ارادہ، دو مجسٹریٹ تھے ایک معطل ہوا اور دوسرا نیم پاگل ہوا، اس کا بیٹا مر گیا، لدھیانہ سٹیشن پر وہ حضرت مصلح موعودؓ کو ایک بار ملا اور..... 157،156

ہیرے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا واقعہ بیان کرنا کہ کسی جوہری کے ہیرے گر پڑے اور بچے شیشے کی گولیاں سمجھ کر ان سے کھیلنے لگے..... 288

ی / ے

یہود / یہودی

حارث نامی یہودی کا حضرت ربیعہ بن اکثمؓ کو خیبر کے قلعہ نطاۃ میں شہید کرنا 113
بُنَانَۃ بنو قریظہ کی یہودی عورت جس نے ایک تیر پھینک کر حضرت خلّادؓ کو شہید کیا 118
روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک یہودی النسل لبید بن الاعصم کا آنحضورؐ پر سحر کرنا 125
حضرت عمرؓ کا خیبر سے یہود کو جلاوطن کرنا اور پس منظر 387
یہود و عیسائی سے دوستی نہ کرنے کا اصل مفہوم کہ جنگ کی حالت میں دوستیاں نہ کرو، یہ نہیں کہ تعلقات ہی نہ رکھو، نہ کبھی ان کو فائدہ پہنچاؤ..... 464
جنگ بدر کے بعد یہود کا کہنا کہ چند قریش کو قتل کر کے تم لوگوں میں غرور آ گیا ہے، بنو قینقاع کا غزوہ 465
مدینہ کے یہود میں سے بنو قینقاع نے سب سے پہلے معاہدہ شکنی کی 465
مسلمان حکومتوں کا خدا پر توکل نہ ہونا اور غیر لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کی گود میں..... اللہ ان کو عقل دے 465
طلحہ بن براء کی وفات کے وقت وصیت کہ رات کو فوت ہو جاؤں تو آنحضرتؐ کو نہ بتایا جائے مبادا آپؐ تشریف لائیں اور یہود کو شرارت کا موقعہ ملے..... 465
مدینہ کے یہود کے ساتھ آنحضرتؐ کی دلداری 466
یہود کا بازار میں ایک عورت کی بے حرمتی کرنا اور.....466
آنحضرتؐ کا ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا، (کسی یہودی عورت یا مرد کا جنازہ تھا) 618،617
سُویلم، مدینہ میں مقیم ایک یہودی جاسوس جو جاسُوم میں رہتا تھا، اس کا گھر منافقین کا گڑھ تھا..... 643
ابو شحم نامی یہودی کے پاس آنحضورؐ کا اپنی زرہ ایک سال کے لئے بطور رہن رکھوانا، تیس ساع جَو کے بدلے 672

یوم السَّرح

یوم السَّرح، غزوہ ذی قرد اور غزوۃ الغابہ کا نام 194

یوم مسیح موعود

23 مارچ یوم مسیح موعود کی اہمیت، مسیح موعود کے آنے کی ضرورت اور زمانے کی حالت 146 تا 159

اسماء

آ۔ا

آرجانا صاحب (نومبائع) 580
آصف صاحب، خلافت لائبریری کمپیوٹر سیکشن 487
آصفہ بیگم صاحبہ 242
آغا آصف، آذربائیجان کا خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی سعادت پر ردّ عمل 365
آمنہؓ کی وفات ابواء کے مقام پر ہونا 306
حضرت آمنہؓ کی قبر ابواء مقام پر ہے جو کہ مدینہ سے مکے کی شاہراہ پر جُحفہ سے 23 میل دور واقع ہے 670
آمنہ بنت رقیسؓ 490
ابان بن سعید 497
ابراہیم 485
حضرت ابراہیمؑ کا مہمان نوازی کے حوالے سے قرآن میں ذکر 402
ابراہیم صاحب، کرناٹک کے انسپکٹر تحریک جدید 582
ابراہیم بن اسماعیل 194
ابراہیم بن حنظلہ 171
ابن ابی حقیق کی تلوار سعد بن معاذؓ کو عطا فرمانا 677
ابن ابیرق، شاعر 428
علامہ ابن اثیر جزری 443، 539، 647
علامہ ابن اسحاق 69، 108، 170، 191، 194، 231، 239، 295، 393، 426، 427، 441، 442، 477، 494، 651، 671
ابن اسحاق نے اسعد بن یزیدؓ کا نام سعد بن یزید لکھا 71
علامہ ابن القصّار 131
ابن بُریدہ 613
ابن بیضاء صفوان بن وھبؓ کی کنیت 191
علامہ ابن حجر عسقلانی 186، 239، 443، 500، 645
ابن حَنْظَلِیَّہ ؓ 390
ابن دثنہؓ 293، 500
علامہ ابن سعد 109، 315، 333، 442، 539، 593، 648، 671
علامہ ابن سیرین کا کہنا کہ شام کو صحابہ اہل صفّہ کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے لے جاتے تھے 670
ابن شہاب 308، 500
ابن عباسؓ کی روایت کہ نبیؐ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672
علامہ ابن عبد البر 433، 539
ابن عُقْبَہ 671
ابن علاج، ابوالحکم بن اخنس 110
ابن عمرؓ (نیز دیکھیں عبداللہ بن عمرؓ) 167، 495
ابن عُیینہ 597
ابنِ کَلْبِی 671
ابن مسعودؓ 193
ابن مسعودؓ کے بارہ میں آیت نازل ہونا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ .....(53) 614
ابن مندہ 619
ابن ہشام 230، 231، 292، 443، 455، 485، 609
ابن یالیل، طائف کا ایک رئیس 303
ابو احمد بن جحشؓ 192
ابو اسامہ جشمی کا حضرت عمیرؓ کو بدر میں شہید کرنا 109
ابو اُسید 645
ابو اُسیدؓ کے بیٹے کا نام منذر رکھنا 47، 48
ابو البختری کو غزوہ بدر میں قتل کرنے والے حضرت عُمیر بن عامرؓ تھے 49
ابو البدّاح 438

ابو الحکم، ابو جہل 78
ابو الحکم بن اخنس 110
ابو السَّبع، حضرت ذکوانؓ کی کنیت 109
ابو العاصؓ داماد رسول کو گرفتار کرنے والے خِرَاش بن صِمَّہ..... 177
حضرت ابو الیسر کعب بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 51
ابو الیسر کعب بن عمروؓ کا حضرت عباسؓ کو غزوہ بدر کے موقعہ پر گرفتار کرنا 51
ابو الھیثم بن تیّھان ؓ 142، 236، 664،
ابو الھیثم بن تیھانؓ اور ان کے بھائی حضرت عبید بن تیھانؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا 177
ابو الھیثم تیہانؓ کی مؤاخات عثمان بن مظعونؓ کی مؤاخات ساتھ قائم ہونا 212
اَبُو الھَیثَم بن تَیِّھَان رضی اللہ عنہ کی بہن 236
اَبُو الْھَیْثَم بن تَیِّھَان کا کنواں مدینہ میں شام کی سمت میں تھا، آنحضرتؐ کو اس کا پانی پسند تھا 643
ابو الھیثم مالك بن تیّھان رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک 143
ابو امامہؓ کو ماں کی خدمت گزاری کے لئے جنگ بدر میں جانے سے روک دیا جانا..... 69
ابو اھاب بن عزیز دارمی وہ پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے زخمی کیا..... 165
ابو ایمنؓ 16
ابو ایمنؓ، عمرو بن جموحؓ اور خلادؓ تینوں کا غزوہ احد میں شامل ہونا اور شہید ہونا 17
ابو ایوب انصاریؓ 667
ابو ایوب انصاریؓ کو آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے کی سعادت ملنا 459
حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں آپؐ کا 7 ماہ تک قیام فرمانا..... 667، 668
حضرت ابو بردہ بن نیارؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 69
ابو بردہ بن نیارؓ کا نام ہانی، مالک اور حارث بھی بیان ہونا 69
فتح مکہ کے دن بنو حارثہ کا جھنڈا حضرت ابو بردہؓ کے پاس تھا 69
غزوہ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے، ابو بردہؓ کے پاس گھوڑے کا نام مُلَاوِح تھا 70
ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری 433
ابو بشر، حضرت حارث بن خزمہؓ کی کنیت 83
ابو بشر، حضرت زیاد بن عمروؓ کی کنیت 114
ابو بکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7
ابو بکر صاحب کی اہلیہ کا چندوں کی طرف توجہ دلانا اور خود پابندی سے چندہ ادا کرنا اور فضل میں غیر معمولی برکت 11
ابو بکر، حضرت عاصم بن عدیؓ کی کنیت 438
حضرت ابو بکر صدیقؓ 29، 30، 55، 63، 78، 84، 91، 110، 134، 172، 194، 201، 205، 239، 240، 241، 278، 300، 393، 394، 444، 445، 490، 495، 542، 596، 617
ابو بکرؓ کے ساتھ عامر بن فہیرہؓ کا ہجرت کرنا..... 29
حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت سے پہلے سات غلام آزاد کئے جنہیں خدا کی راہ میں تکلیف دی جاتی تھی 30
بشیر بن سعدؓ کا سقیفہ بنو ساعدہ میں سے سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 93
سعد بن عبیدؓ کا آنحضورؐ کے زمانہ میں مسجد قُبا کا امام الصلوٰۃ مقرر ہونا، ابو بکرؓ اور عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی... 135
مسجد نبوی کی زمین کی قیمت حضرت ابو بکرؓ نے دی 138
محرز بن نضلہؓ کا خواب، میرے لئے آسمان کھولا گیا، سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچ گیا، حضرت ابو بکرؓ کا اس کی تعبیر شہادت کرنا 194، 195
حضرت ابو بکرؓ فن تعبیر کے ماہر تھے 195
زید بن حارثہؓ کا آنحضرتؐ اور ابو بکرؓ کے اہل و عیال کو مکہ سے مدینہ لانا 305
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا امّ ایمنؓ کی خدمت میں حاضر ہونا 309
حضرت اسامہؓ کی قیادت میں لشکر تیار ہونا، جس میں ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ

شامل تھے 335
آنحضرتؐ کی وفات اور اسامہ کا لشکر واپس آنا، حضرت بریدہؓ نے وہ جھنڈا آنحضورؐ کے دروازے پر لگا دیا، جسے حضرت ابو بکرؓ نے بعد اسامہ کی طرف بھجوایا کہ وہ اسکو لے کر روانہ ہو جائیں..... 336،335
حضرت ابو بکرؓ کا اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنا اور آپ کی جرأت اور شجاعت کی مثال 337،336
حضرت ابو بکرؓ کی لشکر اسامہ کو نصائح 337
حضرت ابو بکرؓ کا اسامہؓ سے درخواست کرنا کہ حضرت عمرؓ کو مدینہ میں میرے پاس رہنے دیں 337
غزوہ تبوک کے موقعہ حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے تھے 439
کسی کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت تو جلدی میں ہو گئی تھی اب عمرؓ فوت ہو گئے میں تو فلاں کی بیعت کروں گا...اس پر حضرت عمرؓ کا خطاب فرمانا 444تا450
حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 450،449
حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت علیؓ کا ابو بکرؓ کی بیعت میں تاخیر..... 450
حضرت ابو بکرؓ کا تجارت کے لئے بصریٰ ملک شام کی طرف ایک سفر جس میں حضرت نعیمانؓ اور حضرت سویبط بن حرملہؓ بھی تھے، ایک دلچسپ مزاحیہ واقعہ جس سے آپؐ بہت لطف اندوز ہوئے 478،477
حضرت ابو بکرؓ کا ہجرت کے وقت قبا میں سُنح کے مقام پر قیام..... 480
حضرت خبیب بن اسافؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ حبیبہ بنت خارجہ سے شادی کی 480
ہجرت مدینہ کے وقت خبیبؓ کے گھر پر طلحہ بن عبد اللہؓ، صہیب بن سنانؓ اور حضرت ابو بکرؓ ٹھہرے 480
جنگ یمامہ میں صحابہ کی کثیر تعداد کی شہادت پر حضرت ابو بکرؓ نے تدوین قرآن کا حکم دیا 494
حضرت ابو بکرؓ کا عکرمہ بن ابو جہل کی سرکردگی میں مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے لشکر بھجوانا 491
عکرمہ بن ابو جہل کا مسیلمہ کے لشکر پر پہلے حملہ کر کے شکست کھانا، جس پر ابو بکرؓ نے لکھا کہ اس حالت میں نہ مدینہ آئیں نہ مجھے ملیں اور اہل عمان اور مھرہ کے باغیوں سے لڑو... 491
حضرت ابو بکرؓ کا بدری صحابہ کی فضیلت کو نمایاں کرنا 491
ابو جابر، عبد اللہ بن عمرو بن حرام نے غزوہ احد سے پہلے خواب میں مبشر بن عبد المنذر کو دیکھا.... فرمایا اے ابو جابر شہادت یہی ہوتی ہے 193
ابو جعفر محمد بن علی 143
ابو جعفر منصور کا بعد میں دارارقم خریدنا 75
ابو جندل 393
ابو جہل 674،305،78
عوف بن صبرہ سہمی، پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے زخمی کیا، بعض کے نزدیک وہ ابو اھاب بن عزیز دارمی تھا یا ابو جہل یا ابو لہب..... 165
ابو جہل کو قتل کرنے والوں میں ایک معاذ بن عمرو بن جموحؓ، تفصیل 184
ابو جہل اس امت کا فرعون..... 187
عبد اللہ بن مسعودؓ کا ابو جہل کو مارنے کی تفصیل 186
معوذؓ، قاتلین ابو جہل میں سے ایک 185
ابو حارث، عبد اللہ بن کعبؓ کی کنیت 231
ابو حباب، عبد اللہ بن ابی بن سلول 543
ابو حبّہ، حضرت اَبُو حَنَّۃْ مالِک بن عَمْرؓو کی کنیت 178
اَبُو حَبَّۃْ بن عَبدِ عمرو الْمَازِنِی 178
ابو حبّہ بن غزیّہ بن عمرو 178
ابو حبیبہ، مسجد ضرار بنانے والوں میں سے تھا 441
ابو حذافہ، حضرت خنیسؓ کی کنیت 83
حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 55
ابو حذیفہ بن عتبہؓ کا نام ھُشَیْم یا ہاشِم یا قَیْس، حِسْل، عِسْل اور مِقْسَم بیان ہونا 55
ابو حذیفہؓ کی بیوی ثُبَیْتَہ بنت یَعَارْ 166
ابو حذیفہؓ 491
ابو حسین 538

ابو حفص، حضرت عمرؓ کی کنیت، پہلی بار آنحضرتؐ نے انہیں جنگ بدر کے موقعہ پر اس کنیت سے پکارا 62
ابو حکم بن اخنس 109
حضرت ابوحنّہ مالک بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 178
اَبُوحَنَّۃُ مالِك بن عَمْرو ﷺ کا نام **عامر** اور **ثابِت بن نُعْمَان** بھی بیان ہونا 178
اَبُوحَنَّۃُ مالِک بن عَمْرُوؓ کی کنیت **ابوحنّہ، ابوحبّہ** اور **ابوحیّہ** بیان ہونا 178
ابو خالد، حضرت یزید بن رقیشؓ کی کنیت 490
ابو خبیب بن ازعرؓ 68
ابو خیثمہ، سعد بن خیثمہؓ کی کنیت 140
ابو داؤد مازنی، حضرت عمیر بن عامرؓ کی کنیت 49
ابو دجانہؓ 666
ابو دجانہؓ، سعد بن عبادہؓ اور منذر بن عمروؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ سے قیام کی درخواست کرنا 666
ابو درداءؓ، آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 459
ابوذرؓ کا ان چار صحابہ میں شامل ہونا جن سے اللہ نے آنحضورؐ کو محبت کرنے کا حکم دیا 613،614
ابو رافع 120
ابو رھم غفاریؓ کو عمرہ قضاء کے موقعہ پر مدینہ میں امیر مقرر کرنا 92
ابو زید، سعد بن عبیدؓ کی کنیت 135
ابو زید، حضرت قیس بن سکنؓ کی کنیت 50
ابو زید بن سکنؓ، آنحضورؐ کے دور میں قرآن جمع کرنے والے چار صحابہ میں سے ایک صحابی 51
ابو سائب، حضرت عثمان بن مظعونؓ کی کنیت 204
ابو سروعہ 501
ابو سعد، سلمہ بن اسلمؓ کی کنیت 232
ابو سعد، حضرت عیاض بن زھیرؓ کی کنیت 114
ابو سعید خدریؓ 426،427،453
ابو سعید خدریؓ کو جنگ احد میں شیخین سے کم عمری کی وجہ سے واپس بھجوایا جانا 545
ابو سفیان بن حرب 324
ابو سفیان 77،79،231،674
ابو سفیان کی آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی ایک خفیہ سازش اور..... 233تا235
ابو سفیان کو قتل کرنے کی اجازت 235
ابو سفیان کے قتل کے لئے حضرت عمرو بن امیّہ کو مکہ بھیجنا 535
ابو سفیان رئیس مکہ کا حضرت زیدؓ (بن دثنہ) سے پوچھنا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ محمدؐ تمہاری جگہ پر ہوں اور تم 539
ابو سلمہ 431
ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ 56،192
ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن 164
حضرت ابو سنان بن محصنؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 50
ابو سنان بن محصنؓ کی کنیت ابو سنان تھی جبکہ روایات کے مطابق آپ کا صحیح ترین قول کے مطابق آپ کا نام وھب بن محصن تھا 50
حضرت ابو سنانؓ کا نام **وَھْب بن عبد اللہ** اور **عبد اللہ بن وھب** بھی بیان ہونا 50
ابو شحم نامی یہودی کے پاس آنحضورؐ کا اپنی زرہ ایک سال کے لئے بطور رہن رکھوانا، تیس ساع جَو کے بدلے 672
ابو شداد، حضرت اوس بن ثابتؓ کی کنیت 71
ابو شمر بن حجر کندی 603
ابو شیخ، حضرت ابی بن ثابتؓ کی کنیت 68
حضرت ابو شیخ ابی بن ثابتؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 68
ابو صالح، حضرت خوّاتؓ کی کنیت 110
ابو ضیّاح نعمان بن ثابتؓ 140
ابو طالبؓ 302
ابو طلحہ انصاریؓ 42،623
ابو طلحہ زید بن سہلؓ کی ارقم بن ابی ارقمؓ سے مؤاخات قائم ہونا 75
علامہ ابو طیّب شمس الحق عظیم آبادی 678
ابو عامر راھب 540
ابو عبد اللہ، حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کی کنیت 74

ابو عبد اللہ، حضرت خوّاتؓ کی کنیت ابو عبد اللہ 110
ابو عبد اللہ، حضرت عاصم بن عدیؓ کی کنیت 438
ابو عبد اللہ، حضرت سعد بن خیثمہؓ کی کنیت 140
ابو عبد اللہ، عتبہ بن مسعود ھذلیؓ کی کنیت 451
ابو عبد اللہ، قتادہ بن نعمان انصاریؓ کا کنیت 426
ابو عبد اللہ، حضرت سالمؓ کی کنیت 166
ابو عبد شمس، ولید بن مغیرہ کا لقب 207
ابو عبسؓ 69
ابو عبس بن جبرؓ اور خنیسؓ کے درمیان مؤاخات قائم 84
ابو عبیدؓ 74، 79، 272، 458
ابو عبید ثقفیؓ 136
ابو عبیدہ بن جراحؓ 74، 94، 113، 458، 240، 612
حضرت اسامہؓ کی قیادت میں لشکر تیار ہونا، جس میں ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ شامل تھے 335
ابو عدی، حضرت طلیب بن عمیرؓ کی کنیت 164
ابو عزیز بن عُمیر 52
ابو عقیلؓ کے پاس غزوہ میں دینے کے لئے کچھ نہ تھا ساری رات ایک کھیت میں مزدوری کی، منافقوں کا ریاکاری کا طعن کرنا اور آیت نازل ہونا 641
ابو عمر، حضرت عاصم بن عدیؓ کی کنیت 438
ابو عمر، قتادہ بن نعمان انصاریؓ کی کنیت 426
ابو عمرو، حضرت عمرو بن عوفؓ کی کنیت 442
ابو عمرو، حضرت صفوان بن وھبؓ کی کنیت 191
ابو عمرو، فاسق کا مسجد ضرار بنانے کی ترکیب بتانا 440
ابو عمرو، حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ کی کنیت 426
ابو عمیر بن انس انصاریؓ 178
ابو عمیر، حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمروؓ کی کنیت 398
ابو فائد 613
ابو قتادہ انصاریؓ 196، 230، 635
ابو قیس بن فاکہ کے متعلق یہ آیت نازل ہونا، إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ.....(98) 483
ابو قیس بن ولید کے متعلق یہ آیت نازل ہونا، إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ.....(98) 483
ابو کثیر، عبد اللہ جو جمیلہ بنت عبد اللہ بن اُبَی بن سَلُول کے بطن سے پیدا ہوا 480
ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ کو غزوہ بدر کیلئے راستہ میں روحاء کے مقام سے واپس امیر مدینہ بنا کر بھیجا جانا 77، 193، 439
ابو لبابہ بن عبد المنذر کا اپنے دو بھائیوں مبشر بن عبد المنذرؓ اور رفاعہ بن عبد المنذرؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 193
ابو لہب پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے زخمی کیا، بعض کے نزدیک وہ ابو اھاب بن عزیز دارمی تھا یا ابو جہل 165
ابو لیلیٰ، حضرت اوس بن خولیؓ کی کنیت 119
ابو لیلیٰ مازنیؓ 231
ابو محمد، ذوالشمالین عمیر بن عبد عمروؓ کی کنیت 108
ابو محمد، حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی کنیت 178
ابو محمد، عبد اللہ بن مخرمہؓ کی کنیت 494
ابو مرثد غنویؓ کے ساتھ عبادہ بن صامتؓ کی مؤاخات 456
ابو مسعود انصاریؓ 95
ابو معشر بن محمد عمر واقدی 108، 183، 443
حضرت ابو ملیل بن الازعرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 68
ابو موسیٰؓ کا کہنا کہ ہم نے غزوہ تبوک کے لئے اونٹ وغیرہ نہیں مانگے تھے، جوتیوں کا مطالبہ کیا تھا 116
ابو نافع، عمرو بن حارثؓ کی کنیت 231
ابو نضلہ، محرز بن نضلہؓ کی کنیت 194
ابو نعمان، حضرت بشیر بن سعدؓ کی کنیت 88
ابو ہریرہؓ 187، 246، 431، 470، 497، 499
ابو ہریرہؓ کا حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بحرین اور پھر معاویہؓ کے دور میں مدینہ کا گورنر رہنا 453
ابو ہریرہؓ کا خیبر کے موقعہ پر حصہ مانگنا، سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا کہ نہ دیا جائے جس پر ابو ہریرہؓ نے کہا یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے.... 497
ابو یحییٰ، حضرت عبد اللہ بن کعبؓ کی کنیت 231

ابو یزید، حضرت ربیعہ بن اکثمؓ کی کنیت 113
ابی بن ثابتؓ 71
اُبی بن ثابتؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت اوس بن ثابتؓ کے بھائی تھے 68
اُبی بن ثابتؓ کی کنیت ابو شیخ 68
اُبی بن کعبؓ 604
اُبی بن کعبؓ آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 51، 459
اُبی بن کعبؓ کا ان چار صحابہ میں شامل ہونا جن سے قرآن سیکھنے کا آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا 168
ابی بن معاذؓ 68
ابی بن معاذؓ اور ان کے بھائی حضرت انس بن معاذؓ دونوں بئر معونہ میں شہید ہوئے 68
احمد شہید صاحب 23، 24
احمد مرتضیٰ، جرمنی 175
اَخْرَمْ، حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہؓ کا ایک نام 194، 199
اخرم اسدیؓ 196
اخرم بن شدّاد / فاتک بن اخرم یا اخرم بن شدّاد 388
اِدام بنت عوف 108
ادام بنت قرط 117
اربد، یزید بن رقیشؓ کا ایک نام مگر یہ نام درست نہیں 490
اَرْدَہ بنت حارث 647
ارشد اللہ بھٹی 255
حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 74
ارقم بن ابی ارقمؓ کی حضرت ابو طلحہ زید بن سہلؓ سے مؤاخات قائم ہونا 75
ارقم بن ابی ارقمؓ کی کنیت ابو عبد اللہ 74
ارقم بن ابی ارقمؓ کا حلف الفضول کے معاہدہ میں شامل ہونا 76
ارقم بن ابی ارقمؓ کا نماز کے ارادے سے بیت المقدس جانے کا ارادہ، آنحضورؐ کا فرمانا کہ میری مسجد میں ایک نماز اور مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے..... جس پر ارادہ تبدیل کرنا 76
اَرْوٰی بنت عبد المطلب 164
اساف / یساف 480
اسامہ بن زیدؓ 307، 321، 334، 542، 672
اسامہؓ اور زیدؓ کی رنگت کا فرق اور..... 310
حضرت عمرؓ کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کا زیادہ وظیفہ مقرر فرمانا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے پوچھا تو..... 300
حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ کو گود لینا اور فرمانا اے اللہ ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں 333
حضرت اسامہ کی قیادت پر اعتراض اور آنحضرتؐ کا ناراض ہونا اور فرمانا..... 335
اسامہؓ کی قیادت میں لشکر تیار ہونا، جس میں ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ شامل تھے 335
آنحضرتؐ کی وفات اور اسامہ کا لشکر واپس آنا، حضرت بریدہؓ نے وہ جھنڈا آنحضورؐ کے دروازے پر لگا دیا، جسے حضرت ابو بکرؓ نے بعد اسامہ کی طرف بھجوایا کہ وہ اسکو لے کر روانہ ہو جائیں..... 335، 336
حضرت ابو بکرؓ کا اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنا اور آپ کی جرأت اور شجاعت کی مثال 336، 337
حضرت ابو بکرؓ کا اسامہؓ سے درخواست کرنا کہ حضرت عمرؓ کو مدینہ میں میرے پاس رہنے دیں 337
حضرت ابو بکرؓ کی لشکر اسامہ کو نصائح 337
اسامہ بن زیدؓ کو جنگ احد میں شیخین سے کم عمری کی وجہ سے واپس بھجوایا جانا 545
اَسْعَدْ بن زُرَارَہؓ 49
اَسْعَدْ بن زُرَارَہ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک 143
حضرت اسعد بن یزیدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 71
اسعد بن یزیدؓ کے مختلف نام بیان ہونا، سَعْد بن زید، سعید بن الْفَاکِہ اور سعد بن یزید..... 71
اسفندیار عارف 462
اسلم 232

اسلم خالد صاحب 224
اسماعیل بن عبید انصاریؓ 470
اسماءؓ، ذات النطاق 30
اسماء بن عمیس 306
اسماء بنت القین 117
اسود بن یغوث 603
اُسید بن حُضیرؓ 234، 305، 575، 592
اُسَیْد بن الْحُضَیر رضی اللہ عنہ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک 143
اُسید بن رافعؓ 109، 391
اُسَیْر بن عروہ 429
اصحمہ، نجاشی، حبشہ کا بادشاہ تھا جس کے عرب کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے 56
ماسٹر اعظم صاحب 224
ڈاکٹر افتخار احمد ابن ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد کا ذکر خیر 255
اقبال صاحب کا بیان کہ کاموریڈی جماعت کے ایک نوجوان کا چندہ ادا کرنا، معجزانہ طور پر رقم کا ملنا 7
اکوبی صاحب، گنی کناکری کا وقف جدید کا چندہ ادا کرنا اور غیر معمولی برکت پڑنا 6
حضرت ملک اللہ بخش صاحبؓ کا گرہن کا نشان دیکھ کر لودھراں سے پیدل قادیان جاکر بیعت کرنا 226
اللہ بخش صادق صاحب وکیل التعلیم ربوہ 601
مولوی اللہ دتہ آف لودھی ننگل، حضرت مسیح موعودؑ کے بچوں مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کے استاد 255
الٰہی بخش صاحب 628
امّ الرباع 54
امّ اناس بنت خالد 68
امّ اناس بنت سعد 43
امّ ایمنؓ 335، 388
امّ ایمنؓ کا نام برکہ بھی بیان ہونا 306
امّ ایمنؓ حبشہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت عبداللہؓ کی کنیز تھیں 306
امّ ایمنؓ سے حضرت زیدؓ نے شادی کی 306
امّ ایمنؓ کا حضرت عمرؓ کی شہادت پر رونا..... 307
امّ ایمنؓ کا مقام و مرتبہ 307
امّ ایمنؓ کی شادی عبید اللہ بن زیاد سے ہونا اور ان سے بیٹا ایمن پیدا ہونا 307
امّ ایمنؓ کو آنحضورؐ کا کھجوروں کے کچھ درخت دینا اور پھر واپس مانگنے تو..... 308
السلام علیکم سے پہلے سلام اللہ علیکم کا رواج تھا، حضرت امّ ایمنؓ کا لکنت کی وجہ سے..... 309
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت امّ ایمنؓ نے آنحضورؐ کو کہا کہ مجھے پانی پلائیں..... 309
امّ ایمنؓ کی خدمت میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کا حاضر ہونا 309
امّ ایمنؓ کا آنحضورؐ کی وفات پر رونا کہ وحی ہم سے اٹھائی گئی 309
امّ ایمنؓ کو مدینہ ہجرت کے وقت سخت پیاس لگنا، آسمان سے پانی..... 309
امّ ایوبؓ کا آنحضرتؐ کے کھانے کے بارہ میں تفصیل بیان کرنا..... 668
امّ جمیل بنت قطبہ 236
امّ حبیب 177
ام حبیب بنت حضرت نعمانؓ 477
امّ حرام بنت ملحانؓ 42، 456
آنحضرتؐ کا حضرت امّ حرامؓ کے گھر جانا اور آپؐ کا ان سے رشتہ..... 472
امّ حرامؓ کا معاویہ بن سفیان کے زمانہ میں سمندری سفر میں شامل ہونا اور..... پھر فوت ہونا 472
حضرت انس بن مالکؓ کا روایت بیان کرنا کہ آنحضرتؐ امّ حرام بنت ملحان کے گھر تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ امت کے لوگ سمندر میں سوار ہیں اور حضرت امّ حرام کے لئے دعا کرنا..... 472
امّ حمید بنت عبد اللہ 178
امّ خالد 85

امّ ربیع 83
امّ رفاعہ 114
امّ رومان 30
امّ زید بنت حارث 113
امّ سعد بنت قیس 122
امّ سلمہؓ 200، 477
امّ سلمہؓ زوجہ ابو سلمہ بن الاسدؓ 56
امّ سُلیمؓ 42، 472
امّ سلیم بنت خالد 43
امّ سُلیم بنت عمرو 41
امّ شریکؓ 80
امّ صفوان کا نام فاطمہ بنت صفوان تھا 55
امّ عبد بنت عبدودؓ 451
امّ علاءؓ کا بیان کہ مہاجرین کی آمد پر انصار کی خواہش کہ ہمارے گھر میں رہیں جس پر قرعہ ڈالا جاتا 212
امّ علاءؓ جن کے گھر میں عثمان بن مظعونؓ کا قیام تھا، ان کی وفات پر اظہار اور آنحضرتؐ کا ردّ عمل 219
امّ عمارہؓ 49، 235
امّ عمروؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی پھوپھی 54
امّ عمرو بنت اشرف 68
امّ عون 232
امّ کلثوم بنت زید 113
امّ کلثوم بنت حضرت حارثہ بن نعمانؓ 85
امّ کلثومؓ بنت رسول کریمؐ 84
امّ محجن، ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا 619
امّ مسطح 595
امّ ناصرؓ 242، 653
امّ ولد کے بطن سے عبد الرحمٰن پیدا ہوا 480
امّ ہشام بنت حضرت حارثہ بن نعمانؓ 85
امامہ بنت حمزہؓ 306
اُمامہ بنت زید 113
امامہ بنت سعد 661
امامہ بنت عثمان 43
امامہ بنت مُحرث 118
امامہ بنت معاذ 183

اماں جانؓ (دیکھیں نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ)

اماں جانؓ کی سیرت پر امۃ الشکور صاحبہ کا کتاب لکھنا..... 475
امۃ الحئی صاحبہ اہلیہ محمد نواز صاحب کا گھگڑھی کا ذکر خیر 175
امۃ الرشید صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ 100
امۃ الرشید صاحبہ کے خط کا نمونہ حضرت مصلح موعودؓ کے خط کے نمونہ سے ملنا..... 100
امۃ السلام بیگم صاحبہ 242
امۃ الشکور صاحبہ بنت حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ذکر خیر 475
امۃ الشکور صاحبہ، نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور نواب محمد علی خان صاحبؓ کی نواسی اور حضرت مصلح موعودؓ کی پوتی 475
امۃ الشکور صاحبہ کی حضرت اماں جان کی سیرت پر کتاب لکھنا..... 475
امۃ الشکور صاحبہ کا حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی بیگم حضرت بوزینبؓ کی سیرت پر کتاب (مسودہ) لکھنا 476
امۃ الشکور صاحبہ کی کتاب مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی 476
امۃ الکریم صاحبہ بنت مولوی ابو البشارت عبد الغفور 224
امۃ اللہ بنت حضرت حارثہ بن نعمانؓ 85
امۃ اللہ بنت حضرت نعیمانؓ 306
امۃ المؤمن صاحبہ اہلیہ نواب مودود صاحب 380
امۃ المؤمن صاحبہ بنت ملک عمر علی صاحب 380
امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مولانا محمد عمر صاحب کیرالہ انڈیا کا ذکر خیر 598
امتیاز حسین شاہد صاحب 383
امّہ بنت عبد اللہ 370
محترم امیر صاحب یوکے 547
ملک امیر محمد خان صاحب، گورنر مغربی پاکستان، نواب

کالا باغ 188
امیمہ بنت حارث 370
امیمہ بنت عبد الحارث، کا نام تُمَاضِرْ بنتِ حُذَیْم اور صَفُیّہ بنت حارِث بھی بیان ہوا ہے 74
امیمہ بنت عبد المطلب 310
امیہ 78
امیہ بن خلف 674
امیہ بن خلف کے بیٹے علی نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر رشتہ داروں کی وجہ سے اسلام سے پھر گیا اور بدر میں اپنے باپ کے ساتھ قتل ہوا 482
امیہ بن خلف کو جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت خبیب بن اساف نے قتل کیا 482
امیہ بن خلف، سردار قریش کا بدر میں قتل ہونا، اس کی تفصیل 482تا485
امیہ بن خلف کا اظہار..... حمزہ بن عبد المطلب، جنگ بدر میں کارنامے سر انجام دینے والے 484
امیہ بن خلف کو عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا خط لکھنا کہ تم مکہ میں میرے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرنا میں مدینہ میں تمہارے مال کی حفاظت کروں گا..... 484
امیہ بن خلف کو قتل کرنے والوں کے نام، مُعَاذ بنِ عَفْرَاءؓ، خَارِجَہ بن زیدؓ، خُبیب بن اِسَافؓ اور عمار بن یاسرؓ..... 485
امیہ بن عامر 630
اندریاس وائس بروٹ، ایک جرمن عیسائی پادری 356
انس بن رافع 80
انس بن مالکؓ 41، 51، 93، 185، 223، 308، 332، 377، 453، 456، 616
انس بن مالکؓ کا ایک نام اُنیس بھی بیان ہونا 68
انس بن مالکؓ، مدینہ کے گورنر 453
انس بن مالکؓ کا روایت بیان کرنا کہ آنحضرتؐ ام حرام بنت ملحان کے گھر تھے کہ آپؐ نے دیکھا کہ امت کے لوگ سمندر میں سوار ہیں اور حضرت ام حرام کے لئے دعا کرنا..... 472
حضرت انس بن معاذؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 68
انس بن معاذؓ اور ان کے بھائی اُبی بن معاذؓ دونوں بئر معونہ میں شہید ہوئے 68
انس بن معاذؓ کا نام اُنیس بھی بیان ہونا 68
صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب 241
اُنیس، حضرت انس بن معاذؓ کا ایک نام 68
اُنیسہ، جو زینب بنت قیس کے بطن سے پیدا ہوئی 480
انیسہ بنت خلیفہ 88
انیسہ بنت قیس 122، 426
انیسہ بنت ھدم 630
انیسہ طاہر صاحبہ 462
انیسہ فوزیہ صاحبہ 242
اور یانو صاحب انڈونیشیا کے غریب کسان کا چندہ ادا کرنے کا طریق اور..... 585
حضرت اوس بن ثابت بن منذرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 71
اوس بن ثابتؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت ابی بن ثابتؓ کے بھائی تھے 68
اوس بن ثابتؓ کی کنیت ابو شداد 71
اوس بن ثابتؓ کی حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 71
اوس بن خولیؓ 173
حضرت اوس بن خولی انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 119
اوس بن خولیؓ کی کنیت ابو لیلیٰ 119
اوس بن خولیؓ کی مؤاخات حضرت شجاع بن وھب الاسدیؓ کے ساتھ قائم ہونا 119
اوس بن خولیؓ کا شمار "کاملین" میں ہونا 119
اوس بن خولیؓ کا حضرت علیؓ کو قسم دے کر آنحضورؐ کے غسل میں شامل ہونا 120
اوس بن خولیؓ، آنحضورؐ کی قبر میں اترنے والے صحابہ میں سے ایک صحابی 120
اوس بن خولیؓ حضرت عمرؓ کے پڑوسی تھے 173
حضرت اوس بن صامتؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 72، 456
اوس بن صامتؓ نے اپنی اہلیہ خویلہ بنت مالک سے ظہار

کیا تھا 72
اوس بن صامتؓ کی حضرت مَرْثَد بن اِبی مَرْثَد اَلْغَنَوِی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 72
صدر اہونگان جیکس (Ahouangan Jacques) کا چندہ وقف جدید ادا کرنا، قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جانا 6، 7
اُھیب، وھب بن ربیعہ کا ایک نام 192
ایاس 20
ایاس بن بُکیرؒ 295
ایاس بن بکیرؒ کی حضرت حارث بن خزمہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 83
ایاس بن خالد 122
ایاس بن سلمہؓ 195
ایاس بن عمرو 194، 392
ڈاکٹر ایس۔بی احمد صاحب تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کماسی کے پہلے ہیڈ ماسٹر 66
ایگر صاحب، یوکرائن 422
ایمن بن خُریمؓ 390
ایمنؓ غزوہ حنین میں شہید ہوئے 307
ایمنؓ بن عبید اللہ بن زید کا حضرت امّ ایمنؓ کے بطن سے پیدا ہونا 307
ایوب بن عبد الرحمٰن 370
ایولن صاحبہ 562

ب

بار براہوچے وار صاحبہ، سلوینیا 416
باسط صاحب مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ 341
باسل بٹ صاحب، موسیٰ ستار صاحب اور مصور دین صاحب کا مسجد مبارک کی کیلی گرافی میں مدد کرنا 268
بحرج بن عثمان، ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والے لوگوں میں سے ایک 441
علامہ بدر الدین عینی 443
براءؓ 305
براء بن عازبؓ 69، 70
براء بن مالکؓ 493
براء بن معرورؓ 142، 620، 664
بَرَاء بن مَعْرُور، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
براءؓ کی قبر پر آپؐ کا جا کر چار تکبیرات ادا فرمانا 620
برکہ، حضرت امّ ایمنؓ کا نام 306
بُریدہؓ 334
حضرت بریدہؓ کا لشکر اسامہ کی واپسی پر جھنڈا آنحضورؐ کے دروازے پر لگا دینا، جسے حضرت ابو بکرؓ نے اسامہ کی طرف بھیجنا کہ لے کر روانہ ہو جاؤ..... 335، 336
بریرہؓ 595
بسبس بن بِشر، بسبس بن عمروؓ کا نام 76
حضرت بسبس بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 76
بسبس بن عمروؓ 16، 48
بسبس بن عمروؓ کو بُسَیْسَۃ اور بُسَیْس اور بَسْبَسَہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے 76
بَسْبَسَہ، حضرت بسبس بن عمروؓ کا نام 76
بُسَیْس، حضرت بسبس بن عمروؓ کا نام 76
بَسِیْسؓ اور عدیؓ کو جنگِ بدر سے پہلے بدر کے میدان کی طرف معلومات کے لئے بھیجنا 608
بُسَیْسَۃ، حضرت بسبس بن عمروؓ کا نام 76
بشارت علی صاحب مبلغ سلسلہ بورکینا فاسو 5
بِشْر 135
بِشْر، انصار کے قبیلہ بنو ابیرق سے تعلق رکھتا تھا 428
بشر بن براءؓ 372
حضرت بشر بن براء بن معرورؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 620
اے بنو سلمہ / بنو نضلہ تمہارا سردار کون ہے؟ ان کا کہنا کہ جَدّ بِن قَیس، فرمایا کیا وجہ ہے..... فرمایا تمہارا سردار بِشر بن بَراء بن مَعْرُور ہے..... 620
بِشر بن بَراء کی والدہ کا اپنے بیٹے کو سلام پہنچانے کی بابت پوچھنا..... 624

بشر بن براءؓ کا زہر آلود بکری کا گوشت کھانے سے وفات ہونا اور اس کی تفصیل 624 تا 628
بُشَیر منافق تھا، اس کا ہجویہ اشعار کہنا..... 428
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 45، 46، 53، 55، 56، 57، 61، 75، 315 تا 320، 545، 590
مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا مضمون بابت آنحضورؐ پر سحر ...125
مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا حضرت زید بن حارثہؓ کے قبول اسلام کی تفصیل بیان کرنا 301 تا 302
مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نواسی صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر 241، 242

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مصلح موعود

28، 65، 97، 137، 187، 377، 446
آنحضرتؐ کی ہجرت بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ 34
حضرت مصلح موعودؓ کا عامر بن فہیرہؓ کی شہادت کا ذکر فرمانا 38
حضرت مصلح موعودؓ کا حضرت ماسٹر محمد حسن صاحبؓ آسان کا ذکر فرمانا کہ ان کا نمونہ قابل تعریف ہے اپنی اولاد کو گریجویٹ کر کے 4 کو سلسلہ کے سپرد کر دیا.... 64
ھبہ کی ایک تفصیلی وضاحت جو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائی..... 89
حضرت مصلح موعودؓ کی ابتدائی تعلیم کے بارہ میں..... 99
حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کے کچھ واقعات اور آپ کا پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونا 97 تا 107
بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ کی آنکھوں میں تکلیف اور بعض دیگر امراض..... 100
امۃ الرشید صاحبہ کے خط کا نمونہ حضرت مصلح موعودؓ کے خط کے نمونہ سے ملنا..... 100
حضرت مصلح موعودؓ کی پہلی پبلک تقریر اور اس تقریر کے علم و معرفت کا سامعین پر اثر..... 102
ایک غیر احمدی صحافی محمد اسلم صاحب کے حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں تاثرات 104
حضرت مصلح موعودؓ کی بچپن میں عبادات..... 105
حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی ایک دعا جو تشحیذ الاذہان 1909ء میں شائع ہوئی 106
آنحضرتؐ کے دین کے پھیلانے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا درد اور کوشش 107
سورۃ توبہ کی ایک آیت کی تفسیر از حضرت مصلح موعودؓ 115
تفسیر سورۃ الفلق از حضرت مصلح موعودؓ 123
تفسیر سورۃ الناس از حضرت مصلح موعودؓ 123
صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات..... 153
ایک ہندو مجسٹریٹ کا حضرت مسیح موعودؑ کو سزا دینے کا ارادہ، دو مجسٹریٹ تھے ایک معطل ہوا اور دوسرا نیم پاگل ہوا، اس کا بیٹا مر گیا، لدھیانہ سٹیشن پر وہ حضرت مصلح موعودؓ کو ایک بار ملا اور..... 156، 157
اسلام کے ابتدائی دور کا بیان حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں 205
مسجد مبارک ربوہ کے افتتاح کے موقعہ پر خلیفۃ المسیح ثانیؓ کا فرمانا کہ افتتاح سے قبل دو نوافل کا انتظام ہونا چاہئے 257
مسجد مبارک ربوہ کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا فرمانا، یہ مسجد مبارک قادیان کے قائم مقام، اس کا ظل اور مثیل ہو گی 259
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت احباب جماعت اور خود حضرت مصلح موعودؓ کی حالت 274
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور خدا تعالیٰ نے کس طرح جماعت کو سنبھالا اور امن کی حالت نصیب ہوئی، حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے تفصیلات 275 تا 279
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر قادیان میں خواجہ کمال الدین صاحب کا حضرت مصلح موعودؓ کو علیحدہ لے جا کر کہنا کہ میاں کچھ سوچا بھی ہے... اور آپؓ کا جواب 276
حضرت مصلح موعودؓ کا دعا مانگنے کے حوالے سے بیان فرمودہ ایک عمدہ نکتہ 289
حضرت زینب بنت جحشؓ کی شادی کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیان فرمودہ ایک حکمت 320، 321

جمعہ کی اس گھڑی کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کی تفسیر..... 435،434
امۃ الشکور صاحبہ، نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور نواب محمد علی خان صاحبؓ کی نواسی اور حضرت مصلح موعودؓ کی پوتی 475
حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ خبیبؓ کی شہادت کی تفصیل..... 539
ایک خادم کا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق نصف تنخواہ تحریک جدید میں دینا اور غیر معمولی برکت 582
حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر کے دوران حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا نمونہ دیکھ کر ایک شخص کا بیعت کرنا 600
خلیفۃ ثانیؓ کی بہو، سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ 652
حضرت بشیر بن سعدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 88
بشیر بن سعدؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا 43
بشیر بن سعدؓ کی کنیت ابو نعمان بیان ہونا 88
بشیر بن سعدؓ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، بیعت عقبہ کے ستر انصار میں بھی شامل تھے 88
حضرت بشیر بن سعدؓ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کو ایک غلام دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنے سارے بیٹوں کو دیا ہے؟ تو فرمایا واپس لے لو..... 89،88
بشیر بن سعدؓ کو عمرۃ القضاء کے موقعہ پر آگے بھیجے گئے ہتھیاروں پر نگران مقرر کیا جانا 92
بشیر بن سعدؓ انصار کے پہلے شخص جنہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی 93
بشیر بن محمد 180
میجر بشیر طارق صاحب 382
حضرت بلالؓ 546،484،178،30
بلالؓ کے متعلق آیت وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ.....(53) نازل ہونا 614
چار بھائیوں کا آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا کہ ہماری بہن کا فلاں کے ساتھ رشتہ کر دیں.... فرمایا حضرت بلالؓ کے ساتھ..... 296
بلال حیدر ٹیپو 384
بناطاہر عارف 462
بُنَانَۃ بنو قریظہ کی یہودی عورت جس نے ایک تیر پھینک کر حضرت خلادؓ کو شہید کیا 118
بنو ابیرق، انصار کا خاندان... اور چوری کا ایک واقعہ 428
بنو سلمہ / بنو نضلہ تمہارا سردار کون ہے؟ ان کا کہنا کہ جَدّ بِن قَیس، فرمایا کیا وجہ ہے..... فرمایا تمہارا سردار بِشر بن بَراء بن مَعْرُور ہے..... 620
بنو غنم بن دُودان، قبیلہ مسلمان ہو گیا اور اپنے مردوں، عورتوں سمیت مدینہ ہجرت کی 194
بنو قریظہ کی عہد شکنی 112
بنو نضلہ / بنو سلمہ تمہارا سردار کون ہے؟ ان کا کہنا کہ جَدّ بِن قَیس، فرمایا کیا وجہ ہے..... فرمایا تمہارا سردار بِشر بن بَراء بن مَعْرُور ہے..... 620
بَہمَن 79
بَہْنانہ بنت صفوان 494
بوزینبؓ اہلیہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سیرت پر کتاب (مسودہ) مصنفہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ 476
بی کے آڈو صاحب اور عبدالوہاب آدم صاحب گھانا پروفیسر سعود خان صاحب کے شاگردوں میں سے 66
بیریفان محمد سعید صاحبہ 487
بیضاء، دَعْد بنتِ جَحْدَم کا مشہور نام 192
بیہقی 646،619،235

پ۔ت۔ث

تُمَاضِر بنتِ حُنَیْم، امیمہ بنت عبدالحارث کا ایک نام 74
حضرت تمیم بن یعار انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 71
سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ اہلیہ مرزا حفیظ احمد صاحب کا ذکر خیر 652
سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ، خلیفۃ ثانیؓ کی بہو 652
ثابت بن اقرمؓ کو مسجد ضرار والی جگہ ملنا 441
حضرت ثابت بن ثعلبہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 43
ثابت بن ثعلبہؓ کا بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہونا 43
ثابت بن ثعلبہؓ کے بیٹے کا نام عبداللہ، حارث 43

حضرت ثابت بن خنساءؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 72
ثابت بن ضحّاک 617
ثابت بن قیسؓ 491، 492، 676
ثابت بن نعمان، حضرت اَبُو حَنَّہ مالِک بن عَمرو رضی اللہ عنہ کا ایک نام 178
ثُبیتہ بنت عمرو 183
ثُبَیْتَہ بنت یَعَارْ، حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی 166
ثعلبہ بن دعد 496
ثعلبہ بن دعد حضرت نعمانؓ کے دادا تھے 455
ثعلبہ بن زید الجزع 43
ثعلبہ بن زیدؓ کا وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ میں شامل ہونا 115
حضرت ثعلبہ بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 79
حضرت ثعلبہ بن غنمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 79
حضرت ثعلبہ بن غنمہؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 79
ثقف بن عمروؓ کا اپنے بھائیوں مدلجؓ اور مالک بن عمروؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 392
مولوی ثناء اللہ کا ایک احمدی کو تبلیغ کرنا 154
ثوبانؓ 182
ثوبانؓ کی روایت، بعض لوگوں کی تہامہ پہاڑ جتنی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ بے وقعت قرار دے کر ہوا میں بکھیر دے گا 169

ج

جابرؓ 498
حضرت جابر بن خالدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 80
جابر بن عبد اللہؓ 456، 597، 676
جابر بن عبد اللہؓ کی پھوپھی حضرت امّ عمروؓ 54
حضرت جابر بن عبد اللہ بن رئابؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 43
جابر بن عبد اللہؓ کی پھوپھی خنساء بنت رئاب 117
جاذب احمد، جامعہ احمدیہ کینیڈا 629
جَاذَوَیہ 79
جاریہ بن عامر، ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں سے ایک تھا 441
جالو صاحب، گیمبیا کا مخالفت کی وجہ سے فعال احمدی بن جانا اور چندوں میں باقاعدہ ہو کر وصیت میں بھی شامل ہونا 6
جبارؓ 535
جبار بن صخرؓ 605
حضرت جبرئیلؑ 47
آنحضرتؐ کا حضرت جبرائیلؑ سے باتیں کرنا اور حضرت حارثہؓ کا پاس سے گزرتے ہوئے سلام نہ کرنا..... 85
حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے بارہ جبرئیلؑ کا فرمانا کہ یہ اسی لوگوں میں سے ہے جو حنین کے موقعہ پر ثابت قدم رہے، ان کا اور ان کی اولاد کا رزق اللہ کے ذمہ ہے 86
حارث کا اسلام قبول کرنے کے بعد مجذرؓ کو غزوہ احد میں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے شہید کرنا، حضرت جبرائیلؑ نے یہ سب آپؐ کو بتایا، آنحضرتؐ کا اس کو قتل کرنے کا حکم 375
جبلہؓ 299، 333، 334
حضرت جبیر بن ایاسؓ / جبیر بن الیاسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر..... 122
روایات کے مطابق آنحضرتؐ پر جادو کرنے والے بال اور کنگھی ذروان کنویں سے حضرت جبیر بن ایاسؓ اور قیس بن محصنؓ نے نکالے تھے 122
جبیر بن مطعم 665
جُبیر بن نُفیر 612، 615
جَدّ بن قَیس 620
جعدہ بنت عبید 85
حضرت جعفرؓ 223، 306، 331، 494
حضرت جعفرؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر سن کر آنحضورؐ کا دعا فرمانا..... 332
خواجہ جلال الدین صاحب 256
جُلندی کے دو بیٹوں عبید اور جَیفر کے پاس آنحضرتؐ کا ایک خط بھیجا جانا جس میں دعوت اسلام تھی 51
جمیل احمد صاحب کی اہلیہ روشن آراء صاحبہ 503

جمیل احمد تبسم صاحب مبلغ سلسلہ رشیا 175
جمیل الرحمٰن رفیق صاحب ، مبلغ سلسلہ تنزانیہ، حال وکیل التصنیف پاکستان 228
جمیلہ بنت ابو صَعْصَعَہ 456
جمیلہ بنت تمیم 71
جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی 480
جمیلہ بنت علقمہ 137
جمیلہ حامد صاحبہ اہلیہ حامد منیر صاحب 27
جنادہ بن ابو امیہ 473
جَھْجَاہْ، حضرت عمرؓ کا ایک نوکر 591
جَھَیْرَہ بنت قَیْن 79
جَیفر کے پاس آنحضرتؐ کا ایک خط بھیجا جانا جس میں دعوت اسلام تھی 51
جیکب (Jacob) صاحب 563

چ۔ح

حارث 387
حارث، ابو بردہ بن نیارؓ کا نام 69
حارث، حضرت ثابت بن ثعلبہؓ کا بیٹا 43
حارث نامی یہودی کا حضرت ربیعہ بن اکثمؓ کو خیبر کے قلعہ نطاۃ میں شہید کرنا 113
حارث، ربعی بن رافعؓ کا نام 114
حارث، زُغَیبَہ بنتِ اَوْس کے بطن سے 231
حضرت حارث بن اصمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 80
حارث بن اصمہؓ غزوہ بدر کے دوران جب الروحاء مقام پر پہنچے تو مزید سفر کی طاقت نہ رہی آپ کو واپس بھیج دیا گیا لیکن مال غنیمت میں حصہ دیا گیا 80
حارث بن اصمہؓ کی مؤاخات حضرت صہیب بن سنانؓ کے ساتھ قائم ہونا 80
حضرت حارث بن انس انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 80
حارث بن حرب 665
حضرت حارث بن خزمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 83
حارث بن خزمہؓ 427
حارث بن خزمہؓ کی کنیت ابو بشر 83
حارث بن خزمہؓ کا غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی مقررہ جگہ سے لانا، آپؐ کی اونٹنی گم جانے پر منافقین کا اعتراض..... 83
حارث بن خزمہؓ کی حضرت ایاس بن بکیرؓ سے مؤاخات قائم ہونا 83
حارث بن ربیعہ کے متعلق آیت إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ..... نازل ہونا 483
حارث بن رفاعہ 186
حارث بن سوید کا اسلام قبول کرنے کے بعد مجذرؓ کو غزوہ احد میں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے شہید کرنا، آنحضرتؐ کا اس کو قتل کرنے کا حکم..... حضرت جبرائیلؑ نے یہ سب آپؐ کو بتایا..... 375
حارث بن عامر 498
حارث بن عبد 373
حارث بن عمیرؓ کا شاہ بصریٰ کے پاس خط لے کر جانا 222
حارث بن عُمیرؓ آنحضورؐ کے واحد قاصد جو شہید کئے گئے 331
حارث بن قیس 394
حارث بن معمر 390
حضرت حارث بن نعمان بن امیہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 80
حارث بن نوفل 294
حارثہ، عدی کا ایک نام 230
حارثہ بن سراقہؓ کی حضرت سائب بن عثمانؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 134
حارثہ بن شراحیل، حارثہ بن شرحبیل کا ایک نام 296
حارثہ بن شرحبیل کا نام حارثہ بن شراحیل بھی بیان ہونا 296
حارثہ بن قیسؓ، بعض کے نزدیک اسلام میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید..... 396
حضرت حارثہ بن نعمانؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 85
حارثہ بن نعمانؓ کی کنیت ابو عبد اللہ 85
حارثہ بن نعمانؓ کی اولاد، عبد اللہ، عبد الرحمٰن، سودہ، عمرہ،

امّ ہشام، امّ کلثوم، امۃ اللہ 85
آنحضرتؐ کا حضرت جبرائیلؑ سے باتیں کرنا اور حضرت حارثہؓ کا پاس سے گزرتے ہوئے سلام نہ کرنا..... 85
حضرت حارثہؓ کا نابینا ہونے کے باوجود مسکین کو خود صدقہ دینا..... کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مسکین کی مدد کرنا بُری موت سے بچاتا ہے 86
حضرت عائشہؓ کا حضرت حارثہؓ کے بارہ میں فرمانا کہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کرتے اور نبی اکرمؐ کا احترام کرتے تھے 86
حارثہ بن نعمانؓ کے بارہ جبرئیلؑ کا فرمانا کہ یہ 80 لوگوں میں سے ہے جو حنین کے موقعہ پر ثابت قدم رہے، ان کا اور ان کی اولاد کا رزق اللہ کے ذمہ ہے 86
حنین کے دن فرمانا کہ کون رات کو پہرہ دے گا اور حضرت حارثہؓ کا اطمینان سے اٹھنا 87
حارثہ بن نعمانؓ کا گھر مدینہ میں آنحضورؐ کے مکان کے قریب مکان تھا، اپنے مکانات حسب ضرورت آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے 86
حاطبؓ 391
حاطب بن ابی بلتعہؓ کی ایک روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کی مؤاخات قائم ہونا 374
حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا 611
حامد حسین صاحب صدر جماعت نسروانگا 162
حضرت سید میر حامد شاہ صاحبؓ 652
حامد منیر صاحب 27
حایو ویتزل صاحب المیرے ہالینڈ، چرچ کے چیئرمین 561
حُباب، حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن ابی کا نام، آنحضورؐ نے بدل دیا کہ حباب شیطان کا نام ہے 540، 593
حباب بن عمرو 52
حباب بن منذر خزرجی 448
حبیب 54
حبیب بن یساف، حضرت خبیب بن اسافؓ کا نام 480
حبیبہ بنت خارجہ سے خبیب بن اسافؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد شادی کی 480
حرام بن ملحانؓ 39
حرام بن ملحانؓ کی شہادت 42
حضرت حُریث بن زید انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 80
حریث بن زید انصاریؓ کا نام زید بن ثعلبہ بھی بیان ہونا 80
حُریث بن زیدؓ کا اپنے بھائی عبد اللہ بن زیدؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہونا 178
حریس، حریش کا ایک نام 232
حریش، ان کا نام حریس بھی بیان ہونا 232
حزام بن ودیعہؓ 212
حضرت میر حسام الدین صاحبؓ 652
حسان بن ثابتؓ 71
حسان بن ثابتؓ کے دو بھائی حضرت ابی بن ثابتؓ اور اوس بن ثابتؓ 68
حسان بن ثابتؓ کی بہن کبشہ تھیں 79
حسان بن ثابتؓ کے واقعہ رجیع کے حوالے سے اشعار 293
حسان بن ثابتؓ کا ایک ہجو کہنا اور اس کا اثر 431
حِسل، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ کا نام 55
حضرت حسنؓ اور حضرت اسامہؓ کو گود لینا اور فرمانا اے اللہ ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں 333
حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدین علی بن حسین کی روایت کہ آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تھی کہ زید طلاق دے دیں گے..... 311
سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ، کراچی 382
حضرت حصین بن حارثؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 191
حُصین بن حارثؓ، طفیل بن حارثؓ کے بھائی 41
حصین بن حارثؓ کا اپنے دو بھائیوں طفیلؓ اور عبیدہؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنا 191
حصین بن حارثؓ کا اپنے دونوں بھائیوں عبیدہؓ اور طفیلؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 191
حصین بن حارثؓ کی حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کے ساتھ

مؤاخات قائم ہونا 191
حصین بن حارثؓ کی اولاد 191
حَطّاب رضی اللہ عنہ 391
حضرت حفصہؓ 173
حضرت حفصہؓ، حضرت خنیسؓ کے عقد میں تھیں، تفصیل 84
حضرت حفصہؓ کی آنحضرتؐ سے شادی کی تفصیل 84
مرزا حفیظ احمد صاحب 652
حفیظ الرحمٰن سنوری صاحب 502
حکم بن خلّاد 118
حکم بن کیسانؓ 61
حکیم بن حزام 296
حکیمہ بنت حضرت نعیمانؓ 477
حلیمہ، مزینہ قبیلہ کی مخالف اسلام عورت 328
حُمّام بن جُمُوح 395
حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب 81، 144، 145، 164
حمزہؓ کی بیوی، خولہ بنت قیسؓ 43
حمزہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عمرؓ، حمزہؓ اور عثمان بن مظعونؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے 205
حمزہؓ کی بیٹی عمارہ کا آنحضورؐ کے پیچھے آنا..... آنحضورؐ کا فیصلہ کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے 306
حمزہؓ کی بیٹی عمارہ کا نام امامہ اور امۃ اللہ بھی بیان ہونا 306
حضرت حمزہؓ کو وحشی نے شہید کیا 440
حمزہ بن عبد المطلب، جنگ بدر میں کارنامے سر انجام دینے والے، امیہ کا اظہار..... 484
حضرت حمید انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 396
چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب 461
حیدر علی ظفر صاحب 226
حیری علی گونیسا، سینٹرل افریقن ریپبلک کے صدر 414

خ

خارجہ بن زیدؓ 220، 480
خارجہ بن زیدؓ کے گھر میں ابو بکرؓ کا ٹھہرنا 480
خارجہ بن زیدؓ کا امیہ بن خلف کو مُعاذ بنِ عَفْرَاءؓ اور خُبیب بن اِسَافؓ کے ساتھ مل کر قتل کرنا..... 485
خالد، عبد اللہ بن قیسؓ کے دادا 232
خالدؓ کا واقعہ رجیع میں شہید ہونا 292
خالد احمد الہ دین صاحب 161
رانا خالد احمد صاحب لندن 256
خالد احمد صاحب مربی سلسلہ 628
خالد بن ابو ملک جعدی 497
خالد بن اعلم 396
خالد بن بُکیرؓ 295
خالد بن بُکیرؓ کا واقعہ رجیع میں شہید ہونا 292
خالد بن سعیدؓ 240
خالد بن عمیر عدوی 660
حضرت خالد بن قیسؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 83
خالد بن قیسؓ کا بیعت عقبہ میں شامل ہونا 83
خالد بن ولیدؓ 91، 240، 241، 322، 450، 491
خالد بن ولیدؓ کی اطاعت کا بہترین مظاہرہ اور عمدہ نمونہ 272
خبّابؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت کی کچھ تفصیل 651
خبّابؓ اور سعدؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا، یہ دونوں حضرت عتبہ بن غزوانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے 659
حضرت خبیب بن اسافؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 480
خبیب بن اسافؓ کا ایک نام حَبِیب بن یِسَاف 480
خبیبؓ کا مسلمان نہ ہونے کے باوجود ہجرت مدینہ کے وقت بہت سے مسلمانوں کی میزبانی کرنا 480
خبیب بن اسافؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ حبیبہ بنت خارجہ سے شادی کی 480
خبیب بن اسافؓ کے گھر پر ہجرت مدینہ کے وقت طلحہ بن عبد اللہؓ، صہیب بن سنانؓ اور حضرت ابو بکرؓ ٹھہرے 480
خبیب بن اسافؓ کی اولاد 480
خبیب بن اسافؓ کا قبول اسلام کا واقعہ 481
خبیب بن اساف کا جنگ بدر کے سفر پر راستہ میں آنحضورؐ

سے ملنا، آپ کی جرأت اور بہادری مشہور تھی، آپ کہنے لگے کہ مال غنیمت میں حصہ لینے آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا ہم مشرک سے مدد نہیں لیں گے..... 481
خبیب بن اسافؓ کا قبول اسلام کا واقعہ علامہ نور الدین حلبی کا اپنی کتاب سیرت حلبیہ میں بیان کرنا 482
مسند احمد بن حنبل میں خُبیب بن اِساف کا قبول اسلام 482
خبیب بن اسافؓ کا امیہ بن خلف کو قتل کرنے والوں میں شامل ہونا 482، 485
خبیب بن عبدالرحمٰنؓ کی جنگ بدر میں پسلی ٹوٹ جانا، آنحضرتؐ کا لعاب مبارک لگا کر اسے معین جگہ پر رکھ دینا، ایک دوسری روایت میں کندھے پر زخم لگنا اور ہاتھ لٹک گیا..... 485
حضرت خبیب بن عدی انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر..... 498، 535
خُبیبؓ کا واقعہ رجیع میں قید کیا جانا، اور شہادت 292
غزوہ بدر میں مجاہدین کے اسباب کی نگرانی خبیب بن عدی کے سپرد تھی 498
خبیب بن عدیؓ، واقعہ رجیع میں شمولیت، وہاں سے گرفتار ہو کر کفار مکہ کی قید، آخر کار شہادت کی تفصیل 498 تا 502
خبیب بن عدیؓ کو کس نے خریدا تھا تا کہ بدلہ لیا جا سکے 499
خبیب بن عدیؓ کی حضرت عمیر بن ابو وقاصؓ سے مواخات قائم ہونا 498
خبیبؓ کی دعا کہ میرا اسلام نبی اکرمؐ کو پہنچا دینا.... آپؐ نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا خُبَيْبُ 500، 501
حضرت خبیبؓ کی شہادت کے وقت دعا، اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا 500، 501
خبیبؓ کا شہادت سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کی سنت..... 501
خبیبؓ کے شہید کئے جانے پر سعید بن عامر موجود تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا..... واقعہ بیان کرتے ہوئے غشی کھانا 502
خبیب بن عدیؓ کی نعش کی حفاظت پر مامور کفار 536
خبیبؓ کا قید کے دوران تہجد میں قرآن پڑھنا اور عورتوں کا سن کر رونا 538
تنعیم مکہ سے مدینہ کی طرف ایک جگہ جہاں پر حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کا پروگرام تھا..... تفصیل 538
خبیبؓ کا عقبہ کے گھر میں قید رہنا 539
خبیبؓ پہلے صحابی جو اللہ کی خاطر صلیب دیئے گئے 539
حضرت خدیجہؓ بنت خویلد 296، 319، 477
خدیجہؓ کا غلام میسرہ 478
خدیجہ بنت حصین 191
خدام، ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں سے ایک 441
حضرت خراش بن صمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 177
خراش بن صمہؓ کی اولاد 177
خِرَاش بن صِمَّہ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو العاص داماد رسول کو گرفتار کرنا 177
خرقاء، ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا، ان کا نام اُمِّ مِحْجَنْ بھی بیان ہوا ہے 619
حضرت **خُرَيْم بن فَاتِك** ؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 388
خریم بن فاتکؓ کی کنیت، ابو یحییٰ، ابو ایمن 388
خریم بن فاتکؓ کا قبول اسلام کا ایک عجیب واقعہ 388، 389
خُریم کے متعلق آپؐ کا فرمانا اے خُریم اگر دو باتیں تم میں نہ ہوتیں تو بہت اچھے شخص ہوتے، بال بڑھانا اور لباس لٹکانا..... 390
خلّادؓ 619
حضرت خلّاد بن سویدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 118
خلّاد بن سویدؓ کو بنو قریظہ کی بُنَانَة نامی یہودی عورت نے ایک تیر پھینک کر شہید کیا 118
خلّاد بن سویدؓ کے متعلق آپؐ نے فرمایا خلّاد کے لئے دو شہیدوں کے برابر اجر، اس کی وجہ..... 119
حضرت خلادؓ کا سُقیا جگہ کو خریدنے کا ارادہ کرنا، لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص نے وہ جگہ خرید لی، آپؐ کا فرمانا

رَبِیْعَ الْبَیْعُ 17
خلادؓ، حضرت عمرو بن جموحؓ حضرت ابو ایمنؓ تینوں کا غزوہ احد میں شامل ہونا اور شہید ہونا 17
خلادؓ کی والدہ حضرت ہند بنت عمروؓ کی جرأت اور بہادری..... 18
خُلّت صاحبہ 28
خلّدہ، عبداللہ بن قیسؓ کے دادا خالد کا ایک کا نام 232
خُلَیْدَہ بنتِ قَیس 620
خلیفہ بن خیّاط 187
خلیل الرحمٰن حماد صاحب 425
خنساء بنت رئاب، جابر بن عبداللہؓ کی پھوپھی 117
حضرت خُنیس بن حذافہؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 83
خنیسؓ کی کنیت ابو حذافہ 83
خنیسؓ، عبداللہ بن حذافہؓ کے بھائی 83
خنیسؓ ان مسلمانوں میں شامل تھے جنہوں دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی 83
خنیسؓ اور حضرت ابو عبس بن جبرؓ کے درمیان مؤاخات قائم ہونا 84
خنیسؓ کی شادی حضرت حفصہؓ سے ہوئی تھی، تفصیل 84
خنیسؓ کی جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں تدفین ہونا 85
حضرت خوّات بن جبیرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 80، 110
خوّاتؓ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو صالح 110
خواتؓ کا جنگ بدر کے لئے نکلتے ہوئے راستے میں زخمی ہونا اور واپس بھیج دیا جانا لیکن آپ کو بدر کی غنیمت سے حصہ دیا جانا 110، 111
خوّاتؓ کو اپنے گھوڑے "خباح" پر بنو قریظہ کی طرف بھیجا جانا..... 113
مولانا خورشید احمد انور وکیل المال قادیان کا ذکر خیر 160
خولہ بنت قیسؓ، حضرت حمزہؓ کی بیوی 43
خولہ بنت منذر 540
حضرت خَوْلِیْ بِنْ اَبِیْ خَوْلِیْ ؓ، بدری صحابی کا ذکر 108
خولی بن ابی خولیؓ اپنے دو بھائیوں ہلال بن ابی خولیؓ اور عبداللہ بن خولیؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے 108
خویلہ بنت مالک 73
خویلہ بنت مالک سے ان کے شوہر اوس بن صامتؓ نے ظہار کیا تھا 72
حضرت میاں خیر الدین سیکھوانی صاحبؓ اور ان کے دو بھائیوں میاں جمال الدین صاحب، میاں امام الدین صاحب کے متعلق حضرت مسیح کو عودؑ کا فرمانا.... 547

د

داؤد ظفر صاحب، مربی سلسلہ 487
دُبَیَّہ بنت ثابت 617
دحیہ کلبی کا قیصر روم کی طرف سے واپس آنا راستے میں بنو جذام کے قبیلہ کے رئیس ھُنَید بن عارِض کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر کے سب کچھ چھین لینا، اس پر ایک مہم..... 330
دَعْد بنتِ جَحْدَم 192
دَعْد بنتِ جَحْدَم کا بیضاء کے نام سے مشہور ہونا 192
دیالو صاحب گنی بساؤ، کا چندہ تحریک جدید دینا، چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 578، 579
دین محمد صاحب 486
دینے کے صاحبہ 562
دیوان بخش صاحب 175

ڈ۔ ذ۔ ر

ڈان فرانسسکو صاحب کا انڈیا میں ایک مسجد میں جانا، غیر مناسب رویہ پانا، جلسہ یو کے میں عزت و توقیر ملنا 419
حضرت ذکوان بن عبد قیسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 109
ذکوانؓ کی کنیت ابو السَّبع 109
ذکوانؓ کا مدینہ سے مکہ ہجرت کر کے نبی اکرمؐ کی خدمت میں آنا، آپ کو انصاری مہاجر کہا جاتا ہے 109

وہ صحابہ جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے ذکوان بن عبد قیس، عقبہ بن وھب، عباس بن زیاد بن لبید 110
ذکوان بن عبد قیسؓ کو احد کے دن جنت کی بشارت اور....110
حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبد عمروؓ بدری صحابی کا ذکر خیر..... 108
ذوالشمالین عمیر بن عبد عمروؓ کی کنیت ابو محمد 108
ذوالشمالین اور ذوالیدین کے لقب سے عبداللہ بن **فُسحم** کا مشہور ہونا اور اس کی وجہ تسمیہ..... 394
ذوالعین نام سے حضرت قتادہؓ کا مشہور ہونا اور وجہ....427
ذوالیدین اور ذوالشمالین کے لقب سے عبداللہ بن **فُسحم** کا مشہور ہونا اس کی وجہ تسمیہ 394
راشد بن **حُبَیْش** ؓ 469
راشد حسین صاحب کا چندہ تحریک جدید ادا کرنا اور چندہ کی برکت 580
راشدہ صاحبہ، سعود خان صاحب کی بیٹی 66
راشدہ سیال صاحبہ 189
راضیہ خان صاحبہ 487
رافع، حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے دادا 236
رافع بن معلّیؓ کی صفوانؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا192
رافع بن خدیجؓ 386، 391، 392، 546
رافع بن سہلؓ 236
رافع بن سہل اور عبداللہ بن سہلؓ دو بھائیوں کا غزوہ حمراء الاسد میں دوزخمی ہونا جو ایک دوسرے کو اپنی پیٹھ پر لاد کر چلتے رہے، حضورؐ کا ان کو لمبی عمر کی دعا دینا 237
رافع بن عجلانؓ کی صفوانؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 192
رافع بن عدی 386
رَافِع بن مالك رضی اللہ عنہ کا بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں شامل ہونا 143
رافع بن معلّیؓ 192
حضرت رافع بن المعلّیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 108
رافع بن **المعلّیؓ** کو غزوہ بدر میں عکرمہ نے شہید کیا 108
رافع بن معلّیؓ کے ساتھ حضرت صفوان بن بیضاءؓ کی مؤاخات قائم ہونا 108
رافع بن معلّیؓ اپنے بھائی ہلال بن معلّیؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے 108
حضرت رافع بن یزیدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 109
رافع بن یزیدؓ کا نام رافع بن زید بھی بیان ہونا 109
رباب بنت عبداللہ 231
رباح 195
رِبْعی بن تمیم 71
حضرت ربعی بن رافع انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 114
ربعی بن رافعؓ کا نام حارث اور زید بھی بیان ہونا 114
ربیع، حضرت مسعود بن ربیعہؓ کے والد کا نام 398
حضرت ربیع بن ایاسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 49
ربیع بن ایاسؓ کا اپنے دونوں بھائیوں ورقہ بن ایاسؓ اور عمرو بن ایاسؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 194
ربیع بن ایاسؓ، ورقہ بن ایاسؓ اور عمرو بن ایاسؓ، تینوں بھائیوں کا جنگ بدر میں شامل ہونا 392
ربیع بن عدی 646
ربیع بنت طفیل 117
ربیعہ، حضرت مسعود بن ربیعہؓ کے والد کا نام 398
حضرت ربیعہ بن اکثمؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 113
ربیعہ بن اکثمؓ کی کنیت ابو یزید 113
ربیعہ بن اکثمؓ کو حارث نامی یہودی نے خیبر کے قلعہ نطاۃ میں شہید کیا 113
رسلان صاحب، ماسکو کا چندہ دینا اور..... 584
الحاج رشید صاحب 27
چوہدری رشید صاحب کا بچوں کے لئے انگریزی کتب میں طاہر عارف صاحب کی معاونت کرنا 461
مرزا رشید احمد صاحب 242
خواجہ رشید الدین قمر صاحب ابن مولانا قمر الدین صاحب کا ذکر خیر 547

ڈاکٹر رشیدہ احمد صاحبہ 27
رشیدہ بیگم اہلیہ سید محمد سرور صاحب ربوہ کا ذکر خیر 486
رشیدہ بیگم صاحبہ کے پانچ واقف زندگی بیٹے 487
رضوان بیگ صاحب 268
رفاعہ بن زید 330، 428
رفاعہ بن عبد المنذرؓ 83، 295، 371، 372
رفاعہ بن عبد المنذرؓ کا اپنے دو بھائیوں حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ اور ابو لبابہ بن عبد المنذرؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 193
رفاعہ بن عبد المنذرؓ کا ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 193
حضرت رفاعہ بن عمرو الجہنیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 113
رفاعہ بن عمروؓ کا نام ودیعہ بن عمرو بھی بیان ہونا 113
حضرت رفاعہ بن عمرو انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 114
رفاعہ بن عمرو انصاریؓ کا بیعت عقبہ میں شامل ہونا 114
رقیش بن رئاب 490
حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ 56، 323
رملہ بنت زید 114
روشن آراء، جمیل احمد صاحب کی اہلیہ 503
حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ 424
رئیسہ بیگم صاحبہ 160
ریاح 370

ز

زابلو صاحب کا خواب کے ذریعہ احمدی ہونا، باجود حالات کی خرابی کے اہلیہ کے کہنے پر زیادہ چندہ دینا 11
زائر صاحب (ازبکستان کے شہر بخارا کے ایک نومبائع) اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584
زبیر بن العوامؓ 56، 78، 112، 300، 446، 622
زبیر، طلحہؓ، زبیرؓ، عمرؓ، حمزہؓ اور عثمان بن مظعونؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے 205
زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصار کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396
مکہ پر چڑھائی کی مہم کا پوشیدہ رکھنا اور حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا..... آپؐ کا حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجنا 611
جنگ بدر میں رسول اللہؐ کے ساتھ دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیرؓ اور دوسرے پر زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسودؓ سوار ہوتے 145
زبیر بن العوامؓ کے گھوڑے کا نام یَعسوب 609
زبیر بن بکار کا اپنی کتاب اَلْفُکَاھَۃ و المِزَاح میں حضرت نعیمانؓ کے متعلق ایک واقعہ لکھنا 480
علامہ زرقانی 182، 183، 193، 235
زُغَیبَہ بنتِ اَوْس 231
زُغیبہ بنت سہل 137
زکریا صاحب، ایک عرب مہمان کے تاثرات 562
زکریا صاحب، مربی سلسلہ 487
امام زہری 292، 311، 455
زودی (zodi) صاحب برکینا فاسو، ڈپریشن کے مریض تھے چندہ دینے کی برکت سے صحت 4
حضرت زیاد بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 114
زیاد بن عمروؓ کی کنیت ابو بشر 114
زیاد بن عمروؓ کا اپنے بھائی حضرت ضمرہؓ کے غزوہ بدر میں شریک ہونا 114
زیاد بن لبیدؓ ان صحابہ میں شامل تھے جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے 110
زید، عمر بن ایاسؓ کے دادا 392
زید، ان کا نام رافع بھی 236
زید، ربعی بن رافعؓ کا نام 114
زید بن ارقم، ایک مخلص مسلمان بچہ جس نے ہوشیاری کا مظاہرہ کیا 591
زید بن اسلم 295
زید بن ثابتؓ 172، 617، 667
زید بن ثابتؓ کا سپہ سالار اور پھر حضرت عمرؓ کے دور میں

قاضی القضاء کے عہدے پر متعین رہنا 453
زید بن ثابتؓ کا آنحضورؐ کے دور میں قرآن جمع کرنے والے چار صحابہؓ میں شامل ہونا 51
زید بن ثعلبہ 178
زید بن ثعلبہ، حریث بن زید انصاریؓ کا نام 80
زید بن جاریہ کا ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں شامل ہونا 441
زید بن حارثہؓ 223، 306، 315، 321
حضرت زید بن حارثہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 296
غزوہ خندق کے دن مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہؓ کے پاس تھا 233، 325
حضرت زید بن حارثہؓ کا گم ہو جانا اور..... 296 تا 300
زیدؓ کو فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا..... 300
یَازَیْدُ اَنْتَ مَوْلَایَ وَمِنِّیْ... 300
زید بن حارثہؓ کے قبول اسلام کی تفصیل بیان فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 301 تا 302
زید بن حارثہؓ کا آنحضرتؐ اور ابو بکرؓ کے اہل و عیال کو مکہ سے مدینہ لانا 305
زیدؓ کا حضرت امّ ایمنؓ سے شادی کرنا 306
زیدؓ اور اسامہؓ کی رنگت کا فرق اور..... 310
زیدؓ کی شادی حضرت زینب بنت جحشؓ سے ہونا اور.....اس کی تفصیل 310 تا 314
حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدین علی بن حسین کی روایت کہ آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تھی کہ زید طلاق دے دیں گے..... 311
آنحضرتؐ جب بھی کسی لشکر کو بھیجتے اگر اس لشکر میں حضرت زید بن حارثہؓ ہوتے تو ان کو امیر مقرر فرماتے 322
زید بن حارثہؓ کو غزوہ مُرَیْسِیْع / مصطلق میں مدینہ کا امیر مقرر کیا جانا 322
زید بن حاثہؓ کا ایک سریّہ، قردہ کے مقام پر اس کی تفصیل..... 324
زید بن حارثہؓ کو آنحضرتؐ کا گلے لگانا اور بوسہ لینا 325
زید بن حارثہؓ کے واقعات و سرایہ وغیرہ 328
حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر سن کر آنحضورؐ کا دعا فرمانا..... 332
آنحضرتؐ جب کسی غزوہ میں جاتے تو اپنے ہتھیار سوائے حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ کے کسی کو نہ دیتے 333
زید بن حارثہؓ کی شہادت پر ان کے گھر تعزیت کے لئے جانا اور آنحضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا، فرمایا هٰذَا شَوْقُ الْحَبِیْبِ اِلٰی حَبِیْبِہٖ 333
زید بن حارثہؓ کی نماز جنازہ اور فرمانا وہ جنت میں دوڑتے ہوئے داخل ہوئے 333
زیدؓ کو رسول اللہؐ کا محب کہا جاتا تھا 334
زید بن خطابؓ 450، 491، 492
زید بن خطابؓ کی حضرت معن بن عدیؓ سے مؤاخات قائم ہونا 444
زید بن خطابؓ کا جنگ یمامہ میں شہید ہونا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے زندہ بچ کر واپس آنے پر حضرت عمرؓ نے فرمایا زید سے قبل تُو کیوں نہ شہید ہوا..... 494
زید بن دثنہؓ 539
زیدؓ کا واقعہ رجیع میں قید کیا جانا اور شہادت 292
زید بن عبادہؓ 333
زید بن عبد اللہ 370
حضرت زید بن مزینؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 114
زید بن مزینؓ کا نام یزید بن مزین بھی بیان ہونا 114
زید بن مزینؓ کی حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 114
حضرت زید بن ودیعہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 113
زین العابدین علی بن حسینؒ کی روایت کہ آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تھی کہ زید طلاق دے دیں گے..... 311
سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ 173، 174، 185
زینب بنت جحشؓ کی حضرت زیدؓ سے شادی ہونا اور.....اس کی تفصیل 310 تا 314
حضرت زینبؓ کا تقویٰ و طہارت، حضرت عائشہؓ کا آپؓ

کے تقویٰ وطہارت کی تعریف کرنا 315
زینب بنت جحشؓ کی شادی اور ہونے والے اعتراضات اور ان کی سیرت وسوانح 315
زینب بنت جحشؓ کی شادی کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیان فرمودہ ایک حکمت 320،321
زینب بنت حارث جس نے غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ کو زہر آلود گوشت کھلایا تھا 621
زینب بنت سراقہ 370
زینب بنت سراقہ کا بیٹا مساحق 494
زینب بنت سہل 113
زینب بنت قیس کی بیٹی اُنیسہ 480
زینب بنت مظعونؓ کی حضرت عمرؓ سے شادی ہونا 436

س

حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 166
سالمؓ کی کنیت ابو عبد اللہ 166
سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کی مؤاخات حضرت معاذ بن ماعصؓ کے ساتھ قائم ہونا 166
سالمؓ کا ان چار صحابہؓ میں شامل ہونا جن سے آنحضورؐ نے قرآن سیکھنے کا ارشاد فرمایا 168
سالمؓ کی خوش الحانی سے قرأت، حضرت عائشہؓ کا تعریف کرنا اور آنحضورؐ کا سن کر فرمانا..... 168
سالمؓ کو غزوہ احد میں آنحضورؐ کے زخم دھونے کی سعادت حاصل ہونا 168
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹوں کے نام سالم، واقد، عبد اللہ بعض کبار صحابہ کے نام پر رکھے.... 169
سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کی دلیرانہ شہادت 171،172
محمد بن ثابت کا حضرت سالمؓ کی شجاعت اور شہادت کا واقعہ بیان کرنا..... 172
سالم بن عبد اللہؓ 217
حضرت سالم بن عمیر بن ثابتؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 115
سالم بن عمیرؓ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ ..... میں شامل تھے 115
سالم بن معقلؓ (مولیٰ ابو حذیفہؓ) 58،167،492،495
ساواڈو صاحب کا تحریک جدید کا چندہ دینا، چندہ کی برکت 581
سائب بن ابولبابہؓ 192
سائب بن خلّاد 118
سائب بن عثمانؓ 211
حضرت سائب بن عثمانؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 116،134
سائب بن عثمانؓ یا سعد بن معاذ کو غزوہ بواط کے موقعہ پر اپنے بعد امیر مقرر کرنا 116
سائب بن عثمانؓ کو غزوہ بواط کے موقعہ پر امیر مدینہ مقرر کیا جانا 134
سائب بن عثمان بن مظعونؓ کا ہجرت حبشہ، ہجرت ثانیہ میں شریک ہونا 134
سائب بن عثمانؓ کی حضرت حارثہ بن سراقہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 134
سائب بن مظعونؓ 435
غزوہ بواط کے موقع پر ایک روایت کے مطابق آپؐ نے سائب بن مظعون کو اپنے بعد امیر مقرر فرمایا 116
سائب بن مظعونؓ کے بھائی ثمان بن مظعونؓ 116
سائب بن مظعونؓ کا آنحضرتؐ کے ساتھ شریک تجارت ہونا اور کہنا کہ..... 117
بنو مظعون سے ہجرت کرنے والے، حضرت عثمانؓ، حضرت قُدَامَہؓ، حضرت عبد اللہؓ اور حضرت سَائِبؓ بن عثمان بن مظعون اور حضرت مَعْمَر بن حارِثؓ 391
سائب بن یزیدؓ 646
سَبْحَہ، غزوہ بدر میں مقدادؓ کے گھوڑے کا نام 609
سبرہ بن فاتکؓ 388
سبرہ بن حضرت نعیمانؓ 477
سُخطی بنت حارثہؓ 68،71
سُخیلہ بنت خُزاعی 41،191
سُخَیْلَہ بنتِ عَنْبَسْ 204،435
سَدوس بنت سعد 661

سراقہ بن جُعشم کا آنحضرتؐ کا تعاقب کرنا 31
سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں کنگن پہنائے جانے کی خوشخبری..... 35
بعض کے نزدیک سراقہ کو کنگن پہنانے کی خوشخبری حنین اور طائف سے واپسی پر دی گئی 36
حضرت سراقہ بن کعبؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 116
سراقہ بن معتمر 370
سعاد بنت رافع 232
سعاد بنت قیس 232
سعد بن ابی سرح 221
سعد بن ابی وقاصؓ 58، 61، 76، 78، 376
سعد بن ابی وقاصؓ کا سُقیا جگہ خرید لینا، آپؐ کا فرمانا رَبِحَ الْبَیْعُ 17
سعد بن ابی وقاصؓ کا حضرت اسامہؓ کی قیادت میں تیار ہونے والے لشکر میں شامل ہونا 335
سعد بن ابی وقاصؓ بصرہ کے گورنر رہے اور کوفہ شہر کی بنیاد آپ نے ڈالی 453
سعد بن ابی وقاصؓ اور خبّابؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا، یہ دونوں حضرت عتبہ بن غزوانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے 659
سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ گم ہو جانا اور.....مارگولیس کے کمنٹس اور اس پر تبصرہ 656
سعد بن ثعلبہ 88
حضرت سعد بن خیثمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 140
سعد بن خیثمہؓ کے ہاں عمیرؓ کا قیام کرنا 109
سعد بن خیثمہؓ کی کنیت ابو خیثمہ اور ابو عبد اللہ 140
سعد بن خیثمہؓ کی مؤاخات ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ کے ساتھ قائم ہونا 140
سعد بن خیثمہؓ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 140، 143
قباء میں (ہجرت مدینہ کے وقت) آنحضرتؐ کا حضرت کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام، حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے 143
سعد بن خیثمہؓ کے گھر (قباء) میں ایک اَلْغَرْس نامی کنویں سے آپؐ کا پانی پینا 143
مدینہ میں پہلا جمعہ حضرت مصعبؓ نے سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں پڑھایا 143
ہجرت مدینہ والوں کی پہلی منزل عموماً حضرت سعد بن خیثمہؓ کا گھر ہوتا، اس میں قیام کرنے والے کچھ لوگ 143، 144
سعد بن خیثمہؓ اور ان کے والد دونوں جنگ بدر کے لئے نکلے تو آنحضرتؐ نے فرمایا دو میں سے ایک جائے، قرعہ نکالا تو سعدؓ کے نام نکلا، 144
سعد بن خیثمہؓ کو جنگ بدر میں عمرو بن عبد ود یا طعیمہ بن عدی نے شہید کیا 144، 193
سعد بن خیثمہؓ کی جنگ بدر میں شہادت اور ان کو شہید کرنے والے طعیمہ کی ہلاکت کی تفصیل 144، 145
سَعد بن ربیعؓ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
سعد بن زید 113
سعد بن زید اشہلیؓ 661
سعد بن زید، حضرت اسعد بن یزیدؓ کا ایک نام 71
حضرت سعد بن سہیلؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 135
سعد بن سہیلؓ کا ایک نام سعید بن سہیلؓ بیان ہونا 135
سعد بن عبادہؓ 45، 95، 112، 447، 645
حضرت سعد بن عبادہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 661
سعد بن عُبَادہؓ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
غزوہ خندق میں انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہؓ کے پاس تھا 233
سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے آنحضرتؐ کا جانا 542
سعد بن عبادہؓ کی دو بہنیں مندوس بن عبادہؓ اور لیلیٰ بنت عبادہؓ 661
سعد بن عبادہؓ اور ان کے آباء و اجداد کی سخاوت..... 662
سعد بن عبادہؓ، منذر بن عمروؓ اور ابو دجانہؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ سے قیام کی درخواست کرنا 666
سعد بن عبادہؓ کا باقی ذکر 666 تا 678

سعد بن عبادہؓ کا آنحضورؐ کو روزانہ ایک پیالہ دودھ کا بھجوانا..... 667
سعد بن عبادہؓ کے گھر پر آنحضورؐ کا دعوت پر جانا 668
سعد بن عبادہؓ کے گھر آنحضورؐ کا تشریف لے جانا اور السلام علیکم فرمانا اور ان کا جواب نہ دینا..... 669
سعد بن عبادہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمانا 670
علامہ ابن سیرین کا کہنا کہ اہل صفّہ کو شام کو صحابہ اپنے ساتھ کھانے کے لئے لے جاتے، سعد بن عبادہؓ اسّی صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر جاتے 670
سعد بن عبادہؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں..... 671
آنحضرتؐ نے غزوہ بدر میں عضب نامی تلوار کے ساتھ شرکت فرمائی جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے تحفۃً پیش کی 672
سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے آنحضورؐ کا تشریف لے جانا، راستہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول کا بدتمیزی کا رویہ 672
حضرت ابن عباسؓ کی روایت کہ نبی کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672
آنحضرتؐ کا غزوہ احد سے واپسی پر مدینہ میں تشریف لانا اور گھوڑے سے اترے تو سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے 675
حضرت عمرہ بنت مسعودؓ کی وفات پر آنحضرتؐ غزوہ دومۃ الجندل پر تھے، حضرت سعدؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے، مہینہ بعد آنحضورؐ نے حضرت سعدؓ کی والدہ کی نماز جنازہ ادا کی 677
سعد بن عبادہؓ کا پوچھنا کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ، پانی پلاؤں، ایک کنواں کھدواؤں..... 677
سعد بن عبادہؓ کا اپنی والدہ کی طرف سے ایک باغ صدقہ میں دینا، تفصیل 678
حضرت سعد بن عبیدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 135
سعد بن عبیدؓ کا ایک نام سعید بھی بیان ہونا 135
سعد بن عبیدؓ کا قاری کے لقب سے مشہور ہونا 135
سعد بن عبیدؓ کی کنیت ابوزید 135
سعد بن عبیدؓ کا ان چار اصحاب میں شمار ہونا جنہوں نے آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کیا 135
سعد بن عبیدؓ کا آنحضورؐ کے زمانہ میں مسجد قُبا کا امام الصلوٰۃ مقرر ہونا، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی... 135
سعد بن عثمانؓ کا اپنے بھائی عقبہ بن عثمانؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہونا 236
سعد بن مالکؓ 660
سعد بن معاذؓ 112، 397، 608
سعد بن معاذؓ کی بہن عقرب بنت معاذ 109
غزوہ بواط کے موقعہ پر سائب بن عثمانؓ یا سعد بن معاذؓ کو اپنے بعد امیر مقرر فرمایا 116
آپؓ کے متعلق آیت وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ..... نازل ہوئی 614
آنحضرتؐ کا غزوہ احد سے واپسی پر مدینہ میں تشریف لانا اور گھوڑے سے اترے تو سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے 675
سعد بن معاذؓ کو آنحضورؐ نے ابن ابی حقیق کی تلوار عطا فرمائی..... 677
سعد بن یزید، حضرت اسعد بن یزیدؓ کا ایک نام 71
سعد سعود صاحب یو، کے 67
حضرت سعد بن خولی مولیٰ حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 50
سعدہ بنت کلیب 178
سُعدیٰ بنت ثعلبہ 296
پروفیسر سعود احمد خان دہلوی صاحب کا ذکر خیر 63
سعود احمد خان صاحب کو خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جامعہ احمدیہ ربوہ میں انگریزی کا استاد مقرر فرمانا 66
سعود احمد خان صاحب کی بیٹی راشدہ صاحبہ 66
سعود احمد خان صاحب کے شاگرد، عبدالوہاب آدم صاحب گھانا اور بی کے آڈو صاحب 66

سعید بن الفاکہ، حضرت اسعد بن یزیدؓ کا ایک نام 71
سعید بن رقیشؓ کا اہل و عیال سمیت مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا، اولین مہاجرین میں شمار ہونا 490
سعید بن زیدؓ 109
سعید بن سعد 661
سعید بن سہیل، سعد بن سہیلؓ کا ایک نام 135
سعید بن عاصؓ کے بیٹے کا خیبر کے موقعہ پر ابوہریرہؓ کے حصہ مانگنے پر کہنا کہ حصہ نہ دیا جائے جس پر ابوہریرہؓ نے کہا یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے.... 497
سعید بن عامر جو حضرت خبیبؓ کے شہید کئے جانے پر موجود تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا.....واقعہ بیان کرتے ہوئے غشی کھانا 502
سعید بن عبید، سعد بن عبیدؓ کا ایک نام 135
سعید بن مسیّبؒ 677
سعید سوقیہ صاحب، سیریا کا ذکر خیر 474
سیدہ سعیدہ بیگم صاحبہ بنت میر محمد اسحاق صاحبؓ 380
سفیان 498
سفیان صاحب مراکش 563
سفیان بن خالد 294
سفیان بن نسرؓ کی حضرت طفیل بن حارثؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 41
سکن بنی زعوراء 50
سُلافہ بنت سعد 431
سلّام بن مِشْکَم 621
سُلامہ بنت معقلؓ 52
حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ 242
مرزا سلطان احمد صاحب کے استاد، مولوی اللہ دتہ آف لودھی ننگل 255
ملک سلطان رشید صاحب 189
ملک سلطان سرخرو خان صاحب 188
کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب 187
سلطان محمد خان صاحب، خلیفہ رابعؒ کے داماد 188
ملک سلطان ہارون خان صاحب کا ذکر خیر 187
سلطان ہارون صاحب کو خلیفہ رابعؒ کے سفر ہجرت میں کراچی تک ہم سفر رہنے کا اعزاز حاصل ہونا 189
خلیفہ ثالثؒ نے کرنل سلطان صاحب کے بارہ میں فرمایا تھا گولیاں آئیں گی لیکن اوپر سے گزر جائیں گی... 189
سلطان ہارون صاحب کا صبیحہ حمید بنت چوہدری عبدالحمید صاحب کے ساتھ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا اور حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا ذکر خیر بھی فرمایا..... 188
سلمان فارسیؓ، مدائن کے گورنر 453
سلمان فارسیؓ اور حضرت مسیح موعودؑ کا تعارف ایرانی النسل مس نکیتا کو کرایا جانا 418
اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، حضرت علیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ..... 613، 614
سلمہ 494
حضرت سلمہ بن اسلمؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 232 تا 235
سلمہ بن اسلمؓ کی کنیت ابو سعد 232
سلمہ بن اسلمؓ کی غزوہ بدر میں تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے کھجور کی چھڑی دی جو تلوار بن گئی 233
سلمہ بن اسلمؓ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کا پہرہ دینا 235
سلمہ بن اکوعؓ 195
عیینہ بن حصن کا آپؐ کے اونٹوں کو لے جانا اور چرواہے کو مار ڈالنا.... حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا تعاقب کرنا.... 610
سلمہ بنت خراش 177
سلمٰی بنت حارثہ 83
سلمٰی بنت عامر 114
سلمٰی بنت مسعود 480
سلول، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی دادی کا نام 540
سلیطؓ 136، 491
سلیط بن حرملہ، حضرت سویبطؓ کا ایک نام 200
سُلیط بن عمروؓ 49

سلیمان بن ابانؓ 144
سلیمان بن عمرو، حضرت سُلیم بن عمروؓ کا ایک نام 41
انسپکٹر سلیم صاحب، انڈیا جے پور کے ایک سکول ٹیچر کے بارہ میں بتانا، چندہ کی برکت سے سکول خرید کر اس کے پرنسپل بن جانا 8
حضرت سُلیم بن حارثؓ انصاری، بدری صحابی کا ذکر خیر 41
حضرت سُلیم بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 41، 376
سُلیم بن عمروؓ کا نام سُلیمان بن عمرو بھی ملنا 41
حضرت سُلیم بن قیس انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 43
حضرت سُلیم بن ملحان انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 41
سماک بن سعدؓ 88
حضرت سماک بن سعدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 43
سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کی کشتی کروانا اور غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت..... 546
سُمیرا بنت قیسؓ 376
سُمیراءؓ کا خاوند، بھائی اور باپ غزوہ احد میں شہید ہوا، جس اس کی تعزیت کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟..... آنحضورؐ کو دیکھ کر کہا آپؐ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے 376، 377
سنان 591
سنان بن ابوسنانؓ کا بیعت عقبہ میں شامل ہونا 50
سنان بن سُبیع بن ثعلبہ 48
سہلؓ 47
سہلؓ اور سہیلؓ دو خوش قسمت بھائی جن کو اسلام کے اس عظیم مرکز میں اپنی زمین (مسجد نبوی کی) پیش کرنے کی توفیق ملی 33، 140، 190
سہل بن عبید اللہ انصاریؓ 437
حضرت سہل بن عتیکؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 137
سَہل بن عَتِیکؓ کا نام سُہَیل بھی بیان کیا جانا 137
سَہل بن عتیکؓ کا بیعت عقبہ میں 70 انصار کے ساتھ شامل ہونا..... 137
سہلہ بنت سہیلؓ 55
سہیل، سَہل بن عتیکؓ کا ایک نام 137
سہیلؓ اور ان کے بھائی سہلؓ وہ خوش قسمت تھے جن کو اسلام کے اس عظیم مرکز میں اپنی زمین (مسجد نبوی کی) پیش کرنے کی توفیق ملی 33، 140، 190
سہیل بن ابو صالح 110
حضرت سہیل بن رافعؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 137
سہیل بن عمرو 393
سودہ بنت حضرت حارثہ بن نعمانؓ 85
سودہ بنت سوّاد 373
حضرت سویبط بن سعدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 200
سویبطؓ کا نام سویط بن حرملہ، سلیط بن حرملہ بھی بیان ہوا 200
سویبط بن حرملہؓ اور حضرت نعیمانؓ کا ایک مزاحیہ واقعہ، آنحضرتؐ کا ایک سال تک اس واقعہ سے لطف اندوز ہوتے رہنا 201
سویبطؓ اور نعیمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ تجارت کے لئے بصریٰ ملک شام کی طرف سفر، ایک دلچسپ مزاحیہ واقعہ جس سے آپؐ بہت لطف اندوز ہوئے 477، 478
سوید، حارث کے والد 375
سوید، حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا غلام 660
سوید بن صامت کا اپنی بہادری اور نجابت کی وجہ سے کامل کہلانا، آپؐ کو مجلّہ لقمان سنانا، حضورؐ کا تعریف فرمانا اور..... 20
سوید بن عباد 440
سوید بن عمروؓ 222
سویط بن حرملہ، حضرت سویبطؓ کا ایک نام 200
سُویلم، مدینہ میں مقیم ایک یہودی جاسوس جو جاسُوم میں رہتا تھا، اس کا گھر منافقین کا گڑھ تھا..... 643

ش

شانتل مارتھ ایتالی، گیبون، بینن میں کونسلر جنرل 413
شاہ بصریٰ 331
شاہ بصریٰ کے پاس حارث بن عمیرؓ کا خط لے کر جانا 222

شاہد خان، نواب عبداللہ خان صاحب کے بیٹے 475
شجاع بن وھبؓ کی حضرت اوس بن خولیؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 119
شداد بن اوسؓ 74،71
شرجیل بن عمرو غسانی 222
شُرَحْبِیل بن حسنہؓ 491،240
شُرَحْبِیل بن عَمرو غَسَّانی 331
شُرَحْبِیل بن مسیلمہ 492
حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی بیگم حضرت بوزینبؓ کی سیرت پر کتاب (مسودہ) مصنفہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ 476
حضرت شعیبؑ مدین کے رہنے والے تھے اور اصحاب الایکہ کی طرف مبعوث ہوئے 639
سسٹر حاجہ شکورہ نوریہ صاحبہ، امریکہ کا ذکر خیر 653
شقرانؓ کو آنحضورؐ کی قبر میں اترنے کی سعادت ملنا 120
شمشاد ناصر صاحب، مبلغ سلسلہ امریکہ 654
شمعون جمعہ صاحب، استاد جامعہ احمدیہ تنزانیہ 229
علامہ شہاب الدین قسطلانی 235
شَیبہ 674،78
سفر طائف کے وقت عتبہ اور شیبہ کا آنحضورؐ کو انگور بھیجنا 304
مسٹر شیپ زکرجی (Mr. Shaip Zeqiraji) صاحب کا گائے بیچ کر جرمنی کے سفر کے اخراجات پورے کرنا اور خلیفۃ المسیح کی زیارت کرنا 362،361
حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ 103،99

ص

صالح بن ابراہیم 184
صالح بنی کیسان 194
ملک صالح محمد صاحب معلم وقف جدید کا ذکر خیر 226
صالحہ انور ابڑو اہلیہ انور علی ابڑو کا ذکر خیر 601
صامت بن قیس، بنو عوف بن خزرج کے سردار جو قوقل کے نام سے معروف تھے قوقل کی وجہ تسمیہ 455
صائب بن عبید 232
صبیحہ حمید بنت چوہدری عبدالحمید صاحب کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سلطان ہارون صاحب کے ساتھ پڑھایا اور حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا ذکر خیر بھی فرمایا..... 188
صبیحہ بیگم صاحبہ نواسی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ذکر خیر..... 242،241
صدیق آدم دُمبیا (Dumbia) صاحب، مبلغ سلسلہ آئیوری کوسٹ کا ذکر خیر 339
صدیق آدم صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ گھانا کے دوران زیارت کرنا اور تبدیلی پیدا ہونا، خلیفہ کی زیارت کے لئے پاکستان کا سفر..... 339
صدیقہ بیگم صاحبہ، دنیاپور پاکستان کا ذکر خیر 96
صَعْبَہ بنت تَیِّہَان، اَبُو الھَیثَم بن تَیِّہَانؓ کی بہن 236
صفوان بن امیہ 497،324،294
صفوان بن بیضاءؓ کی حضرت رافع بن معلّیؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 108
صفوان بن معطل سلمی ذکوانی 594
حضرت صفوان بن وھبؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 191
صفوان بن وھبؓ کنیت ابو عمرو اور ابن بیضاء 191
صفوانؓ کی مؤاخات رافع بن معلیؓ یا رافع بن عجلانؓ کے ساتھ قائم ہونا 192
صفی الرحمٰن خورشید صاحب مبلغ افریقہ، نصرت آرٹ پریس کے مینیجر کا ذکر خیر 502
صفی الرحمٰن خورشید صاحب کی افریقہ میں خدمت اور مختلف ممالک میں پریس لگانے کی مساعی..... 504،503
خلیفہ رابعؒ کا لندن میں رقیم پریس لگانے کے لئے مصطفیٰ ثابت صاحب، مبارک شامی صاحب اور صفی الرحمٰن خورشید صاحب پر مشتمل کمیٹی تشکیل دینا 504
حضرت صفیہؓ 176
صفیہ بنت حارث 74
صُنَابِحِیؓ کی روایت کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اپنے آخری وقت میں حدیث سنائی کہ اللہ نے اس پر آگ

حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول..... 474
صہیبؓ کے متعلق وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ..... آیت نازل ہونا 614
صہیب بن سنانؓ کی حارث بن اصمہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 80
صہیب بن سنانؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت خبیبؓ کے گھر پر ٹھہرنا 480

ض

ضباعہ بنت زبیر کی شادی مقدادؓ کے ساتھ ہونا 604
صحابہ نے مذاق میں کسی کا اونٹ حضرت نعیمانؓ سے ذبح کروالیا، بدو کی شکایت پر نعیمانؓ کا چھپ جانا، آنحضرتؐ کا ان کو ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبدالمطلب ؓ کے گھر سے تلاش کر لینا 479
ضحاک بن حارثؓ 41
حضرت ضحاک بن حارثہؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 118
ضحاک بن حارثہؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 118
ضحاک بن عبد عمروؓ 376
حضرت ضحاک بن عبد عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 118
ضحاک بن عبد عمروؓ کے بھائی نعمان بن عبد عمروؓ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے، ان کے تیسرے بھائی قطبہ بن عبد عمروؓ بئر معونہ میں شہید ہوئے 118
ضرار بن خطابؓ ، قریش کے ایک شاعر جو فتح مکہ پر مسلمان ہوئے تھے 113
حضرت عمرؓ کا ضرار بن خطابؓ کے شعر سننا یہاں تک کہ سحر ہو گئی 113
ضرار بن خطاب کا جنگ کے دوران خندق پار کرنے والے قریش کے چار شہسواروں میں شامل ہونا 397
ضَعِیْفَہ بنتِ حِذْیَمْ 83
حضرت ضمرہ بن عمرو جُہنیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 135
ضمرہؓ کا اپنے بھائی حضرت زیاد بن عمروؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہونا 114

ط

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ 99، 103، 105، 242، 463
سلطان ہارون صاحب کو خلیفہ رابعؒ کے سفر ہجرت میں کراچی تک ہم سفر رہنے کا اعزاز حاصل ہونا 189
خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا سعود خان صاحب کو جامعہ احمدیہ ربوہ کا انگریزی کا استاد مقرر فرمانا 66
اسلام آباد لندن کی خریداری اور خلیفہ رابعؒ کا اس کو مرکز بنانے کا ارادہ اور عملی تکمیل 202
خلیفہ رابعؒ کے داماد سلطان محمد خان صاحب 188
خلیفہ رابعؒ کا لندن میں رقیم پریس لگانے کے لئے مصطفیٰ ثابت صاحب، مبارک شامی صاحب اور صفی الرحمٰن خورشید صاحب پر مشتمل کمیٹی تشکیل دینا 504
خلیفہ رابعؒ کے ارشاد پر مولوی محمود احمد صاحب اور حافظ مظفر احمد صاحب اور مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا ایک مخالف مولوی کے ساتھ مناظرہ 574
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ کی تشریح..... 623، 624
طاہر حسین منشی صاحب نائب امیر فجی کا ذکر خیر 162
طاہر عارف صاحب، آئی پولیس کا ذکر خیر 460
طاہر عارف صاحب کی تصنیف، پاکستان منزل بہ منزل 460
آپ کی انگریزی کتاب محمد ﷺ 460
طاہر عارف صاحب کو حضور انور کا کلاس فیلو رہنے کا اعزاز 460
طاہر عارف صاحب کا بچوں کے لئے انگریزی کتب لکھنا 461
ڈاکٹر طاہر عزیز ابن ارشد اللہ بھٹی، اسلام آباد کا ذکر خیر 255
طاہرہ مومن 602
طُعَیْمَہ بن عَدِیّ 192، 395
سعد بن خیثمہؓ کی جنگ بدر میں شہادت اور ان کو شہید کرنے والے طعیمہ کی ہلاکت کی تفصیل 144، 145، 193

طفیل بن حارثؓ کے بھائی عبیدہؓ اور حصینؓ 41
طفیل بن حارثؓ کی مؤاخات حضرت منذر بن محمدؓ کے ساتھ یا حضرت سفیان بن نسرؓ کے ساتھ قائم ہونا 41
طُفَیل بن عبداللہ بن سَخْبَرَۃ 29
حضرت طفیل بن مالک بن خنساءؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 117
حضرت طفیل بن نعمانؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 117
طفیل بن نعمانؓ کو غزوہ خندق میں وحشی بن حرب نے شہید کیا 117
طفیلؓ کا اپنے دو بھائیوں حصین بن حارثؓ اور عبیدہؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنا 191
طلحہؓ 300
طلحہؓ، زبیرؓ، عمرؓ، حمزہؓ اور عثمان بن مظعونؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے 205
طلحہ بن براء کی وفات کے وقت وصیت کہ رات کو فوت ہو جاؤں تو آنحضرتؐ کو نہ بتایا جائے مبادا آپؐ تشریف لائیں اور یہود کو شرارت کا موقعہ ملے..... 465
طلحہ بن عبداللہؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت خبیبؓ کے گھر پر ٹھہرنا..... 480
طلحہ بن عبیداللہؓ 195، 610، 637
حضرت طُلَیب بن عُمَیرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 45، 164
طُلَیب بن عمیرؓ کی کنیت ابو عدی 164
طُلَیبؓ کا ہجرت حبشہ میں شامل ہونا اور پھر افواہ سن کر بعض لوگوں ساتھ واپس آجانا 165
طُلَیبؓ پہلے شخص جنہوں کسی مشرک کو زخمی کیا، اس کی تفصیل..... 165
طُلَیبؓ کی حضرت منذر بن عمروؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 166
طُلیحہ 374
الطیب العبیدی صاحب، تیونس کا ذکر خیر 475
طیّبہ صدیقہ صاحبہ 379
طیبہ عارف 462
مولانا ظل الرحمٰن صاحب، مربی سلسلہ 423
طُفیلؓ 386
حضرت طُفَیل بن رَافِعؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 391
طُفیلؓ اور مُظہرؓ دونوں بھائیوں کا جنگ بدر میں شامل ہونا 386
طُفیل بن رافعؓ کے بھائی حضرت مظہرؓ 391
طُفَیل کا بیان کرنا کہ آنحضرتؐ نے ہمیں زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا..... 392
چوہدری ظہیر صاحب 268

ع

عاتکہ بنت ابو وھب 604
عاص بن منبہ کے متعلق إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ..... آیت نازل ہونا 483
عاص بن وائل 31
عاصمؓ کا واقعہ رجیع میں شہید ہونا 292
عاصم بن ثابتؓ کا واقعہ رجیع میں شہید ہونا 292
عاصم بن ثابتؓ، عاصم بن عمر بن خطابؓ کے نانا تھے 499
عاصم بن ثابتؓ کی دعا کیسے پوری ہوئی کہ ان کی لاش دشمنوں کے ہاتھ نہ لگنے پائے..... 501
عاصم بن سویدؓ 374
عاصم بن عدیؓ 439
عاصم بن عدیؓ کو آنحضورؐ کا جنگ بدر کے موقعہ پر قباء کے امیر مقرر کرنا 77
حضرت عاصم بن عدیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 438
عاصم بن عدیؓ کی کنیت ابو بکر، ابو عمر، ابو عمرو اور ابو عبداللہ بیان ہونا 438
عاصم بن عدیؓ کو جنگ بدر کے موقع پر راستہ سے واپس بھیج دینا اور قبا اور مدینہ کے بالائی حصہ پر امیر بنانا 438
مسجد ضرار والی جگہ آنحضرتؐ نے عاصم بن عدی کو دینا چاہی تو انہوں نے معذرت کرلی، آپؐ نے وہ جگہ پھر ثابت بن اقرمؓ کو دے دی..... 441
عاصم بن عمر 222، 427

عاصم بن عمر بن خطاب 499
عاصم بن عمر بن قتادہؓ 199
حضرت عاصم بن قیسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 117
عاقل بن ابوبکیرؓ کی حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 192
حضرت عاقل بن بکیرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 295
عاقل بن بُکیرؓ کا نام غافل تھا جو کہ آپؐ نے بدل کر عاقل رکھ دیا 295
سسٹر عالیہ شہید صاحبہ، امریکہ کا ذکر خیر 23تا28
امریکہ میں سب سے پہلے مسجد فنڈ کی بنیاد رکھنے والی سسٹر عالیہ صاحبہ تھیں 25
سسٹر عالیہ عزیز لارڈ 27
عامر، حضرت اَبُو حَنَّۃَ مالِك بن عَمْرؓ کا نام 178
عامر، عمر بن حارثؓ کا نام 231
عامر، حضرت مسعود بن ربیعہؓ کے والد کا نام 398
عامر بن بُکیرؓ 295
عامر بن جعفر 42
عامر بن ربیعہؓ 192
عامر بن سکن 440
حضرت عامر بن سلمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 370
عامر بن سلمہؓ کا نام عمرو بن سلمہؓ بھی بیان ہونا 370
عامر بن طفیلؓ 37
حضرت عامر بن طفیلؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 41
حضرت عامر بن فُہیرہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 29تا40
عامر بن فہیرہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہجرت کرنا... 29
کا عامر بن فہیرہؓ کی شہادت کا ذکر 38
عامر بن مالک 49
عامر بن نابغ 19
عامر بن حضرت نعیمانؓ 477
عامر خان صاحب 475
عامر سفیر صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز 268
عامر شعبیؒ 390
عائذ بن ماعصؓ 200
حضرت عائشہؓ 18، 29، 30، 63، 87، 181، 217، 310، 322، 333، 481، 540، 604، 645
عائشہؓ کا حارثہؓ کے بارہ میں فرمانا کہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کرتے اور نبی اکرمؐ کا احترام کرتے تھے 86
عائشہؓ کی روایت بابت سحر 123
عائشہؓ کا پوچھنا کہ آپؐ کے ساتھ بھی کوئی شیطان ہے؟ فرمایا ہاں مگر..... 126
عائشہؓ کا سالمؓ کی خوش الحانی اور قرأت کی تعریف کرنا اور آنحضورؐ کا سن کر فرمانا..... 168
عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت امّ ایمنؓ نے آنحضورؐ کو کہا کہ مجھے پانی پلائیں..... 309
عائشہؓ کا زینبؓ کے تقویٰ وطہارت کی تعریف کرنا 315
عائشہؓ اور واقعہ افک کی تفصیلات 593تا596
عائشہ بنت ابویُسر 54
عائشہ بنت خراش 177
عائشہ صدیقہ بنت چوہدری فتح محمد سیال صاحب 188
عبّادؓ کا اپنے والد عبید بن تیہانؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 177
عباد بن بشرؓ 58، 167، 237، 651
عباد بن بشرؓ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کا پہرہ دینا 235
عباد بن حنیف، ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں سے تھے 441
عباد بن مطلبؓ 191
عبادہ، عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے 540
عبادہ بن جراحؓ فلسطین کے گورنر 453
عبادہ بن حِسحاس، نعمان بن مالک اور مجذّر بن ذیاد کو غزوہ احد کے موقعہ پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا 497
عبادہ بن دُلیم 661
حضرت عبادہ بن صامتؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 42، 72، 455، 456، 496
عُبَادہ بن صَامت، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ

کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
عبادہ بن صامتؓ کے بیٹے ولید، محمد 456
عبادہ بن صامتؓ کی ابو مرثد غنویؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 456
عبادہ بن صامتؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضورؐ کو اپنے ہاں قیام فرمانے کی درخواست کرنا 457
عبادہ بن صامتؓ کو صدقات کا عامل بناتے ہوئے آنحضورؐ کی نصیحت 459
عبادہ بن صامتؓ کا آنحضورؐ کے دور میں قرآن جمع کرنے والے پانچ انصار میں شامل ہونا 459
حضرت عبادہ بن صامتؓ، بدری صحابی کا بقیہ ذکر خیر 464
عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے آنحضورؐ کا جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟.... طاعون کی وجہ سے مر جانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
عبادہ بن صامتؓ کا حضرت معاویہؓ کے ساتھ ملک شام میں کچھ اختلاف ہونا، معاویہؓ کا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں خط لکھنا جس پر حضرت عبادہؓ کو مدینہ واپس بلایا جانا....470، 471
عبادہ بن صامتؓ کے بیٹے ولید کا بتانا کہ عبادہؓ نے مرتے وقت کیا وصیت کی تھی 472
عبادہ بن صامتؓ کا اپنی آخری بیماری میں ایک حدیث بیان کرنا کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر کن امور کی بیعت کی 473
عبادہ بن صامتؓ نے اپنے آخری وقت میں حدیث سنائی، اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول.....474
عبادہ بن ولید 53
حضرت عباسؓ 120، 663، 664
عباسؓ کو بدر کے دن ابوالیسر کعب بن عمروؓ نے گرفتار کیا تھا 51
ایک روایت کے مطابق حضرت عبید بن اوسؓ نے حضرت عباسؓ کو قیدی بنایا تھا 52
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ غزوہ بدر کے دن حضرت عباسؓ کو کوئی قتل نہ کرے، اس پر بعض صحابہ کا ردّ عمل 62
عباسؓ کا بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر مدینہ کے لوگوں سے خطاب 141
عباس بن عبادہ انصاریؓ 142، 664
وہ صحابہ جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے ذکوان بن عبد قیس، عقبہ بن وھب، عباس بن عبادہ، زیاد بن لبید 110
عباس بن نضلہ انصاریؓ 665
عبد الحمید صاحب 176
عبد الحمید صاحب کی بیٹی صبیحہ حمید صاحبہ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سلطان ہارون صاحب کے ساتھ پڑھایا اور حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا ذکر خیر بھی فرمایا..... 188
عبد الرحمٰن 83، 109
عبد الرحمٰن، جو امّ ولد کے بطن سے پیدا ہوا 480
عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ 135
عبد الرحمٰن بن حارثہ بن نعمانؓ 85
عبد الرحمٰن بن خراش 177
عبد الرحمٰن بن رقیشؓ 490
عبد الرحمٰن بن عبد اللہؓ 620
عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن قیس 232
عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب 631
عبد الرحمٰن بن عوفؓ 46، 113، 184، 439، 444، 482، 483، 484، 485، 603
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا امیہ بن خلف کو خط لکھنا کہ تم مکہ میں میرے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرنا میں مدینہ میں تمہارے مال کی حفاظت کروں گا..... 484
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا جاہلیت میں نام عبد عمرو 483
عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے متعلق غزوہ احد کے موقعہ پر آنحضورؐ کا فرمانا کہ فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں 81
عبد الرحمٰن بنگالی صاحب، مبلغ سلسلہ امریکہ 24
حضرت خلیفہ عبد الرحیم صاحب 384
عبد الرحیم نیر صاحب کا 1940ء میں قرار داد پاکستان کے

جلسہ میں بطور نمائندہ جماعت احمدیہ شامل ہونا 460
عبد الستار صاحب 363
عبد السلام سائنس فیئر میں کینیڈا کی ایک بچی کو سکول سے تین سو ڈالر انعام ملنا 9
میر عبد السلام صاحب 652
چوہدری عبد الشکور صاحب مبلغ سلسلہ 225
ڈاکٹر عبد الصبور صاحب امریکہ 226
چوہدری عبد العزیز صاحب سیالکوٹی 225
خلیفہ عبد العزیز صاحب کینیڈا کا ذکر خیر 384
عبد العظیم صاحب درویش قادیان 160
عبد الکریم قدسی 629
عبد اللہؓ کی کنیر حضرت امّ ایمنؓ 306
عبد اللہؓ اور ہلالؓ کا غزوہ بدر میں شریک ہونا 371
حکیم عبد اللہ صاحبؓ 503
عبد اللہ بن ابو بکرؓ 30، 82، 371
عبد اللہ بن ابی بن سلول 318، 464، 497، 665
حدیبیہ کے موقعہ پر خشک کنویں میں تیر گاڑنے سے معجزانہ طور پر پانی نکلنا اور عبد اللہ بن ابی کو جب کہا گیا کہ اب تو اس معجزہ کو مان لے تو اس کا ردعمل 120
عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بیٹی جمیلہ 480
عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین 540
عبد اللہ بن ابی بن سلول کا آنحضرتؐ کو ایک موقعہ پر کہنا کہ ہمارے اوپر گرد نہ اُڑاؤ..... 542، 543
عبد اللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کا مسلمان ہو جانا 544
عبد اللہ بن ابی بن سلول کا غزوہ احد میں رویّہ 590
عبد اللہ بن ابی کی دریدہ دہنی اور اس کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ کی محبت و فدائیت، غزوہ بنو مصطلق کا ایک واقعہ 591
عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے ساتھ آنحضرتؐ کی رحمت و شفقت کا سلوک، وفات پر اپنا کُرتہ عطا فرمانا اور جنازہ پڑھانا 596 تا 598
عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ اور حضرت عمرؓ 597، 598
عبد اللہ بن ابی بن سلول کا بدتمیزی کا رویہ..... 672
عبد اللہ بن ابی بن سلول کا بدر کی فتح کے بعد مسلمان ہونا 674
عبد اللہ بن امّ مکتومؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر مدینہ کا امیر مقرر ہونا بعد میں ان کو امام الصلوٰۃ اور ابولبابہ بن منذرؓ کو امیر بنا دیا جانا 77
عبد اللہ بن انیسؓ 79
عبد اللہ بن تیہّان 398
عبد اللہ بن ثابت بن ثعلبہ 43
عبد اللہ بن جبیرؓ 80
عبد اللہ بن جبیرؓ غزوہ احد کے دن درّے کی حفاظت کے لئے مقرر سواروں کے نگران تھے 111
عبد اللہ بن جبیرؓ کے ساتھ حضرت حصین بن حارثؓ کی مؤاخات قائم ہونا 191
عبد اللہ بن جحشؓ 192، 372
عبد اللہ بن جحشؓ کی قیادت میں نخلہ کی طرف سریہ اور اس کی تفصیل 655
عبد اللہ بن حارثہ بن نعمانؓ 85
عبد اللہ بن حذافہؓ کے بھائی حضرت خنیسؓ 83
عبد اللہ بن حصین 191
عبد اللہ بن حفصؓ 492
عبد اللہ بن خبیب 480
عبد اللہ بن خولیؓ کا اپنے دو بھائیوں خولی بن ابی خولیؓ اور ہلال بن ابی خولیؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہونا 108
عبد اللہ بن رواحہؓ 138، 223، 331، 542، 543
عبد اللہ بن رواحہؓ کی بہن حضرت عمرہ بن رواحہؓ نے اپنے شوہر اور بھائی (عبد اللہ بن رواحہؓ) کے لئے غزوہ خندق پر تھوڑی سی کھجوریں اپنی بیٹی کے ہاتھ بھجوائیں، آنحضورؐ نے بچی سے وہ کھجوریں لے کر ایک کپڑے سے ڈھانپ کر تمام خندق کھودنے والوں کو بلا کر کھلائیں..... 91
بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
عبد اللہ بن رواحہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ کی

شہادت کی خبر سن کر آنحضورؐ کا دعا فرمانا..... 332
حضرت عبداللہ بن زید بن ثعلبہؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 178
عبداللہ بن زیدؓ کی کنیت ابو محمد 178
عبداللہ بن زیدؓ کا اپنے بھائی حُریث بن زیدؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہونا 178
عبداللہ بن زیدؓ کا ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہونا 178
حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے جانا..... 178،80
عبداللہ بن زیدؓ کی اولاد 178
عبداللہ بن زیدؓ لکھنا پڑھنا جانتے تھے 178
عبداللہ بن زیدؓ کے پاس فتح مکہ کے موقعہ پر بنو حارث بن خزرج کا جھنڈا تھا 178
عبداللہ بن زیدؓ کو آنحضرتؐ کا اپنے ناخن عطا فرمانا اور بال لوگوں میں تقسیم کروانا 181
عبداللہ بن زیدؓ کا اپنا سارا مال صدقہ دے دینا..... آنحضورؐ کا میراث کے طور پر واپس لوٹانا 181
عبداللہ بن زیدؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر کہنا، کہ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ بَصَرِیْ..... میری بصارت لے جا کہ تا کسی اور کو نہ دیکھ پاؤں..... 183
حضرت عبداللہ بن سراقہؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 370
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ارتداد کی تفصیل 221
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، حضرت وھب بن سعد بن ابی سرحؓ کے بھائی تھے 221
عبداللہ بن سلامؓ 431
عبداللہ بن سلمہ عجلانیؓ 211،200،191،166
عبداللہ بن سہلؓ 236
عبداللہ بن سہلؓ اور رافع بن سہلؓ کا غزوہ حمراء الاسد میں شامل ہونا، زخمی ہونے کے بعد ایک دوسرے کو اپنی پیٹھ پر لاد کر چلتے رہے، حضورؐ کا ان کو لمبی عمر کی دعا دینا 237
حضرت عبداللہ بن سہیلؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 393
حضرت عبداللہ بن طارقؓ ظفری، بدری صحابی کا ذکر خیر 292
عبداللہ بن طارق ظفریؓ کا نام عبداللہ بن طارق بَلَوِی بھی بیان ہونا 292
عبداللہ بن طارقؓ کا واقعہ رجیع میں قید کیا جانا 292
عبداللہ بن طفیل 117
عبداللہ بن عامر اسلمی 316
حضرت عبداللہ بن عباسؓ 62،85،115،120،204، 440،444،
حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی بن سلول، بدری صحابی کا ذکر خیر 540
عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی بن سلول، کاتب وحی 541
آپؓ کا ایک جنگ (غزوہ احد) میں ناک کٹ گیا جبکہ دوسری کے مطابق دو دانت ٹوٹے، آنحضورؐ نے سونے کے لگوانے کا ارشاد فرمایا..... 541
عبداللہ بن عبداللہ بن سراقہؓ 120،370
عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ 169
عبداللہ بن عبداللہ بن مناف 371
عبداللہ بن عمرؓ 170،331،433،435،493،662
عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹوں کے نام سالم، واقد، عبداللہ بعض کبار صحابہ کے نام پر رکھے..... 169
حضرت عمرؓ کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کا زیادہ وظیفہ مقرر فرمانا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا تو..... 300
جنگ یمامہ میں حضرت زید بن خطابؓ کے شہید ہونے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زندہ بچ کر واپس آنے پر حضرت عمرؓ نے فرمایا زید سے قبل تُو کیوں نہ شہید ہوا..... 494
عبداللہ بن عمرؓ، اسامہ بن زیدؓ، ابو سعید خدریؓ کو جنگ احد میں شیخین سے کم عمری کی وجہ سے واپس بھجوایا جانا 545
عبداللہ بن عمروؓ بن حرام 16،620
عبداللہ بن عمروؓ بن حرام کا آنحضورؐ کو بتانا کہ بنو سلمہ اور حُسیکہ کے درمیان معرکہ کے وقت بنو سلمہ نے اس جگہ قیام کیا تھا..... 16
عبداللہ بن عمروؓ کی بہن ہند بنت عمرو 18
عبداللہ بن عمروؓ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے

مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
حضرت عبداللہ بن عمیرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 230
عبداللہ بن فُسحم جو ذوالشمالین یا ذوالیدین کے لقب سے معروف تھے اور اس کی وجہ 394
عبداللہ بن فُسحم کی مؤاخات حضرت یزید بن حارثؓ کے ساتھ قائم ہونا 394
عبداللہ بن قتادہؓ 16
حضرت عبداللہ بن قیسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 231
عبداللہ بن قیسؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن، بیٹی عُمیرہ، ان دونوں کی والدہ کا نام سُعاد بنت قیس 232
عبداللہ بن کعبؓ 631
عبداللہ بن کعبؓ (بدری صحابی)، ابولیلیٰ مازنیؓ کے بھائی 231
عبداللہ بن کعبؓ کا غزوہ بدر کے مال غنیمت کا نگران مقرر ہونا، آپؓ خمس کے بھی نگران تھے 231
عبداللہ بن کعبؓ کی کنیت ابوحارث اور ابویحییٰ 231
عبداللہ بن محمد بن عمارہ انصاری 71، 232
حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 494
عبداللہ بن مخرمہؓ کا بیٹا مساحق جو کہ زینب بنت سراقہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے 494
عبداللہ بن مخرمہؓ کو عبداللہ اکبر کہا جانا، کنیت ابومحمد 494
عبداللہ بن مخرمہؓ، مدینہ اور حبشہ ہجرت والے والے 494
عبداللہ بن مخرمہؓ کے ساتھ فروہ بن عمرو انصاریؓ کی مواخات قائم ہونا 494
عبداللہ بن مخرمہؓ ایک عبادت گزار شخص، اس کی ایک مثال..... 495
عبداللہ بن مَخرَمہؓ کا جذبۂ شہادت، دعا کرنا کہ اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں اپنے جسم کے ہر جوڑ پر خدا کی راہ میں لگا زخم نہ دیکھ لوں..... 495
عبداللہ بن مَخرَمہؓ کی جنگ یمامہ کے دن روزے کی حالت میں شہادت..... 495
عبداللہ بن مسعودؓ 185، 398، 455، 604
عبداللہ بن مسعودؓ کا ان چار صحابہ میں شامل ہونا جن سے آنحضورؐ نے قرآن سیکھنے کا ارشاد فرمایا 168
عبداللہ بن مسعودؓ کا ابوجہل کو مارنے کی تفصیل 186
عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی عتبہ بن مسعود ھذلیؓ 451
عبداللہ بن مسعودؓ کا کہنا..... حضرت مقدادؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر کہنا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ..... 607
عبداللہ بن مظعونؓ 211
حضرت عبداللہ بن مظعونؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 435
حضرت عبداللہ، بنو مظعون سے ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے 391
عبداللہ بن مظعونؓ کا اپنے تینوں بھائی سمیت حبشہ کی طرف ہجرت کرنا 436
عبداللہ بن مظعونؓ کا اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہونا 437
عبداللہ بن معاذ 183
عبداللہ بن مکتومؓ کو جنگ بدر کے موقعہ پر مدینہ کا امیر مقرر کیا جانا 438
حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ / بلزمہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 230
عبداللہ بن وھب، حضرت ابوسنانؒ کا نام 50
عبداللہ اکبر، عبداللہ بن مخرمہؓ کا مشہور نام 494
نواب عبداللہ خان صاحب کے بیٹے شاہد خان صاحب 475
عبدالمالک بن مروان 386
عبدالوہاب آدم صاحب 339
عبدالوہاب آدم صاحب گھانا، بی کے آڈو صاحب پروفیسر سعود خان صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں 66
عبد عمرو، عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا جاہلیت میں نام 483
حضرت عبد عمرو بن مسعودؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 376
عبد یالیل / ابن یالیل، طائف کا ایک رئیس 303
عُبید، عمیر کا ایک نام 230
حضرت عُبَید بن ابُو عُبَید انصاری اَوْسِیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 230

عبید بن اوسؓ نے حضرت عباسؓ کو قیدی بنایا تھا 52
حضرت عُبَیْد بن تَیِّھانؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 177
عُبَیْد بن تَیِّھان کا نام عَتِیْك بن تَیِّھَان بھی بیان کیا جانا..... 177
عبید بن تیھانؓ اور ان کے بھائی ابو الھیثم بن تیھانؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا 177
عبید بن تیھانؓ کا اپنے بیٹے عبّادؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 177
عبید بن تیھانؓ غزوہ احد میں عکرمہ بن ابو جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے 177
عبید بن تیھانؓ کا ستر انصار کے ہمراہ بیعت عقبہ شامل ہونا 177
عبید بن تیھانؓ کی حضرت مسعود بن ربیعؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 177
عبید بن ثعلبہ نجاریہ 186
عبید بن جُلندی کے پاس آنحضرتؐ کا ایک خط بھیجا جانا جس میں دعوت اسلام تھی 51
عبید اللہ بن ابو رافعؓ 216
عبید اللہ بن ارقم 76
عبید اللہ بن زید جن سے حضرت امّ ایمنؓ کی شادی ہوئی ان سے بیٹا ایمن پیدا ہوا 307
عبید اللہ بن عیاض 500
عبید اللہ بن عبید بن تیھانؓ کی جنگ یمامہ میں شہادت..... 177
عبیدہ بن حارثؓ 604، 650
عبیدہ بن حارثؓ کے بھائی طفیل بن حارثؓ 41
عبیدہ بن حارثؓ کا اپنے دو بھائیوں حصین بن حارثؓ اور طفیل بن حارثؓ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کرنا اور جنگ بدر میں شامل ہونا 191
غزوہ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے بدری صحابہ بدر میں مدفون ہیں سوائے حضرت عبیدہؓ کے 193
عبیدہ بن حارث مطلبیؓ کی حضرت عُمیر بن حمّامؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 395
عبیدہ بن حارثؓ کو ثنیّۃ المرہ کی طرف ایک مہم پر روانہ فرمانا..... 648
عبیدہ بن عویم 374
حضرت عِتبان بن مالکؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 172
عِتبان بن مالکؓ کی عمرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 172
عتبان بن مالکؓ اور حضرت عمرؓ کا آنحضورؐ کے پاس وحی اور خبریں وغیرہ سننے کے لئے باری باری جانا 173
عتبان بن مالکؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضورؐ کو اپنے ہاں قیام فرمانے کی درخواست کرنا 457
عتبان بن مالکؓ کا اپنی کمزور بینائی پر آنحضرتؐ سے اپنے گھر میں نماز کی اجازت مانگنا اور اجازت نہ ملنا پھر بعد میں اجازت مل جانا..... 173، 174
عتبہ 78، 674
سفر طائف کے وقت عتبہ اور شیبہ کا آنحضورؐ کو انگور بھیجنا 304
عتبہ / عنبہ 480
عتبہ بن ربیعہؓ رئیس مکہ 55، 60، 241، 304
حضرت عتبہ بن ربیعہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 239
حضرت عتبہ بن غزوانؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 58، 61، 604، 646
عتبہؓ اور مقدادؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا 648
عتبہ بن غزوانؓ اور ان کے آزاد کردہ غلام خبّاب کی مدینہ کی طرف ہجرت کی کچھ تفصیل 651
حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا بقیہ ذکر 655
عتبہ بن غزوانؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا اونٹ گم ہو جانا اور..... مارگولیس کے کمنٹس اور اس پر تبصرہ 656
عتبہ بن غزوانؓ کو حضرت عمرؓ کا ارض بصرہ کی طرف بھیجنا کہ ابلّہ مقام پر فارس کے لوگوں سے لڑیں..... 659
عتبہ بن غزوانؓ کے آزاد کردہ غلام خبّابؓ اور سعدؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا 659
عُتبہؓ کا بصرہ شہر کی حد بندی کرنا، بصرہ کو شہر بنانے والے شخص آپ ہی تھے..... 659
عتبہ بن غزوانؓ کا آزاد کردہ غلام سوید 660
حضرت عتبہ بن مسعود ھُذلیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 451

عتبہ بن مسعود ھذلیؓ کی کنیت ابوعبداللہ، عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی 451
عتبہ بن مسعودؓ، اصحاب صُفّہ میں سے تھے 451
عتبہ بن مسعودؓ کو حضرت عمرؓ کا امیر مقامی بنایا کرنا 455
عَتِیْك بن تَیِّہَان، عُبَیْد بن تَیِّہَانؓ کا ایک نام 177
عثمان بن عبداللہ 370
عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کے قتل پر آنحضورؐ کا شکر ادا کرنا 81
حضرت عثمانؓ بن عفانؓ 43، 56، 68، 79، 84، 114، 115، 121، 183، 187، 217، 231، 232، 300، 323، 371، 375، 435، 437، 439، 473، 486
عثمان بن عفانؓ کی حضرت اوس بن ثابتؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 71
حضرت معاویہؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کا ملک شام میں کچھ اختلاف ہونا، معاویہؓ کا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں خط لکھنا جس پر حضرت عبادہؓ کو مدینہ واپس بلایا جانا.... 470، 471
عثمانؓ کے انفاق پر آپؐ نے فرمایا کہ آج کے بعد عثمان کے کسی عمل پر کوئی مؤاخذہ نہ ہو گا 640
عثمان بن مظعونؓ 56، 74
عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں حضرت خنیسؓ کی جنت البقیع میں تدفین 85
عثمان بن مظعونؓ کے بھائی سائب بن مظعونؓ 116
حضرت عثمان بن مظعونؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 204
عثمان بن مظعونؓ کا قبول اسلام 204
عثمان بن مظعونؓ کی کنیت ابو سائب 204
عثمان بن مظعونؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے 205
عثمان بن مظعونؓ کی ہجرت حبشہ اور واپسی 206
عثمان بن مظعونؓ کا لبید بن ربیعہ کے شعر کا جواب دینا... 210
عثمان بن مظعونؓ کی ہجرت مدینہ کی تفصیل 211
عثمان بن مظعونؓ کی اہلیہ کا ازواج مطہرات کے پاس آنا اور ان کی زہد و ریاضت کا بیان، آنحضرتؐ کا دلنشین انداز میں ان کو سمجھانا..... 212
عثمان بن مظعونؓ کا جوش کے ساتھ عبادات بجالانا، خصّی ہونے کی اجازت مانگنا 212
عثمان بن مظعونؓ کی مؤاخات ابو الھیثم تیہانؓ کے ساتھ قائم ہونا 212
حضرت عثمان بن مظعونؓ کا ایک سفر میں حضرت عمرؓ کو یَاغَلَقَ الْفِتْنَۃِ! کہنا..... اس کی تفصیل 214
عثمان بن مظعونؓ پہلے مہاجر جو مدینہ میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے شخص 215
عثمان بن مظعون میری امت کا کیا ہی اچھا پیشرو تھا 217
عثمان بن مظعونؓ کی نعش کو آنحضورؐ کا بوسہ دینا اور رونا 217
مُطَّلِبْ کی روایت کہ آنحضرتؐ نے عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے سرہانے ایک بھاری پتھر اٹھا کر خود رکھا 218
عثمان بن مظعونؓ کا حضرت امّ علاءؓ کے گھر میں قیام، ان کی وفات پر تاثرات کا اظہار اور آنحضرتؐ کا ردّ عمل 219
عثمان بن مظعونؓ کی بہن قُتَیْلہ بنت مَظْعُون 390
عثمان بن مظعونؓ بنو مظعون میں سے ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے 391
عثمان چینی صاحب کی چین میں احمدیت اسلام کے بڑھنے کی خواہش اور..... 281
مسجد مبارک اسلام آباد کا سنگِ بنیاد، حضور انور سے اینٹ پر دعا کروانے کے بعد عثمان چینی صاحب کا اینٹ رکھنا، حضور کینیڈا کے دورے پر تھے، گویا اس میں چینی قوم کا حصہ ہو گیا 281
عثمان کمارا صاحب لائبیریا کے ایک گاؤں سوکر ٹاؤن (Sookar Town) کے معمر بزرگ کو خواب آنا، سب لوگوں کا احمدیت قبول کرنا 9
عداس، عیسائی غلام 304
عدی (عبداللہ بن عمیرؓ کے دادا) کا نام حارثہ بھی ہے 230
عدی، عاصمؓ کے والد 438
عدیؓ اور بَسِیْسؓ کو جنگِ بدر سے پہلے بدر کے میدان کی طرف معلومات کے لئے بھیجنا 608
عدی بن ابی الزغباءؓ 16، 77
حضرت عَدِی بن اَبِی الزَّغْبَاء اَنْصَارِیؓ، بدری صحابی کا

ذکر خیر 16، 48، 77
عرفان خان 65
عرفجہ بن ھرثمہ 659
عروہ بن زبیرؒ 32، 74، 444، 450
عزت صاحب، رشیا 417
عزیز الرحمٰن وقاص صاحب، ایڈووکیٹ راولپنڈی 425
سسٹر عزیزہ، الحاج رشید صاحب کی اہلیہ 27
عزیزہ اوج 462
عِسْل، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ کا ایک نام 55
عطاء 472
ڈاکٹر عطاء الرحمٰن معاذ صاحب، قطر 425
عطاء الکریم مبشر ابن میاں اللہ دتہ صاحب کرتو ضلع شیخوپورہ حال کینیڈا کا ذکر خیر 628
عطاء المجیب راشد صاحب 224
عطاء المنان طاہر صاحب 629
عفراء 185
حضرت عقبہ بن عامرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 19
عقبہ بن عثمانؓ کا اپنے بھائی سعد بن عثمانؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہونا 236
عقبہ بن وھبؓ کا مدینہ سے مکہ ہجرت کرنا اور انصار مہاجر کہلانا 110
عقرب بن سُلامہ 109
عقرب بنت معاذ، حضرت سعد بن معاذؓ کی بہن 109
عکاشہ بن محصنؓ 50، 200
عکرمہ بن ابوجہل 108، 241، 648
عکرمہ بن ابوجہل کا مسیلمہ کے لشکر پر پہلے حملہ کر کے شکست کھانا، جس پر ابوبکرؓ نے لکھا اس حالت میں نہ مدینہ آئیں نہ مجھے ملیں اور اہل عمان اور مھرہ کے باغیوں سے لڑو... 491
حضرت ابوبکرؓ کا عکرمہ بن ابوجہل کی سرکردگی میں مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے لشکر بھجوانا 491
عکرمہ بن ابوجہل کا حضرت عبید بن تیھانؓ کو غزوہ احد میں شہید کرنا 177
عکرمہ کا رافع بن المعلّٰیؓ کو غزوہ بدر میں شہید کرنا 108
علاء بن الحضرمیؓ 659
عِلما کرے میش صاحبہ (Elma Krehmiche) 365
حضرت علیؓ 52، 70، 78، 80، 81، 83، 110، 144، 177، 300، 376، 446، 609
علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی اور حضرت حارثہؓ کا ایک اور مکان آپؐ کی خدمت میں پیش کرنا.... 86، 87
حضرت اوس بن خولیؓ کا حضرت علیؓ کو قسم دے کر آنحضورؐ کے غسل میں شامل ہونا 120
علیؓ کو آنحضورؐ کی قبر میں اترنے کا شرف حاصل ہونا 120
علیؓ کا معاہدہ حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے نام محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ مٹانے سے انکار کرنا 305، 306
آنحضرتؐ جب کسی غزوہ میں جاتے تو اپنے ہتھیار سوائے حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ کے کسی کو نہ دیتے 333
علیؓ کا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنا 449، 450
حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت علیؓ کی ابوبکرؓ کی بیعت میں تاخیر.... 450
مکہ پر چڑھائی کی مہم کا پوشیدہ رکھنا اور حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا..... آپؐ کا حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجنا 611
اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، حضرت علیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ..... 613، 614
ابن عباسؓ کی روایت کہ نبیؐ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672
علی بن امیہ بن خلف نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر رشتہ داروں کی وجہ سے اسلام سے پھر گیا اور بدر میں اپنے باپ کے ساتھ قتل ہوا 482
علی بن امیہ کے متعلق آیت إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ...نازل ہونا 483
علی بن عبداللہ بن عباسؓ 120

علی محمد صاحب کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنا، چندہ کی برکت سے کام مل جانا 585
عمارؓ کے متعلق آیت وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ .....نازل ہونا 614
عمار بن یاسرؓ 604، 644
عمار بن یاسرؓ، امیہ بن خلف کو قتل کرنے والوں میں شامل تھے..... 48
عمارہؓ، حضرت حمزہؓ کی بیٹی کا آنحضورؐ کے پیچھے آنا..... آنحضورؐ کا فیصلہ کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے 306
عمارہؓ، حمزہؓ کی بیٹی کا نام 306
عمارہ بن حزمؓ اور حضرت محرز بن نضلہؓ کے درمیان مؤاخات قائم ہونا 194
عمار بن یاسرؓ، کوفہ کے گورنر 453
حضرت عمر بخش صاحبؓ 384
حضرت عمر بن حارثؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 231
عمر بن حارثؓ کا ایک نام عامر بھی بیان ہوا 231
حضرت عمر بن خطابؓ 74، 79، 84، 93، 108، 113، 118، 127، 137، 272، 370، 372، 374، 387، 390، 391، 427، 439، 443، 444، 453، 455، 456، 459، 471، 485، 491، 592
عمرؓ کی کنیت ابو حفص، پہلی بار آنحضرتؐ نے انہیں جنگ بدر کے موقعہ پر اس کنیت سے پکارا 62
حضرت عمرؓ کا ضرار بن خطابؓ کے شعر سننا یہاں تک کہ سحر ہو گئی 113
سعد بن عبیدؓ کا آنحضورؐ کے زمانہ میں مسجد قُبا کا امام الصلوٰۃ مقرر ہونا، ابو بکرؓ اور عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی... 135
عمرؓ کے دور خلافت میں عمیر بن سعد کا شام کے ایک حصہ کا والی رہنا 135
عمرؓ کی عتبان بن مالکؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 172
بنو امیہ بن زید (مدینہ کی ایک بستی کا نام) جہاں حضرت عمرؓ رہائش پذیر تھے 173
اوس بن خولیؓ حضرت عمرؓ کے پڑوسی تھے 173
عمرؓ اور عتبان بن مالکؓ کا آنحضورؐ کے پاس وحی اور خبریں وغیرہ سننے کے لئے باری باری جانا 173
عمرؓ کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے جانا 180
عمرؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، حمزہؓ اور عثمان بن مظعونؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے 205
حضرت عثمان بن مظعونؓ کا ایک سفر میں حضرت عمرؓ کو يَا غَلَقَ الْفِتْنَةِ! کہنا..... اس کی تفصیل 214
عمرؓ کا حضرت اسامہ بن زیدؓ کا زیادہ وظیفہ مقرر فرمانا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے پوچھا تو..... 300
عمرؓ کی شہادت پر حضرت امّ ایمنؓ کا رونا..... 307
عمرؓ اور ابو بکرؓ کا امّ ایمنؓ کی خدمت میں حاضر ہونا 309
عمرؓ کا حضرت اسامہؓ کی قیادت میں تیار ہونے والے لشکر شامل ہونا 335
حضرت ابو بکرؓ کا اسامہؓ سے درخواست کرنا کہ حضرت عمرؓ کو مدینہ میں میرے پاس رہنے دیں 337
عمرؓ کی مؤاخات حضرت عویم بن ساعدہؓ، اور ایک روایت کے مطابق حاطب بن ابی بلتعہؓ سے قائم ہونا 374
عمرؓ کا خیبر سے یہود کو جلاوطن کرنا اور پس منظر 387
عمرؓ کی زینب بنت مظعونؓ سے شادی ہونا 436
کسی کا کہنا کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت تو جلدی میں ہو گئی تھی اب عمرؓ فوت ہو گئے میں تو فلاں کی بیعت کروں گا... اس پر حضرت عمرؓ کا خطاب فرمانا 444 تا 450
عمرؓ کے دور خلافت میں ابو ہریرہؓ کا بحرین اور پھر معاویہؓ کے دور میں مدینہ کا گورنر رہنا 453
زید بن ثابتؓ، سپہ سالار اور حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی القضاء کے عہدے پر متعین رہنا 453
عمرؓ کا عتبہ بن مسعودؓ کو امیر مقامی بنایا کرنا 455
عمرؓ کا حضرت عتبہؓ کو ارض بصرہ کی طرف بھیجنا کہ ابلّہ مقام پر فارس کے لوگوں سے لڑیں..... 659
عمر شہید صاحب 24
ملک عمر علی صاحب 380
عمر کائتا صاحب مالی سے یونیسکو کے ایمبیسیڈر 564

عمر معاذ صاحب، مبلغ سلسلہ مالی 339
عمرہ بنت حضرت حارثہ بن نعمانؓ 85
عمرہ بنت رواحہؓ 88
عمرہ بن رواحہؓ نے اپنے شوہر اور بھائی (عبداللہ بن رواحہؓ) کے لئے غزوہ خندق پر تھوڑی سی کھجوریں اپنی بیٹی کے ہاتھ بھجوائیں، آنحضورؐ نے بچی سے وہ کھجوریں لے کر ایک کپڑے سے ڈھانپ کر تمام خندق کھودنے والوں کو بلا کر کھلائیں..... 91
عمرہ بنت زیاد 496
عمرہ بنت سعد 118
عَمرہ بنت مسعودؓ 661
عمرہ بنت مسعودؓ کی وفات پر آنحضرتؐ غزوہ دومۃ الجندل پر تھے، حضرت سعدؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے، مہینہ بعد آنحضورؐ نے حضرت سعدؓ کی والدہ کی نماز جنازہ ادا کی 677
عمرو بن الحضرمی 60
عمرو بن امیّہ 82
عمرو بن امیّہ ضمریؓ 37، 235
عمرو بن امیّہ ضمریؓ کو آنحضرتؐ نے بھیجا کہ حضرت خبیب کو لکڑی سے اتار کر لائیں، وہ لکڑی اور حضرت خبیب کی نعش ایسی غائب ہوئی کہ پھر نظر نہ آئی 537
حضرت عمرو بن ایاسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 49، 392
عمرو بن ایاسؓ کا اپنے دو بھائیوں ورقہ بن ایاسؓ اور ربیع بن ایاسؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 194
عمرو بن ایاسؓ، ربیع بن ایاسؓ اور ورقہ بن ایاسؓ تینوں بھائیوں کا جنگ بدر میں شامل ہونا 392
عمرو بن ثعلبہ 603
عمرو بن جموحؓ 16، 17، 183
عمرو بن جموحؓ، حضرت خلادؓ اور حضرت ابو ایمنؓ تینوں کا غزوہ احد میں شامل ہونا اور شہید ہونا 17
عمرو بن جموحؓ کا ٹانگ کی لنگڑاہٹ کی وجہ سے غزوہ بدر میں شامل نہ ہونا..... تفصیل 17، 18
عمرو بن جموحؓ کے قبول اسلام کا واقعہ 183
عمرو بن جموحؓ کا غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکنا اور پھر احد میں شامل ہونا 619
عمرو بن جموحؓ کی بیوی حضرت ہند 620
عمرو بن حضرمی کو حضرت واقدؓ نے قتل کیا، یہ پہلا مشرک تھا جو اسلامی تاریخ میں قتل ہوا 372
عمرو بن رفاعہ 477
عمرو بن زہیر 371
عمرو بن سراقہؓ 370
عمرو بن سفیان 490
عمرو بن سلمہ، عامر بن سلمہؓ کا ایک نام 370
عمرو بن عاص السہمیؓ 51، 240، 458، 612
عمرو بن عباد 51
عمرو بن عبداللہ 370
عمرو بن عبدودّ 193
عمرو بن عبدود کا حضرت سعد بن خیثمہؓ کو جنگ بدر میں شہید کرنا 144
عمرو بن عثمان حبشی 195
عمرو بن عدی 135
حضرت عمرو بن عوفؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 442
عمرو بن عوفؓ کا نام عمیر اور کنیت ابو عمرو بھی بیان ہونا... 442
حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان اوسیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر.... 397
حضرت عمرو بن معبدؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 495
عمرو بن معبدؓ، اُن سو بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے صحابہ میں سے تھے جن کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہو گیا 495
عَمرو بن مَعْبَدرضی اللہ عنہ کا نام عمیر بن مَعْبَدؓ بھی بیان کیا جاتا 495
عمرو بن زید بن مزین 114
عمیر، ان کا نام عبید بھی ہے 230
عمیر، حضرت عمرو بن عوفؓ کا ایک نام 442
عُمیر بن ابو الیسر 54
عمیر بن ابو وقاصؓ 397

عمیر بن ابو وقاصؓ نے مدینہ سے ہجرت کی تو ان کی مُؤاخات خبیب بن عدیؓ سے قائم ہونا 498
عمیر بن حمامؓ کے غزوہ بدر کے موقعہ پر رجزیہ اشعار 395
عُمیر بن حمّامؓ کی مؤاخات حضرت عبیدہ بن حارث مطلبیؓ سے ہونا 395
عمیر بن حمّامؓ کا بدر کے موقعہ پر کھجوریں پھینک کر لڑتے ہوئے شہید ہونا 395
عمیر بن حمامؓ اسلام میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید، بعض کے نزدیک حارثہ بن قیسؓ.... 396
عمیر بن سعدؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں شام کے ایک حصہ کا والی رہنا 135
حضرت عُمیر بن عامر انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 49
عمیر بن عامرؓ کا ابوالبختری کو غزوہ بدر میں قتل کرنا 49
عمیر بن عامرؓ کی کنیت ابوداؤد مأزنی 49
عمیر بن عبد عمرو خزاعی 394
حضرت عمیر بن عبد عمروؓ (ذوالشمالین)، بدری صحابی کا ذکر خیر 108
عمیرؓ کی مکہ سے مدینہ ہجرت، سعد بن خیثمہؓ کے ہاں قیام اور یزید بن حارثؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 109
عمیرؓ کو بدر میں ابواُسامہ جشمی نے شہید کیا 109
عمیر بن مَعْبَدؓ، حضرت عَمرو بن مَعْبَدؓ کا ایک نام 495
عمیرہ بنت عبداللہ بن قیس 232
عمیرہ بنت نعمان 116
عنایت ثریا بیگم 460
عِنبہ (خبیبؓ کے دادا) کا ایک نام عِتبہ بھی تھا 480
حضرت عَنْتَرہؓ مولیٰ سُلَیم بن عمرو، بدری صحابی کا ذکر خیر 376
عنترہ بن عمروؓ، ایک غلام جو غزوہ احد میں شامل ہوا 41
عندلیب صاحبہ 325
عوف 442
عوف بن صبرہ سہمی، پہلا مشرک جس کو کسی مسلمان نے زخمی کیا، بعض کے نزدیک وہ ابواھاب بن عزیز دارمی تھا یا ابوجہل یا ابولہب..... 165
حضرت عُوَیم بن سَاعِدہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 37، 375، 444
عویم بن ساعدہؓ کی حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا، ایک روایت کے مطابق حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے قائم ہونا 374
عُوَیم بن سَاعِدہ اللہ کے بندوں میں سے کیا ہی اچھا بندہ اور اہل جنت میں ہے..... 374
عویم بن سویدؓ 375
حضرت عیاض بن زُھیرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 114
عیاض بن زھیرؓ کی کنیت ابو سعد 114
عیاض بن زھیرؓ کا حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل ہونا پھر واپس آکر مدینہ ہجرت کرنا اور کلثوم بن الہدمؓ کے گھر قیام کرنا 114
حضرت عیسیٰ علیہ السلام 154
سرینگر کشمیر محلہ خانیار کی قبر حضرت عیسیٰ دریافت کرنے کی سعادت حاصل کرنے والا 385
علامہ عینی، شارح بخاری، عمدۃ القاری 173
عیینہ بن الحصن فزاری 88
عیینہ بن حصن کا آپؐ کے اونٹوں کو لے جانا اور چرواہے کو مار ڈالنا.... حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا تعاقب کرنا.... 610

غ

غافل، حضرت عاقل بن بُکیرؓ کا نام جو کہ آپؐ نے بدل کر عاقل رکھ دیا 295
غزیّہ بنت سعد 661
غفار صاحب، بینن کا فیملی سمیت پیدل جلسہ میں شرکت کرنا اور کرایہ کی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 12
حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام
71، 97، 99، 100، 101، 102، 103، 105
ایک ماہر ہپناٹزم کا حضرت مسیح موعودؑ پر توجہ ڈالنے کی کوشش کرنا..... 132
آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کی بعثت 146
مسیح موعود کی نشانیاں، کسوف وخسوف 149، 150

مسیح موعود نے مبعوث کہاں ہونا ہے 150، 151
حوادثِ زمانہ، مسیح موعود کے زمانہ کی ایک علامت 151
صداقت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات..... 153
حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے والے ایک دوست کا کہنا کہ مجھے مولوی ثناء اللہ نے تبلیغ کی..... 154
نظام الدین صاحب کا محمد حسین بٹالوی سے کہنا کہ قرآن سے کوئی ایک آیت وفات مسیح کی دیں میں مرزا صاحب کو پیش کروں گا.....احمدیت قبول کرلی 157، 158
مولوی اللہ دتہ آف لودھی ننگل، حضرت مسیح موعودؑ کے بچوں مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کے استاد 255
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت احباب جماعت اور خود حضرت مصلح موعودؓ کی حالت 274
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جماعت کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور خدا تعالیٰ نے کس طرح جماعت کو سنبھالا اور امن کی حالت نصیب ہوئی، حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے تفصیلات 275 تا 279
حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر قادیان میں خواجہ کمال الدین صاحب کا حضرت مصلح موعودؓ کو علیحدہ لے جا کر کہنا کہ میاں کچھ سوچا بھی ہے...اور آپؓ کا جواب 276
جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کے نتیجہ میں اللہ کے فضلوں اور انعاموں میں سے ایک 343
مختلف ممالک میں سالانہ جلسے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھنا (جرمنی، کینیڈا، امریکہ) 399
مہمان نوازی کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کا اسوہ 404
ایرانی النسل مس نکیتا کو حضرت سلمان فارسی اور حضرت مسیح موعودؑ کا تعارف کرایا جانا 418
حضرت مسیح موعودؑ کا دہلی کے سفر میں جامع مسجد دہلی کو دیکھ کر فرمانا..... 441
مسجد کے بارہ میں مسیح موعودؑ کا ارشاد 441
طاعون حضرت مسیح موعودؑ کے لئے نشان 470
عربک ڈیسک کی طرف سے کتب حضرت اقدس کی عربی کتب دوبارہ نشر کرنا 474
حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق تجدید دین کے لئے مبعوث ہونا 514
اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (61) کی تفسیر حضرت مسیح موعودؑ..... 553
حضرت شیخ غلام احمد صاحبؓ واعظ 105
چوہدری غلام حسین بھٹی صاحبؓ 460
غلام محمد صاحب، ابتدائی معلم 226
غلام مرتضیٰ صاحب مربی سلسلہ برونڈی 342
غلام مصطفیٰ اعوان صاحب ربوہ کا ذکر خیر 175
میاں غلام مصطفیٰ صاحب کا ذکر خیر 341
غنم بن عوف، خزرج کا ایک سردار 456، 496

ف

فاتک بن اخرم 388
فَاخِتَہ بنتِ عَامر 393
رانا فاروق احمد صاحب، مربی سلسلہ 175
حضرت فاطمہؓ 306
فاطمہؓ کی حضرت علیؓ سے شادی اور حضرت حارثہؓ کا ایک اور مکان آپؓ کی خدمت میں پیش کرنا.... 86، 87
فاطمہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت علیؓ کی ابو بکرؓ کی بیعت میں تاخیر.... 450
فاطمہ بنت بِشر 391
فاطمہ بنت صفوان کا ایک نام امّ صفوان 55
فاطمہ بنت عمرو 477
فاطمہ بنت ولید 166
فاطمہ سامر صاحبہ، آسٹریلیا 368
فاطمہ محمد مصطفیٰ صاحبہ کردستان، حال ناروے کا ذکر خیر 487
فتح محمد صاحب 486
فتح محمد سیال صاحبؓ 188

صبیحہ حمید بنت چوہدری عبدالحمید صاحب کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سلطان ہارون صاحب کے ساتھ پڑھایا اور حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا ذکر خیر بھی فرمایا..... 188
فرات، مشرکین قریش کا ایک جاسوس جو مسلمان ہو کر مدینہ ہجرت کر گیا 324
فرعون اس امت کا ابو جہل 187
فَرِم پونگ صاحب (Frimpong)، گھانا کا قرض کے باوجود پوری تنخواہ پر چندہ دینا 4
فروہ بن عمرو انصاریؓ کی عبداللہ بن مخرمہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 494
فریدہ نیلسن 325
فریعہ بنت مالک بن دُخشم 630
فُسْحُمْ 394
فضل بن عباسؓ کو آنحضورؐ کی قبر میں اترنے کی سعادت ملنا..... 120
مرزا فضل احمد صاحب کے استاد، مولوی اللہ دتہ آف لودھی ننگل 255
فضل الٰہی ملک صاحب 67
فضیل عیاض صاحب 256
ماسٹر فقیر اللہ صاحب 99
فُکَیْہَہ بنت سکن 19
فُکَیہہ بنت عبید 661
فھیرہ، محرز بن نضلہؓ کا لقب 194
فواد صاحب 367
فہیم صاحب مبلغ سلسلہ مشرقی یورپ کا ایک احمدی ٹیلر کے بارہ میں بتانا، چندہ کی برکت سے کاروبار میں برکت پڑنا 8
فیروزی بیگم 652

ق

قاسم مصطفیٰ صاحب 342
قاصد معین 548
قُبَیْسَہ بنت صَیْفِی رضی اللہ عنہ 621
قتادہؓ 168
حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 426
قتادہ بن نعمان انصاریؓ کا کنیت، ابو عمر، ابو عمرو اور ابو عبداللہ بیان ہونا 426
قتادہؓ کی آنکھ کا ڈیلا غزوہ احد میں باہر آنا، آنحضورؐ کا اپنے ہاتھ سے ڈیلا اندر رکھنا، ساری عمر یہ آنکھ صحیح رہی ... 426
قتادہؓ کا جنگ احد میں آنحضرتؐ کے سامنے رہنا، اور جب کمان ٹوٹ گئی، تیر ختم ہو گئے تو اپنا سر آگے کر دیتے، جس پر ایک تیر آنکھ کے ڈیلے میں لگا، آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آنا..... 427
قتادہؓ کا ذوالعین نام سے مشہور ہونا اور وجہ..... 427
آنحضورؐ کی ایک کمان کُتُوم جو غزوہ احد کے روز حضرت قتادہؓ کے ہاتھ سے کثرت استعمال کی وجہ سے ٹوٹ گئی 428
قتادہؓ کا سورۃ اخلاص پر ساری رات گزارنا آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے 431
ایک رات شدید بارش میں قتادہ بن نعمانؓ کا نماز کے لئے مسجد آنا، واپسی پر آنحضرتؐ نے ایک چھڑی دی کہ تمہارے دس قدم آگے اور پیچھے روشنی دے گی... 433
قُتَیْلہ بنت مظعُون، حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن 390
قثمؓ کو آنحضورؐ کو قبر میں اترنے کی سعادت ملنا 120
قدامہ بن عرفجہؓ 387
قدامہ بن مظعونؓ 134، 204، 211، 435
بنو مظعون سے ہجرت کرنے والوں میں قدامہؓ کا بھی شامل ہونا 391
حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحبؓ 503
قرۃ العین بنت عبادہ 455
قریبہ بنت زیدؓ 178
قطبہ بن عبد عمروؓ کا بئر معونہ میں شہید ہونا 118، 376
مولانا قمر الدین صاحب جنہیں حضرت مصلح موعودؓ نے خدام الاحمدیہ کا پہلا صدر مقرر فرمایا 547

قمیر، حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَہؓ کا ایک نام 199
قوقل نام کی وجہ تسمیہ، صامت بن قیس، بنو عوف بن خزرج کے سردار کا قوقل نام سے معروف ہونا 455
قیس، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ کا ایک نام 55
قیس بن ابو حازمؓ 390
قیس بن سعد بن عبادہ 669،661
حضرت قیس بن سکن انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 50
قیس بن سکنؓ کی کنیت ابو زید 50
قیس بن سکنؓ کو آنحضورؐ کے زمانہ میں قرآن جمع کرنے کی سعادت ملنا..... 51
قیس بن مالک 83
حضرت قیس بن محصن انصاریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 122
روایات کے مطابق آنحضرتؐ پر جادو کرنے والے بال اور کنگھی ذروان کنویں سے حضرت جبیر بن ایاسؓ اور قیس بن محصنؓ نے نکالے تھے 122
قیس بن محصنؓ کا ایک نام قیس بن حصن بیان ہونا 122
قیصر روم 440
دحیہ کلبی کا قیصر روم کی طرف سے واپس آنا راستے میں بنو جذام کے قبیلہ کے رئیس هُنَیدبن عارِض کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر کے سب کچھ چھین لینا، اس پر ایک مہم..... 330

ک

سوید بن صامت کا اپنی بہادری اور نجابت کی وجہ سے کامل کہلانا، آپؐ کو مجلّہ لقمان سنانا، حضورؐ کا تعریف فرمانا اور..... 20
کبشہ حضرت حسان بن ثابتؓ کی بہن تھیں 79
کبشہ بنت رافع 397
کبشہ بنت حضرت نعیمانؓ 477
کرز بن جابر فہری، مکہ کا رئیس 323،58
کریمہ، حضرت مقدادؓ کی بیٹی 613
کعب 370
کعب (زید بن حارثہؓ کے چچا) 296
کعب بن اسد، رئیس بنو قریظہ 112
کعب بن عمروؓ 622
کعب بن عمرو (عبد اللہ بن کعبؓ کے والد) 231
کعب بن مالکؓ 631
کعب بن مالکؓ کی توبہ قبول ہونی..... 646
مسٹر کلاؤزے (Klause) اور مسز ہائڈے (Heide) جرمن میاں بیوی کے تاثرات، جلسہ کا ایک ریلیکس ماحول، جماعت احمدیہ میں دنیا کے لئے درد ہے..... 355
کلثوم بن الھدمؓ 605،494،443،22
عیاض بن زھیرؓ کا حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل ہونا پھر واپس آکر مدینہ ہجرت کرنا اور کلثوم بن الہدمؓ کے گھر قیام کرنا 114
کلثوم بن ھدمؓ کے گھر میں آنحضورؐ کا ہجرت کے وقت قباء میں قیام فرمانا 630،143
کمارا صاحب سیر الیون کا تحریک جدید کا چندہ دینا اور اس کی برکات 578
خواجہ کمال الدین صاحب کا قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؓ کو علیحدہ لے جا کر کہنا کہ میاں کچھ سوچا بھی ہے... اور آپؓ کا جواب 276
خواجہ کمال الدین صاحب، ان لوگوں کا بیعت کرنا لیکن دل میں اطاعتِ خلافت کی سچی روح نہ تھی اور انجمن کو خلافت سے بالا..... 278،277
کمال علوان صاحب لبنانی 367
کونے آدم صاحب، بورکینا فاسو کے چندہ دینے سے فصل میں غیر معمولی برکت پڑنا 5

گ۔ل

گُل مبارک صاحبہ 325
لبابہ بنت حارث کے بطن سے یزید بن ابویُسر 54
لبابہ بنت حضرت نعیمانؓ 477
لَبِید بن الْاَعْصَم یہودی 130،125،123

روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک یہودی النسل لبید بن الاعصم کا آنحضورؐ پر سحر کرنا 125
لبید بن ربیعہ کا شعر پڑھنا اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کا جواب دینا..... 210
لبید بن ربیعہ کا اسلام قبول کرنے کے بعد اشعار بھیجنے کی فرمائش پر قرآنی آیات بھیجنا..... 211
لبید بن سہل 428
لقیط، حضرت نعمان بن عصرؓ کا ایک نام 373
لَوخ بالن صاحب، بیلجیئم 363
لوطؑ کی نسل سے بالق نامی شخص کا بلقاء کو آباد کرنا 334
ڈاکٹر مرزا لئیق صاحب 475
لئیق احمد مشتاق صاحب مبلغ انچارج سرینام جنوبی امریکہ 96
لیلیٰ صاحبہ، سوئٹزرلینڈ کا کہنا کہ حضور کی تقریر میں امن ہی امن... مذہب مسئلہ نہیں بلکہ مسائل کا حل 356
لیلیٰ بنت عبادہ، حضرت سعد بن عبادہؓ کی بہن 118، 661
لیلیٰ بنت عتیک 177

م

مارگولیس کے سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کے اونٹ گم ہو جانے والے واقعہ پر کمنٹس اور تبصرہ 656
ماریہ صاحبہ، میکسیکو 422
علامہ مازری 131
مالک، ابوبردہ بن نیارؓ کا ایک نام 69
حضرت مالک بن ابوخولیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 108، 371
مالک بن ابوخولیؓ کا ایک نام ہلال بھی بیان ہونا 371
مالک بن ابو خولیؓ اور حضرت عبداللہؓ کا غزوہ بدر میں شریک ہونا 371
مالک بن ثعلبہ 496
مالک بن دخشم 440
مالک بن زُبیر جُشمی 295
حضرت مالک بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 373
مالک بن عمروؓ کا اپنے بھائیوں مدلجؓ اور ثقف بن عمروؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 392
حضرت مالک بن قدامہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 387
مالے ہو سویعقوب صاحب، بینن 408
مامون احمد خان 380
ماہر المعانی 368
مَاوِیَّہ، حُجَیْر بن اَبُوْاِھَاب کی لونڈی، مکہ میں جس گھر میں حضرت خبیبؓ قید تھے وہاں تھی، بعد میں مسلمان ہوگئی، اس کی بیان کردہ تفصیل 537 تا 539
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 380
مبارک احمد منیر صاحب مربی سلسلہ برکینا فاسو 228
مبارک شامی صاحب کا اس کمیٹی کا ممبر ہونا جو خلیفہ رابعؒ نے لندن میں رقیم پریس لگانے کے لئے مقرر کی 504
مبارک صدیقی صاحب 462
مبارک صدیقی صاحب کی بیٹی مریم سلمان گُل صاحبہ کا ذکر خیر 325
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ 379
نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نواسی امۃ الشکور صاحبہ 475
مبشر 428
مبشر احمد صاحب، امریکہ 653
مبشر احمد ایاز پرنسپل جامعہ احمدیہ سینئر سیکشن ربوہ 66
حضرت مبشر بن عبدالمنذرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 113، 192، 295
مبشر بن عبدالمنذرؓ کی عاقل بن ابوبکیرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 192
عبداللہ بن عمرو بن حرام نے غزوہ احد سے پہلے خواب میں مبشر بن عبدالمنذر کو دیکھا.... فرمایا اے ابو جابر شہادت یہی ہوتی ہے 193
مبشر بن عبدالمنذرؓ کا اپنے دو بھائیوں ابو لبابہ بن عبدالمنذرؓ اور رفاعہ بن عبدالمنذرؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 193
مثنّٰی رضی اللہ عنہ 137
مجاشع بن مسعود 660

مُجّاعہ بن مُرارہ 492
مجدی 77
مَجْدِی بن عَمرو جُھَنی 49
مجذّر بن زیادؓ 192، 295، 496
حارث کا اسلام قبول کرنے کے بعد مجذرؓ کو غزوہ احد میں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے شہید کرنا، حضرت جبرائیلؑ نے یہ سب آپؐ کو بتایا، آنحضرتؐ کا اس کو قتل کرنے کا حکم 375
مجذّر بن زیادؓ، نعمان بن مالک اور عبادہ بن حِسحاس کو غزوہ احد کے موقعہ پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا 497
مُجَزِّز مُدْلِجِی 310
مجمع بن جاریہ کا ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں شامل ہونا 441
مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ 423
مجیب الرحمان صاحب کو کراچی، انگلستان، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، کینیڈا، جاپان، وغیرہ میں سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
مجید سیالکوٹی صاحب 224
مِحْجَن بن اَدْرَع جس نے بصرہ کی جامع مسجد بنائی 660
محرز بن نضلہؓ اور حضرت عُمارہ بن حزمؓ کے درمیان مؤاخات قائم ہونا 194
حضرت محرز بن نضلہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 194
محرز بن نضلہؓ کا نام اخرم بھی بیان ہونا 194
محرز بن نضلہؓ کی کنیت ابونضلہ اور لقب فہیرہ 194
محرز بن نضلہؓ کے والد کا نام وھب بھی بیان ہونا 194
محرز بن نضلہؓ کا خواب، میرے لئے آسمان کھولا گیا، سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچ گیا، حضرت ابو بکرؓ کا اس کی تعبیر شہادت کرنا 194، 195
محرز بن نضلہؓ کی شہادت کا واقعہ 195
مُحْرِز بن نَضْلَہ رضی اللہ عنہ کا نام آخرم اور قُمَیر بیان کیا جانا 199
محصن بن حُرثان 50
محصن بن خالد 122

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بلند مقام و مرتبہ

ارقم بن ابی ارقمؓ کا نماز کے ارادے سے بیت المقدس جانے کا ارادہ، آنحضورؐ کا فرمانا کہ میری مسجد میں ایک نماز اور مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے..... جس پر ارادہ تبدیل کرنا 76

اللہ نے ہمیں آپؐ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، کیسے بھیجیں؟..... 95

آنے والے مسیح موعود کے لئے نبی اللہ اور نبوت کا مقام آنحضرتؐ کی غلامی میں مل سکتا ہے 182

مثیل موسیٰؑ

آپؐ کا بائبل کی پیشگوئی کے مطابق مثیلِ موسیٰؑ ہونا 152

تبلیغ اسلام

آنحضرتؐ کی حج کے موقعہ پر مدینہ والوں کی طرف رغبت اور دعوت اسلام اور بیعت عقبہ..... 22

جُلندی کے دو بیٹوں عبید اور جَیفر کے پاس آنحضرتؐ کا ایک خط بھیجا جانا جس میں دعوت اسلام تھی 51

عبادات

آنحضرتؐ نے کل کتنے عمرے کئے؟ 93

صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں آنحضرتؐ کا عمرہ ادا کرنا اور اس کی تفصیل 305

دعائیں

آنحضرتؐ کا ایک نو عمر لڑکے کو دعا سکھانا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ صِحَّۃً..... (اسد الغابہ) 23

مدینہ کے بارے میں آپؐ کا دعا فرمانا، اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ..... 37

سفر طائف میں زخمی ہو کر آنحضورؐ کی دعا، اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ..... 304

عجز و انکساری

میں اللہ کا رسول ہوں میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا 220

اسوہ حسنہ / اعلیٰ اخلاق

معاہدوں کی پاسداری میں آنحضرتؐ کا اسوہ 330

آنحضرتؐ کا مہمان نوازی میں اسوہ 402
آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی مہمان نوازی کے آداب وطریق..... 403
مسجد میں قبلہ رخ تھوک لگا ہوا دیکھ کر آنحضرتؐ کا صاف کرنا اور فرمانا..... 432
مدینہ کے یہود کے ساتھ آنحضرتؐ کی دلداری 466
ایک مسلمان کا آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰ پر فضیلت دینا، آپؐ کا ناراض ہونا..... 466
آنحضرتؐ کا سفر کے وقت اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالنے کا اسوہ 594
آنحضرتؐ کا ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا، (کسی یہودی عورت یا مرد کا جنازہ تھا) 618،617

صحابہ سے شفقت

آنحضرتؐ کا اپنے ناخن حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کو دینا اور بال لوگوں میں تقسیم کروانا 181
حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کا اپنا سارا مال صدقہ دے دینا ..... آنحضورؐ کا میراث کے طور پر واپس لوٹانا 181
حضرت زیدؓ کو فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا... 300
آنحضرتؐ کا حضرت زید بن حارثہؓ کو گلے لگانا اور بوسہ لینا 325
آنحضورؐ نے ابن ابی حقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذؓ کو عطا فرمائی 677

غلاموں سے حسن سلوک

آنحضرتؐ کا آزاد شدہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک 321

صحابہؓ کا عشق رسولؐ

مصعب بن عمیرؓ کا مدینہ سے مکہ آنا اور ماں کی بجائے سب سے پہلے آنحضورؐ کو ملنا 663،141
عبد اللہ بن زیدؓ کا آنحضرتؐ کی وفات پر کہنا، کہ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ بَصَرِیْ..... میری بصارت لے جا کہ تا کسی اور کو نہ دیکھ پاؤں..... 183
حضرت امّ ایمنؓ کا آنحضورؐ کی وفات پر رونا کہ وحی ہم سے اٹھائی گئی..... 309
حضرت زیدؓ کو رسول اللہؐ کا محب کہا جاتا تھا 334
غزوہ احد میں ایک صحابیہ سمیراءؓ کا خاوند، بھائی اور باپ شہید ہوا، جب اس کی تعزیت کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہ کا کیا حال ہے؟..... آنحضورؐ کو دیکھ کر کہا آپؐ کے بعد ہر مصیبت معمولی ہے 377،376
صحابیات کا آنحضرتؐ سے عشق کا اظہار 379،378
طلحہ بن براء کی وفات کے وقت وصیت کہ رات کو فوت ہو جاؤں تو آنحضرتؐ کو نہ بتایا جائے مبادا آپؐ تشریف لائیں اور یہود کو شرارت کا موقعہ ملے..... 465
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ نعیمانؓ کے لئے سوائے خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے 477
حضرت خبیبؓ کی دعا کہ میرا اسلام نبی اکرمؐ کو پہنچا دینا.... آپؐ نے فرمایا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا خُبَیْبُ 501،500

عیادت وتعزیت، جنازہ

آنحضرتؐ کا حضرت عثمان بن مظعونؓ کی نعش کو بوسہ دینا اور رونا 217
مُطَّلِبْ کی روایت کہ آنحضرتؐ نے عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے سرہانے ایک بھاری پتھر اٹھا کر خود رکھا 218
حضرت امّ علاءؓ جن کے گھر میں عثمان بن مظعونؓ کا قیام تھا، ان کی وفات پر اظہار اور آنحضرتؐ کا ردّ عمل 219
حضرت زید بن حارثہؓ کی شہادت پر ان کے گھر تعزیت کے لئے جانا اور آنحضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونا، فرمایا هٰذَا شَوْقُ الْحَبِیْبِ اِلَی حَبِیْبِهٖ 333
آنحضرتؐ کا ایک نئی قبر دیکھ کر دریافت فرمانا..... اس پر جنازہ پڑھا اور فرمایا کہ جب تک میں تمہارے درمیان ہوں کوئی فوت ہو تو مجھے ضرور خبر دو..... 618
ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا، ان کا نام اُمِّ مِحْجَنؓ اور خرقاء بیان ہوا ہے 619
آپؐ کا حضرت براءؓ کی قبر پر جا کر چار تکبیرات ادا فرمانا 620

ہجرت مدینہ

سراقہ بن جُعشم کا آنحضرتؐ کا تعاقب کرنا 31

آنحضرتؐ کی ہجرت بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ 34
مدینہ میں حضرت حارثہ بن نعمانؓ کا آنحضورؐ کے مکان کے قریب مکان تھا، اپنے مکانات حسب ضرورت آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے 86
قباء میں (ہجرت مدینہ کے وقت) آنحضرتؐ کا حضرت کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام، حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے 143
ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ کا قبا سے مدینہ تشریف لانا، اس کی تفصیل 457
آنحضورؐ کا ہجرت کے وقت قباء میں کلثوم بن ھدمؓ کے گھر میں قیام فرمانا 630
سعد بن عبادہؓ، منذر بن عمروؓ اور ابو دجانہؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ سے قیام کی درخواست کرنا 666
آنحضرتؐ کا حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں سات ماہ تک قیام فرمانا 667
آنحضرتؐ مدینہ تشریف لائے تو حضرت سعدؓ روزانہ ایک پیالہ بھیجتے..... 667

شادی

حضرت حفصہؓ کی آنحضرتؐ سے شادی کی تفصیل 84

لطیف مزاح

ایک صحابی کا عورتوں میں چھپ کر ان کی باتیں سننا اور آنحضورؐ کا مزاح فرمانا..... 111
حضرت نعیمانؓ اور سویبط بن حرملہؓ کا ایک مزاحیہ واقعہ، آنحضرتؐ کا ایک سال تک اس واقعہ سے لطف اندوز ہوتے رہنا 201، 477، 478
آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کی مجالس میں محبت اور مزاح کا انداز، صرف خشک مجالس نہیں ہوتی تھیں 480

فقہ و فتاویٰ، عدل و انصاف

حضرت نعمان بن بشیرؓ کو حضرت بشیر بن سعد نے ایک غلام دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنے سارے بیٹوں کو دیا ہے؟ تو فرمایا واپس لے لو..... 88، 89
حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا کچھ مال عطا کی..... آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سب بچوں کو دیا ہے؟..... 89
حضرت حمزہؓ کی بیٹی عمارہ کا آنحضورؐ کے پیچھے آنا..... آنحضورؐ کا فیصلہ کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے 306
حضرت ظُہَیر کا بیان کرنا کہ آنحضرتؐ نے ہمیں زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا..... 392
حضرت زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصار کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396

معجزات / نشانات

حضرت عمرہ بن رواحہؓ نے اپنے شوہر اور بھائی (عبداللہ بن رواحہؓ) کے لئے غزوہ خندق پر تھوڑی سی کھجوریں اپنی بیٹی کے ہاتھ بھجوائیں، آنحضورؐ نے بچی سے وہ کھجوریں لے کر ایک کپڑے سے ڈھانپ کر تمام خندق کھودنے والوں کو بلا کر کھلائیں..... 91
حضرت نَاجِیَہ بن اَعْجَم رضی اللہ عنہ کا حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا تیر لے کر کنویں میں گاڑنا..... 119
ایک رات شدید بارش میں قتادہ بن نعمانؓ کا نماز کے لئے مسجد آنا، واپسی پر آنحضرتؐ نے ایک چھڑی دی کہ تمہارے دس قدم آگے اور پیچھے روشنی دے گی... 433
غزوہ احد میں حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈیلا باہر آنا، آنحضورؐ کا اپنے ہاتھ سے ڈیلا اندر رکھنا، ساری عمر یہ آنکھ صحیح رہی... 426
خبیب بن عبدالرحمٰنؓ کی جنگ بدر میں پسلی ٹوٹ جانا، آنحضرتؐ کا لعاب مبارک لگا کر اسے معین جگہ پر رکھ دینا، ایک دوسری روایت میں کندھے پر زخم لگنا اور ہاتھ لٹک گیا..... 485

غزوات و سرایا

آنحضرتؐ کا فرمانا کہ غزوہ بدر کے دن حضرت عباسؓ کو کوئی قتل نہ کرے، اس پر بعض صحابہ کا ردّ عمل 62
غزوہ احد کے دن مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے، ایک آنحضورؐ کے پاس اس کا نام السَّکْب تھا، دوسرا ابوبردہؓ کے پاس اس کا نام مُلَاوِح تھا 70
آنحضورؐ کا عاصم بن عدیؓ کو جنگ بدر کے موقعہ پر قباء کے

امیر مقرر کرنا 77
غزوہ بدر کے لئے آنحضرتؐ کا نکلنا، کچھ تفصیل 77
غزوہ احد کے موقعہ پر آنحضورؐ کا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے متعلق فرمانا کہ فرشتے اس کی حفاظت کر رہے ہیں 81
حضرت عمرہ بن رواحہؓ نے اپنے شوہر اور بھائی (عبداللہ بن رواحہؓ) کے لئے غزوہ خندق پر تھوڑی سی کھجوریں اپنی بیٹی کے ہاتھ بھجوائیں، آنحضورؐ نے بچی سے وہ کھجوریں لے کر ایک کپڑے سے ڈھانپ کر تمام خندق کھودنے والوں کو بلا کر کھلائیں..... 91
غزوہ بواط کے موقع پر ایک روایت کے مطابق آپؐ نے سائب بن مظعون کو اپنے بعد امیر مقرر فرمایا 116
غزوہ احد میں آنحضورؐ کے زخم دھونے کی سعادت پانے والے حضرت سالمؓ 168
جنگ احد سے بھاگنے والے صحابہ اور ان کا واپس آنا، آنحضرتؐ کی چشم پوشی، کھڑے ہو کے فرمانا..... 236
غزوہ حمراء الاسد میں دو زخمی بھائیوں عبداللہ بن سہل اور رافع بن سہل کا شامل ہونا جو ایک دوسرے کو اپنی پیٹھ پر لاد کر چلتے رہے، حضورؐ کا ان کو لمبی عمر کی دعا دینا 237
آنحضرتؐ کی آنکھوں میں غزوہ مؤتہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے آنسو آنا..... 332
آنحضرتؐ جب کسی غزوہ میں جاتے تو اپنے ہتھیار سوائے حضرت علیؓ یا حضرت زیدؓ کے کسی کو نہ دیتے 333
جنگ مؤتہ کا بدلہ لینے کے لئے آنحضرتؐ کا ایک لشکر تیار کرنا اور اس کی تفصیل 334
غزوہ احد میں حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈیلا باہر آنا، آنحضورؐ کا اپنے ہاتھ سے ڈیلا اندر رکھنا، ساری عمر یہ آنکھ صحیح رہی ...426
حضرت قتادہؓ کا جنگ احد میں آنحضرتؐ کے سامنے رہنا، اور جب کمان ٹوٹ گئی، تیر ختم ہو گئے تو اپنا سر آگے کر دیتے، جس پر ایک تیر آنکھ کے ڈیلے میں لگا، آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آنا..... 427
آنحضورؐ کی ایک کمان کُتُوم جو غزوہ احد کے روز حضرت قتادہؓ کے ہاتھ سے کثرت استعمال کی وجہ سے ٹوٹ گئی 428
خبیب بن اساف کا جنگ بدر کے سفر پر راستہ میں آنحضورؐ سے ملنا، آپ کی جرأت اور بہادری مشہور تھی، آپ کہنے لگے کہ مال غنیمت میں حصہ لینے آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا ہم مشرک سے مدد نہیں لیں گے..... 481
خبیب بن عبدالرحمٰنؓ کی جنگ بدر میں پسلی ٹوٹ جانا، آنحضرتؐ کا لعاب مبارک لگا کر اسے معین جگہ پر رکھ دینا، ایک دوسری روایت میں کندھے پر زخم لگنا اور ہاتھ لٹک گیا..... 485
غزوہ حنین کے موقعہ پر رسول اللہؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کی تعداد 496
نعمان بن قوقلؓ کی کتاب میں ایک دعا جس میں جنگ احد کے موقعہ پر جنت میں جانے کی خواہش اور اسی دن شہادت، آنحضرتؐ کا کشفاً آپ کو جنت میں دیکھنا..... 497
آنحضرتؐ نے غزوہ بدر کے بعد یہ سنت جاری فرمائی کہ جنگ کے وقت سورۃ انفال کی تلاوت کی جاتی 611
مکہ پر چڑھائی کی مہم کا پوشیدہ رکھنا اور حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا..... آپؐ کا حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجنا 611
زینب بنت حارث جس نے غزوہ خیبر میں آنحضرتؐ کو زہر آلودہ گوشت کھلایا تھا 621
آنحضرتؐ عموماً غزوہ کا ارادہ مخفی رکھتے جبکہ غزوہ تبوک کے بارہ میں کھول کر بتایا 632
آنحضرتؐ کی ایک مہم میں سفید رنگ کا جھنڈا 670
حضرت ابن عباسؓ کی روایت کہ نبیؐ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس ہوتا، جب جنگ زوروں پر ہوتی تو آنحضرتؐ انصار کے جھنڈے تلے ہوتے 672
آنحضرتؐ نے غزوہ بدر میں عضب نامی تلوار کے ساتھ شرکت فرمائی جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے تحفۃً پیش کی 672
آنحضرتؐ کا غزوہ احد سے واپسی پر مدینہ میں تشریف لانا اور گھوڑے سے اترے تو سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کا سہارا لیتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے 675

آنحضرتؐ کا مکہ کے لوگوں کی بدر کے میدان میں گرنے کی جگہ بتانا..... 675
حضرت عمرہ بنت مسعودؓ کی وفات پر آنحضرتؐ غزوہ دومۃ الجندل پر تھے، حضرت سعدؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے، مہینہ بعد آنحضورؐ نے حضرت سعدؓ کی والدہ کی نماز جنازہ ادا کی 677

وفات و تدفین

حضرت اوس بن خولیؓ کا حضرت علیؓ کو قسم دے کر آنحضورؐ کے غسل میں شامل ہونا 120
آنحضورؐ کو قبر میں اترنے والے صحابہؓ، علیؓ، فضل بن عباسؓ، قُثَمؓ، شُقران، اوس بن خولیؓ 120
آنحضرتؐ مرض ٹائیفائیڈ سے فوت ہوئے 130
آنحضرتؐ کے غسل وفات کی کچھ تفصیل 143
اَلْغَرْس نامی کنویں سے آنحضورؐ نے پانی پیتے ہوئی فرمایا یہ جنت کے چشموں میں سے ہے، آپؐ نے فرمایا میری وفات پر اس کنویں سے ساتھ مشکیزے لاکر مجھے غسل دینا 143

اعتراضات

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آنحضورؐ کی اونٹنی کا گم ہو جانا اور منافقین کا اعتراض، یہ اونٹنی خدا کے بتانے پر مقررہ جگہ سے حضرت حارث بن خزمہؓ لائے 83
روایات کے مطابق آنحضرتؐ پر جادو کرنے والے بال اور کنگھی ذروان کنویں سے حضرت جبیر بن ایاسؓ اور قیس بن محصنؓ نے نکالے تھے 122
آنحضرتؐ پر ہونے والے جادو کے بارہ میں تفصیل اور ہمارا نقطۂ نظر 122 تا 133
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا مضمون بابت آنحضورؐ پر سحر..... 125
روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک یہودی النسل لبید بن الاعصم کا آنحضورؐ پر سحر کرنا 125
منافقین کا مشہور کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضورؐ پر جادو ہو گیا..... 127، 129
آنحضرتؐ پر جادو کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات..... 132، 133
آنحضرتؐ کا اپنی ازواج سے ایک ماہ کے لئے الگ ہونا.. 173
آنحضرتؐ کے تعدد ازواج پر اعتراضات اور جواب 318
حضرت اسامہ کی قیادت پر اعتراض اور آنحضرتؐ کا ناراض ہونا اور فرمانا..... 335
آنحضرتؐ کی وفات اُس زہر سے ہوئی..... تفصیل 626

متفرق

عبداللہ بن عمروؓ بن حرام کا آنحضورؐ کو بتانا کہ بنو سلمہ اور حُسیکہ کے درمیان معرکہ کے وقت بنو سلمہ نے اس جگہ قیام کیا تھا..... 16
آنحضورؐ کا حُسیکہ جگہ کا نام بدل کر سُقیار کھنا، حضرت خلادؓ کا اس جگہ کو خریدنے کا ارادہ کرنا، لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص نے وہ جگہ خرید لی، آپؐ کا فرمانا رَبِحَ الْبَیْعُ 17
سوید بن صامت کا اپنی بہادری اور نجابت کی وجہ سے کامل کہلانا، آپؐ کو مجلّہ لقمان سنانا، حضورؐ کا تعریف فرمانا اور..... 20
سر ولیم میور کا آنحضرتؐ کی مکہ میں رہتے ہونے کی حالت کا بیان..... 21
آنحضرتؐ کا حضرت ابواُسیدؓ کے بیٹے کا نام منذر رکھنا 47، 48
حضرت قیس بن سکنؓ کا آنحضورؐ کے زمانہ میں قرآن جمع کرنا..... 51
آنحضورؐ کے دور میں چار صحابہؓ کا قرآن جمع کرنا، زید بن ثابتؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، ابوزید بن سکنؓ 51
ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحنِ کعبہ میں سورت نجم کی آیات تلاوت فرمانا، آپؐ کا سجدہ کرنا ساتھ ہی کافروں کا بھی سجدہ کرنا 56، 57
عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کے قتل پر آنحضورؐ کا شکر ادا کرنا 81
آنحضرتؐ کا حضرت جبرائیلؑ سے باتیں کرنا اور حضرت حارثہؓ کا پاس سے گزرتے ہوئے سلام نہ کرنا..... 85
حضرت حارثہؓ کا نابینا ہونے کے باوجود مسکین کو خود صدقہ دینا..... کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مسکین کی مدد کرنا بُری موت سے بچاتا ہے 86
حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے شادی اور حضرت حارثہؓ

کا ایک اور مکان آپؐ کی خدمت میں پیش کرنا.... 86، 87
حضرت سائب بن مظعونؓ کا آنحضرتؐ کے ساتھ شریک تجارت ہونا اور کہنا کہ..... 117
آپؐ نے فرمایا خلّاد کے لئے دو شہیدوں کے برابر اجر، اس کی وجہ..... 119
بیعت عقبہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیب..... 140، 143
قبا میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں اَلْغَرْس نامی کنویں سے آپؐ کا پانی پینا 143
حضرت سعد بن خیثمہؓ اور ان کے والد دونوں جنگ بدر کے لئے نکلے تو آنحضرتؐ نے فرمایا دو میں سے ایک جائے، قرعہ نکالا تو سعدؓ کے نام نکلا، 144
آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعودؑ کی بعثت 146
حضرت سالمؓ کی خوش الحانی سے قرأت، حضرت عائشہؓ کا تعریف کرنا اور آنحضورؐ کا سن کر فرمانا..... 168
آنحضرتؐ نے جن چار اصحاب سے قرآن سیکھنے کا ارشاد فرمایا، عبد اللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ، ابی بن کعبؓ معاذ بن جبلؓ 168
بخاری کی ایک حدیث، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں، علم سیکھنے کے لئے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے 173
حضرت عتبان بن مالکؓ کا اپنی کمزور بینائی پر آنحضرتؐ سے اپنے گھر میں نماز کی اجازت مانگنا اور اجازت نہ ملنا پھر بعد میں اجازت مل جانا..... 173، 174
ایک شخص کا آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنا کہ جنت میں تو آپ کو نہ پاؤں گا تو آیت نازل ہوئی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ...(النساء:70) 181 تا 183
عثمان بن مظعونؓ کی اہلیہ کا ازواج مطہرات کے پاس آنا اور ان کی زہد و ریاضت کا بیان، آنحضرتؐ کا دلنشین انداز میں ان کو سمجھانا..... 212
ابو سفیان کی آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی ایک خفیہ سازش اور..... 233 تا 235
صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کا پہرہ دینے والے سلمہ بن اسلمؓ اور عباد بن بشرؓ 235
آنحضرتؐ کا اس پر بیعت لینا کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ پسند ہو یا ناپسند 272
سفر طائف کے وقت عتبہ اور شیبہ کا آنحضورؐ کو انگور بھیجنا 304
مطعم بن عدی کا سفر طائف کے بعد آنحضورؐ کو پناہ دینا 305
علیؓ کا معاہدہ حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ کے نام محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ کا الفاظ مٹانے سے انکار کرنا 305، 306
آنحضرتؐ کا امّ ایمنؓ کو کھجوروں کے کچھ درخت دینا اور پھر واپس مانگنے تو..... 308
حضرت عائشہؓ کا بیان فرمانا کہ حضرت امّ ایمنؓ نے آنحضورؐ کو کہا کہ مجھے پانی پلائیں..... 309
حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدین علی بن حسین کی روایت کہ آنحضرتؐ کو وحی ہو چکی تھی کہ زید طلاق دے دیں گے..... 311
آنحضرتؐ کا اپنی ازواج کو فرمانا اَسْرَعُكُنَّ لِحَاقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا 315
آنحضرتؐ جب بھی کسی لشکر کو بھیجتے اگر اس لشکر میں حضرت زید بن حارثہؓ ہوتے تو ان کو امیر مقرر فرماتے 322
حضرت حارث بن عُمیرؓ، آنحضورؐ کے واحد قاصد جو شہید کئے گئے 331
حضرت اسامہؓ اور حضرت حسنؓ کو گود لینا اور فرمانا اے اللہ ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں 333
آنحضرتؐ کی وفات اور اسامہ کا لشکر واپس آنا، حضرت بریدہؓ نے وہ جھنڈا آنحضورؐ کے دروازے پر لگا دیا، جسے حضرت ابو بکرؓ نے بعد اسامہ کی طرف بھجوایا کہ وہ اسکو لے کر روانہ ہو جائیں..... 335، 336
حارث کا اسلام قبول کرنے کے بعد مجذرؓ کو غزوہ احد میں اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے شہید کرنا، حضرت جبرائیلؑ نے یہ سب آپؐ کو بتایا، آنحضرتؐ کا اس کو قتل کرنے کا حکم 375

حضرت قتادہؓ کا سورۃ اخلاص پر ساری رات گزارنا آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے 431
مسجد ضرار والی جگہ آنحضرتؐ نے عاصم بن عدی کو دینا چاہی تو انہوں نے معذرت کر لی، آپؐ نے وہ جگہ پھر ثابت بن اقرمؓ کو دے دی..... 441
اصحاب صفّہ کا قرآن پڑھنا اور آنحضورؐ کا ان کے درمیان بیٹھ جانا اور فرمانا..... 454
حضرت عبادہ بن صامتؓ کو صدقات کا عامل بناتے ہوئے آنحضورؐ کی نصیحت 459
آنحضرتؐ کے عہد میں انصار میں سے جن پانچ آدمیوں نے قرآن جمع کیا، معاذ بن جبلؓ، عبادہ بن صامتؓ، ابی بن کعبؓ، ابو ایوب انصاریؓ اور ابو درداءؓ 459
آنحضرتؐ کا قرآن سکھانے کے لئے آدمی صحابہؓ کے سپرد کرنا اور کسی نے کمان ہدیہ میں دی آپؐ نے لینے سے منع فرمایا..... 469
ہم نے آنحضرتؐ سے چستی اور سستی پر حال میں بات سننے اور ماننے، خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ اور امر بالمعروف..... پر بیعت کی 470
آنحضرتؐ کا حضرت عبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لئے جانا اور وہاں فرمانا کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟.... طاعون کی وجہ سے مر جانا، پانی میں غرق ہو جانا، پیٹ کی بیماری اور نفاس کی حالت میں..... 470
آنحضرتؐ کا حضرت امّ حرامؓ کے گھر جانا اور آپؐ کا ان سے رشتہ..... 472
حضرت عبادہ بن صامتؓ کا اپنی آخری بیماری میں ایک حدیث بیان کرنا کہ آنحضرتؐ کے ہاتھ پر کن امور کی بیعت کی..... 473
صُنَابِحِیؓ کی روایت کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اپنے آخری وقت میں حدیث سنائی کہ اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی جس نے کہا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے رسول..... 474
آنحضرتؐ کا اپنے چچا کے ہمراہ شام کے تجارتی سفر میں بصریٰ میں قیام 477
صحابہ نے مذاق میں کسی کا اونٹ حضرت نعیمانؓ سے ذبح کروالیا، بدو کی شکایت پر نعیمانؓ کا چھپ جانا، آنحضرتؐ کا ان کو ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبدالمطلب ؓ کے گھر سے تلاش کر لینا 479
نَہَّارُ الرِّجَالِ بِنْ عُنْفُوَہْ کو آنحضرتؐ نے اہل یمامہ کی طرف معلم بنا کر بھیجا تا کہ مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کی تردید کرے لیکن وہاں جا کر نہ صرف مرتد ہو گیا بلکہ یہ کہا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مسیلمہ نبوت میں میرے ساتھ شریک ہے 491
ایک صحابی کا جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہونا، آنحضورؐ نے فرمایا دو رکعتیں ادا کرو..... 498
آنحضرتؐ نے معاشرے میں امن و سکون قائم رکھنے کے لئے جو نصائح فرمائیں اس میں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ ظلم نہیں کرتا..... 520
آپؐ کا ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ حضرت مقدادؓ کی شادی کروانا 604
عیینہ بن حصن کا آپؐ کے اونٹوں کو لے جانا اور چرواہے کو مار ڈالنا.... حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا تعاقب کرنا.... 610
ایک صحابی جس کو امیر بنا کر بھیجا واپسی پر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ امارت کے منصب کو کیسا پایا 611، 612
آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616
آنحضرتؐ کا اپنی وفات کے قریب فرمانا کہ تمہارے بھائی کے ساتھ میں نے خیبر میں جو لقمہ کھایا تھا اس کی وجہ سے میں اپنی رگوں کو کٹتا ہوا محسوس کرتا ہوں..... 625
مدینہ میں شام کی سمت اَبُو الْہَیْثَم بن تَیِّہَان کا کنواں، آنحضرتؐ کو اس کا پانی پسند تھا 643
موسیٰؑ کی طرح آنحضرتؐ کا بارہ نقیب مقرر کرنا 664
آنحضرتؐ کا حضرت سعدؓ کے گھر دعوت پر جانا 668
آنحضورؐ کا حضرت ابو ایوبؓ کے گھر میں قیام 668

حضرت امّ ایوبؓ کا آنحضرتؐ کے کھانے کے بارہ میں تفصیل بیان کرنا 668

آنحضورؐ کا حضرت سعدؓ کے گھر جانا اور السلام علیکم فرمانا اور ان کا جواب نہ دینا..... 669

آنحضرتؐ کے پاس سات زرہیں، ایک ذات الفضول، اس کی تفصیل..... 672

آنحضورؐ کا اپنی زرہ ابو شحم نامی یہودی کے پاس ایک سال کے لئے بطور رہن رکھوانا، تیس ساع جَو کے بدلے 672

آنحضورؐ کا حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے جانا اور راستہ میں عبد اللہ بن ابی بن سلول کا بدتمیزی کا رویہ..... 672

محمد صاحب، سیر الیون کا کلو ڈیڑھ کلو چاول چندے میں دینا، ایک بوری مل گئی..... 578

محمد ابراہیم صاحب 175

چوہدری محمد ابراہیم صاحب سابق مینیجر ماہنامہ انصاراللہ 600

شیخ محمد احمد صاحب مظہر 380

مولوی محمد احمد صاحب مبلغ سلسلہ پال گھاٹ کیرالہ انڈیا کا ذکر خیر 574

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ 102، 380

محمد اسلم صاحب (غیر احمدی صحافی) کے حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں تاثرات 104

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ 380

حضرت قاضی محمد اکبر صاحبؓ 486

ملک محمد اکرم صاحب مبلغ سلسلہ یو۔کے کا ذکر خیر 223، 224

محمد بن اسماعیل بخاری 442

محمد بن ثابت کا حضرت سالمؓ کی شجاعت اور شہادت کا واقعہ بیان کرنا..... 172

محمد بن جریر طبری 315

محمد بن جعفر 167

محمد بن عبد اللہ 178

محمد بن عمر واقدی 108، 178، 183، 194، 671

واقدی کا کذب بیانی میں شہرت رکھنا 316

محمد بن مسلمہؓ 92، 427، 546

محمد بن مسلمہؓ کے گھوڑے کا نام ذُواللَّمَّہ 194

محمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ زیمبیا 175

حضرت محمد جمال صاحبؓ 256

حضرت ماسٹر محمد حسن آسانؓ کا قابل تعریف نمونہ، مصلح موعودؓ کا فرمانا ان کا نمونہ قابل تعریف ہے اپنی اولاد کو گریجویٹ کر کے چار کو سلسلہ کے سپرد کر دیا..... 64

حضرت محمد حسن آسان دہلوی صاحبؓ کا خطبہ الہامیہ کا نشان دیکھنے کے لئے قادیان آنا 64

مولوی محمد حسین بٹالوی 156، 206، 255

محمد حسین بٹالوی سے نظام الدین صاحب کا کہنا کہ قرآن سے کوئی ایک آیت وفات مسیح کی دیں میں مرزا صاحب کو پیش کروں گا..... احمدیت قبول کر لی 157، 158

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب 94

محمد دین صاحب 628

محمد زکریا صاحب مبلغ سلسلہ لائبیریا 486، 487

سید محمد سرور 486

محمد سفیر الدین صاحب، مربی سلسلہ 342

شیخ محمد سلطان صاحب 96

محمد شمشیر خان صاحب، ناندی فجی کا ذکر خیر 487

محمد شہادہ 367

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ 105

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ 24

حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ 102

محمد عبد الرحمٰن بن سعد 661

مولوی محمد علوی صاحب 574

راجہ محمد علی صاحب 600

مولوی محمد علی صاحب 278

نواب محمد علی خان صاحبؓ 278، 380

نواب محمد علی خان صاحب کی نواسی امۃ الشکور صاحبہ 475

حیدر آباد مشن ہاؤس میں آگ اور مولانا محمد عمر صاحب اور ان کی فیملی کا معجزانہ طور پر بچ جانا 599

محمد محسن تبسم صاحب، معلم وقف جدید 487
ڈاکٹر محمد محمود صاحب 366
محمد مومن صاحب، معلم وقف جدید 487
الحاج محمد وکیل یاتارا صاحب، گنی کناکری 412
محمد ولید احمد صاحب مربی سلسلہ 96
چوہدری مولانا محمد یار عارف صاحب، مبلغ انگلستان، نائب امام مسجد لندن 460، 462
محمد یار عارف صاحب کا 1940ء میں قرار داد پاکستان کے جلسہ میں بطور نمائندہ جماعت احمدیہ شامل ہونا 460
محمود صاحب، مربی سلسلہ 365
قریشی محمود صاحب 382
حافظ محمود احمد طاہر صاحب استاد جامعہ احمدیہ تنزانیہ 175
میر محمود احمد صاحب ناصر 653
محمود بن مسلمہؓ 199، 200
حضرت محمود حسن خان صاحبؓ مدرس پٹیالہ 64
محمود طاہر صاحب 226
محمودہ سلطانہ کاشف 190
مخرمہ بن عبد العزّی 494
مَدَائِنِی 671
مدلاج، حضرت مدلج بن عمروؓ کا ایک نام 392
حضرت مدلج بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 392
مدلجؓ کا اپنے بھائیوں ثقف بن عمروؓ، مالک بن عمروؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 392
حضرت مرارہ بن ربیع عمریؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 646
مرارہ بن ربیعؓ کی توبہ قبول ہونی..... 646
مرتضیٰ صاحب ایران کا کہنا کہ ان لوگوں کو آپ کے خلیفہ سے اسلام سیکھنا چاہیئے 562
مرثد بن ابو مرثدؓ 609
مَرْثَد بن اَبِی مَرْثَد اَلْغَنَوِی رضی اللہ عنہ کی حضرت اوس بن صامتؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 72
مَرثَد بن اَبُو مَرثَدؓ کا واقعہ رجیع میں شہید ہونا 292
مروان 76
مروان بن حکم 390
مریم ثمر 382
مریم سلمان گُل صاحبہ بنت مبارک احمد صدیقی صاحب کا ذکر خیر 325
حضرت مریم صدیقہ صاحبہؓ 24
مریم صدیقہ صاحبہؓ، چھوٹی آپا کا امریکہ کی لجنہ اماء اللہ کے میگزین کا نام عائشہ رکھنا 25
مساحق، عبد اللہ بن مخرمہؓ کا بیٹا جو کہ زینب بنت سراقہ کے بطن سے پیدا ہوا 494

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تقاریر و خطابات

مالی میں حضور انور کا وقف جدید کے حوالہ سے خطبہ سن کر غیر احمدیوں کے دلوں میں تحریک اور 85 افراد کا احمدیت قبول کرنا اور مالی قربانی کرنا 12
مسجد مبارک اسلام آباد کا افتتاح، پہلا خطبہ جمعہ اور حضور انور کا اندر آکر سجدۂ شکر 257
ایم ٹی اے پر حضور کے خطبات دیکھ کر احمدیت قبول کرنا اور خلافت کو صحیح راہنما سمجھنا 280
مسٹر Hans Oliver، فرینکفرٹ کی ایک لاء فرم کے سینئر پارٹنر کے حضور انور کی تقریر پر تاثرات 354
لیلیٰ صاحبہ، سوئٹزرلینڈ، حضور کی تقریر میں امن ہی امن ...اور یہ کہ مذہب مسئلہ نہیں بلکہ مسائل کا حل 356
سینیگال کے ایک کمشنر کا جرمنی جلسہ اور حضور کی تقریر سے متاثر ہونا 364
جلسہ یوکے، حضور کی تقاریر سے متاثر ہونے والے مہمانوں کے تاثرات 408 تا 423
فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں تقریب جس میں حضور انور نے اسلامی تعلیمات اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان فرمایا 560
حضور انور کا جرمنی برلن میں اسلامی تعلیم اور اسلام کا تعارف کروانا 560

حضور انور کی تقریر سن کر ایک کیتھولک چرچ کے پادری کا کہنا کہ آج تک میں نے اسلام کے خدا پر اتنا گہرا اور وسیع تبصرہ نہیں سنا.... 567
برلن میں حضور انور کا اسلام اینڈ یورپ کے موضوع پر خطاب..... 570
سینٹرل افریقہ، بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا حضور کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580

دورہ جات

مسجد مبارک اسلام آباد کا سنگِ بنیاد، حضور انور سے اینٹ پر دعا کروانے کے بعد عثمان چینی صاحب کا اینٹ رکھنا، حضور کینیڈا کے دورے پر تھے، گویا اس میں چینی قوم کا حصہ ہو گیا 281
حضور انور کا دورۂ یورپ کے تاثرات اور غیر معمولی افضال وبرکات کا تذکرہ فرمانا 560تا575
حضور انور کے دورۂ یورپ کے دوران ہونے والی تقاریب اور اس میں شامل مہمانوں کے تاثرات 560تا575
حضور انور کے دورۂ یورپ کی میڈیا کے ذریعہ کوریج کی تفصیل..... 573

نصائح وہدایات

اسلام آباد کی نئی بستی میں رہنے والوں کے لئے نصائح 260
بعض صدران کا ٹرم ختم ہونے سے پہلے کام چھوڑ دینا اور حضور انور کی نصیحت وراہنمائی 272
جلسہ سالانہ کے مقاصد اور ہماری ذمہ داریاں.....اور نصائح 343تا351
بعض عہدیداران کو نصیحت کہ دنیاوی عہدے کی طرح نہ سمجھا جائے 349
جلسہ سالانہ کے حوالے سے ضروری ہدایات 398
جلسہ سالانہ (یوکے) متفرق شعبہ جات کو ہدایات اور ان کے کارکنان کے اخلاص اور محنت..... 399تا404
جلسہ پر شامل ہونے والے مہمانوں کو ہدایات 405
آپس میں سلام کرنے کو رواج دینے کی نصیحت اور اہمیت 405
جلسہ سالانہ کے مقاصد اور ہمارے فرائض و آداب، نصائح..... 405تا407
ہر احمدی کے لئے نصیحت کہ اطاعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہئے..... 471
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کو نصائح..... 505
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے نصائح کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، نمازوں اور عبادات..... 550
ہمارے افسروں اور عہدیداران کے لئے نصیحت 611،612

متفرق

حضور انور کی نیوزی لینڈ میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت کرنا 159،160
ویرینا لُڈوِگ صاحبہ Vereena Ludwig، لفتھانسا ائیر لائن کی ایکسپرٹ، امام جماعت کی گفتگو کی طاقت..... 354
مسٹر نوبرٹ واگنر (Nobert Wagner) امیگریشن لائر، امام جماعت احمدیہ کا مہاجرین وغیرہ کے باہمی معاملات پر اظہار..... 355
مسٹر شیپ زکرجی (Mr. Shaip Zeqiraji) صاحب کا گائے بیچ کر جرمنی کے سفر کے اخراجات پورے کرنا اور خلیفۃ المسیح کی زیارت کرنا 361،362
حضور انور کا 1988ء کے جلسہ یوکے میں پہلی بار شامل ہونا اور مشاہدہ کا بیان 400
ایک غیر از جماعت کی خلیفۃ المسیح سے ملاقات اور ایک انقلابی تبدیلی..... 417
طاہر عارف صاحب کو حضور انور کا کلاس فیلو رہنے کا اعزاز 460
حضور انور کا بدری صحابہ کے ذکر میں دوسروں کا بھی ذکر فرمانا کہ تاریخ کا بھی علم ہو جائے 485
مسطح بن اثاثہؓ 191
مسطح بن اثاثہؓ کی حضرت زید بن مزینؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 114
راجہ مسعود احمد صاحب ابن راجہ محمد نواز پنڈ دادنخان کا ذکر خیر 600
مسعود احمد خان 379
مسعود بن ربیعؓ کی حضرت عبید بن تیہانؓ کے ساتھ

مؤاخات قائم ہونا 177
مسعود بن ربیعہ بن عمروؓ کی کنیت ابو عمیر 398
مسعود بن ربیعہؓ کے والد کا نام ربیع، ربیعہ اور عامر بھی بیان ہونا 398
مسعود بن غافل 451
مسعود بن قیس 661
مسعود بن هُنَيْدَة 167
مسعود حسن خان دہلوی کی کتاب نئی زندگی 65،64
مسیلمہ کذاب 55
مسیلمہ کا بیٹا شُرَحْبِیل 492
مسیلمہ کے قتل کی تفصیل 493
حضرت ابو بکرؓ کا عکرمہ بن ابو جہل کی سرکردگی میں مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے لشکر بھجوانا 491
نَهَارُ الرِّجَال بِنْ عُنْفُوَة کو آنحضرتؐ نے اہل یمامہ کی طرف معلم بنا کر بھیجا تا کہ مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کی تردید کرے لیکن وہاں جا کر نہ صرف مرتد ہو گیا بلکہ یہ کہا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مسیلمہ نبوت میں میرے ساتھ شریک ہے 491
مصطفیٰ ثابت صاحب کو خلیفہ رابعؒ کا لندن میں رقیم پریس لگانے کے لئے مشتمل کمیٹی کا ممبر بنانا 504
مصعب بن عمیرؓ 56
مصعب بن عمیرؓ کا مدینہ سے مکہ آنا اور ماں کی بجائے سب سے پہلے آنحضورؐ کو ملنا 141
جنگ بدر میں رسول اللہؐ کے ساتھ دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیرؓ اور دوسرے پر زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسودؓ سوار ہوتے 145
مصعب بن عمیرؓ کا ماں سے پہلے آنحضرتؐ سے ملنا 663
مصور دین صاحب کا مسجد مبارک لندن کی کیلی گرافی میں مدد کرنا 268
مطعم بن عدی کا سفر طائف کے بعد آنحضورؐ کو پناہ دینا 305
مُطَّلِب کی روایت کہ آنحضرتؐ نے عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے سرہانے ایک بھاری پتھر اٹھا کر خود رکھنا 218
شیخ مظفر احمد صاحب 96
مظفر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ 96
مُظَهِّر بن رَافِعؓ، بدری صحابی 386
مُظهر رضی اللہ عنہ اور ظُهیر رضی اللہ عنہ دونوں بھائیوں کا جنگ بدر میں شامل ہونا 386
مظهر رضی اللہ عنہ کے بھائی ظُهیر بن رافعؓ 391
معاذ بن جبلؓ 633،619،79،16
معاذ بن جبلؓ کا آنحضرتؐ کے عہد میں قرآن جمع کرنے والے پانچ انصار میں شمار ہونا 459،51
معاذ بن جبلؓ کا ان چار خوش نصیب صحابہ میں شمار ہونا جن سے آنحضرتؐ نے قرآن سیکھنے کا ارشاد فرمایا 168
معاذ بن عفراءؓ 184
معاذ بن عفراءؓ کی معمرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 391
معاذ بن عفراءؓ کا امیہ بن خلف کو قتل کرنے والوں میں شامل ہونا 485
حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 183
معاذؓ کے والد حضرت عمرو بن جموحؓ کا قبول اسلام 183
معاذ بن عمروؓ کا اپنے بھائی حضرت معوذ بن عمروؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہونا 183
معاذ بن عمروؓ کا ابو جہل کو قتل کرنے والوں شامل ہونا، اس کی تفصیل 184
معاذ بن عمرو بن جموح کیا ہی اچھا شخص ہے 187
معاذ بن ماعصؓ کی حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 166
معاذ بن نعمان 397
امیر معاویہؓ 456،459،460،477،611،638،439،393،388،116،88،70،54
معاویہؓ کے دور میں ابو ہریرہؓ کا مدینہ کا گورنر رہنا 453
معاویہؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ کا ملک شام میں کچھ اختلاف ہونا، معاویہؓ کا حضرت عثمانؓ کی خدمت میں خط لکھنا جس پر حضرت عبادہؓ کو مدینہ واپس بلایا جانا.... 471،470
معاویہ بن ابو سفیان کے زمانہ میں حضرت امّ حرامؓ کا

سمندری سفر میں شامل ہونا اور..... پھر فوت ہونا 472
معبد، قبیلہ خُزاعہ کا رئیس 239
مَعْبَدبن أَزْعر 495
حضرت معبد بن عباذؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 48
مُعَتِّبْ بن عُبَیدؓ کا واقعہ رجیع میں شہید ہونا 292
معتب بن قشیر کا ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں شامل ہونا 441
مُعَتِّبْ بن قُشَیر انصاریؓ 622
مَعقِل 166
حضرت معمر بن حارثؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 390
معمر بن حارثؓ کا بنو مظعون سے ہجرت کرنے والوں میں شامل ہونا 391
معمرؓ کی معاذ بن عَفراءؓ سے مؤاخات قائم ہونا 391
حضرت معن بن عدیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 192، 438، 440، 443
معن بن عدیؓ کی حضرت زید بن خطابؓ سے مؤاخات قائم ہونا 444
معوذؓ کا غزوہ بدر میں شامل ہونا 16
معوذؓ، قاتلین ابو جہل میں سے ایک 185
حضرت معوذ بن عمرو بن جموحؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 619
معوذ بن عمروؓ کا اپنے بھائی حضرت معاذ بن عمروؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہونا 183
مغیرہ بن حکم 236
مغیرہ بن شعبہؓ 660
مقاتل بن سلیمان 182
حضرت مقداد بن اسودؓ کندی / مقداد بن عمروؓ بدری صحابی کا ذکر خیر..... 196، 603
جنگ بدر میں رسول اللہؐ کے ساتھ دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیرؓ اور دوسرے پر زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسودؓ سوار ہوتے 145
مقداد بن عمرو، حضرت مقداد بن اسودؓ کا ایک نام 603
آپؐ کا حضرت مقدادؓ کی شادی ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ کروانا 604
حبشہ کی طرف ہجرت میں حضرت مقدادؓ بھی شامل تھے 604
مقدادؓ کی اولاد، کریمہ، عبد اللہ 604، 613
حضرت مقدادؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر کہنا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے فَاذْهَبْ أَنْتَ..... 607
مقدادؓ کے گھوڑے کا نام سَبْحَہ 609
مکہ پر چڑھائی کی مہم کا پوشیدہ رکھنا اور حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا..... آپؐ کا حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجنا 611
مقدادؓ کا جذبۂ جہاد اور سورہ توبہ کی ایک آیت سے استدلال..... 613
مقدادؓ کی وفات کیسٹر آئل پینے سے ہوئی 613
اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے، حضرت علیؓ، مقدادؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ..... 613، 614
مقدادؓ کے متعلق وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ..... نازل ہونا 614
مقدادؓ پہلے صحابی جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھوڑے پر لڑائی میں حصہ لیا 614
مقدادؓ کا ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جانا، ایک چوہے کا بل سے سترہ دینار ایک ایک کر کے نکالنا... 615
آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616
مقدادؓ اور عتبہؓ کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا 648
مِقْدَامْ بن مَعْدِی کَرِبؓ 456
مقسم، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہؓ کا ایک نام 55
ملاحت صاحبہ نواسی صاحبزادی اٰیۃ الشکور صاحبہ 476
مُلَاوح، غزوہ احد کے دن ابو ہریرہؓ کے گھوڑے کا نام 70
ملحان بن خالد 472
ملیکہ بنت عبد اللہ 630
مُلیکہ بنت مالک 41

مندوس بنت عبادہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ کی بہن 661
منذر بن ابواُسیدؓ کا نام آنحضرتؐ نے رکھا 47، 48
منذر بن عمروؓ 666
منذر بن عمرو الساعدیؓ 42
حضرت منذر بن عمرو بن خُنیسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 45
مُنْذِر بن عَمْروؓ، بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر آنحضورؐ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب 143
منذر بن عمروؓ کی طلیبؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 166
منذر بن عمروؓ، سعد بن عبادہؓ اور ابو دجانہؓ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ سے قیام کی درخواست کرنا 666
منذر بن قدامہؓ 387
منذر بن محمدؓ 82
منذر بن محمدؓ کی حضرت طفیل بن حارثؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 41
حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ 99
منور احمد ناصر 599
منیر الحصنی صاحب 474
مُهَانَه بنتِ جابر 221
مودود احمد خان صاحب (امیر جماعت کراچی) ابن نواب مسعود احمد خان صاحب کا ذکر خیر 379
مودود احمد خان صاحب امیر جماعت کراچی 380
مودود احمد خان صاحب کو سورۃ المؤمنون سے بہت لگاؤ ہونا، خدام الاحمدیہ کے پروگراموں میں اس سورۃ کی تلاوت کرواتے..... 384
موسو کمار اصاحبہ کا ذکر، چندہ وقف جدید کے لئے کچھ نہ تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سوڈالر چندہ دئے ہیں اور پھر صبح بیٹے کا پیسے بھجوانا اور اس خواب کا پورا ہونا 10
حضرت موسیٰ علیہ السلام 132، 154
آپؑ کا بائبل کی پیشگوئی کے مطابق مثیلِ موسیٰؑ ہونا 152
ایک مسلمان کا آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰ پر فضیلت دینا، آپؐ کا ناراض ہونا..... 466
موسیٰؑ کے مقابلہ پر بلعم کا ایمان ضائع ہونا..... 558
عبداللہ بن مسعودؓ کا کہنا..... حضرت مقدادؓ کا جنگ بدر کے موقعہ پر کہنا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ..... 607
موسیٰؑ کی طرح آنحضرتؐ کا بارہ نقیب مقرر کرنا 664
موسیٰ بن عقبہ 108، 183، 443
موسیٰ بن یعقوب 611
موسیٰ ستار صاحب کا مسجد مبارک لندن کی کیلی گرافی میں مدد کرنا 268
موسیٰ سسکو صاحب، مالی کا ذکر خیر 162
مویشیے جمعہ صاحب، تنزانیہ کا ذکر خیر 228
میسرہ، حضرت خدیجہؓ کا غلام 478
حضرت میمونہؓ 120

ن

نَاجِیَہ بن اَعْجَم رضی اللہ عنہ کا حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ کا تیر لے کر کنویں میں گاڑنا..... 119
نادیہ نفیسہ صاحبہ 487
حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، خلیفۃ المسیح الثالثؒ 65، 176، 424، 462
خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا صبیحہ حمید بنت چوہدری عبدالحمید صاحب کا نکاح سلطان ہارون صاحب کے ساتھ پڑھانا اور چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کا ذکر خیر بھی فرمانا..... 188
خلیفہ ثالثؒ نے کرنل سلطان صاحب کے بارہ میں فرمایا تھا گولیاں آئیں گی لیکن اوپر سے گزر جائیں گی... 189
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دورہ گھانا اور صدیق آدم صاحب کا زیارت کرنا اور تبدیلی پیدا ہونا، خلیفہ کی زیارت کے لئے پاکستان کا سفر..... 339
خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیٹی امۃ الشکور صاحبہ کا ذکر خیر 475
خلیفہ ثالثؒ فرمایا کرتے تھے کہ مسکراتے رہا کرو کیونکہ یہ صدقہ ہوتا ہے 476
خلیفہ ثالثؒ کا ایک مبلغ کو افریقہ روانہ کرتے ہوئے نصیحت فرمانا کہ افریقن سے محبت کرتے رہنا 503

آپؐ کا سیرالیون میں پریس لگانے پر تعریف کرنا 503
حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ 278،100
نجاشی اصحمہ، حبشہ کا بادشاہ تھا جس کے عرب کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے 436،56
ڈاکٹر خواجہ نذیر احمد 255
خواجہ نذیر احمد صاحب کیمسٹری پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ 256
نَسِیْبَہ بنتِ اَزْھَر 51
نصر بن حارثؓ کا ایک نام نُمَیر بن حارِث بیان ہونا 373
حضرت نصر بن حارثؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 373
نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ، اماں جانؓ نے ربوہ میں اپنے خاوند کی جس آخری شادی میں شرکت فرمائی 242
نصیر احمد ابن علی محمد صاحب راجن پور کا ذکر خیر 628
نضلہ بن عبد اللہ 194
نظام الدین صاحب (ریٹائرڈ جسٹس) بنگلہ دیش 419
نظام الدین صاحب کا سات حج کرنا 157
نظام الدین صاحب کا محمد حسین بٹالوی سے کہنا کہ قرآن سے کوئی ایک آیت وفات مسیح کی دیں میں مرزا صاحب کو پیش کروں گا..... احمدیت قبول کر لی 158،157
نعمان بلوی، حضرت نعمان بن عصرؓ کا ایک نام 373
نعمان بن زید 426
نعمان بن بشیرؓ کو ان کے والد کا ایک غلام دینا، آپؐ کا دریافت فرمانا سب بیٹوں کا دیا ہے؟ نفی میں جواب پر غلام واپس لینے کا ارشاد فرمانا 89،88
نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا کچھ مال عطا کی..... آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سب بچوں کو دیا ہے؟..... 89
حضرت نعمان بن سنانؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 376
حضرت نعمان بن عبد و عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 376
نعمان بن عبد عمروؓ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے 118
نعمانؓ کے دادا ثعلبہ بن دعد 455
حضرت نعمان بن عصرؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 373
نعمان بن عصرؓ کا نام لقیطہ بن عصر اور نعمان بلوی بھی بیان ہونا 373
نعمان بن عمروؓ 232
حضرت نعمان بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 477
حضرت نعمان بن مالکؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 496
نعمان بن قوقل، حضرت نعمان بن مالکؓ کا ایک نام 496
نعمان بن قولؓ، قوقل کی وجہ تسمیہ 496
خیبر کے موقعہ پر حضرت ابوہریرہؓ کا حصہ مانگنا، سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا کہ نہ دیا جائے جس پر ابوہریرہؓ نے کہا یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے..... 497
نعمان بن قوقلؓ کی کتاب میں ایک دعا جس میں جنگ احد کے موقعہ پر جنت میں جانے کی خواہش اور اسی دن شہادت، آنحضرتؐ کا کشفاً آپ کو جنت میں دیکھنا..... 497
نعمان بن مالک، مجذّر بن ذیاد اور عبادہ بن حِسحاس کو غزوہ احد کے موقعہ پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا 497
نعمان بن سنانؓ 376
نعیم اقبال صاحب مبلغ فجی 162
حضرت نعیمان / نعمان بن عمروؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 477
نعیمانؓ اور سویبط بن حرملہؓ کا ایک مزاحیہ واقعہ، آنحضرتؐ کا ایک سال تک اس واقعہ سے لطف اندوز ہوتے رہنا 201
نعیمانؓ کی اولاد، محمد، عامر، سَبْرَۃ، لُبَابَہ، کَبْشَہ، مریم اور اُمِّ حَبِیب، اَمَۃُ اللہ اور حَکِیمہ 477
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ نعیمانؓ کے لئے سوائے خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے 477
حضرت ابو بکرؓ کا تجارت کے لئے بصریٰ ملک شام کی طرف ایک سفر جس میں حضرت نعیمانؓ اور حضرت سویبط بن حرملہؓ بھی تھے، ایک دلچسپ مزاحیہ واقعہ جس سے آپؐ بہت لطف اندوز ہوئے 478،477
صحابہ نے مذاق میں کسی کا اونٹ حضرت نعیمانؓ سے ذبح کروالیا، بدو کی شکایت پر نعیمانؓ کا چھپ جانا، آنحضرتؐ کا ان کو ضُبَاعَہ بنتِ زُبیر بن عبد المطلبؓ کے گھر

سے تلاش کر لینا 479
زبیر بن بکار کا اپنی کتاب اَلْفُکَاھَۃ و المِزَاح میں میں حضرت نعیمانؓ کے متعلق ایک واقعہ لکھنا 480
نفیس احمد عتیق صاحب مربی سلسلہ 66
نفیل بن حرث کا ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں شامل ہونا 441
نُفیل بن عبد العزّٰی 295
مس نکیتا، ایرانی النسل، انہیں حضرت سلمان فارسی اور حضرت مسیح موعودؑ کا تعارف کرایا 418
نمیر بن حارث، نصر بن حارثؓ کا ایک نام 373
نَھَارُ الرِّجَال بِنْ عُنْفُوَۃَ کو آنحضرتؐ نے اہل یمامہ کی طرف معلّم بنا کر بھیجا تا کہ مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کی تردید کرے..... 491
نُوَارُ بِنتِ عَامِر 395
نَوار بنت مالک 617
مسٹر نوبرٹ واگنر (Nobert Wagner) امیگریشن لائر، امام جماعت احمدیہ کا مہاجرین وغیرہ کے باہمی معاملات پر اظہار..... 355
مولوی نور احمد صاحب لودھی ننگل ضلع گورداسپور 255
علامہ نور الدین حلبی 233، 482
حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ
71، 97، 98، 101، 102، 103، 104، 107، 274، 277، 285، 628
آپؓ کے خلیفہ بننے پر بعض مخالفین کا کہنا کہ... 278، 279
آپؓ کا واقعہ بیان کرنا کہ کسی جوہری کے ہیرے گر پڑے اور بچے شیشے کی گولیاں سمجھ کر ان سے کھیلنے لگے..... 288
حضرت خلیفہ نورالدین صاحبؓ جمونی 384
نوفل بن عبد اللہ کا ہجرت مدینہ کے وقت آنحضورؐ کو اپنے ہاں قیام فرمانے کی درخواست کرنا 457
نَوفَل بن مُعَاوِیَہ دَیْلِیّ 376، 394
امام نووی 473

و

واقد بن عبد اللہؓ 169، 620
حضرت واقد بن عبد اللہؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 169، 371، 620
واقدؓ کا عمرو بن حضرمی کو قتل کرنا، یہ پہلا مشرک تھا جو اسلامی تاریخ میں قتل ہوا 372
وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کا شہید کیا 440، 493
وحشی بن حرب نے حضرت طفیل بن نعمانؓ کو غزوہ خندق میں شہید کیا 117
وحیدوف، ازبکستان، لٹویا، کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584
ودقہ، ورقہ بن ایاسؓ کا ایک نام 194
ودیعہ بن عمرو، رفاعہ بن عمروؓ کا ایک نام 113
ودیعہ کا ابن اسحاق کے نزدیک مسجد ضرار بنانے والوں میں شامل ہونا 441
ورفہ، ورقہ بن ایاسؓ کا ایک نام 194
حضرت ورقہ بن ایاسؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 49، 194
ورقہ بن ایاسؓ کا اپنے دو بھائیوں ربیع بن ایاسؓ اور عمرو بن ایاسؓ کے ہمراہ جنگ بدر میں شامل ہونا 194، 392
ورقہ بن ایاسؓ کا نام ودقہ اور ورفہ بھی بیان ہونا 194
وفا حسن شرمانی صاحبہ، یمن 359
ولید بن عبادہ بن صامتؓ 456
ولید بن مغیرہ کا لقب ابو عبد شمس 207
ولید بن عبادہ بن صامتؓ کا بتانا کہ ان کے والد نے وفات کے وقت کیا وصیت کی تھی 472
سر ولیم میور کا آنحضرتؐ کی مکہ میں رہتے ہونے کی حالت کا بیان..... 21
ولیم میور کا تعدد ازواج پر اعتراض 318
وھب بن ربیعہ 192
وھب بن ربیعہ کا ایک نام اُھیب بھی بیان ہونا 192
وھب بن سعدؓ 222، 223

حضرت وھب بن سعد بن ابی سرحؓ بدری صحابی کا ذکر خیر 221
وھب بن سعد بن ابی سرحؓ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے بھائی تھے 221
وھب بن عبداللہ، حضرت ابوسنانؓ کا ایک نام 50
وھب بن محصن، ابوسنان بن محصنؓ کا ایک نام 50
وھب، حضرت محرزؒ کے والد 194
ویرینا لُڈوِگ صاحبہ Vereena Ludwig، لفتھانسا ائیرلائن کی ایکسپرٹ، امام جماعت کی گفتگو کی طاقت...354

ہ

ہاشم، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ کا ایک نام 55
ہانی، ابوبردہ بن نیارؓ کا ایک نام ہانی 69
مسز ہائڈے (Heide) اور مسٹر کلاؤزے (Klause) جرمن میاں بیوی کے تاثرات..... 355
ھُبیرہ بن ابی وھب 79
ہرمن میٹر صاحب، ہالینڈ 561
ھُزَیْلَہ 135
ھُشَیْم، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ کا ایک نام 55
ہلال، حضرت مالک بن ابوخولیؓ کا ایک نام 371
ہلال یعنی مالکؓ اور عبداللہؓ کا غزوہ بدر میں شریک ہونا 371
ہلال بن ابی خولیؓ اپنے دو بھائیوں خولی بن ابی خولیؓ اور عبداللہ بن خولیؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوئے 108
حضرت ھلال بن امیہ واقفیؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 630
ہلال بن امیہؓ کے پاس فتح مکہ کے دن قوم کا جھنڈا ہونا 630
ہلال بن امیہؓ کا بقیہ ذکر 643 تا 643
ہلال بن امیہؓ کی توبہ قبول ہونی.... 646
ہلال بن معلیٰؓ اپنے بھائی حضرت رافع بن معلیٰؓ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے 108
ہندؓ، حضرت عمرو بن جموحؓ کی بیوی 620
ہند بنت اوس 140
ہند بنت حصین 191
ہند بنت عمرو 183
ہند بنت عمرو، حضرت خلادؓ کی والدہ کی جرأت اور بہادری..... 18
ھُنَید بن عارِض، بنو جذام قبیلہ کا رئیس، اس نے دحیہ کلبی کو قیصر روم کی طرف سے واپسی پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر کے لوٹ لیا، اس پر ایک مہم..... 330
ھُنیدہ 200
ہیوفرے شراوڈ آف ٹیورن کے ماہر..... 419

ی

یَحْییٰ بن سَھْل بن اَبُو حَثْمَہ 387
یزید بن ابولبُسر، لبابہ بنت حارث کے بطن سے 54
یزید بن الفاکہ 71
حضرت یزید بن ثابتؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 617
یزید بن حارثؓ کی عمیرؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 109
حضرت یزید بن حارثؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 394
یزید بن حارثؓ کی عبداللہ بن **فُسحم** ؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 394
حضرت یزید بن رُقَیشؓ، بدری صحابی کا ذکر خیر 490
یزید بن رقیشؓ کا نام ارید بھی بیان ہونا مگر یہ نام درست نہیں، کنیت ابوخالد 490
یزید بن رومان 436
یزید بن سفیان 240
یزید بن مزین، زید بن مزینؓ کا ایک نام 114
یزید بن ضحاک 118
یساف / اساف 480
یَعسوب، غزوہ بدر میں زبیر بن عوامؓ کے گھوڑے کا نام 609
حضرت یوسف علیہ السلام 104، 596
یوشیدا نی چی کو (Yoshida Nichiko) جاپان کے بدھ مت کے معبد کے چیف 410
یونس بن بکیر 494

Frimpong	4	Ahouangan Jacques	359،7،6
Gabriel Negrin	410	Aleksandra Doneva	356،355
Galia	359	Alexander	570
Georgio	361	Andreas Weisbrot	356
Gëzim Muzhaqi	370	Angelika	573
Gyasi	66	Axel	571
Hans Oliver	354	Barbara Hocevar	416
Harald	570	Bauer	569
Heide	355	BekimBici	360
Heike Brader	569	Bernard	564
Heribert Hirte Prof.	571	Besim Gjozi	360
Herman Meeter	561	Besso	361
Hugh Farey	419	Brenton	564
I K Gyasi	66	Bresiouu Willy	564
Ildar Safan	415	Bresiouu Willy	564
Ilir Cylandji	360	Chester Williams	421
Ivanka	359	Chief Myeengun Henry	420
Jacob	563	Chief Rene Warren Chaboyer	420
Jani Redjepov	358	Christine Buchholz	571
Jawad Boulaamayl	418	Christoph Gultman	572
Jesus Gabalam	422	Christoph Strack	571
Judith	410	Comlan Patrice	413
Justin	567	Conny	568
Klause	355	Diallo	564
Koehler Dr.	570	Dini Harkink	561
Kone Adama	5	Don Francisco	419
Kooper W. Kruah	411	Elma Krehmiche	365
Krasrmira	359	Emina Chaoshevich	365
Labinot	365	Eubajia	566
Luc Ginzc	567	Eustaquio	419،415
Madalena	418	Fanta Fofan Oumar	412
Manefa	363	Fernando Griffith	415

Tanja 358
Ulf 573
Uyghur Muslims 421
Van Bommel 418
Vasco 418
Vereena Ludwig 570
VojoManevski 358
Waryono 585
Witecke 573
Yasmin Spahich 365
Yoshida Nichiko 410
Yulia 358
Zaklin 571
Zodi 4
Zoranco Zorinski 357
Martine 566
Mauro Henrique 415
Maxine Onfray 563
Mordiaw 364
Muanis Sinanovic 417
Muktari 569
Musu Kamara 10
Mwishehe 418
Nahawandi 572
Nana Kurdiani 361
Nanuka 361
Niel Annen 571
Nobert Wagner 355
Orli Mesias 415
Pacide Olouba Odounga 414
Pellumb 366
Peter Wadhams 420
Petras Janulionis 363
Petropolis 415
Renee Trujillo 421
Sabine Leidig 571
Sarunas 363
Sayouba Quedraogo 409
Senaid Begic 417
Shaip Zeqiraji 361, 362
Simeon Sawadogo 409
Sinan Breshanaj 360
Skender Asllani 362
Steinbach 570
Susana Morales 418
Susanne 568
Szava Vince 359

مقامات

آ

آٹواہ ویسٹ، کینیڈا 599
آسٹریلیا 13، 587، 588، 599
آسٹریلیا کے ایک دوست کی چندہ میں ادائیگی کی وجہ سے برکت، گاہکوں کا کثرت سے آنا 11
وقف جدید فی کس ادائیگی کے اعتبار سے سوئم آسٹریلیا 13
وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی آسٹریلیا کی جماعتیں 15
وقف جدید کی وصولی کے لحاظ سے آسٹریلیا کی دس بڑی جماعتیں..... 15
آکسفورڈ میں ملک محمد اکرم صاحب کا بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دینا 224
آلٹن، ہیمپشائر یو۔کے 398
آلڈرشاٹ 588
آئیوری کوسٹ 341، 588
آئیوری کوسٹ کے ریجن سان پیدرو (San-Pédro) کے گاؤں کاں اِلیفاں (Kamp Elephant) میں چند غریب نومبائعین کی غیر معمولی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 7
آئیوری کوسٹ کے زابلو صاحب کا خواب کے ذریعہ احمدی ہونا، باجود حالات کی خرابی کے اہلیہ کے کہنے پر زیادہ چندہ دینا 11

ا

ابواء 192
ابواء کے مقام پر حضرت آمنہؓ کی وفات ہونا 306
ابواء، جہاں حضرت آمنہؓ کی قبر ہے 670
اترپردیش 15، 599
اٹلی 369
اٹلی میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
اثابہ، گھاٹی 214
اَجْنَادَیْن شام میں واقع علاقہ جہاں جنگ ہوئی 166
ارجنٹائن 421
ارجنٹینا میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
اڑیشہ 15
ازبکستان 365
ازبکستان بخارا کے ایک نومبائع وَحیدوف صاحب کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584
ازبکستان کے شہر بخارا کے ایک نومبائع زائر صاحب اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584
اسلام آباد، پاکستان 14، 187
مسجد مبارک اسلام آباد کے حوالے سے سوشل میڈیا پر کسی سیاستدان کا جاہلانہ تبصرہ کہ احمدیوں کو اسلام آباد میں مرکز بنانے کی اجازت دے دی..... 259
اسلام آباد، یو۔کے 14، 588
اسلام آباد لندن کی خریداری اور خلیفہ رابعؒ کا اس کو مرکز بنانے کا ارادہ اور عملی تکمیل 202
مسجد فضل لندن سے اسلام آباد لندن منتقلی کی ضرورت اور اس کی تفصیل 258
اسلام آباد کی نئی بستی میں رہنے والوں کے لئے نصائح 260
اصحاب الایکہ 638، 639
اِصْطَخْرْ، ایران کا علاقہ 166
اَعْوَص 236
افریقہ 4، 5، 353، 503، 653
افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے ممالک 13
افریقہ، یورپ، امریکہ اور برطانیہ میں الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ کے عملی مظاہرے 202
ایم ٹی اے افریقہ وغیرہ کے ذریعہ خطبات سن کر نمایاں

تبدیلی کا ذکر 280
افریقہ میں جماعت احمدیہ کے مختلف پراجیکٹس کا ذکر 565
البانیا 365
اَلْغَرْس نامی کنویں سے آنحضورؐ نے پانی پیتے ہوئی فرمایا یہ جنت کے چشموں میں سے ہے، آپؐ نے فرمایا میری وفات پر اس کنویں سے ساتھ مشکیزے لاکر مجھے غسل دینا 143
المیرے، ہالینڈ کی مسجد کی خوبصورتی کی تعریف 505
امرتسر 104
امریکہ 13، 161، 256، 340، 407، 421، 587، 588
وقف جدید میں فی کس ادائیگی کے اعتبار سے اول امریکہ 13
وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی پہلی دس جماعتیں 14
امریکہ میں سب سے پہلے مسجد فنڈ کی بنیاد رکھنے والی سسٹر عالیہ صاحبہ تھیں 25
امریکہ، برطانیہ، یورپ اور افریقہ میں الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ کے عملی مظاہرے 202
یورپ اور امریکہ کی علوم میں ترقی لیکن روحانی اور اخلاقی حالت قابل رحم، اس کی وجہ 250
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس جتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364
مختلف ممالک میں سالانہ جلسے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھنا (جرمنی، کینیڈا، امریکہ) 399
امریکہ میں مجیب الرحمان صاحب کو سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
انڈونیشیا 13، 587، 588
انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا احمدیت قبول کرنے میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا لیکن استقلال اور چندوں میں ادائیگی 11
پگنٹان، انڈونیشیا کے غریب کسان اوریانو صاحب کا چندہ ادا کرنے کا طریق..... 585
پاسرپنگارایاں، انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا چندہ تحریک جدید کے لئے اخلاص و قربانی 586
انڈیا (نیز دیکھیں بھارت، ہندوستان) 599
انڈیا کے انسپکٹر اقبال صاحب کا بیان کہ کاموریڈی جماعت کے ایک نوجوان کا چندہ ادا کرنا، معجزانہ طور پر رقم کا ملنا 7
ڈان فرانسسکو صاحب کا انڈیا میں ایک مسجد میں جانا، غیر مناسب رویہ پانا، جلسہ یوکے میں عزت و توقیر ملنا 419
کرناٹک، انڈیا کے انسپکٹر تحریک جدید ابراہیم صاحب، گلبرگہ کے ایک خادم کا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق نصف تنخواہ تحریک جدید میں دینا اور غیر معمولی برکت 582
کیرالہ، انڈیا کے ایک مخلص دوست کا چندہ تحریک جدید 582
اَنْطَرطُوس 458
انگلستان (نیز دیکھیں برطانیہ، یوکے) 259، 460، 462
انگلستان میں مجیب الرحمان صاحب کو سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
اوڑیسہ 599
اوسنابروک (Osnabruck) 588
اوش کوش 588
اے۔سی۔ٹی (ACT) کینبرا 599
ایبٹس فورڈ (Abbotsford) 15
ایڈمنٹن ویسٹ (Edmonton West) کینیڈا 15، 599
ایڈیلیڈ ساؤتھ (Adelaide South) 15، 599
ایڈیلائڈ ویسٹ، آسٹریلیا 599
ایران 166، 601

ب

بالٹی مور 25
بانگی (سینٹرل افریقہ) کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا.... 580
بحرین 117
بخارا کے ایک نومبائع زائر صاحب اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584
برازیل میں جلسہ یوکے کی کوریج 423
برزبن (Brisbane) 15

برزبن ساؤتھ (Brisbane South) 15
برزبن لوگان (Brisbane Logan) 15
برطانیہ 588،13
دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی برطانیہ کی جماعتیں 14
وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں 14
وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے برطانیہ کے ریجن 14
برطانیہ، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ کے عملی مظاہرے 202
اجتماع انصار اللہ، ولجنہ اماء اللہ برطانیہ کے موقع پر کنٹری مارکیٹ، بورڈن، ہمپشیئر، یوکے سے خطبہ جمعہ 477
برطانیہ کی چندہ تحریک جدید میں تیسری پوزیشن 587
برکینا فاسو 587،13
برکینا فاسو میں کولو کے ایک احمدی ساواڈو صاحب کے تحریک جدید چندہ کی برکت 581
برلن میں حضور انور کا اسلام اینڈ یورپ کے موضوع پر خطاب..... 570
برمنگھم ساؤتھ (Birmingham South) 14
برمنگھم ویسٹ (Birmingham West) 588،14
بریڈفورڈ (Bradford) 599،15
بریڈفورڈ ساؤتھ (Bradford South) 14
بریڈفورڈ نارتھ (Bradford North) 14
بریمپٹن (Brampton) 14
بُصریٰ، ملک شام 201
بطن رَابِغ، جحفہ سے دس میل دور ایک مقام 120
بغداد کے قریب ایک بستی عَقَرْقُوف 113
بگول، قادیان کا نواحی قادیان 175
بلدۃ 458
بلغاریہ یونیورسٹی کے طالب علم کے جلسہ جرمنی کے حوالہ سے تاثرات 358
بلغاریہ کی ایک خاتون کو تلاوت قرآن کریم پسند آنا 358
بلقاء، ملک شام کا شہر 639،331
بلقاء کو لوطؑ کی نسل سے بالق نامی شخص نے آباد کیا 334
شام میں بَلْقاء کے علاقے میں مُؤتَہ کے قریب ایک مقام جہاں جنگ مُؤتَہ ہوئی 334
بمبئی 288
بندوندوریجن، کانگو کی ایک غریب جماعت کا چندہ تحریک جدید میں ادائیگی کے لئے اخلاص و محنت 579
بنگال 599،424
بنگلہ دیش 588
جلسہ سالانہ بنگلہ دیش کے انتظامات اور مخالفین کا حملہ اور دعا کی تحریک 96،95
بنگلور 15
بنو امیہ بن زید (مدینہ کی ایک بستی کا نام) جہاں حضرت عمرؓ رہائش پذیر تھے 173
بہاول نگر 588
بورکینا فاسو، بورومو (Boromo) ریجن کے نومبائع کو نے آدم کا چندہ دینے سے فصل میں غیر معمولی برکت پڑنا 5
بورومو (Boromo) ریجن، بورکینا فاسو کے نومبائع کو نے آدم کا چندہ دینے سے فصل میں غیر معمولی برکت پڑنا 5
بوسٹن (Boston) 14
بوسنیا 365
بولیویا کے ٹی وی کے نمائندے آرندیا 422
بوھیکوں، بینن کی جماعت ابومے کے صدر اہونگان جیکس (Ahouangan Jacques) کا چندہ وقف جدید ادا کرنا اور قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جانا 7،6
بیت الاحسان ریجن 588
بیت الفتوح، لندن 203
بیت الفتوح ریجن 588
بیت المقدس 456،76،74
بیٹرسی (Battersea) 14
بیداء 481
بئر جاسم مدینہ کے علاقے جاسوم کا دوسرا نام 643
بئر معونہ 37

بیلجیئم 365
بیلجیئم میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
بینگلور، انڈیا 599
بینن 13، 339، 587، 588
بینن کے اہونگان جیکس کا چندہ وقف جدید ادا کرنا اور قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جانا 6، 7
بینن کے غفار صاحب کا فیملی سمیت پیدل جلسہ میں شرکت کرنا، کرایہ کی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 12
بینن، لوکوسا ریجن میں سیلاب کے باجود احمدیوں کا تحریک جدید کا چندہ دینے کی تڑپ 581، 582
بینن کے علاقہ ناتی ٹنگو میں کتم پوتی جماعت کے ایک شخص کا غیر متوقع طور پر زیادہ چندہ تحریک جدید دینا کہ چندے میں سستی کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے..... 583
بھارت (نیز دیکھیں انڈیا، ہندوستان) 588
وقف جدید کی وصولی کے لحاظ بھارت کی جماعتیں 15
وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے بھارت کے صوبہ جات 15

پ

پاٹھاپریام (Pathapiriyam) 15
پاسر پنگارایاں، انڈونیشیا کے ایک نومبائع کا چندہ تحریک جدید کے لئے اخلاص و قربانی 586
پاکستان 65، 228، 256، 385، 425، 439، 461، 486، 504، 547، 588
پاکستان کا وقف جدید میں اپنی پوزیشن برقرار رکھنا 13
وقف جدید بالغان میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، ربوہ، کراچی 14
وقف جدید دفتر طفال میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، کراچی، ربوہ 14
پاکستان اور ان کی مساجد کی کیفیت 442
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کو نصائح..... 505
پاکستان میں احمدیوں کی مذہبی آزادی اور دیگر مسائل 505
پاکستان سے ہجرت کرنے والوں کی ذمہ داریاں..... 525
پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کے لئے نصائح کہ خدا کی راہ میں خرچ کریں، نمازوں اور عبادات..... 550
پاکستان کی چندہ تحریک جدید میں دوسری پوزیشن 587
پاناما میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
پتھ پریم، انڈیا 599
پٹس برگ، امریکہ 24، 25
پٹنی 588
پشاور 588
بطن رَابِغ، جحفہ سے دس میل دور ایک مقام 120
پگمنٹان، انڈونیشیا کے غریب کسان اور یانو صاحب کا چندہ ادا کرنے کا طریق اور..... 585
پلمپٹن (Plumpton) 15
پنجاب یونیورسٹی 460
پنجاب، انڈیا 15، 599
پنڈی بھٹیاں 160
پنے برگ (Pinneberg) 588
پورٹ لوکو (Port Loko) ریجن کے محمد صاحب کا کلو ڈیڑھ کلو چاول چندے میں دینا، ایک بوری مل گئی 578
پیراگوئے 423
پیراماٹا، آسٹریلیا 599
پیرس 250
پیرو میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
پیس ولیج (Peace Village) کینیڈا 14، 599
پینرتھ (Penrith) 15، 599
پینگاڑی، انڈیا 599

ت۔ٹ۔ث

تاجکستان 363
تامل ناڈو 15، 574، 599
تبوک 633
غزوہ تبوک، کچھ تفصیلات 638
ترکی 365
ترگڑی، ضلع گوجرانوالہ 256

تعلیم الاسلام کالج ربوہ پاکستان 65
تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان 64
تنی شاتو، جلسہ گاہ فرانس، سے خطبہ جمعہ 514
تنزانیہ 13، 587، 588
تنزانیہ میں نئی مسجد اور کمپلیکس کی تعمیر 268
تنزانیہ، مارا ریجن کے نوجوان راشد حسین صاحب کا چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 580
تنعیم مکہ سے مدینہ کی طرف ایک جگہ جہاں پر حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کا پروگرام تھا.... تفصیل 538
تہامہ پہاڑ 168، 169
تیلنگانا/تیلنگانہ 15، 599
ٹاؤن شپ لاہور 588
ٹوبہ ٹیک سنگھ 588
ٹوگو 339، 341
ثبار 387
ثَنِيَّةُ الْمَرَّة 605
ثنیّۃ الوداع 610

ج

جاپان، امریکہ وغیرہ میں میں مجیب الرحمان صاحب کو سیمینار سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
جارجیا 588
جارجیا کا وفد، رشیا کے کسی بھی ملک سے آنے والا جرمنی جلسہ میں سب سے بڑا وفد 361
جارجیا کے ایک وکیل پروفیسر صاحب کا بیعت کی کارروائی دیکھ کر کہنا کہ یہ ایک معجزہ ہے..... 368، 369
جارجیا کیرولائنا (Georgia, Carolina) 14
جاسوم، مدینہ کا علاقہ جسے بئر جاسم بھی کہتے ہیں 643
جامعہ احمدیہ 64، 225، 256، 339، 503
جَبَّارٌ اور يُمْن فدک اور وَادِي الْقُرٰى کے درمیان واقع مقامات 88
جبلہ قلعہ 458
جُحفہ 214
جُحفہ سے 23 میل دور واقع ایک مقام ابواء 670
جحفہ سے دس میل دور ایک مقام بطن رَابِغ 120
جُرف 331
جرف، مدینہ سے تین میل پر ایک مقام 334، 613
جرمنی 13، 226، 365، 382، 401، 588، 590
وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والی جرمنی کی پانچ لوکل امارتیں..... 14
کالسروئے، جلسہ گاہ جرمنی سے خطبہ جمعہ 343
جلسہ سالانہ جرمنی کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے پر اظہار تشکر اور کارکنان وغیرہ کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات..... 352 تا 369
جرمنی جماعت کا اخلاص و وفا اور قربانیوں میں بڑھنا 353
جرمنی کا جلسہ بین الاقوامی جلسہ 353
بلغاریہ یونیورسٹی کے طالب علم کا جلسہ جرمنی کے حوالہ سے تاثرات 358
جارجیا کا وفد، رشیا کے کسی بھی ملک سے آنے والا جرمنی جلسہ میں سب سے بڑا وفد 361
سینیگال کے ایک کمشنر کا جرمنی جلسہ اور حضور کی تقریر سے متاثر ہونا 364
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس اجتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا ایسا نظام اور اسلام کی حقیقی تصویر پہلی مرتبہ اس جلسہ میں دیکھی ہے 364
جلسہ سالانہ جرمنی کی میڈیا کوریج 369
جرمنی کا جلسہ بین الاقوامی حیثیت..... 399
مختلف ممالک میں سالانہ جلسے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھنا (جرمنی، کینیڈا، امریکہ) 399
جرمنی میں سو مساجد کے تحت تعمیر مساجد کی مساعی اور کچھ مساجد کا افتتاح 549

جرمنی کے جلسہ کے متعلق میسیڈونیا (Macedonia) کے ایک وفد کے تاثرات..... 356
جرمنی میں مجیب الرحمان صاحب کو سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
جرمنی اور یورپ میں یہ تصور کہ اسلام یورپ کے لئے خطرہ ہے اور یہ کہ اسلام یورپ کے کلچر اور سویلائزیشن سے مطابقت نہیں رکھتا 560
جرمنی کے بارڈر پر فرانس کا شہر سٹراس برگ، جہاں مسجد کا افتتاح ہوا 565
جرمنی کی ایک حاملہ خاتون کا ہونے والے بچے کی طرف سے چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 584
جرمنی کی چندہ تحریک جدید میں پہلی پوزیشن 587
جڑانوالہ، پاکستان 175
جِعْرَانَہ 93
جلنگھم (Gilingham) 14، 588
جموم، مقام 328
جموں کشمیر 15، 384، 599
جنت البقیع کا تعارف اور تفصیل 216
جہلم 601
جَوَاثَاء، بحرین 394

چ

چارکوٹ، کشمیر 486
چاؤ 339، 340
چٹھہ بختاور، اسلام آباد 255
چک نوپنیار 588
چکوال 503
چونڈہ 588
چیچنیا 365
چین 369
چین میں اسلام کے جلد پھیلنے کی دعا کی تحریک 281
مسجد مبارک اسلام آباد کا سنگِ بنیاد، حضور انور سے اینٹ پر دعا کروانے کے بعد عثمان چینی صاحب کا اینٹ رکھنا، حضور کینیڈا کے دورے پر تھے، گویا اس میں چینی قوم کا حصہ ہو گیا 281
عثمان چینی صاحب کی چین میں اسلام احمدیت کے بڑھنے کی خواہش اور..... 281
چینائی 15
چلی میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423

ح۔خ

حَبَاسر سینٹر، نگر پارکر 227
حبشہ 55
ہجرت حبشہ کی کچھ تفصیل اور کچھ نام جو اس میں شامل تھے..... 206، 207، 436
حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والے 451
حبشہ کی طرف ہجرت، حضرت مقدادؓ بھی شامل تھے 604
حجاز 324
حدیبیہ کے موقعہ پر خشک کنویں میں تیر گاڑنے سے معجزانہ طور پر پانی نکلنا اور عبداللہ بن ابی کو جب کہا گیا کہ اب تو اس معجزہ کو مان لے تو اس کا ردّ عمل 120
صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کا پہرہ دینے والے سلمہ بن اسلمؓ اور عباد بن بشرؓ 235
صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں آنحضرتؐ کا عمرہ ادا کرنا اور اس کی تفصیل 305
حدیقۃ المہدی، لندن 203
حدیقۃ المہدی، جلسہ کے دنوں میں ایک عارضی شہر 399
حَرَّۃُ الْوَبَرَۃ، مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام 481
حِسْمٰی، مقام 329
حُسَیْکَہ کا نام آپؐ نے بدل کر سُقْیَا رکھ دیا 16
حضر موت، یمن کا علاقہ عدن کے شرقی طرف 603
حُماۃ 458
حمص 458، 612
حیدر آباد، انڈیا 15، 161، 599
حیدر آباد، پاکستان 14، 588

خُربیٰ، وہ جگہ جہاں بنو سلمہ کے گھر تھے 17
خریبہ فارس کا قدیم شہر جسے فارسی میں وَهْشَتَابَاذْ اُرْدْشِیْر کہتے ہیں 659
خیبر 199
حضرت عمرؓ کا خیبر سے یہود کو جلاوطن کرنا اور پس منظر 387

د۔ڈ۔ذ۔ر

دارار قم کا تعارف 74، 372
داروم، مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غزہ کے مقام پر ایک مقام ہے 334
در ہم، کینیڈا 599
دمشق 328، 334، 340، 428، 458
دہلی 15، 599
حضرت مسیح موعودؑ کا دہلی کے سفر میں جامع مسجد دہلی کو دیکھ کر فرمانا..... 441
دہلی گیٹ لاہور 588
ڈام شٹڈ(Darmstadt) 588
ڈٹرائٹ 588
ڈٹسن باخ(Dietzenbach) 14
ڈرگ روڈ، کراچی 383
ڈرہم(Durham) 15
ڈھاکہ 380
ڈیٹرائٹ(Detroit) 14
ڈِیٹسن باخ(Dietzenbach) 588
ڈیرہ غازی خان 14
ڈیفنس لاہور 588
ڈیلس(Dallas) 14
ذوالحلیفہ 214
ذوالحلیفہ کے پاس ایک مقام شجرہ جو کہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر ہے 481
رابغ، شہر 648
راولپنڈی 14، 424، 588
رَبَذَہ 660
ربوہ 65، 224، 225، 340، 400، 462، 588، 600
وقف جدید بالغان میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، ربوہ، کراچی 14
وقف جدید دفتر طفال میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، کراچی، ربوہ 14
ربوہ سے لندن ہجرت کی وجہ 259
ربوہ اور قادیان کے راستے کھولے جانے کی دعا 267
ربوہ سے آئے ہوئے ناظر امور خارجہ کا جلسہ یو۔کے کے لنگر کی روٹی کی تعریف کرنا کہ..... 400
رِشی نگر 15
رشیا/روس 353
جارجیا کا وفد، رشیا کے کسی بھی ملک سے آنے والا جرمنی جلسہ میں سب سے بڑا وفد 361
رشیا کے مبلغ انچارج کا کہنا کہ ماسکو کے رسلان صاحب کا چندہ دینا اور..... 584
رَقَّہ 388
رملہ، فلسطین 74، 456
روانڈا 369
روٹرڈم، ہالینڈ 561
رَوحاء 239، 608
روحاء مدینہ سے 36 میل دور ایک مقام 438
روسلزہائم(Rüsselsheim) 588
روم 473
رومانیہ 365
رومانیہ، مشرقی یورپ کے مبلغ فہیم صاحب کا ایک احمدی ٹیلر کے بارہ میں بتانا کہ چندہ کی برکت سے کاروبار میں برکت 8
روہیمپٹن(Roehampton) 14
روہیمپٹن ویل(Roehampton Vale) 14
روئڈرمارک(Rödermark) 588
ریڈ شٹڈ(Riedstadt) 588

ز۔س

زَفْرَان، جگہ 608
زہرہ، ضلع فیروز پور 628
سان پیدرو (San-Pédro) آئیوری کوسٹ کے گاؤں کاں ایلیفاں (Kamp Elephant) میں چند غریب نومبائعین کی غیر معمولی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 7
ساؤتھ ورجینیا 588
سپین ویلی 588
سٹراس برگ جرمنی کے بارڈر پر فرانس کا شہر جہاں مسجد کا افتتاح ہوا 565
سٹراس برگ، فرانس 534
سٹراس برگ کی مسجد مہدی سے افتتاحی خطبہ جمعہ 524
سربٹن (Surbiton) 14
سربیا 365
سرگودھا 14، 460
سرینگر کشمیر محلہ خانیار کی قبر حضرت عیسیٰ دریافت کرنے کی سعادت حاصل کرنے والا 385
سسکاٹون (Saskatoon) 15، 599
سسکاٹون ساؤتھ (Saskatoon South) 15
سسکاٹون نارتھ (Saskatoon North) 15
سعودی عرب 175
سفوان، بدر کے پاس ایک جگہ 58
سُقْیَا کا پرانا نام حُسَیْکَہ جسے آپؐ نے بدل کر سُقْیَا نام رکھ دیا 16
سقیفہ بنو ساعدہ کی تفصیل 93
خلافت کی ابتداء سقیفہ بنو ساعدہ میں 93، 94
سکاسو (Sikasso) ریجن، مالی 162، 163
سکاسو (Sikasso) مالی ریجن کے نومبائع ابو بکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7
سکنتھارپ 588
سلواکیہ 369
سلور سپرنگ (Silver Spring) 14، 588
سلیکون ویلی (Silicon Valley) 14
سُنح کے مقام پر ہجرت کے وقت ابو بکرؓ کا قیام 480
سندھ 381، 503، 601
سنگاپور 587
سوانزی 588
سوکر ٹاؤن (Sookar Town) لائبیریا میں تبلیغ اور ایک معمر بزرگ عثمان کمارا صاحب کا خواب اور سب لوگوں کا احمدیت قبول کرنا 9
سووا (Suva)، فجی 487
سوئٹزرلینڈ 587
سوئٹزرلینڈ کی وقف جدید میں فی کس ادائیگی کے اعتبار سے دوم پوزیشن 13
سوئٹزرلینڈ میں مجیب الرحمان صاحب کو سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
سویڈن 587
سیاٹل (Seattle) 14
سیالکوٹ 14، 460، 588، 652
سیرابو، سیرالیون کے ایک طفل کا معلم صاحب کے پاس تحریک جدید کے لئے لکڑیاں لے کر آنا کہ یہ خرید لیں اور چندہ کی رسید کاٹ دیں 586
سیرالیون 6، 13، 225، 369، 503، 588
سیرالیون میں پریس لگایا جانا اور خلیفہ ثالث کا تعریف کرنا..... 503
سیرالیون، لونسور (Lunsar) ریجن کے ایک نومبائع کمارا صاحب، تحریک جدید کا چندہ اور برکات 578
سیرالیون کے ریجن پورٹ لوکو (Port Loko) گاؤں سانڈا مبلن تورو (SandaMablonotor) کے محمد صاحب کا کلو ڈیڑھ کلو چاول چندے میں دینا، ایک بوری مل گئی..... 578
سیرالیون، کینما کے لوکل معلم بشیر وصاحب کا تحریک جدید کی طرف توجہ دلانا، سیرابو کے ایک طفل کا لکڑیاں لے کر آنا کہ یہ خرید لیں اور چندہ کی رسید کاٹ دیں 586

سیریا (نیز دیکھیں شام) 365
سیریا کے ایک دوست کا بذریعہ خواب بیعت کرنا 363
سیلیکون ویلی 588
سیاٹل 588
سینٹ جارجز (St. Georges) ہسپتال لندن 326
سینٹرل افریقہ، بانگی شہر کے آرجانا صاحب ایک نومبائع کا خلیفۃ المسیح کا خطبہ سن کر چندہ تحریک جدید دینا اور.... 580
سینٹرل ورجینیا (Central Virginia) 14، 588
سینیگال 13، 365، 588
سینیگال کے ایک کمشنر کا جرمنی جلسہ اور حضور کی تقریر سے متاثر ہونا 364

ش۔ص۔ض

شام (نیز دیکھیں "سیریا") 117، 201، 324، 329، 387، 428، 458، 638، 639
جنگ اَجْنَادَیْن (اَجْنَادَیْن شام میں واقع علاقہ) 166
شام میں بَلْقاء کے علاقے میں مُؤتہ کے قریب ایک مقام جہاں جنگ مُؤتہ ہوئی 334
بنو قینقاع کا مدینہ چھوڑ کر شام چلے جانا، جلاوطنی کی سزا 468
شام کی سمت مدینہ میں اَبُو الْھَیْثَم بن تَیِّھَان کا کنواں، آنحضرتؐ کو اس کا پانی پسند تھا 643
شجرہ، ذوالحلیفہ کے پاس ایک مقام جو کہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر ہے 481
شَعَیْبَہ عرب کی ایک بند گارہ 436
شکاگو 588
شیخین سے کم عمر بچوں کو جنگ احد سے واپس بھیجا جانا 545
صابن دستی 588
صُحَارْ، جگہ 51
ضأن پہاڑی 497
ضجنان پہاڑ 536

ط۔ظ

طائف 59
سفر طائف 302 تا 305
سفر طائف میں زخمی ہو کر آنحضورؐ کی دعا، اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِی..... 304
ظہران، مکہ کے قریب وادی 292

ع

عالیہ 621
عالیہ مقام مدینہ سے نجد کی طرف 662
عدن 65
عدن کے شرقی طرف حضر موت، یمن کا علاقہ 603
عراق 488
عراق کے شہر بغداد کے قریب ایک بستی عَقَرْقُوْف 113
قادسیہ موجودہ عراق میں کوفہ سے پینتالیس میل دور ایک مقام 373
عربی محاورہ قَرِیْبٌ مَفَرُّ ابنِ الشَّنْتَرَاء اور اس محاورہ کا پس منظر..... 144
ایک عرب مہمان کا پروگرام کے آغاز میں تلاوت قرآن کریم رکھنے کو پسند کرنا 562
عَرج 537
عزیز آباد کراچی 588
عُسفان اور مکہ کے درمیان ایک مقام ھَدَأَہ 499
عصبہ مقام پر اولین مہاجرین مکہ کا قیام 167
عصیص، مقام 328
عُقْرَبَا 492
عَقَرْقُوْف عراق کے شہر بغداد کے قریب ایک بستی 113
عَقِیْق، مقام 76
علی گڑھ 64
عمّان 51
عمر کوٹ 588
عین التمر، کوفہ کے قریب ایک مقام 90
غانا مغربی افریقہ 64
احمدیہ سیکنڈری سکول غانا کے پہلے وائس پرنسپل 65
الغرس، قبا میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں ایک اَلْغَرْس نامی کنویں سے آپؐ کا پانی پینا 143

غزہ کے مقام پر ایک مقام داروم 334

ف

فارس کا قدیم شہر خریبہ جسے فارسی میں وَهْشَتَابَاذْ اُرْدَشِیْر کہتے ہیں 659
فارنہم (Farnham) 203
فتح جنگ 255
فجی 487
فدک 88، 542
فدک اور وَادِی الْقُرٰی کے درمیان واقع دو مقامات یُمْن اور جَبَارْ 88
فرانس 560
فرانس کے جلسہ گاہ تغنی شاتو سے خطبہ جمعہ 514
فرانس کی مسجد مہدی کے کوائف 533
فرانس کی مسجد مہدی سے افتتاحی خطبہ جمعہ 524
فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں تقریب جس میں حضور انور نے اسلامی تعلیمات اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان فرمایا 560
سٹراس برگ جرمنی کے بارڈر پر فرانس کا شہر جہاں مسجد کا افتتاح ہوا 565
فرینکفرٹ (Frankfurt) 14، 588
فلڈا میں بیت الحمید کا افتتاح 569
فلڈا اور ویزبادن (جرمنی) میں مسجد کا افتتاح 549
فلسطین میں غزہ کے مقام پر ایک مقام داروم 334
فلورزہائم (Flörsheim) 588
فیروز پور 628
فیصل آباد 14، 588

ق

قادسیہ ایران موجودہ عراق میں کوفہ سے پینتالیس میل دور ایک مقام 373
قادیان 15، 64، 104، 132، 157، 159، 160، 161، 162، 226، 255، 259، 268، 276، 362، 379، 383، 401، 423، 424، 475، 486، 502، 547، 589، 599، 600، 628
قادیان کا مخفف قدعہ جو مسیح موعود کے نکلنے کی جگہ 151
قادیان کا نواحی گاؤں بگول 175
قادیان اور ربوہ کے راستے کھولے جانے کی دعا 267
قبا 110، 192، 375، 443، 651
قبا میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں اَلْغَرْس نامی کنویں سے آپؐ کا پانی پینا 143
قباء میں (ہجرت مدینہ کے وقت) آنحضرتؐ کا حضرت کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام، حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے 143
اولین مہاجرین جب مکہ سے مدینہ آئے تو قبا کے قریب عُصبہ مقام پر قیام کیا 167
ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ کا قبا سے مدینہ تشریف لانا، اس کی تفصیل 457
قبا میں سُنح کے مقام پر ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کا قیام..... 480
قبرص 456
قدعہ، قادیان کا مخفف، جو مسیح موعود کے نکلنے کی جگہ 151
قردہ کے مقام پر حضرت زید بن حارثہؓ کا ایک سریّہ، اس کی تفصیل..... 324
قرغیزستان 362
قصور 588

ک

کارڈف میں ملک محمد اکرم صاحب کا بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دینا 224
کارولائی 15
کاسل ہل (Castle Hill) آسٹریلیا 15، 599
کالسروئے، جلسہ گاہ جرمنی سے خطبہ جمعہ 343
کالی کٹ، انڈیا 15، 599
کامورڈی جماعت کے ایک نوجوان کا چندہ ادا کرنا، معجزانہ طور پر رقم کا ملنا 7
کاں ایلیفاں آئیوری کوسٹ میں چند غریب نومبائعین کی

غیر معمولی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 7
کانگو میں بندوندوریجن کی ایک غریب جماعت اور چندہ تحریک جدید میں دائیگی کے لئے اخلاص ومحنت 579
کانو، نائیجیریا 256
کبوڈو کے دیالو صاحب، تحریک جدید چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 578، 579
کتم پوتی جماعت کے ایک شخص کا غیر متوقع طور پر زیادہ چندہ تحریک جدید دینا کہ چندے میں سستی کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے..... 583
کراچی 65، 224، 340، 588
وقف جدید بالغان میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، ربوہ، کراچی 14
وقف جدید دفتر طفال میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، کراچی، ربوہ 14
کراچی پاکستان میں احمدیہ مساجد کے مینارے گرائے جانے کے احکام 261
مجیب الرحمان صاحب کو کراچی، انگلستان، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، کینیڈا، جاپان، وغیرہ میں سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
کرناٹک 599
کرناٹک، کیرالہ میں سیلاب کی وجہ سے صورت حال ابتر لیکن ایک گھر کے بچوں نے تحفہ میں ملی ہوئی رقم بھی چندہ وقف جدید میں دے دی 10
کرناٹکا 15
کرولائی، انڈیا 599
کماسی، گھانا 4، 65
کوٹری 226
کوسو 361، 365، 366
کوفہ 388
قادسیہ موجودہ عراق میں کوفہ سے پینتالیس میل دور ایک مقام 373
کوفہ کے قریب ایک مقام عین التمر 90
کھوکھر غربی 588
کولکتہ 15، 599
کولمبیا میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
کولو، برکینافاسو کے ایک احمدی ساواڈو صاحب کے تحریک جدید چندہ کی برکت 581
کولون (Köln) 588
کونگو کنساشا 13
کویت 574
کوئٹہ 588
کوئمبٹور، انڈیا 599
کیانگ، گیمبیا کے ایک گاؤں میں احمدیوں کی مخالفت کے نتیجہ میں ایک احمدی جالو صاحب کا فعال احمدی بن جانا اور چندوں میں باقاعدہ ہو کر وصیت میں بھی شامل ہونا 6
کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی، لائبیریا 10
کیتھلے 588
کیٹ فورڈ، انگلستان 600
کیرالہ، انڈیا 15، 588، 599
کیرالہ کے ایک مخلص دوست کا چندہ تحریک جدید 582
کیل (Kiel) 588
کیلگری (Calgary) کینیڈا 14، 599
کیلے فورنیا، امریکہ 256
کیمرون 13، 280، 339، 504، 588
کیمرون میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
کینبرا (Canberra) 15
کینیما، سیرالیون کے لوکل معلم بشیر وصاحب کا تحریک جدید کی طرف توجہ دلانا، سیرابو کے ایک طفل کا لکڑیاں لے کر آنا کہ یہ خرید لیں اور چندہ کی رسید کاٹ دیں 586
کینیڈا 13، 382، 385، 587، 588، 599، 629، 653
کینیڈا کی ایک بچی کو سکول سے اسی ڈالر انعام ملا جو اس نے وقف جدید میں دے دیا اور اگلے ہی دن اس کو تین سو ڈالر انعام عبدالسلام سائنس فیئر میں مل گئے 9
وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں 14

وقف جدید دفتر اطفال میں نمایاں کام کرنے والی کینیڈا کی جماعتیں..... 15
وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والی کینیڈا کی دس بڑی جماعتیں..... 15
مسجد مبارک اسلام آباد کا سنگ بنیاد، حضور انور سے اینٹ پر دعا کروانے کے بعد عثمان چینی صاحب کا اینٹ رکھنا، حضور کینیڈا کے دورے پر تھے، گویا اس میں چینی قوم کا حصہ ہو گیا 281
مختلف ممالک میں سالانہ جلسے اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ کی تائید و نصرت کے وعدوں کو پورا ہوتا دیکھنا (جرمنی، کینیڈا، امریکہ) 399
مجیب الرحمان صاحب کو کراچی، انگلستان، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، کینیڈا، جاپان، وغیرہ میں سیمینارز سے خطاب اور تبادلہ خیالات کا موقعہ ملنا 424
کینیڈا، وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583

گ

گانگبینا، لائبیریا کی ایک خاتون موسو کمارا کا ذکر، چندہ وقف جدید کے لئے کچھ نہ تھا، اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سو ڈالر چندہ دئے ہیں اور پھر صبح بیٹے کا پیسے بھجوانا اور اس خواب کا پورا ہونا 10
گروس گیراؤ (Gross Gerau) 588
گلاسگو (Glasgow) 588،14
گلاسگو میں ملک محمد اکرم صاحب کا بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دینا 224
گنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور 256
گنی بساؤ 588،279
گنی بساؤ، کبوڈو کے دیالو صاحب، تحریک جدید چندہ کی برکت سے بہت زیادہ مچھلی جال میں آنا 579،578
گنی بساؤ کے ایک دوست کی چندہ میں سستی، کاروبار میں نقصان، خواب میں والد صاحب کا کہنا کہ چندہ جات ادا کئے؟ پھر چندہ کی ادائیگی اور برکات 585
گنی کناکری 588،365
گنی کناکری کے اکوبی صاحب کا وقف جدید کا چندہ ادا کرنا اور غیر معمولی برکت پڑنا 6
گنی کناکری کے ابو بکر صاحب کی اہلیہ کا چندوں کی طرف توجہ دلانا اور خود پابندی سے چندہ ادا کرنا اور فصل میں غیر معمولی برکت..... 11
گوجرانوالہ 588،13
گیمبیا 587،365،225،224،13
گیمبیا، کیانگ ضلع کے ایک گاؤں میں احمدیوں کی مخالفت کے نتیجہ میں ایک احمدی جالو صاحب کا فعال احمدی بن جانا اور چندوں میں باقاعدہ ہو کر وصیت میں بھی شامل ہونا 6
گھانا 587،369،365،225،13،4
گھانا کے فَرِم پونگ صاحب (Frimpong) کا قرض کے باوجود چندہ پوری تنخواہ پر دینا 4
گھانا میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
گھانا کے ایک طفل کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کے لئے مزدوری کرنا 586

ل

لاذقیہ 458
لاڑکانہ 602
لاس اینجلیس 588
لاہور 629،588،504،158
وقف جدید بالغان میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، ربوہ، کراچی 14
وقف جدید دفتر طفال میں پاکستان کی پہلی تین جماعتیں، لاہور، کراچی، ربوہ 14
لائبیریا 225،13
لائبیریا کے ایک گاؤں سوکر ٹاؤن (Sookar Town) میں تبلیغ اور ایک معمر بزرگ عثمان کمارا صاحب کا خواب اور سب لوگوں کا احمدیت قبول کرنا 9
لائبیریا کے کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی کے معلم کانگبینا جماعت کی ایک خاتون موسو کمارا کا ذکر 10

لبنان 340، 365
لتھوینیا 363
لٹوکا (Lautoka)، فجی 487
لٹویا، ازبکستان بخارا کے ایک نومبائع وَحیدوف صاحب کا اللہ سے سودا، چندہ دینا اور اس کی برکت 584
لدھیانہ 157
ایک ہندو مجسٹریٹ کا حضرت مسیح موعودؑ کو سزا دینے کا ارادہ، دو مجسٹریٹ تھے ایک معطل ہوا اور دوسرا نیم پاگل ہوا، اس کا بیٹا مر گیا، لدھیانہ سٹیشن پر وہ حضرت مصلح موعودؓ کو ایک بار ملا اور..... 156، 157
لکش دیپ 574
لندن 250، 326، 460، 600
ربوہ سے لندن ہجرت کی وجہ 259
لنڈن اے (London A) ریجن 14
لنڈن بی (London B) ریجن 14
لورل (Laurel) 14
لوکوسا (Lokossa) ریجن، بینن کے غفار صاحب کا فیملی سمیت پیدل جلسہ میں شرکت کرنا اور کرایہ کی رقم چندہ وقف جدید میں دینا 12
بینن، لوکوسا ریجن میں سیلاب کے باجود احمدیوں کا تحریک جدید کا چندہ دینے کی تڑپ 581، 582
لونسور (Lunsar) ریجن، بینن کے ایک نومبائع کمارا صاحب، تحریک جدید کا چندہ اور برکات 578
لیبیا 340
لیگوس نائیجیریا 339

م

مارا ریجن، تنزانیہ کے نوجوان راشد حسین صاحب کا چندہ تحریک جدید دینا اور اس کی برکت 580
مارزڈن پارک (Marsden Park) 15
مارسڈن پارک، آسٹریلیا 599
مارو (Maru)، فجی 487
ماریشس 13
ماسکو، ازبکستان کے شہر بخارا کے ایک نومبائع زائر صاحب اور ان کی اہلیہ کا چندوں میں اہتمام اور برکت 583، 584
مالٹا 362
مالی ریجن سکاسو (Sikasso) کے نومبائع ابوبکر کے بیٹے کی بیماری چندے کی برکت سے ختم ہونا 7
مالی میں حضور انور کا وقف جدید کے حوالہ سے خطبہ سن کر غیر احمدیوں کے دلوں میں تحریک اور 85 افراد کا احمدیت قبول کرنا اور مالی قربانی کرنا 12
مالی میں ایک بہت بڑی مسجد اور کمپلیکس کی تعمیر 268
مانچسٹر 224
مانچسٹر میں ملک محمد اکرم صاحب کا بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دینا 224
ماؤنٹ ڈروئیٹ (Mount Druitt) آسٹریلیا 15، 559
مائنز (Mainz) 567
مایوٹ آئی لینڈ کے علی محمد صاحب کا تحریک جدید کا چندہ ادا کرنا، چندہ کی برکت سے کام مل جانا 585
مٹھ ٹوانہ 255
مچّم پارک (Mitcham Park) 14
مدائنِ صالح کے مغرب میں، وادیٔ القریٰ 647
مدین 639
مدینہ منورہ 16، 18، 19، 20، 21، 22، 29، 32، 33، 35، 36، 39، 41، 44، 45، 51، 58، 59، 60، 61، 62، 71، 75، 77، 79، 81، 83، 84، 85، 86، 88، 92، 93، 94، 109، 111، 113، 114، 121، 122، 123، 139، 166، 172، 178، 183، 187، 191، 192، 193، 195، 198، 199، 200، 211، 212، 214، 217، 218، 234، 237، 238، 239، 241، 267، 293، 294، 295، 305، 306، 307، 308، 315، 317، 318، 323، 324، 325، 328، 329، 330، 331، 335، 336، 337، 338، 371، 372، 374، 375، 377، 388، 389، 391، 394، 395، 397، 398، 427، 428، 437، 439، 441، 443، 445، 448، 453، 456، 459، 465، 467، 470، 471، 480، 484، 494، 537، 539، 541، 592، 604،

605، 608، 610، 620، 630، 632، 635، 636،
639، 645، 646، 648، 649، 651، 655، 657،
658، 662، 665، 666، 667، 675، 676، 677
مدینہ کے بارے میں آپؐ کا دعا فرمانا، اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ..... 37
وہ صحابہ جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے..... 110
غزوہ بواط میں حضرت سائب بن عثمان امیر مدینہ 134
ہجرت مدینہ اور مدینہ میں ابتدائی قیام اور مسجد نبوی کی تعمیر کی کچھ تفصیل 137، 138
بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر حضرت عباسؓ کا مدینہ کے لوگوں سے خطاب 141
ہجرت مدینہ کے وقت قباء میں آنحضرتؐ کا حضرت کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام، حضرت سعد بن خیثمہ کے گھر میں تشریف فرما ہوئے 143
ہجرت مدینہ والوں کی پہلی منزل عموماً حضرت سعد بن خیثمہؓ کا گھر ہوتا، اس میں قیام کرنے والے کچھ لوگ 143، 144
مدینہ میں پہلا جمعہ حضرت مصعبؓ نے سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں پڑھایا 143
مدینہ اور مکہ میں ریل 150
اولین مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو قبا کے قریب عُصبہ مقام پر قیام کیا 167
مدینہ کی ایک بستی بنو امیہ بن زید جہاں حضرت عمرؓ رہائش پذیر تھے 173
قبیلہ بنو غنم بن دُودان مسلمان ہو گیا اور اپنے مردوں، عورتوں سمیت مدینہ ہجرت کی 194
مدینہ کے قبرستان 216
غزوہ مُرَیْسِیْع / مصطلق میں حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا جانا 322
مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام جُرف 334
حضرت زبیرؓ کا مدینہ کے ایک انصار کے ساتھ زمین کو پانی دینے پر جھگڑا اور آنحضورؐ کا فیصلہ 396
مدینہ سے 36 میل دور ایک مقام روحاء 438
ہجرت مدینہ کے وقت آنحضرتؐ کا قبا سے مدینہ تشریف لانا، اس کی تفصیل 457
مدینہ کے یہود میں سے بنو قینقاع نے سب سے پہلے معاہدہ شکنی کی 465
مدینہ کے یہود کے ساتھ آنحضرتؐ کی دلداری 466
بنو قینقاع کا مدینہ چھوڑ کر شام چلے جانا، جلاوطنی کی سزا 468
شجرہ، ذوالحلیفہ کے پاس ایک مقام جو کہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر ہے 481
مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام حَرَّۃُ الْوَبَرَۃ 481
تنعیم مکہ سے مدینہ کی طرف ایک جگہ جہاں پر حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کا پروگرام تھا.... تفصیل 538
مدینہ میں شام کی سمت اَبُو الْھَیْثَم بن تَیِّھَان کا کنواں، آنحضرتؐ کو اس کا پانی پسند تھا 643
مدینہ کا علاقہ جاسوم جسے بئر جاسم بھی کہتے ہیں 643
غزوہ تبوک سے مدینہ آتے ہوئے فرمایا مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہر سفر اور ہر وادی میں تمہارے ساتھ تھے..... 644
مدینہ سے مکے کی شاہراہ پر جُحفہ سے 23 میل دور واقع ابواء، جہاں حضرت آمنہؓ کی قبر ہے 670
مڈلینڈز (Midlands) ریجن 14
مڈل ایسٹ 13، 587
مڈل سیکس (Middlesex) ریجن 14
مراکش 412
مَرّ الظَّھْرَان 92، 111
مریسیع 591
مسجد آبی جان 339
مسجد اقصیٰ، قادیان 105
مسجد دارالامان، مانچسٹر 224
مسجد ضرار کے گرائے جانے کی تفصیل 439 تا 442
مسجد فضل، لندن 14، 203، 409، 588
مسجد فضل لندن سے اسلام آباد لندن منتقلی کی ضرورت اور اس کی تفصیل 258

مسجد فضل ریجن 588
مڈلینڈز ریجن 588
مسجد مبارک اسلام آباد کا افتتاح، پہلا خطبہ جمعہ اور حضور انور کا اندر آکر سجدۂ شکر 257
مسجد مبارک اسلام آباد، لندن کی تفصیلات 258
مسجد مبارک اسلام آباد کا مرکزی مسجد اور مسجد مبارک کی مثیل ہونا، مسجد مبارک نام رکھنے کا پس منظر 258
مسجد مبارک ربوہ کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا فرمانا، یہ مسجد مبارک قادیان کے قائم مقام، اس کا ظل اور مثیل ہو گی 259
مسجد مبارک اسلام آباد کے حوالے سے سوشل میڈیا پر کسی سیاستدان کا جاہلانہ تبصرہ کہ احمدیوں کو اسلام آباد میں مرکز بنانے کی اجازت دے دی..... 259
مسجد مبارک اسلام آباد، یہ پہلا منصوبہ جس کے لئے کوئی الگ سے مالی تحریک نہیں کی گئی 267
مسجد مبارک اسلام آباد کی تفصیل و تعارف 267
مسجد مبارک اسلام آباد کا سنگِ بنیاد، حضور انور سے اینٹ پر دعا کروانے کے بعد عثمان چینی صاحب کا اینٹ رکھنا، حضور کا کینیڈا کے دورے پر تھے، گویا اس میں چینی قوم کا حصہ ہو گیا 281
مسجد مبارک ربوہ کے افتتاح کے موقعہ پر خلیفۃ المسیح ثانیؓ کا فرمانا کہ افتتاح سے قبل دو نوافل کا انتظام ہونا چاہئے 257
مسجد مبارک ربوہ کے بارہ میں مصلح موعودؓ کا فرمانا، یہ مسجد مبارک قادیان کی قائمقام اس کا ظل اور مثیل ہو گی 259
مسجد مبارک قادیان کی مثیل، مسجد مبارک لندن 258
مسجد مہدی سٹراس برگ، فرانس سے افتتاحی خطبہ جمعہ 524
مسجد مہدی، فرانس کے کوائف 533
مسجد نبوی کی تعمیر کی کچھ تفصیل 137، 138
مسجد نبوی کی زمین کی قیمت حضرت ابو بکرؓ نے دی 138
ایک سیاہ فام خاتون جو مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی فوت ہو گئیں، آپؐ کو نہ بتایا جانا، فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ اور وہاں جا کر اس کا جنازہ پڑھا، ان کا نام اُمِّ مِحْجَن اور خرقاء بیان ہوا ہے 619
مسس ساگا، کینیڈا 599
مشرقی افریقہ 65
مصر 457، 612
مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غزہ کے مقام پر ایک مقام داروم ہے 334
معدن بنی سلیم 660
مکہ مکرمہ 19، 20، 21، 22، 23، 30، 33، 34، 35، 36، 43، 44، 45، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 69، 74، 75، 76، 78، 109، 113، 117، 120، 123، 126، 141، 150، 165، 166، 170، 178، 192، 193، 194، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 212، 222، 231، 233، 235، 238، 267، 292، 293، 294، 295، 296، 298، 300، 301، 302، 303، 305، 306، 307، 308، 309، 319، 323، 324، 329، 371، 388، 390، 391، 393، 394، 395، 397، 427، 437، 442، 443، 448، 482، 483، 498، 532، 535، 537، 539، 541، 542، 553، 603، 604، 605، 608، 610، 630، 645، 648، 649، 650، 651، 655، 656، 658، 660، 662، 663، 665، 671
مکہ سے آٹھ میل دور ایک مقام یَأْجَج 92
وہ صحابہ جو مدینہ سے مکہ ہجرت کر گئے اور انصار مہاجر کہلائے ذکوان بن عبد قیس، عقبہ بن وھب، عباس بن عبادہ، زیاد بن لبید 110
اولین مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو قبا کے قریب عُصبہ مقام پر قیام کیا 167
فتح مکہ کے موقعہ کی کچھ تفصیل..... 174
مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع مقام نخلہ 304
ھَدَأَہ، عُسفان اور مکہ کے درمیان مقام 499
مکہ سے مدینہ کی طرف تنعیم ایک جگہ جہاں پر حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کا پروگرام تھا.... تفصیل 538
مکہ پر چڑھائی کی مہم کا پوشیدہ رکھنا اور حاطب بن بلتعہ کا ایک خط لکھنا..... آپؐ کا حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ

اور حضرت زبیرؓ کو بھیجنا 611
مدینہ سے مکے کی شاہراہ پر جُحفہ سے 23 میل دور واقع ابواء مقام جہاں حضرت آمنہؓ کی قبر ہے 670
مکویونی (Mkuyuni)، تنزانیہ 228
ملائیشیا 588
ملبرن ایسٹ (Melbourne East) 15
ملبرن بیروِک (Melbourne Berwick) 15، 599
ملبرن لانگوارن (Melbourne Long Varren) 15، 599
ملتان 14، 588
ملٹن ویسٹ (Milton West) 15
مَلْسِیَاں، تحصیل زہرہ، ضلع فیروز پور 628
ملکوال، ضلع گجرات 223
مَن ہائم (Mannheim) 588
منیٰ 444
مہدی آباد (Mehdi-Abad) جرمنی 549، 588
مہدی آباد، ناہے (Nahe) جرمنی مسجد کے کوائف 559
مہدی آباد جرمنی کی مسجد کا افتتاح 572
مَھَیْعَۃ، مقام 37
مُؤتہ بلقاء کے قریب ملک شام میں ایک مقام 331
آنحضرتؐ کا غزوہ مؤتہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو..... 332
شام میں بَلْقاء کے علاقے میں مُؤتہ کے قریب ایک مقام جہاں جنگ مُؤتہ ہوئی 334
مورفلڈن والڈورف (Mörfelden-Walldorf) 14
مؤر فیلڈن (Mörfelden) 588
موروگورو (Morogoro) ریجن، تنزانیہ 228
موسک ویسٹ (Mosque West) 14
مولڈن مینر (Malden Manor) 14
مونٹریال ویسٹ (Montreal West) 15
میرپور آزاد کشمیر 588
میرپور خاص، سندھ 14، 588
میسیڈونیا (Macedonia) سے ایک وفد کے جرمنی کے جلسہ کے حوالہ سے تاثرات..... 356
میکسیکو 653

ن

ناتی ٹنگو، بینن میں کتم پوتی جماعت کے ایک شخص کا غیر متوقع طور پر زیادہ چندہ تحریک جدید دینا کہ چندے میں سستی کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے..... 583
نارتھ ایسٹ (North East) ریجن 14
نارتھ ہیمپٹن 588
نارتھ ویلز 588
نادی (Nadi)، فجی 487
ناہے (Nahe) جرمنی کی مسجد کے کوائف 559
نائیجر 13، 341، 588
نائیجیریا 13، 65، 224، 587
نائیجیریا میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
نائیجیریا میں جماعت کا پریس لگایا جانا 504
نخلہ 59، 304
نقیع 537
نگرپارکر 227
نن سپیت، ہالینڈ 560
نن سپیت، جلسہ گاہ ہالینڈ سے خطبہ جمعہ 505
نوابشاہ 601
نوئس (Neuss) 588
نیدا (Nieda) 588
نیو مولڈن (New Malden) 14، 588
نیوزی لینڈ میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت 159، 160

و

وادیٔ القریٰ 331، 334، 638
وَادِی الْقُرٰی اور فدک کے درمیان واقع مقامات یُمْن اور جَبَارْ 88
وادیٔ القریٰ، مدائنِ صالح کے مغرب میں 647
وادیٔ صفراء 608

واشنگٹن ڈی سی 653
وان(Vaughan) 599،14
وان جماعت کے بچوں کا چندہ تحریک جدید دینا اور غیر معمولی برکت کے نظارے 583
واہ کینٹ 588
وائن گارٹن(Weingarten) 588
ونڈسر(Windsor) 15
وَهِشْتَابَاذْ اُرْدْشِيْر فارس کا قدیم شہر 659
ووسٹر پارک(Worcester Park) 588،14
ویزبادن(Wiesbaden) 588،14
ویزبادن(جرمنی) میں مسجد کا افتتاح 549
ویسٹ بنگال 15
وینزویلا میں جلسہ یو۔کے کی کوریج 423
وینکوور(Vancouver) کینیڈا 599،14

ہ

ہالینڈ 560،365،65
ہالینڈ میں جماعت کی تعداد اور کاموں میں اضافہ 505
المیرے، ہالینڈ کی مسجد کی خوبصورتی کی تعریف 505
ہالینڈ، یہاں رہنے والے ہر احمدی کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ وہ دیکھے کہ وہ کیا مقاصد ہیں جو ہم نے بیعت میں آکر پورے کرنے ہیں..... 505
جلسہ گاہ ہالینڈ، نن سپیت سے خطبہ جمعہ 505
هَدَأَه، عُسفان اور مکہ کے درمیان مقام 499
همپشیئر، یوکے سے خطبہ جمعہ 477
ہملٹن ساؤتھ(Hamilton South) 15
ہملٹن ویسٹ(Hamilton West) 15
ہندوستان 148،13
ہنگری 359
ہیز(Hayes) 14
ہیمبرگ(Hamburg) 588،14
هيملٹن، کینیڈا 599
ہیوسٹن 588

ی۔ے

یاجج وادی 535،92
یادگیر، انڈیا 599
یارک(York) 14
یثرب 142،77،21،20
یَسِیْدِیں 458
یمامہ 491،450
یمن 394،392،370،296،151،118،117
یُمْن اور جَبَلْ فدک اور وَادِی الْقُرٰی کے درمیان واقع مقامات 88
حضرموت، یمن کا علاقہ عدن کے شرقی طرف 603
یو۔کے(UK) 547
یو۔کے کے ایک دوست کا چندہ ادا کرنا اور الٰہی مدد 5
یو۔کے، خاتون کا احمدیت قبول کرنا اور گھر سے نکالا جانا لیکن چندے کی برکت سے غیر معمولی برکات 10
بین الاقوامی مرکزی جلسہ یوکے کا ہی ہے.... کیونکہ خلافت کا مرکز یہاں ہے 399
جلسہ یوکے، کارکنان اور ڈیوٹی دینے والوں کے لئے ہدایات اور رہنمائی..... 400،399
جلسہ سالانہ (یوکے) متفرق شعبہ جات کو ہدایات اور ان کے کارکنان کے اخلاص اور محنت..... 399 تا 404
ربوہ سے آئے ہوئے ناظر امور خارجہ کا جلسہ یو۔کے کے لنگر کی روٹی کی تعریف کرنا..... 400
جلسہ یوکے کے موقعہ پر لنگر کا انتظام اور اس کی اہمیت پہلے کی حالت اور اب ترقی یافتہ شکل..... 400
یو۔کے روٹی پلانٹ پر کام کرنے والوں کی مہارت 400
حضور انور کا 1988ء کے جلسہ یوکے میں پہلی بار شامل ہونا اور مشاہدہ کا بیان 400
جلسہ سالانہ یوکے کیلئے خلیفۃ المسیح اور ...عہدیداران کی

محنت اور ٹریننگ 400
جلسہ یوکے کا بخیر و خوبی اختتام اور اظہار تشکر کارکنان وغیرہ کا..... 408
جلسہ یوکے، حضور کی تقاریر سے متاثر ہونے والے مہمانوں کے تاثرات 408تا423
ڈان فرانسسکو صاحب کا انڈیا میں ایک مسجد میں جانا، غیر مناسب رویہ پانا، جلسہ یوکے میں عزت و توقیر ملنا 419
جلسہ یوکے، پریس اینڈ میڈیا کی رپورٹ 423
یوکے، ایک خاتون کا چندہ تحریک جدید دینا اور خدا کا نوازنا 581
یورپ 259، 653
مشرقی یورپ، رومانیہ کے مبلغ فہیم صاحب کا ایک احمدی ٹیلر کے بارہ میں بتانا کہ چندہ کی برکت سے کاروبار میں برکت 8
یورپ، برطانیہ، امریکہ اور افریقہ میں الہام وَسِّعْ مَكَانَكَ کے عملی مظاہرے 202
یورپ اور امریکہ کی علوم میں ترقی لیکن روحانی اور اخلاقی حالت قابل رحم، اس کی وجہ 250
ایک مہمان کا جلسہ جرمنی کے متعلق کہنا کہ انہوں نے امریکہ اور یورپ کے سیاسی اور مذہبی اجتماع دیکھے ہیں مگر اس جتماع جیسی اطاعت، خلافت کی محبت کہیں نہیں دیکھی 364
یورپ، جرمنی میں یہ تصور کہ اسلام یورپ کے لئے خطرہ ہے اور یہ کہ اسلام یورپ کے کلچر اور سویلائزیشن سے مطابقت نہیں رکھتا 560
برلن میں حضور انور کا اسلام اینڈ یورپ کے موضوع پر خطاب..... 570
یوروگوائے 411
یوگنڈا 369، 422
یونیسکو فرانس کی عمارت میں تقریب، حضور انور نے اسلامی تعلیمات اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کے کردار کو بیان فرمایا 560

کتب

آ۔ا

آریہ دھرم 73
آسمانی فیصلہ 348، 405، 506، 509، 652
آئینہ کمالات اسلام 652
ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ) 143، 169، 201، 217، 434، 469، 478، 518، 614، 615، 618
ابو داؤد (سنن ابو داؤد) 2، 73، 117، 131، 180، 213، 218، 286، 454، 519، 618
اٹلس سیرت نبوی 648، 670، 677
احمد علیہ السلام سیرت و سوانح (غیر مطبوعہ) 652
احمدیت یعنی حقیقی اسلام 24
اردو دائرہ معارف اسلامیہ 169
ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری 387، 397، 473
ازالہ اوہام 506، 521، 652
اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ 16، 18، 29، 41، 42، 43، 44، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 68، 69، 70، 71، 74، 75، 76، 80، 81، 82، 83، 109، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 122، 134، 135، 136، 137، 140، 144، 164، 166، 168، 172، 177، 178، 191، 192، 193، 194، 195، 207، 211، 212، 216، 217، 218، 230، 231، 236، 295، 307، 309، 370، 371، 372، 373، 374، 376، 386، 388، 391، 392، 394، 395، 396، 397، 398، 426، 427، 436، 437، 438، 443، 451، 454، 455، 456، 459، 460، 478، 540، 604، 617، 620، 622، 630، 631، 641، 647، 648، 658، 660، 661، 667، 669
اسلامی اصول کی فلاسفی 264، 368، 517
اسلامی اصول کی فلاسفی کی عظمت 151
اکمال المعلم بفوائد المسلم 481
الاستیعاب 38، 80، 85، 88، 93، 108، 178، 191، 231، 232، 293، 307، 334، 376، 386، 387، 392، 398، 443، 454، 456، 472، 499، 537، 542، 593، 597، 612، 617، 648، 659، 662، 671
الاصابہ فی تمییز الصحابہ 18، 49، 69، 75، 80، 83، 91، 113، 115، 134، 136، 165، 192، 194، 200، 230، 231، 232، 239، 295، 300، 371، 374، 386، 387، 388، 392، 394، 395، 397، 398، 427، 438، 439، 442، 443، 450، 455، 459، 464، 486، 495، 502، 537، 604، 612، 613، 614، 620، 621، 630، 638، 647
الانساب للسمعانی 394، 398
الفضل 90، 156
روزنامہ الفضل کے آن لائن ایڈیشن کا آغاز، الفضل کی اہمیت و تاریخ 651
روزنامہ الفضل کی ویب سائیٹ کا اجراء 651
امتاع الاسماع 55، 120، 648
انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجہ 619
انجام آتھم 3، 64، 579
انصار اللہ، ماہنامہ 600
ایام الصلح 264
ایک آیت کی پر معارف تفسیر، انوار العلوم 40

ب

بائبل 416
آپؑ کا بائبل کی پیشگوئی کے مطابق مثیلِ موسیٰؑ ہونا 152
ایک غیر از جماعت کا تاثر، احمدیوں کے پاس تو بائبل کا علم عیسائیوں سے زیادہ ہے 422
البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج 481
الصحیح البخاری 2، 31، 34، 36، 38، 48، 51، 70، 89، 93، 101، 125، 127، 147، 168، 171، 173، 174، 184، 185، 186، 199، 213، 215، 220، 223، 245، 246، 272، 293، 300، 306، 308، 310، 317، 331، 332، 333، 348، 386، 387، 391، 392، 403، 405، 432، 433، 435، 443، 444،

446،454،457،470،472،473،484،485،496،
498، 500، 501، 502، 525، 532، 539، 542،
544، 554، 557، 596، 597، 598، 607، 610،
618، 619، 623، 627، 630، 631، 638، 639،
646،647،667،674،678
بخاری کی ایک حدیث، صحابہؓ نے علم سیکھنے کے لئے باریاں مقرر کی ہوئی تھیں، آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے 173
البدایہ والنھایہ 371،485،455
البدر 161،263
بلوغ الارب 389

ت

تاج العروس 456
تاریخ ابن خلدون 79،137،232
تاریخ احمدیت 64،65،103،151،255
تاریخ الخلفاء الراشدین 95
تاریخ الطبری 79،177،199،200،241،
272،307،373،611،612،
التاریخ الکبیر 170،388،390
تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر 200،397
تثبیت دلائل النبوۃ از عبد الجبار 62
تحفہ قیصریہ 652
تذکرہ 259
تذکرۃ الشہادتین 350
سنن الترمذی 217، 247، 325، 431، 472، 496،
603، 614، 623، 640، 641
تفسیر ابن کثیر 181
تفسیر بحر المحیط 182
تفسیر بغوی 183
تفسیر کبیر 124، 154، 157، 206، 222، 298، 301
تفسیر یَنْبُوْعُ الْحَیَاۃ 182
تین سو تیرہ اصحابِ صدق ووفا از نصر اللہ خاں، عاصم جمالی 652

ج۔ح۔خ

جامع البیان فی تاویل القرآن، معروف تفسیر طبری 236
جستجوئے مدینہ 217،646
جنرل و گوہر آصفی کلکتہ (اخبار) 151
حجج الکرامہ 151
الحکم 102،255
الحکم (یو۔کے) 548
حقائق الفرقان 274،285،442
حقیقۃ الوحی 405،454،652
خطبات محمود 156، 159، 257، 259، 279، 289،
290، 321، 378، 435
خطبات ناصر 188
خلافت راشدہ، انوار العلوم 278،279،450
خلفائے راشدین از شاہ معین الدین ندوی 241

د۔ر

دلائل النبوۃ للبیہقی 233،609
دورۂ یورپ، انوار العلوم 301
دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم 35، 36، 116، 138،
210، 539، 624
الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ 50، 79، 299، 622
ریویو آف ریلیجنز 369، 420

س

سبل الہدیٰ والرشاد 120، 134، 143، 237، 373، 286،
287، 441، 496، 624، 668، 672، 675، 676، 677
سراج منیر 64، 201، 652
سرّ الخلافۃ 339
سوانح فضل عمر 98، 102، 104، 105، 106، 107
سیرت خاتم النبیینؐ 23، 45، 47، 53، 55، 58، 61،
62، 77، 78، 79، 84، 85، 87، 112، 117، 118،
134، 138، 140، 141، 143، 145، 165، 166،
167، 168، 172، 180، 208، 213، 218، 235،
238، 239، 293، 295، 298، 299، 303، 305،
307، 314، 321، 322، 323، 328، 329، 330،
331، 372، 374، 437، 438، 451، 452، 465،
468، 541، 542، 546، 590، 593، 605، 607،

609، 639، 648، 650، 651، 655، 658، 662،
665،666،668،670،675،676
السیرۃ الحلبیۃ 94،95،116،145،222،223،
233، 306، 307، 309، 322، 338، 375، 396،
439،457،468،482،484،609،622،625،644،
سیرت المہدی 132،404
السیرۃ النبویۃ لابن کثیر 143،183،389
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 58،69،77،82،91،
93،94،108،109،112،165،171،172،177،
184، 193، 194، 230، 231، 232، 236، 239،
293، 296، 370، 371، 372، 374، 376، 377،
386، 387، 392، 394، 395، 398، 436، 443،
456،480،490،495،497،537،540،603،604،
610،619،620،622،644،647،651
(سیرت حضرت اماں جان) حضرت اماں جان کی سیرت پر کتاب، مصنفہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ 475
سیر روحانی، انوار العلوم 39
سیر اعلام النبلاء 391
سیر الصحابہ 296،297،389،390،427،453،
456،457،458،495،498،541،612،662

ش۔ض۔ط

شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ 93،120،138،
145، 182، 183، 186، 187، 194، 233، 440،
441،604،609،610،639،640،641،676
شرح مسند الشافعی 456
شعب الایمان للبیہقی 261
شہادۃ القرآن 344،351،509،511
ضمیمہ براہین احمدیہ 346
ضمیمہ رسالہ انجام آتھم 547
طبرانی 193
الطبقات الکبریٰ 23،30،41،42،43،47،49،50،51،
52،54،55،58،68،69،70،71،72،75،77،79،80،
81، 83، 84، 85، 87، 88، 108، 109، 110، 112،
113،114،115،116،117،118،119،122،134،
135،136،137،140،143،144،166،167،168،
169،172،174،177،178،181،183،191،192،
193،195،200،204،212،213،217،221،223،
230،231،232،233،235،239،293،295،296،
302،305،307،322،325،331،332،333،338،
370،371،372،373،374،375،376،387،391،
392،393،394،395،396،398،426،427،436،
437،438،439،442،443،444،450،451،454،
455،456،477،480،481،486،490،495،497،
539،540،541،593،604،605،607،609،610،
611،619،620،621،624،630،644،648،651،
660،661،666،667،670،671،675،677

ع۔ف

عائشہ میگزین کالجنہ امریکہ کی طرف سے آغاز، حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہ کا یہ نام رکھنا 25
عمدۃ القاری، علامہ بدر الدین عینی 186،296،443،
473،496،497،669،677
عیون الاثر 233،437،498
فتح الباری شرح صحیح البخاری 122،186،310،501،
502،535
فتوح البلدان 51،458
فرمودات مصلح موعود از سید شمس الحق صاحب 91
فرہنگ سیرت 214،373،478،638،644،647،676
فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم 223،332
فضائل القرآن، انوار العلوم 211

ق

قرآن کریم

سورۃ التکویر میں مذکور قرآنی پیشگوئیاں 150
قرآن کو رمضان سے ایک خاص نسبت ہے 249
قرآن کے علوم کو سمجھنے کے لئے تقویٰ بہت ضروری 250
قرآن پڑھنے کے آداب اور اہمیت 251
رُبَّ قَارٍ يَلْعَنُهُ الْقُرْاٰنُ 251
بلغاریہ کی ایک خاتون کو تلاوت قرآن کریم پسند آنا 358
ابراہیمؑ کے حوالے سے قرآن میں مہمان نوازی کا ذکر 402

حضرت قتادہؓ کا سورۃ اخلاص پر ساری رات گزارنا آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے 431
اصحاب صفّہ کا قرآن پڑھنا، آنحضرتؐ کا ان کے درمیان بیٹھ جانا اور فرمانا..... 454
انفرادی طور پر قرآن پڑھانے کو ذریعہ آمد بنانے والوں کے لئے ایک اصولی رہنمائی 469
آنحضرتؐ کا قرآن سکھانے کے لئے آدمی صحابہؓ کے سپرد کرنا، کسی نے کمان ہدیہ میں دی آپؐ نے لینے سے منع فرمایا 469
ایک عرب مہمان کا پروگرام کے آغاز میں تلاوت قرآن کریم رکھنے کو پسند کرنا 562
آنحضرتؐ نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے، وہ مقدادؓ تھے 616

ک۔ل۔م

الکامل فی التاریخ 95، 241، 338، 387، 477
کتاب البریّہ 512، 652
کتاب الثقات لابن حبان 617
کتاب المغازی للواقدی 17، 19، 49، 78، 110، 145، 235، 237، 377
کتاب جمل من انساب الاشراف 660
کشتیٔ نوح 252، 345، 533
کنز العمال 254، 286، 299، 300، 333، 387
لغات الحدیث 17، 93، 145، 191، 193، 392، 428، 439، 537، 604، 641، 668
لیکچر سیالکوٹ 254
مبارکہ کی کہانی، مبارکہ کی زبانی 476
مجلہ لقمان کا ایک حصہ سوید بن ثابتؓ کا آنحضورؐ کو سنانا، آپؐ کا اس کی تعریف کرنا 20
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد 237
مجموعہ اشتہارات 98، 523، 547
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی وجانشینی 94
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت النبیؐ پر انگریزی میں لکھی جانے والی کتاب، طاہر عارف صاحب 460
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح 624
مستدرک علی الصحیحین 17، 55، 63، 75، 112، 113، 144، 164، 165، 166، 172، 183، 187، 193، 334، 390، 451، 672،
صحیح مسلم 54، 89، 95، 126، 182، 186، 199، 246، 272، 285، 310، 395، 403، 405، 433، 474، 481، 520، 528، 531، 557، 607، 611، 618، 645، 661، 675
مسند احمد بن حنبل 37، 54، 205، 220، 221، 286، 331، 403، 428، 431، 433، 434، 469، 470، 498، 616، 644، 646، 669، 672
مصنف عبد الرزاق 52
المصنف لابن ابی شیبۃ 618
مضامین بشیر 132
معجم البلدان 91، 93، 114، 120، 201، 236، 302، 307، 338، 388، 389، 394، 458، 481، 537، 546، 604، 639، 646
المعجم الکبیر للطبرانی 214، 389، 427، 612
معرفۃ الصحابہ 110، 121، 169، 181، 496، 497، 498، 630
ملفوظات 71، 133، 147، 149، 150، 151، 152، 153، 159، 245، 249، 251، 253، 262، 273، 283، 288، 345، 346، 350، 404، 441، 507، 510، 511، 512، 517، 525، 527، 528، 529، 530، 532، 551، 552، 554، 556، 558، 640، 652
المنتقیٰ من کتاب مکارم الاخلاق للخرائطی 88
المنہاج بشرح صحیح مسلم 473

ن۔و

سنن نسائی 528، 617
نئی زندگی از مسعود حسن خان دہلوی 64، 65
رسالہ الوصیت 346
وفا از سَمْہُوْدِی 193
وفاء الوفا 17